بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَنُرِیۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَنَجۡعَلَهُمۡ اَئِمَّةً وَّنَجۡعَلَهُمُ الۡوٰرِثِیۡنَ ۝ (سورۃ قصص آیت ۵)

الحمد للّٰہ کہ دریں ایام بہیۃ واعوام سَنِیَّہ نسخہ شافیہ وصحیفہ اور در خلافت وامامت موسوم بہ

خلافت الٰہیہ

حصہ اوّل

مشتمل بر اصول دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ ونصوصات باہرۂ قرآنیہ

از تصیف لطیف وتالیف منیف سلالۃ المصطفین جناب مولانا

السید محمد سبطین صانہ اللّٰہ عن کل شین

گلستان زہرأ پبلیکیشنز 26۔ ایبٹ روڈ لاہور۔ 54000

ضروری گذارش

کتاب ہذا میں بعض آیات کے حوالا جات دیئے گئے ہیں جو کہ اصل کتاب میں نہیں ہیں۔ یہ ادارہ کی اپنی کوشش اور سعی سے ترتیب دیئے ہیں۔اس سلسلے میں ہم جناب مولانا سیّد ابو رضا زینبی صاحب اور جناب مولانا سکندر حیات نوتکی صاحب کے مشکور ہیں۔اگر آپ کو اس میں کوئی کمی، کوتاہی نظر آئے تو آپ سے گذارش ہے کہ ادارہ کو ضرور مطلع کریں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں درست کی جاسکے۔

آپ سے التماس ہے کہ مولانا السید محمد سبطین صاحب قبلہ کے درجات کی بلندی کی دعا کے ساتھ ان کیلئے ایک مرتبہ ایک بار سورہ الحمد اور تین بار سورۂ اخلاص مع اول و آخر تین، تین مرتبہ درود شریف کی تلاوت فرما کر ایصال ثواب فرمادیں۔

ادارہ

......☆......

کتاب: خلافت الٰہیہ (حصہ اول، دوم، سوم)

ناشر: خلیفہ سید حسن مہدی

اشاعت اول: شوال المکرم ۱۳۳۳ھ

اشاعت دوئم: محرم ۱۴۳۲ھ

قیمت: ۳۰۰/- روپے

ملنے کا پتہ: گلستان زہرا۔ 126 ایبٹ روڈ لاہور۔

افتخار بک ڈپو۔ اسلام پورہ لاہور۔

مکتبۃ الرضا۔ میاں مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

حصہ اوّل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَلَّذِیْ خَصَّ بِخَلَافَتِہٖ الْمُؤْمِنِیْنَ وَجَعَلَ الْعَاقِبَۃَ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالْجَنَّۃَ لِلْمُطِیْعِیْنَ وَالنَّارَ لِلْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنَافِقِیْنَ الْخَائِنِیْنَ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ وَ اَفْسَدُوْا فِی الْاَرْضِ وَاَضَاعُوا الدِّیْنَ وَتَفَقَّھُوْ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَلَا یَقِیْنٍ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ اَفْضَلِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدِنِ الْمَحْمُوْدِ عِنْدَ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ اَلصَّادِقِ الْاَمِیْنِ اَلَّذِیْ قِیْلَ فِیْہِ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ وَاَوْصِیَاءِ الْھُدَاۃِ الْمَھْدِیِّیْنَ الَّذِیْنَ بَذَلُوْا جُھْدَھُمْ وَمُھْجَمُمْ فِیْ اِعْلَاءِ کَلِمَۃِ اللّٰہِ وَاَحْیَاءِ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ فَھُمْ خُلَفَاءُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَحُجَجُہٗ عَلٰی اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ وَھُمْ شُفَعَاءُ الْمُذْنِبِیْنَ یَوْمَ الدِّیْنِ وَصَحْبِہٖ الْمُنْتَجَبِیْنَ الْمُھْتَدِیْنَ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ اَبَدَ الْاٰبِدِیْنَ وَدَھْرَ الدَّاھِرِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی فِیْ کِتَابِہٖ الْمُبِیْنَ۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوْ الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ وَلَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذَالِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ۔ (سورہ نور ع)

تمہید: احباب کو معلوم رہے۔ کہ میں نے البرہان جلد ۳ نمبر ۱ و ۲ جنوری ۱۹۱۳ء مباحث حقیقت نبوت کے ضمن میں ایک مختصر مضمون چھ سات صفحہ کا "اَلنَّبِیُّ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ" کے عنوان سے لکھا تھا۔ جس میں نعت و کلام حمید مجید سے خلافت نبی کے معنی بتلائے تھے کہ کس لحاظ اور معنی کی رو سے نبی خلیفہ کہلاتا ہے۔ اور کس کا خلیفہ ہوتا ہے۔ یہ مضمون اکثر احباب نے بہت پسند فرمایا اور مجھ سے خواہش کی کہ اس کو مکمل و مفصل ایک رسالے کی صورت میں لکھا جائے۔ مگر بحکم "کُلُّ اَمْرٍ مَرْھُوْنٌ بِاَوْقَاتِھَا" دوسرے اشغال اس کی تکمیل میں برابر التوا و تاخیر کا باعث ہوتے رہے۔ اس مرتبہ احباب کا اصرار یہاں تک بڑھا۔ کہ مجھے بعض مضامین ضرور یہ ترک کر کے اس کی طرف مائل کر دیا۔ کیونکہ ان کا فرمان مدلل بدلائل تھا۔ جو اس وقت اس کی ضرورت پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی اثناء میں سیکرٹری ینگ مین جعفریہ ایسوسی ایشن لاہور پنجاب نے مجھ سے خواہش کی۔ کہ ایک رسالہ اس کے لئے لکھوں۔ جو ایسوسی ایشن کی طرف سے شائع کیا جائے۔ اس خواہش کی تجدید بھی ان ایام تعطیل گرما میں اپنے ذرائع سے ہوئی۔ کہ ان سے کسی طرح اعراض و چشم پوشی ممکن نہ تھی۔ لہٰذا بمجوائے "بیک کرشمہ درکار" میں نے یہ ارادہ کر لیا۔ کہ یہی رسالہ مکمل

کر کے ایسوسی ایشن کو دیا جائے۔ تاکہ ان کا مطلب برآئے۔ اور میرے دیگر احباب جو اس کے خواہشمند تھے۔ ان کا مقصد بھی پورا ہو جائے۔ ایسوسی ایشن بقدر ضرورت خود نسخے طبع کرا لے۔ اور اپنے دفتر اور احباب کی رفع ضرورت کے موافق میں کچھ نسخے چھپوالوں۔

بنا بریں اسی پر عزم بالجزم کر کے اور بحکم مطاع واجب الاتباع "اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ" خدا پر بھروسہ کر کے ۹ ماہ رمضان ۱۳۳۳ ہجری بروز جمعتہ المبارک بوقت عصر کتاب کو شروع کر دیا۔ خداوند عالم نے بحق محمدؐ و آل محمدؐ مجھے تکمیل کی توفیق و فیق عطا فرمائی۔ کہ ۱۶ شوال المکرم ۱۳۳۳ ہجری رسالہ اختتام کو پہنچا۔ یکم محرم الحرام ۱۳۳۴ ہجری کو چھپ کر احباب کے ہاتھوں میں پہنچ گیا۔ مومنین نے نہایت قدر و عزت کی نظر سے دیکھا۔ اور ایسا مقبول ہوا۔ کہ اب تقریباً نایاب ہے۔ اور شائقین کے خطوط برابر چلے آرہے ہیں۔ دفتر میں ایک نسخہ باقی نہیں۔ انجمن کے پاس بھی صرف چند نسخے ایک ہزار میں سے باقی ہیں۔ لہٰذا یکم ذیقعدۃ الحرام ۱۳۳۴ ہجری کو اس پر نظر ثانی شروع کی۔ اگر لطف و عنایت خداوندی شامل حال ہے۔ تو ناظرین اس سے اور زیادہ مستفید ہوں گے۔ "وھو ولی التوفیق ونعم المولیٰ ونعم الرفیق۔"

مقدمہ

چند ضروری اُمور کا بیان

(۱) اس رسالے کی غرض وغایت خلافتِ الٰہیہ کے حقیقی معانی کا بتلانا اور سمجھانا اور تعلیم اسلام سے فی الجملہ اہل اسلام کو آگاہ کرنا ہے۔ جس کی ناواقفیت سے بیشمار بندگانِ خدا قعرِ ضلالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور یہی ایک ایسی شے ہے۔ جو ابتداء خلقت نوع بشری سے مابہ النزاع ونفاق وشقاق رہی ہے۔ جیسا کہ آخر کتاب میں معلوم ہوگا۔

(۲) اگرچہ یہ مسلم ومحقق ہے۔ کہ قول پیغمبر مثل قول خدا واجب الاتباع والاذعان ہے بحکم "مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" (سورہ حشر آیت ۷) ترجمہ: جو کچھ پیغمبر تمہارے پاس لائے اور تمہیں حکم دے۔ اس کو مان لو اور جس چیز سے نہی کرے۔ اُس سے باز رہو۔ اس لئے فرمان حضرت نبوی عین وحی الٰہی ہے بنص آیہ شریفہ "مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" (سورہ نجم آیت ۳۔۴) پیغمبر اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں فرماتا۔ جو بھی وہ کہتا ہے وحی الٰہی ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ پیغمبرؐ ہی کے زمانے سے آنحضرتؐ پر افتراٗ باندھنا اور جھوٹ بولنا شروع ہوگیا تھا۔ اور منافقین نے جھوٹی حدیثیں بنا کر بغرض تخریب اسلام پیغمبرؐ کی طرف منسوب کردی تھیں۔ اور اس وجہ سے آپ کو برسرِ ممبر یہ فرمانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ "کَثُرَ عَلَیَّ الْکَذّٰبُوْنَ اَلَا وَمَنْ کَذِبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّءَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ" مجھ پر جھوٹ بولنے والے بہت ہوگئے ہیں۔ آگاہ ہو۔ کہ جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا۔ اس کی قیام گاہ جہنم ہے۔ اور بعد آنحضرتؐ تو اس قدر جھوٹی حدیثیں بنائی گئیں۔ کہ سچی اور جھوٹی میں تمیز کرنا تقریباً ایک امر محال ہوگیا ہے۔ چنانچہ محمد بن اسمٰعیل بخاری فرماتے ہیں۔ کہ میں نے چھ لاکھ حدیثیں دیکھیں۔ جن میں سے یہ چھ ہزار انتخاب کی ہیں۔ اور وہ بھی نہ ازروئے علم درایت و حدیث۔ بلکہ دعائیں مانگ کر اور استخارہ دیکھ کر۔ اور پھر بھی بعض احادیث ایسی موجود ہیں۔ جن کے انکار یا تاویل پر اہل اسلام مجبور ہیں۔ اور اسلام کے بیشمار فرقوں کا اختلاف جو ایک دوسرے کی تکفیر کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ اس کا ایک بہت بڑا سبب یہی موضوع ومجعول احادیث ہیں۔ ایسی صورت میں محض احادیث سے کسی مطلب کا اثبات اور اس پر استدلال لانا محال نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ نہیں بلکہ محال اور ناممکن ہی ہے۔

علاوہ ازیں اگر کسی مطلب کے اثبات میں کتب اہلسنّت وجماعت سے احادیث پیش کی جائیں۔ تو اہل تشیع ان کو نہیں مانتے۔ اور کتب اہل تشیع سے لی جائیں۔ تو اہلسنّت ان کے تسلیم کرنے میں کلام ہے۔ اس لئے ضروری ولازمی ہے۔ کہ ہم اثبات مدعا کے لئے براہین قطعیہ۔ مستقلات عقلیہ وفطریات مسلمہ کے ساتھ صرف کتاب اللہ سے استدلال واحتجاج کریں۔ کیونکہ یہی ایسی کتاب ہے۔ جس کے تسلیم کرنے میں کسی مسلمان کو انکار

نہیں ہوسکتا۔ بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔ اور خدا اور اُس کی کتاب پر دل سے ایمان رکھتا ہو۔ "اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ" (سورہ توبہ آیت ۳۱) اُنہوں نے اپنے علماء اور اپنے عابدوں زاہدوں کو خدا کے سوا مزمی و معبود بنایا ہوا ہے۔ کے زمرے سے خارج ہو۔ ورنہ اگر ہم ہزار آیتیں بھی پیش کریں۔ تو اس کے نزدیک مُلا ہی کی ماری حلال رہے گی۔ لہٰذا ہم ہر ایک مطلب کے اثبات میں صرف آیات قرآنی ہی پیش کریں گے۔ اور کسی کا قول یا حدیث محض تائید اً لائیں گے۔ وہ بھی حتی الامکان وہی جو متفق علیہ ہو۔

(۳) قرآن شریف کو چونکہ مفسرین نے اپنی جودت طبع کا آماجگاہ بنایا ہوا ہے۔ اور ہمہ شما کے اقوال تفاسیر میں بھر کر تفاسیر کو ایسا مختلف فیہ بنا دیا ہے۔ کہ کسی مطلب کا تفاسیر سے نکالنا ایسا ہی دشوار ہے۔ جیسا کہ احادیث مذکورہ و موصوفہ سے۔ ایک ایک آیت کی تفسیر میں بیس بیس قول مذکور ہیں۔ اور سب ایک دوسرے کے مخالف و متبائن اور اصل مدعا ندارد۔ اور من حیث المجموع لوگوں کی بنائی ہوئی (نہ پیغمبرؐ و امامؑ کی فرمائشات اور ان کے اقوال و احادیث سے جمع کی ہوئی تفاسیر)۔ تفاسیر کی نسبت ایک عالم کا یہ کہنا بالکل درست ہے۔ کہ "كُلُّ شَيْءٍ فِي التَّفَاسِيْرِ اِلَّا التَّفْسِيْرِ۔" تفاسیر میں ہر ایک شے موجود ہے سوائے تفسیر کے۔ یعنی بحث الفاظ۔ اعراب۔ اشتقاق۔ وجہ اتصال۔ شان نزول و حل لغات۔ وجوہ استعارہ۔ تشبیہ۔ حقیقت و مجاز وغیرہ سب کچھ ہے۔ اور جملہ علوم عربیہ کے مسائل مل سکتے ہیں۔ مگر اصل مقصود اور حل آیت ندارد۔ بنابریں استدلال میں ایسے مختلف فیہ اقوال مفسرین بھی سند نہیں ہو سکتے۔ بلکہ سند صرف نصوص آیات و صورت تنزیلی ہوگی۔ اور اسی کو مقابل و مخاصم تسلیم کر سکتا ہے۔ جو ظاہر الفاظ قرآن سے بلا تاویل و تفسیر ثابت ہو۔ اور مقام احتجاج و استدلال میں خصوصاً مخالف کے نزدیک اوّل صورت تنزیلی ہی سند ہے نہ صورت تاویلی و تمثیلی۔ یہ اس کا دوسرا درجہ ہے۔ اور میدان تاویل نہایت وسیع۔ جو کچھ جس کے دل میں آتا ہے تاویل کر دیتا ہے۔ تفاسیر مفسرین میں اختلاف کا باعث یہی وسعت باب تاویل ہے۔ درآنحالیکہ تاویل کے حقیقی معنی سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اس لئے ہم نصوص آیات و صورتِ تنزیلی یعنی جو ظاہر الفاظ سے من حیث اللغت والمحاورہ مفہوم ہو۔ اسی کو مقدم رکھیں گے۔ اور اگر کسی کا قول لائیں گے۔ تو وہ محض تائیدی صورت میں نہ استدلالی طور پر۔

(۴) متدبر و متامل فی القرآن پر یہ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ "اِنَّ الْقُرْاٰنَ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا" بعض آیات قرآن خود ہی بعض آیات کی مفسر ہوتی ہیں۔ اس واسطے تفسیر القرآن بالقرآن کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اگر ایک آیت ایک مقام پر سمجھ میں نہ آئیں گی۔ تو دوسری اس کی تفسیر و تشریح کر دے گی۔ اور مطلب حل ہو جائے گا۔ اور یہی بہترین تفسیر ہے۔ اور ایسی صورت میں ان استدلالات کا انکار ظواہر قرآن کا انکار ہوگا۔ اور ظواہر قرآن کا منکر صاف کافر ہے بلا شائبہ منافقیت۔

(۵) یہ بھی معلوم ہے اور قرآن اس پر ناطق۔ کہ بعض آیات قرآن محکم ہیں اور بعض متشابہ۔ "اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ" الخ۔ (سورہ آل عمران: ۷) بعض آیات محکم ہیں۔ اور اصل

مرجع کتاب وہی ہیں۔اور بعض دوسری متشابہ ہیں۔پس اوّلاً سند محکمات ہیں۔کیونکہ متشابہ محتاج تاویل ہیں۔اور تاویل متشابہات کو سوائے خدایا راسخون فی العلم (پیغمبرؐ واوصیاءِ پیغمبرؐ) اور کوئی نہیں جانتا۔یعنی یا خدا جانتا ہے۔یا وہ جس کو خود خدا ابتلائے۔چنانچہ اَلرَّاسِخُ مَنْ لَا یَزُوْلُ عَنْ مَکَانِہٖ راسخ وہ ہے جو اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔اور جس کو تغیر وزوال نہ ہو۔اور راسخ فی العلم وہ ہے۔جس کی خلقت وسرشت میں علم داخل ہو۔اور شکم مادر سے عالم ہی پیدا ہو۔اور یہ صفت عالم لوگوں میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔کیونکہ ان کے علوم روز بدلتے اور متغیر ہوتے رہتے ہیں۔بلکہ یہ انبیاءؑ اور ان کے اوصیاءؑ ہیں۔جن کو خدا علم ہی کے ساتھ خلق کرتا ہے۔جیسا کہ ثابت ہوا۔پس تاویل میں صرف انہی کا قول مسند ہوسکتا ہے۔اور مفسرین کا موجودہ اختلاف ونزاع اور ایک دوسرے پر رد وقدح اور ایک دوسرے کی تکفیر وتفسیق وتسفیہ وتحمیق ان کی تاویل قرآن سے ناواقف ونابلد ہونے کی بین دلیلیں ہیں۔کیونکہ اگر وہ عالم تاویل قرآن ہوتے۔تو یہ اختلاف ان میں ہرگز نہ پایا جاتا۔کیونکہ قرآن کی شان اختلاف سے پاک ہے۔پس اگر آیت متدلہ محکم ہے۔تو اس کا مطلب وہ ہی ہے۔جو ظاہر الفاظ سے من حیث اللغات والمحاورات مفہوم ہوتا ہے۔ورنہ اگر متشابہ ہے۔تو یا تو اس کو محکمات کی طرف رد کیا جائے۔کیونکہ اصل مرجع کتاب محکمات ہی ہیں۔یا اگر تاویل کی ضرورت پڑے۔تو اوّل حقیقی خدا اور اُس کے رسول اور اوصیاء رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قول تاویل میں پیش کرنا ضروری اور اصل دیانت ہے۔ورنہ تو متشابہات سے استدلال لانے والا ان میں داخل ہے۔جن کی شان میں خدا فرماتا ہے۔"وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ یَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ مِنْہُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَۃِ وَابْتِغَاءَ تَاوِیْلِہٖ"(سورہ آل عمران:۷) یعنی جن کے دلوں میں مرض نفاق ہے۔وہ متشابہات ہی کا اتباع کرتے ہیں۔اس لیے کہ ایک فتنہ پیدا کریں۔اور اپنے دل سے جو چاہیں۔تاویلیں گھڑلیں۔اور یہی ان کی منافقیت کی بین دلیل ہے۔"وَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدٰھُمُ اللّٰہُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ"(سورہ زمر:۱۷۔۱۸) صاحب عقل وہی ہیں۔جو ہر ایک بات کو سنتے اور اس میں سے سب سے بہتر کی پیروی کرتے ہیں۔اور یہی ہدایت پاتے ہیں۔جو دوسروں کا کلام نہ سنیں اور قول نہ دیکھیں۔کتاب نہ پڑھیں۔وہ ہدایت نہیں پاسکتے۔خدا انہیں ہدایت دے۔

باب اوّل

معنی خلافت اور اس کی تحقیق اَلنَّبِیُّ خَلِیفَۃُ اللّٰہِ

نبیؑ خدا کا جانشین ہے:

قال عزمن قائلہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (بقرہ:۳۰)

یاد کرو اُس وقت کو جبکہ خداوند عالم نے ملائکہ سے کہا۔ کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ تو اُنہوں نے کہا۔ کیا ایسے شخص کو خلیفہ بنائے گا۔ جو زمین میں فساد برپا کرے۔ اور خون بہائے۔ حالانکہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں۔ تقدیس بجالاتے ہیں۔ (خداوند عالم نے) فرمایا۔ بتحقیق کہ میں وہ باتیں جانتا ہوں۔ جن کو تم نہیں جانتے۔'' الخ۔ ''وَقَالَ عَزَّوَجَلَّ یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ۔'' (سورہ ص:۲۶) اے داؤدؑ ہم نے تجھ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ پس لوگوں میں حق کے ساتھ حکم کر۔'' اِن آیات میں خداوند عالم نے حضرت آدمؑ اور حضرت داؤدؑ کو خلیفہ کے لحاظ سے منسوب کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ اس خلیفہ کے کیا معنی ہیں؟ خلیفہ مشتق ہے خَلف سے۔ جس کے معنی پیچھے کے ہیں۔ اور فرزند کو بھی خُلف وخَلف کہتے ہیں۔ کہ وہ باپ کے پیچھے ہوتا ہے۔ اور رہتا ہے۔ اور خَلف لغت میں اُس کو بھی کہتے ہیں۔ جو کسی کٹی ہوئی شے یا شخص کے پیچھے اس کی جگہ آئے۔ اور لغت میں خلیفہ کے یہ معنی لکھے ہیں۔ ''خلیفہ آنکہ بجائے کے باشد در کارے وسلطان بزرگ۔'' یعنی خلیفہ وہ ہے۔ جو کسی خاص کام میں کسی شخص کا قائم مقام اور اس کی جگہ ہو۔ اور بڑے بادشاہ کو بھی خلیفہ کہتے ہیں۔ کلام مجید میں بھی یہ الفاظ قریب قریب انہی معانی میں استعمال ہوئے ہیں۔ قال عزوجل۔ ''فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ'' (سورہ اعراف:۱۶۹) یعنی ان کے بعد اور لوگ مثل ان کی اولاد احفاد کے ان کی جگہ پر آئے اور آباد ہوئے۔ ''واذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ'' (سورہ اعراف:۶۹) اور یاد کرو اس وقت کو جبکہ نوحؑ کے بعد تمہیں پیدا کیا۔ اور زمین میں اس کی امت کی جگہ بسایا (خطاب بہ بنی اسرائیل)۔ ''جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ''۔ (سورہ یونس:۱۴) ''ای سکّانَ الْاَرْضِ یَخْلِفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا'' اور ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔ یعنی زمین میں یکے بعد دیگرے رہنے والا۔ ''وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا'' (سورہ یونس:۷۳) اور ہم نے انھیں سکان زمین قرار دیا۔ اور مکذبین کو غرق کر دیا۔ ''وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ الخ۔'' (سورہ انعام:۱۶۵) اور وہی پروردگار

عالمین ہے۔ جس نے تم کو زمین میں پیدا کیا۔ اور سکونت بخشی۔ اور تمہارے اسلاف کا جانشین بنایا۔ اور تم میں سے بعض کو بعض پر بدرجہا فضیلت دی (یہاں تک کہ بادشاہ ہفت اقلیم بنایا)۔ "وَجَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً" (سورہ فرقان: ۶۲) رات اور دن کو ایک دوسرے کے بعد آنے والا قرار دیا۔ "وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ۔" (سورہ ھود: ۵۷) اور میرا پروردگار تمہاری جگہ تمہارے سوا اور دوسری قوم کو لے آئے گا اور آباد کرے گا۔ اور ایک خلیفہ اور پیچھے آنے والے یہ ہیں۔ "فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا" (سورہ مریم: ۵۹) "اور ان کے بعد (انبیاءؑ و صالحین) کچھ اور ناخلف ان کے جانشین ہوئے۔ جنہوں نے نمازوں کو کھویا۔ اور خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑ گئے۔ عنقریب یہ لوگ اپنی گمراہی کا مزہ چکھیں گے" (اس خلافت کو خاص طور سے مدنظر رکھا جائے)۔ اور محاورات میں بولا جاتا ہے۔ خَلَفَ فلانٌ فلانًا۔ فلاں شخص نے فلاں کو اپنا جانشین و قائم مقام بنایا۔ اور اسی معنی میں قول حضرت موسیٰؑ ہے۔ کہ جب اپنے بھائی ہارونؑ سے فرمایا۔ "اُخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ" (سورہ اعراف: ۱۴۲) اے ہارونؑ تم میری قوم میں میرے جانشین و قائم مقام رہو۔ اور اس کی اصلاح کرو۔

پس لغت محاورات عرب اور آیات قرآن سے حسب ذیل امور بکمال صراحت ثابت ہیں:

اوّل: لفظ خلیفہ بادشاہ کے لئے مخصوص نہیں ہے۔

دوم: باپ کے بعد اس کا بیٹا اس کا جانشین و قائم مقام کہلاتا ہے۔

سوم: لفظ خلیفہ کے اطلاق کے لئے یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ جو شخص کسی کے مرنے کے بعد اس کا جانشین ہو۔ وہی اس کا خلیفہ کہلائے۔ بلکہ عین حیات میں بھی جو شخص کسی کا قائم مقام و نائب مناصب و جانشین و کارکن ہو۔ وہ اس کا خلیفہ کہلاتا ہے۔

چہارم: کلام حمید مجید میں ہر اُس امت اور اُس قوم کو خلیفہ و جانشین اس امت کا کہا گیا ہے۔ جو اس قوم سابق کے فناء یا ہلاک ہونے کے بعد پیدا ہوئی۔ اور اُس کی جگہ بسی۔ اور آباد ہوئی۔ خواہ وہ مسلم ہوں یا کافر۔ موحد ہوں یا ملحد۔ مومن ہوں یا منافق۔ حاکم ہوں یا محکوم۔ تابع ہوں یا متبوع۔ مطیع ہوں یا مطاع۔ آمر ہوں یا مامور۔ غنی ہوں یا فقیر۔ عالم ہوں یا جاہل۔ عاقل ہوں یا سفیہ وغیرہم۔ غرض ہر ایک شخص اپنے ماسبق کا خلیفہ ہے۔ اور ہر ایک خلف اپنے سلف کا خلف۔ خواہ خلف ہو یا ناخلف۔

پنجم: خلف اور خلیفہ دو قسم کے گزرے ہیں۔ ایک وہ جو اپنے سلف و ماسبق کے متبع اور اُن کے قدم بقدم چلنے والے تھے۔ دوسرے وہ اپنے سلف کے متبع اور ان کے پیرو نہ تھے۔ چنانچہ بدکردار فرزند کو خَلْف کہتے ہیں۔ اور فرزند صالح نیکوکار کو خَلَف۔ چنانچہ بعد انبیاءؑ بنی اسرائیل جو لوگ بدکردار و ناخلف ان کے جانشین ہوئے۔ اور ان کی جگہ لے لی۔ ان کو "خلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوة واتبعوا الشھوات" کا خطاب دیا گیا ہے۔ کہ وہ ان کے بعد ایسے ان کے خَلْف و خلیفہ و جانشین بن بیٹھے۔ کہ جنہوں نے نمازیں ضائع کیں۔ احکام دین معطل کر

دیئے۔اور شہوت پرستی میں پڑ گئے۔

اب یہ معلوم کرنا ہے۔کہ خداوند تبارک وتعالیٰ نے جو اپنے خاص اور برگزیدہ بندوں یعنی انبیاء کو خلیفہ کہا ہے۔اور اس خطاب سے مخاطب کیا ہے۔اس خلافت کے کیا معنی ہیں؟ معانی مذکورہ میں سے کسی معنی کے لحاظ سے ان کو خلیفہ کہا ہے؟ اور یہ کس کے خلیفہ و جانشین ہیں؟ اور حضرت آدمؑ ابوالبشر علی نبینا وعلیہ السلام کو جو اوّل ہی اوّل خلعت خلافت سے مزین ومعزز وممتاز کیا ہے۔اس کی کیا وجہ ہے؟

یہ تو ظاہر ہے۔کہ حضرت آدمؑ کسی کے بیٹے نہیں ہیں۔جو بلحاظ ابوّت و بنوّت اپنے باپ کے خَلَف کہلاتے اور خلیفہ بنتے۔"سُبْحَانَ اللّٰہِ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ" خدا کی ذات اِس سے کہیں بزرگ و برتر و پاک ومنزہ ہے۔کہ اس کے بچہ ہو۔پھر معاذ اللہ خدا مرا بھی نہیں۔جو اس کے بعد حضرت آدمؑ وراثتاً خلیفہ ہوئے ہوں۔وہ حَیٌّ لَایَمُوْتُ ازلی وابدی ہے۔اور حضرت آدمؑ اور بھی کوئی باپ نہیں رکھتے۔جس کے جانشین ہوں۔بلکہ ابوالبشر و اوّل بشر ہیں۔نہ حضرت آدمؑ کو کسی اقلیم عالم کی حکومت ظاہری دی گئی۔جو مثل شاہانِ دنیا خلیفہ یعنی بادشاہ بزرگ ہوں۔اور اوّل فرونوع انسانی ہیں۔یہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔کہ سلف کے خلف ہونے سے خلیفہ کہلائے۔یہ بھی غلط ہے۔بلکہ چونکہ زمین میں پہلے جن اور خناس آباد تھے۔ان کے بعد حضرت آدمؑ ان کے خلیفہ ہوئے۔کیونکہ جن اب بھی آباد اور موجود ہیں۔تو حضرت آدمؑ بایں معنی بھی خلیفہ نہیں کہلا سکتے۔کہ جو کسی قوم وامت کے فنا، وہلاک ہونے کے بعد اُس کی جگہ آباد ہو۔وہ خلیفہ وخلف کہلاتا ہے۔اور اس لحاظ سے آدمؑ خلیفہ کہلائے۔اور حضرت آدمؑ جنوں کے قائم مقام نائب مناب اور ان کے کارکن بھی نہیں ہیں۔جو ان کے خلیفہ کہلاتے۔کیونکہ کسی کا قائم مقام وہی ہو سکتا ہے۔جو اسی کی نوع سے ہو۔اور اُنہی صفات سے متصف ہو۔جنوں کی صفات آدم میں کہاں پائی جاتی ہیں۔حضرت آدمؑ جنوں کے کارکن کیسے ہو سکتے ہیں۔علاوہ ازیں سیاق وسباق کلام ملک العلام بتلا رہا ہے۔کہ یہ اس خلافت کا پہلا اعلان تھا۔اور اِس معنی میں کوئی حضرت آدمؑ سے پہلے خلیفہ نہیں ہوا تھا۔اس واسطے یہ وہ خلافت نہیں ہو سکتی۔جو ہر ایک بیٹا اپنے باپ سے حاصل کرتا ہے۔یا ہر ایک اُمت اپنی ماسبق اُمت کا خلیفہ و جانشین ہوتی ہے۔

نیز قصہ حضرت آدمؑ وملائکہ سے ظاہر ہے۔کہ یہ ایک ایسا عہدۂ بزرگ اور ایک منصب بحالی تھا۔کہ جس کی استعداد اور قابلیت جن تو کیا ملائکہ بھی نہیں رکھتے تھے۔چنانچہ ملائکہ نے اس عہدۂ جلیل کی خواہش کی۔اور نہ پا سکے۔یہ وہ خلافت تھی۔جہاں ملائکہ کا شوریٰ بارگاہ ایزدی میں مفید نہ ہوا۔اور خدا نے ان کے مشورے کو نہ مانا۔کہ وہ خلیفہ بنائے جائیں۔اور نہ ان سب کا اجماع اس باب میں کارگر ثابت ہوا۔اور نہ یہ خلافت ایسی حکومت تھی۔جو غلبہ وسلطنت سے حضرت آدمؑ کے لئے حاصل ہو۔یا اس کا معیار غلبہ وسلطنت قرار دیا گیا ہو۔بلکہ اس کا معیار کچھ اور ہی قرار دیا گیا۔اور یہ عہدہ محض نص یعنی تفریحی تقرر سے ثابت ہوا۔مگر نہ جن وانس کی نص بلکہ صرف نص الٰہی سے۔جو مالک الملک واحکم الحاکمین ورب العالمین ہے۔"اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ" (سورہ اعراف: ۵۴)

کسی بشر یا کسی مخلوق کی کیا طاقت ہے۔ جو یہ منصب جلیل کسی کو عطا کر سکے۔

پس خلافت اور خلیفہ کے معانی مذکورۃ الصدر میں سے کوئی معنی خلافت حضرت آدمؑ پر صادق نہیں مگر یہ کہ ''خلیفہ آنکہ بجائے کسے باشد در کارے۔'' یعنی خلیفہ وہ ہے۔ جو کسی کار خاص یا کارہائے مخصوعہ میں کسی کا قائم مقام اور اُس کی جگہ کارکن ہو۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت آدمؑ کسی کار خاص میں خدا کی زمین پر اس کے قائم مقام ہیں۔ اور یہ خلافت خلافت الٰہیہ ہے۔ اور یہی ایسا منصب جلیل اور عہدہ بزرگ ہے۔ جس کے لئے ملائکہ متمنی تھے۔ مگر بسبب نا قابل ہونے کے اس کو نہ پا سکے۔ اور یہ ایسا اعلیٰ مرتبہ تھا۔ جس کے نہ پانے سے اور آدمؑ ابوالبشر کے اس پر فائز ہو جانے سے بنی آدم میں آج تک آتش حسد شعلہ زن ہے۔ اور یہی مرتبہ دائمی مخالفت وعداوت اور بغض وعناء کا باعث ہوا۔ "وَذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ اَمْ يَحْسِدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ"۔

تعریف و معیار خلافت الٰہیہ

ہم اُوپر ثابت کر چکے ہیں۔ کہ حضرت آدمؑ کسی اقلیم کے بادشاہ نہ تھے۔ حضرت آدمؑ کسی قوم لاکھ دس لاکھ کروڑ دس کروڑ پر حاکم نہ تھے۔ بلکہ اُس وقت نوع بشر میں سے کوئی وجود بھی نہ تھا۔ جبکہ خلیفہ بنائے گئے۔ حضرت آدمؑ کو خدا نے خزائن زمین عطا کر کے بادشاہ صاحب تخت وتاج نہ بنایا تھا۔ اور نہ دس بیس لاکھ نوکر چاکر خدم وحشم بنی نوع انسان سے آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ تو پھر خدا نے ان کو کونسی چیز دی تھی۔ جس کی وجہ سے اُس کے جانشین کہلائے۔ اور کونسے وصف کی وجہ سے اس عہدۂ جلیل کے مستحق ہوئے۔ جس کے لئے ملائکہ بھی نا قابل ثابت ہوئے۔ حالانکہ انہوں نے اپنے کمالات عبادتی تسبیح وتقدیس کی سندات بھی بارگاہ ایزدی میں پیش کیں۔ مگر نامنظور رہیں۔ اور گویا جواب ملا۔ کہ یہ عہد ایسا نہیں ہے۔ جو صرف تسبیح و تقدیس سے حاصل ہو۔ اور وہ خدا کا جانشین بنے۔ جو تسبیح وتقدیس کرتا ہو۔ پس مابہ الخلافت کیا ہے؟ اور حضرت آدمؑ کو کیا دے دیا گیا؟ جو قائم مقام خدا بن گئے۔

اس کی تشخیص اور تخصیص اور تمصیص کے لئے یہ معلوم کرنا ضروری ہوگا۔ کہ خداوند عالم کی جس کے حضرت آدمؑ جانشین ہیں خاص ملکیت کیا ہے۔ جو بلا اشتراک غیر صرف اُسی کو حاصل ہے؟ عاقل خبیر پر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ بہترین شے خدا کے پاس اور اعلیٰ ملکیت جس میں وہ متوحد ومنفرد ہے۔ وہ اس کی صفات کمالیہ جلالیہ و جمالیہ ہیں۔ جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ پس اگر ان صفات خاصہ کمالیہ سے حضرت آدمؑ کو کچھ عطا کر دے۔ اور کچھ ایسی صفتوں سے موصوف بنا دے۔ تو وہ خدا کے قائم مقام اور اس کے جانشین ہو سکتے ہیں۔ ورنہ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اب ہم دیکھیں کہ آیا خدا نے اپنے کمالات اور صفات کمالیہ میں سے حضرت آدمؑ کو کچھ عنایت کیا ہے یا نہیں؟ یہ ظاہر ہے۔ کہ اُصول کمالات چار ہیں۔ حیات۔ علم۔ قدرت اور ارادہ۔ اور حیات بلا علم غیر معقول ہے۔ اور حی غیر عالم غیر متصور۔ اور قدرت بلا ارادہ فضول وبیکار۔ اس لئے تعبیر میں (نہ اصلاً) تمام اُصول کمالات کو علم وقدرت کی طرف راجع کر سکتے ہیں۔ اور علم مقدم ہے۔ اور تمام تصرفات موقوف بر علم۔ چنانچہ اس خلافت کے مدعیان کے

درمیان یعنی ملائکہ اور حضرت آدمؑ کے مابین امتحان مقابلہ اسی علم میں لیا گیا۔ اور جب اُنہوں نے تسبیح و تقدیس سے اپنا استحقاق ثابت کرنا چاہا۔ اور حضرت آدمؑ کو ناقابل خلافت قرار دیا۔ تو خداوند عالم نے جواب میں فرمایا۔ کہ میں چونکہ علیم ازلی ہوں۔ میں وہ باتیں جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ استحقاق خلافت ازلی صرف تسبیح و تقدیس سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ بلکہ علیم کا خلیفہ جانشین اور قائم مقام علیم ہونا چاہئے۔ تسبیح و تقدیس فرع علم ہے۔ اور حضرت آدمؑ کو تمام اسماء موجودات ارضی وسماوی و بری و بحری وخفی و جلی و ظاہر و پوشیدہ تعلیم فرما کر ملائکہ کو حکم دیا۔ "اَنۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ۔" (سورہ بقرہ:۳۱) اگر تم دعوئے خلافت میں سچے ہو۔ تو ان تمام چیزوں کے نام بتلاؤ۔ یہاں ملائکہ خاموش ہوئے۔ اور اپنے عجز و قصور پر شرمندہ۔ اور عرض کیا۔ "لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَكِیۡمُ۔" (سورہ بقرہ:۳۲) یعنی ہمیں ان کا علم نہیں۔ ہمیں جو کچھ تو نے دیا ہے۔ وہی ہے۔ اور اُس کو جانتا ہی ہے۔ اور تو سب کچھ جانتا ہے۔ اور تو ہی صاحب حکمت ہے۔ جو کچھ کرتا ہے۔ حکمت سے کرتا ہے۔ اس وقت حضرت آدمؑ کو فرمایا۔ کہ اب جو تم ہمارے خلیفہ و جانشین ہو۔ ان کو ان تمام چیزوں کے نام بتلاؤ۔ اور تعلیم دو۔ پس معلوم ہوا۔ کہ خدا نے اپنے علم سے حضرت آدمؑ کو ایک ایسا حصہ عطا کیا تھا۔ جو ملائکہ کو حاصل نہ تھا۔ اور حضرت آدمؑ علیم بالذات خداوند عالم کے تب قائم مقام و خلیفہ کہلائے۔ جب اس کی صفت علم سے متصف ہوئے۔ جو مقدم صفات و کمالات ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ استحقاق خلافت باتصاف اوصاف ہے اور کسی کا خلیفہ وہی ہے۔ جو اُس کی صفات سے متصف اور اس کے کمالات کا آئینہ ہو۔ اور خلافت نہیں ہے مگر توا ث صفات۔ جس کو خدا نے اپنی صفات کا مظہر اور اپنے کمالات کا آئینہ بنایا۔ وہی اس کا خلیفہ ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ خداوند سبوح قدوس کا کام صرف تسبیح و تقدیس نہیں ہے۔ جو اس کے خلیفہ صاحب تسبیح و تقدیس ملائکہ ہوں۔ وہ ربّ العالمین مدبر السماوات والارضین ہے۔ اس کا قائم مقام اس کی صفات سے متصف چاہئے۔ ملائکہ صرف تسبیح و تہلیل رکھتے تھے۔ خلیفہ نہ ہوئے۔ محی الدین عربیؒ دُر مکنون میں لکھتے ہیں۔

"لَمَّا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یُّثْبِتَ الْحُجَّةَ لِاٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلَی الْمَلٰئِكَةِ وَاَرَادَ اَنْ یُّعَلِّمَهُمْ اَنَّ اٰدَمَ اَحَقُّ بِالْخِلَافَةِ مِنْهُمْ قَالَ یَا اٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّا اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ثَبَتَ الْعِجْزُ عَلَی الْمَلٰئِكَةِ بِالْمَسْئَلَةِ الَّتِیْ سَئَلَهُمْ اِیَّاهَا وَعَجَزُوْا عَنْ عِلْمِهَا فَجَعَلَ اٰدَمَ خَلِیْفَةً لِكَوْنِهٖ اَحَقُّ بِالْخِلَافَةِ مِنْهُمْ لِفَضْلِ عِلْمِهٖ فَمَنْ وَصَلَ اِلٰی هٰذِهِ الْفَضِیْلَةِ فَقَدْ اِخْتَصَّ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی مِنْ بَیْنِ عِبَادِهٖ وَجَعَلَهٗ اَفْضَلَ اَهْلِ زَمَانِهٖ انتھی۔"

یعنی "جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا۔ کہ آدمؑ کی خلافت کے لئے ملائکہ پر حجت و دلیل ثابت کرے۔ اور چاہا۔ کہ ان کو بتلادے۔ کہ آدمؑ ان سے زیادہ مستحق خلافت الٰہیہ ہے۔ تو کہا اے آدم انہیں ان تمام چیزوں کے نام بتلادو۔ پس جب آدمؑ نے ان کو تمام اشیاء کے ناموں سے آگاہ کردیا۔ اس مسئلے میں جو ملائکہ سے دربارہ استحقاق خلافت پوچھا گیا تھا۔ ان کا عجز ثابت ہوگیا۔ اور وہ ان اشیاء کے علم سے عاجز رہے۔ پس آدمؑ کو خلیفہ بنایا گیا۔ کہ وہ

ملائکہ سے بوجہ کمال و قابلیت علمی خلافت کے زیادہ حقدار ثابت ہوئے۔ پس جو شخص اس مرتبہ و مقام علمی پر پہنچا ہوا ہو۔ اس کو خدا اپنے تمام بندوں میں سے اپنی خلافت کے لئے مخصوص فرمالیتا ہے۔ اور اس کو تمام اہل زمانہ سے افضل قرار دیتا ہے۔'' اِس میں تصریح ہے۔ کہ معیار خلافت الٰہیہ علم ہی ہے۔ اور اس علم کی وجہ سے حضرت آدمؑ مقرب بارگاہ فرشتوں سے زیادہ خلافت کے مستحق قرار پائے۔ اور اسی طرح وہی شخص برگزیدہ بارگاہ ایزدی اور عہدۂ خلافت الٰہیہ کے لئے مخصوص و مختص ہے۔ جو علمی فضیلت میں سب سے بڑھا ہوا ہو۔ اور اُسے خدا تمام اہل زمانہ سے افضل قرار دیتا ہے۔ اور اس کی اطاعت سب پر فرض کرتا ہے۔ جو علم میں افضل ہے۔ وہ سب سے افضل ہے۔ اور وہی مستحق خلافت و امامت ہے۔ اور خدا اپنی طرف سے ضرور اسی کو خلیفہ بنائے گا۔ اور تمام عباد میں سے اپنے فضل و کرم سے مختص کرے گا۔ اور سب اہل زمانہ پر حاکم اور مطاع قرار دے گا۔ جس کو اس نے فضیلت علمی میں سب سے افضل خلق کیا ہے۔ خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کبھی علم و فضل میں اہل زمانہ سے کم تر نہیں ہو سکتے۔ جاہل کبھی خلیفہ نہیں کہلا سکتا۔

ہاں مسلم و محقق ہے۔ کہ خداوند رب العالمین حی قیوم۔ قادر مطلق۔ علیم بالذات۔ سمیع بالذات۔ بصیر بالذات۔ حکیم بالذات۔ حفیظ بالذات۔ شہید بالذات اور غنی بالذات ہے۔ اور قادر کا قائم مقام اپاہج۔ علیم کا قائم مقام جاہل۔ سمیع کا جانشین اصم۔ بصیر کا اعمٰے۔ حکیم کا نائب مناب سفیہ۔ حفیظ کا خائن۔ شہید کا غافل اور غنی کا محتاج نہیں ہوسکتا۔ چاہئے کہ اس کا قائم مقام و جانشین بھی حی قادر۔ علیم۔ سمیع۔ بصیر۔ حکیم و حفیظ و شہید و غنی وغیرہ ہو۔ اور خداوند عالم جامع جمیع صفات کمالیہ کا خلیفہ وہ ہے جو اس کے صفات سے متصف ہے۔ اور اس کے کمالات کا مظہر ہے۔ مگر چونکہ وہ خالق ہے یہ مخلوق۔ اور مخلوق کبھی واجب الوجود نہیں ہوسکتا۔ اس لئے وہ واجب ہے۔ یہ ممکن۔ کیونکہ تعدد وُجباء محال ہے۔ اور چونکہ ہر مخلوق حادث ہے۔ اِس لئے یہ حادث ہے۔ وہ قدیم ہے۔ یہ قدیم کبھی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ تعدد قدماؤ عقلاً ممتنع ہے۔ اسی طرح وہ چونکہ واجب ہے۔ وہ علیم بالذات ہے۔ اور اس کا علم عین ذات ہے۔ اور یہ چونکہ حادث و ممکن ہے۔ اور ممکن اپنی تمام صفات میں واجب کا محتاج ہے۔ اِس لئے یہ علیم بالغیر ہے۔ اور اس کا علم زائد بر ذات۔ نہ کہ عین ذات۔ اگرچہ ہمراہ ذات عطا ہوا۔ اور معیت وجود رکھتا ہو۔ کیونکہ علم ذاتی اور علم بالذات میں فرق ہے۔ علم بالذات مخصوص ہے خداوند رب العالمین واجب الوجود قدیم ازلی و ابدی سے۔ پس صفاتِ مستخلف اور خلیفہ میں فرق ضرور ہے۔ مگر نمونہ صفات کا موجود ہے۔ ورنہ ہرگز خلیفہ نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ خلافت نہیں ہے مگر توارث صفات۔ اور خلیفہ نہیں ہے مگر آئینہ مستخلف۔ اور مظہر اور حضرت آدمؑ کے خلیفہ ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ خصوصیت کے ساتھ متصف باوصاف خداوند اور مظہر کمالات الٰہی ہیں۔ اور یہی خلافت الٰہیہ ہے۔ اور معنی خلافت الٰہیہ تخلق باخلاق خداوندی اور اتصاف باوصاف الٰہی ہیں۔ کیونکہ خالق و صانع عالم واجب الوجود بسیط محض و مجرد مطلق کی ذات اقدس اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ کہ مخلوق و مصنوع مادی جسمانی اس کو پہچان سکے یا دیکھ سکے یا اس سے بلاواسطہ غیر تعلق پیدا کر سکے۔ لہٰذا اس نے اپنی ایک برگزیدہ مخلوق کو

اپنی صفات کا (نہ ذات کا۔ کیونکہ ذات حد تعریف وتوصیف واسم ورسم سے خارج ہے) نمونہ بنا کر اُس کو اپنا مظہر قرار دیا۔ کہ اس نمونہ وصفات کو دیکھ کر اُس کو پہچانیں۔

یہی معنی ہیں حدیث نبوی کے "اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ" (بتحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر خلق کیا ہے)۔ کیونکہ خداوند عالم کی کوئی شکل وصورت نہیں ہے۔ جس کو مخلوق مصنوع دیکھ سکے اور پہچان سکے۔ اور اُس کو ادراک کر سکے۔ لہٰذا اپنی صورت صفاتی کا نمونہ حضرت آدمؑ کو بنایا۔ جو کوئی خدا کو دیکھنا چاہے۔ اس کے اوصاف وکمالات اس آئینہ میں ملاحظ کر لے۔ اور یہ اس کی مخلوق میں اس کا قائم مقام یعنی خلیفہ۔ جانشین ہے۔ پس معنی "اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ" کے "اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہِ الصِّفَاتِیَہ" ہیں۔ یعنی "اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت صفاتیہ پر خلق کیا ہے۔" پس نہیں ہے خلافت مگر توارث صفات۔ اور نہیں ہے خلیفہ مگر آئینہ مستخلف۔ جو متصف باوصاف الٰہی ہے۔ وہ خلیفہ خدا ہے۔ خواہ وہ کہیں کا بادشاہ ہو یا نہ ہو۔ خواہ وہ کسی پر حاکم ہو یا نہ ہو۔ خواہ غائب ہو یا حاضر۔ ظاہر ہو یا باطن۔ قریب ہو یا بعید۔ وہ خلیفہ خدا و جانشین خدا و قائم مقام خدا ہے۔ خواہ اُس کو کوئی مانے یا نہ مانے۔ تسلیم کرے یا نہ کرے۔ اور اُس کا مطیع ہو یا نہ ہو۔

یہیں سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اصل مستحق حکم بادشاہت بھی وہی ہے۔ کیونکہ خدا ہی احکم الحاکمین اور مالک الملک ہے۔ "وَھُوَ اللّٰہُ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُط سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ" (سورہ حشر:۲۳) وہی خدا ہے۔ جو بادشاہ زمین وآسمان۔ قدوس وسلام ومومن ومہیمن۔ عزیز وجبار مستحق ومالک روائے کبریائی ہے۔ "وَاِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ" (سورہ یوسف:۴۰) نہیں ہے حکم مگر خدا ہی کے لئے۔ پس خدا کا خلیفہ وجانشین وقائم مقام بھی صاحب حکم وملک ہے۔ اگرچہ اس کا حکم کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے۔ اور اس کی بادشاہت کو کوئی مانے یا نہ مانے۔ اصل بادشاہت اسی کی ہے۔ جس طرح نمرود وفرعون وغیرہما کے رب العالمین واحکم الحاکمین مالک الملک کے حکم ربوبیت وبادشاہت کو تسلیم نہ کرنے سے شانِ الوہیت وربوبیت واجب الوجود میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اسی طرح اس کے خلیفہ وجانشین کی حکومت وبادشاہت تسلیم نہ کرنے سے وہ حکومت سے خارج نہیں ہوسکتا۔ اور اس کے لئے کچھ مضر نہیں ہوسکتا۔ اگر لوگ تسلیم کرتے۔ تو انہیں کل فائدہ تھا۔ برکاتِ زمین وآسمان سے متمتع ومنتفع ہوتے۔ "وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰیٓ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنْ کَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ" (سورہ اعراف:۹۶) اگر اہل قریہ ایمان لاتے۔ اور ہم سے ڈرتے۔ تو ہم اُن پر زمین وآسمان کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ لیکن اُنہوں نے تو ہماری نشانیوں کی تکذیب کی۔ پس ہم نے اُن کی کرتوتوں کے عوض اُن کو پکڑ لیا۔ خدا اور اس کے خلیفہ برحق کی نافرمانی کی۔ اور اس کا حکم نہ ماننے اور اس کی بادشاہت تسلیم نہ کرنے کا انجام یہی ہے۔ کہ یہاں ان سے نعمات سلب ہیں۔ اور آخرت میں مواخذہ کیا جائے۔ اور جہنم میں ڈالے جائیں۔ اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق حقیقی بنیں۔ اس سے خلیفہ حق کی شان میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اور اس کی خلافت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا ہے۔ کیونکہ

وہ متخلق باخلاق الٰہی اور متصف باوصاف خداوندی ہے۔ جس حال میں بھی ہو۔ اور جہاں کہیں بھی ہو۔ یہ بھی بظور ظاہر و معنی معروف و مشہور حکم ہے۔ ورنہ حکم واقعی کے معنی دراصل تصرف علمی ہیں۔ وہ ہمیشہ خلیفہ خدا (نبی و امام) کو حاصل ہے۔ اور حکم خاص انبیاءؑ سے مخصوص ہے۔ اوّل حکم خدا کے لئے ہے۔ "اِنِ الْحُکْمُ اِلاّ لِلّٰہِ" (سورہ یوسف: ۴۰) اور بعد اس کے مظاہر کے لئے۔ چنانچہ خدا تمام انبیاءؑ کے حق میں فرماتا ہے۔ "وَکُلاًّ اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّعِلْمًا" (سورۂ انبیاء: ۷۹)۔ ہر ایک کو ہم نے حکم و علم عطا کیا ہے۔ حضرت یوسفؑ کی شان میں فرماتا ہے۔ "اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا وَّعِلْمًا" (سورہ یوسف: ۲۲) اور حضرت لوطؑ کے حق میں فرمایا ہے۔ "وَلُوْطًا اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا وَّعِلْمًا" (سورۂ انبیاء: ۷۴) پس انبیاءؑ موجودات اور اپنے محکومین پر ہمیشہ تصرف رکھتے ہیں۔ اور حکم حاصل ہے۔ خواہ اس کو کوئی محسوس کرے یا نہ کرے۔ اور جانے یا نہ جانے۔ خدا نے ان کو حکم عطا کیا ہے۔ اور متصرف بنایا ہے۔ بلکہ عالم کون و فساد پر تصرف رکھتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو۔ خدا کے مظہر اور اس کے خلیفہ و جانشین ہیں۔ اور اس حکم کو حکومت ظاہری سے کوئی تعلق نہیں اور اس حکم کے مقابلہ میں یہ چند روزہ حکومت دُنیا کسی شمار میں نہیں۔ بلکہ حکومتِ دُنیا جزوے از حکم نبوتی ہے۔ فافہم و تدبر۔

کارِ خاص نبی......

جب یہ معلوم ہوگیا۔ کہ معنی خلافت توارثِ صفات ہیں۔ تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کار خاص کیا ہے۔ جس پر خلیفہ خدا و جانشین خدا معین ہوتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ خداوند عالم خالق آسمان و زمین و ما فیہما اور مدبر و مربی عالمین ہے۔ اور خلیفہ وہی ہے۔ جو مستخلف کا کام انجام دے۔ اور گو وہ کرتا ہے وہی کرے۔ پس چاہئے۔ کہ خلیفہ خدا کار خدائی کرے۔ لیکن خلقت و تکوین بالذات صرف اُسی کی ذات سے مخصوص ہے۔ "ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ" (سورۂ فاطر: ۳) غیر خدا کوئی خالق نہیں۔ البتہ تربیت و تدبیر میں خلیفہ خدا قائم مقام خدا ہوسکتا ہے۔ پس خلیفہ خدا تدبیر و تربیت و تعلیم میں جانشین خدا ہے۔ ان امور کا ظہور اس سے ہوتا ہے۔ لیکن یہ بلحاظ جنس خلافت و مطلق نبوت ہے۔ اور من حیث الانفراد ظہور مختلف ہوتا ہے۔ اور ظہور تربیت و تدبیر موقوف ہے حکم ثانی پر۔ یعنی اگر بعد اس کے کہ خدا نے اس کو اپنی صفات کا نمونہ بنا دیا ہے۔ خدا اختیار رکھتا ہے۔ اُس کو جو حکم چاہے دے۔ اور جس وقت چاہے اور جس کو چاہے۔ کوئی حکم نہ دے۔ چنانچہ بہت سے انبیاءؑ مظہر خدا ایسے گزرے ہیں۔ جو محض پوشیدہ رہتے تھے۔ اور جنگلوں میں عبادت کرتے تھے۔ اور لوگ ان کو جانتے بھی نہ تھے۔ اسی واسطے انبیاءؑ کے باب میں حدیث وارد ہے۔ "مِنْھُمْ مُسْتَخْفِیْنَ وَمِنْھُمْ مُسْتَعْلِیْنَ" بعض ان میں سے پوشیدہ اور مخفی تھے اور بعض ظاہر۔ اور خدا فرماتا ہے۔ "وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ مِنْھُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَ مِنْھُمْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ قَصَصْنَاھُمْ عَلَیْکَ وَرُسُلاً لَمْ نَقْصُصْھُمْ عَلَیْکَ" (سورۂ انبیاء: ۷ے) بعض پیغمبر تو ایسے تھے۔ جن کا ہم نے پہلے ہی تجھ سے ذکر کر دیا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جن کا ذکر ہی نہیں کیا۔ علاوہ ازیں تدبیر و تربیت خلیفہ خدا باطنی ہے۔ نہ اس طرح سے ظاہر۔ کہ ہم اس کو محسوس کریں۔ جیسا کہ خداوند عالم مدبر و مربی عالم

ہے۔ مگر ہم ادراک نہیں کر سکتے۔ کہ وہ کس طرح اور کس صورت سے تدبیر عالم کرتا ہے۔ اسی طرح خلیفہ خدا مربی عالم ہے۔ مگر ہم محسوس نہیں کر سکتے۔ کہ وہ کیونکر تربیت عالم کرتا ہے۔ صورتِ ظاہری صرف ہدایت خلق ظاہری ہے۔ یعنی ہدایت قولی۔ اور یہ اُس کے آثار وجود یہ میں سے ایک اثر ہے۔ نہ کہ غرض و غایت خلقت انبیاءؑ صرف ہدایت خلق ہی ہے۔

غرض و غایت نبی و خلیفہ خدا۔

اگر غرض و غایت انبیاءؑ خلق کی ہدایت ہی ہو۔ تو علاوہ اس کے کہ مخلوقات انبیاءؑ سے افضل ہو جائے۔ اس واسطے کہ غایت ذی الغایت سے افضل ہے۔ لازم آتا ہے۔ کہ اکثر انبیاءؑ میں یہ غایت باطل اور یہ غرض مفقود ہو۔ جیسا کہ ابھی حدیث میں ذکر آچکا ہے۔ کہ بعض انبیاءؑ ایسے گذرے ہیں۔ جو محض مخفی و پوشیدہ رہے ہیں۔ کوئی ان کے حال سے سوائے خدا اور خاصان خدا واقف و آگاہ نہ تھا۔ اور بعض ظاہر ہوئے ہیں۔ اور جو ظاہر ہوئے ہیں۔ اُن میں سے بھی کل تین سو تیرہ رسول ہیں۔ یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار میں سے تین سو تیرہ مامور بہ تبلیغ ہوئے۔ اور ایک لاکھ تیئس ہزار سات سو ستاسی غیر مرسل۔ اور وہ صرف اپنے ہی نفس پر نبی تھے۔ پس اگر یہ کہا جائے۔ کہ اصل غرض و غایت خلقت انبیاء ہدایت خلق ہے۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ یا تو یہ نبی نہ ہوں۔ یا غرض الٰہی ان میں فوت ہو۔ اور یہ دونوں امر باطل و محال ہیں۔ لہٰذا ان کی خلقت کی غرض و غایت محض ہدایت خلق ہونا بھی باطل و محال ہے۔ بلکہ اصل یہی ہے۔ جیسا کہ ثابت کیا گیا۔ کہ یہ مظاہر کمالات الٰہی و آئینہ صفات خداوندی ہیں۔ اور خدا نے ان کو اپنی قدرت کا نمونہ بنایا ہے۔ البتہ جن کو تبلیغ پر مامور کرتا ہے۔ وہ کار تبلیغ انجام دیتے ہیں۔ اور وہ مرسلین کہلاتے ہیں۔ ہاں نفس وجودان کا ہدایت فعلی ہے۔ اگر کوئی ہدایت پانے والا ہو۔ کیونکہ نفس وجود ان کا آیت الٰہی و حجۃ الٰہی و دلیل بر وجود خدا اور آئینہ جمال خدا ہے۔ "اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ" اللہ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر خلق کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے حضرت موسیٰؑ کی شان میں فرمایا ہے۔ "اِصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ۔" (طٰہٰ:۴۱) اے موسیٰؑ میں نے تجھ کو اپنے واسطے بنایا ہے۔ اپنی صفات کا نمونہ اور اپنے جمال کا آئینہ خلق کیا ہے۔ "لِتُوَحِّدَنِیْ وَتُمَجِّدَنِیْ وَتَعْبُدَنِیْ وَتَشْکُرُنِیْ وَلَا تَکْفُرْنِیْ وَلَا تُشْرِکَ بِیْ شَیْئًا" (اس بحث کو ہم نے البرہان نمبر ۳ جلد ۵ میں بہت تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ جو دیکھنا چاہیں۔ وہاں سے دیکھ سکتے ہیں)۔

ہم پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کہ خلیفہ خدا متصف باوصاف خدا ہوتا ہے۔ اگر وہ مظہر کمالات واجبی و آئینہ صفات خالقی نہ ہو۔ تو ملائکہ جیسے معصومین و مقربین بارگاہ رب العالمین اس کے لئے مامور بسجدہ نہ ہوتے۔ کیونکہ سجدہ مخصوص ہے ذات واجب الوجود سے۔ پس کوئی صفت خدائی اور کوئی شعاع نور سرمدی اس میں ضرور تھی۔ جو حکم ہوا۔ "اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ ۝" (ص:۷۱۔۷۲) میں طین سے ایک بشر خلق کرنے والا ہوں۔ پس جب میں اُس کو درست کرلوں۔ اور اُس میں ذرا سی روح پھونک دوں۔ تو تم فوراً سجدۂ تعظیمی بجالاؤ (کہ وہ ہمارا جانشین و قائم مقام ہے)۔ آیہ

مبارکہ میں سجدے کا حکم (فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ) بعد تسویہ نہیں ہے۔ کہ جب میں اس پتلے کو درست بنا لوں۔ تو سجدہ بجالاؤ۔ بلکہ بعد نفخ روح حکم سجدہ دیا ہے۔ کہ جب میں اپنی خاص روح پھونک دوں۔ اس وقت سجدہ بجالاؤ۔ پس معلوم ہوا۔ کہ یہ خلافت موقوف ہے اُس روح خاص پر۔ اور یہی خصوصیت روح علت خلافت الٰہی ہے۔ کہ اپنی ایک خاص روح عطا کی ہے۔ اور اسی وجہ سے مستحق سجدہ ہوئے۔ یہ تعظیم جثہ آدمؑ کے لئے نہ تھی۔ بلکہ اُس روح معظم کو تھی۔ اسی راز کو نہ سمجھنے کی وجہ سے شیطان نے اپنے قیاس فاسد سے تعظیم بجالانے سے انکار کر دیا۔ اور کہہ دیا۔ "اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ۔" (ص:۷۶) میں آدمؑ سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے نار سے پیدا کیا ہے اور آدمؑ کو خاک سے۔ پس خلافت کو صورت و شکل ظاہری و جثہ جسمانی مادی پر موقوف جاننا سخت غلطی و گمراہی ہے۔ ایک چیز اسی آیہ سجدہ سے اور ثابت ہے۔ کہ ملائکہ عالم بالفعل ہیں۔ اور ان کے تمام کمالات بالفعل۔ اور "مَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔" (الصافات:۱۶۴) ان کا قول ہے۔ لہٰذا ان کا مامور بتعظیم آدمؑ ہونا دلالت کرتا ہے۔ کہ وقت سجدۂ تعظیمی حضرت آدمؑ ضرور عالم تھے۔ اور ملائکہ سے زیادہ عالم۔ کیونکہ عالم کا جاہل کی تعظیم پر مامور کرنا قبیح ہے۔ پس تعظیم حضرت آدمؑ "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا" (البقرہ:۳۱) ونفخ روح "وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ" (ص:۷۲) ایک ہی آن میں واقع ہوتے ہیں۔ اور علم ان کی اس خلقت کے ساتھ ہی عطا کیا گیا۔ نہ کہ اوّل خلق کئے گئے۔ روح پھونکی گئی اور پھر تعلیم دی گئی۔

نتیجہ یہ کہ خلیفہ خدا یوم خلقت ہی سے متصف باوصاف الٰہی مجعول و مخلوق بر علم و قدرت و حکم ہوتا ہے۔ اور ہر حال میں خلیفہ و نبی ہے خواہ مامور ہو یا نہ ہو۔ ظاہر ہو یا پوشیدہ۔ کوئی اس کو مانے یا نہ مانے۔ "اَلنَّبِیُّ نَبِیٌّ وَلَوْ کَانَ صَبِیًّا"۔ اور یہ خلافت موقوف ہے۔ رُوح پر۔ نہ جسم پر۔ اور وہ روح روح خاص منسوب بخداوند عالم اور روح علمی ہے۔ نیز یہ کہ خلیفہ خدا و نبی اللہ ان لوگوں سے وجود میں مقدم ہوتا ہے۔ جن پر خلیفہ بنایا جاتا ہے اور نبی قرار دیا جاتا ہے۔ پس تقدم فی الوجود علم۔ قدرت اور حکم اس کے لئے ضروری ہے۔ فتد برو تذکر۔

غرض خلیفہ کے لئے اتصاف باوصاف مستخلف ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت ہارونؑ بنص قرآن خلیفہ حضرت موسیٰؑ اور ان کی غیبت میں ان کے جانشین تھے۔ اور اسی واسطے متصف باوصاف موسوی اور شریک نبوت تھے۔ قَالَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی "اِذْھَبْ اَنْتَ وَاَخُوْکَ بِاٰیٰتِیْ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ ۝ اِذْھَبَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی ۝ فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی ۝" (طٰہٰ:۴۲۔۴۳۔۴۴) اے موسیٰؑ تم اور تمہارا بھائی ہارونؑ دونوں ہماری آیات کے ساتھ جاؤ۔ اور ہماری یاد میں سستی و کوتاہی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ کہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ پس اُس کے پاس جا کر نرمی سے باتیں کرو۔ ممکن ہے۔ کہ وہ نصیحت مان لے یا ڈر جائے۔ "قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی۔ (ص:۴۵)" حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں نے کہا۔ اے ہمارے پروردگار ہم ڈرتے ہیں۔ کہ وہ کہیں ہم پر زیادتی کر بیٹھے یا سرکشی کرے۔ "قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی ۝ فَاْتِیٰہُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ۔" (ص:۴۶۔۴۷) فرمایا۔ تم مت ڈرو۔ میں

یقیناً تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ اور سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہوں۔ پس تم اس کے پاس جاؤ۔ اور اُس سے کہو۔ کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے رسول ہیں۔ پس بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ کر دے (ط ع ۲)۔ ان آیات میں تمام صیغے تنبیہ کے استعمال ہوئے ہیں۔ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ دونوں مخاطب ہیں۔ اور دونوں رسالت میں شریک اور مبعوث بر بنی اسرائیل ہیں۔ پس معلوم ہوا۔ کہ خلافت موسوی و منزلت ہارونی حاصل کرنے کے لئے اوصاف موسوی سے متصف ہونا اور ان کی صفات و خصائص میں شریک ہونا ضروری ہے۔ جب تک کوئی شخص اپنے مستخلف کے اوصاف سے متصف نہ ہو۔ اس کی صفات میں شریک نہ ہو۔ اس کا خلیفہ نہیں کہلا سکتا۔ حتیٰ کہ بیٹا جو باپ کا جانشین و خلیفہ ہوتا ہے۔ اگر نیک باپ کا بیٹا باپ کے اوصاف سے متصف ہو۔ تو خَلَف کہلاتا ہے۔ اور اس کے اوصاف سے موصوف اور اس کے اخلاق سے متخلق نہ ہو۔ تو ناخَلَف کہلاتا ہے۔

تقرر خلیفہ

بیانات سابقہ سے یہ بھی بخوبی ظاہر ہے۔ کہ تقرر خلیفہ خدا محض خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ کیونکہ خلیفہ بنانے کے یہ معنی ہیں۔ کہ خدا ایک اپنے بندے اور مخلوق کو اپنے اوصاف و اخلاق پر خلق فرمائے۔ اور اپنے جلال و جمال کا آئینہ بنائے۔ پس خلق کرنا اور خلیفہ مقرر کرنا ایک ہی ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ خلق الٰہی میں کوئی شریک نہیں۔ "هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ" (الفاطر: ۳) کیا سوائے خدا بھی کوئی خالق ہے؟ اگر خالق نہیں ہے۔ تو خلیفہ کا مقرر کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ خلیفہ کا مقرر کرنا اس کا خلق کرنا ہے۔ جو خلیفہ بناتے ہیں۔ وہ خدا کے شریک بنتے ہیں۔ "وَنَحْنُ بَرِيئُونَ مِمَّا يُشْرِكُونَ"۔ خواہ اعلان خلافت بلا واسطہ ہو۔ جیسے تقرر حضرت موسیٰؑ۔ مثلاً "وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي" (طٰہٰ: ۴۱) یا بالواسطہ ہو۔ جیسے کہ خلافت ہارونی کا اعلان بزبان موسوی۔ قال عزوجل حکایۃ عن موسیٰ۔

"قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ٥ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ٥ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي ٥ يَفْقَهُوا قَوْلِي ٥ وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي ٥ هَارُونَ أَخِي ٥ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ٥ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ٥ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ٥ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ٥ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ٥" (طٰہٰ: ۲۵ تا ۳۴)۔

"اے میرے پروردگار میرا سینہ کھول دے۔ اور میرے کام کو آسان کر۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ کہ میری بات سمجھیں۔ اور میرے اہل بیتؑ میں سے میرے بھائی ہارونؑ کو میرا وزیر بنا دے۔ اور اس سے میری پشت کو مضبوط کر دے۔ اور اُس کو میرے کام میں شریک قرار دے۔ تا کہ ہم خوب تیری تسبیح کریں۔ اور کثرت سے تیرا ذکر کریں (اور تیرے ذکر کو بلند کریں)۔ اور تو ہماری حالت دیکھتا ہی ہے۔ اور خوب جانتا ہے۔"

پس تقرر خلیفہ اور وزیر میں حضرت موسیٰؑ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ کہ خود بنا لیں۔ بلکہ یہ خدا کا کام ہے۔ کہ وہ خلیفہ و وزیر مقرر کرے۔ کیونکہ حضرت ہارونؑ کو ان صفات پر خلق کرنا اور ان کو ایسا بنانا خدا ہی کا کام ہے۔ حضرت موسیٰؑ میں کہاں قدرت کہ خلیفہ خلق کر سکیں۔ اور اپنا وزیر بنا سکیں۔ خلق اور اختیار دونوں خداوند قادر مختار سے مخصوص ہیں۔

کَمَا قَالَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی۔ "رَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ" (قصص:٦٨)۔ تیرا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے۔ خلق کرتا ہے۔ اور جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے۔ اختیار و پسند کرتا ہے۔ لوگوں کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ پاک و پاکیزہ ہے ذات خدا اس سے۔ جو لوگ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ اور تقرر خلیفہ اپنے ہاتھ میں لے کر شریک خدا بنتے ہیں۔ اور خالق بننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کیونکہ خلق و اختیار ایک ہی ہے۔ اسی واسطے اختیار کو ردیف خلق قرار دیا ہے۔ "یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ" خدا جس کو جس کام کے لئے اختیار کرتا ہے۔ ان صفات پر اس کو خلق فرما دیتا ہے۔ پس ان صفات پر خلق کرنا ہی اس کا اس کام کے لئے مقرر کرنا ہے۔ اور خلق میں کوئی شریک خدا نہیں۔ "ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ" (الفاطر:٣) جو لوگ خلیفہ بناتے ہیں۔ وہ خدا کے خود شریک بنتے ہیں۔ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ" (سورہ القصص:٦٨) حضرت ہارونؑ اور ان کے متصف باوصاف خداوندی ہونے اور شریک اوصاف موسوی ہونے اور خلیفہ موسیٰؑ قرار پانے سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ یہ خلافت بھی خلافت الٰہی ہے۔ اگرچہ اس کے اعلان و اظہار میں حضرت موسیٰؑ کی دعاء شریک ہو۔ اور واسطہ اظہار و اعلان ہوں۔ کیونکہ حضرت ہارونؑ کو ان صفات پر خدا ہی نے خلق کیا ہے۔ اور اُسی نے اُن کو یہ درجہ دیا ہے۔ اور اسی نے یہ کام ان کے سپرد کیا ہے۔ اور شریک موسیٰؑ گردانا ہے۔ پس وہ بھی مثل حضرت موسیٰؑ خلیفۃ اللہ ہیں اور یہ خلافت محض خلافت الٰہیہ۔ اور بعد اختیار خدا و اعلان و اظہار رسول کسی شخص کو اختیار نہیں ہے۔ اور کسی کی رائے کو دخل نہیں۔ قال عز من قائلہ۔

"مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا" (سورہ القصص:٣٦)۔

"جب خدا اور اُس کا رسولؐ کسی امر کا فیصلہ کر دیں۔ تو کسی مومن یا مومنہ کو ان کے کسی معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور جو خدا اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے۔ وہ کھلم کھلا گمراہ ہے۔" پس جب اپنے معاملات میں بمقابل خدا اور رسولؐ اختیار نہیں ہے۔ تو خدائی امور میں کیونکر اختیار ہو سکتا ہے۔

جس قوت خدا نے ایک شخص کو اپنی صفات کمالیہ کا نمونہ بنا دیا۔ اور اس کے رسولؐ نے اس کا اظہار کر دیا۔ اور اپنے کام میں شریک کر لیا۔ اور اپنی غیبت میں اپنا قائم مقام بنا دیا۔ تو پھر کسی کو اختیار نہیں۔ کہ اس میں دخل دے۔ اس میں دخل دینے والے کھلم کھلے گمراہ ہیں۔ "سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ" حضرت خلافت الٰہیہ جو ایک منصب جلیل ہے۔ بلکہ معمولی حکومت و بادشاہی بھی بالاستحقاق خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور بادشاہ مستحق بادشاہت و برحق وہی ہے۔ جس کا تقرر من جانب اللہ ہو۔ بلا واسطہ یا بواسطہ رسول ملاحظہ ہو قصہ حضرت طالوت بنی اسرائیل نے اپنے نبی (شموئیلؑ) سے کہا۔ ہمارے لئے ایک بادشاہ بھیج دے۔ جس کے ساتھ ہم راہ خدا میں جہاد کریں۔ "قَالَ لَھُمْ نَبِیُّھُمْ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوْتَ مَلِکًا" (سورہ البقرہ:٢٤٧) ان کے نبی نے کہا۔ اللہ نے طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ اُسی وقت انہوں نے جواب میں کہا۔ اُس کو کیونکر حکومت حاصل ہو سکتی

ہے۔ وہ کیونکر ہم پر بادشاہ بن سکتا ہے۔ حالانکہ وہ کوئی بڑا مالدار نہیں ہے (آج کل بھی جہال کا خیال یہی ہے۔ حاکم اور لیڈر وہی ہے۔ جو بڑا مالدار ہو۔ خواہ اس میں کوئی قابلیت ولیاقت ہو یا نہ ہو)۔ اور ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے مستحق ہیں۔ "قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ" (سورہ البقرہ: ۲۴۷)۔ ان کے پیغمبرؑ نے کہا۔ ملک وحکومت ثروت و دولت پر موقوف نہیں ہے۔ خدا نے اس کو تم پر برگزیدہ کیا ہے۔ اور اس کام کے لئے پسند کیا ہے۔ اور اُس کو طاقت جسمانی اور وسعت علمی تم سے بہت زیادہ عطا کی ہے۔ پس وہی مستحق بادشاہت ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے۔ ملک عطا کرتا ہے۔ اور وہ صاحب فضل واسع اور سب باتوں کا جاننے والا ہے۔ وہی جانتا ہے۔ کہ استحقاق ملک وحکومت کون رکھتا ہے۔ لہٰذا بادشاہت بالاستحقاق خدا ہی کی طرف سے ہے۔ اور جس کو پیغمبرؑ کی زبانی یا بلا واسطہ مقرر کرے۔ وہ سچا بادشاہ ہے۔ اور معیار حکومت و بادشاہت علم وقدرت ہی ہے۔ اور مستحق حکومت وہی ہے۔ جو سب سے اعلم و اشجع ہو۔ جب ایک بادشاہ کے تقرر کا اختیار بندوں کو نہیں ہے۔ تو خلافت الٰہیہ جو فوق حکومت دنویہ ہے۔ اس میں بندگان خدا کو کیا اختیار ہوسکتا ہے۔ ہاں وہ بادشاہ جو جبر وقہر وظلم و جور و بزورِ قوت وشوکت وغلبہ سے سلطنت حاصل کرتا ہے۔ اس کا ذکر نہیں اس کو حکومت استحقاقی اور حکومت دینیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ جبابرہٗ دُنیا کا طریقہ ہے۔ نہ خاصان خدا کا خلافت کی اس تصریح وتشریح کے بعد اب ہم خلافت مطلقہ الٰہیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

خلافت مطلقہ کُلّیّہ الٰہیہ

اس امر کے معلوم ومحقق ہو جانے کے بعد کہ خلافت اتصاف باوصاف الٰہی کا نام ہے۔ یہ بھی ظاہر بلکہ اظہر بلکہ بدیہی ہے۔ کہ افضل خلفاء اللہ وہی ہے۔ جو اکمل مخلوقات موجودات ہو۔ اور یہ بھی محقق ومسلم ہے۔ کہ سب سے اکمل واشرف وعلیٰ وافضل وجود وہی ہے۔ جو اوّل مخلوق ومصنوع ہے۔ کیونکہ ہر صاحب صنعت اپنی پہلی صنعت میں اپنے کمال کو ظاہر فرماتا ہے۔ کیونکہ نقص مصنوع نقص صانع کی دلیل ہے۔ اور کمال مصنوع دلیل کمال صانع۔ اور بنص آیہ کریم ہو اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ (سورہ انعام: ۱۴) وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ٥ (سورہ الزمر: ۱۲) "میں مامور ہوں۔ کہ اوّل مسلمان بنوں" وال ہے۔ کہ اوّل مصنوع ومخلوق وجود محمدی ہے۔ حقیقتاً اوّل المسلمین کا صدق اس ذات پر ہوسکتا ہے۔ جو اوّل المخلوقین والمصنوعین ہو۔ اس لئے کہ اوّل مصنوع اکمل مصنوع ہے۔ پس وہ اوّل المسلمین ہوگا۔ کیونکہ جب کامل ترین مخلوق واوّل مصنوع مطیع ومنقاد مطلق خالق وصانع نہ ہو، تو پھر کوئی مخلوق ومصنوع بھی خدا پر اسلام وایمان نہ لائے گا۔ اور اس امر سے امر تکوینی وامر ایجاد مراد ہے۔ اور مطلب یہ ہے۔ کہ اسلام میری خلقت وسرشت میں داخل ہے۔ "وَخُلِقْتُ اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ" میں اوّل المسلمین خلق ہوا ہوں۔ پس ضرور اوّل المسلمین اوّل المصنوعین ہی ہوگا۔ اور وہ ذات محمدی ﷺ ہے۔ یہیں سے خود حضرتؐ نے فرمایا۔ "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ" "وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ رُوْحِيْ" پہلی جو چیز خدا نے بنائی ہے۔ وہ میری رُوح ونور ہے۔

یہ روح ونور دو چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ یہ روح نفس نور ہے۔ اور نور نفس روح۔ قَالَ عَزَّوَجَلَّ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا۔" (سورہ الشوریٰ:۵۲) اوراسی طرح سے اے پیغمبرؐ ہم نے ایک روح اپنے عالم امر سے عطا کی ہے۔ تو نہیں جانتا تھا۔ کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان۔ لیکن ہم نے اُس روح کو نور قرار دیا ہے۔ اوراس کے ذریعہ سے جس کو چاہتے ہیں۔ ہدایت کرتے ہیں۔ پس یہ روح نفس نور ہے۔ اور چونکہ یہ روح اکمل موجودات واشرف مخلوقات ونمونہ بزرگ خداوند عالم ہے۔ اسی واسطے پیغمبر خاتم النبیینؐ تمام عوالم پر مبعوث ہوئے۔ اور نذیر قرار دئے گئے۔ اور حضرت آدمؑ صرف خلیفۃ الارض۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔" (سورہ الفرقان:۱) "بزرگ وبرتر ہے وہ ذات پاک۔ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا ہے۔ تاکہ تمام عوالم پر نذیر ہو۔" اور حضرت آدمؑ کے لئے فرمایا۔ "اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً" (سورہ البقرہ:۳۰) "میں زمین میں آدمؑ کو بنانے والا ہوں۔" اور حضرت آدمؑ کے متعلق "نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ" بحرف من تبعیضیہ فرمایا۔ جو جزئیت پر دال ہے۔ اور آنحضرتؐ کے متعلق "رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا" فرمانا۔ جو کلیۃ روح پر شاہد ہے۔ حضرت آدمؑ کی خداوند عالم سے خصوصیت قریبیہ پر دال ہے۔ اور آنحضرتؐ سے نسبت کلیۃ مطلقہ پر۔ پس افضل ترین خلفاء اللہ اوّل المسلمین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ الطاہرین ہیں۔ اور وہ خلیفہ مطلق الٰہی ہیں۔ "وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔" (سورہ الحدید:۲۱)

نیز اس روح اعظم ختمی مرتبتؐ کے اوّل مخلوقات واکمل موجودات ہونے سے یہ بھی ثابت ہے کہ بسیط تریں ومجردتریں موجودات یہی روح ہے۔ کیونکہ مرکب بمقابلہ بسیط ومادی بمقابلہ مجرد ناقص ہے۔ اوّل مخلوق چاہئے کہ کامل ترین موجودات ہو۔ تاکہ نقص صانع پر دال نہ ہو۔ لہٰذا یہی مجردتریں وبسیط تریں مخلوق ومصنوع ہے۔ اور چونکہ خدا واجب الوجود مجردِ مطلق وبسیط محض ہے۔ لہٰذا خدا اوراس روح کے درمیان اور کوئی مخلوق واسطہ نہیں ہے۔ اوراس اوّل مخلوق کو اپنے خالق سے بلاواسطہ تعلق ہے۔ اور وہ ہمیشہ اپنے مبدءِ فیاض سے اتصال رکھتی ہے۔ مثل شعاع آفتاب با آفتاب۔ کہ اگرچہ غیر آفتاب ہے۔ مگر آفتاب سے جدا نہیں۔ اور واسطہ فیضان آفتاب در مخلوقات وہی شعاع ہے۔ اوراسی سے تربیت عالم متعلق۔ لہٰذا یہی ذات محمدیؐ درمیان خالق ومخلوق واسطہ مطلقہ ہے۔ اوراس کو خالق سے بلاواسطہ تعلق ہے۔ اور یہی نمونہ بزرگِ خداوند عالم مثل اعلائے الٰہی ہے۔ "وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى۔" (سورہ النحل:۶۰) مظہر کامل ذات جامع جمیع صفات کمالیہ جمالیہ وجلالیہ ہے۔ چنانچہ جن صفات کمالیہ سے خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو متصف کیا ہے اور کسی کو نہیں کیا۔

خدا اپنے تمام بندوں پر دُنیا میں رحمان ہے۔ اور آخرت میں مومنین پر خاص طور سے مہربان اور رحیم۔ "وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔" اور تصریح رحمت رحمانیہ میں فرمایا۔ "وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔" (سورہ اعراف:۱۵۶) میری رحمت ہر شے پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی رحمت رحمانیہ سے کوئی شے خارج نہیں۔ اور

رحمت رحیمیہ کے باب میں فرماتا ہے۔ "اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ" (سورہ اعراف:۵۶) رحمت خدا خاص نیکوکاروں کے قریب ہے۔ بدکار اس رحمت خاصہ سے محروم ہیں۔ پس وہ مومنین ومحسنین پر خاص طور سے رؤف ورحیم ونرم ومہربان ہے۔ اُس نے اپنے پیغمبرؐ اور حبیبؐ خاص کو بھی صفت رحمانیت ورحیمیت اور رؤفیت سے متصف فرما کر اپنا مظہر کامل قرار دیا ہے۔ وَقَالَ عَزَّوَعُلَا۔ "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" (سورہ انبیاء:۱۰۷) نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر تمام عوالم کے لئے رحمت۔ کوئی عالم اور کوئی موجود انہ موجوداتِ عالم رحمتِ محمدیؐ سے خارج نہیں۔ کیونکہ مظہر رحمت رحمانیہ خدا ہے۔ اور رحمت رحیمیت و رؤفیت کی نسبت فرمایا۔ "لَقَدْ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ" (سورہ توبہ:۱۲۸) "البتہ تمہارے پاس تمہارے نفیس ترین نفوس میں سے ایسا رسول آیا ہے۔ کہ اگر تم کو کوئی رنج وتکلیف پہنچے۔ تو وہ اس پر نہایت گراں گذرتی ہے۔ اور تمہاری ہدایت کے لئے نہایت ہی حریص ہے۔ اور مومنین پر خاص طور سے نرم ومہربان۔" پس خدا رحمان ورحیم ہے۔ اور اس کا حبیبؐ مظہر رحمانیت ورحیمیت۔

خدا نورِ زمین و آسمان ہے۔ "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ الخ۔" (سورہ نور:۳۵) "اللہ نور زمین وآسمان ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہ چراغ دان میں شمع ہو۔ اور شمع پر چمکتا ہوا شیشہ۔" اس کا حبیبؐ مرکز انوارِ عالم وعالمیان ونور مجسم۔ قال سبحانہ وتعالیٰ۔ "قَدْ جَآئَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ" (سورہ مائدہ:۱۵) بتحقیق کہ خدا کی طرف سے تمہارے پاس ایک نورِ مجسم اور کتاب روشن آئی ہے۔

خدا بُرہانِ کل ہے۔ اور وہ ہر شے کی دلیل ہے۔ مگر اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ محبوبِ خدا بھی بُرہانِ قاطع و دلیل مجسم ہے۔ وَقَدْ قَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى۔ "وَقَدْ جَآئَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا" (سورہ النساء:۱۷۴) "بتحقیق کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بُرہانِ مجسم آیا ہے۔ اور ہم نے تمہاری طرف نورِ روشن نازل کیا ہے۔" کیونکہ نفس وجودِ محمدیؐ بُرہانِ توحیدالٰہی ہے۔ جس نے نبیؐ کو پہچانا۔ اُس نے خدا کو پہچان لیا۔ اور وہ شمع روشن ہے۔ جو اس کی روشنی میں آگیا۔ نجات پا گیا۔ منزلِ مقصود پر پہنچ گیا۔

خدا داعی الی الحق ہے۔ حیث یقول۔ "وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔" (سورہ یونس:۲۵) خدا تمہیں دار السلام کی طرف بلاتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے۔ راہِ مستقیم دکھلاتا ہے۔ اس کا نبیؐ بھی داعی الی اللہ ہے۔ فَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى۔ "يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًاo وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔" (سورہ احزاب:۴۵-۴۶) اے رسولؐ ہم نے تجھے شاہد وبشیر ونذیر اور داعی خلق بنا کر بھیجا ہے۔ اور تجھے ہدایت کے لئے شمع روشن قرار دیا ہے۔

خدا ہادی خلق ہے۔ رسولؐ خدا بھی ہادی الی اللہ ہے۔ قَالَ "وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" (سورہ یونس:۲۵)۔ جس کو چاہتا ہے۔ صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ "وَقَالَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ

مُّسْتَقِیْمٍ۔" (سورہ الزخرف:۵۲) بتحقیق کہ تو ہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

خدا صراط مستقیم پر ہے۔ رسولؐ خدا بھی صراط مستقیم پر ہے۔ قَالَ عَزَّمَنْ قَائِلہ "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔" (سورہ ھود:۵۶) کوئی متحرک زمین پر چلنے والا نہیں۔ مگر خدا اس کی پیشانی کو پکڑے ہوئے ہے۔ بتحقیق کہ میرا پروردگار صراط مستقیم پر ہے۔ وَقَالَ "يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔" (سورہ یٰسین:۱ تا ۳) اے یٰسین (محمدؐ) قسم ہے قرآن حکیم کی۔ بتحقیق کہ تو مرسلین میں سے ہے۔ اور تو صراط مستقیم پر ہے۔

خدا علیم وحکیم ہے۔ اس کا پیغمبرؐ بھی صاحب علم وحکمت ہے۔ اور معلم کتاب وحکمت۔ وقال عزوجل۔ "هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ الخ۔" (سورہ جمعہ:۲) اللہ نے اُمیین میں انہی میں سے ایک رسولؐ بھیجا ہے۔ جو اُن پر ان کی آیات کی تلاوت کرتا ہے۔ اور تزکیہ کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

خدا صاحب عرش مالک علم تقدیر وتدبیر ہے۔ اور اس کا رسولؐ خزینہ علمِ الٰہی اور حاملِ عرش علم تدبیر ہے۔ قَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى۔ "رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ۔" (سورہ المومن:۱۵) خدا درجات کا بلند کرنے والا صاحب عرش علم ہے۔ "وَقَالَ هُوَالَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا" (سورہ ھود:۷)۔ "وہی خدا ہے۔ جس نے زمین وآسمان کو چھ دن میں پیدا کیا۔ اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ تا کہ تمہارا امتحان کرے۔ کہ کون تم میں سے سب سے بہتر عمل کرتا ہے۔" یہاں ماء سے مراد حقیقت رُوحانیہ محمدیہؐ ہے۔ جو اوّل مخلوق ومصنوع وواسطہ مطلقہ فیضان الٰہی ہے۔ وہی حامل عرش الٰہی۔ پس خزینہ علم الٰہی وجود رسالت پناہی ہے۔ وَكَذَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ "اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ۔" میں علم کا شہر ہوں۔ یعنی میرا نفس وجود شہر علم الٰہی ہے۔

خدا سمیع وبصیر وشہید علی الخلق ہے۔ پیغمبرؐ خدا بھی مظہر سماعت وبصارت الٰہی اور شہید علی الخلق ہے۔ وَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى۔ "اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ" (سورہ حٰم السجدہ:۵۳) کیا تیرے پروردگار کے علم وقدرت وسماعت وبصارت کے لئے یہی کافی نہیں ہے۔ کہ وہ ہر شے پر شہید وحاضر وناظر ہے۔ اور سب پر احاطہ رکھتا ہے۔ اور قَالَ فِىْ شَانِ النَّبِىِّ۔ "فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔" (سورہ النساء:۴۱) "اُس دن کیا ہوگا؟ جب ہم ہر ایک اُمت میں ایک شہید کو لائیں گے۔ اور اے ہمارے حبیب تجھ کو ان تمام شہیدوں پر شہید قرار دیں گے۔" تمام انبیاءؑ اپنی اپنی امت پر شہید ہیں۔ اور محبوبؐ خدا تمام انبیاءؑ پر شہید۔ حضرت آدمؑ سے لے کر تا حضرت عیسٰیؑ سب آپ کے زیر شہادت ہیں۔ چنانچہ خدا تمام بندوں کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اس کا رسولؐ بھی تمام اعمال کو دیکھتا ہے۔ اور ان پر شہید ہے۔ قَالَ عَزَّوَجَلَّ۔ "قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ" (سورہ التوبہ:۹۴)۔ "کہہ دو اے حبیب کہ جو تمہارا دل چاہے۔ عمل کرو۔ خدا اور

اس کا رسولؐ تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں۔'' چونکہ یری مکرر نہیں آیا۔ اس لئے رویت خدا اور رویت پیغمبرؐ دونوں ایک ہی سی ہیں۔ یعنی رویت خدا جس طرح سے بطورِ احاطہ ہے۔ نہ بطورِ اخبار۔ اِسی طرح سے رویت پیغمبر بھی بطورِ احاطہ ہے۔ کہ شہید علی الناس ہے۔ نہ بطورِ اخبار۔ لیکن خدا بالذات شہید ہے۔ اور پیغمبرؐ بالعرض باعطاء قوت نورانیہ۔

خدا ولی مطلق و متصرفِ کل ہے۔ کَمَا قَالَ...... ''فَاللّٰهُ هُوَالْوَلِيُّ۔ (سورہ الشوریٰ:۹)'' خدا ہی ولی و مطلق ہے۔ اور تمام عوالم پر تصرف کلی رکھتا ہے۔ بعد خدا اس کا حبیبؐ ولی مطلق۔ ''فَقَالَ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ'' (سورہ المائدہ:۵۵)'' سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارا ولی خدا ہے اور اس کا رسول۔'' اوّل مظہر ولایت پیغمبر خدا ہیں۔

خدا علیم بالذات۔ حکیم بالذات۔ کریم بالذات۔ رؤف بالذات۔ رحیم بالذات اور عدل مطلق نص خلق و عین خلق ہے۔ اس کا حبیبؐ محیط بر خلقِ عظیم۔ فَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى۔ ''اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔'' (سورہ القلم:۴) بتحقیق کہ اے ہمارے حبیب تو خلق عظیم پر احاطہ رکھتا ہے۔

غرض نمونہ صفاتِ کاملہ اس کے مظہر کل و مصدرِ کل میں موجود ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ ایک حکیم کا خلیفہ و جانشین و قائم مقام ایک حکیم ہی ہوگا نہ کہ سفیہ۔ ایک عالم کا جانشین عالم ہوگا نہ جاہل مطلق۔ ایک شجاع کا قائم مقام ایک بہادر و دلیر ہی ہوگا نہ کہ نامرد و بزدل۔ پس خداوند عالم حی و قیوم۔ قادر و مختار۔ علیم و حکیم۔ سمیع و بصیر۔ لطیف و خبیر۔ حکیم و کریم۔ عطوف و رؤف و رحمان و رحیم کا خلیفہ و جانشین و قائم مقام۔ فناء مجسم۔ بے قدرت و اختیار۔ جاہل و سفیہ۔ بدمزاج تند خو۔ فظ غلیظ القلب۔ اعمیٰ و اصم۔ خسیس و بخیل۔ بدخلق و نامہربان۔ صاحب خشونت و شراست نہیں ہوسکتا۔ بلکہ صاحب قدرت و ارادہ و علم و حکمت و سماعت و بصارت و لطف و کرم۔ حلم و عطوفت و رحمانیت و رحیمیت و صاحب فہم و فراست ہوگا۔ لہٰذا افضل خلفاء اللہ حضرت محمد مصطفےٰ تمام صفاتِ کاملہ و اخلاقِ فاضلہ سے متصف و موصوف ہے۔ اور چونکہ وہ اوصافِ خدائی سے متصف ہے۔ اور اس سے بلاواسطہ تعلق رکھتا ہے۔ اور اُس کو اپنے مستخلف سے وہ نسبتِ اتصالیہ ہے۔ جو شعاعِ آفتاب کو جرم آفتاب سے ہوتی ہے۔ اِس لئے وہ بمنزلہ آلات عمالہ الٰہی ہے۔ اور اسی سے افعالِ خدائی صادر ہوتے ہیں۔ خدا چشم محمدیؐ سے دیکھتا ہے۔ اور گوشِ محمدیؐ سے سنتا ہے۔ اس کی زبان سے بولتا ہے اور اس کے ہاتھ سے دیتا اور لیتا ہے۔ وہ عین اللہ و اذن اللہ و لسان اللہ و ید اللہ و جنب اللہ ہے۔ ملاحظہ ہوں نصوصات قرآنیہ۔ ''اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔'' (سورہ الفتح:۱۰) اے ہمارے حبیبؐ جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ وہ ہم سے بیعت کرتے ہیں۔ اور ہمارا ہاتھ دراصل اُن کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ کیونکہ دستِ محمدیؐ دست خدائی ہے۔ ''وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔'' (سورہ انفال:۷) اے ہمارے حبیبؐ تو نے خاک نہیں پھینکی جبکہ پھینکی۔ یعنی پھینکی تو نے ہی ہے۔ مگر دراصل تو نے نہیں پھینکی۔ لیکن اللہ نے پھینکی ہے۔ کیونکہ تیرا ہاتھ ید باسطہ الٰہی ہے۔ ہم جو کرتے ہیں۔

تیرے ہاتھ پر کرتے ہیں۔ اور تیرے ہاتھ سے اس کا ظہور ہوتا ہے۔ "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى۔" (سورہ النجم: ۳۔۴) پیغمبرؐ اپنی خواہش نفس اور طبیعت سے کچھ نہیں بولتا۔ جو کچھ اس کی زبان سے نکلتا ہے کلامِ خدا و وحی الٰہی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ لسان اللہ ہے۔

"اللہ بولتا ہے انہی کی زباں سے"

"قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ" (سورہ التوبہ: ۹۴) خدا اعمال بندگان کو دیکھتا ہے۔ اس کا پیغمبر بھی اعمالِ بندگان خدا کو اسی قوتِ نورانیہ الٰہیہ سے جو اس کو دی گئی ہے دیکھتا ہے۔ اور اس نور کا ظہور چشم حبیبؐ سے ہوتا ہے۔ وہ شہید بر خلق ہے۔ اور اس کے لئے خواب و بیداری مساوی ہے۔ کیونکہ شہید ہے۔ اسی واسطے حدیث میں آیا ہے۔ کہ آپ خواب سے بیدار ہو کر بلا وضو نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اور ایک مرتبہ اُمّ المومنین عائشہ نے دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ "تَنَامُ عَيْنِىْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِىْ۔" میری آنکھ بند ہو جاتی ہے اور دل بیدار رہتا ہے۔ اور کس طرح ایسا نہ ہو۔ حالانکہ وہ اس ذاتِ واجب الوجود کا خلیفہ و جانشین و مظہر کامل ہے۔ جس کی صف "لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ" (سورہ البقرہ: ۲۵۵) ہے۔ "نہ اُس کو اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔" اور چونکہ افعال محمدؐی افعال الٰہی ہیں۔ اِس لئے اطاعت پیغمبرؐ عین اطاعت اللہ ہے۔ فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ۔ "وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" (سورہ النساء: ۸۰) جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور اسی واسطے بعد اپنی اطاعت کے لوگوں پر اپنے حبیبؐ کی اطاعت بھی واجب کی ہے۔ فقال۔ "اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ" (سورہ النساء: ۵۹) اطاعت کرو خدا کی۔ اور اطاعت کرو اس کے رسولؐ کی۔ خدا معبودِ رق ہے۔ اور پیغمبرؐ معبودِ اطاعت۔ اور بے اطاعت رسولؐ کی کوئی عبادتِ خدا قبول نہیں۔ اِسی واسطے نماز میں جو حدِ توحید اور کن دین ہے پیغمبرؐ شریک ہے۔ اور بلا اس پر صلوات بھیجے نماز درست نہیں۔ باطل ہے۔ اور اسی واسطے پیغمبرؐ مومنین کی جانوں کا خود ان سے زیادہ مالک ہے۔ "اَلنَّبِىُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔" (سورہ احزاب: ۶) نبی مومنین کی جانوں کا خود ان سے زیادہ مالک اور ان پر متصرف ہے۔ اور حکم پیغمبرؐ واجب الاتباع ہے۔ اگرچہ انسان عبادت خدا نماز میں ہی کیوں مشغول نہ ہو۔ اگر پیغمبرؐ پکارے۔ اور حکم دے۔ تو فوراً نماز کو قطع کر دینا واجب ہے۔ فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ۔ "اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِهٖ" (سورہ انفال: ۲۴) جواب دو اللہ اور اُس کے رسولؐ کو۔ خواہ کسی حال میں ہو۔

فی الجملہ پیغمبرؐ چونکہ مظہر کامل خداوند عالم اور نمونہ بزرگ الٰہی اور آئینہ جمیع صفات کمالیہ۔ جلالیہ و جمالیہ ہے۔ فعل اس کا فعلِ خدا ہے۔ اور قول اس کا قولِ خدا۔ اطاعت اس کی اطاعتِ خدا اور حکم اس کا مثل حکم خدا۔ اور وہ خلیفہ و قائم مقام خدا۔ متخلق با خلاق الٰہی ہے۔ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ "عَلَّمَنِىْ رَبِّىْ فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمِىْ وَاَدَّبَنِىْ رَبِّىْ فَاَحْسَنَ تَادِيْبِىْ" خدا نے مجھے تعلیم دی اور بہت اچھی تعلیم دی۔ اور میری تادیب کی اور خوب اچھی طرح تادیب کی۔ جب اس طرح سے اپنے محبوبؐ کو اپنے اخلاق و آداب و علوم و فنون سے مکمل بنا دیا۔ تو اس کو اپنا قائم مقام بنا دیا۔ اور اپنے بندوں کو حکم دے دیا۔ کہ ہر ایک امر میں اس کی اطاعت کرو۔ "مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ

فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا" (سورہ حشر: ۷) جو کچھ تمہیں رسولؐ حکم دے اور امر کرے۔ اُس کو مان لو۔ اور جس چیز سے منع کرے۔ اُس سے باز رہو۔ یہ ہیں معنی خلافت الٰہیہ۔ اور یہی ہے خلافت ثابتہ قائم راشدہ۔

ہم اُوپر ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اصلِ اُصولِ کمالات اور مقدم صفات علم ہے۔ اِس لئے حضرت آدمؑ کی خلافت کے اظہار کے موقع پر ملائکہ سے اس علم کا اظہار کیا گیا۔ کہ اگر تم ادعائے استحقاقِ خلافت میں سچے ہو۔ تو اپنے علم کا امتحان دو۔ اور ان تمام چیزوں کے نام بتلاؤ۔ آدمؑ اس امتحان میں کامیاب ہوئے۔ اور ملائکہ فیل۔ کیونکہ حضرتؑ ہی کو خدا نے اس صفتِ علم سے متصف اور مختص کیا تھا۔

اسی طرح اپنے کمالات کے اظہار کے موقع پر پیغمبر خداؐ و افضل خلفاء اللہ نے اپنی کسی فضیلت اور شرافت کو ذکر نہیں فرمایا۔ اور نہ اپنی عبادت تسبیح۔ تہلیل۔ تقدیس اور تحمید کا ذکر کیا۔ حالانکہ احمدؐ یقینی تمام حامدین سے زیادہ حمد خدا بجالانے والے تھے۔ بلکہ خود ذکر مجسم تھے۔ فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ "قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا o رَسُوْلًا" (سورہ طلاق: ۱۰۔۱۱) ہم نے تمہاری طرف ایک ذکر مجسم بھیجا ہے۔ جو رسولؐ ہے۔ بلکہ فضیلت و کمال علمی ہی کو ذکر فرمایا۔ اور کہا۔ "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ" میں شہر علم ہوں۔ اور تمام فضائل و کمالات تحت علم ہیں۔ پس خلیفہ خدا کا اوّل صفتِ علم موہبتی سے متصف ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ علم علمِ موہبتی ہی ہے۔ نہ کسبی۔ جیسا کہ ہم قصہ حضرت آدمؑ میں ثابت کر چکے ہیں۔ اور اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ کہ وجودِ محمدیؐ خزانہ علمِ الٰہی ہے۔ اور ہر ایک خلیفہ الٰہی ہوتا ہے۔ اور نبی شکمِ مادر ہی سے عالم بلکہ علیم پیدا ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو قصہ حضرت اسحاقؑ۔ "وَبَشَّرْنَاہُ بِغُلَامٍ عَلِیْمٍ۔" ہم نے ابراہیمؑ کو ایک علیم لڑکے کی بشارت دی۔ یعنی ایک بچے کی جو ماں کے پیٹ سے علم اپنے وجود اور ذات کے ساتھ لے کر آئے گا۔ نبی اللہ و خلیفہ خدا ہو گا۔ نیز ملاحظہ ہو قول حضرت عیسیٰؑ۔ "اٰتَانِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا" (سورہ مریم: ۳۰) مجھ کو خدا نے حقیقت کتاب (علم) دی ہے۔ اور نبی بنایا ہے۔

لیکن علم حسب ضرورت مکان و زمان مختلف و متفاوت ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت آدمؑ کو صرف علم اسماء و مسمیات دیا گیا تھا۔ نہ کہ علم حقائق و ماہیات۔ کیونکہ نوع انسانی کی ابتدا تھی۔ اور تعلیم ازلی و ابتدائی۔ اور تعلیم اوّلی میں صرف اسماء سکھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعد ازاں مراتب علم حسب ضرورت و مصلحت زیادہ ہوتے گئے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں حقائق بھی تعلیم ہوئے۔ فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ "وَکَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔" (سورہ انعام: ۷۵) اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو بواطن زمین و آسمان دکھلائیں گے۔ اور جب مقام ختم نبوت و نبوتِ مطلقہ و خلافت مطلقہ پہنچا۔ تو کسی خاص علم کی قید نہیں رکھی گئی۔ بلکہ فرمایا۔ "وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ۔" (سورہ النساء: ۱۱۳) اے حبیبؐ جو کچھ بھی تو نہیں جانتا تھا۔ اے حبیبؐ جو کچھ بھی تو نہیں جانتا تھا۔ خدا نے وہ تجھے سکھا دیا۔ کیونکہ وہ کتاب (قرآن) تعلیم دی گئی۔ جو جامع جمیع کتب و تبیان کل شیء ہے۔ فَقَالَ "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ" (سورہ الرحمٰن: ۱۔۲) رحمان نے اپنے محبوبؐ کو قرآن تعلیم دیا۔ وہ قرآن جس کی صفت یہ ہے۔ "وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِہِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِہِ الْاَرْضُ اَوْ کُلِّمَ بِہِ الْمَوْتٰی بَلْ لِلّٰہِ الْاَمْرُ

جَمِیۡعًا"(سورہ رعد:۳۱) یعنی "اگر کوئی ایسا قرآن ہے۔کہ پہاڑ اُس سے چل نکلیں۔زمین پارہ پارہ ہو جائے۔یا طی الارض ہو جائے۔مُردے اس کے ذریعہ سے بول اُٹھیں۔بلکہ ہر ایک امر الٰہی اس سے انجام پا جائے۔تو وہ یہی قرآن ہے۔"پس جس کو خدا نے اس قرآن کا علم دے دیا ہو۔اس کے احاطہ علمی کی کیا انتہا؟ وہ اگر چاہے۔تو ایک دم میں مشرق سے مغرب پہنچ جائے۔بلکہ فرش سے عرش تک چشم زدن میں جائے اور آئے۔پہاڑوں کو حکم دے۔تو چل نکلیں۔مُردوں نہیں بلکہ سُوکھے درختوں کو حکم دے۔تو بول اُٹھیں اور کلام کریں۔چاند کو حکم دے۔تو ٹکڑے ہو جائے۔غرض تمام اُمورِ الٰہی کو اسی سے انجام دے سکتا ہے اور دیتا ہے۔اور اسی کے ذریعہ سے نذیر عالمین وولی مطلق ومتصرف کُل ہے۔"اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ"(سورہ المائدہ:۵۵) یہ قرآن وجود محمدیؐ میں ہے۔اور نفسِ وجودِ محمدیؐ کتاب لاریب فیہ۔قرآن وہ صورت مقروءہ ہے۔جو زبان پیغمبرؐ سے نکلی۔قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔"اِنَّہٗ لَقُرۡاٰنٌ کَرِیۡمٌ فِیۡ کِتٰبٍ مَّکۡنُوۡنٍ لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ"(سورہ واقعہ:۷۸) یہ قرآن کریم چونکہ خلیفہ مطلق وافضل الخلفاء ہے۔اس لئے اُس کو معیارِ خلافت یعنی علم الٰہی میں سے اتنا حصہ دیا گیا ہے۔جو اور کسی کو نہیں دیا گیا۔

تنبیہ۔بیانِ سابق سے کہ خلیفہ خدا مظہر خدا ہے یہ بھی ثابت ہو گیا۔کہ نبی اللہ خلیفۃ اللہ معصوم ہوتا ہے۔کیونکہ خدا خیر مطلق ہے۔اور اپنے خلیفہ کو اپنی صفات کاملہ سے موصوف کیا ہے۔اور اس کو خدا سے بلاواسطہ تعلق ہوتا ہے۔اس لئے اس سے شرک کبھی صادر نہیں ہو سکتا۔جو ظلم جلی ہے۔اور چونکہ رُوح اس کی رُوح خاص ہے۔جو خدا کی طرف منسوب ہے۔اور جن وانس وملائکہ سے افضل اور ان سے فوق ہے۔اس لئے شیاطین اس پر مسلط نہیں ہو سکتے۔اور معصیت پر آمادہ نہیں کر سکتے۔کیونکہ کوئی شے ماتحت اپنے مافوق پر غالب نہیں ہو سکتی۔اس لئے ان سے معاصی صادر نہیں ہو سکتے۔جو ظلم خفی ہیں۔پس خلیفہ خدا ظلم جلی اور ظلم خفی دونوں سے مبرا ومنزہ ہوتا ہے۔اور یہی معنی عصمت ہیں۔"وَلَا یَنَالُ عَہۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ"(سورہ البقرہ:۲۴) پس نبی وخلیفۃ اللہ اوّل عہد سے آخر عہد تک معصوم ہر ایک گناہ سے پاک ہوتا ہے۔

باب دوم

تحقیق و تشخیص خلافت نبوت مطلقہ کلیہ

ثبوت معیار خلافت درِ علیؑ ابن ابی طالبؑ

بابِ اوّل کو صرف معنی خلافت سمجھانے کے لئے اتنا مشرح لکھا ہے۔ اور جب معنی خلافت سمجھ میں آ گئے۔ کہ خلافت اتصاف باوصاف۔ تخلق باخلاق وتادب بآداب اور توارثِ صفات کا نام ہے۔ اور خلیفہ اپنے مستخلف کا آئینہ ہوتا ہے۔ جس میں تمام اوصافِ مستخلف کا عکس نظر آتا ہے۔ بشرطیکہ انسان چشم بصیرت رکھتا ہو۔ تو اب اس کے سمجھنے اور معلوم کرنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہو سکتی۔ کہ پیغمبرؐ خاتم النبیین و افضل و اکمل خلفاء ربّ العالمین کا خلیفہ و جانشین اس کا قائم مقام اور اس کی جگہ اس کا کارکن اور کار نبویؐ انجام دینے والا کون ہو سکتا ہے؟ یعنی جانشین نبی بعد نبی وہی شخص ہوگا۔ جو جملہ کمالاتِ پیغمبریؐ کا مظہر اور اس کی تمام صفاتِ حسنہ کا نمونہ اور کل اوصاف و اخلاق فاضلہ کا آئینہ ہو۔ جس میں ہر فضیلت پیغمبریؐ کا عکس نظر آتا ہو۔ اور جس کے چہرے میں جمال محمدیؐ دکھائی دیتا ہو۔ اور جس کے چہرے پر نظر کرنا پیغمبرؐ کے چہرۂ مبارک پر نظر کرنا اور عین عبادتِ خدا ہو۔ وہ عقل و فہم و علم و حلم۔ قدرت و عزم و شجاعت و سخاوت و قناعت و حسب و نسب۔ تحمل و تجمل و صبر و استقلال و رضا و اطمینان۔ لطف و کرم۔ رؤفیت و رحیمیت اور طہارت و عصمت میں مثل پیغمبرؐ ہو۔ اگر وہ صاحب آیاتِ بینات و معجزات باہرات ہو۔ تو یہؑ صاحب اعجاز و کرامات۔ اگر وہ علم احاطی رکھتا ہے۔ تو اسؑ کا بھی احاطی ہو نہ اخباری۔ اگر اسؐ کا علم موہبتی الٰہی ہے۔ تو اسؑ کا بھی وہبی ولدنی۔ نہ تصوری ذہنی۔ اگر وہؐ مدینہ علم ہے۔ تو یہؑ بھی بابِ علوم۔ اگر وہؐ حامل عرش علم تقدیری ہے۔ تو یہؑ بھی صندوق اسرار و وارثِ علمِ تدبیری۔ اگر وہؐ صاحب خلق عظیم ہے۔ تو یہؑ بھی خلق مجسم۔ نہ فظِ غلیظ القلب۔ صاحب خشونت و شراست۔ اگر وہؐ شجاع ہے۔ تو یہؑ بھی شیر بیشہ ہیجا۔ اگر وہؐ نور کبریا ہے۔ تو یہؑ بھی شمع ہدیٰ۔ اگر وہؐ آفتابِ ہدایت وارشاد ہے۔ تو یہؑ بھی ماہتابِ صداقت وسداد۔ اگر وہؐ روحِ عالم ہے۔ تو یہؑ بھی نفس ناطقہ بنی آدمؑ۔ اگر وہؐ سامی ونسب و عالی الحسب ہے۔ تو یہؑ بھی فخر قبائل عجم و عرب۔ اگر وہؐ اوّل المسلمین ہے۔ تو یہؑ بھی اوّل المومنین۔ اگر وہؐ سیّد المرسلین ہے۔ تو یہؑ سیّد الوصیین۔ اگر وہؐ خاتم الانبیاء ہے۔ تو یہؑ خاتم الاوصیاء والاولیاء۔ اگر وہؐ اُمّ الارواح ہے۔ تو یہؑ ابوالاجسام والاجساد (ابوتراب)۔ اگر وہؐ مرکز انوار ہے۔ تو یہؑ مصدر انوار۔ اگر وہؐ صادق و امین ہے۔ تو یہؑ لسانِ صدق فی الآخرین۔ اگر وہؐ افضل المعصومین ہے۔ تو یہؑ ابوالائمۃ المعصومین۔ اگر وہؐ نمونہ بزرگ خداوند علیم ہے۔ تو یہؑ نباء عظیم۔ اگر وہؐ از جانب خدا معلم حکمت و کتاب کریم ہے۔ تو یہؑ عنداللہ علی حکیم۔ اگر وہؐ اشرف المقربین السابقین ہے۔ تو یہؑ صالح المومنین۔ اگر وہؐ حامی روز محشر ہے۔ تو یہؑ ساقی حوض کوثر۔ اگر وہؐ

صاحب مقامِ محمود ہے۔ تو یہ حامل لوائے حمد یوم المشہود۔ نہیں رسولؐ اور خلیفہ رسولؐ ایک نور کے دو ٹکڑے۔ ایک اصل کے دو تنے۔ ایک صدف کے دو موتی۔ ایک کان کے دو گوہر۔ ایک آسمانِ ہدایت کے آفتاب و ماہتاب۔ نہیں نہیں دونوں ایک ایسا اتحاد ذاتی وصفاتی رکھتے ہوں۔ کہ دوئی کا شبہ ہی جاتا رہے۔ اور خلیفہ رسول نفس رسولؐ ہو۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں۔ من دیگرم۔ تو دیگری

صفاتِ علویؑ و خلافت نبویؐ

بہر کیف اوصاف خلیفہ نبی تماماً اوصافِ نبیؐ ہیں۔ چنانچہ مقامِ اظہار میں جو معیارِ خلافت اپنے لئے قرار دیا ہے۔ وہی اپنے جانشین کے لئے قرار دیا ہے۔ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا" میں شہر علم ہوں۔ اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح ترمذی وغیرہ۔ "وَاَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا وَمَنْ اَرَادَ الْحِکْمَۃَ فَلْیَاْتِھَا مِنْ بَابِھَا" "میں خانہ حکمت ہوں۔ اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ اور جو شخص حکمت چاہتا ہے۔ اُس کو چاہئے۔ کہ بابِ حکمت سے خانہ حکمت میں داخل ہو۔" کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ "وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا" (سورہ البقرہ:۹۸) "گھروں میں ان کے دروازے سے داخل ہو۔" اس سے مراد ہمارے گھروں کے دروازے نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اگر اس سے مراد ہمارے گھروں کے دروازے ہوں۔ تو یہ حکم فضول ہوگا۔ اس واسطے کہ کوئی احمق سے احمق بھی ایسا نہیں ہے۔ جو اپنے گھر میں پشت کی طرف سے یا دیوار کود کر داخل ہوتا ہو۔ بلکہ مراد اس سے بابِ شہر علم اور بابِ بیت نبوت و رسالت ہے۔ پس جو چاہتا ہے علوم نبوتی سے مستفیض اور خانہ نبوت میں داخل ہو۔ وہ باب علوم کے پاس آئے۔ کیونکہ وہی قائم مقام نبی و آئینہ جمال نبوی ہے۔ اور فیض نبی اسی کے ہاتھ پر جاری۔ حتیٰ کہ آخرت میں بھی۔ اس لئے کہ مالک کوثر پیغمبرؐ ہے۔ کَمَا قَالَ عَزَّوَجَلَّ۔ "اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ" (سورہ الکوثر:۱) ہم نے تجھ کو کوثر عطا کیا ہے۔ اور ساقی کوثر روزِ محشر اس کا خلیفہ و جانشین علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ کیونکہ یہ خلافت بھی خلافت الٰہیہ ہے۔ جیسا کہ پہلے ثابت کیا گیا۔ صرف فرق یہ ہے۔ کہ بعد نبیؐ خلیفہ نبیؐ صاحب شریعت جدیدہ نہیں ہوتا۔ اِسی شریعت نبوئی کا مبلغ ہوتا ہے۔

علم علویؑ

پس خدا نے اپنے نبیؐ کو قرآن پڑھایا۔ اور علیؑ کو علم جنس کتاب عطا کیا۔ فَقَالَ قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ (سورہ الرعد:۴۳) "کہہ دوائے پیغمبرؐ۔ کہ اے مخالفوں و منکروں۔ میرے اور تمہارے درمیان میرا خدا شہادت کے لئے کافی ہے۔ اور وہ جس کو علم کتاب حاصل ہے۔" اگر کتاب سے مراد جنس کتاب ہے تو۔ اور اگر خاص کتاب یعنی قرآن مراد ہے۔ تو۔ ہر حال میں عالم علم کتاب "وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ" وہی شخص ہو سکتا ہے۔ جو علمِ مطلق رکھتا ہو۔ اور کسی سوال کے جوابمیں عاجز نہ ہو۔ اور ساٹھ ہزار کے مجمع میں بر سر منبر بکمال قوتِ قلب فرمائے۔ "سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ فَاِنِّیْ اَعْلَمُ بِطُرُقِ السَّمٰوٰتِ

مِنْ طُرُقِ الْاَرْضِ۔ ”پوچھو مجھ سے قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ۔ جو کچھ تمہارا دل چاہے (خواہ زمین کی باتیں پوچھو یا آسمان کی)۔ کیونکہ میں طرق زمین سے طرق آسمان کا زیادہ عالم ہوں۔“ اور وہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہے نہ کوئی اور۔ ملاحظہ ہوں کتب تواریخ وسیر و حالاتِ جنگ جمل و خطبہ حضرت امیر المومنینؑ بعد فتح بصرہ۔ تمام اہل اسلام متفق ہیں۔ کہ یہ کلام حقائق التیام کلامِ جناب امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام ہے۔

عالمِ علم کتاب وہ ہوسکتا ہے۔ جو یہ فرمائے۔ ”لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا“ اگر تمام حجابہائے حدوث وامکان اور پردہائے ظلمات جسمانیہ فانیہ مادیہ واستارہائے مراتب دہریہ میرے اور واجب الوجود وحی قیوم ازلی وابدی وسرمدی خالق زمین وآسمان کے درمیان سے اُٹھا دیئے جائیں۔ تو جو علم و یقین اور اس کی معرفت مجھے اب حاصل ہے۔ اس میں کچھ زیادتی نہ ہوگی (فواتح میبذی وغیرہ)۔ کیونکہ وہ خلیفہ خدا و نور کبریا مظہر اوصافِ الٰہی وخود آئینہ جمال خداوندی ہے۔ اس کی معرفت میں حجابہائے ظلماتِ جسمانیہ وغیرہا کیونکر حائل ہوسکتے ہیں۔ وہ خود حجۃ اللہ و دلیل و برہانِ حق ہے۔ ونعم ما قیل فیہ۔

هَا عَلِيٌّ بَشَرٌ كَيْفَ بَشَرٌ رَبُّهٗ فِيْهِ تَجَلّٰى وَظَهَرَ

آگاہ ہو۔ کہ علیؑ بشر ہے۔ مگر کیسا بشر ہے۔ کہ اس کے پروردگار نے اس میں ظہور کیا ہے۔ وہ مظہر کمالاتِ الٰہی ہے۔ وقال ابن الحدید۔

فَذَاتٌ لِمَخْلُوْقٍ وَوَصْفٌ لِخَالِقٍ وَقَدْ حَارَتِ الْاَلْبَابُ اٰيَةَ حَسْرَةٍ

وہ مخلوقات کی اصل وروحِ رواں ہے۔ اور خدا کا آئینہ اوصاف۔ اور عقلیں اس کے باب میں سخت حیرت میں ہیں۔

قرآن کی صفت معلوم ہے۔ کہ تبیانِ کل شئی ہے۔ اور پہاڑ اس سے حرکت کرسکتے ہیں۔ زمین قطع ہوسکتی ہے۔ مردے بول سکتے ہیں۔ بلکہ ہر ایک امر الٰہی اس سے انجام پاسکتا ہے۔ پس عالم علم کتاب وحامل کتاب ”وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ“ (سورہ الرعد: ۴۳) وہی ہوسکتا ہے۔ جو تمام امور میں تصرف رکھتا ہو۔ اگر درخت کو حکم دے چلا آئے۔ اگر آفتاب کو حکم دے تو لوٹ آئے۔ چشم زدن میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جائے۔ ایک وقت میں چالیس جگہ مہمان ہو۔ زمین پر ہو۔ آسمان پر ہو۔ غرض مظہر العجائب ومظہر الغرائب ہو۔ ”فَنَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِي النَّوَائِبِ۔“ اور کیونکہ ایسا نہ ہو۔ حالانکہ آصف برخیاؒ وصی حضرت سلیمانؑ کو صرف کتاب کا تھوڑا سا علم حاصل تھا۔ اُنہوں نے چشم زدن سے پہلے تخت بلقیس اُٹھالیا۔ یعنی ایک ماہ کی راہ سے لاکر رکھ دیا تھا۔ ”وَقَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ“ (سورہ نمل: ۴۰) یعنی جس کو کتاب کا کچھ علم حاصل تھا۔ اُس نے کہا۔ میں تخت بلقیس کو تمہاری پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔ پس جس کو کل کتاب کا علم ہو۔ اُس کی قوت وقدرت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ ”هُوَ مَظْهَرُ الْعَجَائِبِ وَالْغَرَائِبِ“ تفصیل حصہ دوم میں ملاحظہ ہو۔

طہارت علویؑ

ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ کتاب دراصل نفس وجودِ نبوی ہے۔ اور قرآن وہ صورت مقروٗ۔ جو پیغمبرؐ نے اپنی زبان مبارک سے بوحی الٰہی تلاوت فرمائی۔ اور "اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" (سورہ الواقعہ: ۷۸) (بیشک یہ قرآن کریم کتاب مکنون میں ہے۔ نہیں مس کرتے ہیں اس کو مگر مطہرین) اس پر شاہد۔ پس "مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ" وہی ہوگا۔ جس کے پاس علم نبیؐ ہو۔ اور وہ مالک و وارث علم نبوت و باب شہر علم نبویؐ۔ فَقَالَ "اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا" پس "مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ" کا مصداق غیر از علیؑ ابن ابی طالبؑ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ثعلبی وغیرہ نے عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے۔ کہ "مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ" سے مراد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اور یہ بالکل غلط ہے۔ کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ خود عبداللہ بن سلام ہی کے قول سے ظاہر ہے۔ اور سعید بن منصور و ابن جریر۔ ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے۔ کہ جب ان سے پوچھا گیا۔ کہ کیا "مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ" عبداللہ بن سلام کی شان میں آئی ہے۔ فرمایا۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ یہ سورۂ مکیہ ہے۔ اور عبداللہ بن سلام مدینہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ اور ابن منذر نے ایک یہ بھی روایت کی ہے۔ کہ عبداللہ بن سلام کی شان میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی (جیسا کہ تفسیر سیوطی میں ہے)۔ وھوالحق۔ اِس سے مراد علیؑ ابن ابی طالبؑ باب علم نبویؐ ہیں۔ علاوہ ازیں کتاب کے مس کرنے میں طہارتِ مطلقہ کی شرط ہے۔ غیر مطہرین اس کتاب لاریب فیہ کو مس باطنی نہیں کر سکتے۔ جو نفس وجود محمدیؐ ہیں۔ اور مطہرین کے باب میں خدا فرماتا ہے۔ "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا" (سورہ الحزاب: ۳۳) اور علیؑ ابن ابی طالبؑ سے تطہیر باطنی میں مع اپنے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ و زوجہ طاہرہ جناب فاطمۃ الزہراؑ و جناب ختمی مرتبت ﷺ کے داخل ہیں۔ بلکہ نہیں ہیں مراد اہل بیتؑ سے مگر آنحضرتؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور ان کی وہ اولاد جو بعد ان کے ان صفات سے متصف اور وارثِ بیت شرف نبی یعنی وارثِ نبوت و رسالت ہیں۔ پس علیؑ ہی بعد پیغمبرؐ اس کتابِ مکنون سے مس کرنے والے اور لینے والے ہیں۔ یا ان کی اولاد جو اس تطہیر الٰہی میں داخل ہے نہ اور کوئی۔ جو مدت تک نجاست کفر و شرک میں ملوث ہو۔ وہ حقیقت باطنیہ محمدیہؐ کو مس نہیں کرسکتا۔ اور اس لئے وارثِ کتاب و حامل علوم نبوتی نہیں ہوسکتا۔

ملاحظہ ہوں احادیث و روایات متعلقہ آیہ تطہیر۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی نے اپنی صحیح میں اور ابن جریر۔ ابن منذر۔ حاکم۔ ابن مردویہ اور بیہقی نے طرق متعددہ سے نقل کیا ہے۔ اور ترمذی و حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ کہ ام سلمہؓ زوجہ نبیؐ نے فرمایا۔ کہ آیہ "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ الخ" میرے گھر میں نازل ہوئی ہے۔ درآنحالیکہ گھر میں علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ تھے۔ پس آپ نے ان سب کو اپنی کملی میں لے لیا۔ اور فرمایا۔ "اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُبَیْتِیْ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِیْرًا" یہی میرے اہل بیت ہیں۔ سیاراں ان سے رجس کو دور کر۔ اور ان کی تطہیر

فرما جوحق تطہیر ہے۔ اور ابن جریر۔ ابن منذر۔ ابن ابی حاتم وطبرانی وابن مردایہ نے دوسرے طرق سے قریب قریب یہی مضمون ام سلمہ ہی سے روایت کیا ہے۔ اوراس میں اتنی زیادتی کی ہے۔ کہ ام سلمہؓ نے فرمایا۔ کہ میں نے بھی اپنا سراس پردے میں داخل کیا۔ اور کہا۔ اے رسول اللہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ آپ نے دو مرتبہ فرمایا۔ تم خیر پر ہو۔ اور بعض روایات میں یہ لفظ دیا وہ ہیں۔ "اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ وَعَدُوٌّ لِمَنْ عَادَاهُمْ۔" جوان سے لڑے۔ میں اس کا محارب ہوں۔ اور جوان سے صلح رکھے۔ میں بھی اس سے راضی ہوں اور صلح رکھتا ہوں۔ جوان سے عداوت کرے۔ میں اُس کا دشمن ہوں۔

اور امام مسلم بن الحجاج۔ امام احمد بن حنبل وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت عائشہ اُم المومنینؓ سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ ایک دن رسول خداؐ ایک بالوں کی سیاہ چادر اوڑھے ہوئے نکلے کہ حسنینؑ آگئے۔ حضرتؐ نے اُن کو چادر میں لے لیا۔ پھر فاطمہؑ آئیں۔ اُن کو بھی چادر میں لے لیا۔ اور پھر علیؑ آئے۔ اُن کو بھی اسی میں داخل کرلیا۔ اور پھر فرمایا۔ "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا" اور ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر۔ طبرانی۔ ابن ابی حاتم۔ حاکم اور بیہقی نے وائلہ ابن الاسقع سے قریب قریب یہی روایت کی ہے۔ اور ابن ابی شیبہ۔ احمد۔ ترمذی۔ ابن جریر۔ ابن المنذر۔ طبرانی۔ حاکم اور ابن مردویہ نے انس سے روایت کی ہے۔ کہ جس وقت حضرتؐ نماز صبح کو نکلتے تھے۔ تو علیؑ وفاطمہؑ کے دروازے پر فرماتے تھے۔ "اَلصَّلٰوةُ یَا اَهْلَ الْبَیْتِ اَلصَّلٰوةُ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ" (شقۃ الصادی۔ مطالب السئول۔ ینابیع المودۃ۔ مودۃ القربیٰ وغیرہ)۔ اور بھی متعدد طرق واسناد سے یہ مضمون مروی ہے۔ اور گویا متفق علیہ علماء اہل اسلام ہے۔ گو علی آیہ تطہیر میں رسول خداؐ کے شریک ہیں۔ اور یہ کہ اہل البیتؑ خمسہ نجباء پنجتن پاک اور اُن کی وہ اولاد طاہرہ ہے۔ جوان کی صفات خاصہ نبوتی سے متصف ہے۔ کیونکہ بیت سے مراد بیت شرف نبیؐ ہے۔ اور شرف نبیؐ نبوت سے ہے۔ پس اہل بیت وارثان نبوت ہیں۔ بیت سکنیٰ یا بیت نسب مراد نہیں ہے۔ پس علم کتاب انہی مطہرین کو حاصل ہے۔ اور یہی وجود محمدیؐ (جو کتاب وجود و کتاب لاریب ہے) سے مس باطنی رکھتے ہیں۔ کیونکہ ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں۔ فافہم۔ (بحث تطہیر مفصل ومکمل رسالہ اہل البیت میں ملاحظہ ہو)

اور یہی وہ ہیں۔ جن کی شان میں آیا ہے۔ "كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْكِتٰبَ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ" (سورہ عنکبوت: ۴۷)۔ اور اسی طرح سے تجھ پر ہم نے کتاب نازل کی ہے۔ پس وہ لوگ جن کو ہم نے پہلے سے کتاب دیدی ہے۔ وہ سب اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے بھی بعض اس پر ایمان لائے ہیں۔ اور نہیں انکار کرتے ہماری آیات کا مگر منکرین نہ کہ یہود ونصاریٰ اگر ایسا ہو۔ تو حق یہود ونصاریٰ کے ساتھ ہوگا۔ نہ اہل اسلام کے ساتھ۔ کیونکہ اس سے ثابت ہے۔ کہ وہ سب کے سب اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمان بعض۔ حالانکہ یہ بدیہی البطلان ہے۔ تمام یہود و نصاریٰ آج تک بھی قرآن پر ایمان نہیں لائے۔ کروڑوں منکر قرآن آج موجود ہیں۔ علاوہ ازیں جہاں کہیں اتی

بصیغہ ماضی معروف کتاب کے ساتھ مضاف ہے۔ وہاں کتاب سے علم کتاب وحقیقت کتاب مراد ہے۔اور جہاں بصیغہ ماضی مجہول اوتو ابطرفِ کتاب منسوب ہے۔ وہاں وہ لوگ مراد ہیں۔ جن پر کوئی پیغمبر کتاب لے کر آیا ہے۔ جیسے یہود و نصاریٰ اُوتو الکتاب واہل الکتاب کہلاتے ہیں۔ بخلاف اٰتی بصیغہ معروف۔ کہ یہ انبیاءؑ کی شان میں آیا ہے۔ جن کو علم کتاب ان کے وجود کے ساتھ دیا جاتا ہے۔ کَمَا قَالَ عَزَّوَجَلَّ۔ "وَاٰتَیْنٰهُمَا الْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ"(سورہ الصافات:۱۱۷) ان سب کو ہم نے کتاب روشن عطا کی ہے۔ "وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ"(سورہ البقرہ:۸۷)"اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی"۔ پس انبیاءؑ کو یقیناً علم کتاب دیا جاتا ہے۔ نہ کہ اسی طرح انبیاء صاحب کتاب کہلاتے ہیں۔ جس طرح ان کی امت۔ جن میں سے اکثر بلکہ تمام حقیقت کتاب سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اور اگر جانتے ہیں تو کچھ جزوی۔ چنانچہ قول حضرت عیسیٰؑ اس کی پوری تصریح ہے۔ "اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتَانِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا" میں بندۂ خدا ہوں۔ مجھ کو خدا نے کتاب عطا کی ہے اور نبی بنایا ہے۔ پس اس اعطاء کتاب سے علم کتاب وحقیقت کتاب مراد ہے۔ نہ کہ انجیل بصورت تنزیلی۔ کیونکہ حضرتؑ پر تئیس یا تیس سال کے بعد نازل ہوئی ہے۔ ضرور اس کتاب سے علم کتاب وحقیقت وجودیہ مراد ہے۔ اور نبی بعد اعطاء علم نبی بنایا جاتا ہے۔ نہ کہ جاہل نبی ہوتا ہے۔ اس لئے جعل نبوت بعد اعطاء کتاب یعنی علم کتاب ہے۔ وَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی۔ "وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰی وَالِدَتِكَ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَکَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِیْلَ الخ (سورہ المائدہ:۱۱۰) "یاد کرو اُس وقت کو جبکہ خدا نے کہا۔ اے عیسیٰؑ بن مریمؑ یاد کر میری اس نعمت کو جو تجھ کو اور تیری والدہ کو دی گئی۔ جبکہ میں نے رُوح القدس سے تیری تائید کی۔ تو گہوارے میں اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے کلام کرتا تھا۔ یعنی دونوں حالتیں مساوی تھیں۔ اور جبکہ میں نے تجھ کو کتاب وحکمت وتوریت وانجیل تعلیم دی۔" اِس آیت سے بکمال وضاحت ثابت ہے۔ کہ کتاب سے مراد یہاں انجیل نہیں ہے۔ انجیل علیحدہ ہے اور اس کی تعلیم علیحدہ۔ کیونکہ وہ صورت تنزیلی تدریجی ہے۔ اور کتاب حقیقت وجودیہ۔ اور یہ تمام انبیاءؑ سے مخصوص ہے۔ اور جملہ انبیاء کتابِ وجودی رکھتے ہیں۔ قَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی۔ "وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْکِتَابَ"(سورہ الحدید:۲۶) ہم نے ذریت نوحؑ اور ابراہیمؑ میں کتاب اور نبوت قرار دیدی ہے۔ کوئی زمانہ اس کتاب سے خالی نہیں ہوتا۔

غرض "اتینا ھم الکتاب" سے علم کتاب مراد ہے۔ اور یہ وہی بزرگوار ہیں۔ جو قبل نزول ظاہری کتاب عالم کتاب تھے۔ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی۔ "وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ قَالُوْا اٰمَنَّا بِهٖ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَا اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ اُولٰٓئِكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ لَا نَبْتَغِی الْجَاهِلِیْنَ۔"(سورہ قصص:۵۲ تا ۵۵)"اور وہ لوگ جن کو ہم نے پہلے سے کتاب دیدی ہے۔ وہ سب اسی قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب ان پر اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ ہم اس پر

ایمان رکھتے ہیں۔ یہ بالکل ٹھیک ہمارے پروردگار ہی کی طرف سے ہے۔ اور ہم تو پہلے ہی سے اس پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کو دومرتبہ اجر دیا جائے گا۔ کہ اُنہوں نے صبر کیا۔ اور بدی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہیں۔ اور اپنے رزق خاص کو راہ خدا میں دے دیتے ہیں۔ اور لغو سے اعراض کرتے ہیں۔ اور اہل لغو سے کہتے ہیں۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ دور ہی سے تم پر سلام ہے۔ ہم جاہلین کی صحبت نہیں چاہتے۔" اِس آیت میں جو اوصاف صاحبانِ "اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ" مذکور ہوئے ہیں۔ اُن میں اگر انسان ادنیٰ تفکر کرے۔ اور دل میں انصاف کرے۔ تو یقین کرلے گا۔ کہ کفار ومشرکین و یہود و نصاریٰ نہیں ہیں۔ اگر یہود و نصاریٰ اس کا مصداق ہوتے۔ جیسا کہ بعض نافہم مفسروں نے لکھ دیا ہے۔ تو پھر ان سے بہتر و مکامل الایمان کوئی شخص نہیں ہوسکتا۔ جو سب کے سب قبل نزول قرآن عالم قرآن ہیں۔ اور اس کے حرف بحرف پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ تو اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور وہ پہلے ہی سے اسلام لائے ہوئے ہیں۔ اور اُن کو دومرتبہ اجر دیا جائے گا۔ اور ان کی صفت اپنا رزق خاص راہ خدا میں خرچ کردینا اور نیکی سے بدی کا جواب دینا اور لغو سے اعراض کرنا ہے۔ یہ لوگ نہیں ہیں مگر وہ جو پیغمبر ﷺ سے اتحاد ذاتی وصفاتی رکھتے ہیں۔ اسی نور کے ٹکڑے اور نفس رسولؐ ہیں۔ یعنی علیؑ واولاد علیؑ۔ جو قبل ظاہری نزولِ قرآن عالمِ قرآن ہیں۔ اور پہلے ہی سے صاحب اسلام۔ اور وہ امت مسلمہ ہیں۔ جن کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تھی۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کے سینوں میں قرآن بطور آیاتِ بینہ موجود ہے۔ "بَلْ ھُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ" (سورہ العنکبوت: ۴۹) یہ قرآن ایسا نہیں ہے۔ کہ پیغمبرؐ نے خود لکھ پڑھ کے جمع کرلیا ہو۔ بلکہ یہ آیات بینات ہے سینوں میں اُن لوگوں کے جن کو علم عطا کیا گیا ہے۔ اور یہ وہ صاحبان اُوتوا العلم ہیں۔ جو زمانہ پیغمبرؐ میں مشہور و معروف تھے۔ اور لوگ اُن کو پہچانتے تھے۔ کَمَا قَالَ عَزَّوَجَلَّ۔ "وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْکَ فَاِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِکَ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا" (سورہ محمد: ۱۶) بعض ان اصحاب میں اے پیغمبرؐ وہ لوگ ہیں۔ جو غور سے تیرا کلام سنتے ہیں (مگر کچھ نہیں سمجھتے)۔ پس جب تیرے پاس سے اُٹھ کر جاتے ہیں۔ تو ان لوگوں سے جن کو علم دیا ہوا ہے پوچھتے ہیں۔ کہ پیغمبرؐ نے ابھی کیا فرمایا۔ ہم کچھ نہیں سمجھے۔ یہ غیر از علیؑ واولاد علیؑ کوئی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مسلم ومحقق ہے۔ کہ جس وقت حضرت علیؑ پیدا ہوئے۔ تو جناب رسول خداؐ تشریف لائے۔ علیؑ حضرتؐ کو دیکھ کر مسکرائے۔ اور فرمایا۔ "السلام علیك یا رسول الله و رحمة الله وبرکاته" اور آپ کی طرف متوجہ ہو کر قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ اور سورۂ مومنون کو ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ (سورہ المومنون: ۱۱) تک تلاوت کیا۔ اور حضرتؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ تمہارے سبب سے ان مومنوں نے رستگاری پائی جیسا کہ محمد بن محمود قزوینی شافعی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اور بعض روایات میں تمام قرآن کا پڑھنا مرقوم ہے۔ اور بعض نے تمام دیگر کتب آسمانی کا پڑھنا بھی۔ اور اتنا اہل علم کے نزدیک محقق و مسلم ہے۔ اور متفق علیہ علماء اسلام ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے وقت ولادت تلاوت قرآن فرمائی۔ پس یہی صاحب اُوتوا العلم ہیں۔ جو قبل نزول

قرآن عالم قرآن ہیں۔ اور قرآن اُن کے سینوں میں ہے۔ اور انہی واقعات کی وجہ سے زمانہ رسولؐ میں یہ صاحبانِ علم مشہور و معروف تھے۔ اور لوگ انہی سے سوال کرتے تھے۔ روایات اس باب میں بیشمار ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر طبری و برہان واتقمی وغیرہ! مگر ہمارے اثبات دعا کے لئے صرف آیات ہی کافی ہیں۔ منکر چاہے۔ دشمنی اہلبیت نبویؑ میں اِن آیات کا مصداق کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو بنا دیں۔ ورنہ "من عنده علم الكتاب" "واتيناهم الكتاب" کا مصداق فی الحقیقت ایک ہی ہے۔

اور یہ من عندہ علم الکتاب و آتیناھم الکتاب واوتوا العلم وہی ذریت ابراہیمؑ ہے۔ جس میں کتاب بہ جعل الٰہی ہمیشہ ہمیشہ موجود ہے۔ "وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ" (سورہ العنکبوت: ۲۷) حضرت ابراہیمؑ سے حضرت خاتم النبیینؐ تک پہنچی۔ نبوت نبص آیہ "خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ" آنحضرتؐ پر ختم ہوگئی۔ مگر کتاب آپ کی عترتؑ و ذریت میں ہمیشہ باقی رہی اور رہے گی۔ اور ذریت آنحضرتؐ ذریت ابراہیمؑ ہے۔ اسی وجہ سے حضرتؐ نے اپنی عترت و ذریت واہلبیتؑ کو ثانی ثقلین وتالی کتاب قرار دیا ہے۔ کیونکہ کتاب ان کے ساتھ ہے اور وہ کتاب کے ساتھ۔ اور اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو حدیث ثقلین۔ "قال صلى الله عليه واله وسلم عليه افضل الصلواة انى تَارِكٌ فِيْكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي اَهْلَ بَيْتِيْ وَاِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ۔" میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں۔ کہ جب تک اس سے تمسک رکھو گے۔ کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ کتاب اللہ اور میری عترت۔ میرے اہل بیتؑ ہیں۔ اور وہ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ تا اینکہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔

بعض کتب میں بعض الفاظ کا فرق ہے۔ مثلاً "انى تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتى اهلبيتى ما ان تمسكتم بهما لن تضلوا بعدى ولن يفترقا حتى يردا على الحوض۔" چنانچہ ستر بہتر طرق سے یہ حدیث اہل اسلام میں مروی ہے۔ اور تقریباً پندرہ طرق سے علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اس کو درج کیا ہے۔ پس حاملِ کتاب و عالمِ کتاب و من عندہ علم الکتاب ہمیشہ ذرّیت رسولؐ واہلبیتؑ رسولؐ میں موجود ہیں۔ اور وہی وارثِ علم نبوت و جانشین وقائم مقام وخلیفہ رسولؐ ہیں۔ اور اسی واسطے پیغمبرؐ نے فرمایا ہے۔ "فِيْ كُلِّ خَلَفٍ مِنْ اُمَّتِيْ عُدُوْلٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ۔" میری امت میں ہر زمانے اور ہر قرن میں میرے اہل بیتؑ سے نفوس عادلہ و عدل محض موجود رہیں گے الخ۔ "وَقَالَ اَهْلَ بَيْتِيْ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ فَاِذَا ذَهَبَ اَهْلُ بَيْتِيْ ذَهَبَ اَهْلُ الْاَرْضِ" میرے اہل بیتؑ اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ پس جب میرے اہل بیتؑ زمین سے اُٹھ جائیں گے۔ تو اہل الارض بھی نیست و نابود ہو جائیں گے۔ "وَقَالَ لَوْرَفَعَ الْاِمَامُ لَسَاخَتِ الْاَرْضُ بِاَهْلِهَا" اگر امام دنیا سے اُٹھ جائے۔ اور زمانے میں کوئی امام نہ ہو۔ تو زمین اپنے ساکنین سمیت منخسف ہو جائے۔ اور نیز ابن عباس سے فرمایا۔ "اَهْلُ بَيْتِيْ اَمَانٌ لِاُمَّتِيْ مِنَ الْاِخْتِلَافِ" میرے اہلبیتؑ میری امت کے لئے اختلاف سے امان ہیں۔ اگر میری امت ان سے متمسک رہے گی۔ تو کبھی اس میں اختلاف نہ پڑے گا۔ ملاحظہ ہو کتاب رشفة الصادی و

مطالب السئول وصواعق محرقہ۔ کتاب المناقب۔ مسند احمد بن حنبل وفوائد السمطین۔ ینابیع المودۃ وکتب تفاسیر در ذیل آیہ مجیدہ۔ "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ" (سورہ الانفال:۳۳) اے پیغمبرؐ جب تک تو ان میں ہے۔ خدا ان پر عذاب نہیں کرتا۔ پس چاہئے۔ کہ بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل پیغمبرؐ ذریت پیغمبرؐ سے قائم مقام وجانشین پیغمبرؐ ہمیشہ ہمیشہ موجود رہے۔ اور ایسا ہی ہے۔ اور اسی وجہ سے لوگ عذاب سے مامون ہیں۔ وجودِ امام از ذریت خیر الانامؐ در ہر زمان ضروری ہے۔ منکر وجودِ امامِ غائب منکر آیات واحادیث ہیں۔

بہر حال ان آیات واحادیث مذکورہ سے مثل روزِ روشن ظاہر وہویدا ہے۔ کہ خدا نے مثل پیغمبرؐ کے علیؑ کو علم کتاب وعلم قرآن قبل نزول قرآن عطا فرمایا ہے۔ اور وہ بابِ علوم نبوتؐ ہے۔ اور وہ وارث علم نبیؐ ہے۔ اور تمام محققین اہل اسلام متفق ہیں۔ کہ تمام علوم اسلامیہ اصولاً وفروعاً حضرت علیؑ پر منتہی ہوتے ہیں۔ اور محی الدین العربی حضرتؑ کی شان میں لکھتے ہیں۔ "مَادَّةُ الْعُلُوْمِ الْغَيْرِ الْمُتَنَاهِيَهْ حَقِيْقَةُ النُّقْطَةِ الْبَائِيَہْ" یعنی علیؑ حقیقت نقطہ بائے بسم اللہ اور مادۂ علوم غیر متناہیہ ہیں۔ اور یہ علم "علم موہبتی" ہے نہ کہ اکتسابی۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ حضرتؑ نے وقتِ ولادت تلاوت قرآن فرمائی۔ اور امام غزالی لکھتے ہیں۔ "اَلْعِلْمُ اللَّدُنِّيْ يَكُوْنُ لِاَهْلِ النُّبُوَّةِ وَالْوِلَايَةِ كَمَا حَصَلَ لِلْخِضْرِ وَكَمَا حَصَلَ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔" یعنی علم موہبتی لدنی صاحبانِ نبوت وولایت کو حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ خضرؑ اور علیؑ بن ابی طالب علیہما السلام کو حاصل ہوا۔ خضرؑ نبی تھے اور علیؑ ولی اللہ۔ (رسالۃ الغزالی نے العلم اللدنی)۔

پس معیار خلافت یعنی علم بکمالِ وضاحت حضرت علیؑ کے لئے ثابت ہے۔ اور اس لئے وہ خلیفہ وجانشین پیغمبرؐ ہیں۔ کیونکہ خلافت نہیں ہے مگر توارث صفات واتصاف باوصاف وتخلق باخلاقِ مستخلف اور علیؑ نمونہ اوصاف نبویؐ ہے۔ وھو المطلوب۔

علیؑ نور خدا ہے۔

پس خدا نے جن صفات سے اپنے پیغمبرؐ کو متصف کیا ہے۔ انہی سے اپنے ولی اور خلیفہ اور وصی پیغمبرؐ کو موصوف کیا ہے۔ نبی نور کبریا ہے۔ "قد جائکم من اللہ نور" (سورہ المائدہ:۱۵) علیؑ بھی خدا کا نور ہے۔ اور اسی نور محمدیؐ کا جزو ہے۔ اور اسی کے ساتھ کتم عدم سے ساحت وجود میں آیا ہے۔ "وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْ اُنْزِلَ مَعَهٗ" (سورہ الاعراف:۱۵۷) اور اتباع کیا ان لوگوں نے اس نور کا۔ جو اس کے ساتھ ساتھ اُتارا گیا۔ یہ ہیں۔ ملاحظہ ہو حصہ دوم۔

اور نیز ملاحظہ ہو تفسیر ثعلبی در ذیل آیہ مجیدہ۔ "وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ" (سورہ الرعد:۴) صورت تنزیلی آیت کی ظاہر ہے صورت تاویلی میں تفسیر مذکور میں جابر بن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے۔ کہ میں نے حضرت رسولؐ کو کہتے ہوئے سنا۔ "اَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ شَجَرَةٍ وَّاحِدَةٍ

وَالنَّاسُ مِنْ اَشْجَارٍ شَتّٰی۔" میں اور علیؑ ایک درخت سے ہیں۔ اور ایک جڑ کی دو شاخیں ہیں۔ اور لوگ مختلف درختوں اور مختلف اصلوں سے ہیں۔ اور اسی آیت مذکورہ کو تلاوت فرمایا۔ یہیں سے یہ حدیث مشہور و معروف مستنبط ہے۔ "اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَاحِدٍ" میں اور علیؑ ایک نور سے اور ایک نور کے دو ٹکڑے ہیں۔ اور یہی مطلب حدیث مذکورۃ الصدر کا ہے۔ پس علیؑ و نبیؐ ایک ہی نور سے ہیں۔ اور دونوں نورِ کبریا۔ تفصیل حصہ دوم میں ملاحظہ ہو۔

علیؑ رحیم ھے۔

خدا نے اپنے نبیؐ کو رؤف و رحیم فرمایا ہے۔ تو اپنے دلی اور وصیٔ نبیؐ کو بھی اسی صفت سے موصوف کیا ہے۔ فَقَالَ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ" (سورہ الفتح ۲۹) محمدؐ پیغمبر خدا ہیں۔ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں۔ اور اسی سے معیت رکھتے ہیں۔ ان کی صفت یہ ہے۔ کہ وہ کفار کے لئے سخت ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر رحیم و مہربان نبی اہل اسلام کے لئے باعث رحمت۔ جب تم انہیں دیکھو گے۔ تو رکوع و سجود میں پاؤ گے۔ کہ وہ خدا کے تفضّل اور اُس کی خوشنودی کے خواستگار رہتے ہیں۔ اور کثرتِ سجود سے ان کی پیشانیوں میں نشان پڑے ہوتے ہیں۔ تفصیل حصہ دوم میں ملاحظہ ہو۔

ظاہر ہے۔ کہ اگر یہاں معیت سے معیت جزئیہ مراد لی جائے۔ تو اس میں ہر ایک مسلمان داخل ہو گا۔ کیونکہ ہر ایک شخص کسی نہ کسی امر میں رسولؐ کے ساتھ معیت رکھتا ہے۔ اور یہ خلافِ آیہ ہے اور خلافِ واقع۔ کیونکہ تمام اہل اسلام میں صفاتِ مذکورہ ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ پس ضرور معیت سے مراد معیت کلیہ مطلقہ ہے۔ یعنی وہ شخص جو پیغمبرؐ سے معیت تامہ رکھتا ہے۔ اور ازل سے ہر زمان و ہر مکان اور ہر نشاء۔ اور یہاں ہر حال سفر و حضر روز و شب میں اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ اور اس کے نور کے ساتھ بھی معیت ہے۔ روح کے ساتھ بھی معیت ہے۔ طہارت میں معیت ہے۔ علم میں معیت ہے۔ اسلام و ایمان میں معیت ہے۔ ولایت میں معیت ہے۔ امامت میں معیت ہے۔ اطاعت میں معیت ہے۔ مؤدت میں معیت ہے وغیرہ۔ جملہ صفات میں نبیؐ کے ساتھ ساتھ بلکہ شریک صفات نبوتی ہے۔ اور ایسا شخص غیر از علیؑ ابن ابی طالبؑ اور کوئی نہیں۔ جو نور نبی اور نفس نبی ہے۔ اور صفات مذکورہ اسی پر صادق آتی ہیں۔ بشرطیکہ انسان چشم بصیرت سے غور کرے۔ ورنہ فضول و مہمل ولغو تاویلات کے لئے میدان وسیع ہے۔ ولیکن "ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین" چاہئے۔ کہ علیؑ کی سی معیت رسولؐ کے ساتھ کسی دوسرے میں ثابت کرے۔ "وَاِنَّ الدَّعَاوِیَ لَا تُقْبَلُ اِلَّا بِالْبَرَاھِیْنِ وَالْمُبَیِّنَاتِ" مزید ثبوت حصہ دوم میں ملاحظہ ہو۔

علیؑ داعی حق ھے۔

خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو داعی الی الحق فرمایا ہے۔ اس کے اوصیاء کو بھی داعی الی الحق قرار دیا ہے۔ فَقَالَ "وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ" (سورہ آل عمران: ۱۰۴) چاہئے کہ تم میں سے ہمیشہ ایک امت ایسی موجود رہے۔ جو خیر مطلق کی طرف دعوت دے۔ اور امر بالمعروف

کرے اور نہی عن المنکر کرے۔ اور یہ امت غیر از ذریتؑ رسولؐ واہل بیتؑ رسولؐ اور کوئی نہیں۔ وہ ہی ذریتِ رسول ہے۔ جس کا ایک فرد ہمیشہ موجود ہے۔ اگر وہ زمین سے اُٹھ جائے۔ تو زمین مع اہل زمین منخسف ہو جائے اور دنیا نیست ونابود۔ دعوت الی الحق موقوف ہے علم احاطی پر۔ اور علم ہم علیؑ اور اولاد علیؑ کا ثابت کر چکے ہیں۔ پس ہدایت ودعوت الی الحق وہی کر سکتے ہیں۔ جو علم میں سب سے مقدم ہیں۔ اور علم اپنے وجود کے ساتھ لیکر آتے ہیں۔ اور قبل نزول ظاہری قرآن کے عالم ہیں۔ اور باب علوم نبوتی ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو۔ تو وہ خود محتاج ہدایت غیر ہوں گے۔ اور جب محتاج ہدایت غیر ہوئے۔ تو ہادی وداعی الی الحق نہیں ہو سکتے۔ کَمَا قَالَ عَزَّوَجَلَّ۔ "اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ"(سورہ یونس:۳۵) ''کیا وہ شخص سزاوار و مستحق اتباع ہے۔ جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ یا وہ شخص جو اپنی ہدایت میں دوسرے کا محتاج ہے۔ اور دوسرے شخص کی راہ نمائی کی ہدایت ہی نہیں پا سکتا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ ایسا خلاف فطرت وخلاف عقل حکم کرتے ہو''۔ ہدایت ودعوت الی الحق موقوف ہے علم موہبتی لدنی پر۔ اور یہ علم علیؑ واولاد علیؑ میں ہے۔ اور وہ داعی الی الحق ہیں۔

علیؑ ولی خدا ہے۔

خدا نے اپنے پیغمبر کو ولی قرار دیا ہے۔ وصی نبی کو بھی ولی فرمایا ہے۔ فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ۔ "اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ"(سورہ المائدہ:۵۵) سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ تمہارا ولی خدا ہے۔ اور اس کا رسولؐ۔ اور وہ اہل ایمان جو نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔'' بالاتفاق مفسرین اس سے مراد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اور باتفاق اہل اسلام علیؑ ولی اللہ ہیں۔ جیسا کہ امام ابواسحاق احمد بن محمد الثعلبی نے اپنی تفسیر میں اس کی شرح کی ہے۔ ملاحظہ ہو روایت ابن عباس وابوسعیدؓ غفاری وغیرہ۔ اور بعد اس کے وہ لوگ جو اس صفت زکوٰۃ فی الرکوع سے متصف ہیں۔ اور راکعین مطلق ہیں۔ "وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ"(سورہ البقرہ:۴۳) یہ رکوع ایک معنی خاص رکھتا ہے۔ اور یہاں محض افہام وتفہیم کے لئے مذکور ہوا ہے۔ ورنہ دراصل اور فی الحقیقت رکوع سے مراد رکوع ظاہری نماز نہیں ہے۔ قَالَ عَزَّوَجَلَّ۔ "يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ" (سورہ آل عمران:۴۳) اے مریمؑ اپنے پروردگار سے دعا کر اور سجدہ بجالا، اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ بلا سجدہ راکعین کے ساتھ رکوع کرنا بے معنی ہے۔ "وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ" اور جب کافرین سے کہا جاتا ہے۔ کہ رکوع کرو۔ تو وہ رکوع نہیں کرتے۔ کیا اس رکوع سے نماز کا رکوع مراد ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

پس رکوع سے مراد ایک حالت خاص ہے۔ اور یہاں بطور تشبیہ ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ نماز کی تین حالتیں ہیں۔ ایک حالت قیام۔ ایک رکوع۔ ایک سجدہ۔ قیام حالت استقامت ہے۔ سجود فناء وکمال عجز وانکسار وتواضع اور رکوع حالت وسطیٰ۔ پس اسی طرح انسان تین حالتیں رکھتا ہے۔ ایک حالت استقامت ذاتیہ ہے۔ اور ایک حالتِ

سجدہ ہے۔ کہ مقام فناء مطلق ہے۔ کہ اپنے وجود سے بالکل غافل ہوتا ہے۔ اور خدا کی طرف بالکلیہ مائل۔ ایک حالت رکوع ہے۔ کہ نہ استقامت ذاتیہ ہے۔ اور نہ فناء مطلق بلکہ بین بین۔ پس راکعین ایک جماعت خاص ہیں۔ جو واسطہ ہیں درمیان خالق ومخلوق۔ اور امت وسط ہیں۔ خدا سے لیتے ہیں۔ اور مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ فقال عزوجل۔ "وَكَذَالِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا" (سورہ البقرہ:۱۴۳) اسی طرح سے خدا نے تم کو امت وسط قرار دیا ہے۔ کہ تم تمام لوگوں پر شہید رہو۔ اور رسول تم پر شہید ہو۔ اور یہی دو راکعین وساجدین ہیں۔ جن کے لئے حضرت ابراہیمؑ واسمٰعیلؑ کو حکم تھا۔ کہ خانہ کی ان کے لئے تطہیر کرو۔ فقال "وَطَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ" (سورہ البقرہ:۱۲۵) اے ابراہیمؑ واسمٰعیل میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور راکعین وساجدین کے واسطے پاک وپاکیزہ رکھو۔ یہ راکعین و ساجدین ذریت ابراہیمؑ ونسل اسمٰعیلؑ ہے۔ جس کی نسبت خود حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا ہے۔ "رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" (سورہ ابراھیم:۳۷) اے میرے پروردگار میں نے اپنی بعض ذریت کو یہاں وادی بے زراعت میں تیرے خانہ محترم کے پاس مقیم کیا ہے۔ تا کہ یہ دُنیا میں نماز کو قائم کریں۔ پس یہ راکعین امت وسط واسطہ فیضان الٰہی ہیں۔ اور یہی ولی امور خداوندی اور بعد پیغمبرؐ اولی بالتصرف ومتصرفِ مطلق۔ یہ ہمیشہ تابع فرمانِ الٰہی اور اس کے ہر ایک حکم کے آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ اور دوسرے تمام لوگوں کو حکم ہے۔ کہ ان کے ساتھ ہو جائیں۔ ان کی اطاعت کریں۔ اور ان کے قدم بقدم چلیں۔ اور ان کی اقتداء کریں۔ لیکن "اِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ" (سورہ المرسلات:۴۸) جب ان سے کہا جاتا ہے۔ کہ ان کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور ان کی اقتداء کرو۔ وہ ایسا نہیں کرتے۔ اور یہی وہ ولایت مطلقہ واولویت ہے۔ جس کا اعلان جناب رسول مقبولؐ نے خم غدیر میں بایں الفاظ کیا تھا۔ "وَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ الخ" (جس کا میں مولا وولی ہوں۔ علیؑ بھی اس کا مولیٰ ہے) اور اسی واسطے آپ نے اوّل حاضرین سے یہ اقرار لیا تھا۔ "اَلَسْتُ اَوْلٰى بِكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ۔" کیا میں تمہارے نفسوں سے زیادہ تم پر متصرف نہیں ہوں؟ جو آیہ مجیدہ "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" (سورہ الاحزاب:۶) کا مفہوم ہے۔ اور جب سب نے اقرار کر لیا۔ اور "بلٰی" کہہ دیا۔ اُس وقت فرمایا۔ کہ پس علیؑ بھی ایسا ہی ہے۔ اور میرے بعد وہی ولی خدا واولیٰ بالتصرف ہے۔ حکومت تحت ولایت مطلقہ ہے۔ (ان تمام مباحث کی تفصیل ہماری کتاب کشف الاسرار میں ملاحظہ ہو)

علیؑ صراط مستقیم ہے۔

خدا نے اپنے رسولؐ کو صراطِ مستقیم پر قرار دیا ہے۔ اور اپنے ولی کو بھی صراطِ مستقیم پر قرار دیا ہے۔ بلکہ نفس صراطِ مستقیم قرار دیا ہے۔ فقال "هٰذَا صِرَاطٌ عَلِيٌّ مُسْتَقِيْمٌ" (سورہ الحجر:۴۱) یہ علیؑ کا سیدھا راستہ ہے۔ اور پیغمبرؐ کے لئے فرمایا۔ "اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" (سورہ یٰسین:۳-۴) وَقَالَ "اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ" (سورہ الانعام:۱۵۳) یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔

صرف اسی کا اتباع کرو۔اور مختلف راستوں پر نہ جاؤ۔ اگر ایسا کرو گے۔تو راہِ خدا سے جدا ہو جاؤ گے۔ یہ صراط علیؑ و اولادِ علیؑ ہے۔ کہ قائم مقام و جانشین رسولؐ ہے۔صراط علیؑ صراطِ نبیؐ ہے۔اور صراطِ نبیؐ صراطِ اللہ۔ ملاحظہ ہوں روایات رشید احمد ابن زین الحبشی کہتے ہیں۔کہ میں نے اپنے سردار شیخ و امام اور قطب حبیب عبداللہ الحداد سے سنا۔ کہ وہ فرماتے تھے۔ "اِنَّ طَرِیْقَۃُ السَّادَۃِ الْعَلَوِیَّۃِ ھِیَ الصِّرَاطُ الْمُشَارُ اِلَیْہِ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّ ھٰذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ" یعنی طریقہ سادات علویہ (علیؑ و اولادِ علیؑ) ہے۔ وہ صراط مستقیم الٰہی ہے۔جس کی طرف قرآن شریف کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ پس اسی کی اتباع کرو۔ اور دوسرے مختلف راستوں کو نہ چلو۔ اگر ایسا کرو گے۔ تو راہ خدا سے دور ہو جاؤ گے۔ اور اسی طریقہ مستقیمہ کی کتاب اللہ میں تشریح ہے۔ جس پر کبھی اور کسی طرف سے باطل کا دخل نہیں ہو سکتا۔ "ھٰذا صراط علی مستقیم۔" اور یہی قول نبیؐ فعل نبیؐ اور تقریر نبیؐ سے ثابت ہے۔ اور یہی صالحین سلف اور تابعین کا عقیدہ رہا ہے۔ اور اسی کو امام ابو طالب مکی اور امام ابو القاسم قشیری نے نقل کیا ہے۔ اور جو ان کے قدم بقدم چلے ہیں۔ اور اُنہوں نے اس باب میں مفصل و مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ کہ صراط مستقیم طریق علیؑ و اولادِ علیؑ ہے۔ اور اسی کو امام حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی نے ثابت کیا ہے۔ یہ طریقہ مستقیمہ اولادِ علیؑ میں آبا و اجداد سے چلا آیا ہے۔ چنانچہ اپنے باپ و نانا سے حسنینؑ نے پایا۔ اور ان سے علی ابن الحسین زین العابدین کو وراثتاً پہنچا۔ اور ان سے محمد الباقرؑ اور ان سے جعفر الصادقؑ تا مہدیؑ آخر الزماں کہ اولادِ علیؑ اور ذریت رسولؐ سے ہے۔ اور اس صورت سے ثابت ہے۔ کہ ان کا طریق محض کتاب و سنت ہے۔ پس جو شخص طریق علوی کے مخالف ہو۔ اس کا طریق ان سبل متفرقہ میں سے ہے۔ جو سبیل اللہ و صراطِ الٰہی سے جدا ہیں۔ (رشفۃ الصادی)

"فَصِرَاطُ عَلِیٍّ مُسْتَقِیْمٌ۔" صراط علیؑ صراط نبیؐ ہے۔ اور "صراط نبیؐ صراط اللہ۔" "وَاِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔" فصل بحث حصہ دوم میں دیکھنی چاہئے۔

اور ثابت النبہانیؒ سے آیہ مجیدہ "وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اھْتَدٰی" (سورہ البقرہ: ۱۴۳) "تحقیق میں بخشنے والا ہوں اس کو۔ جو توبہ کرے۔ اور ایمان لائے۔ اور عمل صالح بجالائے۔ اور وہ ہدایت یافتہ بھی ہو" کی تفسیر میں مروی ہے۔ کہ "اھتدی" سے مراد اہتداء الیٰ ولایت اہل بیت نبیؐ ہے۔ یعنی خدا اسی کو بخشے گا۔ جو اس راہ کو پائے ہوئے ہے۔ اور ان سے متمسک ہے۔ کیونکہ وہ سبیل اللہ، صراط الٰہی ہیں۔

علیؑ شہید علی الخلق ہے۔

پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ کہ شہید اوّلاً و بالذات خدا کی صفت ہے۔ اور ثانیاً و بالعرض بعد خدا اس کا رسولؐ شہید علی الخلق ہے۔ اسی طرح سے اس کے اوصیاءؑ و علیؑ و اولادِ علیؑ شہید ہیں۔ فقال سبحانہ وتعالی۔ "وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا" (سورہ البقرہ: ۱۴۳) "اسی طرح سے ہم نے تم کو امت وسط قرار دیا ہے۔ کہ تم تمام لوگوں پر شہید ہو۔ اور رسولؐ تم پر شہید ہو۔" مفسرین کا یہ قول

بالکل غلط و باطل بلکہ بدیہی البطلان ہے۔ کہ اس امت وسط سے مراد تمام اُمت محمدیؐ ہے۔ کیونکہ قرآن شاہد ہے۔ کہ خود اہل اسلام کے خود اپنے معاملات میں ان کی شہادت مقبول نہیں ہے۔ بلکہ چاہئے۔ کہ ثبوت مدعا میں دو شاہد عادل پیش کریں۔ بلکہ بعض معاملات میں چار شاہدوں بلکہ شہیدوں کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ باب زنا میں۔ اور نص قرآن فاسق کی خبر مقبول نہیں۔ جب تک کہ وہ شاہد و بینہ اپنے بیان پر پیش نہ کرے۔ پس کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ تمام صالحین و فاسقین امت کی شہادت غیروں کے حق میں مقبول ہو جائے۔ یہ شاہد بھی نہیں ہو سکتے۔ نہ کہ شہید جس کے معنی حاضر علی الشئے ہیں۔ "اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدًا" (سورہ النساء:۳۳) کون ہے افراد امت میں سے جو مثل خدا احاطہ برخلائق رکھتا ہو۔ مگر وہ شخص جو مظہر اوصاف الٰہی اور خلیفہ خدا ہو۔ اور ایسا شخص امت محمدیؐ میں نہیں مگر علیؑ اور اولاد علیؑ جو آئینہ اوصاف نبویؐ ہیں۔ تصریح کے لئے ملاحظہ ہو یہ آیہ سورۃ الحج۔ "یَا اَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ارۡکَعُوۡا وَاسۡجُدُوۡا وَاعۡبُدُوۡا رَبَّکُمۡ وَافۡعَلُوا الۡخَیۡرَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ۔ وَجَاہِدُوۡا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِہَادِہٖ ہُوَ اجۡتَبٰکُمۡ وَمَا جَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ مِلَّۃَ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرٰہِیۡمَ ہُوَ سَمّٰکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَفِیۡ ہٰذَا لِیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَہِیۡدًا وَتَکُوۡنُوۡا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ" (سورہ الحج:۷۸) "اے ایمان والو رکوع اختیار کرو۔ اور فنا فی اللہ ہو جاؤ۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اور خیر مطلق کو بجالاؤ۔ اور اُس کی راہ میں حق جہاد ادا کرو۔ اُس نے تمہیں کو اس واسطے اختیار و پسند کیا ہے۔ اور اس کے لئے چن لیا ہے۔ اور باوجود اس کے تم پر دین میں تنگی نہیں رکھی۔ یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت ہے۔ اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ پہلی کتب میں بھی اور اس میں بھی ذکر ہے۔ تا کہ تم پر پیغمبرؐ شہید رہے۔ اور تم تمام لوگوں پر شہید ہو۔" اور آیہ مجیدہ کی بارہ صفتیں یا بارہ خصوصیتیں یا بارہ حکم بتلا رہے ہیں کہ اس سے خاص برگزیدگانِ خدا و ہی نفوس مراد ہیں۔ جو تمام اوصاف نبیؐ میں شریک اور نفس رسولؐ ہیں۔ اور مثلِ رسولؐ شہید علی الناس ہیں۔ اور اولادِ ابراہیمؑ سے ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے اُن کو پہلے سے مسلمان قرار دیا ہے۔ پہلی کتب میں بھی اور اس کتاب میں بھی۔

ہم صرف اِسی کتاب کے حوالہ کا ذکر یہاں کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ آخری کتاب اور مصدق جمیع کتب سابقہ ہے۔ اور بتلاتے ہیں۔ کہ کہاں ان کو حضرت ابراہیمؑ نے مسلمان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ۔ "اِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰہِیۡمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَاِسۡمٰعِیۡلُ (الیٰ ان قال) رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ" (سورہ البقرہ:۱۲۷۔۱۲۸) اے ہمارے پروردگار ہم دونوں (ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ) کو اپنا خاص مطیع و منقاد بنا۔ اور ہماری ذریت میں سے ایک اُمت کو ایسا ہی مسلمان بنا۔ اور پھر اس کی تشخیص کے لئے فرمایا۔ "رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ الخ" (سورہ البقرہ:۱۲۹) اور اے پروردگار ان میں ان ہی میں سے ایک کو رسول بنا۔" اِن آیات سے ثابت ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ذریت یعنی اولاد اسمٰعیلؑ میں ایک امت کے لئے اپنے سے اسلام کی خواہش کی ہے۔ اور اسے ویسا ہی مسلمان قرار دیا ہے۔ اور یہ امت مسلمہ ہمیشہ ذریت ابراہیمؑ میں موجود ہے۔ اور یہ امت مسلمہ وہی ہے جس میں پیغمبرؐ مبعوث ہوا ہے۔ اور وہ ان کا ایک فرد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ بنی ہاشم سے

ہے۔ پس وہ امت بھی بنی ہاشم ہی سے ہے۔ اور ایسی اُمت مسلمہ جو وقت بعث مرسل مسلمان ہو۔ اور پیغمبرؐ ان میں سے مبعوث ہوا۔ سوائے علیؑ ابن ابی طالبؑ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ کہ وہ پہلے سے مسلمان تھے۔ اور وقت بعثت پیغمبرؐ کی تصدیق کی۔ "وَلَمْ يُشْرِكْ بِاللهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ اَبَدًا" ایک چشم زدن کے واسطے مشرک نہیں ہوئے۔ پس وقت بعثت نبیؐ بھی وہ مشرک نہ تھے۔ موحد و مسلم تھے اور رسولؐ پر ایمان لائے یعنی ان کی تصدیق کی۔ جس طرح حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لائے تھے۔ یعنی ان کی تصدیق کی تھی۔ "فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ" (سورہ العنکبوت: ۲۶) اور ابراہیمؑ پر لوطؑ ایمان لایا۔ اور اسی وجہ سے تمام اہل اسلام حضرت علیؑ کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ کیونکہ کبھی شرک نہیں کیا۔ اور کسی بت کے آگے نہیں جھکے۔ اور یہی وہ مسلمین ہیں جن کا ذکر آیہ سورہ قصص میں آچکا ہے۔ یعنی جو وقت تلاوتِ قرآن کہتے ہیں۔ کہ ہم تو پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔ پس یہ قبل نزولِ قرآن اسلام لانے والے علیؑ اور اس کی صفت سے متصف اولادِ علیؑ ہیں۔ لہٰذا شہید یہی امت مسلمہ ہے۔ جس کو حضرت ابراہیمؑ نے مسلمان قرار دیا ہے۔ پس علیؑ بھی مثل رسولؐ شہید علی الناس ہیں۔ بعد ازاں دیگر آئمہؑ جو ان کی صفات سے متصف اور وارث نبوت و خلافت و امامت ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام الفاظ بصیغہ جمع استعمال ہوئے ہیں۔ یعنی باقی آئمہ اہلبیتؑ بھی مثل نبیؐ و علیؑ شہید علی الناس ہیں۔

علیؑ رائی اعمال خلق ہے۔

خدا نے اپنے حبیبؐ کو رویت اعمال میں شریک کیا ہے۔ کہ خدا اور اس کا رسولؐ لوگوں کے تمام اعمال کو دیکھتے ہیں۔ پس اسی طرح سے کچھ مومنین خاص کو اسی صفت سے موصوف کیا ہے۔ فقال "قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" (سورہ التوبہ: ۱۰۵) کہہ دو اے پیغمبرؐ کہ عمل کرو جو کچھ تمہارا دل چاہے۔ خدا تمہارے عمل کو دیکھتا ہے۔ اور اس کا رسولؐ و مومنین۔ اور عنقریب تم خداوند عالم الغیب والشہادت کی طرف جاؤ گے۔ پس وہ تم کو تمہارے اعمال سے آگاہ و متنبہ کرے گا۔ یہ رویت اعمال تفسیر شہید علی الناس ہے۔ اور شہید تین ہیں۔ خدا۔ رسول خداؐ۔ اور وصی رسولِ خداؐ۔ پس اعمال کو دیکھنے والے اور ان پر احاطہ رکھنے والے اور ان پر حاضر و ناظر بھی تین ہی ہیں۔ خدا و رسولِ خداؐ اور مومنین جو بعد رسولؐ شہید علی الناس ہیں۔ اس تفسیر سے یہ بھی واضح نہ ہوگیا۔ کہ شہید علی الناس تمام امت محمدیؐ ہرگز نہیں ہوسکتی۔ جو تمام اعمال ناس پر حاضر و ناظر ہو۔ عام مسلمان کسی ایک شخص کے اعمال ظاہریہ و باطنیہ پر جو شب و روز میں اس سے سرزد ہوتے ہیں۔ احاطہ نہیں رکھتے۔ چہ جائیکہ تمام عالم کے لوگوں کے اعمال پر احاطہ رکھتے ہوں۔ پس اعمال عباد کو دیکھنے والے وہی نفوس قدسیہ ہیں۔ جو مظہر خدا اور آئینہ جمال رسولؐ خدا ہیں۔ اور اوّل ان کا علیؑ ابن ابی طالب ہے۔ اسی کی تفسیر میں پیغمبرؐ نے فرمایا ہے۔ "يَا عَلِيُّ اِنَّكَ تَرٰى مَا اَرٰى وَتَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ"۔ اے علیؑ جو میں دیکھتا ہوں۔ وہی تو دیکھتا ہے۔ اور جو کچھ میں سنتا ہوں۔ وہی تو سنتا ہے۔ اسی کان کی صفت میں کلام حمید مجید میں آیا ہے۔ "وَتَعِيَهَا اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ" (سورہ الحاقہ: ۱۲) اور تمام آوازوں کو حفظ و ضبط رکھتا ہے۔ ایک کان جس

کی صفت اذن واعیہ ہے یعنی اذن سامعہ نہیں۔ بلکہ واعیہ ہے۔ یعنی اس میں اتنی ظرفیت ہے۔ کہ تمام آوازوں کو بالتفصیل ضبط وحفظ رکھے۔ یہ کان جس کی ظرفیت ایسی ہے۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہی کا کان ہے۔ اس کی تائید اور تفسیر میں تفسیر کبیر ملاحظہ ہو۔

علیؑ اذن واعیہ ہے۔

اور امام ابواسحاق الثعلبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ تو رسول خداؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ یہ تمہارا کان ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ اُس وقت سے میں کوئی چیز بھی نہیں بھولتا۔ اور نیز ثعلبی اور ابوالحسن علیؑ ابن احمد الواحدی نے اسی مضمون کو بریرہ اسلمی سے روایت کیا ہے۔ کہ ''تعیھا اذن واعیہ'' حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ پس وہ یہ کان ہے۔ جو تمام آوازوں کو بالتفصیل ضبط رکھتا ہے۔ اور کیونکر ایسا نہ ہو۔ وہ اسی خداوند سمیع وبصیر کا مظہر ہے۔ جس پر آوازیں مشتبہ نہیں ہوتیں۔ لَا تَشْتَبِهُ عَلَيْهِ الْاَصْوَاتُ۔

اور جناب سر اللہ فی العالمین اپنے خطبے میں فرماتے ہیں۔ کہ معاشر الناس تم رسول اللہؐ سے میری قرابت قریبہ اور منزلت مخصوصہ کو جانتے ہو۔ میں بچہ تھا۔ تو رسولؐ نے مجھے اپنی گود میں بٹھایا۔ مجھے اپنے سینے سے لگاتے تھے۔ اور اپنے بستر پر سُلاتے تھے۔ اور میرا بدن ان سے مس کرتا تھا۔ اور میں اُن کی خوشبو سونگھتا تھا۔ وہ جنابؐ اپنے منہ میں کچھ چباتے تھے۔ اور پھر مجھے کھلاتے تھے۔ پس نہ تو میری بات میں کبھی جھوٹ پایا گیا۔ اور نہ میرے فعل و عمل میں کوئی خطا و غلطی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے ساتھ دودھ بڑھائی کے زمانے سے ایک ملک اعظم ساتھ کیا ہوا تھا۔ جو آنحضرتؐ کو مکارم اخلاق اور محاسن تعاب پر شب وروز چلاتا تھا۔ اور میں ہمیشہ حضرتؐ کے ساتھ ساتھ اس طرح رہتا تھا۔ جس طرح اُونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے نشان قدم پر چلتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ ہر روز وہ جناب میرے لئے ایک علم اخلاق بلند کرتے تھے۔ اور مجھے اقتداء رکا حکم دیتے تھے۔ اور وہ جناب ہر سال میرے ساتھ کوہ حراء پر جاتے تھے۔ اور میرے اور خدیجہؑ کے سوا ان کو اور کوئی نہ دیکھتا تھا۔ اور ایک گھر میں جناب رسول خداؐ اور خدیجہؑ کبھی نہیں ہوئے مگر یہ کہ میں تیسرا ہوتا تھا۔ ''اَرَىٰ نُورَ الْوَحْيِ وَالرِّسَالَةِ وَاَشُمُّ رِيحَ النُّبُوَّةِ'' میں نور وحی ورسالت دیکھتا تھا۔ اور بوئے نبوت سونگھتا تھا۔ اور جس وقت آنحضرتؐ پر اوّل وحی اجرائی نازل ہوئی۔ تو میں نے شیطان کے رونے کی آواز سنی۔ اور میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ یہ کیسا نالہ ہے۔ فرمایا۔ یہ شیطان کے رونے کی آواز ہے۔ اور وہ اپنی عبادت سے مایوس ہوگیا۔ ''اِنَّكَ تَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ وَتَرَىٰ كَمَا اَرَىٰ اِلَّا اِنَّكَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ وَاِنَّكَ لَوَزِيرٌ وَاِنَّكَ لَعَلَىٰ خَيْرٍ'' بیشک تو سنتا ہے جو میں سنتا ہوں۔ اور دیکھتا ہے جیسا کہ میں دیکھتا ہوں۔ مگر تو نبی نہیں ہے۔ اور بتحقیق کہ تو وزیر ہے۔ اور تو بیشک خبر پر ہے۔ اور فرماتا ہیں۔ میں سنتا تھا آواز کو۔ اور دیکھتا تھا روشنی کو تبلیغ وانذار سے سات سال قبل۔ اور صادقؑ آل محمدؐ بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ جناب رسول خداؐ کے ساتھ قبل اظہار رسالت تو دیکھتے تھے۔ اور آواز سنتے تھے۔ اور رسول مقبولؐ نے آپ سے فرمایا۔ اگر میں خاتم الانبیاءؐ نہ ہوتا۔ تو اے علیؑ تم میرے شریک نبوت ہوتے (جیسے ہارونؑ تھے)۔ پس اگر تم نبی نہیں ہو۔ تو وصی نبیؐ ہو۔ اور وارث

نبی ہو۔ بلکہ تم سید اوصیاء وامام اتقیاء ہو (کمافی المناقب)۔ پس یہی ہے اذن اللہ الواعیہ۔ اور یہی ہے عین اللہ و ید اللہ و وجہ اللہ و جنب اللہ۔

ھٰا عَلِیٌّ بَشَرٌ کَیفَ بَشَر رَبُّہٗ فِیْہِ تَجَلّٰی وَظَھَرَ

الحاصل علیؑ جملہ اوصاف واخلاق وآداب وعلوم وفنون وجمیع کمالات میں شریک رسولؐ ہیں اور ان کی تمام صفات کا نمونہ اور ان کے جمال کا آئینہ۔ اسی واسطے فرماتے ہیں۔ "اَقَرَّتْ لِیَ الْمَلٰئِکَۃُ بِجَمِیْعِ مَا اَقَرَّتْ لِلنَّبِیِّ اِلَّا لَہٗ اِسْمُہٗ" تمام اوصاف واخلاق وفضائل وکمالات جن کا ملائکہ نے نبیؐ کے لئے اقرار کیا ہے۔ انہی کا میرے لئے اقرار کیا ہے۔ اور انہی صفات سے مجھے متصف کیا ہے۔ مگر اسم نبوت کہ وہ مخصوص ہے آنحضرتؐ سے اور اُن پر ختم۔ غرض سوائے منصوصات یعنی اسم نبوت۔ اباحۃ نساء باقی تمام فضائل میں علیؑ شریک نبیؐ و مثل نبیؐ ہیں۔ جس طرح کہ ہارونؑ جملہ صفات موسوی میں شریک حضرت موسیٰؑ تھے۔ اور اسی واسطے حضرتؐ نے فرمایا ہے۔ "یَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" اے علیؑ تو مجھ سے وہ نسبت رکھتا ہے۔ اور اسی درجے میں ہے۔ جس میں ہارونؑ تھے۔ یعنی اسی طرح سے میری صفات سے متصف میرا وزیر میرا خلیفہ اور میرے امر میں شریک ہے۔ مگر یہ کہ نبوت مجھ پر ختم ہوگئی ہے۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر میرے بعد نبی ہوتا۔ تو تُو بھی مثل ہارونؑ نبی کہلاتا۔ مَابِہِ النُّبُوَّۃ تجھ میں موجود ہے۔ چنانچہ جملہ ثقات آئمہ حدیث مسلم و بخاری و ترمذی وغیر نے اپنی اسانید سے اپنی اپنی صحاح میں سعد بن وقاص وغیرہ سے نقل کیا۔ کہ جنگ تبوک کے موقع پر آنحضرتؐ علیؑ کو اپنے اہل پر خلیفہ بنا کر چھوڑ گئے۔ اس وقت حضرتؑ نے عرض کیا۔ آپ مجھے عورتوں بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ تب آپ نے فرمایا۔ "اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی غَیْرَ اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ"۔ یعنی تم مثل ہارون میرے خلیفہ و قائم مقام ہو۔ اسی وجہ سے کہ وہ جناب تمام فضائل و کمالات اور روحانیت و نورانیت میں مثل نبیؐ ہے۔ خدا نے اس کو نفس رسول قرار دیا ہے۔ فَقَالَ "قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَھِلْ الخ (سورہ آل عمران:۶۱) کہہ دوائے پیغمبر کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو۔ اور ہم اپنی نساء کو بلائیں اور تم اپنی نساء کو۔ اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفسوں کو۔ اور پھر ایک دوسرے کو بددعا کریں۔ اور باتفاق مفسرین انفسنا سے مراد جناب امیرؑ ہیں۔ لیکن انفس بصیغہ جمع آنا اور پھر ضمیر جمع متکلم مع الغیر کی طرف مضاف ہونا ثابت کر رہا ہے۔ کہ یہ سب نفوس قدسیہ ایک دوسرے کا نفس اور نفس واحدہ ہیں۔ اور حسنینؑ اور فاطمہؑ بھی اسی طرح نفس رسولؐ ہیں جس طرح علیؑ۔ اور اسی وجہ سے یہ تینوں بزرگوار بھی مثل پیغمبرؐ آیہ تطہیر میں شامل اور حرمت صدقہ میں شریک اور اسی طرح وہ نفوس جو ان کی صفات سے متصف اور آئینہ جمال محمدیؐ ہیں۔ اور جن کی شان میں خود پیغمبرؐ نے فرمایا ہے۔ "یَا عَلِیُّ اَنْتَ اَخِیْ وَوَصِیِّیْ وَوَارِثِیْ لَحْمُکَ مِنْ لَحْمِیْ وَدَمُکَ مِنْ دَمِیْ وَسِلْمُکَ سِلْمِیْ وَحَرْبُکَ حَرْبِیْ وَالْاِیْمَانُ مُخَالِطُ لَحْمِکَ وَدَمِکَ کَمَا خَالَطَ لَحْمِیْ وَدَمِیْ وَاَنْتَ عَلَی الْحَوْضِ خَلِیْفَتِیْ وَتَقْضِیْ دَیْنِیْ وَتُنْجِزُ عِدَاتِیْ" اے علیؑ تو میرا

بھائی میرا وصی میرا وارث ہے۔ تیرا گوشت میرے گوشت سے ہے۔ اور تیرا خون میرے خون سے ہے۔ اور تجھ سے صلح مجھ سے صلح ہے۔ اور تجھ سے جنگ مجھ سے جنگ ہے۔ اور ایمان تیرے گوشت پوست میں مخلوط ہے۔ جس طرح میرے گوشت پوست میں مخلوط ہے۔ اور تو ہی کل حوض کوثر پر ہی میرا قائم مقام ہوگا۔ تو میرے قرض کو ادا کرے گا۔ اور میرے وعدے پورے کرے گا۔ ملاحظہ ہو کتاب المناقب و ینابیع۔

علیؑ مظہر کامل خداوند جلیل ہے۔

محمدؐ بن الحکیم الترمذی رسالہ فتح المبین کی شرح میں ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے کہا۔ کہ علم کے دس حصے ہیں۔ علیؑ کے لئے نو حصے ہیں۔ اور باقی تمام لوگوں کے لئے باقی دسواں حصہ۔ اور وہ جناب اس دسویں حصے میں بھی اور سب سے زیادہ عالم ہیں۔ اور فرمایا۔ کہ حضرتؑ ایک شب مجھ سے باء بسم اللہ الرحمن الرحیم کی شرح بیان کرنے لگے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اور حضرتؑ شرح سے فارغ نہ ہوئے۔ اس وقت میرا علم اس بحر زخار کے مقابلہ میں مثل فوارے کے معلوم ہوتا تھا۔ اور اس وقت جنابؑ نے فرمایا۔ اگر میرے لئے مسند بچھائی جائے۔ اور میں اس پر بیٹھوں۔ تو اہل توریت کے لئے توریت سے فیصلہ کروں۔ اور اہل انجیل میں انجیل سے۔ اور اہل قرآن میں قرآن سے۔ اسی واسطے صحابہ رضی اللہ عنہم احکام کتاب میں انہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور انہی سے فتاویٰ لیتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے چند مرتبہ فرمایا۔ "لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔" اگر علیؑ نہ ہوتے۔ تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ عالم ترین امت علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ انتہی۔ اور صاحب شرح الکبریت الاحمر فرماتے ہیں۔ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اگر میرے لئے مسند بچھائی جائے۔ تو میں اہل توریت میں توریت سے حکم کروں۔ اہل انجیل میں انجیل سے اور اہل فرقان میں ان کے فرقان سے۔ الحدیث۔

"فَلْيَنْظُرْ اِلٰى جَامِعِيَّتِهٖ بِعِلْمِ خَاتِمِ الرُّسُلِ وَبِعُلُوْمِ شَرَائِعِ الْاَنْبِيَاءِ السَّابِقِيْنَ وَلَيْسَتْ لَهٗ هٰذِهِ الْجَامِعِيَّةُ بِمُطَالَعَةِ كُتُبِهِمْ بَلْ جَامِعِيَّتِهٖ مِنَ الْوِرَاثَةِ وَالْعِلْمِ اللَّدُنِّيِّ وَالْاِلْهَامَاتِ الْاِلٰهِيَّةِ وَهٰذِهِ الْمَرْتَبَةُ لِلْاِنْسَانِ الْكَامِلِ وَهُوَ اٰخِرُ تَنَزُّلَاتِ الْخَمْسَةِ عِنْدَ الصُّوْفِيَّةِ وَالْاِنْسَانُ الْكَامِلُ جَامِعُ جَمِيْعِ الْمَظَاهِرِ الْاِلٰهِيَّةِ وَهُوَ نَبِيُّنَا وَوَارِثُهٗ انتهى۔"

پس اس جناب کا علوم خاتم الرسل اور علوم شرائع جمیع انبیاء سابقین کی جامعیت کو دیکھنا چاہئے۔ اور ان تمام علوم کی جامعیت اور احاطہ ان کو ان کی کتب کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ وراثت روحانی اور علم لدنی اور الہامات الٰہیہ کے ذریعہ سے حاصل ہوا۔ اور یہ انسان کامل کا مرتبہ ہے۔ اور صوفیہ اس کو آخر درجہ تنزلات خمسہ قرار دیتے ہیں۔ اور انسان کامل جامع ہوتا ہے جمیع مظاہر الٰہیہ کو۔ اور وہ ہمارے نبیؐ اور ان کا وارث علیؑ ہے۔ انتہی۔ پس جناب رسول خداؐ جامع جمیع مظاہر الٰہیہ مظہر کامل خداوند عالم ہیں اور علیؑ جامع جمیع اوصاف محمدیؐ اور انسان کامل اور مظہر مطلق خداوند جلیل۔ پس بعد رسولؐ وہ قائم مقام رسولؐ ہیں۔

علیؑ مطاعِ خلق ہے۔

اسی اتحاد ذاتی وصفاتی وتوارث صفات وانصاف باوصاف وتخلق باخلاق نبوی کی وجہ سے اطاعت علیؑ مثل اطاعت پیغمبرؐ فرض و واجب کی گئی ہے۔ وَقَالَ سُبحَانَہٗ وَتَعَالیٰ۔ "اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الاَمرِ مِنکُم" (سورہ النساء:۵۹) یعنی اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو اُس کے رسولؐ کی اور اُن کی جو بعد رسولؐ ولی امور نبوی ومتصرف و مدبر امور الٰہی ہیں۔ جب تک کہ کوئی شخص وارثِ صفاتِ نبوی ونمونہ کمالاتِ خاتمیؐ و آئینہ اوصافِ محمدیؐ نہ ہو۔ اطاعت اس کی مثل اطاعت پیغمبرؐ ہرگز واجب نہیں ہوسکتی۔ پس یہ ولی امر بعد رسولؐ وہ ہیں۔ جو شریک صفات محمدیؐ ونفس رسولؐ ہیں۔ اور اس کی اطاعت بعینہٖ رسولؐ کی اطاعت ہے۔ اور شناخت اولی الامر یہ ہے۔ "تَنَزَّلُ المَلٰئِکَۃُ وَالرُّوحُ فِیھَا بِاِذنِ رَبِّھِم مِن کُلِّ اَمرٍ" (سورہ القدر:۴) ملائکہ اور روح شب قدر میں ان کے پاس ہر ایک امر الٰہی لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ جن پر تمام امور الٰہی کی وحی ہوتی ہے۔ غیر نبی اور امام اور کوئی نہیں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ وحی شرط نبوت وامامت ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ۔ "وَجَعَلنَاھُم اَئِمَّۃً یَّھدُونَ بِاَمرِنَا وَاَوحَینَا اِلَیھِم فِعلَ الخَیرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیتَاءَ الزَّکٰوۃِ وَکَانُوا لَنَا عٰبِدِینَ" (سورہ الانبیاء:۷۳) اور ہم نے اُن کو امام بنایا ہے۔ کہ وہ ہمارے امر سے ہدایت کرتے ہیں۔ اور ہمارا امر ان پر نازل ہوتا ہے۔ اور ہم نے اُن کو ہر فعل خیر اور اقامہ صلوٰۃ واداء زکوٰۃ کی وحی کی ہے۔ بلا ہماری وحی کچھ نہیں کرتے۔ اور وہ ہمارے ہی عبادت گزار ہیں۔ پس صاحبان امر و والیانِ امور و مدبر امور سوائے آئمہ معصومین اہلبیتؑ جو وارثِ صفاتِ نبوی ہیں اور کوئی نہیں ہے۔ وھو المطلوب۔

اور تصرف امری کے سمجھنے کے لئے ملاحظہ ہو آیہ ذیل۔ "اَلنَّبِیُّ اَولیٰ بِالمُؤمِنِینَ مِن اَنفُسِھِم" (سورہ الاحزاب:۶) (نبی مومنین کی جانوں کا خود اُن سے زیادہ مالک اور ان پر متصرف ہے)۔ حتیٰ کہ امر پیغمبرؐ ہر حال میں واجب الاتباع ہے۔ خواہ عبادت خدا اور نماز ہی میں کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ ثابت کیا جاچکا ہے۔ یہ حکم بعد پیغمبرؐ اُولی الامر کے واسطے ہے۔ اور اُولی الامر مثل پیغمبرؐ مومنین کی جانوں کا مالک ہے۔ اور امر اس کا مثل امر پیغمبریؐ ہر حال میں واجب الاتباع ہے۔ نماز کو ترک کرے اور حکم نبیؐ و اُولی الامر بجالائے۔ یہی معنی اُولی الامر کے سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ بعد پیغمبرؐ اُولی الامرؑ نفس رسولؐ ہے۔ کہ حکم اس کا مثل حکم پیغمبرؐ ہے۔ نہ کہ حاکم وبادشاہ۔ یہ ہرگز اُولی الامر نہیں ہوسکتے۔ فتدبر فیہ۔ تفصیل کشف الاسرار میں ملاحظہ ہو۔

علیؑ افضل المرسلین السابقین و خلیفہ ربُّ العالمین ہے۔

بنص آیاتِ کریمہ مثل آیہ شہادت وآیہ نذارت مطلقہ "لِیَکُونَ لِلعٰلَمِینَ نَذِیرًا" (سورہ الفرقان:۱) آیہ میثاق نبیین ثابت ومحقق ہے۔ کہ پیغمبرؐ خاتم النبیین تمام انبیاءؑ سابقین سے افضل ہیں۔ بلکہ تمام ملائکہ وارواح وعقول قادسہ جملہ ماسوی اللہ تحت نبوت مطلقہ خاتم النبیین داخل اور آپ کی امت میں شامل اور آنحضرتؐ تمام اُن فضائل و کمالات کے جامع ہیں۔ جو جملہ انبیاءؑ فرداً فرداً رکھتے تھے۔ اور علیؑ چونکہ نفس رسولؐ اور تمام صفات میں مثل رسولؐ و

آئینہ کمالاتِ رسولؐ ہیں۔ اس لئے وہ بھی تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں۔ لہٰذا آنحضرتؐ نے ایک دن جبکہ حضرت علیؑ باہر سے تشریف لائے فرمایا۔ "مَرْحَبًا بِسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ۔" مرحبا اے سیّد المرسلین وامام المتقین۔ جیسا کہ حافظ ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔ اور امام بیہقی نے فضائل صحابہ میں آنحضرتؐ سے باسناد خود روایت کی ہے۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ "مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى اٰدَمَ فِيْ عِلْمِهٖ وَاِلٰى نُوْحٍ فِيْ تَقْوَاهُ وَاِلٰى اِبْرَاهِيْمَ فِيْ حِلْمِهٖ وَاِلٰى مُوْسٰى فِيْ هَيْبَتِهٖ وَاِلٰى عِيْسٰى فِيْ عِبَادَتِهٖ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْطَالِبْ۔" یعنی جو چاہے کہ علم آدمؑ۔ تقوائے نوحؑ۔ حلم ابراہیمؑ۔ ہیبت موسویؑ اور عبادت عیسویؑ کو دیکھے۔ تو وہ علیؑ بن ابی طالبؑ کو دیکھے۔ کہ جامع جمیع صفات انبیاءؑ ہے۔ پس وہ علمِ معیارِ خلافت جو حضرت آدمؑ رکھتے تھے۔ حضرت علیؑ بھی رکھتے ہیں۔ اور جو علم و تقویٰ و ہیبت و عبادت دوسرے انبیاءؑ میں تھی۔ ان میں بھی ہے مع شے زائد۔ کہ جو صفات خاتمی ہیں۔ اور جس طرح جامع جمیع صفات خاتم النبیینؐ تھے۔ آپ بھی ہیں۔ پس خدا نے اپنے دوسرے خلفاء انبیاء کو خلق کیا ہے۔ اُنہی صفات پر حضرت علیؑ کو خلق کیا۔ پس جس طرح سے خدا نے آدمؑ داوٗدؑ وغیرہما کو اپنا خلیفہ وجانشین قائم مقام اور اپنی صفات کاملہ کا مظہر کامل اور صفات صفاتیہ کا نمونہ بنایا ہے۔ اسی طرح سے علیؑ کو اپنی صفات کمالیہ کا نمونہ وخلیفہ و جانشین بنایا ہے۔ "وَهُوَ خَلِيْفَةُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَوَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" (سورہ نور: ۵۵) پس یہ ہے خلافت الٰہیہ اور یہی ہے خلافت راشدہ۔ یہی ہے خلافت قائمہ وثابتہ الیٰ یوم القیامہ۔ کہ بجعل الٰہی ذریت ابراہیمؑ میں قرار دی گئی ہے۔ "وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ" (سورہ الزخرف: ۲۸) "وَلِذَا قَالُوْا عَلَيْهِمُ السَّلَامُ" "نَحْنُ خُلَفَاءُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ" ہم خدا کی زمین میں اس کے جانشین وقائم مقام ہیں۔ اور خود حضرتؑ اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں۔ "اَنَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَيَعْسُوْبُ الْمُتَّقِيْنَ وَاٰيَةُ السَّابِقِيْنَ وَلِسَانُ النَّاطِقِيْنَ وَخَاتَمُ الْوَصِيِّيْنَ وَوَارِثُ النَّبِيِّيْنَ وَخَلِيْفَةُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔" میں امیر المومنین۔ سردار متقین۔ آیہ سابقین۔ لسان ناطقین وخاتم وصیین ووارث نبیین اور خلیفہ رب العالمین ہوں۔ یہ خلفاء اللہ مثل افضل خلفاء رب العالمین حضرت خاتم النبیین وجہ اللہ۔ ید اللہ ولسان اللہ وجنب اللہ وباب اللہ وکلمۃ اللہ وعین اللہ واذن اللہ ہیں۔ اِس خلافت راشدہ الٰہیہ کو اجماع وشوریٰ عوام الناس و غلبۃ السلطنت سے کوئی تعلق نہیں۔ خلیفہ خدا ہمیشہ خلیفہ خدا ہے۔ خواہ اس کو غلبہ ظاہری حاصل ہو یا نہ ہو۔ اور خواہ اُس کو کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے۔ کوئی اس کو پہچانے یا نہ پہچانے۔ البتہ فصول اربعہ۔ تقدم علم۔ قدرت اور حکم اس کے لئے ہمیشہ ثابت ہے۔ اور اوصاف الٰہیہ ہمیشہ اس سے منعکس ہیں۔ اور خلافت نہیں ہے مگر توارث صفات۔ فَتَفَكَّرُوْا تَدَبَّرُوْا لَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ الْجَاهِلِيْنَ۔

☆......☆......☆
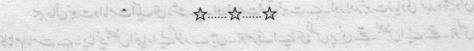
باب سوم

ختم نبوت وخلافت وولایت وامامت

نبوت و امامت ایک ھی سلسلہ ھے۔

بیاناتِ سابقہ میں ضمناً امامت کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے۔ کہ دراصل نبوت وامامت ایک ہی سلسلہ ہے۔ مگر تصریح وتشریح نہیں ہوئی۔ کہ واقعی یہ دونوں ایک ہی سلسلہ اور ایک ہی رشتہ میں ہیں یا جدا جدا۔ آیہ مجیدہ "وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا الخ (سورہ انبیاء:۷۳) "وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا" (سورہ سجدہ:۲۴) شہادت دیتی ہے۔ کہ امامت ونبوت ایک ہی سلسلہ ہے۔ کیونکہ ان آیات میں انبیاءؑ ہی کا ذکر ہے۔ اور انہی کی شان میں فرماتا ہے۔ کہ ہم نے ان کو امام بنایا ہے۔ نیز اعلان امامت حضرت ابراہیمؑ اس کی پوری توضیح وتشریح کرتا ہے کہ نبوت ہی پر ایک عہدے ومنصب کی زیادتی کا نام امامت ہے۔ فقال عزوجل۔ "اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا" (سورہ البقرہ:۱۲۴) اے ابراہیمؑ میں تجھ کو تمام لوگوں کا امام وپیشوا بنانے والا ہوں۔ اور یہ بھی ثابت ہے۔ کہ اس منصب جلیل کا اعلان حضرت ابراہیمؑ کے لئے بعد نبوت ورسالت وخلت ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امامت فوقِ نبوت ایک درجہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ پہلے سے نبی تھے رسول تھے خلیل تھے۔ اس وقت سے امامت مطلقہ کا عہدہ ملا۔ اور یہ خطاب زیادہ کیا گیا۔ اور پیشوائے خلق قرار پائے۔ اور پھر اس منصب جلیل کی حضرتؑ نے اپنی ذریت کے لئے خواہش فرمائی۔ اور عرض کیا۔ "وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ" کیا میری ذریت کو بھی یہ منصب جلیل عنایت کیا جائے گا؟ جواب ملا۔ "لَا يَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِيْنَ" یعنی تمام ذریت میں جو ظالمین ہیں۔ ان کو تو یہ عہدہٗ امامت پہنچ نہیں سکتا۔ ہاں صالحین ومعصومین اس پر فائز ہوں گے۔ اور ظلم دو قسم کا ہے۔ ظلم جلی۔ اور وہ شرک ہے۔ "اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ" (سورہ لقمان:۱۳) ظلم خفی۔ اور وہ ہر ایک معصیت خدا ہے۔ پس حضرتؑ کی ذریت میں سے جو مشرکین وگنہگار ہیں۔ وہ اس عہدے سے خارج ہو گئے۔ اور صالحین کے لئے ہمیشہ کے لئے ثابت۔ یعنی یہ عہدہ مخصوص ہے معصومین سے۔ چنانچہ مطابق قول خدا وجعل الٰہی کہ فعل خدا ہے ایسا ہی ہوا۔ کہ ذریت ابراہیمؑ میں ہمیشہ کچھ معصومین اس عہدے پر فائز ہوتے رہے۔ جیسا کہ آیات مذکورہ "وَجَعَلْنَا هُمْ آئِمَّةً" سے ظاہر ہے۔ جو ذریت حضرت ابراہیمؑ سے ہیں۔ مثل حضرت اسحاقؑ و یعقوبؑ وغیرہما (ملاحظہ ہو سورہٗ انبیاء رکوع ۵۔ تفصیل حصہ دوم میں دیکھنی چاہئے)

بہر حال نبوت وامامت ایک ہی رشتہ ہے۔ اور امامت فوق نبوت ہے۔ اور بعد نبوت زیادتی عہدہ پیشوائی کا نام امامت ہے۔ چنانچہ بعض انبیاء ایسے گزرے ہیں۔ جو صرف اپنے ہی نفس پر نبی تھے۔ بعض ایسے تھے۔ جو کسی

امت پر رسول بھی تھے۔اور بعض رسول اولوالعزم مثل حضرت نوحؑ وابراہیمؑ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ وحضرت خاتمؐ۔اور بعض علاوہ نبوت ورسالت واولوالعزم امام بھی تھے۔مثل حضرت ابراہیمؑ اوران کی ذریت اسحاقؑ ویعقوبؑ وغیرہم۔ خلافت توارث صفات مستخلف کا نام ہے۔اورامامت سیاست عامہ اور یہ نہیں ثابت ہوتی مگر بفصول اربعہ تقدم فی الوجود۔علم۔قدرت اور حکم سے۔جیسا کہ باب خلافت میں بھی ثابت کیا جاچکا ہے۔اوراسی آیت امامت حضرت ابراہیمؑ سے ثابت ہے۔اور حضرت ابراہیمؑ میں یہ چاروں فصول موجود تھیں۔اوران صفات سے متصف تھے۔ ماموین پر تقدم فی الوجود بھی رکھتے تھے۔کہ تمام ان لوگوں پر بھی امام تھے۔جواس وقت کتم عدم ہی میں تھے۔اور علم بھی۔قدرت بھی اور حکم بھی۔جیسا کہ حالات وواقعات ابراہیمیؑ سے روشن وآشکارا ہے(یہاں ان کی تفصیل کا موقع نہیں۔کشف الاسرار میں مفصل بیان کیا گیا ہے)۔"فَالْاِمَامَةُ رِيَاسَةٌ عَامَّةٌ مِنْ حَيْثُ التَّقَدُّمِ وَالْعِلْمِ وَالْقُدْرَةِ وَالْحُكْمِ۔" امامت ریاست عامہ ہے بلحاظ تقدم وعلم وقدرت وحکم۔امام نہیں ہوتا مگران اوصاف سے۔ اور یہی امامت منصوصہ الہیہ ہے۔کہ بجعل الٰہی ونبص الٰہی ثابت ہوتی ہے۔"وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً"(سورہ انبیاء:۷۳)"وانی جاعلك للناس اماما"(سورہ البقرہ:۱۲۴) وَجَاعِلُ صَالِحِي ذُرِّيَّتِ اِبْرَاهِيمَ اَئِمَّةً اور اس کو لوگوں کے مشورے۔اجماع اور غلبہ وسلطنت سے کوئی تعلق نہیں۔کس کے اجماع سے حضرت ابراہیمؑ امام ہوئے تھے۔کس نے مشورہ دیا تھا۔اور کن پر غلبہ وسلطنت ظاہر یہ حضرتؑ کو حاصل تھی؟صرف نص تھی۔مگر نص الٰہی قولاً وجعل الٰہی فعلاً۔نہ نص ہمہ وشما۔اس بیان سے کہ امامت فوق نبوت ہے۔اور نبوت کے بعد ایک درجہ ہے۔ ثابت ہوا کہ ہرایک امام ایک نبی سے افضل ہے۔جو نبی بھی ہے اور امام بھی۔وہ اس سے افضل ہے جوصرف نبی ہو۔اوراسی طرح سے جوشخص نبی بھی ہواور امام بھی ہو۔وہ اس سے افضل ہے جوصرف امام ہو۔اور نبی مطلق افضل ہے نبی جزئی سے۔اسی طرح امام مطلق افضل ہے امام جزئی سے۔اور نہ ہر نبی امام ہے نہ ہر امام نبی۔بعض صرف نبی ہیں۔امام نہیں۔اور بعض امام ہیں۔نبی نہیں۔اور بعض نبی بھی ہیں اور امام بھی۔حضرت رسول مقبولؐ نبی مطلق بھی ہیں۔رسول مطلق بھی ہیں۔امام مطلق بھی اور ولی مطلق بھی۔اور وہ جملہ انبیاءؑ وآئمہؑ سے افضل ہیں۔اور آنحضرتؐ کے وارث آئمہ اہلبیتؑ مثل آنحضرتؐ امام مطلق میں ولی مطلق ہیں۔مگر بنص قرآن وحدیث نبی ورسول نہیں ہیں۔پس وہ نہ آنحضرتؐ کے بالکلیہ مساوی ہیں اور نہ افضل۔ہاں اور جملہ انبیاءؑ واوصیاءؑ وآئمہؑ سے افضل ہیں۔کیونکہ وہ امام مطلق وولی مطلق بھی ہیں۔اور سابقین صرف نبی جزئی۔فتدبر فیہ۔

امامت مطلقہ

ذریت ابراہیمؑ میں سے نسل حضرت اسمٰعیلؑ میں یہ عہدہ اوّل اوّل حضرت خاتم النبیین کو پہنچا۔کیونکہ اولاد حضرت اسمٰعیلؑ میں آپ کے بعد سوائے جناب محمد مصطفیٰؐ اور کوئی نبی نہیں ہوا۔پس اولاد اسمٰعیلؑ میں آپ ہی اوّل امام ہیں۔مگر چونکہ انبیاء بنی اسرائیل ودیگر تمام انبیاءؑ انبیاء جزوی تھے۔اوران کی رسالت ونبوت محدود تھی۔ایک خاص ملک یا خاص قوم کے واسطے۔اس لئے وہ امام وپیشوا بھی اسی قوم کے تھے۔مگر خاتم النبیینؐ کی نبوت چونکہ نبوت مطلقہ

ہے۔اور تمام عوالم یعنی ماسوئ اللہ پر مبعوث، ونذیر ہیں۔اس لئے آپ کی امامت ورسالت بھی مطلقہ کلیہ ہے۔اور آپ پیشوائے کل حتیٰ کہ تمام انبیاء کے بھی پیشوا ہیں بنص آیت شہادت ومیثاق وغیرہما۔اوراسی واسطے آپ نے فرمایا ہے۔"اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَہٗ تَحْتَ لِوَائِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ" روز قیامت آدمؑ اوران کے ماسوئ سب میرے لوائے احمد کے نیچے ہوں گے۔اور آپ مقامِ محمود پر فائز۔"عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا"(سورہ بنی اسرائیل:۷۹)

پس حضرت ختمیٔ مرتبت نبی بھی ہیں رسول بھی ہیں اولوالعزم بھی ہیں ولی بھی ہیں۔اورامام کل بھی ہیں۔لیکن بنص قرآن آپ خاتم النبیینؐ بھی ہیں۔اور نبوت آپ پر ختم ہے۔اس لئے آپ کے بعد کسی پر لفظ نبی کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں کہلاسکتا۔اوراگر کوئی اس نام کا مدعی ہو۔اوراس کواختیار کرے۔وہ منکر قرآن و منکر رسالت خاتم النبیینؐ ہے۔کیونکہ اگر خاتمِ اسم وصفی لیا جائے۔تب بھی معنی یہ ہیں۔کہ آپ نے انبیاء کوختم کر دیا۔اور نبیین آپ پر ختم ہو گئے۔اور بعد آپ کے کوئی نبی نہ آئے گا۔اور خاتم اسم لیا جائے۔اور یعنی "مَا یُخْتَمُ بِہٖ" ہے۔تو بھی یہی مطلب ہے۔کہ بعد آپ کے کوئی نبی نہ آئے گا۔کیونکہ جب صاحب خاتم (مہر) خود آگیا۔تو اس کے بعد کون آسکتا ہے۔دراصل وہی مہر نبوت سے ممتاز کر کے بھیجتا تھا۔اوراگر خاتم بمعنی مصدق لیا جائے۔تو بھی یہی مطلب ہے۔کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔کیونکہ آپ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے۔اور نبیین جمع ہے۔اورکل افراد انبیاء کو بقاعدہ اطلاق لفظ شامل ہے۔اور پھر جمع پر ال استغراق داخل ہوکر تمام افراد انبیاء کو بطور حصر شامل کرتا ہے۔اور مطلب یہ ہے۔کہ جتنے بھی نبی ہیں۔سب کے مصدق اور تصدیق کنندہ یہ پیغمبر خاتم النبیینؐ ہے۔اور ہر ذی عقل جانتا ہے۔کہ یہ صفت اس شخص پر صادق آسکتی ہے۔جوان سب انبیاءؑ کے بعد آئے۔جن کا مصدق ہے۔اوراس لئے یہ وہ شخص ہوگا۔جو یقیناً آخری نبی ہو۔اوراس کے بعد اور کوئی نبی نہ ہو۔کیونکہ اگراس کے بعد بھی کوئی نبی ہو۔تو وہ اس کا مصدق نہ ہوگا۔اوراس لئے لفظ خاتم النبیین کا اطلاق غلط ہو جائے گا۔اور کلام خدا ناقص۔پس وہ جناب سب کے مصدق اور سب کے آخر میں ہیں۔اور آپؐ کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہے۔تمام انبیاءؑ آپ کے مبشر ہیں۔اور آپؐ سب کے آخری اور مصدق (تفصیل حصہ سوم میں دیکھو)۔

اگر خاتم النبیین کے یہ معنی لئے جائیں۔کہ وہ شخص جو منتہائے ترقی نبوت پر پہنچا ہوا ہو۔اس کے فوق کوئی درجہ ممکن کے لئے باقی نہ ہو۔تو وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔اوراس کے اوپر کوئی درجہ نہیں ہے۔تو بھی یہی مطلب ہے۔کہ آپ کے بعد اور کوئی اس عہدے پر فائز نہیں ہوسکتا۔کیونکہ اس سے فوق کوئی عہدہ نہیں ہے۔جو اس کے بعد دیا جائے۔نبوت منتہائے ترقی انسانی ہے۔اور ختم نبوت منتہائے ترقی نبوت۔اور صاحب ختم مقام قاب قوسین او ادنیٰ پر پہنچا ہوا۔کہ منتہائے ترقی امکان ذاتی واتصال بوجوب غیری ہے۔کیونکہ قاب قوسین منتہائے تو اس امکان ذاتی کا مقام ہے۔اوراوادنیٰ اتصال وجوب غیری۔اوراس سے فوق مرتبہ واجب الوجود ہے۔پس بعد حاصل ہو جانے اس مرتبہ کے کوئی اس منصب جلیل پر فائز نہیں۔کہ بعد اس کے ممکن کے لئے کوئی درجہ نہیں ہے۔اور بعد کامل کے تکمیل نوعِ انسانی کے لئے ناقص کا آنا غیر معقول وقبیح وبدیہی البطلان ہے۔بعد اس خاتم النبیینؐ کے جس کا مقام

وجوب غیری ہے۔اور فوق اس کے مقام واجب الوجود و مرتبہ ربوبیت والوہیت۔اگر کوئی دعوے کرے۔تو دعوئے خدائی و ربوبیت والوہیت واجب الوجودی کرے نہ دعوئے نبوت۔پس مدعی نبوت بعد ختم رسالت کاذب و مفتری ہے۔اور ان آثمین و مفترین و افاکین و کاذبین و اولیاء شیاطین سے ہے۔جن کی شان میں آیا ہے۔"اِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰی اَوْلِیَآئِھِمْ۔"(سورہ انعام:۱۲۱) بتحقیق کہ شیاطین اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں۔"وَیُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَکْثَرُھُمْ کَاذِبُوْنَ۔"(سورہ شعراء:۲۲۳) وہ ان کے کانوں میں پھونکتے اور القاء کرتے رہتے ہیں۔اور اکثر ان میں سے جھوٹے ہوتے ہیں۔ہاں کبھی کبھی جہال کو دام تزویر میں پھنسانے کے لئے سچی بھی نکل آتی ہیں۔اور شیاطین ٹھیک القاء کرتے ہیں۔"وَھَلْ اُنَبِّئُکُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیَاطِیْنُ۔"(سورہ شعراء:۲۲۱) کیا ہم خبر دیں۔کہ کس پر شیاطین نازل ہوتے ہیں؟"تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ۔"(سورہ شعراء:۲۲۲) شیاطین نازل ہوتے ہیں ہر مفتری کذاب گنہگار پر۔پس وہ اپنے دعوے میں تو سچا ہے۔مگر وحی وحی شیطانی ہے نہ وحی رحمانی۔اور اسی واسطے اکثر کاذب ہوتی ہے۔وحی رحمانی مخصوص ہے بروح قدس نبوتی و اماَمتی۔جس پر انبیاءؑ و آئمہؑ فائز ہوتے ہیں۔اور وہ روح یہ روح خاص ہے۔"وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُوْحِیْ۔"(سورہ ص:۷۲)"وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔"(سورہ البقرا:۸۷)"وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ"(سورہ المجادلہ:۲۲)"یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ۔"(سورہ المومن:۱۵) خدا اپنے عالمِ امر سے ایک روح اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے القاء کرتا ہے۔تاکہ اس روح کے ذریعہ سے روزِ قیامت سے ڈرائے۔جس کو یہ روح عطا ہوتی ہے۔وہ نبی ہوتا ہے۔بلا اس روح قدسی و روح نبوتی نبی ہر گز بشیر و نذیر نہیں ہو سکتا۔اور وہ حق خاتمؐ فرماتا ہے۔"وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔"(سورہ الشوریٰ:۵۲)۔"اسی طرح سے اے پیغمبرؐ ہم نے تجھ کو ایک رُوح اپنے امر سے عطا کی ہے۔تو نہیں جانتا تھا۔کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان۔لیکن ہم نے اُس کو نور بنایا ہے۔اور اسی کے ذریعہ سے ہم جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔اور اے پیغمبرؐ تو ہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔

جو شخص یہ روح رکھتا ہے وحی رحمانی اُس پر نازل ہوتی ہے۔ورنہ وحی شیطانی۔اور چونکہ یہ روح قدسی ابتداء سے اس کے وجود میں ہوتی ہے۔نہیں بلکہ یہی روح نبی ہے۔اس لئے اس کے لئے طفولیت و کہولیت و شیخوخت سب مساوی ہیں۔اور ولادت ہی سے آثار نبوتی اس سے نمایاں ہوتے ہیں۔اور اسی سے وہ پہچانا جاتا ہے۔کہ صاحب روح نبوتی و روح قدس ہے۔وَقَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ۔"اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا"(سورہ مریم:۳۰) میں بندۂ خدا ہوں۔خدا نے مجھے کتاب وجودی یعنی علم دیا ہے۔اور نبی بنایا ہے۔"فَالنَّبِیُّ نَبِیٌّ وَلَوْ کَانَ صَبِیًّا" اور اسی قدر بیان جھوٹی اور سچی نبوت میں تمیز کرنے کو کافی ہے۔اور نیز معنی ختم نبوت کے سمجھانے کو۔اس سے زیادہ تفصیل کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔

غرض نبی اسم خاص ہے ایک خاص شخص کے لئے ایک زمانہ محدود کے واسطے۔ اور یہ ایسا اسم ہے۔ جو خدا پر صادق نہیں آتا۔ بندگانِ خدا ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اور یہ اسم حضرت ختمی مرتبت جناب محمد مصطفیٰؐ پر ختم ہے۔ بعد آنحضرتؐ کسی پر اس کا اطلاق صحیح نہیں۔ لیکن ولایت ایک ایسی صفت ہے۔ جس سے ذات واجب الوجود بھی متصرف وولی امور و مدبر امور ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ اس لئے مظہر ولایت کا بھی ہمیشہ موجود رہنا ضروری ہے۔ اور معلوم ہے۔ کہ مظہر ولایت خدائی اوّل پیغمبر خاتم النبیینؐ ہے۔ اور وہ اس صفت سے متصف۔ لہٰذا اوصیاء پیغمبرؐ و خلفاء پیغمبرؐ و جانشین پیغمبرؐ و قائم مقام پیغمبرؐ ہمیشہ اس صفت ولایت سے متصف ہیں۔ اور ولایت اہلبیتؑ نبوی و ذریت نبوی (جو کہ جانشین نبی و آئینہ صفات صفات نبوتی ہیں) میں ہمیشہ باقی اور ہمیشہ ان میں سے ایک ولی امور و صاحب الامر کا وجود ضروری ہے۔ اِس وجہ سے آیہ ولایت میں خداوند عالم نے تیسرے درجہ کے اولیاء کا ذکر بصیغہ جمع کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ "اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ" (سورہ المائدہ: ۵۵) اور رکوع کے معنی ہم بتلا چکے ہیں۔ اور اشارہ کر چکے ہیں۔ کہ راکعین یہی جماعت خاصہ اولیاء اللہ ہے۔ جو امت وسط اور خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہے۔ اور عطاء انگشتری درحالت رکوع ان اولیاء اللہ کی شناخت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی یہ اولیاء اللہ یہ جماعت اہل بیتؑ ہے نہ اور کوئی۔ اور یہ فضیلت خاص پیغمبرؐ اور اہل بیت پیغمبرؐ ہی سے مخصوص ہے۔ چنانچہ بعض علماء محققین نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ ازمنہ سالفہ اور امم سابقہ میں لفظ ولی کا استعمال نہ تھا۔ یہ قرآن ہی میں مذکور ہے۔ اور اس امت میں یہ خطاب آیا ہے۔ اور اس پر محمدؐ و آل محمدؐ ہی فائز ہوئے ہیں۔ اور ولایت مطلقہ انہی پر ختم ہے (دیکھو ینابیع)۔ تفصیل تحقیق حصہ دوم میں ملاحظہ ہو۔

اس طرح نبوت ختم ہوگئی۔ مگر مابہ النبوۃ کہ کتاب ہے بجعل الٰہی ذریت ابراہیمؑ میں باقی ہے۔ "وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ" (سورہ العنکبوت: ۲۷) اور اسی طرح امامت ذریت ابراہیمؑ میں بجعل الٰہی ہمیشہ قائم ہے۔ اور بعد رسولؐ ذریت و عترت رسولؐ جو ذریت ابراہیمؑ و اولاد اسمٰعیلؑ ہے امام حق ہے۔ "وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ" پس اوصیاء رسولؐ و خلفاء رسولؐ و قائم مقامان رسولؐ و وارثِ صفات نبوتی و آئینہ جمالِ محمدیؐ ولایت و امامت مطلقہ ابراہیمؑ و محمدیؐ میں خلیفہ رسولؐ اور اس کے جانشین ہیں۔ اور مثل رسولؐ پیشوائے کل و امام مطلق اور تمام انبیاء سابقین سے افضل۔ وَلِذَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ "اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ" حسنؑ اور حسینؑ تمام جوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں۔ خواہ ان میں انبیاء ہوں یا غیر انبیاء۔ یہی امامت امامت حقہ الٰہیہ ہے اور یہی خلافت راشدہ۔ اور اسی کا استحقاق خلفاء رسولؐ و اہل بیت رسولؐ کے لئے ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ لفظ امام و خلیفہ تو بیشمار لوگوں پر بولا جاتا ہے۔ ہر مسجد کا ملا امام مسجد کہلاتا ہے۔ ہر ایک علم کا ماہر امام علم و فن کہلاتا ہے۔ اور اسی لئے ہزاروں امام ہیں۔ اور ایک امام وہ بھی ہیں۔ جن کی شان میں خدا فرماتا ہے۔ "وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ" (سورہ قصص: ۴۱) ان کو امام بنایا گیا ہے۔ درآنحالیکہ وہ لوگوں کو آتش

جہنم کی دعوت دے رہے ہیں۔ یہی وہ امام ہیں۔ جو حامل وحی شیطانی ہیں۔ ہم ان آئمہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ اگر کوئی ایسی امامت کا مدعی ہے۔ تو اس کو مبارک ہو۔ مگر امامت حقہ الٰہیہ ذریت ابراہیمؑ کے معصومین صالحینؑ و ارثانِ اوصافِ خاتم النبیینؐ سے مختص و مخصوص ہے۔ اور وہی اس ولایت و امامت میں جانشین رسولؐ و خلیفہ خدا ہیں۔ اور یہی خلافت راشدہ الٰہیہ ہے۔ نہ وہ جو چند لوگوں کے مشورے سے ہو۔ جیسا کہ آئندہ ذکر کریں گے۔ خلفاء رسولؐ ولایت و امامت میں قائم مقام و جانشین رسولؐ ہیں۔ نہ نبوت میں۔ نبی کا ان پر اطلاق ہرگز صحیح نہیں۔ اِن بیانات سے مثل روزِ روشن ہویدا و آشکارا ہے۔ کہ اِس خلافت الٰہیہ و خلافت مطلقہ نبویہ پر صرف علیؑ و اولادِ علیؑ فائز ہیں نہ اور کوئی۔ وھو المقصود۔ "وَهُمْ خُلَفَاءُ اللّٰهِ فِي أَرْضِهٖ وَحُجَجَهٗ عَلٰى عِبَادِهٖ فِي بِلَادِهٖ"

آیہ استخلاف و خلافت خلفاء رسولؐ

قَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی۔ "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ" (سورہ النور: ۵۵)۔

''اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں۔ اور نیک کام کئے ہیں۔ کہ ضرور اللہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو اس نے خلیفہ بنایا۔ اور ان کو اس دین پر پوری پوری قدرت و تمکین عطا کرے گا۔ جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ اور اس سے خوش ہے۔ اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ کہ پھر وہ خالص خدا کی عبادت کریں گے۔ اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں گے۔ اور جو شخص بعد اس کے کفران نعمت کرے۔ پس وہی فاسق ہے۔''

یہ آیہ مبارکہ اہل اسلام میں بڑی معرکۃ الآراء ہے۔ اور بہت کچھ بحث و مباحثے اس پر ہوتے رہتے ہیں۔ مناسب ہے۔ کہ اس کی معتد بہ تشریح کی جائے۔ اس آیت سے اوّل بلا کسی تفسیر و تاویل کے چند باتیں ثابت ہیں۔ اوّل اس میں وعدۂ الٰہی ہے۔ اور "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ" (سورہ آل عمران: ۹) خدا کبھی وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ پس ضرور یہ وعدہ ایک دن پورا ہوگا یا ہو چکا۔ دوم یہ وعدہ خاص مومنین اہل اسلام سے ہے۔ کسی اور کے لئے نہیں ہے۔ سوم ایمان کے ساتھ اعمال صالح بھی شرط ہیں۔ گویا غیر صالحین اس وعدے سے خارج ہیں۔ فاسق۔ فاجر۔ گنہگار اس بشارت کے مصداق نہ ہوں گے۔ چہارم وعدہ وعدۂ خلافت ہے۔ اور ایسی خلافت جو پہلے بھی کچھ لوگوں کو دی جا چکی ہے۔ پنجم یہ ایک خدا کی طرف سے خوشنودی کا پروانہ ہے۔ اس لئے ضرور یہ خلافت کوئی ایسی شئے ہے۔ جس سے مومنین ہی مخصوص ہوں۔ نہ کہ ایسی چیز جس میں مومن کافر و مشرک و موحد سب شریک ہوتے ہیں۔ ششم اس میں یہ بھی وعدہ ہے کہ ان کو خدا ان کے دین پسندیدہ پر ضرور قدرت دے گا۔ کہ اس کو آسانی سے بجالائیں اور جاری کریں۔ اور کوئی روک ٹوک مانع و عائق باقی نہ رہے۔ ہفتم یہ کہ ان کے خوف کو

امن سے بدل دیا جائے گا۔ پس وہ لوگ جو اس کے مستحق ہیں۔ ایک مدت تک خوف کی حالت میں بسر کریں گے۔ پھر ان کو امن نصیب ہوگا۔ اور خوف بالکل مرتفع ہو جائے گا۔ ہشتم اُس وقت میں خدا کی خالص عبادت بے لوث۔ بے ریا۔ بے خوف ہوگی۔ اور شریک بالکل دُنیا سے مٹ جائے گا۔

اب اس میں چند امور غور طلب ہیں۔ اوّل یہ وعدہ کس کے لئے ہے۔ اور اس کے مصداق کون ہیں۔ دوم وہ وعدہ پورا ہو گیا......یا......ہوگا؟ سوم اس خلافت سے کیا مراد ہے۔ اور معنی خلافت یہاں کیا ہیں۔ چہارم یہ لوگ کس کے خلیفہ و جانشین ہوں گے۔ پنجم پہلے وہ لوگ کون ہیں۔ جن کو ایسی خلافت دی گئی۔ ششم ان کو تمکین بر دین۔ تبدیل امن اور رفع شرک مطلق حاصل ہوا یا نہیں۔ ان امور کے حل ہونے سے آیت بالکل صاف ہو جائے گی۔

معانی خلافت کے بیان ہونے اور سمجھ جانے کے بعد اس میں ذرا بھی شبہ باقی نہیں رہتا۔ کہ خلافت جو باعث فخر و ناز مومنین ہو سکتی ہے اور قابل بشارت ہے۔ وہ ہی خلافت الٰہیہ ہے۔ جس کے معنی اتصاف باوصاف الٰہی ہیں۔ اور جس پر ملائکہ آسمان پر رشک کرتے ہیں۔ کیونکہ نہ تو محض بادشاہت چندروزہ دنیا ایسی شئے ہے۔ جس سے خدا مومنین کو بشارت دے۔ کیونکہ یہ خاص مومنین سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ کافرین مشرکین و ملحدین منکر خدا اس سے بمقابلہ مومنین بہت زیادہ متمتع ہوتے رہتے ہیں۔ "وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ" (سورہ البقرا: ۲۴۷) بادشاہت تو جس کو خدا چاہے دے دیتا ہے۔ اس میں ایمان کی شرط نہیں ہے۔ اور نہ خلافت کے یہ معنی کہ (جو کسی امت کے بعد آئے۔ اور اس کی جگہ آباد ہو۔ وہ خلیفہ کہلاتا ہے) مومنین سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ اس میں بھی مومن و کافر سب مساوی ہیں۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور اس لئے یہ ہرگز بشارتِ مومنین کا موجب نہیں ہو سکتی۔ اور نہ یہ خلافت وہ خلافت ہے۔ کہ جو ہر ایک بیٹا اپنے باپ سے اور باپ کے بعد پاتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں بھی مومن و کافر و مشرک و ملحد سب مساوی ہیں۔ ہر ایک بیٹا اپنے باپ کا خلیفہ ہے۔ بہر حال وہ خلافت جس سے خاص مومنین اور وہ بھی مومنین صالحین کو بشارت دی جائے۔ اور وعدہ کیا جائے۔ اور ان کے لئے باعث فخر و مباہات ہو۔ وہی خلافت ہو سکتی ہے۔ جس کا اعلان حضرت آدمؑ کے لئے کیا گیا تھا۔ اور جس کی خواہش میں ملائکہ مقربین محاجہ کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اور جس کی آتش حسد میں آج تک شیاطین جل رہے ہیں۔ اور وہی باعث اختلاف واصل اختلاف بنی آدم و بنی جان ہے۔ یعنی توارث صفات و اتصاف باوصاف الٰہی۔ اور حکومت و بادشاہت جس کے تحت میں داخل ہے۔ یہی معنی "کما استخلف الذین من قبلھم" (سورہ النور: ۵۵) کی تشبیہ سے واضح ہیں۔ کیونکہ خدا مومنین و صالحین کو یہ ہرگز بشارت نہ دے گا۔ کہ جس طرح دنیا میں تم سے پہلے کفار و فجار مالک زمین و بادشاہ بنائے گئے ہیں مثل فرعون۔ نمرود۔ شداد و بخت نصر وغیرہم۔ اسی طرح تم کو بھی خدا بادشاہ بنانے والا ہے۔ بلکہ یہ بشارت دے گا۔ کہ جس طرح تم سے پہلے ہم نے اپنے بندگان صالحین انبیاء علیہم السلام اجمعین کو یہ منصب جلیل عطا کیا تھا۔ اسی طرح تم کو بھی دیا جائے گا۔ کیونکہ انبیاء کی صفت صالحین ہے۔ "كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ" (سورہ انعام: ۸۵) پس صالحین آخرین کو وہی دیا جائے گا۔ جو صالحین اوّلین حضرت آدمؑ و داؤدؑ

وغیرہما کو دیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں خدا نے یہاں پہلی خلافت سے تشبیہ دی ہے۔ کہ جیسی پہلی دی گئی ہے۔ ایسی ان کو دی جائے گی۔ تو ضرور ہے۔ کہ مشبہ بہ کا ذکر بھی ہو۔ ورنہ مطلب واضح نہ ہوگا۔ اور کلام ناقص رہے گا۔ لہٰذا ہم دیکھیں۔ کہ قرآن میں کونسی خلافت کا ذکر ہے۔ تا کہ تشبیہ صحیح ہو اور معنی آیت درست۔ ظاہر ہے۔ کہ قرآن میں جس خلافت کا ذکر ہے۔ وہ وہی خلافت الٰہیہ ہے۔ جس کو ہم ثابت کر چکے ہیں۔ اور وہی خلافت قابل بشارت ہے نہ بادشاہت۔ بادشاہت اور چیز ہے اور خلافت اور شے۔ ملک (بادشاہ) اور ہے اور خلیفہ شے دیگر۔ پس یہ خلافت ضرور خلافت الٰہیہ ہی ہے۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ یہ خلیفہ خدا کے خلیفہ و جانشین ہوں گے نہ کسی اور کے۔ اور نہ محض خلیفہ رسولؐ۔ کیونکہ پیغمبرؐ خود اس وعدے میں شریک ہے۔ اوّل المومنین واصل ایمان و افضل الصالحین وسید المرسلین ہے۔ بنا بریں مطلب یہ ہوا۔ کہ خدا وعدہ کرتا ہے۔ کہ مومنین صالحین اہل اسلام کو (جیسا کہ "منکم" سے ظاہر ہے) اپنا خلیفہ و جانشین بناؤں گا۔ جس طرح کہ آدمؑ و داؤدؑ وغیرہما کو بنایا گیا تھا۔ اور جب خلافت کے معنی معلوم ہوگئے۔ کہ خلافت الٰہیہ اسی سے مراد ہے۔ اور معنی خلافت الٰہیہ توارث صفات واتصاف باوصاف ہیں۔ تو یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ مومنین صالحین میں سے جو اوصاف خداوندی سے متصف اور اس کی صفات کے مظہر ہیں وہی خلیفہ خدا اور اس بشارت کے مستحق اور اس وعدے کے مصداق ہیں۔

اور یہ مسلم و محقق ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اوّل المسلمین واکمل المومنین وافضل الصالحین جناب خاتم النبیین ﷺ الطاہرینؑ ہیں۔ اور وہی مظہر کامل خداوند ربّ العالمین۔ پس اس خلافت کے مصداق اوّل و بالذات وہی جنابؐ ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ کامل نمونہ اوصاف و کمالات الٰہی ہیں۔ خدا اپنی صفات سے ان کو متصف فرماتا ہے۔ اور ان کے افعال کو اپنے افعال قرار دیتا ہے۔ اور یہی معنی خلافت ہیں۔ جن کو آنحضرتؐ کے لئے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ اور بعد ازاں اس کا مستحق باستحقاق حقیقی واقعی وہ ہے۔ جو مظہر اوصاف محمدیؐ وآئینہ کمالات نبویؐ ونفس نبیؐ ہے۔ اور وہ غیر از علیؑ ابن ابیطالبؑ اور کوئی نہیں ہوسکتا ہے۔ پس دوسرا خلیفہ بعد نبیؐ وہی بزرگوار ہے۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور بعد ازاں جو اس نور کے ٹکڑے اور اس آفتاب ہدایت کی شعاعیں اور اس کے اجزاء (اولاد) مالک وارث صفات اب وجد ہیں۔ وہ اس کے مصداق وخلفاء اللہ ہیں۔ وھوالمطلوب۔

اِس مطلب کو ہم دوسرے لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ تا کہ خوب واضح ہو جائے۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ وعدہ مومنین اور مومنین میں سے صالحین سے ہے۔ اب دو حال سے خالی نہیں۔ کہ یا تو وعدہ خلافت بالاستحقاق ہے یا بالتفضل۔ یعنی یا تو خدا بوجہ ان کے استحقاق کے ان کو خلیفہ بنائے گا یا محض اپنے تفضّل سے بلا کسی استحقاق کے۔ اگر پہلی صورت ہے۔ کہ بالاستحقاق خلیفہ بنائے گا۔ تو سب سے پہلے مستحق خلافت وہی ہے۔ جو سب سے کامل الایمان ہے۔ اور بلا شک و شبہ سب سے کامل الایمان بلکہ اصل ایمان وعین ایمان وحقیقت ایمان ذات قدسی صفات حضرت ختمی مرتبتؐ ہے۔ پس وہی بالاستحقاق خلیفہ و جانشین خدا ہے۔ اور اگر بالفرض خلافت سے مراد خلافت دنیاوی یعنی حکومت مراد لیں۔ تب بھی وہی بادشاہ برحق ہے۔ خواہ کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے۔ اور یہی

گفتگو صالحین میں ہے۔ کہ مستحق خلافت وہ ہے۔ جو صالح تریں مردم ہے۔ اور وہ ذات پاک محمدیؐ ہے۔ کیونکہ صالحین صفت انبیاءؑ ہے۔ اور آنحضرتؐ سیّدالانبیاءؑ۔ پس آپ ہی سیّد الصالحین و افضل الصالحین اور آپ ہی بالاستحقاق مالک و وارث خلافت اور اس وعدے کے مصداق۔ اگر دوسری صورت ہے۔ یعنی یہ وعدۂ خلافت بالتفصل ہے۔ تب بھی اوّل وہی اس کا مصداق ہے۔ جو سب سے ایمان و اعمال میں افضل ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ "وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ" (سورہ ھود:۳) ہر صاحب فضیلت کو اس کا فضل عطا کرتا ہے یا اپنے تفضّل خاص سے ممتاز فرماتا ہے۔ لہٰذا مستحق تفضّل بھی اوّل صاحب فضیلت ہی ہے۔ اور وہ ذاتِ محمدیؐ ہے۔ "ثم الافضل فالافضل۔" کیونکہ ترجیح بلامرجح تفضیل مفضول برفاضل قبیح ہے۔ "وَإِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ۔" (سورہ اعراف:۵۶) رحمت رحمانیہ خدا ہر نیک و بد و مشرک و موحد مومن و منافق و مسلم و کافر کو شامل ہے۔ بلکہ ہر شے کو محیط۔ "رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ" لیکن رحمت رحیمیہ خاصہ مومنین صالحین و محسنین سے مخصوص ہے۔ پس تفضّل الٰہی و رحمت خدائی اوّل المحسنین و افضل الصالحین و صالح المومنین ہی سے مخصوص ہوگی۔ ورنہ فعل خدا خلافت قولِ خدا ہوگا۔ اور یہ محال ہے۔ پس افضلین کے ہوتے غیر افضلین کو یہ منصب ہرگز نہیں دیا جاسکتا۔ اور اسی پر تفضّل اعمال صالحہ کو قیاس کر لینا چاہئے۔ یعنی افضل المومنین و افضل الصالحین ہی مستحق خلافت ہے۔

پس بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستحق خلافت استحقاقی وہی بزرگوار ہے۔ جو بعد پیغمبرؐ افضل امت ہے۔ وہ جو اوّل المومنین و کامل الایمان و افضل الصالحین ہے۔ اور وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ کہ جو سب سے پہلے رسولؐ پر ایمان لایا۔ یعنی تصدیق فرمائی۔ اور جس کی صفت "لَمْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ أَبَدًا" ہے۔ کہ ایک چشم زدن کے واسطے اس نے شرک نہیں کیا۔ اور کوئی عمل صالح اس سے نہیں چھوٹا۔ پس بعد پیغمبرؐ اوّل مستحق خلافت وہ ہے۔ نہ کہ وہ لوگ جو مدت شرک میں مبتلا رہے ہوں۔ بہت سے اعمال صالحہ ان سے فوت ہوئے ہوں۔ کیونکہ ترجیح بلامرجح و تفضیل مفضول برفاضل قبیح و محال ہے۔ لہٰذا جب معیار استحقاق خلافت ایمان و عمل صالح ہے۔ تو ضرور اوّل مستحق وہی ہے۔ جو ایمان و عمل صالح میں سب سے افضل ہے۔ اور وہ بعد رسولؐ غیر از علیؑ کوئی نہیں۔ جو نفس رسولؐ و آئینہ اوصاف نبویؐ ہے۔

دوسرے لفظوں میں کمال ایمان موقوف ہے کمال علم پر۔ اور علم میں بعد پیغمبرؐ مثل علیؑ کوئی نہیں۔ کہ بابِ علم نبویؐ ہے۔ اور در باب ایمان و معرفت خود فرماتا ہے۔ "لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ يَقِينًا" اور حافظ ابونعیم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِلَّا وَعَلِيٌّ رَئِيسُهَا وَأَمِيرُهَا" (مطالب السؤل) یعنی اللہ نے کہیں "الذین اٰمنوا" (وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں) نازل نہیں کیا مگر یہ کہ علیؑ راس رئیس مومنین و امیر مومنین ہے۔ اور وہی اس سے اوّل مراد و مقصود ہے۔ کیونکہ انصراف مطلق فرد کامل ہی کی طرف ہوتا ہے۔ اور یہی حکم کلی مشکک کا ہے۔ پس وہی بعد پیغمبرؐ کامل الایمان ہے اور وہی مستحق خلافت۔ "هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ" (سورہ زمر:۹) کیا جاہل اور عالم برابر ہوسکتے

ہیں؟ اسی طرح پر عمل بر صالحات فرعِ علم ہے۔ جب تک تمام صالحات پر احاطہ نہ رکھتا ہوگا۔ ہرگز تمام صالحات کو بجا نہیں لاسکتا۔ پس تمام صالحات کا بجالانے والا وہی ہوگا۔ جس کا علم علم احاطی ہو۔ اور علم لدنی وہبی ہو۔ اور شکم مادر سے علم لے کر نکلا ہو۔ ورنہ اگر علم کسبی ہے۔ تو ممکن ہے ایک عمل طالح کو وہ صالح سمجھ بیٹھے اور صالح کو طالح۔ اور بہت سے اعمال صالحہ زمانہ جہالت وکسب علوم میں ترک ہو جائیں۔ اور ایسا شخص بعد رسول سوائے علیؑ بن ابی طالبؑ اور کوئی نہیں۔ جو علم احاطی وعلم لدنی رکھتا ہو۔ اور قبل نزول قرآن عالم کتاب اللہ بلکہ عالم جمیع کتب سماویہ ہو۔ پس بعد پیغمبرؐ وہی صالح مطلق ہوسکتا ہے۔ ولذٰ قالَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ۔ "وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيْلَ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ" (سورہ التحریم:۴)۔ اگر تم دونوں (عائشہ وحفصہ) پشت بہ پشت ہو کر پیغمبرؐ کے خلاف کوشش کرو۔ تو بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ کیونکہ اللہ اس کا ناصر و مددگار ہے۔ اور جبرئیلؑ اور صالح المومنین۔ اور یہ صالح المومنین علیؑ بن ابیطالبؑ ہیں۔ ملاحظہ ہو کتب سیر تفاسیر مثل ثعلبی ومسند احمد ومناقب وغیرہ حسب روایت اسماء بنت عمیس وعمر بن الخطابؓ وابن عباسؓ وغیرہم۔

پیغمبرؐ افضل الصالحین ہے اور علیؑ صالح المومنین۔ پس بعد پیغمبرؐ وہی مستحق خلافت استحقاقی ہے۔ "اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُوْنَ" (سورہ السجدہ:۱۸) یاد رہے کہ یہ آیت خاص جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور مومن سے آپ ہی کی طرف اشارہ ہے (تفسیر ثعلبی)۔ "کیا مومن اور فاسق ایک ہوسکتے ہیں؟ ہرگز مساوی نہیں ہوسکتے۔"

نکتہ۔ معلوم رہے۔ کہ ایک علم کسبی ہے اور ایک علم وہبی۔ "يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ" (سورہ المجادلہ:۱۱) "خدا ان لوگوں کے درجات بلند فرماتا ہے۔ جو تم میں سے ایمان لائے ہیں۔ اور جن کو علم من جانب اللہ عطا ہوا ہے۔ اور وہ اوتو العلم کا مصداق ہیں۔" اور صاحب اوتوا العلم وعلم لدنی موہبتی علیؑ و اولاد علیؑ ہیں۔ جیسا کہ ثابت کیا جاچکا ہے۔ اسی طرح ایک ایمان کسبی ہے اور ایک ایمان موہبتی۔ یعنی نفس وجودان کا ایمان ہے اور ایمان ہی پر مخلوق ہوئے ہیں۔ فقَالَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ۔ "قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ" (سورہ انعام:۵۶) کہا اُن لوگوں نے جن کو علم وایمان من جانب اللہ عطا کردیا گیا تھا کہ تم لوگ روزِ بعث تک کتابِ خدائی میں رہے ہو۔ پس معلوم ہوا۔ کہ کچھ نفوس ایسے بھی ہیں۔ جن کو علم کی طرح ایمان بھی من جانب اللہ عطا ہوا ہے۔ اور علم کی طرح ایمان ان کے وجود میں داخل ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ صاحب اوتو الایمان وہی ہیں۔ جو مصداق اوتو العلم ہیں۔ کیونکہ ایمان علم کے ساتھ ساتھ ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مصداق اُوتو العلم علیؑ واولاد علیؑ ہیں۔ پس مصداق اوتو الایمان بھی وہی ہیں۔ اور وہی بمقام علم وایمان کسبی مستحق خلافت استحقاقی ہیں۔ اور اس لئے بعد نبی علی خلیفہ برحق وھوالحق۔ اور اسی طرح اگر خلافت خلافت تفضلی لی جائے۔ تب بھی بعد پیغمبرؐ مستحق خلافت افضل امت محمدیؐ ہوگا۔ "هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ" (سورہ انعام:۵۰) اندھا اور بینا کب مساوی ہوسکتا ہے۔ "وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَاءُ وَلَا

الْاَمْوَاتِ۔" (سورہ الفاطر:۲۲) اور نہ مردہ دل زندہ جاوید کے مساوی ہو سکتے ہیں۔ "اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرِ۔" (سورہ الرعد:۱۸) یا کیا ظلمت کفر وشرک ونور محمدیؐ وشمع ہدایت مساوی ہو سکتے ہیں؟
بعبادۃٍ اُخریٰ۔ عمل صالح سے مراد آیت میں مطلق عمل صالح ہے یا عمل مطلق کلی۔ اگر پہلی صورت ہے۔ کہ جو کوئی بھی کوئی عمل صالح کرے۔ خواہ ایک ہی عمل کیا۔ وہ مستحق خلافت ہے۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ تمام اہل اسلام خلیفہ ہوں۔ کیونکہ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے۔ جس نے کوئی نہ کوئی عمل صالح نہ کیا ہو۔ کم سے کم "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تو ضرور ہی کہا ہوگا۔ اور وہ بھی عمل صالح ہے۔ لہٰذا ہر ایک مسلمان اس کا مصداق ہوا۔ اور یہ بدیہی البطلان ہے۔ تمام مسلمان خلیفہ نہیں بنائے گئے۔ علاوہ ازیں اگر یہ تعمیم رکھی جائے۔ تو پھر تمیز افضلیت ومفضولیت برطرف ہو جاتی ہے۔ اور سب برابر ہو جاتے ہیں۔ یعنی فاسقین وفاجرین امت اور اصحابِ محمدیؐ وصالحین مومنین۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے۔ "مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ۔" (سورہ انعام:۵۰) اندھے اور بینا کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ "وَلَا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ۔" (سورہ المائدہ:۱۰۰) اور نہ طیبین وطاہرین جو روز ازل سے پاک وپاکیزہ ہیں۔ اور جن کو خدا نے تطہیر کامل عطا کی ہے۔ وہ خبیثین کے مساوی ہو سکتے ہیں جن کی ولادت بھی پاک نہیں۔ "اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُوْنَ۔" (سورہ السجدہ:۱۸) پس ضرور عامل عمل صالح سے مراد وہ ہے۔ جس نے تمام اعمال صالحہ کئے ہوں۔ اور کوئی عمل صالحہ اس سے نہ چھوٹا ہو۔ اور وہ صالح مطلق وصالح المومنین معروف ہو۔ اور اسی کو لفظ صالحات بصیغہ جمع وبھرال استغراق مقتضی ہے۔ اور ایسا شخص وہی ہو سکتا ہے۔ جو اوّل علم احاطی بر تمام صالحات رکھتا ہو۔ اور پھر اوّل المومنین ہو۔ اور کوئی وقت اس کا عمل صالح سے خالی نہ گزرا ہو۔ کوئی زمانہ اس پر ایسا نہ آیا ہو۔ جس میں اُس نے شرک وبت پرستی یا عبادت شیطان کی ہو۔ اور ایسا شخص غیر از علیؑ ابن ابی طالبؑ اور کوئی نہیں۔ "لَمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ اَبَدًا" اور "کرم اللہ وجھہ" اسی کی صفت ہے۔ اور دوسری حیثیت سے یعنی بحیثیت وقوع بھی ہم دیکھیں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ صالح مطلق اور جملہ صالحات کا بجالانے والا علیؑ بن ابی طالبؑ ہی ہے۔ کیونکہ اور جس قدر بھی اہل اسلام واہل ایمان ہیں۔ خواہ اصحاب ہوں خواہ غیر اصحاب۔ ضرور ان سے کوئی نہ کوئی عمل صالح ترک ہوا ہے۔ اور عمل صالح کے مرتکب ہوئے ہیں۔ منجملہ ان کے عمل بر آیہ نجویٰ ہے۔ یعنی جب حکم ہوا ہے۔ کہ اگر رسولؐ سے سرگوشی کرو۔ اور کچھ پوچھو۔ تو پہلے کچھ تصدق کر دیا کرو۔ اس کے نازل ہونے پر تمام لوگوں نے رسولؐ کے پاس آنا اور دریافت کرنا ترک کر دیا سوائے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے کہ وہ اس پر پابند رہے۔ اور عمل کیا۔ ملاحظہ ہوں کتب تفاسیر وشانِ نزول آیہ نجویٰ۔ چنانچہ جناب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ خود فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ ایک ایسی آیت ہے۔ جس پر سوائے میرے کسی نے عمل نہیں کیا۔ نہ مجھ سے پہلے اور نہ مجھ سے بعد۔ اور اسی وجہ سے عبداللہ بن عمر کہا کرتے تھے۔ کہ علیؑ کی بہت فضیلتیں ایسی ہیں۔ جو مجھ کو سُرخ اونٹنیوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ ایک فاطمہؑ سے ان کا عقد ہونا۔ دوسرے روز خیبر رایت اسلام کا ان کو عطا ہونا۔ تیسرے آیہ نجویٰ۔ ملاحظہ ہو مطالب السؤل۔ رشفۃ الصادی۔ ینابیع المودۃ وغیرہا۔

اسی طرح ایک عمل صالح جہاد فی سبیل اللہ اور اس میں ثابت قدم و صابر رہنا ہے۔ اور یہی معیار ایمان ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ "اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ" (سورہ آل عمران:۱۸) کیا تمہارا یہ گمان ہے۔ کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور حالانکہ خدا نے یہ تمیز نہیں کیا ہے۔ کہ کون تم میں جہاد کرتا ہے۔ اور کون اس پر صابر و ثابت قدم رہتا ہے۔" گویا جہاد میں صابر و ثابت قدم رہنا ایمان کی دلیل و نشانی ہے۔ اور جہاد سے بھاگنا بیٹھ رہنا عمل طالح و بدکرداری ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ "يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ" (سورہ انفال:۱۵) اے ایمان والو۔ جب کفار تم سے میدان جنگ میں مقابل ہوں۔ تو تم ان سے پشت نہ پھیرو۔ "وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ" (سورہ انفال:۱۶) اور جو شخص اس دن اپنی پشت لڑائی سے پھیر دے۔ پس وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہے۔ اور اس کی جگہ جہنم ہے۔ اور اُس کی بہت بُری بازگشت ہے۔ مگر وہ شخص جو مثلاً کسی اچھے مورچے کی طرف جائے یا اپنی جماعت سے ملنے کے لئے منہ پھیرے۔ تاکہ اچھی طرح لڑ سکے اور حملہ کر سکے۔ اور دشمنوں سے گھر نہ جائے۔ وہ اس حکم غضبی سے مستثنیٰ ہے۔ غرض صبر فی الجہاد بہت بڑا عمل صالح ہے۔ کہ معیار ایمان یہی ہے۔ اور اُس سے بھاگنا ایسا عمل طالح ہے۔ جو موجب نار ہوتا ہے۔ مگر سوائے علیؑ ابن ابی طالبؑ ان کے مقابلین میں سے اور کوئی اس پر عامل نہیں رہا۔ اور اکثر لڑائیوں میں رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ملاحظہ ہوں حالات جنگ احد۔ کہ آخر میں سوائے علیؑ بن ابی طالبؑ اور کوئی اصحاب رسولؐ میں سے باقی نہ رہا تھا۔ سب بھاگ گئے تھے۔ "اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ" (آل عمران:۱۵۳) یاد کرو اس وقت کو جبکہ تم بھاگتے ہوئے پہاڑیوں پر چڑھے جاتے اور پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ حالانکہ رسولؐ تمہیں پکار رہا تھا۔ نیز ملاحظہ ہوں حالات جنگ حنین۔ چنانچہ راوی کہتا ہے۔ "وَانْهَزَمَ الْمُسْلِمُوْنَ وَانْهَزَمْتُ فَاِذَا بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ لَهٗ مَا شَانُ النَّاسِ قَالَ اَمْرُ اللّٰهِ" (بخاری باب غزوۂ حنین عن ابی قتادہ)۔ یعنی تمام مسلمان بھاگ گئے۔ اور میں بھی بھاگا۔ تو ناگاہ میں نے عمر بن الخطابؓ کو لوگوں میں بھاگتے دیکھا۔ تو میں نے دریافت کیا۔ کیا ہو گیا۔ کہ لوگ سب کے سب بھاگ گئے۔ فرمایا۔ حکم خدا۔ یعنی حکم خدا ہی تھا۔ کہ ہم بھاگ جائیں۔ نہ بھاگنا ہمارے اختیار میں نہ تھا۔ اسی کی طرف اشارہ کر کے خدا فرماتا ہے۔ "يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ" (سورہ آل عمران:۱۵۴) خدا کے باب میں وہ زمانہ جاہلیت کا سا گمان ناحق و گمان باطل رکھتے ہیں۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں یہ اعتقاد رکھتے تھے۔ کہ بندہ اپنے فعل میں مختار نہیں ہے۔ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ اور جناب امیر المومنینؑ سے جنگ احد کے موقع پر جناب رسول خداؐ نے پوچھا۔ جبکہ آپ تنہا زخمی پڑے ہوئے تھے۔ کہ تم اپنے بھائیوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے۔ فرمایا۔ "لَا كُفْرَ بَعْدَ اِيْمَانٍ" یا "اَكْفُرُ بَعْدَ اِيْمَانٍ" یعنی ایمان کے بعد کیسے کافر ہو جاتا۔ اور رسولؐ نے خاص اس جنگ سے نہ بھاگنے کا لوگوں سے عہد لیا تھا۔ اور بیعت کرائی تھی۔ مگر پھر بھی یہ عمل طالح ان

سے صادر ہوا۔ جو موجب نار ہے۔ "لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ" (سورہ حشر: ۲۰) اصحاب نار اور اہل جنت مساوی نہیں ہو سکتے۔ اہل جنت ہی کامیاب و رستگار ہیں۔ غرض ایک صالح ضرور فوت ہوا۔ پس صالح مطلق نہ رہے۔ اور تمام صالحات کے بجالانے والے نہ کہلائے سوائے علیؑ بن ابی طالبؑ کے۔ کہ وہی ہر جگہ صابر و ثابت قدم رہے۔ اور اسی وجہ سے اُنہوں نے روز جنگ خیبر یہ خطاب پایا۔ جس پر عبداللہ بن عمر رشک کرتے تھے۔ "لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا كَرَّارًا غَيْرَ فَرَّارٍ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ لَا يَرْجِعُ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ" (مطالب السئول و ینابیع۔ بخاری وغیرھا) یعنی کل میں ایک ایسے شخص کو رایت اسلام عطا کروں گا۔ جس کی صفت کرار غیر فرار ہے۔ اور وہ خدا اور اُس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا اور رسولؐ خدا اُس کو محبوب رکھتے ہیں۔ وہ واپس نہ ہوگا تا اینکہ خدا اس کے ہاتھ پر فتح دے۔ اگر علیؑ کبھی بھاگے ہوتے۔ تو غیر فرار نہ کہلاتے۔ اور اگر کبھی لڑائی سے رُکے ہوتے۔ تو کرار کا خطاب نہ پاتے۔ اور اگر کوئی اور بھی اس صفت میں ان کا شریک ہوتا۔ تو اس سے حضرتؑ مختص و مخصوص نہ کئے جاتے۔ پس اس صفت سے متصف آپ ہی تھے۔ باقی نکاتِ حدیث کسی دوسرے وقت کے لئے چھوڑتے ہیں۔

غرض صالح مطلق و صالح المومنین بعد پیغمبرؐ جناب امیرؑ ہی ہیں۔ اور وہی بعد پیغمبرؐ مستحق خلافت۔ "وَلَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ" الخ (سورہ نساء: ۹۵)۔ سوائے بیماروں وغیرہ لڑائی سے بیٹھ رہنے والے مومنین اور راہ خدا میں اپنی جان و مال سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ مجاہدین کو خدا نے قاعدین پر بدرجہا فضیلت دی ہے۔ اور ان کے لئے اجر عظیم ہے۔ "لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ" (سورہ حم السجدہ: ۳۴) نیکی اور بدی کبھی ایک نہیں ہو سکتیں اور مساوی درجے میں نہیں رکھی جا سکتیں۔ پس علیؑ ہی بعد نبی اوّل مستحق خلافت اور خلیفہ خدا ہیں۔ وھو المطلوب۔ اہل بیتؑ نبوی اور ان کے مقابل یہ وہ فریق ہیں۔ "وَمَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا" (سورہ ھود: ۲۴) ایک اندھا اور بہرا ایک بینا اور شنوا۔ ایک عارف حق و واقف صراط الٰہی۔ ایک جاہل از حق و ناواقف از راہ خدائی کیا دونوں مثال میں مساوی ہو سکتے ہیں؟

فی الارض کی قید اطلاق کو چاہتی ہے۔ یعنی ساری زمین کی خلافت مراد ہے۔ اور اس سے بھی ثابت ہے۔ کہ خلافت سے مراد محض بادشاہت نہیں ہے۔ اور شاہانِ اسلام اس کے مصداق نہ تھے۔ کیونکہ خلیفہ اور کوئی بادشاہ اسلام تمام روئے زمین پر بادشاہ نہیں ہوا۔ ورنہ اگر جزو زمین مراد لیا جائے۔ تو ہر ایک مسلمان جو کسی قطعہ زمین پر قبضہ و تسلط رکھتا ہے۔ خلیفہ ہوگا۔ اور ایک وقت میں بیسیوں خلافتیں جمع ہو جائیں گی۔ حالانکہ نص حدیث خلفاء رسولؐ بارہ ہیں۔ کما قال صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ "لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا" حَتّٰى يَمْضِيَ فِيْهِ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔" یہ دین برابر قائم رہے گا تا اینکہ اس میں بارہ خلیفہ گزریں۔ جو کہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ نیز اگر یہی تعمیم رکھی جائے۔ تو قیامت تک جتنے بادشاہ اسلام ہوں گے۔ سب خلیفہ کہلائیں گے۔ اور یہ

خلاف نص رسولؐ ہے۔ اور اس سے جو جو خرابیاں لازم آتی ہیں۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ لہٰذا بہر صورت یہ خلافت خلافت الٰہیہ ہے۔ اور تمام زمین سے متعلق۔ خدا کی زمین صرف مکہ یا عرب یا کنعان یا شام نہیں ہے۔ خلیفہ وہ ہیں۔ جو مظہر اوصاف الٰہی ہیں۔ اور وہ اس کی زمین میں اس کے جانشین و قائم مقام ہیں۔ جس طرح ان سے پہلے۔ مثلاً حضرت آدمؑ زمین خدا پر جانشین خدا تھے۔ اگرچہ کسی قطعہ زمین کی بھی حکومت ظاہری نہ رکھتے تھے۔ ہاں حکومت تحت خلافت ہے۔ کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے۔ مظہر خدا امور خدا میں اس کی زمین پر خلیفہ خدا ہے۔ اور بفرض محال مگر خلافت سے حکومت بھی مراد لی جائے۔ تب بھی ارض سے مراد تمام ارض ہوگی۔ نہ ارض مکہ یا ارض کنعان۔ کیونکہ غلبہ کامل اور تمکین وقدرت براجراء احکامِ دین اور اعلاء کلمۃ اللہ علی العموم تب تک ممکن نہیں ہوسکتا جب تک تمام روئے زمین زیر نگین اسلام نہ ہو۔ کیونکہ اجراء احکام و بقاء دین حکومت سے وابستہ ہے۔ لہٰذا یہ لوگ کبھی اس کے مصداق نہیں ہوسکتے۔ ہاں اس صفت سے متصف علیؑ اور اولاد علیؑ ہیں۔ اور وہی اس آیت کے مصداق ہیں۔ اور وعدہٗ الٰہی من حیث الخلق پورا ہولیا۔ یعنی خدا نے ان کو ان صفات پر مخلوق کیا۔ اور اپنا مظہر بنا کر اپنی زمین پر اپنا جانشین کیا۔ اور فعل خدا مطابق قول خدا ہوا۔ جیسا کہا تھا۔ ویسا کردیا اور بنا دیا۔ یہی خلافت راشدہ الٰہیہ ہے۔ اور یہی ہے ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ۔ نہ یہ کہ جو کچھ جو کوئی کرتا ہے اور جس پر قبضہ کر لیتا ہے۔ خواہ کسی طریق ناجائز سے ہو۔ وہ ورک آف گاڈ اور فعل خدا ہے۔

تمکین بر دین و رفع خوف

یہ تو ثابت ہوگیا۔ کہ من حیث الخلقت وعدہٗ الٰہی پورا ہولیا۔ ہاں ظہور کلی باقی ہے۔ اور وہ تمکین بر دین ہے۔ اور یہ ابھی تک کسی وقت میں اہل اسلام کو حاصل نہیں ہوئی۔ کیونکہ معنی تمکین یہ ہیں۔ کہ اسلام تمام روئے زمین پر غالب ہو۔ اور اہل اسلام مسلط۔ اور بکمال آسانی بلا کسی روک ٹوک اور مانع و عائق جمیع احکام و قوانین اسلامیہ کو تمام افراد عالم پر جاری و ساری کر سکیں۔ یہ مرتبہ دین اسلام کو نہ کسی مشہور خلیفہ کے وقت میں نصیب ہوا۔ اور نہ دوسرے شاہانِ اسلام کے زمانے میں۔ بلکہ ہمیشہ کفر و شرک مقابل اسلام رہا۔ بلکہ اکثر و بیشتر غالب بر اسلام جیسا کہ مشاہد و محسوس ہے۔ پھر تمکین کمال حاصل ہوئی۔ لہٰذا اس کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ اور اس وقت یہ وعدہٗ الٰہی من حیث الظہور ضرور پورا ہوگا۔ معانی تمکین کے لئے ملاحظہ ہو قصہ ذوالقرنین۔ قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی۔ ''اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا'' (سورہ کھف: ۸۴) یعنی ہم نے ذوالقرنین کو تمکین فی الارض دی۔ اور ہر شے کا سبب اور علت عطا کی۔ جملہ دوم یعنی ہم نے اس کو ہر ایک شے کا سبب عطا کیا۔ گو پہلے جملہ یعنی تمکین فی الارض کی تفسیر ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ علت العلل و مسبب الاسباب خداوند رب العالمین ہے۔ اور وہی ذات قادر مطلق۔ اور ممکن من حیث ہو ممکن محتاجِ واجب ہے۔ اور تمام امور موقوف بر اسباب و علل مرتبہ ہیں۔ جو منتہی بہ علت العلل ہوتی ہیں۔ پس کسی چیز پر قدرت و مکنت بلا تمکین پروردگار عالمین ممکن نہیں۔ اور وہ اسی طرح پر ہے۔ کہ خدا علل و اسباب اشیاء و امور عطا فرمائے۔ جن پر ان کا وقوع و ظہور اس عالم امکان و عالم زمان

میں موقوف ہے۔اور جب خدا کسی کو قدرت و تمکین عطا فرمادے۔اور اسباب تصرف و تسخیر امور عنایت کردے۔تو وہ کسی کا کسی امر میں محتاج نہیں رہتا۔ چنانچہ جب سد کے بنانے کے واسطے لوگوں نے خواہش کی مدد دینی چاہی۔ اور اسباب واخراجات کا وعدہ کیا۔تو ذوالقرنین نے فرمایا۔"مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ"۔ جس پر خدا نے مجھے تمکین دی ہے۔ وہی میرے لئے بہتر ہے۔ میں تمہارے اخراجات کا محتاج نہیں ہوں۔ پس تمکین نہیں ہے مگر اطلاع و احاطہ بر علل واسباب امور اور تصرف ظاہری۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ کی نسبت خداوند عالم فرماتا ہے۔"وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاۗءُ"(سورہ یوسف:۵۶) اسی طرح سے ہم نے یوسفؑ کو تمکین فی الارض عطا کی۔ جہاں چاہے۔سکونت اختیار کرے اور بیٹھے۔ کیونکہ باطناً حکم و حلم نبوت رکھتے تھے اور ظاہراً حکومت و بادشاہت حاصل ہوگئی تھی۔اور حکم بذریعہ حکومت جاری کرسکتے تھے۔

یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ تمکین بر دین اسلام اس وقت تک ممکن نہیں۔ جب تک حکومت اسلامی ظاہری نہ ہو۔اور اسلام کو تمام ادیانِ عالم پر غلبہ ظاہری حاصل نہ ہو۔اور یہ وعدہَ الٰہی پورا نہ ہو۔"هُوَالَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ"(سورہ الصف:۱۵) یعنی وہی پروردگار عالم ہے۔جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔تاکہ اُس کو تمام ادیان پر غلبہ ظاہری عطا کرے۔اگرچہ کافرین و مشرکین پر گراں گزرے۔"لِیُظْھِرَہٗ" سے ظاہر ہے۔کہ غلبہ سے مراد غلبہ باطنی یعنی غلبہ بحثیت دلائل و براہین اسلامیہ نہیں ہے۔کیونکہ یہ غلبہ دین اسلام کو ہمیشہ اور ہر نبی کے زمانے میں حاصل رہا ہے۔ کبھی کوئی پیغمبرؑ بمقابل کفار و مشرکین دلائل و براہین و استدلال و احتجاج میں مغلوب نہیں ہوا۔ ہر ایک پیغمبرؑ دلائل و براہین علمیہ و موازین حق و باطل اپنے ہمراہ رکھتا تھا۔"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ"(سورہ حدید:۲۵) ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا۔اور ان کے وجود کے ساتھ ہی ہم نے کتاب علمی و میزان حق و باطل عطا کی۔ بلکہ اس سے مراد ظہور ظاہری ہے۔اور"لَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ" سے ظاہر ہے۔کہ یہ ظہور اسلام ایسے وقت اور ایسی صورت میں ہوگا۔ کہ مشرکین و کافرین کو طوعاً او کرہاً اس کے غلبہ کو تسلیم کرنا ہوگا۔اور ان کا اس کے برخلاف کچھ بس نہ چلے گا۔اور یہ نہیں ہوسکتا۔مگر اس وقت جبکہ حکومت اسلام تمام روئے زمین پر ظاہر و غالب ہو۔اور اہل اسلام کو تصرف مطلق حاصل اور احکام اسلام واقعی تمام عالم میں جاری اور تمام لوگ تحت ربقہ اسلام داخل۔چنانچہ فصول المہمہ میں سعید بن جبیر سے مروی ہے۔کہ اس آیت سے مراد مہدی آخر الزمانؑ ہیں۔

تفسیر درمنثور تفسیر کبیر وغیرہ میں سعید بن منصور اور ابن منذر و بیہقی نے جابر انصاریؓ اور نیز ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔کہ یہ اُس وقت ہوگا۔جبکہ اسلام کے سوا کوئی یہودی و نصرانی و مشرک باقی نہ رہے گا۔شیر و بکری ایک گھاٹ پانی پئیں گے۔اور یہ اس وقت ہوگا۔جبکہ عیسیٰؑ بن مریمؑ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔الخ۔اور یہ حکومت اب ممکن نہیں۔مگر اسی وقت اور اسی صورت سے جس کی بابت خدا حکم دیتا ہے۔"قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ"(سورہ البقرہ:۱۹۳) قاتلہ کرو تا اینکہ فتنہ بالکل باقی نہ رہے۔اور کل دین دین خدا ہی

ہو۔ تمام آفاق عالم میں ایک ہی دین اسلام ہو۔ اور دین دین خدا ہی رہے۔ اور اسی کی حکومت و بادشاہت۔ یہی وعدہَ الٰہی ہے۔ اور اسی کی تفسیر یہ آیات ہیں۔ "وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ" (سورہ الانبیاء:۱۰۵) ہم نے زبور میں بعد ذکر رسول لکھ دیا ہے۔ کہ میرے بندگان صالحین وارث زمین ہوں گے۔ لفظ وارث خود تصرف مطلق پر وال ہے۔ کیونکہ وارث وہی ہے۔ جو مال موروثی میں بالاستحقاق تصرف کلی رکھتا ہو۔ اور غیر اس میں شریک و متصرف نہ ہو۔ جب تک دوسرے شریک حکومت ہیں۔ وراثت مطلقہ کلیہ صادق نہیں آسکتی۔ چنانچہ جب دُنیا فناء ہو جائے گی۔ اور کوئی متصرف و بادشاہ ظاہری نہ رہے گا۔ اس وقت خدا اپنے کو وارث فرماتا ہے۔ یعنی اس وقت بظاہر بھی کوئی حاکم و بادشاہ نہ رہے گا۔ آج سب مدعیانِ حکومت و ملک ہیں۔ اُس دن کوئی شریک ملک نہ ہوگا۔ "إِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ" (سورہ حجر:۲۳) بتحقیق کہ ہم ہی جلاتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔ "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" (سورہ المومن:۱۶)

غرض صرف یہ ہے۔ کہ بندگان صالحین اسی وقت وارث زمین ہوں گے اور کہلائیں گے۔ جب کہ کوئی حکومت و بادشاہت میں ان کا شریک ظاہری و باطنی نہ ہوگا۔ اور وہی متصرف مطلق ہوں گے۔ اور یہ بندگان صالحین یہی آئمہ علیہم السلام ہیں۔ جو وارث نبوت و مالک خلافت الٰہیہ ہیں اور انہی سے یہ وعدہ ہے۔ "وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ" الخ (سورہ قصص:۵)۔ ہم نے ارادہ کرلیا ہے۔ کہ ہم اُن لوگوں پر احسان کریں۔ جو زمین میں مظلوم وضعیف رہے ہیں۔ اور ہم ان کو پیشوائے خلق بنائیں۔ اور ان کو وارث قرار دیں۔ اور اُن کو زمین پر قدرت و تمکین عنایت کریں۔ آیہ مجیدہ "وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا" (سورہ سجدہ:۲۴) اور ہم نے اُن میں سے امام بنائے ہیں۔ جو ہمارے امر سے لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں۔ جبکہ وہ صابر رہے۔ اور صبر ان سے ظاہر ہوا۔ "وَكُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ" (سورہ انبیاء:۸۵) وال ہے۔ کہ صبر خاص صفت انبیاء و آئمہ علیہم السلام ہے۔ اور امت محمدیؐ میں وہ آئمہ علیہم السلام ہی ہیں۔ جو ہر ایک قسم کے ظلم و ستم و جور وعدوان پر صبر کرتے رہے۔ اور زمین میں مستضعف و مظلوم رہے۔ قدرت و اختیار ظاہری نہ رکھتے تھے۔ انہی کے لئے وعدہَ الٰہی ہے۔ کہ خدا ایک دن ان کو پیشوائے خلق بنائے۔ کہ سب ان کی امامت و پیشوائی کو تسلیم کریں۔ اور وارث زمین قرار دے۔ اور زمین میں قدرت و تمکین عطا فرمائے۔ جو پہلے حاصل نہ تھی۔ تاکہ تمام عالم پر احکام دین اسلام جاری کرسکیں۔ اُن لوگوں کے لئے یہ وعدہ نہیں ہے۔ جو سفاک و جبار تھے۔ زعمِ حکومت میں کسی کی پروانہ کرتے تھے۔ اور نشہ حکومت میں مست و مغرور۔ وہ جو کچھ کرنا تھا کر چکے۔ اب وہ بادشاہ ہوں گے۔ جو صبر کے ساتھ ان کے ظلم و ستم سہتے رہے ہیں۔ عدل الٰہی مقتضی ہے۔ کہ یہ مظلومین مستضعفین ایک دن بالکلیہ وارث زمین ہوں گے۔

الحاصل چونکہ تمدن و تدین لازم و ملزوم ہیں۔ اور اشاعت و اجراء دین حکومت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لئے ضروری و لازمی ہے۔ کہ خدا ایک دن اپنے خلفاء کو جو آئمہ خلق و متصف باوصاف الٰہی و آئینہ جمال محمدیؐ و

وارث خلق وخلق احمدیؐ جز ورسولؐ (اولا دورسولؐ۔ اولا د جزو انسانی ہوتی ہے) ونفس رسولؐ ہیں۔ اجراء دین اسلام پر قدرت و تمکین دے۔ اور زمین پر تصرف کلی عطا فرمائے۔ اور وارث زمین قرار دے اور وعدۂ الٰہی "وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ" (سورہ نور:۵۵) پورا ہو۔ اور وعدۂ نبیؐ "لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" (سورہ توبہ:۳۳) صادق۔ نہ صرف روئے زمین بلکہ تمام موجودات ارضی وسماوی مطیع ومنقاد مطلق ہوں۔ "وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ" (سورہ آل عمران:۸۳) جو کچھ زمین وآسمان میں ہے۔ سب اسلام لائے اور مطیع خدا ہو۔ خواہ بطور طوع وغیبت وخواہ بکراہیت جیسا کہ مشرکین وکافرین۔ اور قطعی و یقینی ہے۔ کہ یہ وعدہ ہرگز ابھی پورا نہیں ہوا۔ کیونکہ کفر وشرک وفسق وفجور وفتنہ وفساد دنیا میں باقی بلکہ غالب ہے۔ یہ وعدہ فرزند رسولؐ وجگر گوشہ بتولؑ آخر الائمہؑ وخاتم الخلفاء حضرت مہدیؑ آخر الزماں کے ہاتھ پر پورا ہوگا کیونکہ اس سلسلہ خلافت میں صرف وہی باقی ہے۔ اور یہ وعدہ بصورت "قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ" (سورہ البقرہ:۱۹۳) ہوگا۔ اور یہ صفت یعنی خروج بالسیف مہدیؑ امت کی ہے۔ "لولا السیف بیدہ لافتی الفقہاء بقتلہ" مگر وہ ایسا نہ کرے۔ اور تلوار سے مشرکین وکافرین ومنافقین ومعاندین ومرتدین کو قتل نہ کرے۔ تو ان کو ملا فتویٰ قتل دے کر اس کو قتل کرا دیں۔ قتال بالسیف اس کے لئے لازمی وضروری ہے۔ کیونکہ وہ حقیقی وارث نبی ہے اور نبی مبعوث بالسیف یہ وعدہ تمکین بر دین ہرگز ابھی تک پورا نہیں ہوا۔ اور جو دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ یہ آخر خلفاء رسولؐ (مہدی آخر الزماںؑ) ہی کے ہاتھ پر پورا ہوگا۔ اور اُسی وقت امن کلی تمام عالم پر قائم ہوگا۔ تمام افراد نوعِ انسان ایک دین ایک مذہب اور سب بھائی بھائی ہوں گے۔ اور تمام خوف وخطر دُنیا سے اُٹھ جائیں گے۔ پس وعدۂ خلافت من حیث الخلقت پورا ہولیا۔ کہ اس نے اپنے اوصاف سے متصف نفوس قدسیہ ومظاہر انوار محمدیہ پیدا کر دیئے۔ اور وہ وارثِ نبویؐ قرار پائے۔ اور یہ فعل خدا (خلق) مطابق قول خدا ہے "وعداللہ الذین اٰمنوا" (سورہ النور:۵۵) الخ۔ گر بحیثیت ظہور فعلی ابھی اس کا وقت باقی ہے۔ اور صدقِ فعلی دست مہدیؑ پر ہوگا۔ اسی وقت خوف رفع وامن حاصل ہوگا۔ اور تمام لوگ بیخوف وخطر ظاہری وباطنی بلاشرک ظاہری وباطنی خدا کی خالص عبادت کریں گے۔ یہ جملہ بھی صاف دال ہے۔ کہ ابھی یہ وعدہ من حیث الظہور پورا نہیں ہوا۔ کیونکہ اس وقت شرک فی الذات وشرک فی الصفات وشرک فی الافعال وشرک فی العبادات موجود ہے۔ بلکہ خود اہل اسلام و ایمان اکثر اقسام شرک میں مبتلا ہیں۔ كَمَا قَالَ عَزَّوَجَلَّ "وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ" (سورہ یوسف:۱۰۶) نہیں ایمان لاتے ہیں اللہ پر اکثر الناس مگر یہ کہ وہ مشرک ہیں۔ اگرچہ بظاہر سب "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہتے ہیں۔ مگر باطناً وخفاءً ہر ایک قسم کے شرک کے مرتکب ہیں۔ لہٰذا "يَعْبُدُوْنَنِيْ وَلَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا" (سورہ نور:۵۵) وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے) کے مصداق یہ مسلمان ہرگز نہیں ہوسکتے۔ بلکہ اسی وقت ہوں گے۔ جبکہ ہر ایک قسم کا کفر وشرک ظاہری وباطنی دنیا سے مفقود ہو جائے گا۔ اور کسی قسم کا خوف وتقیہ نہ رہے گا۔ اور یہ نہ ہوگا مگر اسی صورت سے کہ خدا اپنے بندگانِ خاص کو زمین میں

تمکین مطلق کلی عطا فرمائے۔ اور اجراء احکام اسلام پر قدرتِ مطلقہ عنایت کرے۔ اور مشرکین و کافرین۔ منافقین و مرتدین کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دے۔ "فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ"(سورہ نحل:۱) "اَتٰی اَمْرُاللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ" (سورہ اعراف:۱۷)

یہ ہے خلافت راشدۂ الٰہیہ کہ بمعنی توارثِ صفات مستخلف ہے۔ اور یہ غیر از عترت و ذریت رسولؐ کسی کو نصیب نہیں۔ انہی کی خلافت پر قولِ خدا و فعل خدا شاہد ہے۔ اور ورک آف گاڈ ورڈ آف گاڈ مطابق۔

قولِ خدا و فعل خدا کی تشریح

یہ کلمہ بعض علاء نما جہال کی زبان پر جاری بلکہ ان کی بعض فاسد و باطل تحریروں میں پایا جاتا ہے۔ کہ جس امر میں قول خدا اور فعل خدا دونوں مطابق ہوں۔ اس کی حقیقت میں کبھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی بابت اگر ہم کہیں۔ کہ "کَلِمَۃُ حَقٍّ یُرَادُ بِھَا الْبَاطِلُ" بات تو سچی ہے۔ مگر مطلب اس سے باطل لیا جاتا ہے۔ تو بالکل حق و صدق ہے۔ اس لئے کہ اس میں تو شک نہیں۔ کہ جو خدا کہے سچ ہے۔ اور جو خدا کرے وہ برحق۔ لیکن دیکھنا اور ضروری دیکھنا یہ ہے۔ کہ خدا نے کیا کیا اور کیا کہا۔ یعنی قول و فعل خدا کی تشخیص ضروری ہے۔ کہ اس کا قول کیا ہے اور اس کا فعل کیا۔ جب یہ ثابت ہو جائے۔ کہ یہ قول خدا ہے اور یہ فعل خدا۔ تو اس کی صداقت میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ قانونِ فطرت ہے۔ اور قانون فطرت خلافت نہیں ہو سکتا۔

تمام جہال اور اہل ضلال کا تو یہ عقیدہ ہے۔ کہ جو کچھ اس عالمِ امکان میں وقوع پذیر ہو رہا ہے۔ وہ سب فعلِ خدا ہے۔ بکر کا کفر عمرو کا شرک۔ زید کی شراب خواری۔ خالد کی زنا کاری۔ فرعون کی فرعونیت۔ نمرود کی نمرودیت۔ شداد کی شدادیت۔ بخت نصر کا ظلم و جور اور یزید پلید کا الحاد۔ محرمات سے نکاح کی اجازت۔ نبوت کا انکار۔ مدینۃ النبی کی تباہی۔ مسجد نبوی کی بے حرمتی۔ خانہ کعبہ کی توہین اور منجنیق لگوا کر پتھر برسوانا وغیرہ کفریات و شرکیات و نفاق و شقاق و عناد بہ رسولؐ و خاندانِ رسولؐ اور صالحین کی صلاح۔ عابدین کی عبادت متقین کا تقویٰ۔ مومنین کا ایمان۔ عارفین کی معرفت وغیرہ وغیرہ سب فعل خدا ہیں۔ جو کچھ عالم میں ظلم و ستم۔ جور و عدوان۔ تظلم و تشدد۔ فسق و فجور۔ قتل و غارت وغیرہ وغیرہ ہو رہا ہے۔ سب خدا ہی کرتا ہے۔ اور دلیل اس پر یہ لاتے ہیں۔ کہ اگر ظالمین کے ظلم اور فاسقین کے فسق۔ کافرین کے کفر اور مشرکین کے شرک۔ غاصبین کے غصب۔ مرتدین کے ارتداد کے اسباب خدا مہیا نہ کرتا۔ تو ان سے یہ فعل واقع نہ ہوتے۔ اور وہ نہ چاہتا۔ تو یہ ایسے نہ ہوتے۔ مگر چونکہ اس نے ان ظالمین۔ سفاکین۔ غاصبین۔ جبابرہ و اکاسرہ و فراعنہ و نمرودہ زمان کی کامیابی اور غلبہ و تسلط کی راہ میں مانع اور کوئی روک پیدا نہیں کی۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ یہ فعل خدا ہی ہے۔ ایک شخص چند ڈاکوؤں کی مدد سے جور و ظلم کی تلوار کھینچ کر ایک بادشاہ کے حقیقی فرزند وارثِ تخت و تاج کو زبردستی علیحدہ کر کے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہو کر مسلط ہو گیا۔ وہ بھی فعلِ خدا ہے۔ اور ایک فرزند سعادت مند باپ کا مطیع و فرمانبردار عالم و فاضل۔ عارفِ رموزِ سلطنت باستحقاق و وراثتی مسند نشین حکومت ہوا۔ وہ بھی خدا کا فعل ہے۔ اور دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ یہ عقیدۂ باطلہ

فاسدہ عقیدۂ اہل الحاد ہے۔ جو دراصل کسی مذہب کسی ملت اور دین کے قائل نہیں۔ بعثت۔ شرائع الٰہی اور اوامر ونواہی خداوندی بلکہ دراصل وجود خدا کے بھی قطعاً منکر ہیں۔ چنانچہ قبل بعثت زمانہ جہالت وضلالت کے مشرکین وملحدین بھی یہی عقیدۂ فاسدۂ باطلہ رکھتے تھے۔ اور اسی اعتقاد باطل کی رو سے اپنی خود ساختہ پتھر کی مورتوں کو خدا کا قائم مقام (مظہر صفاتِ خدا) اور صاحب ولایت وشفاعت جانتے تھے۔ اور کبھی ہٰذہ "اٰلِهَتُنَا" (یہی ہمارے معبود ہیں) اور کبھی ہٰذہ "شُفَعَائُنَا عِنْدَاللّٰهِ" (یہی ہمارے نزدِ خدا شفیع ہیں) کہتے تھے۔ اور اپنے آپ کو اپنے افعال میں فاعل مختار نہ جانتے تھے۔ چنانچہ خداوند عالم ایک جنگ کے موقع پر بھاگنے والے مسلمانوں سے خطاب کر کے فرماتا ہے۔ یعنی جنگ اُحد کی شکست کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ "ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ" (سورہ آل عمران: ۱۵۴) الخ۔ یعنی پھر ہم نے امن ونیند کو نازل کیا۔ ایک گروہ (مومنین) کو نیند نے گھیر لیا۔ اور ایک گروہ کو ان کے نفسوں نے غم وہم میں ڈالے رکھا۔ (منافقین) وہ خدا کے باب میں مثل زمانہ جاہلیت وکفر خلافِ حق بدگمانی کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ ہم کو بھی اپنے امور میں کچھ اختیار ہے؟ یعنی نہیں ہے۔ جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے۔ اور ہمارے شکست کھانا بھی اُسی کا فعل ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ "يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا" (سورہ آل عمران: ۱۵۴) کہتے ہیں۔ اگر ہمیں کچھ اختیار ہوتا۔ تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے۔ بچ کر بھاگ جاتے یا دشمن پر فتح پاتے۔ یہی سنت جہالت آج تک جاری ہے اور وراثتاً چلی آرہی ہے۔ کہ وہ بھی تمام افعال واقعہ عالم امکان کو فعلِ خدا کہتے ہیں۔ اور یہی ایک ایسا اعتقاد باطل اور الحاد محض ہے۔ کہ جس سے پاک دین اسلام بدنام نہیں بلکہ تباہ وبرباد ہو گیا۔ اور مخالفین کی نظروں میں نہایت بدنما صورت میں نظر آنے لگا۔ کیونکہ یہ عقیدۂ فاسد نیکی بدی۔ اچھائی برائی۔ حسن وقبح۔ سچ جھوٹ۔ حق وباطل میں کوئی تمیز نہیں کرتا۔ اِس لئے کہ اس صورت میں ہر ایک شے فعلِ خدا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ جو فعلِ خدا ہے وہ خیر وحسن ہی ہے۔ کیونکہ وہ خیر مطلق ہے۔ "وَالْخَيْرُ لَا يَصْدِرُ عَنْهُ اِلَّا الْخَيْرُ۔" خیر مطلق کے تمام افعال خیر ہی ہوتے ہیں۔ پس اس اعتقاد سے سچا۔ جھوٹا۔ حق وباطل۔ ظالم وعادل۔ فاسق ومومن۔ کافر ومسلم سب ایک اور حق پر ہیں۔ اور نہ پھر کسی نبی کے آنے کی ضرورت رہتی ہے۔ اور نہ تبلیغ وہدایت کی۔ اور نہ اوامر ونواہی کی۔ اواس لئے نبوت وتشریع شرائع واحکام سب باطل ولغو ٹھہرتے ہیں۔ اور گویا یہ لوگ بالکل قطعاً منکر دین ومذہب ہیں۔ کیونکہ یہ عقیدہ بدیہی البطلان ہے۔ اور ضد دیانت اور خلاف فطریات ہے۔ اس لئے کہ فطرت شاہد ہے۔ کہ سچ اچھا ہے جھوٹ بُرا ہے۔ ظلم قبیح ہے عدل حسن ہے۔ اور تمام افراد نوع انسانی اس میں متحد ومتفق ہیں۔ کوئی ملحد سے ملحد بھی یہ نہیں کہے گا۔ کہ جھوٹ اچھا ہے اور سچ بُرا ہے۔ ظلم اچھا ہے اور عدل بُرا۔ یا ظلم وعدل سچ وجھوٹ دونوں یکساں ہیں۔ ایسا عقیدہ وہی رکھتے ہیں۔ جن سے فطریات اوّلیہ انسانیہ بھی سلب ہو گئی ہیں۔ اور گوسالہ پرستی میں ایسے اندھے ہوئے ہیں۔ کہ خدا اور رسولؐ وشرائع انبیاءؑ وفطریات انسانیہ سب کا انکار کرتے ہیں۔ یہی کذابین ومفترین ہیں۔ "وَيَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ" (سورہ آل عمران: ۱۵۴) اور ان کی موت

موت جاہلیت یعنی کفر وشرک ونفاق ہے۔ اوران کے پیشوا وہی جہال وضلال ہیں۔ جوانہیں آتش جہنم کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ "وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ۔" (سورہ قصص:۴۱) وہ امام بنائے ہیں۔ جولوگوں کو جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ "فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔" (سورہ آل عمران:۲۱)

ہم نے عرض کیا ہے۔ کہ یہ لوگ دراصل خُدا کی خدائی کے بھی منکر ہیں۔ کیونکہ فرعون مقابل خداوند عالم دعوئے خدائی کرتا ہے۔ چار سو برس تک ربّ العالمین بنتا ہے۔ اور علی الاعلان کہتا ہے۔ "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔" (سورہ النازعات:۲۴) میں ہی تمہارا پروردگار اعلیٰ ہوں۔ اور خدا اس کی راہ میں کوئی روک نہیں کرتا۔ اسی کو پورا تسلط دیتا ہے۔ اوراس کے حق میں خدا کا کلام وخدا کا کام دونوں پورے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے مسلمات کے موافق وعدۂ خلافت تمام بنی نوع انسان سے ہے۔ "وَجَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْاَرْضِ" (سورہ انعام:۱۶۵) پس اس نے فرعون سے وعدہ کیا۔ اوراس کے قادرانہ کام نے راہ سے ساری رکاوٹوں کو ہٹا کر اپنے اٹل وعدے کے موافق فرعون کو زمین کا خلیفہ (بادشاہ) بلکہ پروردگار بنایا۔ اگر خدا ایسا نہ چاہتا۔ تو کون تھا۔ جواس سلسلہ فرعونیت و نمرودیت وشدادیت کی بنیادی اینٹ اس طرح رکھتا۔ ہزاروں روکیں پیدا ہو جاتیں۔ پس بنا بران مسلمان کے فرعون ایک خلیفہ بزرگِ خدا بلکہ شریک ربوبیت الٰہی ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک شیطان اصل مستحق ولایت مطلقہ متصرفِ مطلق ہے۔ اور خدائے زبردست۔ اس لئے کہ خدا تو اپنے بندوں کو ہدایت یافتہ چاہتا ہے۔ مگر شیطان گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ اور ہوا وہی۔ جو شیطان چاہتا ہے۔ اس لئے کہ وقت مہلت وانتظار اس نے وعدہ کیا تھا۔ کہ میں تیرے بندوں کو بہکاؤں گا۔ "وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔" (سورہ حجر:۳۹۔۴۰) میں تیرے مخلص بندوں کے سوا باقی تمام بنی آدم کو بہکاؤں گا۔ "لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ۔" (سورہ اعراف:۱۶) اور میں تیرے سیدھے راستے میں ررک ہو کر بیٹھ جاؤں۔ گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سوائے چند خاصان خدا کے باقی انسانوں نے شیطان کی متابعت کرلی۔ اور خدا اس کی تصدیق کرتا ہے۔ "لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔" (سورہ سباء:۲۰) البتہ شیطان نے ان کے باب میں اپنا گمان سچ کر دکھایا سب نے اس کی متابعت کرلی۔ اِلّا مومنین کی ایک جماعت کہ اس نے اس کی متابعت نہیں کی۔ خدا نے منع کیا تھا۔ کہ تم شیطان اوراس کی ذریت کو ولی مت بناؤ۔ "اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا" (سورہ کہف:۵۰) کیا تم شیطان اوراس کی ذریت کو ولی بناتے ہو۔ ظالمین نے یہ بہت بُرا عوض وبدل اختیار کیا ہے۔ کہ خدا کو چھوڑ کر شیطان کے پیچھے ہوئے۔ پس موافق اس قاعدے کے کہ وقوع کسی واقعہ کی دلیل حقیقت ہے۔ شیطانی ولایت مسلم۔ شیطان نے جو کہا تھا۔ کیا۔ اور خدا کے قادرانہ کام نے راہ سے ساری رکاوٹوں کو ہٹا دیا۔ اگر خدا نہ چاہتا۔ تو کون تھا۔ جو اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ اس طرح رکھتا۔ ہزاروں رکاوٹیں پیدا ہو جاتیں۔ اور وہ خدا کے مقابل صراطِ مستقیم الٰہی میں رکاوٹ ہو کر بیٹھ گیا۔ پس شیطان ایک ولی برحق و مستحق ولایت ہے۔ اور وقوع دلیل حقانیت۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ

اُلِاعۡتِقَادِ الۡبَاطِلِ وَالدِّیۡنِ الۡعَاطِلِ۔ حیف صد حیف اسلام اور ایسے اعتقادات۔ استغفر اللہ۔ اس لغویت اور بیہودگی کو اسلام سے کیا تعلق۔ یہ تو جہال۔ ضلال۔ کافرین۔ مشرکین زمانہ جاہلیت اور ملحدین کا اعتقاد ہے۔ جیسا کہ خدا تصدیق فرماتا ہے۔ یہ اعتقاد مبطلِ دیانت اسلامیہ ہے۔

عقلاً ونقلاً کسی واقعہ کا وقوع خواہ کسی حیثیت سے بھی ہو۔ اس کی حقانیت وصداقت کی دلیل نہیں۔ اسلام تو کجا جس کے تمام احکام مطابق فطرت عالم ہیں۔ کوئی مذہب بھی اس کا قائل نہیں۔ بلکہ لامذہب بلکہ منکر خدا بھی اس کے قائل نہیں۔ کیونکہ سب کے سب اس میں متفق ہیں۔ کہ اگر کسی تخت سلطنت پر بادشاہِ سابق کا وہ فرزند جو متصف باوصافِ حسنہ وواقف رموزِ سلطنت ہے متمکن ہو۔ تو کہتے ہیں۔ کہ یہ بالاستحقاق بادشاہ ہوا ہے۔ کیونکہ وہ وارثِ تخت و مستحق حکومت ہے۔ اور اگر کوئی ظالم وسفاک بزور شمشیر اس سے تخت چھین کر یا چند ہم خیالوں کے مشورے اور غلبے سے تخت پر بیٹھ جائے۔ تو اس کو بالاستحقاق بادشاہ نہیں کہتے۔ اس کو ظالم و جابر و غاصب کہتے ہیں۔ جیسا کہ ہر روز مشاہدہ ہوتا ہے۔ بلکہ اگر کسی صوبہ یا ملک کا گورنر وحاکم بجائے ایک عالم ومدبر کے ایک جاہل و سفیہ بنا دیا جائے۔ تو تمام عقلاء ایسا کرنے والوں کی تسفیہ وتحمیق کریں گے۔ اور اس جاہل کو اس مسند حکومت کا مستحق قرار نہ دیں گے۔ مستحق حکومت وہی ہے۔ جو علمِ تدبیر وسیاست مدن میں مہارت رکھتا ہے۔ اور کسی کا قائم مقام وہی ہوتا ہے۔ جو اس کی صفات سے متصف ہوتا ہے۔ عالم کا قائم مقام جاہل نہیں ہوسکتا۔ حکیم کا جانشین سفیہ نہیں بن سکتا۔ شجاع کا نائب بزدل نامرد نہیں کہلا سکتا۔ ایک عالم علم لدنی کا جانشین علم کسبی والا نہیں ہوسکتا۔ اور خدا کے مظہر کامل کا قائم مقام اخس الناس وانقص الخلق نہیں کہلا سکتا۔ یہی فطریاتِ اولیہ انسانیہ اور قانون قدرت الٰہی ہے۔ اور اس سے کسی انسان کو انکار نہیں ہوسکتا۔ بشرطیکہ درجہ انسانیت میں باقی ہو۔ مقام حیوانیت ونباتیت میں نہ پہنچ گیا ہو۔ "فَاِنَّ الۡعَوَامَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ۔" جہال تو مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔

فعل خدا کی توضیح

اِس اعتقادِ باطل کے ابطال کے بعد ہم کہتے ہیں۔ کہ مسلم ہے۔ کہ خالق فاطر خداوند عالم ربّ العالمین ہے۔ "فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ" (سورہ انعام: ۷۹) "وَفَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ" (سورہ انعام: ۱۴) "وَهَلۡ مِنۡ خَالِقٍ غَيۡرُ اللّٰهِ" (سورہ فاطر: ۳) غیر خدا کوئی خالق وفاطر نہیں۔ پس فطرت سرشتِ اشیاء ہے۔ اور فطریات ان کے اثراتِ ذاتیہ۔ پس جو اثراتِ مخلوقات بالفطرت والخلقت صادر ہوتے ہیں۔ اور اصل خلقت وفطرت شے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان میں کسی غیر کے ارادے کو دخل نہیں ہے۔ وہ افعال خدا کہلا سکتے ہیں۔ کیونکہ خالق و فاطر وہی ہے۔ اور اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور یہ اثرات اس نے فطرت وخلقت اشیاء میں رکھے ہیں جیسے کہ مثلاً آگ کی حرارت وسوزش۔ پانی کی رطوبت وبرودت یا انسان کا بالفطرہ محتاج غیر ومدنی الطبع ہونا وغیرہ اور جو افعال انسان سے مثلاً اپنے ارادے سے ظاہر وصادر ہوتے ہیں۔ مثلاً کھانا۔ پینا۔ چلنا۔ پھرنا۔ لکھنا۔ پڑھنا۔ تحصیل علوم وفنون کرنا۔ تحقیق معارف وکسب اعتقادات۔ یہ افعالِ انسانی کہلاتے ہیں نہ افعالِ الٰہی۔

پس جس امر پر فطرت شے وال ہو۔ وہ حق ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق اصل خلقت سے ہے۔ اور خالقِ عالم صرف خدا ہے۔ لہٰذا اس کی صداقت وحقیت میں شک وشبہ نہیں۔ اور وہ کبھی خلافِ واقع ونفس الامر نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ مثالوں سے ظاہر ہے۔ لہٰذا مطابقت وموافقتِ قول وفعل کلام ذکام خدا کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو خدا فرمائے۔ ویسا ہی خلق بھی کر دے۔ مثلاً اُس نے وعدہ کیا ہے۔ کہ میں آدمؑ کو یا داوُدؑ کو یا بعض مومنین صالحین امت محمدیؐ کو خلیفہ بناؤں گا۔ فعل اس کا یہ ہے۔ کہ اِن کو ان صفات سے متصف پیدا کر دے اور اس معیار پر پورا اُتار دے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ حضرت آدمؑ کو اپنی صفات کمالیہ کا نمونہ بنا دیا۔ اور اسی صفت سے متصف پیدا کر دیا۔ رہا لوگوں کا ماننا یا نہ ماننا۔ اس کو تخت سلطنت پر بٹھانا یا نہ بٹھانا اس کا تسلط ہونا یا نہ ہونا۔ اس کو اصل خلافت سے کوئی نسبت وتعلق نہیں (کما بیّنّاہ اٰنفًا)۔ یہی خدا نے خلفاء محمدیؐ کے ساتھ کیا ان کو علم وقدرت دے کر اپنے جلال و جمال کا نمونہ بنا کر اور اوصاف محمدیؐ کا آئینہ بنا کر بھیج دیا۔ ان کو تسلیم کرنا یا نہ کرنا یہ لوگوں کی سعادت وشقاوت پر مبنی ہے۔ غلبہ وتسلط اور کسی واقعہ کا خلافِ واقع ونفس الامر واقع ہو جانا حقیقت وصداقت کی دلیل نہیں۔ اگر ایسا ہو۔ تو شیطان کی ولایت وفرعون کی ربوبیت وغیرہ وغیرہ کو بھی برحق ماننا پڑے گا۔ چاہئے کہ اسے بھی برحق کہیں۔ اور خدا کا کام بتلائیں۔ اُس کی تمنائیں پوری ہوئیں۔ اور اُس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا نہ ہوئیں۔ اور شاید یہی وجہ ہے۔ کہ بعض علماء نما شیطان کو بھی بُرا کہنے اور لعنت کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اور یہیں سے حزب اللہ وحزب الشیطان متمیز ہوتے ہیں۔

غدارین وسفاکین وظالمین وجابرین کو مہلت دینا اور ان کی راہ میں رکاوٹ پیدا نہ کرنا اور اُن کو اُن کے خیال کے موافق کامیاب بنانا یہ انسان کے اپنے افعال میں فاعل مختار بنانے پر مبنی ہے۔ اور اسی پر دار ومدار دیانت وشرائع ہے۔ اور اسی پر بنائے سزا وجزا وثواب وعقاب۔ کیونکہ اگر خدا گنہگاروں۔ فاسقوں۔ فاجروں۔ کافروں۔ مشرکوں۔ منافقوں ومرتدوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر دے۔ اور ان کو اپنے مقاصدِ کفر وشرک وفسق وفجور میں ان کے اختیار وارادے کے ساتھ کامیاب نہ ہونے دے۔ چور اگر چوری کو جائے۔ تو اُس کی ٹانگ توڑ دے۔ زانی اگر زنا کا قصد کرے۔ تو اس سے قوتِ شہوانی سلب کر دے یا آلہ مخصوص قطع کر دے وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ سب مجبور ہوں گے۔ اور مستحق مدح ذمہ وثواب وعقاب وسزا وجزا ہوں گے۔ اور اس صورت میں سچے جھوٹے مومن وفاسق متمیز نہ ہوں گے۔ حق و باطل ایک ہو جائے گا۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے۔ "اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا" (سورہ السجدہ:۱۸) کیا مومن وفاسق برابر ومساوی ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ "وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ" (سورہ السجدہ:۳۴) اور نہ نیکی وبدی کا ایک درجہ ہوسکتا ہے۔ پس انسان کو خدا نے فاعل مختار بنایا ہے۔ تا کہ اپنے ارادے واختیار سے کسب خیر کرے۔ اور اسی واسطے اسباب مساوی مہیا کئے ہیں۔ اور کسی کو مجبور نہیں کیا۔ اگر ایسا کرتا۔ تو ایک بھی بظاہر کافر ومشرک وفاسق نظر نہ آتا۔ اسی واسطے فرماتا ہے۔ "كُلًّا نُمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا" (سورہ بنی اسرائیل:۲۰) الخ۔ ہر ایک گروہ کو مدد دیتے ہیں۔

مومنوں کو بھی کافروں کو بھی۔ نیکوں کو بھی بدوں کو بھی۔ یعنی اسباب سب کے لئے مہیا کئے گئے ہیں۔ اور عطاء الٰہی ممنوع نہیں ہے۔ اسباب سب کو دے دیئے ہیں۔ چاہے ان سے خیر کسب کرے یا شر۔ بلکہ اسباب دراصل ایک ہی ہیں۔ مثلاً زانی اور وہ شخص جو بے نکاحِ شرعی عورت سے صحبت کرتا ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ شہوت دونوں میں ہے۔ آلہ تناسل دونوں رکھتے ہیں۔ عورت دونوں کو مہیا ہوتی ہے۔ کوئی فرق نہیں ہے۔ صرف ایک اپنے ارادے سے خدا کے حکم کے مطابق کرتا ہے۔ اور دوسرا خدا سے نہ ڈر کر اُس کے حکم کی پروانہیں کرتا۔ پس فرق صرف ارادے میں ہے نہ اصل فعل و اسباب میں۔ اگر وہی زانی نکاح کر کے اُسی عورت سے اُسی وقت جماع کرے۔ فعلِ حسن ہے۔ نکاح نہ کرنے سے فعل قبیح ہے۔ پس زانی کے لئے مثل غیر زانی اسباب کا مہیا ہونا اور اس کے راہ میں رکاوٹ پیدا نہ ہونا اس کی سچائی۔ نیکوکاری اور اس کے فعل کے حسن کی دلیل نہیں۔ اور نہ ان روکوں کے پیدا نہ ہونے سے اس کا استحقاق ثابت ہوتا ہے۔ بڑے جاہل ہیں وہ لوگ جو ان وقوعات اور تہیہ اسباب یا عدمِ عوائق و موانع کو دلیل حقانیت قرار دیتے ہیں۔

غرض اوصیاءؑ رسولؐ کے باب میں خدا کا کلام اور اس کا کام اس طرح پورا ہوا۔ کہ اس نے وعدہ کیا۔ کہ خلیفہ بناؤں گا۔ اور پھر ان کو اوصافِ خلافت و معیارِ خلافت سے متصف و مخصوص فرمایا۔ اور ایسا ہی خلق کیا۔ "ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ" (سورہ جمعہ:۴) وہ ایسے ہوئے اور ضرور ہوئے۔ لوگ حسد کیا کریں۔ جلا کریں۔ اور خدا سے لڑیں۔ کہ ان کو ایسا کیوں پیدا کیا۔ "اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرَاهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنَاهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا" (سورہ النساء:۵۴) کیا ان لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو خدا نے اپنے فضل و کرم سے ان کو عطا فرمایا ہے۔ تحقیق کو ہم نے آل ابراہیمؑ کو کتاب و حکمت عطا کیا ہے۔ اور ان کو ملک عظیم عنایت فرمایا ہے۔ حاسد قضاء الٰہی پر معترض اور اس پر ناراض ہے۔ "وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ" (سورہ البقرہ:۱۰۵)۔

خدا کے کلام اور خدا کے کام کی ایک اور مثال

ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ سچ کی صداقت سچے کی خواہش فطرتِ انسانی میں داخل ہے۔ یعنی ہر شخص سچ کو اچھا کہتا ہے۔ سچے کو پسند کرتا ہے۔ اور سچے کا طالب ہوتا ہے۔ اور ہر ایک شخص سچا دوست۔ ولی اور خیر خواہ چاہتا ہے۔ اور یہ فطرتِ انسانی میں داخل ہے۔ یہ دوسرا امر ہے۔ کہ کسی وجہ سے ایک شخص جھوٹ کو سچ سمجھ لے۔ مگر بالفطرۃ دراصل طالب سچ ہی ہے۔ اور اسی واسطے ہر ایک شخص اپنے پیشوا کو سچا جانتا ہے۔ گویا ہر ایک شخص سچے کے ساتھ ہونا چاہتا ہے۔ اور پھر خدا اپنے کلام میں بھی یہی فرماتا ہے۔ "كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ" (سورہ توبہ:۱۱۹) سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ پس کلام خدا و فعل خدا دونوں صادق کے وجود کو مقتضی ہیں۔ اور پھر خدا نے صادق پیدا بھی کئے۔ اور پھر اپنے کلام میں ان کی تخصیص بھی فرما دی۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی دُعا "وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ" (سورہ شعراء:۸۴) میرے لئے آخر اُمم میں ایک لسان صدق قرار دے) کے جواب میں فرمایا۔

"وَاجْعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا" (سورہ مریم:۵۰) اور ہم نے ان کے لئے علیؑ کو لسان صدق (سچائی کی زبان) قرار دیا۔" یہ کلامِ خدا ہے۔ اور علیؑ کو اِس صفات صداقت پر پیدا اور خلق کرنا خدا کا کام۔ اور دونوں مطابق۔ چنانچہ ان کی صداقت کے ثبوت کی دلیلیں بہت سی ہیں۔

صداقت کی دلیلیں

کلام حمید مجید میں صادقین کی جتنی صفتیں اور علامتیں صداقت کی بتلائی گئی اور قرار دی گئی ہیں۔ وہ سب اس جنابؑ میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ مگر ہم یہاں صرف بعض علائم و اوصاف صداقت کو ذکر کرتے ہیں۔ اوّل حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ" (سورہ بقرہ:۱۷۷)۔ یعنی خداوند احکم الحاکمین علیم وحکیم عالم الغیب اور لوگوں کے دلوں کا سب حال جاننے والا ارشاد فرماتا ہے۔ کہ "نیکی یہی نہیں ہے۔ کہ نماز میں مشرق کی طرف منہ کر لیا یا مغرب کی طرف۔ بلکہ نیک تو وہ ہیں۔ جو خدا اور آخرت۔ فرشتوں۔ کتب الٰہی اور سب انبیاءؑ پر ایمان لائیں۔ اور محض محبت خدا میں اپنا مال رشتہ داروں۔ یتیموں۔ مسکینوں۔ پردیسیوں اور لونڈی غلاموں کی آزادی کے لئے دیں۔ اور نماز قائم کریں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ اور جب کوئی عہد کریں۔ تو اس کو پورا کریں۔ اور ہر ایک رنج وراحت وسختی ونرمی میں صابر رہیں۔ اور خوف اور لڑائی میں ثابت قدم۔ پس یہی لوگ سچے ہیں۔ اور بس یہی متقی ہیں۔" اور علامت خدا نے سچوں کی یہ بیان فرمائی ہے۔ اور اس میں خدا اور ملائکہ وغیرہ پر ایمان لانا خالص محبت خدا میں اپنا مال خرچ کرنا اور اس کے مصرف میں پہنچانا۔ نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ہر ایک عہد کو پورا کرنا۔ ہر ایک سختی ورنج وخوف وخطر وجنگ وجدال میں ثابت قدم رہنا اِس علامت صداقت کا معیار ہیں۔ اور علیؑ بن ابی طالبؑ اِس معیار صداقت پر بالکل پورے اُترے ہیں۔ ایمان علی وہ ایمان ہے۔ کہ اگر ایمان علیؑ ایک پلہ میزان میں رکھا جائے۔ اور باقی سب کے ایمان دوسرے پلہ میں۔ تو علیؑ کا پلہ بھاری رہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ اور حصہ دوم میں بھی اس کا بیان آئیگا۔ کہ صرف ایک علیؑ بن ابی طالبؑ ہی ایسے شخص ہیں۔ جو بلا خوف وخطر اور بلا تردد وتفکر اور بغیر شک وشبہ بکمال قوت قلب واستقلال واستقامت علی رؤس الاشہاد بآواز بلند کہہ سکتے ہیں۔ "لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا" اور اگر معارف الٰہی میں کلمات و فرمائشات امام علیہ السلام کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا، کہ حرف حرف ایمان ویقین ومعرفت سے بھرا ہوا ہے۔ اور گویا ذرہ ذرہ حقائق وماہیات عالم کا آپ کے پیش نظر ہے۔ سخاء وعطاء وانفاق فی سبیل اللہ کا حال کتب میں مذکور ہے۔ خود بھوکے رہے ہیں۔ اور روزے پر روزے رکھے ہیں۔ اور مسکین ویتیم واسیر کو کھانا کھلایا ہے۔ اور اپنے پیارے مریضوں پر دوسرے بیماروں کو مقدم رکھا ہے۔ وہ شان سخاوعطا ہے۔ کہ ان کی شان میں سارا سورۂ ہل اتی آیا ہے۔

وہ علیؑ بن ابیطالبؑ ہیں جوایک گُرتے سے جنگ کرتے تھے۔اور عین ہنگام جنگ بین الصفین نماز ادا کرتے تھے۔ اور حالت نماز میں بھی ادائے زکوٰۃ مخصوص سے غافل نہ ہوتے تھے۔اور کیونکر ممکن ہے۔کہ شہید علی الناس لوگوں کے حالات اور ان کے سوالات و حاجات سے غافل ہو جائے۔ کیسے ہوسکتا ہے۔کہ حاجت روائے خلق اور پیشوائے عالم ان کی حاجات پوری نہ کرے۔ اگر نہ کرے۔تو پھر وہ پیشوائے خلق نہیں ہے۔اُس کو مشکل کشا نہیں کہہ سکتے۔مشکل کشا ہی پیشوا ہوسکتا ہے۔علیؑ بن ابی طالبؑ ہی ہیں۔جنہوں نے کٹھن سے کٹھن وقت میں صبر کیا۔ جہاں شیروں کا زہر پانی ہو جاتا ہے۔جہاں انبیاءؑ رَبَّہٗ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ (سورہ انبیاء:۸۳) کہ اُٹھے ہیں۔اور کونسی جنگ ہے۔جس میں علیؑ صابر و ثابت قدم نہ رہے ہوں۔"اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔" (سورہ البقرہ:۱۷۷) یہی علیؑ و اولاد علیؑ سچے اور یہی متقی ہیں۔ان کے مقابل اور کون ہوسکتا ہے۔

دوم۔"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ" (سورہ الحجرات:۱۵) بس سوائے اس کے نہیں ہے۔کہ مومن وہی ہیں۔جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر یقین رکھتے ہیں۔اور ایمان لانے کے بعد میں اس میں شک نہیں کیا۔اور راہ خدا میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا۔بس سچے یہی ہیں۔اس علامت صداقت میں جو کچھ معیار صداقت قرار دیا گیا ہے۔ اس پر بھی علیؑ بن ابی طالبؑ بوجہ احسن پورے اُترتے ہیں۔ بیشک وہ ایسے ہی مومن کامل ہیں۔کہ جنہوں نے مثل دوسرے اصحاب رسولؐ کے ایک چشم زدن کے واسطے خدا کی توحید اور رسولؐ کی رسالت میں شک نہیں کیا۔اور صلح حدیبیہ کے موقع پر بعض اصحاب رسولؐ اپنے شک فی الرسالت کا اقرار و اعتراف کرتے ہیں۔علیؑ ابن ابی طالبؑ ہی ہیں۔کہ جان و مال سے راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں۔کسی وقت میں اپنی جان کی پروانہیں کرتے۔دیکھو کتب تواریخ وسیر اور علیؑ کی جاں نثاری۔"اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ" (سورہ الحجرات:۱۵) پس سچے علیؑ اور اجزاء علیؑ ہی ہیں۔

سوم۔خدا فرماتا ہے۔"اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ۔" (سورہ عنکبوت:۲۔۳) کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں۔کہ وہ صرف آمنّا کہنے ہی پر چھوڑ دیئے جائیں گے۔اور ان کا امتحان نہ کیا جائے گا؟ حالانکہ ہم یقیناً ان کا امتحان لے چکے ہیں۔جو ان سے پہلے تھے۔پس ان کا امتحان بھی ضروری ہے۔تاکہ اللہ ممیّز کردے ان لوگوں کو جو سچے ہیں اور ان کو جو جھوٹے ہیں۔اس آیت کا مفہوم یہی ہے۔کہ سچا اور جھوٹا بغیر امتحان کے نہیں پہچانا جاتا۔سچا وہی ہے۔جو امتحان کے وقت سچا ثابت ہو جائے۔اور اس لئے امتحان ہر ایک اہل ایمان کا ضروری ہے۔بغیر امتحان سچا جھوٹا نہیں پہچانا جاسکتا۔اور معیار امتحان اہل ایمان یہ آیت ہے۔"اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا مِنْکُمْ وَیَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ۔" (سورہ آل عمران:۱۴۲) کیا تم یہ گمان کرتے ہو۔کہ تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔حالانکہ تمہارا امتحان ابھی باقی ہے۔اور خدا نے یہ تمیز نہیں کی۔کہ کون تم میں سے جہاد کرتا ہے۔اور کون جہاد میں ثابت قدم رہتا ہے۔پس معلوم ہوا کہ جہاد میں ثابت قدم رہنا معیار امتحان ہے۔جو

اس میں کامیاب ہو گیا۔ وہ سچا ہے۔ اور علیؑ ابن ابیطالبؑ اس میں سب سے اوّل نمبر کامیاب ہیں۔ ہر ایک لڑائی میں ثابت قدم رہے۔ کہیں سے قدم نہ ہٹایا۔ بلکہ ہر ایک جنگ انہی کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ "اُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ" (سورہ الحجرات: ۱۵) پس سچے یہی ہیں۔ اور اصحاب اس امتحان میں پورے کامیاب نہیں ہوئے۔ اور وہ اس معیار امتحان صداقت پر پورے نہیں اُترے۔

چہارم۔ حق سبحانہ تعالیٰ تشخیص صادقین میں فرماتا ہے۔ "وَمِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا" (سورہ احزاب: ۲۳) اور مومنین میں سے صرف چند مرد ہیں۔ جنہوں نے اس عہد کو سچ کر دکھایا۔ جو انہوں نے خدا سے کیا تھا۔ بعض ان میں سے شہید ہو چکے۔ اور بعض منتظر ہیں۔ اور انہوں نے کسی امر میں ذرا تبدیلی نہیں کی۔ اور کسی امر الٰہی کے خلاف نہیں کیا۔ اِس آیت میں خدا نے صادقین کو مشخص کر دیا ہے۔ کہ صادقین مومنین میں سے چند مرد ہیں۔ اور وہ وہ ہیں۔ جنہوں نے تمام عھود الٰہی کو پورا کر دکھایا۔ اور سب میں سچے اُترے۔ اور اوّل عہد الٰہی یہ ہے۔ "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ۔" (سورہ اعراف: ۱۵) کیا میں تم سب کا پروردگار اور مربی نہیں ہوں۔ اور اس کا مطلب واضح ہے۔ کہ خدا کے سوا کسی کو مربی و ولی و معبود نہ بنایا جائے۔ اور جو اس عہد پر ثابت قدم نہ رہے۔ اور اپنے قول یا فعل سے ظاہر کر دے۔ کہ وہ خدا کو معبود و ولی و رب نہیں جانتا۔ یا اس کے ساتھ عبادت و ربوبیت و ولایت میں شریک گردانے۔ وہ اس عہد میں سچا اور پورا نہیں ہے۔ دوسرا عہد یہ ہے۔ "اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ" (سورہ یٰسین: ۶۰) اے بنی آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا ہے۔ کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو؟ ضرور لیا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ سوائے بعض سب ہی نے شیطان کی عبادت کر لی۔ اور اس کے بہکانے میں آ گئے۔ خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجنے لگ گئے۔ اور دوسروں کو معبود بنا بیٹھے۔ یا ان کو شریک کر بیٹھے۔ اور شیطان کا وہ قول سچ کر دکھایا۔ جو اس نے کہا تھا۔ "لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ" (سورہ الحجر: ۳۹۔۴۰) سوائے مخلصین کے میں سب کو بہکاؤں گا۔ اور خدا تصدیق فرما چکا۔ کہ اس کا گمان سچ ہو گیا۔ سوائے مومنین کی ایک جماعت کے باقی سب نے اس کی پیروی کر لی۔ اب اصحاب رسولؐ میں سے دیکھو۔ سوائے علیؑ ابن ابی طالبؑ باقی سب کے سب ان دونوں عہدوں میں سچے نہیں نکلے۔ دونوں میں پورے نہ اُترے۔ مدتوں کفر و شرک میں مبتلا رہے۔ پس مصداق صادقین علیؑ و اجزاء نوریہ علیؑ ہیں۔ تعمیم و اطلاق عہد صاف دلالت کرتا ہے۔ کہ سچا وہ ہے۔ جو کبھی کسی عہد اور حکم و امر الٰہی کے خلاف نہ کرے۔ اور کبھی کسی وقت میں ایک چشم زدن کے واسطے غیر خدا کی ربوبیت والوہیت و معبودیت کا قائل نہ ہو۔ کیونکہ عہد روز الست لیا گیا ہے۔ اور جب سے انسان عالم تکلیف میں آیا۔ اور مکلّف ہوا۔ اسی وقت سے پابند ہے۔ پس جس نے کسی ادنیٰ سے امر میں بھی خلاف خدا کیا۔ اور شیطان کی متابعت کر لی۔ وہ عہد الٰہی پر پورا پورا ثابت قدم نہ رہا۔ چنانچہ قصہ حضرت آدمؑ سے ظاہر ہے۔ کہ انہوں نے اگرچہ ترک اولیٰ کیا۔ اور گناہ کے مرتکب نہیں ہوئے۔ مگر علی الظاہر ایک عہد الٰہی سے وہ بھی نکل گئے۔ اور اسی واسطے خدا فرماتا ہے۔ "وَلَقَدْ

عَهِدْنَا اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْلَهٗ عَزْمًا "(سورہ طٰہٰ:۱۱۵) البتہ ہم نے پہلے آدمؑ سے عہد لیا تھا۔ اس نے ترک کیا۔ اور ہم نے اس میں عزم بالجزم نہ پایا۔ اور اسی وجہ سے حضرت آدمؑ انبیاء اولوالعزم میں شمار نہیں ہوتے۔ جب حضرت آدمؑ معمولی ترک اولیٰ سے عہد کلی سے نکل گئے۔ اور کامل عہد کے پورا کرنے والے نہ نکلے۔ تو پھر دوسرے کیا نکل سکتے ہیں۔ کامل صادق اور کامل وفادار اور کامل عہد کو پورا کرنے والے وہی ہو سکتے ہیں۔ جو فطرۃً ہر قسم کی طہارت باطنی وظاہری رکھتے ہوں۔ اور خدا نے کمال درجہ تطہیر میں ان کو خلق کیا ہے۔ اور طہارت کاملہ مطلقہ کو عصمت لازم ہے۔ پس کامل سچا وہی ہوسکتا ہے جو معصوم مطلق ہو۔ اور طہارت علیؑ و اولاد علیؑ ثابت ہے۔ پس وہی معصومین مطلق ہیں۔ "اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ "(سورہ الحجرات:۱۵) بس سچے یہی ہیں۔ اور انہی کی پیروی ومتابعت اور انہی کے ساتھ رہنے کا حکم خدا نے دیا ہے۔ "وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ "(سورہ توبہ:۱۱۹) پس ضرور اہل بیتؑ صادقین وصدیقین ہیں۔ اور علیؑ اصدق الصادقین واقدم الصادقین واسبق الصادقین وافضل الصدیقین وصالح المومنین ہیں۔

پنجم۔ خدا نے فرمایا ہے۔ "وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ "(سورہ الزمر:۳۳) جو سچ لایا۔ اور وہ جس نے سچ کی تصدیق کی۔ وہی سچے متقی اور پرہیز گار ہیں۔ بلا شک ولا ریب سچائی کے ساتھ آنے والے اور سچ کو لانے والے جناب صادق امین خاتم النبیینؐ ہیں۔ جو حق وصدق کے ساتھ مبعوث برسالت ہوئے۔ اور سب سے پہلے اس سچے کی تصدیق کرنے والے اور اس کی سچائی کو ثابت کرنے والے اور اس کے سچے حامی ومددگار اوّل المصدقین وافضل المصدقین جناب علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اور اس جنابؑ نے قولاً وفعلاً علماً وعملاً جان اور مال سے پیغمبرؐ صادق امین کی تصدیق کی ہے۔

معنی تصدیق

اور تصدیق نبیؐ کے معنی حقیقی یہ ہیں۔ کہ جو کچھ مدلول نبوت ہے۔ یعنی جو کچھ رسولؐ من جانب اللہ لایا ہے۔ مصدق کو چاہئے۔ کہ اوّل ان سب پر ایمان لائے۔ اور یقین رکھے۔ اور کہے بیشک آپ سچے رسولؐ ہیں۔ اور سچ فرماتے ہیں۔ اور جو کچھ آپ لائے ہیں۔ صدق وحق ہے۔ پھر جو کچھ رسول مقامِ تکلیف میں حکم دے۔ اس کو عملاً بجا لائے۔ اگر اس کے کسی حکم کو بجا نہ لائے۔ اور اس پر عمل نہ کرے۔ تو کہا جائے گا۔ کہ یہ اس کا سچا مصداق اور کامل ایمان ویقین رکھنے والا نہیں ہے۔ ورنہ کبھی اس کے حکم کے خلاف نہ کرتا۔ بعدازاں جو کچھ درباب علوم نبوت و مدلول نبوت اس سے سوال کریں۔ سب کا جواب دے۔ جو سوال مدلولات نبوت ورسالات وتبلیغات پوچھا جائے۔ اور سوال کیا جائے۔ اس کو ثابت کرے۔ اور جواب دے۔ اور جو کچھ پیغمبرؐ نے فعلاً کیا ہو۔ اس کو فعلاً کر کے دکھائے۔ اور اس کی تصدیق میں جان ومال کی کچھ پروا نہ کرے۔ اور ایسا شخص نہیں ہوسکتا مگر وہی جو حاملِ علومِ نبوت ووارثِ اوصافِ رسالت اور صالح مطلق اور صاحب علمِ لدنی واعجاز وکرامت ہو۔ کیونکہ علم پیغمبرؐ علم لدنی ہے۔ اور پیغمبرؐ صاحب اعجازات بلکہ اصل مدلول نبوت یعنی قرآن نفس اعجاز ہے۔ اور حقیقت اعجاز کو صاحب

اعجاز ہی سمجھ سکتا ہے۔ اور ایسا شخص غیراز علیؑ ابن ابی طالبؑ اور کوئی نہیں۔ وہ ان تمام باتوں میں پورے اُترتے ہیں۔ اور ہر ایک اعتبار اور ہر حیثیت سے مصدق نبیؐ ہیں۔ تشریح اس کی یہ ہے۔ کتب سیر و تواریخ میں مروی ہے۔ کہ ایک مرتبہ ایک یہودی جو کتب آسمانی توریت و زبور و انجیل کا عالم تھا۔ مسجد رسولؐ میں آیا۔ وہاں اصحاب رسولؐ جمع تھے۔ اور ان میں علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ ابن عباسؓ۔ ابن مسعودؓ۔ ابو معبدؓ الجہنی بھی تھے۔ اس نے اصحابِ رسولؐ سے خطاب کر کے کہا۔ اے امت محمدؐ! تم نے کسی نبی اور رسول کے لئے کوئی درجہ اور منصب نہیں چھوڑا۔ سب اپنے رسولؐ کو دے دیا ہے۔ پس جو کچھ میں سوال کروں۔ کیا اس کا جواب دے سکتے ہو؟ یہ سن کر گھبرائے۔ علیؑ ابن ابیطالبؑ بول اُٹھے۔ کہ خدا نے کسی نبی اور کسی رسول کو کوئی فضیلت اور کوئی درجہ نہیں دیا ہے مگر یہ کہ اس کو محمد مصطفیٰؐ کے لئے جمع کر دیا۔ اور ان کو ان تمام انبیاءؑ سے چند در چند اور زیادہ دیا ہے۔ یہودی نے کہا۔ تو کیا تُو مجھ کو جوابدے گا؟ فرمایا۔ ہاں میں آج رسول اللہؐ کے وہ فضائل تجھ سے ذکر کروں گا۔ جس سے مومنین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ اور شاکین کے شکوک رفع ہو جائیں گے۔ اور منجملہ آنجنابؐ کے فضائل کے یہ ہے۔ کہ جس وقت وہ اپنی کوئی فضیلت بیان کرتے۔ تو فرماتے۔ ''لافخر۔'' اور میں آج فضائل رسول اللہؐ بیان کرتا ہوں۔ لیکن نہ اس لئے کہ انبیاءؑ پر عیب لگاؤں۔ یا ان کی تنقیص کروں۔ بلکہ شکریے میں اس کے جو کہ خدا نے فضائل انبیاءؑ اور ان کے علاوہ ہمارے رسول مقبولؐ کو عطا کئے۔ یہودی نے کہا۔ آدمؑ کو خدا نے ملائکہ سے سجدہ کرایا۔ کیا آنحضرتؐ کے لئے بھی ایسا کیا ہے؟ فرمایا۔ اس سے بہت زیادہ۔ کیونکہ آدمؑ کا سجدہ عبادتی نہ تھا۔ ورنہ آدمؑ بخلاف خدا معبود قرار پائیں گے۔ بلکہ محض رحمت خدا اور ملائکہ سے اعتراف فضیلت حضرت آدمؑ تھا۔ اور آنحضرتؐ کی اس کے مقابل وہ فضیلت ہے۔ جو اس سے کہیں افضل ہے۔ کہ وہاں ملائکہ نے تعظیم دی۔ یہاں خدا خود اپنے مقام جبروت میں اس جناب میں مع ملائکہ صلوات بھیجتا ہے۔ اور پھر جملہ مومنین کو خدا نے مامور کیا ہے۔ کہ اس جنابؐ پر صلوات بھیجیں۔ اور یہ اس سے زیادہ ہے۔ یہودی نے کہا۔ خدا نے آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی۔ کیا آنحضرتؐ کے لئے بھی ایسا ہوا ہے۔ فرمایا۔ ہاں شان محمدؐ میں وہ نازل ہوا ہے۔ جو اس سے کہیں بزرگ ہے۔ اور بلا کسی گناہ کے جو انہوں نے کیا ہو۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ''لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ۔'' (سورہ فتح ۲:) اور آنحضرتؐ روزِ قیامت اِس شان سے آئیں گے۔ کہ کوئی بار ان پر نہ ہوگا۔ اور کسی امر کا ان سے سوال نہ کیا جائے گا۔

یہودی نے کہا۔ خدا نے ادریسؑ کو مکان عالی میں پہنچایا۔ اور جنت کے تحفے کھلائے۔ کیا تمہارے پیغمبرؐ کے لئے بھی ایسا کیا ہے؟ فرمایا۔ ہاں اس سے زیادہ۔ خدا فرماتا ہے۔ ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔'' (سورہ الم نشرح: ۴) اور ہم نے تیرا ذکر بلند و عالی کر دیا۔ پس یہ رفعت من جانب اللہ فضیلت کے لئے کافی ہے۔ اور ادریسؑ کو خدا نے بعد دنیا سے اُٹھانے کے تحفے کھلائے۔ اور ہمارے نبیؐ کو اسی دنیا میں بہشت کے تحفے کھلائے۔ کہ ایک مرتبہ آپ بھوکے تھے۔ جبرئیلؑ ایک جام بہشتی لیکر حاضر خدمت ہوئے۔ اس میں تحفہ بہشتی تھا۔ پس جب آپ نے اس کو ہاتھ میں لیا۔ تو جام اور تحفے دونوں نے ''لا الہ الا اللہ'' کہا۔ اور تسبیح و تکبیر ادا کی۔ اور اس کی حمد و ثنا کی۔ پھر آپ نے اس

کو اپنے اہلبیتؑ کو دے دیا۔ ان کے ہاتھ میں ایسا ہی کیا۔ پھر بعض اصحاب نے اس جام کو لینا چاہا۔ تو جبرئیلؑ نے لے لیا۔ اور کہا۔ اے محمدؐ تم کھاؤ۔ کہ یہ تحفہ جنت ہے۔ جو اللہ نے تمہیں بھیجا ہے۔ اور اس کو نہیں کھا سکتا مگر نبیؐ یا وصی نبیؑ۔ پس رسول اللہؐ نے اس تحفے کو کھایا۔ اور ہم اہل بیتؑ نے ان کے ساتھ کھایا۔ اور خدا کی قسم میں اس وقت اس کی حلاوت پا رہا ہوں۔ یہودی نے کہا۔ دیکھو یہ نوحؑ میں انہوں نے راہ خدا میں اپنی قوم کی اذیت پر صبر کیا۔ اور ان کو معذور رکھا۔ کیا آنحضرتؐ نے بھی ایسا کیا ہے؟ فرمایا۔ اس سے زیادہ راہ خدا میں صبر کیا۔ ان کو وطن سے نکالا گیا۔ اور تھکایا گیا۔ ان پر سنگریزے پھینکے۔ ان پر ابولہب نے بکری کی مینگنیاں پھینکیں۔ پس خدا نے اس فرشتے کو جو پہاڑوں پر مؤکل ہے حکم دیا۔ کہ پہاڑوں کو شق کر اور محمدؐ کے پاس پہنچ وہ حاضر خدمت ہوا۔ اور عرض کیا۔ میں آپ کی اطاعت پر مامور ہوں۔ اگر حکم دو۔ میں ان پر پہاڑوں کو پھیلا دوں۔ اور سب کو ہلاک کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ "رَبِّ اهْدِ اُمَّتِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ" بارالٰہا میری امت کو ہدایت کر۔ یہ جاہل ہیں۔ اور مجھے نہیں جانتے ہیں۔ اے یہودی کم بخت کیا تو نہیں جانتا۔ کہ جب قوم نوح غرق ہونے لگی۔ تو ان کو رشتہ داری کی وجہ سے رحم آیا۔ اور کہہ بیٹھے۔ "رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ"(سورہ ھود:۴۵) پروردگارا یہ میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔ پس اللہ نے کہا۔ یہ تمہارے اہل بیتؑ سے خارج ہے۔ کیونکہ یہ بدکار ہے۔ اور اللہ نے ان کو یوں تسلی دی۔ اور آنحضرتؐ کی قوم کی معاندت اور شقاوت جب حد سے بڑھ گئی۔ تو حضرتؐ نے عذاب ونقمت کی تلوار ان پر کھینچ لی۔ اور قرابت کی وجہ سے راہ خدا میں کسی پر رحم وشفقت نہ کی۔

یہودی نے کہا۔ نوحؑ نے دُعا کی۔ تو آسمان سے بارش ٹوٹ پڑی۔ کیا تمہارے پیغمبرؐ کے لئے بھی ایسا ہوا ہے؟ فرمایا۔ اس سے زیادہ۔ نوحؑ نے تو عذاب کیلئے طلب بارش کی اور آنحضرتؐ کے پاس جب قحط زدہ لوگ آئے۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ درخت زرد پڑ گئے اور پتے سب جھڑ گئے۔ اور سخت قحط پڑا ہوا ہے۔ باران رحمت کی دعا کیجئے۔ اور یہ روز روز جمعہ تھا۔ حضرتؐ نے دُعا کے لئے دست مبارک بلند کئے۔ ابھی ہاتھ نیچے بھی نہ کئے تھے۔ کہ بارش ٹوٹ پڑی۔ اور مدینہ میں اتنا پانی برسا کہ ایک جوان قوی تن پانی سے بمشکل تمام گذر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ دوسرے جمعے تک بھی یہی حالت رہی۔ اور پھر لوگوں نے آکر شکایت کی۔ کہ حضرتؐ مکان و دیواریں گر گئیں۔ قافلے اور سفر بند ہو گئے۔ اور کاروبار مسدود۔ فرمایا۔ یہ بنی آدم کے جلد ملول ہو جانے کی علامت ہے۔ پھر دعا کی۔ کہ خداوند انباتات اور چراگاہوں میں آبادی سے دور ہی دور برسا تو پھر گرد نواح میں بارش ہوتی تھی۔ اور شہر مدینہ پر ایک بوند نہ گرتی تھی۔ پس دُعائے حضرت نوحؑ دُعائے غضب تھی۔ اور دُعائے حضرت محمدؐ دُعائے رحمت۔ "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ"(سورہ انبیاء:۱۰۷)

یہودی نے کہا۔ ابراہیمؑ نے راہ خدا میں غضبناک ہو کر بت توڑ ڈالے۔ فرمایا۔ آنحضرتؐ نے تین سو ساٹھ بت توڑ کر خانہ کعبہ کو پاک کر دیا۔ اور بت پرستوں کو تلوار سے ذلیل کیا۔ کہا۔ ابراہیمؑ کے لئے تو خدا نے آگ کو سرد کیا تھا۔ تمہارے نبیؐ کے لئے بھی ایسا کیا؟ فرمایا۔ ہاں اس سے بھی زیادہ۔ جب آپ کو یہودیہ خیبر نے زہر دیا۔ تو

خدا نے حضرتؐ کے شکم مبارک کے اندر اس کی حرارت کو سرد کیا۔ جس طرح آگ جسم کو جلا دیتی ہے۔ اسی طرح زہر قلب وجگر کو پھونک دیتا ہے۔ اور اس کی قدرت وتاثیر سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

یہودی نے کہا۔ موسیٰ کو خدا نے توریت دی۔ جس میں حکمت ہے۔ تمہارے نبی کو کیا دیا؟ فرمایا۔ اس سے کہیں زیادہ۔ خدا نے محمدؐ کو سورۂ مائدہ انجیل کے عوض دی۔ اور طورسینین وطہ ونصف بلفصل اور تسابیح زبور کے عوض۔ اور بنی اسرائیل اور سورۂ براۃ توریت وصحف ابراہیمؑ کے عوض۔ اور خدا نے اپنے حبیبؐ کے لئے سات طولانی سورتیں اور فاتحۃ الکتاب سبع مثانی قرآن عظیم اور کتاب وحکمت زیادہ عطا کیں۔

یہودی نے کہا۔ خدا نے موسیٰؑ سے طورسینا پر کلام کیا۔ فرمایا۔ محمد مصطفیؐ سے سدرۃ المنتہیٰ پر خدا ہم کلام ہوا۔

یہودی نے کہا۔ لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ عیسیٰؑ نے گہوارے میں کلام کیا۔ کیا تمہارے نبیؐ نے بھی ایسا کیا ہے؟ فرمایا۔ ہاں اس سے بھی پہلے آپ نے کلام کیا ہے۔ چنانچہ جس وقت شکم مادر سے باہر تشریف لائے۔ تو ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے۔ اور سر آسمان کی طرف بلند کیا۔ اور فرمایا۔ "اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ" اور ان سے ایسا نور ساطع ہوا۔ کہ لوگوں نے شام کے قریہ نصریٰ کے مکان مکہ سے دیکھ لئے۔ اور اسی طرح قصور اصطخر اور اس کے گردنواح کے۔ اور شب ولادت پیغمبرؐ تمام دُنیا نور سے منور ہوگئی۔ اور ملائکہ آسمان سے آتے تھے۔ اور جاتے تھے۔ اور تسبیح و تقدیس الٰہی بجالاتے تھے۔ اور شیاطین جن وانس سب خائف وترساں ہو گئے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ کوئی بڑا امر عظیم دُنیا میں واقع ہوا ہے۔

یہودی نے کہا۔ عیسیٰؑ تو اندھوں۔ بہروں اور مبروصوں کو اچھا کر دیتے تھے۔ کیا تمہارے پیغمبرؐ کے لئے بھی کوئی ایسی فضیلت دی گئی ہے؟ فرمایا۔ اس سے افضل۔ ایک شخص خوفناک بیماری میں مبتلا تھا۔ اس کو اچھا کر دیا ایک مرتبہ آپؐ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک صحابی کا ذکر آ گیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ وہ ایسی ایسی بلا میں مبتلا ہے۔ کہ تازہ پیدا ہوئے چوزے کی طرح لاغر ہو گیا ہے۔ جس پر کوئی بال و پر نہیں ہوتا۔ وہ آپ کے پاس لایا گیا۔ تو ایسا ہی تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو اپنی صحت کے زمانے میں ضرور ایک دعا کیا کرتا تھا۔ عرض کیا۔ میں یوں کہا کرتا تھا۔ کہ خداوند جو عذاب مجھے آخرت میں دینا ہے یہیں دے دے۔ رحمتہ للعالمین نے فرمایا۔ یوں کیوں نہیں کہتا۔ "رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔" (سورہ بقرہ:۲۰۱) "بارالٰہا ہم کو دُنیا میں بھی بھلائی اور خیر عطا کر اور آخرت میں بھی۔ اور عذاب دوزخ سے بچا۔" یہ کہنا ہی تھا۔ کہ برکت وکرامت رسولؐ سے وہ فوراً اچھا اور تروتازہ ہو گیا۔ ایک شخص بنی جہنیہ سے جذام میں مبتلا تھا۔ اور بدن پاش پاش ہو رہا تھا۔ حضرتؐ نے پانی کا ایک پیالہ لیا۔ اور اس میں لعاب دہن ڈال دیا۔ اس نے جسم پر ملا۔ اور فوراً اچھا ہو گیا۔ ایک مبروص حاضر خدمت ہوا۔ آپؐ نے اس پر تھوک دیا۔ فوراً اچھا ہو کر چلا گیا۔ اگر عیسیٰؑ نے اندھوں کو اچھا کیا ہے۔ تو رسول مقبولؐ نے بھی بہت سے اندھوں کو اچھا کیا ہے۔ جنگ احد میں قتادہ بن ربعی کی آنکھ میں نیزہ لگ گیا۔ اور ڈھیلا نکل پڑا۔ وہ اس کو اُٹھا کر حاضر خدمت ہوا۔ اور عرض کیا۔ کہ حضرتؐ میری بیوی اب مجھے مبغوض رکھے گی۔ حضرتؐ نے ڈھیلا اس کے

ہاتھ سے لیکر اس کی جگہ آنکھ میں رکھ دیا۔ اور وہ ایسی اچھی اور درست اور روشن ہوگئی۔ کہ وہ اپنی زیادہ روشنی ہی کی وجہ سے دوسری سے پہچانی جاتی تھی۔ ایسا ہی عبداللہ بن انیس کے ساتھ ہوا۔ اور وہ بھی اچھا ہوگیا۔ اور یہ سب ہمارے نبیؐ کی نبوت کی دلیلیں ہیں۔

یہودی نے کہا لوگ کہتے ہیں۔ کہ عیسیٰؑ مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ کیا تمہارے نبی بھی ایسا کرتے تھے؟ فرمایا۔ اِس سے زیادہ کرتے تھے۔ عیسیٰؑ ذی روح کو بلاتے اور زندہ کر دیتے تھے۔ اور ہمارے حضرتؐ کے ہاتھ پر سنگریزے جو بیجان ہیں بولتے اور تسبیح کرتے تھے اور نبوت کی شہادت دیتے تھے۔ اور بیشک مُردوں نے مرنے کے بعد آنحضرتؐ سے کلام کیا۔ اور حضرتؐ سے اپنے خوف کی فریاد کی۔ حضرتؐ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ فرمایا۔ کیا یہاں کوئی بنی نجار میں سے نہیں۔ کہ ان کا بھائی بہشت کے دروازے پر فندق یہودی کے تین درہموں کی وجہ سے رُکا ہوا ہے۔ اگر عیسیٰؑ نے مُردوں سے کلام کیا۔ تو کیا ہے۔ آنحضرتؐ کا اعجاز اس سے بھی زیادہ ہے۔ کیونکہ جب آپؐ نے طائف کا احاطہ کیا۔ تو اہل طائف نے ایک زہر آلود بکری بھون کر بھیجی۔ اور جب حضرتؐ کے سامنے آئی۔ تو اسی کا ہاتھ گویا ہوا۔ اور بولا کہ مجھ میں زہر ہے۔ مجھے نہ کھایئے۔ اگر کوئی جانور آپ سے کلام کرے۔ تو یہ آپ کی نبوت و صداقت کی اعظم ترین دلیل ہے۔ پھر جب ذبح کی ہوئی بھنی بکری بولے۔ تو کیونکر افضل ترین دلائل نبوت سے نہ ہوگی۔ رسول خداؐ کے حکم سے درخت اپنے مقام سے اُکھڑ کر چلے آتے تھے۔ درندے اور چرندے اور شجر حجر ان سے کلام کرتے تھے۔ عیسیٰؑ کو یہ مرتبہ کہاں حاصل تھا۔ اور رسول خداؐ اہل مکہ کو ان کے تمام اسرار کی خبر دے دیتے تھے الخ۔

حدیث نہایت طولانی ہے۔ ہم درمیان سے اختصار کرتے گئے ہیں۔ ورنہ یہودی نے جملہ انبیاءؑ کے اعجازات جزئیہ و کلیہ کا اور حضرتؐ نے ان کے مقابل ایک سے زیادہ اعجازات و کرامات رسول خداؐ کے گنوائے اور ثابت کئے ہیں۔ اور یہ ہیں معنی تصدیق پیغمبرؐ کے کہ جملہ کمالات و اعجازات و دلائل نبوت کو ثابت کر دکھایا۔ اور دوسرے کو منوا دیا۔ اور یہی نہیں۔ بلکہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتمؐ تک جملہ انبیاءؑ کے اعجازات کو ثابت کر دیا۔ اور ان کی تصدیق فرمائی۔ بلکہ کتب مناقب و تواریخ و تفاسیر و سیر شاہد ہیں۔ کہ اعجازات و کرامات جملہ انبیاء اللہ علیؑ ابن ابی طالبؑ باب علوم محمدیؐ و نفس نبویؐ و مظہر الٰہی سے ظاہر ہوئے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بالا جن کے بیان کی گنجائش نہیں۔ اور اسی طرح سے قولاً و فعلاً و علماً و عملاً۔ ظاہراً و باطناً و سراً و علانیاً و حضراً قبل وفات و بعد وفات رسول آنحضرتؐ اور جملہ انبیاءؑ کی تصدیق فرمائی ہے۔ اور اسی واسطے فرماتے ہیں۔ "اَنَا سِرُّ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَلِسَانُ النَّاطِقِیْنَ وَخَلِیْفَۃُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ"، میں جملہ انبیاءؑ مرسلین کا بھید اور کل ناطقین یا تسبیح و التقدیس و التحمید و التہلیل کی زبان گویا اور لسان صدق ہوں۔ اور میں ہی خلیفہ پروردگار اور مظہر اوصاف کردگار ہوں۔ پس وہی جنابؑ اس امت پیغمبر آخر الزماں میں سچائی کی زبان اور مصداق لسان صدق فی الآخرین و اکبر الصدیقین ہیں۔ کیا مسلمان محض اس لئے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے لسان صدق ہونے سے انکار کر سکتے ہیں۔ کہ ان کا نام قرآن میں کیوں آ گیا؟ "اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ" (سورہ نساء: ۵۴) بیشک حسد اوّل بناء فساد عالم ہے۔

حضرت خلیل اللہ شجرۃ الانبیاء اور جامع ہیں جمیع انبیاء سابقہ کے کمالات کو۔ اور وہی جناب پہلے پیغمبر ہیں۔ جن کے لئے منصب امامت کا اعلان کیا گیا۔ اور پھر ان کی ذریت میں یہ منصب تا قیام قیامت قرار دیا گیا۔ اور امت آخرین میں ذریت ابراہیمؑ اور نسل اسمٰعیلؑ سے خدا نے پیغمبر آخر الزمان کو پیدا کیا۔ اور اُن کو جملہ کمالات انبیاء اور اس سے زیادہ کا جامع بنایا۔ بلکہ باب علوم ومخزن اسرار وہی جناب ہوئے۔ اور علیؑ کو ان علوم اور ان کمالات کے اظہار کا دروازہ اور ان کے بیان کو زبان صدق قرار دیا۔ اور اسی زبان صدق سے جملہ کمالات وعلوم واوصاف و مناقب ظاہر ہوئے۔ پیغمبرؐ کتاب مبین ہے۔ اور علیؑ اس کتاب مبین کا بیان اور لسان صدق فی الآخرین۔ سوائے جہالت کے اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ علیؑ کے لسان صدق واصدق الصادقین ہونے سے انکار کیا جائے۔ اس میں تو شک ہی نہیں ہے۔ کہ خلیل اللہ نے یہ دعا کی ہے۔ کہ امت آخر میں خداوند میری ذریت سے ایک سچائی کی زبان لسان صدق۔ حق مجسم اور صدق مطلق قرار دے۔ اور امت آخری امت محمدیؐ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ یہ دعا حضرت ابراہیمؑ کی قبول ہوئی یا نہیں؟ یہ ممکن نہیں۔ کہ خلیل اللہؑ کی دعا اور دعائے نیک وحسن مستجاب نہ ہوئی ہو۔ ضرور ہوئی۔ ہوئی تو پھر بتلایا جائے۔ کہ کس کو دعائے حضرت خلیل اللہؑ کے موافق امت محمدیؐ میں لسان صدق پیدا کیا۔ اس کا نشان قرآن سے دیا جائے۔ اور دکھلایا جائے۔ کہ وہ کون ہے۔ اور کس کو خدا نے لسان صدق بنایا ہے۔ اور جب اور کوئی قرآن میں لسان صدق موجود نہیں۔ تو پھر علیؑ کے لسان صدق ہونے سے ہم کیونکر انکار کر دیں۔ جبکہ خدا جواب دعائے حضرت ابراہیمؑ میں صاف فرماتا ہے۔ "وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا" (سورہ مریم: ۵۰) جبکہ بکمال درجہ جملہ اوصاف صداقت علیؑ میں موجود ہیں۔ اور اگر یہاں علی سے مراد جو حالت نصبی میں صفت لسان ہونے کی وجہ سے منصوب یعنی علیا پڑھایا گیا ہے۔ اسم نہیں بلکہ صفت اور لسان کی نعت ہے۔ اور علیؑ کے معنی بلند اور دراز ہیں۔ تو مطلب آیت کا یہ ہوا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ کہ ہم نے ان کے لئے ایک سچائی کی زبان دراز قرار دیدی ہے۔ تو یہ کیسے مہمل معنی ہیں۔ کیونکہ زبان کی درازی نقص ہے نہ کمال۔ اور پھر اگر یہ بھی بفرض محال تسلیم کر لیں۔ کہ یہ ان کی صفت اور معنی بلند ہے نہ اسم خاص۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ خدا نے یہ تو فرما دیا۔ کہ ہم نے لسان دراز صدق ان کے لئے بنا دی۔ مگر یہ تشخص تو نہ ہوئی۔ کہ وہ لسان صدق کہاں ہے۔ اور کون ہے۔ وہ زبان ہے۔ زبان کے لئے صادق زبان ہونا چاہئے۔ پس وہ صاحب زبان کون ہے۔ اور وہ زبان کس کی ہے؟ زیادہ سے زیادہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ امت آخرین اور ذریت ابراہیمؑ میں مجسمہ صدق پیغمبر صادق امین ہے۔ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ پیغمبرؐ صادق امین صدق مطلق اور مجسمہ صدق ہیں۔ بلکہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ لیکن یہ بھی ثابت ہے۔ کہ زبان پیغمبر علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ کہ باب علوم ومظہر اوصاف وبیان کتاب وجودی ہیں۔ پس نبیؐ صدق ہیں۔ اور علیؑ لسان صدق۔ اور صحیح اور درست معنی مطابق قواعد عربیت وبمقتضائے فصاحت وبلاغت کلام مجید یہی ہیں۔ کہ ہم نے ان کے لئے علیؑ کو لسان صدق قرار دیا ہے۔ اور کوئی معنی درست نہیں ہو سکتے۔ اور فضول تاویلات رکیکہ سے کوئی فائدہ نہیں۔ وہو الحق والصدق۔ مزید تو کے لئے دیکھو خلافت الٰہیہ حصہ دوم اور احادیث صداقت وصدیقیت علی

ابن ابی طالبؑ۔ اور نیز یہ کہ کہاں کہاں قرآن میں علیؑ کا نام آیا ہے۔ اسی واسطے احادیث و روایات اہل البیت میں تصریح ہے۔ کہ یہاں علی سے مراد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہی ہیں۔ چنانچہ تفسیر قمی میں الحسن العسکریؑ سے مروی ہے۔ اور یونس بن عبدالرحمان کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت رضاؑ سے عرض کیا۔ کہ لوگوں نے مجھ سے مطالبہ کیا۔ کہ بتلاؤ۔ کہیں علیؑ کا نام قرآن میں ہے؟ تو میں نے یہ آیت پڑھی۔ فرمایا تو۔ نے سچ کہا۔ اور ابی بصیر سے روایت ہے۔ کہ صادق آل محمدؑ نے فرمایا۔ کہ ابراہیمؑ نے دعا کی۔ خدا نے ان کے لئے امت آخرین میں ایک لسان صدق قرار دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (سورہ مریم: ۴۹-۵۰) یعنی علی ابن ابیطالبؑ۔ یعنی ہم نے اس کو اسحاقؑ و یعقوبؑ بخشے۔ اور ان کو نبی بنایا۔ اور ان کو اپنی رحمت عطا کی (یعنی رحمۃ للعالمین خاتم النبیینؐ)۔ اور ان کے لئے علیؑ کو لسان صدق بنایا یعنی علیؑ ابن ابی طالبؑ کو۔ فَلَارَيْبَ اِنَّهٗ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنِ وَوَصِيَّ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَخَلِيْفَةُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ "وَذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ"۔

مزید ثبوت صداقت و نص خلافت علیؑ

قصہ دعوت ذوالعشیرہ مشہور و معروف ہے۔ اور تقریباً تمام مؤرخین نے اس کو لکھا ہے۔ کہ جس وقت حضرتؐ نے حسب حکم خدا "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" (سورہ شعراء: ۲۱۴) سب سے پہلے اپنے سب سے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا۔ قریش کو دعوت دی اور کھانا کھلانے کے بعد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے۔ کہ میں لوگوں کو اس کی طرف بلاؤں۔ کون ہے جو اس کام میں میرا ساتھ دے اور میری مدد کرے۔ جو ایسا کرے گا۔ وہی میرے بعد میرا بھائی میرا خلیفہ اور حاکم و وزیر ہوگا۔ ملاحظہ ہو تاریخ ابوالفدا۔ جمع الفوائد۔ مسند احمد بن حنبل۔ شفاء۔ تفسیر ثعلبی۔ ینابیع و صحیح مسلم وغیرہا۔ چنانچہ اکثر مؤرخین یورپ نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ مسٹر گلمن اپنی کتاب سٹوری آف دی نیشن (Story of the Naiton) نویں جلد میں فرماتے ہیں:

"Allah has commissined me to call men to him, who among you will goin me in the sacred work, and become my Brother, my chliph, my commissioner?"

یعنی رسولؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ نے مجھ کو حکم دیا ہے۔ کہ میں لوگوں کو اس کی طرف بلاؤں۔ پس کون ہے تم میں سے جو اس مقدس کام میں میرا ساتھ دے اور شریک ہو۔ اور وہی میرا بھائی۔ میرا خلیفہ اور میرا کمشنر ہو؟

"A profound silcnes fell upon thewhol assembly, until Ali, he youngest of them all, cried out with, zeel I, Prophat of Allah, I will goin you Mohammad embraced Ali and said, Behold my Brother, my caliph, my commissioner. Lioten lo him obey him commendo!"

یہ کلام سن کر تمام مجلس پر ایک خاموشی چھا گئی۔ یہاں تک کہ ان میں سے سب سے چھوٹے (علیؑ) نے ایک

بڑے جوش سے پکارا۔ میں! اے اللہ کے رسولؐ!! میں آپ کے ساتھ اس مقدم کام میں شریک ہوتا ہوں۔ پس محمدؐ نے علیؑ کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا۔ ''میرے بھائی۔ میرے خلیفہ۔ میرے کمشنر۔ دیکھ اللہ کی باتیں سن۔ اور اُس کے احکام کو مان۔'' اور سر ٹامس کارلائل اپنی کتاب ہیرو ورشپ (Hero Worship) میں یوں لکھتے ہیں۔ لفظی ترجمہ ''پس یہ مجلس جس میں علیؑ کے باپ ابو طالبؑ موجود تھے محمدؐ سے بُرا سلوک نہیں کر سکتی تھی۔ تاہم یہ نظارہ یعنی ان پڑھ آدمی ایک دس سالہ لڑکے کے ساتھ مل کر اپنے تمام بنی نوع کے برخلاف اتنی بڑی مہم کا فیصلہ کرے۔ ایک قسم کی ظرافت نظر آئی۔ اس لئے سارے اہل مجلس ہنس پڑے۔ لیکن حقیقت میں یہ ہنسی کی بات نہ تھی۔ بلکہ ایک وزن دار بات تھی۔ اور اس نوجوان علیؑ کی نسبت یہ رائے ہے کہ ہر شخص اس کو پیار ہی کرے گا۔ ایک نہایت ہی شریف دل مخلوق جیسا کہ اس نے اس جلسے میں اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ اور اس کے بعد ہمیشہ ظاہر کرتا رہا۔ ایک محبت اور اخلاق کا بھرا ہوا آتشی دلیری والا۔ نہایت درجے کا شجاع اور شیر ببر جیسا بہادر تاہم معاف کرنے والا ایک مجلس سچ اور محبت کر سچن نائٹ ہڈ کا مستحق۔'' یہی علی وہ لسان الصدق ہے۔ جس کی کتب سابقہ میں پیشنگوئی موجود ہے۔ اور تمام مخالف و موالف اس کی صداقت کے مائل ہیں۔ اور اس کو مجسم صداقت تسلیم کرتے ہیں۔

''وَالفَضلُ مَا شَھِدَتْ بِہِ الْاَعدآءُ''

یہ نص خدائی ہے بواسطہ پیغمبرؐ۔ اور یہی نص دلیل، وحقانیت و صداقت ہے پھر حضرت نے جنگ تبوک کے موقع پر اہل مدینہ پر اپنا خلیفہ بنا کر عملی ثبوت دیا۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم ترمذی میں سعد بن ابی وقاص۔ ابن المسیب اور جابر ابن عبداللہ وغیرہما سے روایت کی ہے۔ اور سب نے اس کی تصحیح کی ہے۔ نہ صرف جنگ تبوک کے موقع پر بلکہ اکثر بیشتر مواقع پر حضرتؐ نے فرمایا ہے۔ ''یَا عَلِیُ اَمَا تَرْضٰی اَوْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃَ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی۔ وَقَالَ یَا عَلِیُ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ'' (صحیح بخاری ص ۵۲۵، ۵۲۶)۔ اور اس میں شک ہی نہیں۔ کہ نسبت ہارونیؑ جناب موسیٰؑ سے نسبت خلافت و شرکت نے التبلیغ و وزارت و اخوت و وصایت ہے۔ پس ''لَا نَبِیِ بَعْدِیْ'' سے نبوت کی نفی ہوگئی۔ باقی اوصاف بحال خود باقی اور علیؑ مثل ہارونؑ وزیر و وصی خلیفہ رسول مقبولؐ ہیں۔

کتاب المناقب میں بسلسلہ ذہبیہ مروی ہے۔ کہ ماہ مبارک رمضان میں جناب رسول خداؐ نے خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا۔ کہ اے لوگو ماہ خدا برکت و رحمت و مغفرت کے ساتھ آگیا ہے۔ اور پھر ماہ مبارک رمضان کے فضائل ذکر کیے۔ بعد ازاں رونے لگے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ کو کس چیز نے رُلایا ہے؟ فرمایا۔ مجھ کو اس چیز نے رلایا ہے۔ جو اس مبارک مہینے میں تیرے باب میں حلال سمجھی جائے گی۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ تو نماز پڑھنا چاہتا ہے۔ اور شقی ترین اولیں و آخرین نظیر عاقر ناقہ صالح اُٹھتا ہے۔ اور تیرے سر پر ضرب لگاتا ہے۔ اور تیری ڈاڑھی خون سے رنگتا ہے۔ عرض کیا۔ یا رسولؐ کیا یہ میرے دین کی سلامتی میں ہوگا؟ فرمایا۔ ہاں سلامتی دین میں ایسا ہوگا۔ عرض کیا۔ پھر تو بشارت اور خوشی کا مقام ہے۔ فَتَمَنَّوُالْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ (سورہ جمعہ:٦) پھر فرمایا۔ یا علیؑ جس نے تجھے قتل کیا۔ اس نے مجھے قتل کیا۔ جس نے تجھ سے بغض رکھا۔ اس نے مجھ سے

بغض رکھا جس نے تیری سَبّ کی۔ اس نے میری مسب کی۔ کیونکہ تو مجھ سے بمنزلہ میرے نفس کے ہے۔ تیری روح میری روح ہے۔ اور تیری طینت میری طینت۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اور تجھ کو اپنے نور سے خلق کیا ہے۔ اور مجھے اور تجھے مصطفیٰ و برگزیدہ بنایا ہے۔ "فَاخْتَارَنِی النُّبُوَّۃَ وَاخْتَارَکَ لِلْاِمَامَۃِ فَمَنْ اَنْکَرَ اِمَامَتَکَ فَقَدْ اَنْکَرَ نُبُوَّتِی۔" پس مجھ کو نبوت کے لئے اختیار و پسند کیا۔ اور تجھ کو امامت کے لئے۔ جس نے تیری امامت کا انکار کیا۔ اس نے میری نبوت کا انکار کیا۔ "وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَایَشَاءُ وَیَخْتَارُ مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ" "یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَصِیِّیْ وَوَارِثِی وَاَبُو وُلْدِی وَزَوْجُ اِبْنَتِی اَمْرُکَ اَمْرِی وَنَھْیُکَ نَھْیِی۔" اے علیؑ تو ہی میرا وصی میرا وارث۔ میری اولاد کا باپ اور میری بیٹی کا شوہر ہے۔ تیرا امر میرا امر ہے۔ اور تیری نہی میری نہی (بیشک امر اولوالامر امر رسولؐ ہے۔ اور نہی اولوالامر نہی رسولؐ ہے)۔ "اُقْسِمُ بِاللّٰہِ الَّذِی بَعَثَنِی بِالنُّبُوَّۃِ وَجَعَلَنِی خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ اِنَّکَ لَحُجَّۃُ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ وَاَمِیْنُہٗ عَلٰی سِرِّہٖ وَخَلِیْفَۃُ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ۔" "میں قسم کھاتا ہوں اس کی جس نے مجھ کو مبعوث بہ نبوت کیا ہے اور بہترین خلق قرار دیا ہے۔ کہ بیشک تو خلق خدا پر حجت خدا ہے۔ اور اسرار الٰہی کا امین۔ اور تو ہی اس کے بندوں پر اس کا خلیفہ و جانشین۔" عن انس بن مالک۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا۔ کہ وہ علیؑ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ تو فرمایا۔ "اَنَا وَھٰذَا حُجَّۃُ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ" میں اور یہ علیؑ خلق خدا پر حجت خدا ہیں۔ جیسا کہ صاحب الفردوس اور امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔ "وَقَالَ یَا عَلِیُّ اَنْتَ تُبْرِءُ ذِمَّتِی وَاَنْتَ خَلِیْفَتِی عَلٰی اُمَّتِی" اے علیؑ تو مجھ کو میرے قرض سے بری الذمہ کرے گا۔ اور تو ہی میری امت پر میرا خلیفہ ہے۔ اور عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے روز مواخات فرمایا۔

"ھٰذَا عَلِیٌّ اَخِی فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَخَلِیْفَتِی فِی اَھْلِی وَوَصِیِّی فِی اُمَّتِی وَوَارِثُ عِلْمِی وَقَاضِی دِیْنِی مَالُہٗ مِنِّی مَالِی مِنْہُ نفعہ نَفْعِی وَضَرُّہٗ ضَرِّی مَنْ اَحَبَّہٗ فَقَدْ اَحَبَّنِی وَمَنْ اَبْغَضَہٗ فَقَدْ اَبْغَضَنِی۔"

یعنی "یہ علیؑ میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں۔ اور میرا جانشین ہے میرے اہل میں۔ اور میرا وصی ہے میری امت میں۔ اور میرے علم کا وارث ہے اور میرے قرض کا ادا کرنے والا۔ اس کا مال میرا مال ہے اور میرا مال اس کا مال۔ (یقیناً مال رسولؐ مال خلیفہ رسولؐ و برادر رسولؐ علیؑ بن ابی طالبؑ ہے) اس کا نفع میرا نفع ہے۔ اس کا ضرر میرا ضرر ہے۔ جس نے اس کو دوست رکھا اس نے مجھ کو دوست رکھا۔ جس نے اس کو مبغوض و دشمن رکھا۔ اس نے مجھ کو دشمن رکھا۔" جیسا کہ سید علی بن شہاب الہمدانیؒ نے نقل کیا ہے۔

انس بن مالک یہ بھی روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تمام انبیاءؑ سے برگزیدہ بنایا۔ اور مجھ کو اختیار و پسند کیا۔ اور میرے لئے ایک وصی اختیار کیا۔ اور میں نے اپنے ابن عم علیؑ کو اپنا وصی بنایا۔ کہ میرا بازو اس سے قوی ہوا۔ جس طرح موسیٰؑ کا بازو ہارونؑ سے قوی ہوا۔ "وَھُوَ خَلِیْفَتِی وَوَزِیْرِی وَلَوْ کَانَ بَعْدِی نَبِیًّا لَکَانَ عَلِیٌّ نَبِیًّا وَلٰکِنْ لَانُبُوَّۃَ بَعْدِی۔" "اور وہی میرا خلیفہ اور میرا وزیر ہے۔ اور اگر میرے

بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو البتہ علیؑ نبی ہوتا۔ لیکن میرے بعد نبوت نہیں ہے۔'' حضرت عمر بن الخطابؓ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ سے فرماتے تھے۔ ''یا ابوالحسنؑ اگر تمام دریا سیاہی ہوں۔ اور درخت قلم۔ اور تمام انسان کاتب اور جن حاسب۔ تو بھی تمہارے فضائل کا احصاء و شمار نہ کرسکیں۔ مؤدۃ القربیٰ وبجکم۔ ''وَيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ''(سورہ ھود:۳) پس وہی مستحق خلافت الٰہی و وصایت رسالت پناہی ہیں۔ کیا اس صدیق اکبر کے مقابلہ میں جس نے اس وقت صادق امین کی تصدیق و تائید کی۔ جبکہ کوئی اس کا مصدق نہ تھا۔ کسی اور نے مدد کی؟ بیشک یہ کام خدا کا تھا کہ اُس نے اپنے صادق امین کا مصدق علیؑ ابن ابی طالبؑ کو خلق کیا۔ اور اُنہوں نے ایسا ہی کر دکھایا۔ اوّل اوّل اس انتہائی کے عالم میں تصدیق کی۔ اور ہر ایک قول و فعل اور ہر ایک مقام پر مصدق و مؤید و ناصر و حامی پیغمبرؐ ہے۔ شعب ابی طالب میں جب پوشیدہ تھے۔ اس وقت حضرت رسولؐ خانہ کعبہ میں تشریف لائے۔ اور علیؑ کو ہمراہ لائے۔ اور علیؑ نے بتوں کو توڑا۔ اور اس کے بعد دو روز بالکل پوشیدہ رہے۔ چنانچہ مؤرخین لکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ''وَاخْتَفَيْنَا اللَّيْلَتَيْنِ۔'' یعنی اس واقعہ کے بعد دو راتیں ہم چھپے رہے۔ یہ اوّل اور پہلی نصرت و تائید و حمایت رسولؐ تصدیق نبوت کا ثبوت تھا۔ جو علیؑ سے ظاہر ہوا۔ دوسری نصرت و حمایت جنگ بدر تھی۔ جس میں علیؑ نے باوجود کمسنی دادِ شجاعت دی۔ اور تصدیق و تائید و نصرت رسولؐ میں ثابت قدم رہے۔ بعد ازاں جنگ خیبر و خندق۔ اور سب سے اہم موقع جنگ اُحد ہے۔ جہاں کہ سارے مسلمان رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ علیؑ نے نصرت و حمایت و تصدیق رسولؐ سے منہ نہیں موڑا۔ اور پھر رسولؐ کے اس فرمانے پر کہ اے علیؑ تم اپنے بھائیوں کے ساتھ کیوں نہ چلے گئے۔ عرض کیا۔ ''لَا كُفْرَ بَعْدَ الْاِيْمَانِ'' ایمان کے بعد کافر نہیں ہوسکتا۔ یہاں جاں نثارانِ رسولؐ میں سے کوئی موجود نہ تھا۔ جو نصرت رسولؐ کرتا۔ علیؑ صادقِ و مصدق تھے۔ اور بس۔ اور یہی سچوں کی علامت ہے۔ ''وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ''(سورہ زمر:۳۳)۔

ایک اور علامت اور سب سے بڑی علامت

صداقت کی یہ ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ ''قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ۔''(سورہ جمعہ:۴۔۵) اے پیغمبر اُن لوگوں سے جو یہودی ہیں کہہ دو۔ کہ اگر تم یہ گمان کرتے ہو۔ کہ اور لوگوں کے سوا صرف تم ہی خدا کے دوست ہو۔ تو اگر سچے ہو۔ تو موت کی تمنا کرو۔ اور یہ لوگ ہرگز موت کی خواہش نہ کریں گے۔ اس سبب سے کہ یہ بہت کچھ کرتوتیں کر چکے ہیں۔ اور اللہ تو ظالمین کو خوب جانتا ہے۔ موت کی تمنا وہی کرسکتا ہے۔ جو بالکل پاک و صاف اور ہر امر میں سچا ہے۔ اور کسی بات کا خوف نہ رکھتا ہو۔ آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔ سچ ہے۔ کہ جان کا دینا سب سے اہم کام ہے۔ اور جو جان سے گذر جائے۔ وہ پھر کسی شے کی پرواہ نہ کرے گا۔ اور جان دینے اور آنحضرتؐ پر جان قربان کرنے والے اور شب ہجرت بستر رسولؐ پر سونے والے اور جان کا خوف نہ کرنے والے علیؑ ہی تھے۔ کسی اور جاں نثار رسولؐ نے اس وقت یہ ہمت نہ کی۔ کہ وہ بجائے

رسولؐ بستر رسولؐ پر سوئے اور اپنی جان قربان کرے۔ "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ" (سورہ بقرہ:۲۰۷)۔اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو محض خوشنودی خدا کے لئے اپنی جان دیتے اور فروخت کر دیتے ہیں۔اللہ کا مبارک خطاب بارگاہ ایزدی سے پانے والے۔ ذرا نہ جھجکنے نہ ڈرنے اور محزون نہ ہونے والے۔ "فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" (سورہ جمعہ:۴) کے سچے مصداق علیؑ ابن ابی طالبؑ ہی تھے (دیکھو تفسیر ثعلبی و احیاء العلوم وغیرہما)۔اور وہی سچے ہیں اور خدا کا کام اور اس کا کلام ان کے باب میں پورا ہوا۔اور ضرور ہوا۔ وہ معیار صداقت وخلافت پر پورے اترے۔اور خدا نے وعدہ پورا کیا۔خواہ کوئی ملحد دین خارج یا ناصبی پیغمبرؐ پر الزام لگائے اور کہے۔کہ پیغمبرؐ نے علیؑ کو قتل کرانے کے لئے بستر پر بھلا دیا تھا۔کیونکہ آپ ان کو دشمن رکھتے تھے۔ "قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ" (سورہ توبہ:۳۰)

یہ معنی ہیں مطابقت وموافقت فعل خدا وقولِ خدا اور صداقت کلام خدا وکام خدا۔ یہ ہے خلافت راشدۂ الٰہیہ اس خدا کی سند اور خدا کی گواہی کے مقابل کا دل وگروہ ہے۔ جو اس پاک ومطہر سلسلہ خلافت کے خلاف اعتراض کی زبان کھولے۔اور کھولے بھی تو بجز لغویت وہرزہ درائی کے اس کے پلے کیا پڑے گا۔ہونے والی بات ہو چکی۔ تقدیر مبرم اپنا کام کر چکی۔کوئی نیا خدا ہو۔ نیا نظام ہو۔اور پھر نئے سرے سے ریاست محمدیؐ کا ظہور ہو۔اور صحبت رسولؐ کا بازار گرم۔اور خدا علیؑ جیسے صادق مصدق وصدیق اکبر مظہر کمالاتِ الٰہی آئینہ صفات محمدیؐ کا ظہور ہو۔اور صحبت رسولؐ کا بازار گرم۔اور خدا علیؑ جیسے صادق مصدق وصدیق اکبر مظہر کمالاتِ الٰہی آئینہ صفاتِ محمدیؐ نفس رسولؐ خلق کرے۔اور وہ بجائے علیؑ جانشین رسولؐ ووارثِ اوصافِ احمدیؐ وآئینہ جمال محمدیؐ قرار پائیں۔تو پھر ممکن ہے۔ کہ حاسدین کی تمنائیں بر آئیں۔ چند لوگوں کا مشورہ یا اجماع خالق اکبر وفاطر السماوات والارضین کا کام نہیں کر سکتا۔ "هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ" کیا سوائے خدا اور بھی کوئی خالق ہو سکتا ہے۔ "رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ" (سورہ قصص:۶۸) خدا جس کو جیسا چاہتا ہے۔خلق کرتا ہے۔اور جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے۔پسند کرتا اور اس کو اس کے موافق بنا دیتا اور ان صفات سے متصف وان کمالات سے مخصوص کرتا ہے۔ اگر تمام احادیث وروایات ظلم وجور جابرین سے نیست ونابود کر دئے جائیں۔تصرف آیات قرآنی بلکہ صرف ایک آیت قرآنی اثبات حقانیت وصداقت علویؑ کیلئے کافی ہے۔ بلکہ اگر خدانخواستہ ظالم تمام نسخ مصحفہ کو جلا دیں۔ پھر بھی خود وجود علویؑ جو مظہر کمالات الٰہی وآئینہ صفاتِ محمدیؐ ہے۔خود اپنی حقانیت وصداقت کی دلیل ہے۔آفتاب آمد دلیل آفتاب۔مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔فافہم وتدبر۔

تنبیہ۔قول خدا وفعل خدا کی تشریح وتصریح وتوضیح کے بعد کہ جو کچھ واقع ہو رہا ہے۔سب کو فعل خدا نہیں کہہ سکتے۔فعل خدا وہ ہے۔جو خلقیات سے تعلق رکھتا ہے۔اگر ایسا ہوتا۔کہ جو کچھ کوئی کرتا ہے اور جو کچھ عالم میں واقع ہوتا ہے۔سب فعل خدا ہے۔تو چاہئے تھا۔کہ ان افعال میں اختلاف وتفاوت واقع نہ ہوتا۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ "مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ" (سورہ ملک:۳) خلق الٰہی میں تفاوت نظر نہ آئے گا۔حالانکہ افعال عباد میں

اختلاف وتفاوت بدیہی محسوس ومشاہد ہے۔ اور جب ہر ایک امر جو کچھ واقع ہو۔ فعل خدا نہیں ہے۔ تو کسی کا غلبہ و سلطنت بھی فعل خدا نہیں کہلا سکتا۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ تو اسی طرح سے مصاحبت فی الغار ومصاحبت فی المقبرۃ کا وقوع بھی دلیل حقانیت وصداقت نہیں ہوسکتا۔ اور جب بنص قرآنی مصاحبت فی الدار والبیت ومباشرت و ہم بستری زوجہ نوحؑ ولوطؑ کو فائدہ بخش نہیں۔ اور ان کی قائم مقامی وخلافت کی دلیل نہیں۔ تو چند گھنٹے یا چند دن کی مصاحبت غاری اگرچہ کیسی ہی بڑی فضیلت کیوں نہ فرض کرلی جائے۔ معیارِ خلافت ودلیل صداقت کیونکر ہوسکتی ہے۔ اسی طرح مصاحبت فی المقبرہ۔ جبکہ ہر روز مشاہد ومحسوس ہے۔ کہ ایک مقبرے میں نیک وبد اچھے بُرے سب ہی دفن ہوجاتے ہیں۔ اسی مبارک سرزمین مکہ پر کفار ومشرکین بھی دفن ہیں۔ جہاں شہداء اسلام کا پاک ومقدس خون بہا ہے۔ یعنی اگر یہ امور فضیلت بھی فرض کئے جائیں۔ تو بھی عند العقلاء معیارِ خلافت وصداقت ثابت نہیں ہوسکتے۔ مثل مشہور ہے۔ مُردہ بدست زادہ۔ مُردہ زندوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ جہاں چاہو۔ اور جہاں مصلحت وقت دیکھو۔ وہاں خاک میں چھپا دو۔ اور جس کے لئے جہاں مصلحت نہ دیکھو۔ دفن نہ ہونے دو۔ اس کی لاش پر تیر برساؤ۔ مگر اپنی مصلحتوں کا خون نہ ہونے دو۔ استحقاق وغیر استحقاق کیسا؟ "وَالْعَاقِلُ تَكْفِيهِ الْإِشَارَةُ وَفِيهِ الْكِفَايَةُ" اس لئے کہ ہم ان امور سے یہاں زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتے۔ اتنا بھی طرداً للباب لکھ دیا ہے (ولہ محل آخر)۔

اصول اربعہ خلافت المسلمین

عام اہل اسلام نے اثباتِ خلافت کے چار اصول قرار دیئے ہیں یا تصدیق خلافت کی چار دلیلیں قرار دی ہیں۔ یعنی اجماع۔ نص۔ شوریٰ اور سلطنت وغلبہ چنانچہ خلیفہ اوّلؓ اجماع سے خلیفہ ہوئے۔ اور حضرت ثانیؓ نص و تصریح وتشخیص خلیفہ اوّل سے خلیفہ مانے گئے۔ اور خلیفہ ثالثؓ اصحاب شوریٰ کے مشورے اور رائے سے۔ اور رابعؑ اجماع سے۔ اور باقی اکثر خلفاء وامراء بوجہ غلبہ وسلطنت خلیفہ بنائے گئے۔ ان امور کے وقوع سے تو کسی کو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن ہم ان اصول اربعہ کو از روئے اصول مسلمہ فطریہ ومستقلات عقلیہ پرکھتے اور جانچتے ہیں۔ تاکہ ان کا حسن وقبح معلوم ہو۔ اور اگر یہی سچے اصول اور معیار خلافت وصداقت ہوں۔ تو کیوں ان کا اتباع نہ کیا جائے۔

اصول اوّل اجماع ہے۔ یہ امر تو مسلم ہے۔ کہ انسان من حیث ہو النسیان جائز الخطا ہے۔ اور معصوم نہیں ہے۔ اور یہ بھی مشاہد ہے۔ کہ ہزاروں عقلاء ایک بات پر اتفاق کرتے ہیں۔ اور اس کی اچھائی ثابت کرتے ہیں۔ اور پھر وہ غلط وباطل ثابت ہوتی ہے۔ اور وہی عقلاء اس اصل کو بدل دیتے اور ترمیم کر دیتے ہیں۔ جمہوری سلطنتوں اور پارلیمنٹری حکومتوں کے اکثر وبیشتر تبدیل وترمیم ہونے والے ریزولیوشن اس کی روشن دلیل ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ عقل انسانی ناقص ہے۔ اور ہر ایک امر میں اس کو حکم قطعی واستقلالی حاصل نہیں ہے۔ اور یہ عند العقلاء مسلم ومحقق ہے۔ کہ مجموعہ ناقص کا ناقص ہی ہوتا ہے۔ اور یہی مشاہد بھی ہے۔ مثلاً لاکھ آدمی ناقص الخلقہ ہوں۔ تو سب کا مجموعہ بھی ناقص ہی رہے گا۔ مثلاً لاکھ اندھے اور نابینا ہوں۔ تو ان کی مجموعی جماعت بھی نابینا ہی کہلائے گی۔ اور وہ اکٹھے ہوکر بینا نہیں ہوجائیں گے۔ اسی طرح لاکھ بہرے مل کر صاحب سماعت نہیں ہوسکتے۔

لاکھ شل مل کر صاحب حس وحرکت نہیں بن سکتے۔ لاکھ اپاہج مل کر صاحب قوت واختیار نہیں ہو سکتے۔ اور اسی طرح ہزار یا لاکھ یا کروڑ مخبوط الحواس صاحب شعور وادراک نہیں کہلا سکتے۔ اور لاکھوں بے عقل مل کر عاقل نہیں بن سکتے۔ غرض مجموعہ ناقص کا ناقص ہی رہے گا۔ کبھی کامل نہیں ہوسکتا۔ اور اس لئے اگر ایک جماعت تو کیا ایک ملک کے تمام باشندے بلکہ تمام افراد انسانی اس طرح کے ناقص العقل مل کر ایک امر کے متعلق رائے دیں۔ تو اس کو یقینی الصداقت وقطعی الاعتقاد نہیں کہہ سکتے۔ اور یقینی طور پر یہ حکم نہیں لگا سکتے۔ کہ یہ خطاء سے بالکل بری ہیں۔ تاوقتیکہ عصمت منصوصہ کو تسلیم نہ کیا جائے۔ یعنی ایک ایسا کامل العقل وکامل النفس وکامل الروح انسان فوق تمام افراد انسانی فرض نہ کیا جائے۔ جو خطاء سے بالکل بری ہو۔ اجماع حق نہیں ہوسکتا۔ ہاں ایسے کامل العقل کا جو معصوم اور خطاء سے بالکل پاک ہو وجود تسلیم کرنے کے بعد پھر اس کا وجود اس مجمع اور مجمع علیہ امر میں تسلیم کرنے کے بعد اجماع کی حقیت پر حکم لگایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ کامل یعنی معصوم ان میں موجود ہے۔ اور اس سے خطاء ممکن نہیں ہے۔ اور اس لئے امر مجمع علیہ حسن وصدق ہوگا۔ پس وہ لوگ جو وجود معصوم کے منکر ہیں۔ وہ تو کسی صورت سے اجماع کی صداقت وحقانیت ثابت ہی نہیں کر سکتے۔ مگر یہ کہ اصول فطریہ وفطریات انسانیہ اور مسلماتِ عقلاء ومستقلاتِ عقلیہ سے قطعاً انکار کر دیں۔ بلکہ مشاہدات ومحسوسات کے بھی منکر ہو جائیں۔ ہاں وہ لوگ جو وجود معصوم کے ہر زمانے میں قائل ہیں۔ اور ایک کامل غیر ناقص مستحیل الخطاء کا وجود ہمیشہ تسلیم کرتے ہیں۔ وہ اجماع کی حقانیت ثابت کر سکتے ہیں۔ وہ بھی کب جبکہ تمام افراد نوع انسانی کا اجماع واتفاق فرض کیا جائے۔ "حَتّٰی لَا یَشُذُّ عَنْهُمْ فَرْدٌ" کوئی فرد اس اجماع سے خارج نہ ہو۔ کیونکہ اسی صورت میں معصوم ان میں داخل ہوگا۔ ورنہ اگر ایک فرد بھی خارج ہو۔ تو احتمال ہوسکتا ہے۔ کہ وہی معصوم ہو۔ الا یہ کہ موجودیت معصوم یقینی طور پر مسلم ہو۔ لیکن یہ اجماع نہ آج تک متحقق ہوا اور نہ ہوسکتا ہے۔ کہ تمام افراد نوع انسانی بلا استثناء جمع اور متفق ہوں۔ اور اجماع مشہور میں تمام عالم کے انسان تو کیا تمام جزیرۂ عرب کے مسلمان بھی متفق نہ تھے۔ بلکہ تمام اہل مدینہ جمع نہ تھے۔ ایک معمولی جماعت تھی۔ اور پھر ان میں بھی اختلاف موجود تھا (کما سیظھر لک)۔ ایسا اجماع کیونکر سند ہوسکتا ہے۔ غرض بلا موجودیت کامل مطلق ومعصوم برحق اجماع سند نہیں۔ اور مجمع فاسقین ہمیشہ ناقص ہے۔

اور اگر اجماع بشرائط مذکورہ کہ تمام عالم کے انسان یا کم سے کم بفرضِ محال تمام اہل اسلام بلا استثناء جمع ہو جائیں۔ متحقق ہو جائے۔ تو بھی یہ اجماع اپنے امور اور معاملات میں مفید ہوگا۔ نہ خدائی امور میں۔ وہاں اجماع کو دخل نہیں۔ وہاں معصومین کا اجماع بھی سند نہیں۔ کیونکہ ان کو بھی امور الٰہی میں دخل دینے کا اختیار نہیں ہے۔ جیسا کہ برخلاف خلافت الٰہیہ حضرت آدمؑ اجماع ملائکہ مفید نہ ہوا۔ کیونکہ ان کا علم بھی اگرچہ کیسا ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ لیکن بمقابل خدا محدود ومتناہی ہے۔ اور مثل اس کے محیط نہیں۔ اسی واسطے ان کی صفت یہ ہے۔ "عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ" (سورہ انبیاء: ۲۶۔ ۲۷) وہ مکرم ومعظم بندگانِ خدا ہیں۔ کسی بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے۔ اور وہ اس کے امر اسی پر عمل کرتے ہیں۔ "رَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ وَیَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ

الْخِیَرَۃُ"(سورہ قصص:۳۰) اُمورِ خالق میں مخلوق کو دخل نہیں۔ اور یہ ہم ثابت کر ہی چکے ہیں۔ کہ یہ خلافت، خلالت الٰہیہ ہے۔ مخلوقات کو اس میں کسی قسم کی مدخلیت کا حق حاصل نہیں۔ جو ایسا کرتے ہیں۔ شریک خدا بنتے ہیں۔ "وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ"(سورہ قصص:۶۸)۔

اصل سوم شوریٰ ہے۔ جب اجماع و اتفاقِ کل مسند نہیں۔ تو چند شخصوں کا شوریٰ کیونکر کسی امر کی یقینی صداقت کی دلیل ہوسکتا ہے۔ چنانچہ شوریٰ ملائکہ در بابِ خلافت آدمؑ مفید وسند نہ ہوا۔ حالانکہ اُنہوں نے شوریٰ کے ساتھ دلیل بھی دی تھی۔ کہ ہم تسبیح وتقدیس کرتے ہیں۔ اور تیرا خلیفہ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ اور اس لئے ہم خلیفہ بنائے جائیں۔ مگر جواب یہی ملا۔ کہ "اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ"(سورہ بقرہ:۳۰) یعنی تمہارا علم ناقص ومحدود ہے۔ اور میں جانتا ہوں۔ جو کچھ تم نہیں جانتے۔ معیار خلافت تقدیس وتسبیح نہیں ہے۔ اِس سے ثابت ہوا۔ کہ مجموعہ ناقص ناقص ہی ہوتا ہے۔ ناقص العلم جمع ہوکر کامل نہیں بن سکتے۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ جس امر پر زیادہ عقلاء وعلماء متفق ہوں۔ وہ بمقابل اس کے جس میں کم کا اتفاق ہو یا ایک ہی شخص اس میں رائے رکھتا ہو زیادہ قرین عقل و قریب یقین واعتماد ہوتا ہے۔ اسی واسطے استبداد رائے اور خود رائی کو اپنے امورِ معاملات میں مذموم قرار دیا گیا ہے۔ اور شورہ وشورائے مستحسن ٹھہرایا گیا ہے۔ لیکن اپنے ہی امور میں۔ نہ خدائی معاملات میں۔ وہاں جس طرح کوئی شخص نبی اللہ کو خلق نہیں کرسکتا۔ اسی طرح خلیفۃ اللہ اور خلیفہ رسولؐ کو بھی کوئی خلق نہیں کرسکتا۔ "رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ"(سورہ فاطر:۳) بلکہ بحکم خدا ونص رسولؐ اپنے امور میں بھی کسی مطیع خدا کو اختیار رائے زنی کا نہیں ہے۔ "مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ"(سورہ احزاب:۳۶) (کمااومانا ہ سابقا)

اصل چہارم غلبہ وسلطنت ہے۔ جس کے اصل معنی "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" ہیں۔ اس کا بطلان ہم پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں۔ یہ غلبہ دلیل حقانیت وصداقت واستحقاق نہیں ہے۔ صرف اتنا ہی ہے۔ کہ غالب لوگوں کی گردنوں پر مسلط ہوجاتا ہے۔ حکم اس کا جاری ہوتا ہے۔ جو چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔ مغلوبین دفع نہیں کرسکتے۔ اس کو استحقاق وغیر استحقاق سے کوئی تعلق نہیں۔

رہ گئی اصل دوم یعنی نص۔ بایں طور کہ مستخلف یعنی صاحب خلافت خود تصریح بالاسم کردے۔ کہ میرے بعد فلاں شخص خلیفہ ہوگا۔ یا میں نے فلاں کو خلیفہ بنایا۔ جس طرح خدا نے بالتصریح فرمایا۔ کہ ہم نے آدمؑ کو خلیفہ بنایا۔ داؤدؑ کو خلیفہ بنایا۔ یا وہ شخص نص وتصریح کرے۔ جو اس تصریح الٰہی سے خلیفہ ہوا ہے۔ مثلاً خدا نے حضرت آدمؑ کی خلافت پر نص کی۔ اور آدمؑ نے اپنے بعد اپنے بیٹے شیثؑ کی بابت تصریح کی۔ کہ میرا جانشین یہ ہوگا۔ اور اُنہوں نے اپنے بعد کے خلیفہ پر۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔ یا خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت وامامت وخلافت پر نص کی۔ اور آنحضرتؐ اپنے بعد اپنے خلیفہ وجانشین کی خلافت پر نص کریں۔ اور فرمائیں۔ کہ فلاں شخص میرے بعد میرا جانشین ہے۔ چنانچہ یہ نص حضرت علیؑ کی نسبت اکثر موجود ہے۔ اور واقعہ دعوتِ عشیرہ اور دیگر احادیث و

روایات ہم نقل کر چکے ہیں۔ اور یورپین تواریخ سے بھی ثبوت دے چکے ہیں۔ غرض یہ کہ نص اصل میں نص الٰہی ہی ہے۔ جو پیغمبر کو بھی اس میں اختیار نہیں ہے۔ پیغمبر صرف اس نص الٰہی اور اعلان خداوندی کا ظاہر کرنے والا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی تو وتشریح قصہ خلافت حضرت ہارونؑ سے بخوبی ثابت ہے۔ حضرت موسیٰؑ خود ہارونؑ کو اپنا خلیفہ نہیں بنا سکتے۔ ہاں بعد اعلان الٰہی۔ آپ نے اس کا اظہار کیا۔ اور فرمایا۔ تم میرے اہل میں میرے خلیفہ ہو۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے علیؑ کے باپ میں کیا۔ اور خلیفہ برحق وہی ہوتا ہے۔ جو منصوص من اللہ ہو۔ بنابریں نص حضرت خلیفہ اوّلؓ درباب خلیفہ ثانیؓ مستند و معتبر نہیں۔ کیونکہ حضرت خلیفہ اوّل منصوص نہ تھے۔ وہ چند لوگوں کے اتفاق واجماع سے خلیفہ بنائے گئے تھے۔ لہٰذا ان کی نص نص ہی نہیں ہے۔ پس چاروں اصول قابلِ اعتبار نہیں۔ اور چاروں باطل ہیں۔ اور یہ ہرگز معیار خلافت وصداقت استحقاقی نہیں ہو سکتے۔ وھوالمطلوب۔

ہاں یہ اصول حکومت ہائے دنیویہ میں معتبر ہیں۔ اور اب بھی معتبر سمجھے جاتے ہیں۔ امور الٰہیہ اور امور دینیہ اور خلافت رسولؐ اور استحقاق سے ان کو کچھ تعلق نہیں۔ چنانچہ جہاں حکومت وسلطنت خود مختار ہے یا تھی۔ وہاں بادشاہ پہلے بادشاہ کی نص سے ہوتا تھا۔ کہ موجود تصریح کر دیتا تھا۔ کہ مثلاً میرا فلاں بیٹا میرا جانشین ہے۔ جیسا کہ اب سے پہلے ایران وترکی میں اور اب دولت افغانستان وچین میں قاعدہ ہے۔ خواہ یہ بادشاہ سابق خود بالاستحقاق ہوا ہو یا بلا استحقاق۔ اس سے بحث نہیں ہوتی۔ اور جہاں سلطنت جمہوری ہے۔ وہاں بادشاہ لوگوں کے اجماع واتفاق سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ممالک متحدہ میں پریزیڈنٹ منتخب کیا جاتا ہے۔ اور جہاں سلطنت مشروط وپارلیمنٹری ہے۔ جیسا کہ اکثر سلطنت ہائے یورپ اور نیز ترکی وایران میں خاص لوگوں یعنی ممبران کونسل کے مشورے سے بادشاہ مقرر رہتا ہے۔ اور چونکہ یہ بادشاہ لوگوں کے بنائے ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ حاکم مطلق اور بااختیار کل نہیں ہوتے۔ بلکہ ان بنانے والوں اور منتخب کرنے والوں کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ وہ جب چاہیں۔ تخت سے اُتار دیں۔ اور معزول کر دیں۔ ان اصول پر مقرر کئے ہوئے بادشاہ اسلام خلیفہ رسول نہیں کہلا سکتے۔ اور صاحب حکم وولی الامر واولی الامر نہیں ہو سکتے۔ ہاں ان کے بادشاہ بن جانے میں کسی کو شک ہے ہی نہیں۔ مگر خلافت الٰہیہ چیزے دیگر۔

اور چوتھی اصل پر وہ بادشاہ ہوتے ہیں۔ جو زبردستی ملک چھین لیتے ہیں۔ اور تخت پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور اس صفت سے متصف سینکڑوں بادشاہ مسلمان وغیر مسلمان گزرے ہیں۔ اور بعد شاہان اولیہ اسلام حضرات خلفاء اربعہؓ تمام مدعیانِ خلافت رسول محض غلبہ وسلطنت سے خلیفہ کہلائے اور بادشاہ اسلام بنے۔ یزید ابن معاویہ میں چاروں باتیں جمع تھیں۔ لوگوں کا اجماع بھی ان کے اصول کے موافق ہو گیا تھا۔ شوریٰ بھی کر لیا گیا۔ امیر معاویہ نے نص بھی کر دی تھی۔ اور غلبہ بھی حاصل تھا۔ بلکہ ایسا غلبہ اہل اسلام پر کسی پہلے مسلمان بادشاہ کو نصیب نہ ہوا تھا۔ فتبصر وتدبّر۔

تین قسم کی خلافت

ہم مقدمے میں ذکر کر چکے ہیں۔ خلیفہ ایک تو وہ ہے۔ جو وارث صفات مستخلف اور اس کے کمالات کا مظہر

ہو۔ جیسا کہ حضرت آدمؑ مثلاً خلیفہ خدا ہیں۔ دوسرے خلیفہ بادشاہ کو بھی کہتے ہیں۔ اور ایک خلیفہ وہ ہوتا ہے۔ جو صاحب خلافت کے اوصاف کے برعکس اور اس کی ضد و نقیض ہوتا ہے۔ اور اس کی جگہ کسی طرح بیٹھ جاتا ہے۔ جس کی صفت یہ ہے۔ "فَخَلَفَ مَنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ" (سورہ مریم:۵۹) (کما اشرنا الیہ سابقا)۔ حالات اسلام و تاریخ اور کام حمید مجید و احادیث نبوی میں تدبر و تفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد رسولؐ تین قسم کے خلیفہ ہوئے۔ ایک تو وہی جو وارث صفات نبوتی و آئینہ جمال محمدیؐ تھے۔ جو خلافت الٰہیہ کے اصلی و حقیقی معنی ہیں۔ دوسرے وہ خلیفہ جو بادشاہ اسلام ہوئے۔ اور اصول بادشاہت دنیویہ کے موافق بادشاہ بنائے گئے۔ اور تیسرے وہ خلیفہ کہلائے۔ جو بادشاہ ہوئے۔ مگر وہ ظاہر بظاہر خلاف اسلام و دیانت اسلام تھے۔ اوصاف نبوی کے بالکل برعکس اور حضرت کی ضد و نقیض تھے۔ اور وہ روہی خلیفہ تھے۔ جن کی صفت "فَخَلَفَ مَنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ" (سورہ مریم:۵۹) ہے۔ کہ بعد رسولؐ انہوں نے نماز کو ضائع کیا۔ شہوت پرستی میں مبتلا ہو گئے۔ جیسا کہ حالات یزید سے صاف ثابت و ظاہر ہے (اس کے افعال کی کچھ تفصیل آئندہ آئے گی)

معیارِ صداقت دلیل و جودی ھے

بہر کیف اصول مقررہ مشہورہ بین المسلمین کو حقانیت و صداقت و استحقاق سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اور یہ معیار خلافت ہرگز نہیں ہو سکتے۔ دلیل صداقت اصل میں وہی ہے۔ جو دلیل وجودی ہو۔ مثلاً آفتاب کی ضیاء۔ ماہتاب کا نور۔ ہیرے کی چمک دمک اور مشک کی مہک ان کے حسن و خوبی کی دلیلیں ہیں۔ دلائل خارجیہ اجماع و شوریٰ سے ہر ایک ہرن کی ناف اور سنگ خارا کے ریزے مشک و ہیرا ثابت نہیں ہو سکتے۔ پس دلیل و صداقت و معیار حقانیت دلیل وجودی خلفاء اللہ و انبیاء اللہ و اولیاء اللہ ہے۔ اور وہ ان کے کمالات ذاتیہ ہیں۔ اور اصل کمالات و مبدء کمالات علم ہے۔ چنانچہ معیار صداقت و خلافت حضرت آدمؑ علم ہی کو قرار دیا گیا۔ اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام علم لدنی ذاتی و وجودی کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ اور ان کے کمالات وجودیہ ہی دلیل حقانیت و صداقت تھے۔ نہ دلائل خارجیہ۔ کیونکہ دلائل وجودیہ کبھی اس کی ذات سے جدا نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً علم نہ ضائع ہو سکتا ہے۔ نہ چوری کیا جا سکتا ہے۔ نہ چھینا جا سکتا ہے۔ جب تک انسان باقی ہے۔ علم باقی ہے۔ بلکہ انسان مر جاتا ہے۔ علم اس کی ذات کے ساتھ رہتا ہے۔ اور دلائل خارجیہ سلب و باطل ہو سکتا ہے۔ اہل اجماع پھر سکتے ہیں۔ اہل مشورہ اپنی رائے واپس لے سکتے ہیں۔ اور غلبہ و سلطنت سلب ہو سکتی ہے۔ پس اگر یہ دلائل حقیت و صداقت قرار دی جائیں۔ تو جو لوگ ان کی رُو سے منتخب ہوئے۔ بعد سلب ہونے ان دلیلوں کے صاحب حق و صدق نہ رہیں گے۔ حق باطل سے اور صدق کذب سے بدل جائے گا۔ وھو محال پس دلائل خارجی کوئی چیز نہیں۔ معیار صداقت دلائل وجودیہ ہیں۔ وھو المقصود۔ فتامل و تبصر۔

ظاھری خلافت اور حکومت مکہ

اہل بصیرت خصوصاً تاریخ دان حضرات پر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ حضرت ہاشم سید العرب و سردار مکہ کہلاتے

تھے۔ اور ان کے بعد حضرت عبدالمطلبؑ جد امجد حضرت ختمی مرتبتؐ حاکم و والی مکۃ اللہ الحرام تھے۔ اور رئیس مکہ و رئیس عرب مانے جاتے تھے۔ ولایت مکہ انہی کے ماتحت تھی۔ اور محافظ خانہ کعبہ وہی بزرگوار تھے۔ اور یہ بھی مسلم ہے۔ کہ جناب عبداللہؑ پدر بزرگوار جناب رسالت مآبؐ جناب عبدالمطلبؑ کی حین حیات ہی میں وفات پا گئے تھے۔ اور بعد وفات جناب عبدالمطلبؑ حضرت ابو طالبؑ والی مکہ ہوئے۔ اور آپ ہی کی ریاست کی وجہ سے حضرت ختمی مرتبتؐ کو بہت امداد ملی۔ اور قریش و کفار حضرت ابوطالبؑ کے ہوتے حضرتؐ کو ظاہر بظاہر اذیت نہ پہنچا سکتے تھے۔ جو کچھ کہتے تھے۔ وہ حضرت ابوطالبؑ ہی سے کہتے تھے۔ اور بقاعدہ وراثت دیانت اسلامیہ ولایت مکہ پر حضرت علیؑ متمکن ہوئے نہ کہ آنحضرتؐ۔ پس اصل خلافت و حکومت ظاہری مکۃ اللہ الحرام حضرت علیؑ ہی کا حق ہے۔ اور علاوہ اس کے کہ حکومت ظاہری (بادشاہت) تحت خلافت اتصاف اوصاف خداوندی ہے۔ کیونکہ جس طرح وہ علیم و حکیم وقدیر ہے۔ مالک الملک احکم الحاکمین بھی ہے۔ پس اصل استحقاق حکومت و بادشاہت اسی مظہر صفات الٰہی و خلیفہ برحق کو حاصل ہے۔ بلحاظ قوانین ظاہر یہ بھی خلافت مکہ جناب امیرؑ ہی کا ورثہ ہے۔ مگر چونکہ خاتم النبیینؐ نذیر العالمین ہے۔ اور خود حضرت علیؑ ان کی امت میں داخل ہیں۔ آنحضرتؐ کے ہوتے وہ حاکم مستقل مکۃ الحرام نہیں ہو سکتے۔ اس وقت حکومت مطلقہ حق جناب رسالت مآبؐ ہے۔ لیکن بعد انتقال جناب سرور کائنات بہر نہج حق جناب امیرؑ ہے۔

اور بالفرض اگر یہی کیا جائے۔ کہ بعد حضرت عبدالمطلبؑ و ابو طالبؑ حکومت و محافظت مکہ معظّمہ جناب ختمی مآب ہی کو پہنچی نہ حضرت علیؑ کو۔ تو بعد وفات سرور کائنات باستحقاق وراثتی ان کی دختر نیک اختر حضرت فاطمۃ الزہرا صلواۃ اللہ علیہا کا حق ہے۔ پس اگر بعد آنحضرتؐ حضرت علیؑ بادشاہ تسلیم نہیں کئے گئے۔ تو (ایک یورپین کے لفظوں میں) جناب فاطمہ صلواۃ اللہ علیہا کیوں اپنے باپ کی جگہ ملکہ تسلیم نہ کی جائیں۔ جبکہ عرب میں ان سے پہلے کئی عورتیں حکومت کر چکی تھیں۔ جن پر تاریخ و تمدنِ عرب شاہد ہے۔ حالانکہ علم و فضیلت و شرافت و عصمت جناب فاطمہؑ مسلمہ اہل اسلام ہے۔ اگرچہ ایک ناصبی یا خارجی جناب امیرؑ کی نسبت کچھ زباں درازی کر سکتا ہے۔ مگر جناب دخترؑ رسولؐ کی نسبت ایک کلمہ خلاف نہیں کر سکتا۔ اور عقل و فہم و فراست و علمیت جناب فاطمہؑ مسلم ہے۔ اور باتفاق اہل اسلام آپ یقیناً آیہ مباہلہ اور آیہ تطہیر میں داخل ہیں۔ اگر جناب امیرؑ کو بفرض محال و بخیال ناصبین و خارجین داخل خانہ تطہیر نہ بھی قرار دیا جائے۔ جناب معصومہ ظاہرہؑ کی طہارت سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اور علمیت جناب معصومہ کا حال صرف حضرتؑ کے بعض خطبات ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو خطبہ جناب سیّدہؑ بعد وفات پدر بزرگوار نہ روبروئے جناب خلیفہ اوّلؓ بڑے سے بڑا عالم و فاضل ایسا مشتمل جملہ معارف و حقائق در حکم و نصائح خطبہ انشاء نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نہ ہو۔ جزو نور محمدیؐ اور جزو کبد احمدیؐ اور بنص آیہ مباہلہ نفس حضرت نبویؐ ہیں۔ ''ذرّیّۃ بعضہ وامن بعض۔'' اور جب حضرت سیّدہ صلواۃ اللہ ملکہ اسلام مانی جائیں۔ تو پھر ان کو اختیار ہے۔ کہ وہ حضرت علیؑ کو اپنا کارکن قرار دیں یا اور کسی کو۔ اس کا اہل انصاف خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اصل

یہ ہے۔ کہ اس معاملہ میں کسی اصل مسلم کو مسلم و مقدم نہ رکھا گیا۔ صرف اس موقع کو فرصت و غنیمت سمجھ کر غلبہ بعض آراء کو مقدم رکھا گیا۔ اور فِتنَۃً ایسا ہوا۔ طمع دنیا و اغراض شخصیہ و خواہشات نفسانیہ غالب آئیں۔ اور جو کچھ کیا بے سوچے سمجھے۔ اور اسی وجہ سے بعد میں خود ایسا کرنے والوں کو شرمندہ ہونا پڑا۔ اور خود حضرت خلیفہ ثانی کو علی الاعلان یہ کہنا پڑا۔ کہ بیعت خلافت اوّلفِتنَۃً ایسی بے سوچے سمجھے اچانک واقعہ ہوئی تھی خدا نے اس کے شر سے بچایا۔ اگر آئندہ کوئی ایسا کرے گا۔ تو قتل کیا جائے گا۔ (وقد قضی الامر)

دنیا میں بناء اختلاف خلافت ہی ہے

تواریخ عالم خصوصاً تاریخ دیانتی و نیز کلام حمید مجید میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابتداء بناء فساد عالم و گمراہی خلق اختلاف و نفاق و عناد و شقاق مسئلہ خلافت ہی ہے۔ اوّل خلافت حضرت آدمؑ کا اعلان ''اِنِّی جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً'' ہوتے ہی شیطان کے سینہ باکینہ میں آتش حسد شعلہ زن ہوئی۔ ظرف کم تھا۔ ضبط نہ کر سکا۔ اور اس خلیفہ خدا کو تسلیم کرنے اور اس کو تعظیم دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اور چھ ہزار سال کی عبادت تسبیح۔ تہلیل۔ تقدیس۔ تمجید اور تحمید کو ضائع کر کے ہمیشہ کیلئے مردود و ملعون اور راندۂ درگاہ الٰہی بنا۔ اور خداوند عالم کے اس استفسار پر کہ ''مَا مَنَعَکَ اَنۡ تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِیَدَیَّ'' (سورہ ص: ۷۵) اے ابلیس تجھ کو کس نے منع کیا کہ تو اس کو سجدہ کرے جس کو میں نے اپنی قوت قابضہ و قوت باسطہ سے خلق کیا ہے۔ متکبرانہ و مغرورانہ یہ جواب دیا۔ ''اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّخَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ۔'' (سورہ ص: ۷۶) کہ میں اس سے بہتر و افضل ہوں۔ کیونکہ مجھے تو نے آگ سے خلق کیا ہے اور اس کو مٹی سے۔ اور آگ اس کے خیال باطل میں بسبب لطافت ظاہری طین سے بہتر ہے۔ حالانکہ یہ اس کا قیاس فاسد اور پہلا قیاس فاسد تھا۔ جن نے اسے گمراہ کیا۔ اور اس کے بعد لاکھوں کروڑوں نفوس گمراہ ہوئے اور ہو رہے ہیں اور ہوں گے۔ اس نے اوّل خلافت و نبوت کو نہ پہچانا۔ کہ اس کا معیار کیا ہے اور مابہ الخلافت والنبوت کیا؟ اور اس نے خیال کیا۔ کہ یہی صورت ظاہری بشری آدمؑ خلیفہ خدا ہے۔ اور اسی مٹی کے پتلے کو تعظیم کرائی جا رہی ہے۔ اور یہاں سے اس نے آتش کی خیریت پر قیاسِ فاسد تراشا۔ حالانکہ آیہ سورۂ آدمؑ صاف و صریح ہے۔ کہ یہ تعظیم اس خاکی پتلے کو نہ تھی۔ خلافت الٰہیہ اس پتلے پر موقوف نہ تھی۔ اور وہ صورت بشری جسمانی نبی و خلیفہ خدا نہ تھی۔ بلکہ مابہ الخلافت والنبوت وہ خاص روح قدس تھی۔ جو عالم امر سے اس پتلے میں پھونکی گئی تھی۔ اور جس کو خدا خصوصیت کے ساتھ بکمال قرب و اخلاص و اتصال منزلتی اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔ اور اپنی روح کہتا ہے۔ کیونکہ حکم سجدہ بعد تسویہ صورت بشری نہیں۔ بلکہ بعد نفخ روح قدس نبوتی ہے۔ کَمَا قَالَ عَزَّوَجَلَّ۔ ''اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِیۡنٍ فَاِذَا سَوَّیۡتُہٗ وَنَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَہٗ سٰجِدِیۡنَ۔'' (سورہ ص: ۷۱۔۷۲) میں طین سے ایک صورت ظاہر و محسوس (بادی البشرہ) خلق کرنے والا ہوں۔ پس جب میں اس کو درست بنا لوں۔ اور بلحاظ قوائے و حواس و اعضاء و جوارح اس کا تسویہ کر لوں۔ اور اس میں اپنی ایک روح خاص پھونک دوں۔ تو اس کے لئے سجدۂ تعظیمی میں جھک جاؤ۔ پس حکم بعد نفخ روح ہے۔ اور اصل معظم و مکرم یہی روح

خاص ہے۔ اور اُسی کو تعظیم کا حکم ہے۔ نہ کہ اس خاکی پتلے کو۔ اگر بعد "اِذَا سَوَّیْتُهٗ" "فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِیْنَ" فرماتا۔ تو شیطان کا یہ قیاس بظاہر صحیح ہوسکتا تھا۔ (اگرچہ فی الحقیقت طین نار سے کہیں افضل ہے۔ اور نار خود شجر سے پیدا ہوئی ہے۔ جو طین سے چوتھے درجے پر ہے۔ فافہم)

غرض خلافت و نبوت اسی روح پر موقوف ہے۔ اور اصل خلیفہ و نبی وہ روح ہے۔ نہ کہ صورت بشری۔ اور یہ مرتبہ کمال باطنی پر موقوف ہے۔ نہ صورت ظاہری پر۔ بلکہ کمال ہر شے کا اس کی باطنی قوت پر مبنی ہے۔ نہ صورت ظاہری جسمانی پر (کمالا یخفی اعلی المتامل المتادب)۔ بہر حال شیطان نبوت کو نہ سمجھنے اور قیاس فاسد کرنے اپنی غلطی و نافہمی اور اس مرتبہ عالیہ متعالیہ پر استکبار اُحسد کرنے سے راندۂ درگاہ الٰہی ہوا۔ اور ہمیشہ کے لئے آدمؑ و اولادِ آدمؑ کا دشمن ہوگیا۔ اور اوّل بنائے فساد و نفاق و شقاق و خلاف و عناد مسئلہ خلافت ہی ہے۔ کیونکہ ایک منصب جلیل مقام جانشینی و اتصاف اوصاف رب العالمین ہے۔ کم ظرف لابد آتش حسد میں جلتے ہیں۔ اور اس کو خنک چشم اور ٹھنڈے دل سے سُن اور دیکھ نہیں سکتے۔ دوم اختلاف و فساد و خلافت و ولی عہدی جناب ہابیلؑ سے پڑا۔ جب حضرت آدمؑ نے بحکم پروردگار عالم حضرت ہابیلؑ کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا۔ نار حسد قابیل کے سینے میں ملتہب ہوئی۔ کہ میں اور ہابیلؑ ایک ہی حیثیت و درجہ رکھتے ہیں۔ ایک ہی باپ کے دو بیٹے ہیں۔ ہابیلؑ خلیفہ و جانشین و ولی عہد ہو۔ اور میں نہ ہوں۔ حضرت آدمؑ پر اعتراض کیا۔ وحی الٰہی پہنچی۔ کہ ان دونوں کو کہو۔ کہ دونوں خدا کی راہ میں قربانی (مَایَتَقَرَّبُ اِلَی اللّٰہِ) پیش کریں۔ جس کی قربانی قبول ہو جائے۔ وہی میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور دونوں قربانیاں لے کر باہر گئے۔ ہابیلؑ گوسفند لے گئے۔ اور قابیل زراعت کی قسم سے کچھ تازہ غلہ جات وغیرہ لے گیا۔ آسمان سے آگ اُتری۔ اور گوسفند کو جلا گئی۔ ہابیلؑ کی قربانی قبول ہوئی۔ اور قابیل کی نہ ہو۔ قابیل نے وہیں ایک مکان بنایا۔ اور آتش پرستی شروع کردی۔ کہ جب تک میری قربانی قبول نہ ہوگی۔ یہاں سے نہ ہٹوں گا۔ اور اُسی آتش کدہ میں رہنے لگا۔ شیطان نے آکر اس کو سرزنش کی اور بہکایا۔ کہ یہ تیرے لئے سخت ذلت ہے۔ اور یہ ننگ و عار ہمیشہ ہمیشہ تیری اولاد و احفاد و اعقاب میں باقی رہے گی۔ اور اولاد ہابیلؑ ہمیشہ تیری اولاد پر فخر کیا کرے گی۔ تو ہابیلؑ کو قتل کردے۔ تاکہ یہ ننگ و عار تجھ سے دور ہو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور سر میں پتھر مار کر حضرت ہابیلؑ کو قتل کردیا۔ اور سینکڑوں ظلم و ستم کی بنیاد اس دن سے قائم ہوئی۔ آتش پرستی اس وقت سے شروع ہوئی۔ قتل نفس اسی وقت سے جاری ہوا۔ وغیرہ من الفسادات۔ قابیل نے بھی اسی قیاس فاسد اور نافہمی سے ایسا کیا۔ اور ملعون و مردود بنا۔ اس نے بھی خلافت و نبوت کا معیار صورت ظاہری کو قرار دیا۔ جس میں ہابیلؑ کے مساوی بنا۔ اور نہ سمجھا۔ کہ خلافت و نبوت کمال باطنی پر ہے۔ نہ ظاہری پر۔

اسی طرح اکثر انبیاء علیہم السلام کی وصایت و خلافت کے موقع پر ان کی امتوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ جس کی تفصیل کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔ اس لئے کہ حکومت و ریاست اکثر باعث حسد ہوتی ہے۔

سوم سب سے بڑا اختلاف خلافت خاتم النبیینؐ پر پیدا ہوا۔ اور اسی سے اسلام تباہ ہوا۔ اور یہاں بھی مادۂ

حسد و بغض نشو و نما پا کر عالی شان درخت بن گیا۔ بنی ہاشم کے ساتھ ان کے مخالفین بنی امیہ وغیرہ کا باہمی عناد رونما ہوا۔ اور یہ کہا جانے لگا۔ کہ نبوت بھی بنی ہاشم میں اور خلافت بھی۔ دونوں ہر گز جمع نہیں ہو سکتیں۔ قیاس سے کام لیا گیا۔ اوصاف باطنیہ کا لحاظ نہ کیا گیا۔ حکم خدا اور حکم رسولؐ کو مدنظر نہ رکھا گیا۔ کہ خدا نے فرمایا ہے۔ کہ خدا جو چاہتا ہے۔ خلق کرتا ہے۔ اور جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے اختیار فرماتا ہے۔ لوگوں کو ان امور استخلاف وغیرہ میں کوئی دخل نہیں ہے۔ اور پیغمبرؐ نے اوّل روز بعثت اعلان کر دیا تھا۔ کہ اے علیؑ تو ہی میرے بعد میرا خلیفہ و میرا بھائی اور کمشنر ہے۔ (کما اثبتناہ سبق)۔ اور پھر جنگ تبوک کے موقع پر فعلی خلافت کا ثبوت دیا۔ اور مدینہ میں اپنا جانشین کر گئے۔ "اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی" فرمایا۔ اور اکثر اس کا اظہار فرماتے رہے۔ حجۃ الوداع میں اپنی ولایت مطلقہ کا علیؑ کے لئے اعلان فرمایا۔ کہ خلافت ظاہریہ اس کے ماتحت اور اس کی جزئیات میں داخل ہے۔ مگر تمام امور اور حضرت امیرؑ کے اوصاف ذاتیہ دلائل وجود یہ سب کو پس پشت ڈال کر خلافت کو خواہشات کا نشانہ بنایا۔ اور "مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْكُمْ اَمِیْرٌ" کا راگ شروع ہو گیا۔ بقول بعض مدبرین حال مسئلہ خلافت میں ایسی کشمکش پیدا ہوئی۔ کہ اگر میں ہوتا۔ تو میں بھی دعویٰ خلافت کرتا۔ چنانچہ واقعات و اختلافات حقیقیہ سے صاف ظاہر ہے۔ اور بناء اس اختلاف و کشمکش کی وہی ہے۔ جو پہلے اور دوسرے اختلاف کے موقع پر ہم ثابت کر آئے ہیں۔ اور اسی کی طرف خدا اشارہ فرماتا ہے۔ "اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ" (سورہ نساء:۵۳) الخ۔ اور یہ ناس محسودوں و مستحقین خلافت الٰہیہ وارثِ صفاتِ نبویؐ و مظہر کمالاتِ ایزدی ہیں۔ امام ابوالحسن مغازلی نے روایت کی ہے۔ کہ اس سے مراد اہل بیتؑ نبوت و رسالت ہیں۔ جن سے لوگ حسد کرتے ہیں۔ (دیکھو صواعق محرقہ)

جناب امیرؑ و مسئلہ بیعت

مسئلہ بیعت و استخلاف بقول حضرت خلیفہ ثانی فلتۃً طے ہو گیا۔ اور اوّل کی حضرت ثانی ہی نے بیعت کی۔ بعد ان کے قیس نے ہاتھ بڑھا دیا۔ اس کے بعد اور شخصوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں لوگوں کی تفتیش کی گئی۔ اور بہ لطائف الحیل و تدابیر سیاسی و پالیٹکس و پالیس اور بعض موقعوں پر تشدد سے ان کو بیعت پر آمادہ کیا گیا۔ اور بعض کو مجبور کیا گیا۔ اور سب سے زیادہ تشدد بنی ہاشم خصوصاً جناب امیر علیؑ ابن ابی طالبؑ پر کیا گیا۔ چنانچہ حضرت امیرؑ خلیفہ صاحب کے پاس لائے گئے۔ درآنحالیکہ آپؑ فرما رہے تھے۔ "اَنَا عَبْدُاللّٰهِ وَاَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰهِ" (میںؑ بندۂ خدا و برادر رسولؐ ہوں)۔ حضرتؑ سے بیعت کے واسطے کہا گیا۔ آپؑ نے فرمایا۔ "اَنَا اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْكُمْ لَا اُبَايِعُكُمْ وَاَنْتُمْ اَوْلٰى بِالْبَيْعَةِ لِیْ"۔ میں اس امر خلافت کا تم سے زیادہ حقدار ہوں۔ میں تمہاری بیعت نہ کروں گا۔ تم زیادہ سزاوار ہو۔ کہ میری بیعت کرو۔ تم نے انصار سے قرابت رسولؐ کی حجت پیش کر کے خلافت کو لیا۔ اور ہم اہلبیتؑ سے غصب کرتے ہو۔ اور بلا حجت و دلیل بیعت کرانی چاہتے ہو۔ کیا تم نے انصار سے یہ نہیں کہا تھا۔ کہ تم خلافت کے اس لئے زیادہ مستحق ہو۔ کہ رسولؐ تم میں سے تھا۔ اور اس بناء پر اُنہوں نے تمہاری اطاعت قبول کر لی۔ پس جب میں تمہارے اوپر وہی حجت لاؤں۔ اور کہوں کہ ہم رسولؐ کے حق کے زیادہ مستحق اور اولیٰ تر ہیں۔ اور

اقرب الخلق الی رسول اللہؐ ہیں۔ تو تم ہمارے ساتھ انصاف کرو۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ ورنہ تو تم اس ظلم کے وبال میں دیدہ و دانستہ گرفتار ہو۔ خلیفہ ثانی نے فرمایا۔ تم کو ہرگز بلا بیعت کئے چھوڑا نہ جائے گا۔ فرمایا۔ تم ایسا کام کرو۔ جس کا حصہ تمہیں ملے۔ اور آج ان خلیفہ اوّل کے لئے اس کو مضبوط و مستحکم کرو۔ تا کہ کل ان کے بعد تمہاری طرف لوٹے۔ پھر فرمایا۔ میں ہرگز تمہاری بات قبول نہ کروں گا۔ اور بیعت نہ کروں گا۔ حضرت صدیق نے فرمایا۔ اگر تم بیعت نہیں کرتے۔ تو میں مجبور نہیں کرتا ہوں۔ پھر ابو عبیدہ ابن الجراح کی تقریب کے جواب میں حضرتؑ نے فرمایا۔ اے گروہ مہاجرین خدا کو یاد کرو۔ اور سلطنت محمدیؐ کو اُس کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ۔ اور اُس کے اہل کو اُس کے مقام سے دور نہ کرو۔ خدا کی قسم اے گروہ مہاجرین ہم سب لوگوں سے اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ ہم یہ اہلبیتؑ نبوت ہیں۔ اور ہم ہی اس کے تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ جب تک ہم میں قاری قرآن۔ فقیہ دین خدا۔ عالم سنن رسول اللہؐ امر رعیت و انتظام پر قادر اور ان سے امور شنیعہ کو دفع کرنے والا اور سب میں بالسویہ تقسیم کرنے والا موجود ہے۔ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوىٰ فَتَضِلُّوا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَزْدَادُوْا مِنَ الْحَقِّ بُعْدًا۔ خواہش نفس ہوا اور ہوس کی پیروی نہ کرو۔ ورنہ راہ خدا سے بھٹک جاؤ گے۔ اور حق سے بہت دور ہو جاؤ گے۔

پھر حضرت خلیفہ ثانی جناب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے گھر آئے۔ جبکہ بنی ہاشم وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کو پکارا۔ وہ باہر نہ نکلے۔ خلیفہ صاحب نے لکڑیاں منگائیں۔ اور پکار کر فرمایا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ باہر نکلو۔ ورنہ گھر کو آگ لگا دوں گا۔ اور مع اہل خانہ گھر کو پھونک دوں گا۔ ان کے ساتھیوں نے کہا۔ اے ابو حفص۔ اس میں تو فاطمہؑ ہے۔ کہا۔ اگرچہ وہ بھی ہو (کچھ پروا نہیں)۔ پس وہ لوگ نکل آئے۔ اور سوائے حضرت علیؑ کے سب نے بیعت کر لی۔ اور فرمایاؑ۔ میں نے حلف کیا ہے۔ کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں۔ کندھے پر چادر نہ ڈالوں گا۔ اور باہر نہ نکلوں گا۔ پس حضرت فاطمۃ الزہرا دختر رسولؐ دروازے پر تشریف لائیں۔ اور فرمانے لگیں۔ میں ان لوگوں سے کبھی نہ ملوں گی۔ جو اس بُری طرح سے یہاں آئے۔ تم نے رسول خداؐ کا جنازہ پڑا چھوڑ دیا۔ اور اپنا معاملہ طے کرلیا۔ نہ ہم سے مشورہ لیتے ہو۔ اور نہ ہمارا حق واپس دیتے ہو۔ بعد ازاں خلیفہ صاحب حضرت صدیق کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے۔ کیوں اس شخص کو پکڑ کر بیعت نہیں لیتے ہو۔ اُنہوں نے اپنے غلام قنفذ کو حضرت علیؑ کے پاس بھیجا۔ کہ میرے پاس بلا لاؤ۔ جب وہ آیا۔ تو حضرتؑ نے کہا۔ تیرا کیا مطلب ہے۔ کہا تم کو خلیفہ رسولؐ بلاتے ہیں۔ فرمایا۔ "لَسَرِيْعٌ مَا كَذَبْتُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ" تم نے بہت جلد رسول اللہؐ پر جھوٹ بولا۔ اس نے واپس جا کر یہی پیغام حضرت علیؑ کا پہنچا دیا۔ صدیق یہ سن کر بہت دیر تک روتے رہے۔ اور حضرت فاروق نے پھر اُن سے بیعت لینے پر اصرار کیا۔ اُنہوں نے پھر قنفذ کو حضرت علیؑ کے پاس بھیجا۔ اور فرمایا۔ کہ اُن سے کہو۔ امیر المومنین آپ کو بلاتے ہیں۔ حضرتؑ نے اس کا یہ پیغام سن کر باآواز بلند فرمایا۔ "سُبْحَانَ اللّٰهِ لَقَدْ اِدَّعىٰ مَا لَيْسَ لَهٗ" سبحان اللہ اس چیز کا دعویٰ کیا۔ جو اس کے لئے سزاوار نہیں ہے۔ غلام نے یہ پیغام بھی حضرت صدیق کو پہنچایا۔ اور وہ سن کر پھر مثل سابق رونے لگے۔ پھر خلیفہ ثانی چند شخصوں کو ہمراہ

لے کر دروازۂ فاطمہؑ پر آئے۔ دق الباب کیا۔ جب دختر رسولؐ نے ان کی آواز سنی۔ باآواز بلند چلائیں۔ "یَا اَبَتِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَاذَا لَقِیْنَا بَعْدَکَ مِنْ اِبْنِ الْخَطَّابِ وَابْنِ اَبِیْ قَحَافَہ" اے پدر بزرگوار ہم نے آپ کے بعد ابن الخطاب اور ابن ابی قحافہ سے یہ ظلم وستم دیکھے۔ یہ آواز سن کر تمام لوگ روتے ہوئے واپس ہو گئے۔ اور خلیفہ ثانی اور ان کے ساتھ ان کے ہم خیال چند لوگ باقی رہ گئے۔ اُنہوں نے حضرت علیؑ کو باہر نکالا۔ اور خلیفہ صاحب کے پاس لے گئے۔ اور کہا گیا۔ کہ یا تو بیعت کرو۔ ورنہ گردن ماردی جائے گی۔ فرمایا۔ تو پھر ایک بندۂ خدا اور برادر رسولؐ کو قتل کرو گے۔ کہا۔ بندۂ خدا ہونا تو قبول۔ مگر برادر رسولؐ ہونا تسلیم نہیں۔ خلیفہ اوّل خاموش تھے۔ اور خلیفہ ثانی صاحب نے فرمایا۔ تم کیوں ان کے باب میں اپنا حکم نہیں دیتے۔ اُنہوں نے کہا۔ جب تک فاطمہؑ ان کے گھر میں ہے۔ میں ان کو مجبور نہیں کرتا۔ حضرت علیؑ قبر رسول اللہؐ پر تشریف لے گئے۔ اور قبر سے لپٹ کر رونے لگے۔ اور فرماتے تھے۔ "یَابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ۔" (سورہ اعراف: ۱۵۰) لوگوں نے مجھے ضعیف پایا اور مظلوم بنایا۔ اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیں۔ (لفظ "اِسْتَضْعَفُوْنِیْ" کو صاحبانِ بصیرت یاد رکھیں اور پھر اس وعدۂ الٰہی پر غور فرمائیں۔ جو خدا مستضعفین ومظلومین کے واسطے فرماتے ہے۔ "وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ فَنَجْعَلَھُمْ اَئِمَّۃً وَّنَجْعَلَھُمُ الْوَارِثِیْنَ الخ" (سورہ قصص: ۵) یہ وعدہ خاص علیؑ اور اولادِ علیؑ ہی کے واسطے ہے۔ جنہوں نے ظلم وستم پر صبر کیا۔ اور یہ مصائب اُٹھائے۔ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں)۔

اس واقعہ کے بعد خلیفہ ثانی صاحب نے اوّل سے فرمایا۔ کہ آؤ فاطمہ کے پاس چلیں۔ اور اُن کو راضی کریں۔ کیونکہ ہم نے ان کو ناراض وغضب ناک کیا ہے۔ دروازۂ فاطمہؑ پر تشریف لے گئے۔ دق الباب کیا اور اجازت چاہی۔ جناب فاطمہؑ نے اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ دونوں حضرت علیؑ کے پاس آئے۔ اور ان سے گفتگو کی۔ اور حضرتؑ اندر لے گئے۔ جناب فاطمہؑ کو سلام کیا۔ تو اُنہوں نے جواب سلام نہ دیا۔ جب پاس بیٹھے۔ تو اُنہوں نے اپنا منہ دیوار کی طرف پھیر لیا۔ خلیفہ صاحب نے گفتگو شروع کی۔ اور محبت آمیز کلمات فرمانے لگے۔ کہ میں تو تمہیں اپنی بیٹی سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ اور میں تمہارے حق اور تمہاری شرافت وفضیلت کو پہچانتا ہوں۔ اور یہ بھی پہچانتا ہوں۔ کہ میراث رسولؐ کی تم وارث ہو۔ مگر میں نے تو اس لئے یہ لے لیا۔ کہ میں نے یہ سنا تھا۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم ورثہ نہیں چھوڑتے۔ اور جو چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا۔ کیا میں رسول اللہؐ کی ایک حدیث تم کو سناؤں۔ جس کو تم جانتے ہو۔ پس تم اس پر عمل کرو گے اور تصدیق کرو گے؟ دونوں صاحبوں نے فرمایا۔ ہاں، ہم تصدیق کریں گے۔ فرمایا۔ میں تم کو قسم دے کر پوچھتی ہوں۔ کہ کیا تم نے رسول خداؐ سے یہ نہیں سنا۔ کہ وہ فرماتے تھے۔ "رِضَا فَاطِمَۃَ مِنْ رِضَائِیْ وَسُخْطُ فَاطِمَۃَ مِنْ سُخْطِیْ فَمَنْ اَحَبَّ فَاطِمَۃَ اِبْنَتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَرْضٰی فَاطِمَۃَ فَقَدْ اَرْضَانِیْ وَمَنْ اَسْخَطَ فَاطِمَۃَ فَقَدْ اَسْخَطَنِیْ" رضائے فاطمہؑ میری رضا سے ہے۔ اور غضب وعتاب فاطمہؑ میرا غضب وعتاب۔ پس جس نے میری بیٹی فاطمہؑ کو دوست رکھا۔ اُس نے مجھ کو دوست رکھا۔ اور جس نے اس کو خوش کیا۔ اُس نے مجھ کو خوش کیا۔ اور جس نے اس کو ناراض و

غضبناک کیا۔ اس نے مجھ کو ناراض وغضب ناک کیا۔ دونوں صاحبوں نے فرمایا۔ ہاں ہم نے اس کو رسول اللہؐ سے سنا ہے۔ تب فرمایا۔ "فَاِنِّی اُشْھِدُ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ اِنَّکُمَا اَسْخَطْتُمَانِیْ وَمَا اَرْضَیْتُمَا نِیْ وَلَئِنْ لَقِیْتُ النَّبِیَ لَاَشْکُوْ لَکُمَا اِلَیْہِ" میں خدا اور اُس کے ملائکہ کو گواہ گردانتی ہوں۔ کہ ضرور تم دونوں نے مجھ کو ناراض وغضبناک کیا ہے۔ اور ہرگز مجھے خوش نہیں کیا۔ اور اگر میں رسول خداؐ سے ملوں گی۔ تو ضرور اُن سے تمہاری شکایت کروں گی۔ خلیفہ صاحب نے فرمایا۔ اے فاطمہؑ میں تمہارے اور رسولؐ کے عتاب وغضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور پھر اسی طرح رونے لگے۔ قریب تھا۔ کہ دم گھٹ جائے۔ اور جناب فاطمہؑ یہ کہے جاتی تھیں۔ "وَاللّٰہِ لَاَ دْعُوَنَّ اللّٰہَ عَلَیْکَ فِیْ کُلِّ صَلٰوۃٍ اُصَلِّیْھَا" خدا کی قسم ہر ایک نماز میں جو میں پڑھوں گی۔ اُس میں تمہارے لئے بددعا کروں گی۔ خلیفہ صاحب روتے ہوئے باہر نکل گئے۔ لوگ گرد جمع ہو گئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ تم تو اپنی اپنی بیویوں کو بغل میں لے کر آرام سے سوتے ہو۔ اور مجھ کو اس مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ رکھو اپنی بیعت کو مجھے ضرورت نہیں۔ مجھے اس سے معاف رکھو۔ الخ۔

وعن المیسور بن الخرمہ۔ "اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَھَا اَغْضَبَنِیْ" رسول اللہؐ نے فرمایا۔ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ پس جس نے اس کو ناراض وغضبناک کیا۔ اس نے مجھ کو ناراض وغضبناک کیا۔ (صحیح بخاری ص ۵۲۶) ایضاً وَ فَاطِمَہ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ یُقْبِضُنِیْ مَا یَقْبِضُھَا وَیُبْسِطُنِیْ مَا یُبْسِطُھَا وَاِنَّ الْاَنْسَابُ تَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا نَسَبِیْ وَسَبَبِیْ وَصِھْرِیْ۔" فاطمہؑ میرے دل کا ٹکڑا ہے۔ منقبض ورنجیدہ کرتی ہے مجھ کو وہ چیز۔ جو اس کو رنجیدہ کرتی ہے۔ اور خوش اور منبسط کرتی ہے مجھ کو وہ چیز۔ جو اس کو خوش کرتی ہے۔ اور روز قیامت میرے سبب ونسب ودامادی کے سوا باقی سب رشتے منقطع ہو جائیں گے۔ یہی احمد بن حنبل وحاکم نے روایت کیا ہے۔ مگر اسمیں لفظ "یُقْبِضُھَا" کی جگہ "یُغْضِبُھَا" ہے۔ اور معنی قریب قریب ایک ہی ہیں۔ ابوسعد نے شرف النبوۃ اور ابن المثنیٰ نے معجم میں روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ "یَا فَاطِمَۃُ اِنَّ اللّٰہَ یَغْضِبُ لِغَضَبِکَ وَیَرْضِیْ لِرِضَاکِ" اے فاطمہؑ اللہ تیرے غصے وغضب سے غضبناک ہوتا ہے۔ اور خوشنودی ورضاء سے خوش۔ اور دیلمی نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ "اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی مَنْ اٰذَانِیْ فِیْ عِتْرَتِیْ۔" سخت ہے غضب خدا کا اس شخص پر جو میری عترت کے باب میں مجھے اذیت دے۔ اذیت عترتِ رسولؐ اذیت رسولؐ ہے۔ اور ابوداؤد واحمد بن حنبل۔ شیخین (مسلم وبخاری)۔ ترمذی میسور بن محزمہ سے یہ بھی روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔ جو چیز اس کو بری معلوم ہوتی ہے۔ وہ مجھ کو بری معلوم ہوتی ہے۔ اور جو اس کو اذیت دیتی ہے۔ وہ مجھ کو اذیت دیتی ہے۔ اور قریب قریب یہی مضمون احمد بن حنبل۔ ترمذی اور حاکم نے ابن زبیر سے روایت کیا ہے۔ اور صحیح بخاری میں ص ۴۳۵ پر جناب عائشہ سے بحوالہ عروہ بن الزبیر مروی ہے۔ کہ آپ نے خبر دی۔ کہ فاطمہؑ نے اپنے باپؐ کی وفات کے بعد ابوبکر سے سوال کیا۔ کہ میری وہ میرات تقسیم کر دو۔ جو کہ رسول اللہؐ اس مال سے چھوڑ گئے ہیں۔ جو خدا نے خاص اپنے رسولؐ کو عطا کیا تھا۔ ابوبکر نے فاطمہؑ سے

کہا۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم ورثہ نہیں چھوڑ تے۔ جو چھوڑ تے ہیں۔ وہ صدقہ ہوتا ہے پس فاطمہؑ ابوبکر پر غصے وغضبناک ہوئیں۔ اور ان سے ملنا بالکل ترک کردیا۔ اور مرتے دم تک ان سے نہ بولیں۔ اور بعد رسولؐ وہ صرف چھ مہینے زندہ رہیں۔ اور فاطمہؑ ابوبکر سے اپنا وہ حصہ چاہتی تھیں۔ جو رسول اللہؐ نے خیبر وفدک وصدقات مدینہ سے چھوڑا تھا۔ یعنی وہ ملک رسولؐ جو بعد رسول صدقہ قرار دی گئی۔ ابوبکر نے اس سے انکار کیا۔ اور کہا۔ میں اس میں سے کچھ ترک نہ کروں گا۔ جو رسولؐ اللہ کرتے تھے۔ کہ مبادا میں راہ سے پھر جاؤں۔ لیکن ملک رسولؐ۔ پس وہ عمر نے علی وعباس کو دیدی۔ اور خیبر وفدک کو روک رکھا۔ اور کہا۔ یہ صدقہ رسولؐ ہے۔ جو ان کے مخصوص حقوق و ضروریات وحاجات کے لئے تھا۔ اور وہ اس کا حق ہے۔ جو ان کے بعد ولی الامر ہو۔ میراث اور صدقہ کا جواب جناب فاطمہؑ دے چکیں۔ فتد بر فیہ (والمباحث فی محل آخر)

یہ واقعات کم وبیش تمام کتب تواریخ وسیر ابوالفدا۔ روضۃ الصفا۔ اعثم کوفی۔ روضۃ الاحباب تاریخ خمیس وغیرہا وکتب احادیث میں موجود ہیں۔ لیکن چونکہ ''کتاب الامامۃ والسیاستہ مصنفہ امام ابی محمد عبداللہ بن مسلم المعروف با بن قتیبہ'' تمام تواریخ کا ماحصل وخلاصہ ہے۔ اور سب میں سے قدر متیقن کو انہوں نے لے لیا ہے۔ اور ان کی وفات ۲۷۰ھ میں ہوئی ہے۔ گویا اب سے تقریباً ساڑھے نو سو برس پیشتر کی لکھی ہوئی ہے۔ اور نہایت معتبر و مستند کتب اہل السنّت والجماعت سے ہے۔ اس لئے ہم نے اُسی کے الفاظ کو لیا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ اور کتب احادیث سے زبان تاریخی اقوال محمد ابن اسمٰعیل بخاریؒ کے لئے ہیں۔ تاکہ موقع انکار باقی نہ رہے۔ اور یہ اور وہ کچھ معاصر بھی ہیں۔ کیونکہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ کی وفات ۲۵۶ھ میں ہے۔

لہٰذا باسناد آئمہ موصوفین ومورخین وبتصدیق جناب فاطمہؑ دختر رسولؐ سیدۃ النساء والعالمین اور بتائید جنابین شیخین رضائے فاطمہؑ رضائے رسولؐ ہے۔ اور غضب وسخط فاطمہؑ غضب رسولؐ۔ اور اذیت فاطمہؑ اذیت رسولؐ۔ اور مسلم ہے۔ کہ غضب رسولؐ غضب وسخط الٰہی ہے۔ پس جس نے فاطمہؑ کو ناراض وغضب ناک کیا۔ اس نے رسولؐ کو ناراض وغضب ناک کیا۔ اور جس نے رسولؐ کو غضبناک کیا۔ اُس نے خدا کو غضبناک کیا۔ بلکہ احادیث مذکورہ میں تصریح موجود ہے۔ کہ خدا غضب فاطمہؑ سے غضب ناک ہوتا ہے۔ ''وَهُوَ يَقُولُ وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ'' (سورہ طٰہٰ:۸۱) جس پر غضب الٰہی نازل ہوا۔ پس وہ ہلاک ہوگیا اور جاتا رہا۔ ''فَتَقُولُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ'' (سورہ حمد:۶۔۷) خداوندا ہم سب کو صراط مستقیم پر چلا۔ وہ صراط مستقیم جو اُن لوگوں کی راہ ہے۔ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ نہ اُن لوگوں کی راہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا ہے۔ اور نہ اُن کی راہ جو گمراہ اور صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں (آمین ربّ العالمین ثم آمین الہ العٰلمین)۔

اِس سے یہ بھی بخوبی ثابت ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے اس بیعت پر کبھی اپنی رضامندی ظاہر نہیں کی۔ اور نہ اس میں شریک ہوئے۔ ''فَلَمْ يُبَايِعْهُمْ رَغْبَةً أَبَدًا وَلَمْ يُؤْتِهِمُ الرِّضَا'' ہاں مجبوراً حفظ بیضہ اسلام کی غرض سے

خلفاء سے مصلح رکھنا بہر حال انسب واولیٰ تھا۔ اور ایسا ہی کیا۔ مگر احتجاج علمی برابر کرتے رہے۔ اکثر و بیشتر خطبات میں اس کا ذکر فرماتے رہے۔ چنانچہ اپنے مشہور و معروف خطبہ شقشقیہ میں فرماتے ہیں۔ "اَمَا وَاللّٰہِ لَقَدْ تَقَمَّصَھَا فُلَانٌ وَاِنَّہٗ لَیَعْلَمُ اَنَّ مَحَلِّیْ مِنْھَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحٰی الخ" (خطبہ نمبر ۳ ص ۱۰۱) خبردار! قسم بخدا فلاں شخص نے خلافت کو تصنع و تکلف سے اپنے لئے اختیار کیا اور خلعت خلافت کو پہنا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا۔ کہ قطب آسیائے خلافت میں ہوں۔ علم و کمال کا سیلاب میرے وجود سے جاری ہوتا ہے۔ اور طائر وہم و خیال میرے کنگرۂ مراتب و مناصب تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب وہ شخص مسند خلافت پر بیٹھ گیا۔ تو میں نے اپنے معاملہ میں غور و فکر کی۔ کہ آیا ایسی حالت میں جہاد کرنا بہتر ہے۔ یا اس مصیبت تیرہ و تار اور اس محنت و بلا پر صبر کرنا۔ پس میں نے صبر کو اختیار کیا۔ درآنحالیکہ دل میں غصہ اور چشم غبار آلود تھی۔ "وَاَرٰی تُرَاثِیْ نَھْبًا" اور میں دیکھ رہا تھا۔ کہ میری میراث لٹ رہی اور غارت کی جا رہی ہے۔ الخ۔ جملہ محققین اسلام متفق ہیں۔ کہ یہ خطبہ اسی جنابؑ کا ہے۔ اور تمام شراح کتاب نہج البلاغہ نے اس کی شرح میں یہی لکھا ہے۔ کہ اس سے خلافت خلیفہ اوّل کی طرف حضرتؑ اشارہ فرما رہے ہیں۔ چنانچہ شیخ محمد عبدہ مفتی جامع الازہر مصر کے لفظ یہ ہیں۔ "اَلضَّمِیْرُ یَرْجِعُ اِلَی الْخَلَافَۃِ وَفُلَانٌ کِنَایَۃٌ عَنِ الْخَلِیْفَۃِ الْاَوَّلِ اَبِیْ بَکْرٍ۔" یعنی ابتداء خطبہ میں "تَقَمَّصَھَا" کی ضمیر خلافت کی طرف راجع ہے۔ اور فلاں حضرت خلیفہ اوّل سے کنایہ ہے۔ اس سے زیادہ اور توضیح و تشریح اس امر کی کیا ہو سکتی ہے۔ کہ حضرتؑ اس بیعت میں شریک نہ تھے۔ اور کبھی اپنی رضامندی ظاہر نہیں کی۔ اور کبھی بیعت نہیں کی۔ ہاں اگر صلح اور مداہنت کو بیعت کہا جائے۔ تو ہمیں انکار نہیں۔ ضرور صلح رکھی۔ اور صبر کیا۔ جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔ اور صبر ہی شناخت امامت ہے۔ حضرتؑ نے ان فقرات سے کہ سیلاب علم و کمال میرے وجود سے جاری ہوتا ہے اسی معیار خلافت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کو ہم نے ثابت کیا ہے۔ اور مطلب حضرتؑ کا یہی ہے۔ کہ قطب رحائے خلافت میں ہوں۔ کیونکہ صاحب علم و کمال ہوں۔ جو معیار خلافت ہے۔ اور فلاں شخص اس کو جانتا ہے۔ اور جان کر ایسا کیا ہے۔ اور دوسرا فقرہ "طائر وہم و خیال میرے کنگرۂ مراتب تک نہیں پہنچ سکتا۔" اس کی تفصیل ہے۔ کہ صاحب اوصاف و کمالات و مظہر صفات الٰہی و وارث صفات محمدیؐ میں ہوں۔ جن کو کوئی ادراک نہیں کر سکتا۔ اسی قسم کے اور بہت سے خطبات ہیں۔ صبر اور عدم جہاد کی علت کی طرف بھی حضرتؑ نے اشارہ فرمایا ہے۔ تفصیل آئندہ آئے گی۔

حضرت شیخینؓ کا تاسف

بیعت کے اس طرح ناگہانی اور اچانک اور بے سوچے سمجھے واقع ہو جانے کا آخر میں ان حضرات کو بھی افسوس ہوا۔ اور انجام سوچ کر اس پر شرمندہ ہوئے۔ اور حضرت خلیفہ ثانی نے تو صاف فرمایا۔ کہ یہ بیعت فتنۃً واقع ہو گئی تھی۔ آئندہ ایسا ہوا تو گردن مار دوں گا (ملاحظہ ہو کتاب علامہ ابن قتیبہ موصوف)۔ اور حضرت خلیفہ اوّل نے چند مرتبہ اقالہ بیعت کی خواہش ظاہر کی اور اس سے دست برداری چاہی۔ چنانچہ گذرا۔ اور آخر وقت یعنی مرض الموت میں جب آپ ان اُمور کو یاد کر کے متاسف ہونے لگے ہیں۔ تو عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا۔ ان باتوں کو

چھوڑیئے۔ ان کے صدمے کو کم کیجئے۔ کیونکہ ایسے خیالات سے مرض میں زیادتی ہوگی۔ آپ برابر نیک کام کرتے رہے ہیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ آپ نے کوئی ایسا کام نہیں کیا۔ جس پر متاسف ہوں۔ اور کوئی ایسا عمل آپ سے فوت نہیں ہوا۔ فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم میں افسوس نہیں کرتا مگر تین باتوں پر جو میں نے کی ہیں۔ کاش کہ میں انہیں نہ کرتا۔ اور تین باتوں کے ترک کرنے پر کاش کہ میں انہیں کرلیتا۔ اور تین باتیں کاش کہ میں خدا سے ان کے باب میں دریافت کرلیتا۔ پس تین باتیں وہ جو میں نے کی ہیں۔ اور چاہئے تھا کہ میں انہیں نہ کرتا۔ وہ یہ ہیں۔ کاش کہ میں خانہ علیؑ کو چھوڑ دیتا۔ اگرچہ جنگ کا اعلان ہی کیوں نہ کردیتے۔ دوسرے یہ کہ کاش یوم سقیفہ بنی ساعدہ ابو عبیدہ یا عمر کے ہاتھ پر بیعت کرتا۔ وہ امیر ہوتا اور میں وزیر ہوتا۔ اور خلافت اختیار نہ کرتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ کاش کہ جب فجاءۃ السلمیٰ اسیر ہو کر لائے گئے۔ تو میں اُنہیں یا تو قتل کردیتا یا چھوڑ دیتا۔ اور خلاف قانون اسلام آگ میں نہ جلواتا۔ اور وہ تین باتیں جو نہیں کیں اور کاش میں اُنہیں کرلیتا۔ یہ ہیں۔ اوّل جب اشعث بن قیس اسیر کر کے لایا گیا تھا۔ تو اس کو قتل کردیتا اور زندہ نہ چھوڑتا۔ دوم وسوم جب میں نے خالد بن ولید کو شام کی طرف بھیجا تھا۔ عمر ابن الخطاب کو عراق پر بھیج دیتا۔ اور وہ تین چیزیں جن کو میں رسولؐ اللہ سے پوچھ لیتا یہ ہیں۔ کاش اوّل میں دریافت کرلیتا۔ کہ آپ کے بعد خلافت کس کا حق ہے۔ تاکہ کسی کو اس میں جھگڑنے کا موقع نہ رہتا۔ دوم دریافت کرلیتا۔ کہ آیا انصار کا بھی اس میں کچھ حق ہے؟ سوم یہ کہ بھتیجی اور پھوپھی کی میراث کی بابت دریافت کرلیتا۔ کیونکہ میرے دل میں اس کی بابت ابھی تک شک ہے۔ انتہی۔ ملاحظہ ہو کتاب الامامۃ والسیاستہ (صفحہ ۱۸ و ۱۹)

یہ حضرات بھی وقوع واقعہ خلافت کو دلیل حقیت و صداقت نہ جانتے تھے

اگر جناب خلیفہ صاحب اس واقعہ کے کیف ما کان واقع ہو جانے کو دلیل حقیت جانتے۔ یہ شکوک وشبہات ان کے دل میں جاگزیں نہ ہوتے اور اس طرح سے ان پر تاسف نہ فرماتے۔ اور خلیفہ صاحب اس کو فعل خدا نہ جانتے تھے۔ اگر ایسا جانتے۔ تو فعل خدا پر تاسف اور عدم رضا بقضائے الٰہی کیا معنی؟ ہرگز نہیں۔ محض کسی واقعہ کا وقوع ہو جانا اس کی حقانیت وصداقت کی دلیل نہیں ہے۔ خواہ بیعت ہو یا مصاحبت فی الغار ہو یا مصاحبت فی المقبرہ۔ چنانچہ ایسا ہی حضرت خلیفہ ثانی کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے۔ کہ آخر وقت میں جب وہ تاسف فرمانے لگے ہیں۔ اور لوگوں نے آپ کی مدح وثناء شروع کی۔ تو فرمایا۔ "اِنَّ مَنْ عَزَّرْتُمُوْهُ لَمَغْرُوْرٌ" جس کو تم عزت دو بیشک وہ مغرور وفریب خوردہ ہے۔ "وَاللّٰهِ وَدِدْتُ اَنْ اَخْرُجَ مِنْهَا كَفَافًا كَمَا دَخَلْتُ فِيْهَا" خدا کی قسم میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں۔ کہ میں اس سے ویسا ہی برابر سرابر پر نکل جاؤں۔ جیسا کہ داخل ہوا تھا۔ مجھے اس کی جزا ملے نہ سزا۔ خدا کی قسم اگر میرے لئے تمام روئے زمین کی دولت ہوتی۔ تو آنے والے دن کے خوف سے میں اس کو فدا کردیتا۔ لوگوں نے کہا۔ آپ پر کوئی خوف نہیں ہے۔ فرمایا۔ اگر قتل کا خوف ہے۔ تو مجھے ابولولو نے قتل کر ہی دیا۔ کہا۔ آپ کو خدا جزائے خیر دے۔ فرمایا۔ میں نہیں سمجھتا ہوں۔ کہ تم اس خلافت میں مجھ پر رشک وضبط کرو گے۔ خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔ کہ میرا کیا انجام ہوگا۔ اور میں کس حال میں پہنچوں گا۔ "وَلَوْ وَدِدْتُ اِنِّىْ نَجَوْتُ

مِنهَا كَفَافًا لَالِيْ وَلَا عَلَيَّ فِيَكُوْنَ خَيرُهَا بِشَرِّهَا وَيَسْلِمُ لِي مَا كَانَ قِبْلَهَا مِنَ الْخَيْرِ الخ" یعنی اور میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں۔ کہ میں اس خلافت سے برابر سرابر پر نکل جاؤں۔ اور اس کی خیر شر کا عوض ہو جائے۔ اور میرے لئے وہی خیر باقی رہ جائے۔ جو قبل خلافت حاصل تھی۔ انتہی لفظہ۔ قریباً یہی مضمون بخاری ص ۵۳۴ پر مروی ہے۔ "وَدِدْتُ ذَالِكَ كِفَا فَالَا عَلَيَّ لَالِيْ" کیا اس اقرار اور تاسف و ندامت کے بعد کوئی عاقل دعویٰ کرسکتا ہے۔ کہ حضرات شیخین اس واقعہ کے نفس وقوع کو دلیل حقیت اور فعل خدا (خدا کا کام) جانتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ یہ ان پر محض افتراء و بہتان ہے۔ سچ ہے ۔ "چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی" ہر ایک کام کے کرنے سے پہلے اس کے انجام کو سوچ لے۔ دنیا کو دین پر مقدم رکھے۔ ورنہ "يَنْتَدِمُ حَيْثُ لَا يَنْتَفِعِ النَّدَمُ" اور انسان ہمیشہ اُس دن کو یاد رکھے۔ "يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ وَيَقُوْلُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَابًا" اُس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو غصے سے کاٹے گا۔ اور کافر کہے گا۔ کہ اے کاش آج کے دن میں خاک ہو جاتا۔ اور یہ ندامت نہ دیکھتا۔ "اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَنَجِّنَا مِنْ هَوْلِ الْمَطْلَعِ" (دیکھو حصہ دوم)

مداهنت و مصالحت انبیاء و آئمہ علیہم السلام

صاحبان عقل پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ حضرت آدمؑ سے لے کر تا حضرت خاتمؐ سوائے بعض مثل حضرت سلیمانؑ سب کے سب انبیاءؑ و اوصیاءؑ و اوصیاءؑ حکومت ظاہری سے بظاہر محروم رہے ہیں۔ اور امت کے مقابل مغلوب و مظلوم۔ بعد حضرت آدمؑ تا حضرت نوحؑ چالیس نبی گذرے ہیں۔ وہ سب کے سب بالکل پوشیدہ رہے اور خفیہ جزیروں میں عبادت کرتے تھے۔ خود حضرت نوحؑ نو سو برس قوم کے ظلم و ستم سہتے رہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اگرچہ جہاد قولی و فعلی کیا۔ بت توڑے اور مقابلہ کیا۔ مگر پھر بھی سلطنت و غلبہ ظاہری مخالفین کو ہی تھا۔ اور حضرتؑ نے ان کے ہاتھ سے تکالیف اُٹھائیں۔ اسی طرح حضرت شعیبؑ۔ حضرت صالحؑ۔ حضرت ہود قوم کی اذیتیں اُٹھاتے رہے۔ حضرت موسیٰؑ نے بہت سی مشقتیں و اذیتیں برداشت کیں۔ حضرت یحییٰؑ حضرت زکریاؑ قتل کئے گئے۔ حضرت عیسیٰؑ نے بے انتہا رنج و الم اُٹھائے۔ کیا ان بزرگواروں کا صبر و سکوت ان کی نبوت کا نامی یا ناقص یا قادح ہو سکتا ہے؟ اور کیا خدا کا مخالفین کو مہلت دینا اور ایک مدت تک مواخذہ نہ کرنا اور انتقام نہ لینا ان کی حقانیت و صداقت کی دلیل ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کوئی عاقل اس کا قائل نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح جناب رسول خدا کا کفار سے صلح کرنا جو صلح حدیبیہ کے نام سے معروف ہے ان کے کہنے سے اپنے اسم مبارک سے لفظ رسول اللہؐ جدا اور مٹا کر دینا مبطل رسالت ہے اور مثبت حقیت و صداقت مشرکین و کفار قریش ہے؟ اور باوجود قدرت اور فتح بین حاصل ہونے کے واجب القتل کفار و مشرکین کو بعد فتح مکہ کسی مصلحت سے چھوڑ دینا اور اُن کو قتل نہ کرنا اور آنحالیکہ جانتے تھے کہ ان میں سے بعض کیا کیا فسادات برپا کریں گے ان کی حقانیت کی دلیل ہے؟ حاشا و کلا کوئی جاہل سے جاہل بھی ایسا خیال نہیں کرسکتا۔ اس سے اُن سنن مرسلین کو چھوڑ کر خود سنت اللہ میں غور کیجئے۔ کہ باوجود علم ذاتی کہ شیطان کیا کیا کچھ کرے گا مہلت دینا اور فرمانا "فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْتَظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ" (سورہ

حجر: ۳۷۔۳۸) اور اس کا یہ کہنا "وَلَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ" الخ (سورہ حجر: ۳۹) کمبل الوہیت و ربوبیت اللہ العالمین ورب العالمین ہوسکتا ہے؟ اور مثبت حقیقت شیطان ہے؟ اور کیا شداد و نمرود و فرعون کو ایک مدت دراز تک مہلت دینا اور اپنے مقابل فرعون کو چار سو برس "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" (سورہ النازعات: ۲۴) کہنے دینا اور فوراً اُس کو ہلاک و فناء نہ کردینا مثبت فرعونیت اور اس کی صداقت کی دلیل ہے؟ ہرگز نہیں۔ کوئی متدین اس کا معتقد نہیں ہوسکتا۔ اور نہ کفار و مشرکین و منافقین کو خدا کا ایک مدت تک مہلت دینا ان کے لئے دراصل مفید ہے۔ جیسا کہ خود خدا فرماتا ہے۔ "وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِھِمْ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ" (سورہ آل عمران: ۱۷۸)۔ کافر یہ گمان نہ کریں۔ کہ ہم جو انہیں مہلت دیتے ہیں۔ یہ ان کے لئے بہتر ہے۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ ہم ان کو مہلت دیتے ہیں۔ تاکہ وہ گناہوں میں بڑھتے رہیں۔ اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ قبل ارتکاب جرم سزا دینا خلاف عقل ہے جب تک کہ مجرم سے جرم صادر ہی نہیں ہوا۔ سزا کس بات کی دی جائے۔ ان کو مہلت دی جاتی ہے۔ تاکہ ان کو جو کچھ کرنا ہے کرگذریں۔ اور جو کچھ ان کے بطون و کموں میں ہے ظاہر ہو جائے۔ اور کافر و غیر کافر و مومنین و منافقین متمیز ہوں۔ مثلاً اگر خدا پہلے ہی تمام کفار و مشرکین و منافقین کو فناء کر دیتا۔ تو یہ افعال ان سے کیونکر صادر ہوتے۔ اور ایمان و کفر کیسے پہچانا جاتا۔ اور مومن و منافق میں کیا تمیز ہوتی۔ اور کیونکر مومنین مستحق ثواب اور کافرین و مشرکین و منافقین مستحق عذاب ہوتے۔ جب تک ان سے کفر و شرک و نفاق کا پورا پورا ظہور و بروز نہ ہو جائے۔

حقیقت اس کی یہ ہے۔ کہ خدا حلیم مطلق و صابر مطلق و قادر مختار ہے۔ وہ ہماری طرح عجول و جلد باز نہیں ہے۔ اسے اپنے دشمن کے بھاگ جانے اور ہاتھ سے نکل جانے کا خوف نہیں ہے۔ "وَاِنَّمَا یَسْتَعْجِلُ بِالْاِنْتِقَامِ مَنْ یَّخَافُ الْفَوْتَ" سوائے اس کے نہیں ہے کہ انتقام میں تو وہی جلد ہی کرتا ہے۔ جس کو دشمن کے فوت ہو جانے (ہاتھ سے نکل جانے) کا خوف ہے۔ وہ قادر مختار ہے۔ جب چاہے انتقام لے سکتا ہے۔ اور ہزار بار مار کر جلا سکتا ہے۔ قوم نوحؑ ساڑھے نو سو برس پیغمبرؑ خدا کو اذیت دیتی رہی۔ آخر کار انجام کیا ہوا۔ بچ کر نہ نکل گئے۔ اس مہلت سے مستحق ثواب نہ ہو گئے۔ بلکہ ذلت کے ساتھ فناء کئے گئے۔ ایک فرد بھی باقی نہ بچا۔ اسی طرح نمرود و فرعون و غیر ہما دشمنانِ خدا کا آخری انجام ہوا۔

انبیاءؑ چونکہ خلفاء اللہ و مظاہر اوصاف الٰہی ہوتے ہیں۔ وہ بھی عجول و جلد باز نہیں ہوتے۔ بلکہ صابر و حلیم ہوتے ہیں۔ چنانچہ تمام انبیاءؑ کو خدا صابر فرماتا ہے۔ "کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ" (سورہ انبیاء: ۸۵) اور حضرت ابراہیمؑ کی بابت فرماتا ہے۔ "اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ" (سورہ توبہ: ۱۱۴) اور ذریت ابراہیمؑ کے انبیاءؑ کی نسبت فرماتا ہے۔ "وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّةً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا" (سورہ سجدہ: ۲۴) ہم نے ان میں سے امام بنائے ہیں۔ جو ہمارے ہی امر سے ہدایت کرتے ہیں۔ جبکہ انہوں نے صبر کیا۔ اور صبر ان سے ثابت ہو گیا۔ پس صبر و تحمل خاص علامت نبوت و امامت ہے۔ کیونکہ وہ عالم ہوتے ہیں۔ اور معیار نبوت و امامت و خلافت علم ہی ہے۔ اور صبر فرع علم ہے۔ اور بے صبری نتیجہ

بے خبری۔ پس علم معیار نبوت و امامت و خلافت ہے۔ اور صبر شناخت و علامت نبوت و امامت و خلافت چاہئے۔ کہ خلیفہ صابر حلیم مجسمہ صبر و حلم ہو۔ اور ایسا ہی ہے۔ صبر شرط نبوت و امامت و خلافت و ولایت ہے۔

خلاصہ یہ کہ انبیاءؑ و آئمہؑ کے صبر و سکوت کی تین وجہیں ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ نبی و امام معلم و مربی نوع بشر مثل والد شفیق ہے۔ اور مربی کا یہ کام نہیں ہے۔ کہ جہاں کسی فرد رعیت نے سرکشی یا مخالفت کی۔ اُس کو فوراً ہلاک کر دیا۔ مار ڈالا۔ اگر ایسا کرے۔ تو وہ تربیت کس کی کرے گا۔ تعلیم کس کو دے گا۔ تبلیغ احکام کس کو کرے گا۔ اگر وہ ایسا ہے۔ تو وہ مربی نہیں ہے۔ بلکہ ایک دشمن سفاک و جبار ہے۔ پس فعل امام محض دشمنوں سے فوری انتقام لینا ہی نہیں ہے۔ بلکہ بلطائف الحیل و تدابیر مختلفہ و حکمت ہائے متفاوتہ لوگوں کو ہدایت کرنا ان کی تعلیم و تربیت اور اللہ کی طرف رغبت دینا ہے۔ کَمَا اَمَرَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" (سورہ نحل:۱۲۵) بلا اپنے پروردگار کی طرف حکمت و دانائی اور موعظ حسنہ اور اچھی نصیحت سے اور مباحثہ کر ان سے بہترین طریق مباحثہ سے۔ چنانچہ انبیاء اللہ ایسا ہی کرتے رہے ہیں۔ اوّل حکمت ہائے بالغہ سے دعوت دیتے تھے۔ بعد ازاں مشفقانہ نصیحتوں سے کام لیتے تھے۔ اور پھر ان سے بموازین الٰہیہ و براہین قاطعہ و خطابات فصلیہ مباحثہ کرتے تھے۔ اور اس کے لئے انہیں اپنے اُوپر طرح طرح کی مصیبتیں و اذیتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ان کو اپنا گھر بار اس راہ میں لٹا دینا ہی ضروری و لازمی ہوتا ہے۔ جناب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نے بھی ایسا ہی کیا۔ حکمت و دانائی سے لوگوں کو سمجھایا۔ اچھی نصیحتیں کیں۔ اور دلائل و براہین کے ساتھ مخالفین سے محاجہ کیا۔ "فَسَبِیْلُهٗ سَبِیْلُ الْاَنْبِیَاءِ وَطَرِیْقُهٗ طَرِیْقُ الْاَوْلِیَاءِ"۔

اقامہ دین و اعلاء کلمۃ اللہ و دعوت الی الحق و ابطال باطل و احقاق حق آسان کام نہیں ہے۔ فظاظت و غلاظت و خشونت و شراست و عرامت و دعارت سے ہدایت خلق نہیں ہو سکتی۔ بلا تحمل مشقت و اذیت و صبر بر رنج و الم و ہم و غم ہدایت خلق و تربیت نوع محال ہے۔ امام ہر موقع کے مناسب حکمت و تدبیر سے کام لیتا ہے۔ اور جو قرین مصلحت ہوتا ہے۔ وہی کرتا ہے۔ اور ہر ایک ممکن تدبیر جو اعلاء کلمۃ اللہ میں ضروری ہے۔ کام میں لاتا ہے۔ ماحصل یہ کہ موافق امر الٰہی کام کرتا ہے۔ کہ صفت امام یہی ہے۔ "یَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا" (سورہ توبہ:۱۱۴) وہ ہمارے امر سے ہدایت کرتے ہیں۔ پس ایک وقت امر الٰہی سکوت و صبر کی بابت ہوتا ہے۔ اور ایک وقت قیام و جہاد کے لئے۔ اگر امام اپنی رائے سے کوئی کام کرے۔ وہ امام حق نہیں ہے۔ بلکہ امام باطل ہے۔ اور "یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ" (سورہ بقرہ:۲۲۱) میں داخل۔ صبر لازم امامت ہے۔ جو صابر نہ ہو وہ امام نہیں۔ انہی جیسوں کی صفت ہے۔ "عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ" (سورہ انبیاء:۲۶-۲۷) یہ مکرم و معظم بندے ہیں۔ کسی بات میں سبقت نہیں کرتے۔ اور امر و حکم خدا ہی پر عمل کرتے ہیں۔

دوم یہ کہ جہاد میں شرط لشکر کی ہے۔ اگر تنہا جہاد کرے اور دشمن کو قتل کر دے۔ جب بھی حق ثابت نہ ہوگا۔ اور خود شہید ہو جائے۔ تب بھی حق واضح نہ ہوگا۔ مصدقین و معاونین ساتھ ہونے چاہئیں۔ یہی وجہ تھی۔ کہ پیغمبر خاتم

النبیینؐ تیرہ سال تک مکہ معظّمہ میں مخالفین و معاندین کے ہاتھوں سے طرح طرح کی اذیتیں اُٹھاتے رہے۔ ورنہ اگر وہ چاہتے۔ تو ایک انگشت مبارک کے اشارہ سے عرب کا تختہ اُلٹ دیتے۔ کیونکہ مسلم و محقق ہے۔ کہ وجود اقدس نبویؐ اوّل ماصدر و اوّل مصنوع و مخلوق الٰہی نقطہ دائرہ تکوین ہے۔ اوّل وجود سب سے اقویٰ و اکمل و افضل و اشرف ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف شاہد ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ رُوْحِیْ۔" (پوری تفصیل و تحقیق حصہ دوم میں دیکھنی چاہیئے)۔ اور احادیث وال ہیں۔ کہ یہ روح نورانی اعظم نبویؐ تمام موجودات ملائکہ و غیر ملائکہ و جبرئیلؑ و میکائیلؑ وغیرہما سب سے افضل و اعظم ہے۔ "خَلْقٌ اَعْظَمُ مِنْ مَلٰئِكَةٍ وَمِنْ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ" (الفاظ حدیث)۔ پس اگر جبرئیلؑ قوم لوطؑ کو ایک اشارے سے تہ و بالا کر سکتا ہے۔ تو اشارہ انگشت محمدیؐ چشم زون میں تختہ عالم اُلٹ سکتا ہے۔ اور مقام مرتبہ محمدیؐ آیہ مبارکہ "دَنَا فَتَدَلّٰى وَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى" (سورہ نجم: ۸۔۹) سے ظاہر ہے۔ کہ اس مقام پر جبرئیلؑ کے فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں۔ جو انگشت مبارک چاند کو اشارے سے شق کر سکتی ہے۔ کیا چند مشرکین عرب کو نابود نہیں کر سکتی۔ قوتِ محمدیؐ فوق جمیع قوائے عالم ہے۔ اور قوتِ علویؑ تحت قوائے محمدیؐ۔ وہؐ اصل ہے اور علیؑ فرع۔ پس کیوں حضرتؐ نے تیرہ سال اذیتیں سہیں۔ اور قوت نبوتی و ولایتی و امامتی سے کام نہ لیا۔ صرف اسی واسطے کہ وہ نبیؐ برحق تھے۔ بادشاہ سفاک و جبار نہ تھے۔ اور صبر لازم نبوت و امامت ہے۔ ہاں جس وقت بعد ہجرت آپ کے ساتھ انصار مل گئے۔ اور اس وقت مخالفین و معاندین نے اہل اسلام کو ستانا اور مدینۃ الرسولؐ پر حملے کرنے شروع کئے یا ارادہ کیا۔ اس وقت حضرتؐ بھی جہاد پر آمادہ ہوئے۔ وہ بھی اپنی رائے سے نہیں۔ بلکہ بحکم خدا۔ اور حکم بھی حکم خاص اجرائی۔ نہ حکم عام۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود حکم عام "جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ" آپؐ نے منافقین سے جہاد نہ کیا۔ کیونکہ حکم خاص نہ پہنچا تھا۔ اور جہاد قولی ان کے دبانے کے لئے کافی سمجھا گیا تھا۔ فافہم و تدبر۔

پس منہاج علیؑ عین منہاج نبیؐ ہے۔ کیونکہ مظہر صفات نبویؐ ہے۔ اوّل صبر و سکوت کیا۔ اور جب فی الجملہ اختیارات حاصل اور انصار جمع ہو گئے۔ اور مخالفین نے ظاہر بظاہر مخالفت شروع کی بلکہ چڑھائی کی۔ حجت اتمام اور عذر رفع۔ طلحہ و زبیر و معاویہ سے جہاد شروع کیا۔ اور حق امامت و خلافت نبویؐ ادا۔ "فَمِنْهَاجُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْهَاجُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ"۔

بعبارتِ اُخریٰ وہ مظہر و خلیفہ رحمتہ للعالمینؐ ہے۔ چاہیئے کہ وہ بھی مجسمہ رحم ہو۔ اور رحم سے کام لے۔ اور حسب حکم الٰہی کام کرے۔ اس کو کسی سے ذاتی شخص بغض و عناد نہیں ہوتا۔ مخالفت نبی و امام مخالفت دینی ہوتی ہے۔ لہٰذا حسب حکم دین جو مناسب ہوتا ہے کرتے ہیں۔ ذاتیات کو وہاں دخل نہیں۔ اگر حکم دین اس وقت یہی ہے۔ کہ صبر کرو۔ اور گردن بندھا کر چلے جاؤ۔ تو صفت امام یہؑ ہے۔ کہ فوراً ایسا ہی کرے۔ اور اگر حکم دین ہے۔ کہ لڑو اگرچہ کیسی ہی تکلیف پہنچے۔ تو شانِ امامؑ یہ ہے۔ کہ لڑے "يَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا" (سورہ سجدہ: ۲۴) "اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ الخ" (سورہ قصص: ۵۴) یہی وہ لوگ ہیں۔ جن

کو دو مرتبہ اجر دیا جائے گا۔ کیونکہ انہوں نے صبر کیا۔ اور بدی کا بدلہ نیکی سے دیتے تھے۔ نبوت و امامت کو دنیاوی بادشاہت کے جابرانہ اصول پر قیاس کرنا جہالت ہے۔

سوم نبی آیہ استیصال اور امام قتل عام کفار و مشرکین و منافقین کا اس وقت تک حکم نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ مومنین و کافرن متمیز نہ ہو جائیں۔ بایں معنی کہ کافرین و منافقین ایسے رہ جائیں۔ کہ قیامت تک ان سے کوئی مومن پیدا ہونے والا نہ ہو۔ کیونکہ اگر اس حالت میں نہیں پہنچے ہیں۔ تو جو مومنین کے نطفے ان کے اصلاب میں ہیں۔ وہ بلاوجہ ہلاک ہوں گے۔ اور اسی طرح منافقین کا نفاق مقام ظہور و بروز میں آجائے۔ اور حجت تمام و عذر رفع۔ جب تک ایسا نہ ہو۔ پیغمبر یا امام قتل پر مامور نہیں ہوتا۔ چنانچہ قصہ حضرت نوحؑ شاہد بین ہے۔ کہ جب تک کافرین قوم نوحؑ اس درجہ پر نہیں پہنچ گئے ہیں۔ کہ ہر طرح سے ان پر اتمام حجت ہو جائے۔ اور پھر ان کے صلب سے قیامت تک کوئی مومن پیدا نہ ہو۔ طوفان عام نہیں بھیجا گیا۔ جب ایسے ہو گئے۔ سب کو غرق کر دیا گیا۔ كَمَا اَخْبَرَ بِهِ اللّٰهِ تَعَالٰى حِكَايَةً مِّنَ النُّوْحِ "وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا۔ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا۔" (سورہ نوح: ۲۶۔۲۷) اے پروردگار کافرین میں سے ایک بھی زمین پر باقی نہ چھوڑ۔ کیونکہ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا۔ تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے۔ اور قیامت تک جو ان کی اولاد پیدا ہوگی۔ کافر و فاجر ہی ہوگی۔ جب یہ نوبت پہنچ گئی۔ تو طوفان عام کا حکم ہو گیا۔ "حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ...... وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔" (سورہ ھود: ۴۰۔۴۴)

اسی وجہ سے پیغمبر خاتم النبیینؐ نے باوجود قدرت بعد فتح مکہ مشرکین کو قتل نہ کیا۔ حتیٰ کہ راس رئیس مشرکین و معاندین ابوسفیان کو بھی چھوڑ دیا۔ اور اسی کی طرف خدا اشارہ فرماتا ہے۔ "لَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ" "وَلَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔" (سورہ فتح: ۲۵) یعنی اگر مومنین و کافرین جدا جدا ہو جاتے۔ تو ہم کافرین کو سخت دردانگیز عذاب دیتے۔ مگر چونکہ مومنین و کافرین جدا نہ ہوئے تھے۔ ہم نے قتل سے تمہارا ہاتھ روک دیا۔ ان مصالح الٰہیہ کو جہال کہاں سمجھ سکتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو نبوت و امامت کو حکومت دنیویہ کے اصول جائرہ ظالمانہ پر قیاس کرتے ہیں۔ وہ نبی و امام پر ایسے اعتراض کر سکتے ہیں۔ مگر عارف نبوت و امامت جانتے ہیں۔ کہ شان نبوت و امامت کیا ہے اور فعل نبی و امام کیا۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ ان امور میں منہاج علیؑ عین منہاج نبیؐ ہے۔ اور منہاج نبیؐ عین منہاج الٰہی۔ "وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔" (سورہ فتح: ۲۳) اگر اعتراض علیؑ پر ہے۔ تو نبیؐ اور خدا پر پہلے۔ اور ممکن ہے۔ کہ جہال ایسا ہی کریں۔ سکوت و صبر ناقص امامت نہیں مثبت امامت ہے۔ اور دلیل حقیت و صداقت ہے۔

بستر قصیہ سیمرغ و قصد ہدہد کسے رسد کہ شناسائے منطق الطیر است

اگر اُصول حکمت عقلیہ سے گزر کر ظواہر امور پر نظر ڈالی جائے۔ تب بھی بصیر پر پوشیدہ نہیں۔ کہ ابتداء مرحلہ اختلاف غلافت میں از روئے حفظ وحمایت حوزۂ اسلام وحفظ ناموس نبوت قرین مصلحت بلکہ عین حکمت تھی۔ کہ حضرتؑ مخالفت میں تلوار نہ اُٹھائیں۔ اگر حضرتؑ اُس وقت تلوار اُٹھاتے۔ تو (ایک یورپین کے لفظوں میں) اسلام مدینہ کی چار دیواری سے باہر نہ نکلتا۔ بعد اس کے ایک کافر یا مشرک یہود یا نصاریٰ داخل اسلام ہوتا ہے۔ "فَتَدَبَّر فِيهِ وَتَامَّل فَاِنَّه دَقِيقٌ وَبَالاِقتِدَاءِ حَقِيقٌ"۔

چنانچہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے۔ یہی مروی و ماثور بھی ہے۔ اور خود حضرت علیؑ نے بھی اس کی تشریح وتصریح فرمائی ہے۔ عبداللہ الرمانی نے حضرت امام رضاؑ سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے ان سے عرض کیا۔ کہ مجھے خبر دیجئے۔ کہ کیوں علیؑ نے رسول اللہؐ کے بعد پچیس برس تک دشمنوں سے جہاد نہیں کیا۔ اور پھر اپنی حکومت کے زمانے میں جہاد کیا۔ فرمایا۔ اُنہوں نے اس میں رسول اللہؐ کی تاسی اور پیروی کی۔ کہ اُنہوں نے مکہ معظمہ میں اظہار نبوت سے تیرہ برس تک مشرکین سے جہاد نہ کیا۔ اور پھر مدینہ میں اُنیس ماہ تک جہاد ترک کیا۔ پس جب تیرہ سال اور اُنیس ماہ جہاد ترک کرنے سے رسولؐ اللہ کی نبوت باطل نہ ہوئی۔ تو اسی طرح علیؑ کی امامت ان کے ترک جہاد سے باطل نہ ہوئی کیونکہ ترک جہاد کی علت دونوں جگہ ایک ہی ہے۔

ابومسعود سے روایت ہے۔ کہ مسجد کوفہ میں زمانہ حکومت علیؑ ابن ابی طالبؑ میں بحث شروع ہوئی۔ کہ علیؑ نے ثلثہ سے کیوں جھگڑا نہیں کیا۔ اور طلحہ وزبیر وعائشہ ومعاویہ سے تنازعہ کیا؟ یہ خبر حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کو بھی پہنچ گئی۔ آپؑ نے نماز باجماعت کا اعلان کرایا۔ جب سب جمع ہوگئے تو آپؑ ممبر پر تشریف لے گئے۔ اور حمد وثنائے الٰہی بجا لائے۔ پھر فرمایا۔ یا معاشر الناس مجھ کو ایسی ایسی خبر پہنچی ہے۔ سب نے عرض کیا۔ آپؑ سچ فرماتے ہیں۔ ہم نے ایسا ہی کہا ہے۔ فرمایا۔ میں نے اس باب میں چھ پیغمبروں کی پیروی وتاسّی کی ہے۔ اور خدا قرآن میں فرماتا ہے۔ "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (سورہ احزاب: ۱۲) بیشک تم سب کو رسول اللہ کی اچھی تاسّی کرنی چاہئے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا امیرؑ المومنین وہ چھ رسول کون کون ہیں۔ جن کی آپؑ نے تاسّی فرمائی ہے۔ فرمایا۔ اوّل ابراہیمؑ کو انہوں نے اپنی قوم سے کہا۔ میں تم سے جدا ہوتا ہوں۔ اور عزلت اختیار کرتا ہوں۔ اور تمہارے ان معبودوں سے علیحدہ ہوتا ہوں۔ پس اگر تم یہ کہو۔ کہ ابراہیمؑ نے بلا کسی تکلیف واذیت کے جوان کو ان کی قوم سے پہنچی قوم سے اعتزال وجدائی اختیار کی۔ تو تم کافر ہو گئے۔ کہ بلا وجہ ایک پیغمبرؑ نے کار پیغمبریؑ ترک کردیا۔ اور قوم سے علیحدہ چلا گیا۔ اور اگر یہ کہو۔ کہ وہ لوگوں کے اذیت دینے سے ان کے پاس سے چلے گئے۔ اور جدا ہو گئے۔ تو وصیؑ پیغمبرؐ ان سے زیادہ معذور ہے۔ دوم میں نے ابراہیمؑ کے خالہ زاد بھائی لوط کی تاسّی کی۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا۔ "لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ" (سورہ ھود: ۸۰) کاش میرے لئے مقابلہ کی قوت ہوتی۔ یا میں کسی مستحکم پناہ گاہ میں پناہ لیتا۔ پس اگر تم یہ کہو کہ لوط کی مقابلہ کی قوت فوت تھی۔ اور انہوں نے ایسا کہا۔ تو تم کافر ہو گئے۔ اور اگر کہو۔ کہ ان میں مقابلہ کی قوت نہ تھی۔ اور اس لئے معذور تھے۔ تو وصیؑ پیغمبرؐ ان سے

زیادہ معذور ہے۔ سوم میں نے حضرت یوسفؑ کی تاسّی اور پیروی کی۔ "اِذْ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ" (سورہ یوسف:۳۳) جبکہ انہوں نے کہا۔ جس کی طرف یہ بلاتا ہیں اس سے مجھے قید خانہ ہی محبوب تر ہے۔ پس اگر تم کہو۔ کہ یوسفؑ نے خدا سے قید کیلئے خدا کی ناراضگی کے ساتھ اور اس کو ناراض کرنے کے لئے دُعا کی۔ تو یہ کفر ہے اور اگر کہے کہ رضائے رب کے لئے ایسا کیا۔ تو پھر وصیؑ رسولؐ ان سے زیادہ معذور ہے۔ کہ وہ خوشنودی خدا کے لئے ایک وقت تک دشمنوں سے جہاد نہ کرے۔ چہارم میں نے حضرت موسیٰؑ کی تاسّی کی۔ جب کہ اُنہوں نے کہا۔ "فَفَرَرْتُ مِنْکُمْ لَمَّا خِفْتُکُمْ۔" (سورہ شعراء:۲۱) اگر تم یہ کہو۔ کہ بلا خوف واقعی شرعی ان سے بھاگے۔ تو یہ کفر ہے اور اگر کہو۔ کہ موسیٰؑ کو ان سے کوئی خوف دیانتی واقعی تھا۔ اور اس لئے وہ معذور تھے۔ تو ایسی صورت میں وصیؑ رسولؐ ان سے زیادہ معذور ہے۔ پنجم میں نے ہارونؑ کی تاسّی کی۔ "اِذْ قَالَ لِاَخِیْہِ یَابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ۔" (سورہ اعراف:۱۵۰) جبکہ اُنہوں نے اپنے بھائی موسیٰؑ سے کہا۔ لوگوں نے مجھے ضعیف و مظلوم بنالیا۔ اور قریب تھا۔ کہ مجھے قتل کر دیں۔ پس اگر کہو۔ کہ لوگ واقعی ان کے قتل پر آمادہ نہ تھے۔ تو یہ کفر ہے۔ اور اگر کہو۔ کہ واقعی وہ مظلوم و ضعیف تھے۔ اور مقابلہ کی قوت ظاہری نہ رکھتے تھے۔ اور قریب تھا۔ کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ اور اس لئے انہوں نے سکوت کیا۔ اور بچھڑا پوجنے والوں سے نہ لڑے۔ تو ایسی حالت میں وصیؑ پیغمبرؐ ان سے زیادہ معذور ہے۔ اگر وہ سکوت کرے اور گوسالہ پرستوں سے نہ لڑے۔ ششم میں نے محمد مصطفیٰؐ کی پیروی اور تاسّی کی ہے۔ جبکہ وہ اپنی قوم کے ظلم و ستم سے تنگ آکر ان کے خوف سے ان سے چھپ کر بھاگے۔ اور غار میں پہنچے۔ اور مجھ کو اپنے بستر پر سلا دیا۔ پس اگر تم یہ کہو۔ کہ بلا خوف و بغیر اذیت و بلا عذر واقعی ان سے بھاگے۔ تو تم کافر ہو گئے۔ ورنہ اگر کہو۔ کہ وہ واقعی ان کے خوف سے بھاگے تھے۔ تو وصیؑ پیغمبرؐ ان سے زیادہ معذور ہے۔ انتہی۔ اگر اس سکوت اس اعتزال اور اس ترک جہاد اور دشمنوں سے صلح رکھنے اور ان کو قتل نہ کرنے سے ان چھ پیغمبروںؑ کی نبوت و رسالت باطل ہو گئی۔ تو بیشک حضرت علیؑ کے ترک جہاد سے ان کی امامت باطل ہے۔ ورنہ اگر ان کا سکوت دلیل بطلان نبوت نہیں ہے۔ تو سکوت علیؑ بسبب معذوری و مجبوری مثل حضرت ہارونؑ وغیرہ باعث بطلان امامت نہیں۔ جناب امیر المومنینؑ کا بیعت حضرت ابوبکر کے لئے حضرت عمر اور ان کے ساتھیوں کے تشدد سے قبر رسولؐ پر جا کر رونا اور پکار پکار کر کہنا "یَابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ" (سورہ اعراف:۱۵۰) جیسا کہ کتاب "السیاستہ والامامۃ" سے نقل کیا گیا۔ صاف اسی تاسّی ہارونیؑ کی طرف اشارہ ہے۔ اور حضرتؑ کو قتل کی دھمکیاں دینا صاف اسی کتاب میں اور دیگر کتب تواریخ میں موجود ہے۔ جناب فاطمہؑ دختر رسولؐ کا فی الجملہ خیال تھا۔ اور ان کے بعد یہ تشدد بڑھ گیا۔ اور قریب تھا۔ کہ آپؑ قتل کر دیئے جائیں۔ مجبور ہو کر بیعت کر لی۔ نہ کہ برضاء و رغبت۔ اور یہ اجباری بیعت ہرگز ان کی صداقت کی سند نہیں ہو سکتی۔ درآنحالیکہ بیعت ایک معاہدۂ خاص ہے۔ کہ ہم فلاں کام میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ یا تمہارے ساتھ مخالفت نہ کریں گے یا تمہارے برخلاف بغاوت نہ کریں گے۔ نہ کہ اطاعت مطلقہ۔ اس کو تسلیم رضاعت سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ جو

شخص مسلمان ہوگیا اور دین محمدیؐ قبول کرلیا۔ وہ ضرور اطاعت مطلقہ رسولؐ میں داخل ہوگیا۔ اور اس کے جملہ احکام واوامر ونواہی کو منظور کرلیا۔ لیکن انہی مسلمانوں سے جنگ بدر وجنگ احد وغیرہ کے موقع پر پیغمبرؐ نے پھر بیعت لی ہے۔ پس اگر تسلیم طاعت اور بیعت ایک ہی شے ہوتی۔ تو ہرگز دوبارہ بیعت کی ضرورت نہ تھی۔ مگر قرآن شاہد ہے۔ کہ ان جنگوں میں مسلمانوں سے ضرور بیعت لی۔ کہ رسول ﷺ کا ساتھ دیں۔ اور جنگ سے فرار نہ کریں۔ اور مخالف نہ بنیں۔ بغاوت نہ کریں۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ بیعت ایک معاہدہٗ خاصہ ہے۔ جو ہر ایک شخص سے کسی مصلحت کے لئے ہوسکتا ہے۔ یہ اطاعت مطلقہ نہیں۔ اور اس بیعت سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ علیؑ نے ان کی خلافت وامامت کو تسلیم کرلیا۔ اور اس کو برحق جان لیا۔ حالانکہ بیعت بھی اجباری واکراہی۔ نہ بطور رضاء ورغبت۔ اگر حق جانتے۔ تو ایک دن بھی اس سے چھ ماہ تخلف نہ کرتے۔ اور بیعت سے ہٹ نہ رہتے۔ دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر جبکہ کوئی بھی رسول ﷺ کی تصدیق کرنے والا نہ تھا۔ اس کمسنی میں تنہا تصدیق کی۔ اور حق کی حمایت کے لئے فوراً حضرت رسول خدا ﷺ کے ساتھ ہوگئے۔ کیونکر ممکن ہے کہ خلافت خلفاء کو حق جانیں۔ اور اس سے چھ ماہ تخلف کریں۔ اور احتجاجات واستدلالات پیش کریں۔ اور برابر حق طلب کرتے رہیں۔ جیسا کہ تمام تواریخ وسیر شاہد ہیں۔ کہ حضرت علیؑ نے احتجاجات کئے۔ اور اپنا حق خلافت طلب کیا۔ اور یہ کہنا کہ حضرتؑ نے حق سے حق مشورہ طلب کیا ہے نہ حق خلافت خرفات ومہملات ہیں۔ اور جہلا کی تاویلات۔ جو کتب تواریخ وسیر اور واقعات سے بالکل بےخبر ہیں۔ ورنہ تصریحات سے کتب پُر ہیں۔ اور کونسی عقل تسلیم کرسکتی ہے۔ کہ حضرتؑ کے بیعت نہ کرنے کا سبب اور ان کے تخلف کا باعث اور ان کے احتجاجات کی علت اور فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی ناراضگی اور مرتے دم تک شیخین سے غضبناک رہنا اور ان کے سلام کا جواب نہ دینا اور جنازے میں شریک ہونے سے منع کرنا محض علیؑ سے سقیفہ میں مشورہ نہ لینے کی وجہ سے تھا۔ حالانکہ معمولی علم کا آدمی اور ادنیٰ مسلمان بھی جانتا ہے۔ کہ خلافت حضرت ابی بکر اجماعی کہلاتی ہے نہ شوریٰ۔ مشورے پر تو ہو موقوف ہی نہیں ہے۔ پھر حضرت علیؑ کیسا حق شوریٰ طلب کرتے اور کس حق پر ناراض ہوتے۔ ان ھذا الا الافتراء۔

اب بکمال وضاحت ثابت ہوگیا۔ کہ نہ حضرت علیؑ نے خلفاء سے بیعت اطاعی کی۔ اور نہ ان کا صبر وسکوت ان کی خلافت کی دلیل ہے۔ اگر ان کا صبر وسکوت دلیل حقانیت خلفاء ہے۔ تو سکوت واعتزال ابراہیمؑ وموسیٰؑ دلیل حقانیت نمرود وفرعون وسامری وگوسالہ پرستان بنی اسرائیل۔ الغرض حضرتؑ کا صحابہ سے صلح رکھنا موجب طعن نہیں جو کچھ کیا۔ مطابق شانِ امامت کیا۔ یَھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا۔ (سورہ توبہ:۱۱۴) "عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ لَا یَسْبِقُوْنَہٗ بِالْقَوْلِ وَھُمْ بِاَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ (سورہ انبیاء:۲۶۔۲۷)۔

خاتمہ

خلافت و امامت دیگر آئمہؑ و خلفاء رسولؐ

بیانات سابقہ کے ضمن میں اجمالاً تو ثابت ہی ہو چکا ہے۔ کہ خلافت و ولایت و امامت حق علیؑ و اولادعلیؑ ہے اور آیات کلام حمید اس پر شاہد ہیں۔ اسی واسطے ج آیات میں صفات خلافت و امامت و ولایت اور اوصاف امام و علائم خلافت و ولایت و امامت علیؑ ابن ابی طالبؑ کا ذکر ہے بصیغہ جمع ہیں۔ اور جن صفات محمدیؐ سے ذات علویؑ متصف ہے۔ ان میں اجزاء علویہؑ و انوار مرتضویہؑ شریک۔ ولایت مطلقہ میں شریک۔ شہیدیت میں شریک۔ رویت اعمال میں شریک۔ علم کتاب و کتاب وجودی میں شریک۔ توسط بین الخلق والخالق میں شریک۔ وعدہ استخلاف میں شریک۔ ایمان و علم موہبتی میں شریک۔ اعمال صالحات میں شریک۔ تمکین دین میں شریک وغیرہ وغیرہ یعنی خلافت توارث صفاتِ مستخلف کا نام ہے۔ اور مظہر و آئینہ اوصاف مستخلف اور وارثِ صفاتِ محمدیؐ و آئینہ اوصاف نبویؐ عترت و ذریت رسولؐ ہیں۔ اور بعد علیؑ اولادعلیؑ خلفاءؑ رسولؐ ہیں۔ اور اولادعلیؑ و بتولؑ و عترت ذریت رسولؐ نہیں ہیں مگر حسنؑ بن علیؑ و حسینؑ بن علیؑ و علیؑ بن الحسینؑ و محمدؑ بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ و موسیٰؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسیٰؑ و محمدؑ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؑ و حسنؑ بن علیؑ والحجہؑ ابن الحسنؑ العسکری القائم المہدی ولی الامر و امام الزماں علیہم السلام عجل اللہ فرجھم و سہل مخرجھم۔ پس وہی بعد علیؑ خلفا و رسولؐ و ائمۃ الخلق و ساستہ البلاد و سادۃ العباد ہیں۔ وھو المطلوب۔ (رشفۃ الصادی و مطالب السئول والمناقب وغیرہا)

ذریت نبویؐ و توارث صفاتِ نبوّتی

مشاہدات و تجربات بلکہ مستقلات عقلیہ سے ثابت ہے۔ کہ اصل و نسل و حسب و نسب کو توارث صفات آباؤ اجداد میں خاص مدخلیت ہے۔ خصوصاً جبکہ باپ کا ارادہ ہو۔ کہ بیٹا وارثِ صفات ابوی ہو۔ اور نمونہ اوصاف پدری۔ خلف سلف پوت سپوت بنے۔ اور بیٹے میں قابلیت و استعداد موجود۔ اور نیز اس کا بھی ارادہ اخذ و جذب صفات پدری سے متعلق ہو۔ بنابریں کسی خاندان کی خاندانی صفات کا جو نمونہ فرو خاندان اور فرد ذریت و عترت ہو گا۔ دوسرے احباب و اصحاب ہر گز نہیں ہو سکتے۔ اِلا کسی خاص صورت اور کسی مانع و عائق خارجی کی وجہ سے کبھی اس کے خلاف ہو سکتا ہے۔ جو شواذ و مستثنیات میں داخل ہے۔ والشاذ کالمعدوم۔ اصل در اصل یہی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سلسلہ ہدایت و دعوت و تبلیغ احکام و تربیت و تعلیم نوع انسانی حضرت آدمؑ سے لیکر تا حضرت خاتمؐ ذریت و عترت انبیاء ہی میں رہا ہے۔ اور یکے بعد دیگرے از روئے توارث ظاہری و باطنی۔ جسمانی و روحانی و تربیتی و تعلیمی و موہبتی عہدۂ نبوت و امامت و دعوت الی الحق و تبلیغ و تربیت و تعلیم نوع انسان کا وارث ہوتا آیا ہے۔ چنانچہ خدا اسی کی

طرف اشارہ کر کے نہیں بلکہ تصریحاً فرماتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔" (سورہ آل عمران:۳۳) تحقیق کہ اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو تمام عالمین پر برگزیدہ بنایا ہے۔ جو ذریت یکدیگر ہیں۔ اور ایک دوسرے مسلسل متصل۔ اور اللہ ہر ایک بات کا سننے والا اور ہر ایک امر کا جاننے والا ہے۔ سلسلہ نبوت جناب آدم ابوالبشرؑ سے شروع ہوا۔ اور حضرت خاتم النبیینؐ پر ختم۔ اور کبھی اس سلسلہ ذریت انبیاء میں انقطاع واقع نہیں ہوا۔ کلام خدا و دعوت الٰہی سلسلہ و متصل جاری رہی ہے۔ كَمَا قَالَ عَزَّوَجَلَّ۔ "لَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔" (سورہ قصص:۵۱) ہم نے اپنا کلام متصل بھیجا ہے۔ تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

ہم سابقاً ثابت کر چکے ہیں۔ کہ حقیقت کتاب یعنی کتاب وجودی ہر ایک نبی و امام کے لئے ضروری و لازمی ہے۔ "فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ" (سورہ البقرہ:۲۱۳)۔ "وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ۔" اور آیہ ذیل سے واضح ہے۔ کہ "مابہ النبوۃ" یہی کتاب اور یہی علم ہے۔ قَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى۔ "وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ۔" (سورہ شوریٰ:۵۲) اور اسی طرح سے ہم نے اپنے عالم امر سے تجھ کو ایک روح عطا کی ہے۔ تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب و ایمان کیا ہے۔ لیکن ہم نے اس روح کو نور بنایا ہے (اس روح کے دیتے ہی تو حقیقت کتاب و ایمان کا عالم ہو گیا۔ کیونکہ علم نور ہی ہے۔ "اَلْعِلْمُ نُوْرٌ يَقْذِفُ فِيْ قَلْبِ مَنْ يَشَاءُ"۔ اور اسی کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔ اور تو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔ اُس سے ثابت ہے۔ کہ قبل اس روح کے نبی حقیقت کتاب و ایمان سے واقف نہ تھا۔ یہ روح نہ تھی۔ تو کتاب بھی نہ تھی۔ جب یہ روح نورانی خلق کی گئی اور عطا ہوئی۔ کتاب حاصل ہو گئی۔ (کیونکہ کتاب علم ہے۔ اور علم نور۔ اور وہ روح نور)۔ پس گویا کتاب اس روح نورانی سے وابستہ ہے۔ اور دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں یہ روح قدس ہو گی۔ کتاب بھی ہو گی۔ اور جہاں یہ کتاب پائی جائے۔ وہاں یہ روح بھی پائی جائے گی۔ اور مابہ النبوۃ یہی کتاب ہے۔ اور یہ کتاب ہمیشہ ذریت انبیاء ہی میں رہی ہے۔ نہ غیر انبیاء میں۔ اور خلفاءؑ و اوصیاءؑ و انبیاءؑ ان کی ذریت ہی ہوئی ہے۔ حضرت آدمؑ کے خلیفہ و جانشین حضرت شیثؑ ہوئے۔ اور ان کے بعد ان کی اولاد تا حضرت نوحؑ جو صاحب شریعت و اولوالعزم قرار پائے۔ ان کے بعد ان کی ذریت خلیفہ۔ وصی و جانشین نوحؑ و وارث کتاب ہوئی۔ تا شجرۃ الانبیاءؑ حضرت خلیل اللہ۔ اور وہ امامؑ بھی بنائے گئے۔ اور وارث خلیل اولاد و ذریت حضرت خلیلؑ تا حضرت خاتمؐ بعد حضرت خاتمؐ وارث کتاب ختمیت ذریت و عترت و اہلبیت نبوت و رسالت اولاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ چنانچہ خداوند عالم بالتصریح فرماتا ہے۔ "وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ" (سورہ الحدید:۲۶) یعنی نوحؑ و ابراہیمؑ کی ذریت میں ہم نے نبوت و کتاب قرار دی۔ اور پھر خصوصیت کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق فرماتا ہے۔ "وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ

وَالْکِتَابَ "(سورہ عنکبوت: ۲۷) ذریت ابراہیمؑ میں نبوت و کتاب قرار دی۔ اور بنی اسمٰعیلؑ میں وارثِ کتاب و نبوت و امامت ابراہیمیؑ جناب خاتم النبیینؐ ہوئے۔ اور یہی ملت ابراہیمیؑ ہے۔ کہ اُنہوں نے اس کی دُعا کی۔ کہ امامت اور یہ اسلام نبوتی اور یہ سلسلہ انہی کی ذریت میں ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے۔ "قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِی "(سورہ البقرہ: ۱۲۴) "وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِیْنَ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَکَ الخ۔ "(سورہ البقرہ: ۱۲۸) ہم دونوں (مجھ کو اور اسمٰعیلؑ) کو خاص اپنا مطیع و منقاد بنا۔ اور توفیق اطاعت مطلقہ عطا فرما۔ اور میری ذریت میں سے بھی ایک گروہ ایسا ہی پیدا کر۔ چنانچہ قیامت تک یہ سلسلہ ان کی ذریت اولاد حضرت اسمٰعیلؑ میں باقی ہے۔ "وَجَعَلَهَا کَلِمَةً بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ "(سورہ زخرف: ۲۸) ابراہیمؑ نے اس کو اپنی اولاد و اعقاب میں کلمہ باقیہ دائمہ قرار دیا۔ اور ہمارے پیغمبر کو بھی حکم ہوا۔ کہ تم بھی اسی ملت ابراہیمیؑ کا اتباع کرو۔ اور اس سلسلہ کو اپنی ذریت و عترت و اولاد میں قائم کرو۔ "وَ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا "(سورہ النساء: ۱۲۵) ملت حنیف ابراہیمیؑ کی پیروی کرو۔ چنانچہ حضرت رسولؐ نے اسی کا اظہار کیا۔ اور کتاب کو اپنی ذریت و عترت و اہل بیت نبوت و رسالت میں قرار دیا۔ اور ان کو تالی کتاب و ثانی ثقلین فرمایا۔ "اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَبَیْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ وَاِنَّهُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ۔ "" تحقیق کہ میں تم میں دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتاب خدا (قرآن)۔ دوم میری عترت جو اہل بیتؑ نبوت و رسالت ہے۔ تم جب تک ان دونوں سے تمسک رکھو گے اور ان کا اتباع کرو گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے تا اینکہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔ '' نہ کتاب اہلبیتؑ و ذریت و عترت رسولؐ سے جدا ہے اور نہ وہ کتاب سے۔ کتاب ان کے وجود کے ساتھ ساتھ ہے نبوت تو حضرت خاتم النبیینؐ پر ختم ہوگئی۔ مگر ما بہ النبوت و امامت و ولایت یعنی کتاب ذریت رسولؐ میں باقی ہے۔ اور وہی بعد رسولؐ امام و ولی و مظہر رسولؐ اور اس کے قائم مقام و جانشین ہیں۔ اور ذریت رسولؐ و اولاد رسولؐ نہیں ہے مگر اولاد علیؑ و بتولؑ پس وہی آئمۃ الخلق و خلفاء رسولؐ ہیں۔

ہم کو بھی حکم ہے۔ کہ ملت ابراہیمیؑ کی پیروی کریں۔ "فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا "(سورہ آل عمران: ۹۵) پس چاہئے کہ ہم بھی اس سلسلے کو ذریت ابراہیمؑ سے جدا نہ کریں۔ اور امامت و ولایت و خلافت کو خانہ رسولؐ سے نہ نکالیں۔ اور اس ملت سے اعراض کر کے اور اولاد رسولؐ سے منہ موڑ کر سفیہ و احمق نہ بنیں۔ "وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ "(سورہ بقرہ: ۱۳۰) سوائے سفیہ و احمق کون ہے۔ جو اس ملت ابراہیمیؑ سے اعراض اور رُوگردانی کرے۔ وَنُشْهِدُ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ اِنَّنَا لَمْ تَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَلَا نَرْغَبُ اَبَدًا اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

تنبیہ۔ معلوم رہے کہ حضرت ابراہیمؑ امام الناس تھے۔ "قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا "(سورہ بقرہ: ۱۲۴) اور حضرت خاتم النبیینؐ نبی مطلق و ولی مطلق و امام الکل و نذیر اللعالمین ہیں۔ "تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا۔ "(سورہ فرقان: ۱) بزرگ و برتر ہے وہ ذات پاک جس نے اپنے

بندے پر فرقان نازل کیا ہے۔ تا کہ اس کے ذریعہ تے تمام عوالم چرند و پرند و جن وانس وارواح ونفوس وعقول سب پر نذیر ہو پس چاہیے۔ کہ وارث کتاب محمدیؐ ومظہر صفات نبویؐ وقائم مقام وجانشین نبی بھی مثل نبیؐ تمام عوالم پر امام و ولی متصرف ہو۔ اور احاطہ بر تمام مبعوثین ضروری ولازمی ہے۔ پس احاطہ بر تمام عوالم ضروری خلافت وامامت ہے۔ اور نیز بحکم آیہ "وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاهُمْ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِيْنَ۔" (سورہ انبیاء: ۷۳) وحی لازم امامت اور صبر شناخت امام ہے۔ جب تک خلیفہ رسولؐ تمام عوالم ماسوائے اللہ پر احاطہ علمی نہ رکھتا ہو۔ اور صاحب وحی نہ ہو۔ اور صبر اس سے ظاہر نہ ہو۔ خلیفہ رسولؐ و امام خلق نہیں کہلا سکتا۔ اہل انصاف خود غور فرما سکتے ہیں۔ کہ اس مرتبہ پر فائز نفس رسولؐ ونور محمدیؐ وثانی الثقلین وارث کتاب محمدیؐ یعنی علم نبویؐ وباب علوم نبوتی ہو گا یا ثانی اثنین کا مصداق۔ کیا اس کے سوا اور کوئی احاطہ علمی بر جمیع عوالم وماسوائے اللہ رکھ سکتا ہے۔ جو فرماتا ہے۔ "لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا"۔ "وَسَلُوْنِيْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِيْ مِمَّا شِئْتُمْ فَاِنِّيْ اَعْلَمُ بِطُرُقِ السَّمٰوَاتِ مِنْ طُرُقِ الْاَرْضِ۔" اور اس کے بعد اس کی اولاد واجزاد رعانیہ ونورانیہ۔ پس امامت وخلافت ہرگز ذریت رسولؐ سے خارج نہیں ہو سکتی۔

دوسرے لفظوں میں اس کی تشریح یہ ہے۔ کہ ما بہ النبوۃ کتاب ہے۔ اور کتاب نبیؐ کے ساتھ مخصوص۔ اور نبوت آنحضرتؐ پر ختم ہو گئی۔ تو ضرور کتاب شریعتی بھی انہی جناب پر ختم ہو گئی۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ آئے گا۔ اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نئی کتاب من جانب اللہ نہ آئے گی۔ لیکن یہ کتاب محمدیؐ تا قیامِ قیامت باقی ہے۔ کیونکہ سلسلہ ہدایت تا قیامت ضروری ہے۔ پس علم اس کتاب کا بطور توارث وتعلیم وموہبت روحانیہ باطنیہ باقی ہے۔ چنانچہ خدا اسی کی خبر دیتا ہے۔ "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا" پھر ہم نے اپنے برگزیدہ ومصطفیٰ بندوں کو اس کتاب کا وارث بنایا ہے۔ قرآن کا وجود مکتوبی تو ہر شخص کے لئے ممکن ہے۔ اور ہر ایک شخص اس کتاب الٰہی کو لے سکتا اور اپنے پاس رکھ سکتا اور معلم واُستاد سے پڑھ بھی سکتا ہے۔ مدلولات لفظیہ تک رسائی بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اس میں طہارت واصطفاء کوئی شرط نہیں ہے۔ کہ قرآن بندگان مصطفیٰ ہی کے پاس ہو۔ پس اس آیہ مبارکہ میں جو بندگانِ مصطفیٰ وبرگزیدگانِ خدا کو وارثِ کتاب قرار دیا گیا ہے۔ اس خصوصیت کا مطلب صریح یہی ہے۔ کہ وارث حقیقت نورانیہ کتاب وعلم کتاب بندگانِ مصطفیٰ ہی ہیں۔ اور کوئی نہیں۔ اور اصطفاء و برگزیدگی مخصوص ہے انبیاء وذریت انبیاء سے۔ جیسا کہ آیہ مجیدہ "اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا الخ" (سورہ آل عمران: ۳۳) سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور آیہ تطہیر وآخر آیہ سورہ حج دال ہیں۔ کہ طہارت واصطفاء واجتباء امت محمدیؐ میں ذریت رسولؐ واولادِ بتولؑ سے مخصوص ہے۔ پس وہی حقیقی وارث کتاب الٰہی وعلوم محمدیؐ ہیں۔ اور آیہ مجیدہ "وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ" (سورہ انعام: ۱۹) کہہ دو۔ کہ مجھ کو یہ قرآن وحی کیا گیا ہے۔ تا کہ میں اس کے ذریعہ سے بشیر ونذیر بنوں۔ اور دعوت حق دوں۔ اور ہدایت کروں۔ اور وہ جس کو یہ قرآن پہنچے) شاہد بین ہے۔ کہ بعد رسولؐ داعی الی الحق اور ہادی امم پیشوائے خلق وامام الناس وخلیفہ رسولؐ وارث کتاب

الٰہی وعلوم محمدیؐ ہے۔ لہٰذا بعد رسولؐ نادی وپیشوائے خلق وخلیفہ رسولؐ ضرور ذریت رسولؐ واولادِ بتولؑ ہی ہے۔ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ خلافت ذریت رسولؐ سے ہرگز خارج نہیں ہو سکتی۔ (تفصیل حصہ دوم میں دیکھو)

کیوں یہ سلسلہ ذریت انبیاءؑ میں رہا ھے

مسلم ومحقق ہے۔ کہ حامل نبوت ورسالت روح خاص الٰہی یعنی روح القدس نبوتی ہے جو روح نورانی وروح علمی وحقیقت علمیہ ہے۔ جیسا کہ بیانات سابقہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور معلوم ہے کہ ظرف مطابق مظروف اور محل مناسب حال اور مکان لائق مکین ہو۔ اگر محل مناسب حال نہ ہوگا۔ اور ظرف مطابق مظروف نہ ہوگا۔ اس وقت ظرف ومظروف کو برداشت نہ کر سکے گا۔ پس رُوح نورانی کے لئے مادہ بھی نورانی ہی چاہئے۔ اور ظرف نورانی ہو۔ اور ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ قصہ حضرت عیسیٰؑ سے صاف ظاہر ہے۔ "وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ" (سورہ النساء: ۱۷۱) عیسیٰؑ کلمہ وجودیہ الٰہیہ اور اس کی ایک رُوح خاص ہے۔ محقق ومسلم ہے۔ کہ مادیہ جسمانیہ ارضیہ کو وجود عیسوی میں کوئی دخل نہیں ہے۔ اور اسی طرح خلقت تمام انبیاء علیہم السلام عالمِ امر سے ہے۔ نہ عالم خلق سے۔ اور اسباب ظاہریہ خارجیہ مادیہ کو ان کے وجود میں مدخلیت نہیں ہے۔ ملاحظہ ہوں حالات خلقت آدمؑ و ولادت حضرت اسحٰقؑ وموسیٰؑ ویحییٰؑ وغیرہم انبیاء علیہم السلام کا مادہ جسمانیہ بھی نورانی ہوتا ہے۔ اور روح بھی نور ہے۔ محل مناسب حال اور ظرف مطابق مظروف ہے۔ اس روح نورانی کا اور کوئی مادہ ظلمانیہ ارضیہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مادہ نورانیہ جسمانیہ نبویہ صلباً عن صلب اصلاب طاہرہ ہی میں منتقل ہوتا آتا ہے۔ اور یہ نور صلب کافر و مشرک میں جاگزیں نہیں ہوتا۔ بلکہ اصلابِ شامخہ وارحامِ طاہرہ ہی میں حضرت آدمؑ سے تا حضرت خاتمؐ منتقل ہوتا آیا ہے۔ اور اسی واسطے یہ سلسلہ ذریت انبیاءؑ سے جدا نہیں ہوا۔ نجس اصلاب وارحام اس نور کے شایاں نہیں۔ کیونکہ روح نورانی مادۂ نجسہ ظلمانی میں مکین نہیں ہو سکتی۔ مکان مناسب مکین چاہئے۔ لہٰذا تمام سلسلہ آباؤ اجداد انبیاءؑ وآئمہؑ میں کوئی کافر ومشرک نہیں ہے۔ سب موحد ومومن ومسلم تھے۔ چنانچہ ذریت محمدیؐ کے ایک فرد یعنی الحسین بن علیؑ کی زیارت میں ہے۔ "كُنْتَ نُوْرًا فِي الْاَصْلَابِ الشَّامِخَةِ وَالْاَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ لَمْ تُنَجِّسْكَ الْجَاهِلِيَّةُ بِاَنْجَاسِهَا وَلَمْ تُلْبِسْكَ مِنْ مُدْلَهِمَّاتِ ثِيَابِهَا" یعنی اے فرزند رسولؐ تو ہمیشہ اصلابِ شامخہ وارحام طاہرہ مطہرہ میں نور رہا ہے۔ اور یہ نور منتقل ہوتا آیا ہے۔ تجھ کو جاہلیت کفر وشرک نے اپنی نجاستوں سے آلودہ نہیں کیا۔ اور تجھ کو اپنے کثیف وظلمانی لباسوں سے متلبس نہیں کیا۔ اسی مادۂ نورانیہ سے روح نبی وامام متعلق ہوتی ہے۔ جو حامل نبوت وامامت واصل نبی وامام ہے۔ اور لابد یہ سلسلہ ذریت انبیاءؑ ہی میں ہے۔ اور بعد خاتم ذریتِ ختمی مرتبت میں تا قیامت جاری وساری۔ لَا اِنْقِطَاعَ لَهَا اَبَدًا۔ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ (سورہ زخرف: ۲۸) ذریت ابراہیمیؑ سے یہ سلسلہ کبھی قطع نہ ہوگا۔ (تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ اہل البیتؑ۔ خلافت الٰہیہ حصہ دوم۔ کشف الاسرار اور الصراط السوی فی احوال المہدیؑ ملاحظہ ہوں)

اور یہ تمام خلفاءؑ (ذریت وعترت واولاد رسولؐ) مثل رسولؐ خلفاء اللہ ومظاہر صفاتِ الٰہی ہیں۔ جیسا کہ

ثابت کر چکے ہیں۔ یہ خلافت خلافت الٰہیہ ہے تا آخر خلفاء رسولؐ حضرت محمدؐ مہدیؑ آخرالزماں۔ چنانچہ جب وہ حضرتؑ ظہور فرمائیں گے۔ایک منادی ندا کرے گا۔"هٰذَا خَلِيفَةُ اللهِ الْمَهْدِيُّ فَاتَّبِعُوْهُ" یہ مہدیؑ خلیفہ خدا ہے۔اس کی پیروی کرو۔جیسا کہ عبداللہ بن عمر بن الخطاب سے مروی ہے۔ملاحظہ ہو کتاب فصول المہمہ۔اور وہ آخر خلفاءؑ وآخر اوصیاءؑ از اولاد نبی مصطفیٰؐ موجود ہے۔(دیکھو الصراط السوی فی احوال المہدی)

نص رسولؐ بر خلافت آئمہ اولاد علیؑ و بتولؑ

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔کہ اجماع وشوریٰ وغلبہ کوئی دلیل خلافت وامامت نہیں ہے۔ہاں نص دلیل ہے۔مگر نص خداوند عالم بلاواسطہ یا بواسطہ پیغمبرؐ ومنصوص سابق۔اور منصوصیت پیغمبرؐ بلا اختلاف مسلم اہل اسلام ہے۔اور قرآن شاہد وناطق۔اور اس کے بعد چاہیئے۔کہ پیغمبرؐ اپنے خلفاء کی بابت نص کرے۔یعنی جن کو خدا نے اس منصب جلیل کے لئے خلق کیا ہے۔اُس کو ذاتاً وصفاتاً شناخت کرادے۔اور ظاہر کردے۔کہ وہ فلاں ہیں۔ چنانچہ حضرت رسولؐ اپنے خلفاءؑ کے متعلق اکثر ایسا کرتے رہے ہیں۔بلکہ روز اوّل ہی خلافت کا اعلان واظہار کر دیا تھا۔اور آخر وقت میں علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اور بلند کر کے سب کو شخصاً دکھلا دیا ہے۔کہ ولی متصرف میرے بعد یہ ہے۔ اور حکومت ظاہری تحت ولایت مطلقہ ہے۔کما بیّناہ مراراً۔(دیکھو حصہ دوم)

روایات واحادیث کتب فریقین میں موجود ہے۔چنانچہ جابر بن عبداللہ الانصاریؓ سے تفسیر آیہ اولی الامر میں مروی ہے۔کہ اُنہوں نے رسول خداؐ سے دریافت کیا۔کہ ہم نے خدا کو پہچانا۔اس کی اطاعت کی۔رسول خداؐ کو پہچانا۔اُس کی اطاعت کی۔اُولی الامر کون ہیں۔جن کی اطاعت کا ہم کو حکم ہے۔"اَطِيعُوا اللهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔"(سورہ النساء:۵۹) فرمایا۔اے جابرؓ "هُمْ خُلَفَائِي وَاَوْلِيَاءُ الْاَمْرِ مِنْ بَعْدِيْ اَوَّلُهُمْ اَخِي عَلِيٌّ ثُمَّ بَعْدَهُ الْحَسَنُ وَلَدُهُ ثُمَّ الْحُسَيْنُ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَسَتُدْرِكُهُ يَا جَابِرُ فَاِذَا اَدْرَكْتَهُ فَاَقْرَءْ مِنِّي السَّلَامَ ثُمَّ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ مُوْسَى بْنُ جَعْفَرٍ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ مُوْسَى ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ يَمْلَاءُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا" یعنی وہ میرے خلفاء اور میرے بعد اولیاء امور ہیں۔اوّل ان کا میرا بھائی علیؑ ہے۔بعد اس کے اس کا فرزند حسنؑ۔بعد ازاں حسینؑ بن علیؑ۔پھر علیؑ ابن الحسینؑ۔پھر محمدؑ بن ابن علیؑ (اور اے جابر تم اسے عنقریب دیکھو گے۔پس میرا اسلام اس کو پہنچا دینا)۔و جعفرؑ ابن محمدؑ وموسیٰؑ بن جعفرؑ وعلیؑ بن موسیٰؑ ومحمدؑ بن علیؑ وعلیؑ ابن محمدؑ وحسنؑ بن علیؑ اور آخر اوصیاء وخلفاء محمدؑ ابن الحسنؑ ہے۔جو زمین کو عدل وداد سے پُر کردے گا۔بعد اس کے کہ ظلم وجور سے پُر ہوگئی ہوگی۔اور مروی ہے۔کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔"يَا عَلِيُّ اِنَّ الْخُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِيْ اِثْنَا عَشَرَ اَنْتَ اَوَّلُهُمْ وَاٰخِرُهُمُ الْقَائِمُ الَّذِيْ يَفْتَحُ اللهُ بِهٖ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا" یعنی اے علیؑ خلفاء میرے بعد صرف بارہ ہیں۔جن کا پہلا تو ہے۔اور آخر قائم آل محمدؐ مہدیؑ امت۔جس کے ہاتھ پر اللہ مشارق ومغارب عالم کو فتح کرے گا۔نیز رسول خداؐ سے مروی ہے۔کہ آپؐ نے فرمایا۔میرے بعد بارہ خلیفہ مالک زمین ہوں گے۔پھر

مہدیؑ ان میں سے خروج کرے گا۔ اللہ ایک رات میں اس کا معاملہ درست کردے گا۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ میری اولاد میں سے مہدیؑ خروج کرے گا۔ زمین کو عدل وداد سے پُر کرے گا۔ بعد اس کے کہ ظلم وجور سے پُر ہوگئی ہوگی۔ نیز مروی ہے۔ کہ فرمایا۔ "اَلائِمَّةُ مِنْ بَعْدِیْ اِثْنَا عَشَرَ کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْش۔" میرے بعد بارہ امامؑ ہوں گے۔ جو سب کے سب قریشی ہیں۔ اور ام سلمہؓ سے منقول ہے۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ مہدیؑ میری عترت اولاد فاطمہؑ سے ہے۔ ملاحظہ ہو ابوداؤد۔ ترمذی۔ فصول المہمہ۔ مطالب السؤل وغیرہا۔ (تفصیل حصہ دوم اور الصراط السوی فی احوال المہدیؑ میں دیکھو)

یہ خلافت حضرت مہدی آخر الزمانؑ پر ختم ہے۔ اور وہ اولاد علیؑ و بتولؑ و ذریت وعترت رسولؐ سے ہیں۔ اور یہ نص صریح نبویؐ ہے۔ اور پھر ہر ایک سابق خلیفہ وامام لاحق پر نص کرتا چلا آیا ہے۔ احادیث وروایات اس باب میں بیشمار ہیں۔ یہاں ہم نے طرداًللباب وتائیداً اس کا ذکر کردیا ہے۔ ورنہ ہماری کتاب میں ان کی ضرورت نہیں۔ قرآن کافی ثبوت ہے۔ اور ان روایات واحادیث سے کتب احادیث وتواریخ وکتب مناظرہ پُر ہیں۔ ہمارا مطمح نظر یہ روایات نہیں ہیں۔ مقصود قرآن سے اصل وحقیقت خلافت کا دکھلانا ہے۔ اور الحمدللہ اس میں کافی لکھا جا چکا ہے۔

عملی ثبوت

الغرض توارث صفات نبویؐ ذریت وعترت نبویؐ ہی میں ہے۔ اور وہی خلیفہؑ برحق اور اوّل معیارِ خلافت یعنی علم ہر ایک میں موجود اور ثابت ومسلم اہل اسلام۔ علوم علویہؑ کی طرف اشارہ کرچکے ہیں۔ اور کتاب وجودی کا ہر ایک امام کیلئے ثبوت دے چکے ہیں۔ اب بعد علیؑ خلیفہ وجانشین رسولؐ الحسنؑ بن علیؑ ہیں۔ علم فطری وموہبتی ان کا مسلم اہل اسلام ہے۔

محمد بن اسمٰعیل بخاری وغیرہ آئمہ احادیث نے باختلاف بعض الفاظ وعبارات نقل کیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ ایک مرتبہ جناب رسول خداؐ کے پاس صدقے کے چھوارے آئے۔ تو امام حسنؑ نے ایک چھوارا اُٹھالیا۔ تو آپ (نبیؐ) نے بایں الفاظ منع کیا۔ "عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَھَا فِیْ فِیْهِ فَقَالَ النَّبِیُّ کَخْ کَخْ اَلَا شَعُرْتَ اَنَّا لَانَا کُلُ الصَّدَقَةَ" ہیں۔ چھوڑ دو۔ کیا تم نہیں سمجھتے۔ کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے ہیں۔ اور صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔ "اَنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ" ہمیں صدقہ حلال نہیں ہے۔ اور ایک روایت یہ ہے۔ "اَنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ" ہم آل محمدؐ پر صدقہ حلال نہیں ہے۔ اور صحیح بخاری وغیرہ کے الفاظ یہ ہیں۔ "اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ الصَّدَقَةَ عَلَیْنَا مُحَرَّمٌ" کیا تم نہیں جانتے۔ کہ صدقہ ہم پر حرام ہے۔

متن حدیث میں غور طلب صرف لفظ "اَنَّا" اور "عَلَیْنَا" اور "ہم آل محمدؐ" ہیں۔ جن سے ثابت ہے۔ کہ حضرتؐ ضمیر متکلم مع الغیر کے ساتھ ہر موقع پر حسنؑ کو اپنے ساتھ اور اپنا شریک اور ایک حکم میں قرار دیتے ہیں۔ اور حکم حسنؑ حکم رسولؐ ہے۔ اور یہ دلیل ہے اتصاف اوصاف نبویؐ بلکہ اتحاد اوصاف نبوی کی۔ کہ آنحضرت اور حسنؑ اور

باقی آلؑ محمدؐ سب ایک ہیں۔ اور یہ گویا تشریح یا تفسیر ہے آیہ مباہلہ کی۔ جس کی رُو سے علیؑ و فاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ نفس رسولؐ ہیں۔ مگر اصل مقصود ہمارا اس حدیث کی شرح ہے۔ شارح بخاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ کہ کوئی شخص اس حدیث کی رُو سے پیغمبر خداؐ پر اعتراض نہ کرے۔ کہ رسول خداؐ نے ایسے کم سن بچے سے ایسا استفہام کیوں کیا۔ جو عالم کی شان کے شایان ہے۔ یعنی ان سے یہ کیوں فرمایا۔ کہ کیا تم نہیں جانتے ہو؟ یعنی ضرور جانتے ہو۔ استفہام اقرار وتقریر ہے۔ جو عالم سے کیا جاتا ہے۔ اور حسنؑ اس وقت بچے تھے۔ سن تحصیل علوم کو نہ پہنچے تھے۔ "فَاِنَّ حَالَ الْحَسَنِ لَیْسَ کَحَالِ غَیْرِہٖ مِنَ النَّاسِ لِاَنَّ الْحَسَنَ یُلَاحِظُ اللَّوْحَ الْمَحْفُوْظَ فِیْ ذَالِکَ الْوَقْتِ" یعنی حسنؑ کا حال دوسرے لوگوں کا سا نہیں ہے۔ اِس لئے کہ یہ بزرگوار وہ ہیں۔ جو اس صغر سنی میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے۔ انتہیٰ۔ مطلب صاف ہے۔ کہ یہ محتاج تعلیم مثل عوام الناس نہیں ہیں۔ علم ان کی فطرت میں داخل اور لوح محفوظ ان کے ادنیٰ علوم میں سے ہے۔ اور حالات علم وکمال حسنیؑ سے کتب فریقین پُر ہیں۔ مَنْ شَآءَ فَلْیَرْجِعْ اِلَیْہِ۔

اور حذیفہؓ یمانی سے مروی ہے۔ کہ وہ ایک روز راہ سے گزر رہے تھے۔ کہ دیکھا۔ امام حسینؑ جبکہ بہت چھوٹے بچے تھے چند بچوں کو گرد جمع کئے ہوئے فرما رہے تھے۔ "لَیَجْتَمِعَنَّ عَلَیَّ طُغَاۃُ بَنِیْ اُمَیَّہ وَیُقَدِّمُھُمْ عُمَرُ بْنِ سَعَدٍ۔" یعنی میں دیکھتا ہوں۔ کہ طاغیان وسرکشان بنی اُمیہ میرے اُوپر جمع ہوں گے۔ اور ان کا سر گروہ عمر سعد ہوگا۔ بچے سے یہ کلام سن کر حذیفہ متعجب وحیران ہوئے۔ عرض کیا۔ صاحبزادے کیا تمہارے نانا نے یہ خبر دی ہے؟ فرمایا نہیں۔ حذیفہ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور قصہ عرض کیا۔ رسول خداؐ نے فرمایا۔ "دَعْہُ فَاِنَّ عِلْمَہٗ عِلْمِیْ وَعِلْمِیْ عِلْمُہٗ وَنَحْنُ نَعْلَمُ الْکَائِنَ قَبْلَ کَیْنُوْنَتِہٖ" اس کو رہنے دو۔ تعجب نہ کرو۔ کیونکہ اس کا علم میرا علم ہے اور میرا علم اس کا علم ہے۔ اور ہم ہونے والی بات کو پہلے ہی جان لیتے ہیں۔ انتہیٰ۔ یہاں تو آنحضرتؐ نے اصل معیار خلافت میں علم کی بابت صاف ہی تصریح کردی۔ کہ میرا علم اور حسینؑ کا علم ایک ہی ہے۔ اور اس کی ادنیٰ شناخت یہ ہے۔ کہ ہم "عِلْمِ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ" رکھتے ہیں۔ اور ہونے والی بات کو ہونے سے پہلے ہی جانتے ہیں۔ نبیؐ شہر علم ہیں اور علیؑ واولادِ علیؑ باب علوم۔ اور وارثِ علوم نبوتی ورسالتی۔ اور یہی معیار خلافت ہے۔ اور یہی خلیفہ برحق۔ وھو المطلوب۔

ذریت نبیؐ لابُد ملحق بہ نبیؐ ہے۔ اور سلسلہ ہدایت ذریت ہی میں جاری ہے۔ قَالَ عَزَّوَجَلَّ۔ "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَاھُمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَمَا اَلَتْنٰھُمْ مِنْ عَمَلِھِمْ مِنْ شَیْءٍ" (سورہ آل عمران:۲۱)۔ وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور ان کی ذریت نے ایمان میں ان کا اتباع کیا ہے۔ کہ وہ بھی مومن ہیں۔ تو ہم نے ان کی اولاد کو ان کے درجے تک پہنچا دیا۔ اور ان سے ملا دیا۔ درآنحالیکہ ان کے عملوں میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا۔ مسلم ہے۔ کہ اوّل المومنین وافضل المومنین بلکہ عین ایمان وحقیقت ایمان حضرت خاتم النبیین ﷺ الطاہرینؑ ہیں۔ اور ضرور ان کی ذریت نے ایمان میں ان کا ساتھ دیا ہے۔ بلکہ سردار اہل بہشت کا خطاب پایا

ہے۔ "اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ" پس ضرور خدا نے حسب وعدہ ذریت رسولؐ کو رسولؐ کے ساتھ ملا دیا۔ اور اس کے درجہ میں پہنچا دیا۔ اور وارثِ صفاتِ نبویؐ ہوئے۔ ذریت رسولؐ ملحق برسولؐ ہے۔ اور رسولؐ برصراطِ مستقیم الٰہی۔ "اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ۔" (سورہ یٰسین: ۳۔۴) حاکم اور دار قطنی نے عمر بن الخطابؓ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ ہر ایک حسب ونسب ودامادی روز قیامت منقطع ہو جائے گی۔ مگر میرا حسب ونسب ودامادی۔ بتحقیق کہ وہ روز قیامت آئیں گے۔ اور اپنے دوستوں کی شفاعت کریں گے۔ پس جو ذریت رسولؐ کے ساتھ ہوا۔ وہ رسولؐ سے جاملا۔ اور جو رسولؐ سے جاملا۔ اُس نے صراط مستقیم الٰہی کو پالیا۔ اور خدا تک پہنچ گیا۔ متبع ذریت رسولؐ ضرور ناجی درستگار ہے۔ جس نے اُن کو پیشوا بنایا۔ وہ ضرور داخلِ جنت ہوا۔ کیونکہ روزِ حشر سب کا حشر اپنے امام کے ساتھ ہوگا۔ اور جہاں جس کا امام جائے گا۔ وہیں اس کے ساتھ مقتدی جائیں گے۔ "اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ۔" (سورہ انفطار: ۱۳) نیکوکار بہشت میں ہوں گے۔ "وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ۔" (سورہ انفطار: ۱۴) اور گنہگار وفساق وفجار دوزخ میں۔ ذریت رسولؐ لابد بہشت میں ملحق برسول ہوگی۔ اور حوض کوثر پر پہنچیں گی۔ جو اس کے ساتھ ہوں گے۔ وہ ان کے ہمراہ داخل بہشت ہوں گے۔ اور حوض کوثر سے سیراب اور ساقی کوثر کے فیض سے فیضیاب (ملاحظہ ہو کتاب رشفۃ الصادی از ابی بکر بن شہاب الدین)۔ سلسلہ ہدایت واہتداء، ذریت انبیاءؑ ہی سے وابستہ ہے۔ غیر کو مدخلیت نہیں۔ (دیکھو حصہ دوم)

حسین علیہ السلام کے علم ما کان و مایکون کا اور ثبوت

اگر چہ جناب امام حسینؑ میں معیار خلافت یعنی علم کے ثابت ہونے کے لئے حدیث نبویؐ کافی سے زیادہ ہے۔ کہ اپنا علم اور حسینؑ کا علم ایک ہی فرماتے ہیں۔ اور اس بات کے ثبوت کے لئے کہ ہم اہلبیتؑ نبوت ورسالت ہونے والی بات کو ہونے سے پہلے ہی جانتے ہیں۔ خود وہی واقعہ کافی ہے۔ کہ آپ اس صغرسنی میں اپنی شہادت کی پیشین گوئی فرمار ہے ہیں۔ مگر ہم یہاں اس جملے کی اور بھی توضیح کئے دیتے ہیں۔ کہ یہ کوئی اتفاقی امر نہ تھا۔ اکثر و بیشتر حضرت ان واقعات کی بابت پیشینگوئی فرماتے رہے ہیں۔ جب مدینہ منورہ سے روانہ ہونے لگے۔ تو روانگی سے پہلے قبر رسولؐ پر اپنے نانا سے آخری رخصت کے واسطے تشریف لے گئے۔ اور قبر رسولؐ سے لپٹ کر اتنے روئے۔ کہ اونگھ سی آگئی۔ اور اس عالم خواب میں آپ نے دیکھا۔ کہ جناب رسول خداؐ فرمار ہے ہیں۔ "یَا حَبِیْبِیْ یَا حُسَیْنُ کَاَنِّیْ اَرَاکَ عَنْ قَرِیْبٍ مُرَمَّلًا بِدِمَائِکَ مَذْبُوْحًا بِاَرْضِ کَرْبٍ وَبَلَاءٍ مِنْ عَصَابَۃٍ مِنْ اُمَّتِیْ وَاَنْتَ مَعَ ذَالِکَ عَطْشَانٌ لَا تُسْقٰی وَظَمْاٰنٌ لَا تُرْوٰی وَھُمْ مَعَ ذَالِکَ تَرْجُوْنَ شَفَاعَتِیْ۔" یعنی اے میرے پیارے حسینؑ میں دیکھتا ہوں۔ کہ تم عنقریب اپنے خون میں لوٹو گے۔ اور زمین کرب وبلا میں میری امت کی ایک جماعت کے ہاتھ سے ذبح کئے جاؤ گے۔ درآنحالیکہ تم پیاسے ہوگے۔ اور سیراب نہ کئے جاؤ گے۔ سوزش تشنگی سے دلسوختہ ہوگے۔ اور لب تر نہ کئے جاؤ گے۔ اور باوجود اس کے وہ میری شفاعت کی امید رکھتے ہوں گے۔ یعنی اپنے

کو میری امت اور میرا پیرو کہتے ہوں گے "اَتَرْجُوْ اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ"۔ اس قسم کی پیشینگوئی خود جناب حسینؑ نے اکثر فرمائی۔ اور فعلی ثبوت دیا۔ کہ وہ مظہر اوصاف رسولؐ و وارث صفات نبوتی ہیں۔

مکہ سے روانگی کے وقت محمدؓ بن حنفیہ اور عبداللہ ابن عباسؓ نے جب آپ کو روکنے کا اصرار کیا۔ تو آخر میں آپ نے جواب دیا۔ "شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَرَانِيْ قَتِيْلًا۔" "مشیت ایزدی میں گزر چکا ہے کہ وہ مجھے مقتول دیکھے۔ عرض کیا گیا۔ اگر امر یقینی ہے۔ تو پھر ان بچوں اور عورتوں کو کہاں لے جاتے ہو۔ ان کو تو مدینہ رسولؐ میں چھوڑ جایئے۔ فرمایا۔ "شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَرَاهُنَّ سَبَايَا" مشیت ایزدی یہی ہے۔ کہ یہ میرے بعد اسیر ہوں۔ "شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَرَىٰ رَهْطِيْ وَاَهْلِيْ وَنِسَائِيْ مُشَرَّدِيْنَ وَاَطْفَالِيْ مَقْتُوْلِيْنَ مَذْبُوْحِيْنَ ظُلْمًا وَّجَوْرًا وَهُمْ يَسْتَغِيْثُوْنَ فَلَا يُغَاثُوْنَ"۔ یعنی مشیت میں یہی ہے۔ کہ وہ میرے کنبے قبیلے اور میری عورتوں کو متفرق و جد پریشان اور میرے بچوں کو ظلم و جور سے مقتول و مذبوح دیکھے۔ وہ فریاد کریں گے۔ اور کوئی ان کی فریاد کو نہ پہنچے گا۔ اور ۸/ ذی الحجہ ۶۰ھ کو بیت اللہ میں تمام حاضرین مکہ کے روبرو فرمایا۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَمَاشَاءَ اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خُطَّ الْمَوْتُ عَلٰى وُلْدِ اٰدَمَ كَمَخَطِّ الْقِلَادَةِ عَلٰى جِيْدِ الْفَتَاةِ وَمَا اَوْلَهَنِيْ اِلٰى اَسْلَافِيْ اِشْتِيَاقَ يَعْقُوْبَ اِلٰى يُوْسُفَ وَخُيِّرَلِيْ مَصْرَعٌ اَنَا لَاقِيْهِ كَاَنِّيْ بِاَوْصَالِيْ يَتَقَطَّعُهَا عُسْلَانُ الْفَلَوَاتِ بَيْنَ النَّوَاوِيْسِ وَكَرْبَلَا فَيَمْلَاَنَّ مِنِّيْ اَكْرَاشًا جُوْفًا وَاَجْوِفَةً سُغْبًا لَا مَحِيْصَ عَنْ يَوْمٍ خُطَّ بِالْقَلَمِ رِضَى اللّٰهِ رِضَانَا اَهْلَ الْبَيْتِ نَصْبِرُ عَلٰى بَلَائِهٖ وَيُوَفِّيْنَا اُجُوْرَ الصَّابِرِيْنَ لَنْ تَشُذَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ لُحْمَتُهٗ وَهِيَ مَجْمُوْعَةٌ لَّهٗ فِيْ حَظِيْرَةِ الْقُدْسِ تَقَرُّبِهِمْ عَيْنَهٗ وَيَنْجِزُ لَهُمْ وَعْدَهٗ وَمَنْ كَانَ فِيْنَا بَاذِلًا مُهْجَتَهٗ مُوَطِّنًا عَلٰى لِقَاءِ اللّٰهِ نَفْسَهٗ فَلْيَرْحَلْ مَعَنَا فَاِنِّيْ رَاحِلٌ مُصْبِحًا اِنْشَاءَ اللّٰهُ"

"بعد حمد و صلوٰۃ فرماتے ہیں۔ کہ بنی آدم کی گردن میں موت نے اس طرح خط کھینچا ہے۔ جس طرح گردن بند سے لڑکیوں کی گردن میں نشان پڑ جاتے ہیں۔ اور مجھ کو اپنے بزرگوں سے ملنے کا ایسا ہی اشتیاق ہے۔ جیسا کہ یعقوب کو یوسفؑ سے ملنے کا اشتیاق تھا۔ میرے لئے ایک قتل گاہ مقرر کی گئی ہے۔ جہاں میں ضرور پہنچوں گا۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ جنگل کے بھیڑیئے اور غول بیابانی میرے اعضاء و جوارح کو پارہ پارہ اور میرے جوڑ بند جدا جدا کر رہے ہیں۔ اور اپنی امید اور آرزوؤں کے بھوکے پیٹ کو میرے خون اور گوشت سے بھر رہے ہیں۔ اور قضاء الٰہی سے کچھ چارہ نہیں ہے۔ اور ہم اہلبیتؑ راضی برضاء الٰہی ہیں۔ اور اس کے امتحان پر صبر کرتے ہیں۔ اور ہم کو وہ صبر کا اجر عنایت فرمائے گا۔ رسول خداؐ کے گوشت کا ٹکڑا (حسینؑ) سے جدا نہ ہوگا۔ خلد بریں میں رسولؐ کے ساتھ جائے گا۔ اور اس کو دیکھ کر رسولؐ کی آنکھیں خوش ہوں گی۔ اور خدا کا سچا وعدہ ان کے حق میں پورا ہو کر رہے گا۔ پس جو راہ خدا میں اپنی جان ہم پر فدا کرنی چاہے۔ اور اپنے نفس کو لقاء اللہ پر مستعد و مطمئن پائے۔ وہ ہمارے ساتھ چلے۔ کیونکہ میں کل صبح انشاء اللہ روانہ ہو جاؤں گا۔ ہر ایک منزل پر حضرت یحییٰؑ کے قتل کا ذکر فرماتے

اور اپنی شہادت کی خبر دیتے تھے۔ اور جناب اُم سلمہؓ کے حدیث نبویؐ سنانے اور سمجھانے پر تو حضرتؑ نے جناب ام سلمہؓ کو اپنی قتل گاہ دکھلا دی تھی۔ اور اپنے مقامات بتلا دیئے تھے۔ اور جس وقت آپ میدان کرب و بلاء اور دشت نینوا میں پہنچتے ہیں۔ اور آپ کو اس سرزمین کا نام بتلایا گیا۔ تو فرمایا۔ ہاں یہی ارض کرب و بلا ہے۔

"وَقَالَ قِفُوْ وَلَا تَرْحَلُوْا مِنْهَا" یہیں ٹھہر جاؤ۔ اور آگے نہ بڑھو۔ "هٰهُنَا وَاللّٰهِ مَنَاخُ رِكَابِنَا وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ سَفْكُ دِمَائِنَا وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ هَتْكُ حَرِيْمِنَا وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ قَتْلُ رِجَالِنَا وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ ذَبْحُ اَطْفَالِنَا وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ تُزَاوَرُ قُبُوْرُنَا بِهٰذِهِ التُّرْبَةِ وَعَدَنِیْ جَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَا خُلْفَ لِقَوْلِهٖ"

''خدا کی قسم یہاں ہماری سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ خدا کی قسم یہیں ہمارا خون بہایا جائے گا۔ قسم بخدا اسی مقام پر ہمارا اسباب لوٹا جائے گا۔ خدا کی قسم اسی جگہ ہمارے مرد قتل کیے جائیں گے۔ واللہ اسی جگہ ہمارے بچے ذبح ہوں گے۔ اور خدا کی قسم اسی مقام پر ہماری قبروں کی زیارت کی جائے گی۔ اسی سرزمین کا میرے نانا رسول خداؐ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ اور حضرتؐ کا ارشاد جھوٹا نہیں ہوسکتا۔'' غرض ایک دفعہ نہیں بیسیوں مرتبہ تمام واقعات کی خبر دی ہے۔ اور یہی ثبوت ہے حضرت رسول مقبولؐ کے اس فرمانے کا "عِلْمُهٗ وَعِلْمِیْ عِلْمُهٗ وَنَحْنُ نَعْلَمُ الْكَائِنَ قَبْلَ كَيْنُوْنَتِهٖ" میرا علم حسینؑ کا علم ہے اور حسینؑ کا علم میرا علم۔ اور ہم ہونے والی بات کو ہونے سے پہلے ہی جان لیتے ہیں۔

حسین علیہ السلام اور ظہور و برُوز اوصاف محمدیؐ

خلافت توارث صفات ہے۔ اور حسنین بعد علیؑ ابن ابی طالبؑ خلیفہ رسولؐ و مظہر صفات و آئینہ ال محمدیؐ ہیں۔ اور معیار خلافت ان میں بدرجہ اتم موجود۔ اسی حقیقت کو جناب مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ''سر الشہادتین'' میں بعد ذکر علت عدم شہادت ظاہری رسولؐ خدا یوں فرماتے ہیں۔

"فَتَوَجَّهَتْ عِنَايَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى بَعْدَ انْقِضَاءِ اَيَّامِ الْخِلَافَةِ اِلٰى هٰذَا الْاِلْحَاقِ فَاسْتَنَابَتِ الْحَسَنَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ مَنَابَ جَدِّهِمَا عَلَيْهِ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالتَّحِيَّاتِ وَجَعَلَتْهُمَا مِرْاٰتَيْنِ لِمُلَاحَظَتِهٖ وَخَدَّيْنِ لِجَمَالِهٖ الخ"

بعد انقضاء ایام خلافت عنایت الٰہی سے الحاق کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور حسنین علیہما السلام کو اپنے جد کا قائم مقام بنایا۔ اور ان کو ملاحظہ کمالات محمدیؐ کے لئے دو آئینے اور مشاہدۂ جمال اوصاف نبویؐ کے لئے دو رُخسار قرار دیا۔

بلاشک و لاریب کمالاتِ محمدیؐ باتم درجہ و اکمل صورت حسنینؑ سے ظاہر ہوئے۔ خصوصاً سبط اصغر جناب امام حسینؑ سے۔ اور اسی وجہ سے حضرتؐ فرمایا کرتے تھے۔ "حُسَيْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ"۔ "حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے۔ حسینؑ ہی برحق خلیفہ رسولؐ ہے۔

تمام اوصاف محمدیؐ حسینؑ سے ایک روز میں بلکہ چند ساعت میں روز عاشورہ ظاہر ہوئے۔ بلکہ وہ اوصاف

بھی جو حضرتؑ سے ظاہر نہ ہوئے تھے اور ذات اقدسؑ میں موجود تھے حسینؑ سے ظاہر ہوئے۔ جیسا کہ محدث موصوف ہی کے کلام سے ظاہر ہے اور واقعات سے ثابت۔

اسلام حسینیؑ

من حیث الدّین اوّل وصف وکمال اسلام ہے۔ دوم ایمان۔ سوم معرفت۔ چہارم عبادت۔ پنجم زہد۔ ششم ولایت۔ بعدازاں نبوت۔ رسالت۔ اُولُوالعزمی۔ امامت وختم نبوت اور اسلام نبیؐ اسلام بلاواسطہ اور اسلام مطلق۔ یعنی وہ مطیع ومنقاد مطلق ہوتے ہیں۔ جو کچھ حکم خالق وصانع ہوتا ہے۔ اُسے بے چون وچرا قبول کرنے اور عمل کرنے والے۔ اس کمال محمدیؐ کی حقیقت کا ظہور حسینؑ سے ہوا۔ جو کچھ خدا نے کہا۔ کیا۔ جو کچھ مانگا۔ دیا۔ جو کچھ چاہا عمل کیا۔ جان مانگی جان دیدی۔ احباب واصحاب کی شہادت قبول کی۔ بیٹیوں، بھائیوں، بھانجوں، بھتیجوں کی قربانیاں قبول کیں۔ جوان بیٹا مانگا۔ دیا۔ چھ مہینے کا فدیہ طلب کیا۔ دیا۔ سب سے اہم مرتبہ عزت وناموس کا ہے۔ مگر حسینؑ نے اُس کو بھی قبول کیا اور عمل کیا۔ بیویوں کی اسیری گوارا کی۔ بہنوں کا قید ہوکر کربلا سے کوفے کوفے سے شام جانا اور دربدر مثل اسیران ترک وویلم پھرایا جانا قبول کیا۔ بیمار بیٹے کی گردن میں طوق گرانبا روخاردار پہنایا جانا قبول کیا۔ ایک رسّی میں بارہ یتیموں اور فتیان بنی ہاشم کا باندھا جانا منظور کیا۔ بہنوں۔ بیٹیوں، بھانجیوں، بھتیجوں اور بیویوں کی بے پردگی وسر برہنگی قبول کی۔ مال واسباب کا لٹنا خیموں کا جلنا تسلیم کیا۔ بیٹیوں کے طمانچے کھانا اور کان چیر کر گوشواروں کا اُتارا جانا قبول کیا۔ اِن سب سے زیادہ وطن کی جدائی۔ قبر رسولؐ سے دُوری۔ دُور دراز جنگل۔ دشت نینوا اور میدان کرب وبلا میں دریا کے کنارے بھوک وپیاس سے بچوں کا تڑپنا اور سسکنا اور عالم گرسنگی وتشنگی میں دُنیا سے سفر کرنا منظور۔ اور عملاً ایسا کرکے دکھایا۔ کہ کسی موقع پر کبھی حرف گلہ وشکوہ زبان پر نہ آیا۔ بلکہ جس قدر مصائب بڑھتے جاتے تھے۔ "اِنْبَسَطَ وَجْهُهٗ" آپ کے چہرے پر آثار بشاشت ظاہر ہوتے جاتے تھے۔ اور نورانیت بڑھتی جاتی تھی۔ غرض یہ کہ معنی اسلام "گردن نہادن" ہیں۔ یعنی آقا کے ہر ایک حکم کے مقابلہ میں سرِ تسلیم خم کردینا۔ چنانچہ خدا ذکر اسلام حضرت ابراہیمؑ میں فرماتا ہے۔ "اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ" (سورہ بقرہ:۱۳۱) جب کہ اس کے پروردگار نے کہا۔ اسلام لاؤ۔ تو کہا۔ میں ربّ العالمین پر اسلام لایا۔ اس کے ہر ایک حکم کو قبول کیا۔ جو کچھ کہے۔ ماننے اور کرنے کو تیار ہوں۔ ایسا ہی کیا۔ اور راہ خدا میں اپنے محبوب کے ادنیٰ اشارے اور ایک کرشمے پر اپنے ہاتھ سے اپنے فرزند کو ذبح کرنے کو آمادہ ہوگئے۔ نذر قبول ہوگئی۔ اور یہی فعلیت حسینؑ کے لئے مخصوص کی گئی تھی۔ حسینؑ نے دُنیا کو بتلادیا۔ اسلام کی حقیقت کو عالم پر آشکارا کردیا۔ اور دکھلادیا۔ کہ اسلام کے یہ معنی ہیں۔ اور مسلم اس کو کہتے ہیں۔ کہ آقا کے کسی حکم میں چون وچرا نہیں۔ سب کے آگے سرِ تسلیم خم ہے۔ اس کے نام پر گھربار جان ومال عزت وناموس سب قربان۔ گویا حسینؑ کا ہر ایک فعل زبانِ حال سے کہہ رہا تھا۔ "اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" (سورہ بقرہ:۱۳۱) "اَسْلَمْتُ لِاِلٰهِ الْعٰلَمِيْنَ" کیا کوئی ایسی دوسری مثال سلام مطلق کی دُنیا پیش کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ قدرت نے اس کے لئے آئینہ جمالِ محمدیؐ

حسینؑ بن علیؑ کو ہی مخصوص کیا تھا۔ حسینؑ اطاعت وانقیاد مطلق سے سمجھا رہے تھے۔ کہ ذریت ابراہیمؑ کی وہ امتِ مسلمہ باسلام نبوتی ہم ہی ہیں۔ جن کا ایک رسول عربیؐ ہے۔ اور جس کیلئے خلیل اللہؑ نے اِن الفاظ میں دُعا کی تھی۔

"رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ" (سورہ بقرہ:۱۲۸)

ایمان حسینیؑ

مومنین کی صفاتِ کلیہ و جزئیہ کلام حمید مجید میں اس قدر ہیں۔ کہ اگر سب کو جمع کیا جائے۔ اور نفس حسینیؑ سے مقابلہ وموازنہ کیا جائے۔ تو علیحدہ ایک مکمل کتاب بنے۔ اس لئے کہ جتنی بھی صفات ایمان ومومنین ہیں۔ سب بدرجہ اکمل واتم ذاتِ حسینیؑ مظہر ذات محمدیؐ میں جمع ہیں۔ مثلاً بعض صفات مومنین یہ ہیں۔

"قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ۔ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ۔" (سورہ بقرہ:۱تا۱۱)

بتحقیق کہ وہ ایمان والے رستگار ہیں۔ جو نماز میں اپنے پروردگار کے سامنے خشوع وخضوع کرتے ہیں۔ اور لغو باتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں (لغت عرب میں لغو کے معنی باطل۔ فحش کلام۔ کذب۔ لہو ولعب اور غناء ہیں۔ اور یہی اکثر تفاسیر میں مروی ہیں)۔ اور جو زکوٰۃ ادا کیا کرتے ہیں۔ اور جو اپنی شرم گاہوں کو حرام سے بچائے رہتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں پر کہ ان پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا۔ اور مستحق ملامت قرار نہیں پاتے ہیں۔ جو اس کے علاوہ کسی اور طریق سے رفع شہوت چاہتے ہیں، وہ حد سے بڑھ جانے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کیا کرتے ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں۔ جو بہشت بریں کے وارث ہوں گے۔ اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اِس آیہ مبارکہ میں مومن کی چھ خاص صفتیں بیان ہوئی ہیں۔ نماز میں خشوع وخضوع۔ لغو سے اعراض۔ ادائے زکوٰۃ۔ حرام سے اجتناب۔ امانت وعہد کی حفاظت۔ نماز کی پابندی۔ تمام صفتیں ذات اقدس حسینیؑ میں بدرجہ تمام موجود تھیں۔ اور تمام کا ظہور ہوا۔ بلکہ ان کے جملہ اصحاب باصفا سے یہ تمام صفات ظاہر ہوئیں۔ اور یقیناً یہ بزرگوار وارث فردوس بریں ہیں۔ ان میں سے بعض کو آئندہ عبادت حسینؑ کے موقع پر لکھیں گے۔ اور بعض صفات مومنین یہ ہیں۔

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ

دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ "(سورہ الانفال:۲-۳-۴)

"پس مومن وہی ہیں۔ کہ جب ذکر خدا کیا جاتا ہے۔ تو ان کے دل کانپ اُٹھتے ہیں۔ اور اُس کی آیات ان پر پڑھی جاتی ہیں۔ تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ صرف اپنے پروردگار ہی پر توکل رکھتے ہیں۔ اور وہ لوگ نماز کو عالم میں قائم کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ان کا رزق اور قوت ہے۔ اس کو بھی راہ خدا میں دے دیتے ہیں۔ یہی لوگ سچے اور مومنین برحق ہیں۔ انہی کے واسطے ان کے پروردگار کے پاس درجات عالیہ اور مغفرت اور عزت وآبرو کی روزی ہے۔"

اُس آیت میں پانچ خاص صفتیں مومنین کی بیان ہوئی ہیں۔ اور وہ ایسی ہیں۔ جو عام مومنین میں نہیں پائی جاتیں۔ اوّل ذکر خدا سے دل کا کانپ اُٹھنا۔ دوم تلاوت آیات الٰہی سے ایمان وایقان کا بڑھ جانا۔ سوم محض خدا پر توکل کرنا۔ چہارم اقامہ صلوٰۃ۔ پنجم اپنا رزق خاص اور قوت راہ خدا میں دے دینا۔ کیا یہ صفات ایمان عام مومنین میں مل سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یہ حسینؑ ہی جیسے بزرگواروں سے مختص ہیں۔ اور بعض صفات مومنین یہ ہیں۔ "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ" (الحجرات:۱۵)۔ "سوائے اس کے نہیں ہے کہ مومن وہی ہیں۔ جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ پر۔ پھر کبھی اس میں ان کو شک در یب واقع نہیں ہوا۔ اور جنہوں نے جان و مال سے راہ خدا میں جہاد کیا۔ یہی سچے مومن ہیں۔" اس آیت میں مؤمنین کی تین صفتیں مذکور ہیں۔ اوّل خدا اور رسولؐ پر ایمان لانا۔ دوم عدم شک وریب فی الایمان۔ سوم راہ خدا میں جان و مال سے جہاد کرنا۔ اِن تینوں آیات کو بالترتیب دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ پہلی آیت میں عام صفات و عامہ مومنین کے اوصاف ہیں۔ اور دوسری آیت میں خاص صفات اور خاص درجے کے مومنین کے اوصاف ہیں۔ اور تیسری آیت میں اخص ترین اوصاف۔ پہلے عام درجے کے مومنین دوسرے خاص درجے کے اور تیسرے اخص درجے کے۔ اور یہی خاص مومنین صادق ہیں۔ جیسا کہ لفظ "اِنَّمَا" اور "اُولٰٓئِكَ" وال ہیں۔ اور یہ مومنین صادقین وہ ہیں۔ جو مومنین کی اخص ترین افراد ہیں۔ اور جن کی طرف اس آیت میں شارہ فرماتا ہے۔ "مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔" (سورہ احزاب:۲۳) یعنی مؤمنین میں سے یعنی عام اہل اسلام میں سے جو خدا و رسولؐ پر ایمان لائے ہیں۔ چند آدمی ہیں۔ جنہوں نے اپنے اُس عہد کو سچا کر دکھایا۔ جو اپنے خدا سے کیا تھا۔ بعض ان میں سے اپنا فرض ادا کر گئے۔ اور بعض منتظر حکم خدا ہیں۔ اور اُنہوں نے ذرا تبدیلی نہیں کی۔ عہد کا پورا کرنا اور عہد مطلق پر قائم رہنا جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اور ہر لحاظ سے پابند عہد رہنا کوئی حسینؑ بن علیؑ سے سیکھے۔ یہ صادقین آباؤ اجداد حسینؑ واولاد حسینؑ عہد کے پورے امانت کا لحاظ رکھنے والے اور ایمان اسلام میں صادق رسولؐ صادق امین کے سچے نمونے اور خلیفہ وجانشین ہیں۔

صفات مومنین بیشمار ہیں۔ لیکن ہر شے کی ایک میزان اور ہر شے کے لئے ایک کسوٹی اور معیار ہوتا ہے۔

جب اس معیار پر پوری اُتر جائے۔ تو پھر تمام صفات اس کی بیشک وریب قابل تسلیم ہیں۔ اور معیار ایمان کامل یہی آیہ اخیر ہے۔ جس میں اخص ترین صفات مذکور ہیں۔ اور اس کی مؤید ومصرح یہ آیت ہے۔ "اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ۔" (سورہ توبہ:۱۱۱)۔ بتحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنین کی جان و مال کو بہشت برین کے عوض خرید لیا ہے۔ وہ راہِ خدا میں لڑتے ہیں۔ دشمنوں کو قتل کرتے اور پھر راہ خدا میں شہید ہو جاتے ہیں۔ مومنین کی جان و مال سب خدا کا ہے۔ ان کا کچھ نہیں۔ کیا کسی بابصیرت کو اس میں شک وشبہ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ آیت خاص حسینؑ اور اصحاب حسینؑ ہی جیسے مومنین کاملین سے مخصوص ہے۔ مومنین انصاف فرمائیں۔ کہ امام حسینؑ نے اس آیت کے حرف حرف کو پورا کیا یا نہیں؟ ضرور کیا۔ مال راہ خدا میں دیا خیمے جلوا دیئے سندر سولؐ جلوا دی۔ تبرکات نبویؐ لٹوا دیئے۔ نہیں وہ دیا۔ جو کسی نے نہیں دیا۔ بہنوں کی چادریں دیں۔ سکینہؑ کے گوشوارے دیئے۔ کبریٰؑ کا مقنعہ دیا۔ اصغرؑ کی ہنسلیاں اور شلوکہ دیا۔ حتیٰ کہ آخر میں اپنے تن کے کپڑے تک دے دیئے۔ بلکہ بدن مبارک پر پھٹا اور بوسیدہ آخری لباس بھی نہ چھوڑا۔ اور لاش بے کفن ریگ گرم پر خاک وخون میں آلودہ پڑی رہی۔ جانوں میں فرزندانِ مسلم وعقیل دیئے۔ گلزار محمدیؐ کے نو رسیدہ پھول عونؑ ومحمدؑ جیسے بھانجے دیئے۔ برج امامت کا بدر تمام اور چودھویں رات کا چاند قاسمؑ ابن الحسنؑ جیسا بھتیجا دیا۔ اُنتیس برس کا جوان ہم شکل علیؑ قوت بازو عباس علیؑ جیسا بھائی دیا۔ جس کی لاش پر وہ کلمہ فرمایا۔ جو کسی شہید کی شہادت پر نہ فرمایا۔ "اَلْاٰنَ اِنْکَسَرَ ظَھْرِیْ وَقَلَّتْ حِیْلَتِیْ۔" اب میری کمر ٹوٹ گئی اور قوت کم ہو گئی۔ علی اکبرؑ جیسا ہم شبیہ پیغمبرؐ فرزند سعادت مند دیا۔ اور علی الاصغرؑ جیسے چھ مہینے کے شیر خوار کو ہاتھوں پر قربان کیا۔ اور سب فدیے۔ تمام نذریں۔ جملہ قربانیاں بارگاہ ایزدی میں پیش کرنے کے بعد عالم یاس وتنہائی میں بھوکے پیاسے۔ عزیزوں قریبیوں کے ہزاروں داغ دل میں لے کر اپنے عہد کو پورا کر کے واصل برحمت حق ہوئے۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" (سورہ بقرہ:۱۵۶)

دشمنانِ خدا سے جہاد کیا۔ سینکڑوں کو فی النار کر کے شہید ہو گئے۔ اور ثابت کر دکھایا۔ محسوس کرا دیا۔ اور عالم کو دکھا دیا۔ کہ مومن ایسے ہوتے ہیں۔ اور ایمان کے یہ معنی ہیں۔ ایمان کی ایک مجسم تصویر عالم کی عبرت کیلئے تیار کر کے چھوڑ گئے۔ حسی طور پر ثابت کر کے بتلا گئے۔ کہ عین ایمان وحقیقت ایمان اول المومنین رسولؐ صادق امین کے سچے نمونے اور ایمان رسالتی کا مظہر ہم ہی ہیں۔ "یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ" (سورہ توبہ:۱۱۱)

عبادتِ حسینیؑ

اس کی تفصیل کے لئے بھی ایک دفتر چاہئے۔ مشہور اور اُصول عبادات چھ ہیں۔ اوّل نماز۔ دوم روزہ۔ سوم حج۔ چہارم زکوٰۃ۔ پنجم خمس۔ ششم جہاد۔ ہر ایک عبادت میں حسینؑ فرد اکمل وافضل العابدین ثابت ہوئے ہیں۔ روزانہ نمازیں پڑھنا۔ اور روزے رکھنا۔ زکوٰۃ دینا۔ خمس تقسیم کرنا معمول ہی تھا۔ اور مسلمہ اہل اسلام ہے۔ شب و

روز میں ہزار رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔ جس وقت وضو کے لئے بیٹھتے تھے۔ تو رنگ مبارک زرد و متغیر ہو جاتا تھا اور کانپنے لگتے تھے۔ ایک دفعہ لوگوں نے خدمت اقدس میں عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہ آپ اپنے پروردگار سے کس قدر ڈرتے ہیں۔ فرمایا۔ قیامت کے دن اُسی کو امن نصیب ہوگا۔ جو دُنیا میں اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے (یہی وہ مومنین ہیں۔ جن کے دل ذکر خدا سے کانپ اُٹھتے ہیں)۔ نویں محرم الحرام کو جب لڑائی کا یقین ہو گیا۔ اور جنگ ٹھہر گئی۔ تو شب و ہم آپ نے صرف عبادت ہی کے لئے مہلت طلب فرمائی۔ اور تمام شب مع اصحاب و اعزا و اقرباء عبادت میں مشغول رہے۔ کبھی نماز تھی کبھی تسبیح۔ کبھی تہلیل۔ کبھی تکبیر اور کبھی تقدیس و تمجید و تحمید الٰہی۔ مؤرخین لکھتے ہیں۔ کہ اس شب خیمہ حسینؑ سے ایسی آوازیں آتی تھیں جیسے شہد کی مکھیوں کے چھتے کی بھنبھناہٹ۔ "لَهُمْ دَوِیٌ كَدَوِیِ النَّحْلِ" لکھا ہے۔ کہ نصف شب کے قریب تیس سوار عمر سعد کی کمک کے واسطے قریہ غاضریہ سے آئے۔ جب اس میدان میں پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ ایک طرف کچھ تھوڑے خیمے ہیں۔ ان سے نماز۔ قرآن۔ تسبیح و تہلیل و تکبیر کی صدائیں بلند ہیں۔ دوسری طرف لشکر کثیر ہے۔ اور طبل و دف و راگ و رنگ کا شور برپا۔ دونوں خیمہ گاہوں کے درمیان ٹھہر گئے۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ کہ ہم اس وقت دوزخ و بہشت کے درمیان ہیں۔ ایک طرف بہشت ہے اور دوسری طرف دوزخ۔ جس کو چاہیں اختیار کریں۔ بہشت میں جانے کا فیصلہ کر کے خیمہ گاہ حسینی کی طرف بڑھے۔ گھوڑوں کی آواز سُن کر حضرت عباسؑ نے للکار کر آواز دی۔ کیونکہ آپ اہل حرم کی حفاظت و پہرے پر مامور تھے۔ کہ کون ہے۔ وہیں ٹھہر جاؤ۔ اور حضرت خود آگے بڑھے۔ حال دریافت کیا۔ اُنہوں نے اپنا قصہ سنایا۔ اور کہا۔ اب ہم خدمت حسینؑ میں اُن کی نصرت کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا۔ ٹھہر جاؤ۔ میں امامؑ سے اجازت لے لوں۔ اجازت حاصل کرنے آئے۔ اور اُن کو آنے کا اذن دیا۔ لیکن فرمایا۔ کہ دیکھو۔ آہستہ آہستہ آؤ۔ اور ہتھیار اس طرح رکھو۔ کہ ان کی چھنکار پیدا نہ ہو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ بچے ڈر کر چونک پڑیں اور ڈر جائیں۔ اور مخدرات عصمت و طہارت خائف ہوں۔ (نہ معلوم حضرت ابی الفضل العباسؑ کا اُس وقت کیا حال ہوتا۔ کہ جس وقت یہ دیکھتے کہ خیمے تھے نہ خیموں کے محافظ۔ نہ حسینؑ تھے اور نہ فرزندانِ حسینؑ۔ نہ قاسمؑ تھے نہ علی اکبرؑ۔ اور ملاعین دڑانہ اس خیمہ گاہِ عصمت و طہارت میں داخل ہو رہے تھے خیمے جلائے جا رہے تھے۔ انہیں پردگیانِ عصمت کے سروں سے چادریں اتارتے تھے۔ کان زخمی کر کے گوشوارے چھینتے تھے۔ بچوں کے طمانچے لگاتے اور نیزوں کی انیاں دکھا دکھا کر ڈراتے تھے۔ وہ فریاد کرتے تھے۔ اور کوئی ان کی فریاد کو نہ پہنچتا تھا۔ وہ روتے تھے اور کوئی ان پر رحم نہ کرتا تھا۔ واجداہ واجداہ کی صدائیں زمین و آسمان ہلا رہی تھیں)۔ یہی مومنین ہیں۔ جو نماز میں خشوع و خضوع اور لغو سے اعراض کرتے ہیں۔

یہ تو شب عاشورہ کی عبادت تھی۔ مگر روز عاشور کی عبادت کچھ اور ہی شان رکھتی تھی۔ اس کی نظیر تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔ روز عاشور تین نمازیں ادا فرمائی ہیں۔ اوّل نماز صبح ہے۔ یہ نماز جماعت سے ادا کی تھی۔ تمام اصحاب و احباب و عزیز و اقرباء صف بستہ تسبیح کے دانوں کی طرح اس امامؑ کے ساتھ شریک عبادت و تسبیح و تکبیر تھے۔

غازی خشوع وخضوع کے ساتھ نماز میں مشغول تھے۔اور لشکر کفار سے تیر آ آ کر نمازیوں کی صف اور امامؑ کے مصلے پر گر رہے تھے۔دوسری نماز نمازِ ظہر تھی۔اس وقت بہت سے اصحاب واحباب جدا ہو چکے تھے۔یہ تسبیح شکستہ ہو چکی تھی۔اور اس کے دانے دشت کرب وبلا کی جلتی زمین پر خون سے رنگین جا بجا بکھرے پڑے تھے۔ابو تمامہ نے نماز کے وقت کا ذکر کیا۔اور نماز کی خواہش کی۔آپ نے دُعا دی کہ خدا تم کو نماز گزاروں میں شمار کرے۔یہ نماز بھی جماعت سے ہوئی۔مگر کس طرح! نماز خوف۔چند اصحاب شریک جماعت تھے۔اور دو جاں نثار امامؑ کے آگے کھڑے تھے۔جو تیر آتا تھا۔دوڑ کر اپنے سینے پر لیتے اور امامؑ سے روکتے تھے۔جس وقت امامؑ نے نماز ختم کی ہے۔تو ان بزرگواروں میں سے ایک بزرگوار یعنی سعد ابن عبداللہ الجعفی تو ایسے زخمی ہوئے۔کہ نماز امامؑ ختم ہوتے ہی جاں بحق تسلیم ہوئے۔اور دوسرے بزرگوار یعنی زہیر ابن قین زخمی ہو کر میدان کارزار کی اجازت لیکر سرگرم کارزار ہوئے۔اور ایک سو بیس ملاعین کو قتل کر کے کثیر بن عبداللہ الشعبی کی ضرب سے فائز شہادت ہوئے۔تیسری نماز عصر ہے۔یہ نماز اس وقت ادا کی ہے۔جبکہ حسینؑ بالکل یکدو تنہا رہ گئے ہیں۔اور کوئی یار وانصار باقی نہیں ہے ؎

نہ قاسمؑ نہ علی اکبرؑ ے نہ عباؑ سے   نہ مونسے نہ انیسے نہ کثرۃ الناسِ

بلکہ بعض روایات کی رُو سے یہ نماز اُس وقت ادا کی ہے۔جبکہ شمر ملعون سینہ اقدس پر تھا۔اور اس سے نماز کی اجازت طلب کی ہے۔زخموں سے چور چور تھے۔بلکہ روایات میں آیا ہے۔کہ سجدے کے لئے زمین پر جھک نہ سکتے تھے۔کیوں؟ اس لئے کہ جسم اقدس تیروں سے مثل ساہی کے ہو رہا تھا۔یہ آخری نماز تھی اور آخری سجدہ۔اِس سجدے میں یہ فرما رہے تھے۔"اَللّٰھُمَّ مُتَعَالُ الْمَکَانَ عَظِیْمُ الْجَبَرُوْتِ شَدِیْدُ الْکِبْرِیَاءِ اَنَا عِتْرَۃُ نَبِیِّکَ وَوُلْدِ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَقَدْ خَذَلُوْنَا وَطَرَدُوْنَا وَغَدَرُوْنَا وَقَتَلُوْنَا الی اخر الحدیث"۔یعنی فرماتے ہیں۔"اے صاحب بلندی وعظمت وجبروت وکبریاء پروردگار۔میں تیرے نبیؐ کی عترت اور تیرے حبیب محمد مصطفےٰؐ کا فرزند ہوں۔میرے نانا کی امت نے ہم کو ذلیل وآوارہ وطن کیا۔اور ہمیں فریب دیا۔اور بیوفائی کی۔اور ہم کو قتل کیا۔الخ۔"

سر دیا سجدۂ باری میں تھے عابد ایسے   زہد کہتا ہے کہ دیکھے نہیں زاہد ایسے

یہ آخری نماز اور آخری سجدہ تھا۔یہ معمولی نماز نہ تھی۔بلکہ اقامہ صلواۃ کے حقیقی معنی اور اس کی مجسم تصویر تھی۔اِس فعل سے دُنیا والوں کو دکھا رہے اور سمجھا رہے تھے۔کہ نماز ایسی چیز ہے۔کہ کسی حال میں ترک نہیں ہو سکتی۔دشمنوں کے حلقے تیروں کی چھاؤں اور تلواروں کے سائے میں بھی ادا کرنی ضروری ہے۔اقامہ نماز کے یہی معنی ہیں۔اور دُنیا میں نماز کو قائم کرنے والے ہم ہیں۔ہم وہ ذریت خلیلؑ اور اولا د ذبیح اللہ اسمٰعیلؑ ہیں۔جن کے لئے دعا کی تھی۔اور فرمایا۔"رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ"(سورہ ابراھیم:۳۷) پروردگار امیں نے اپنی بعض ذریت کو اس وادی بے زراعت میں تیرے خانہ محترم مکۃ اللہ الحرام کے پاس سکونت پذیر کیا ہے۔پروردگارا اس لئے کہ یہ دُنیاں نماز کو قائم کریں۔

آپؑ گویا اس عمل سے بتلا رہے تھے۔ کہ وہ طائفین و عاکفین و راکعین و ساجدین ہم ہی ہیں۔ جن کیلئے خانہ کعبہ کی تطہیر کا خلیلؑ کو حکم تھا۔ "وَطَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ" (سورہ بقرہ:۱۲۵)

روزہ۔ دُنیا میں بہت سے صابرین وصالحین گزرے ہیں۔ خصوصاً حضرت رسول مقبولؐ۔ مگر جو روزہ روز عاشور حسینؑ نے رکھا ہے۔ اس کا نہ جناب رسولؐ کو موقع ملا۔ اور نہ علی مرتضیٰؑ کو نصیب ہوا۔ نہ رسولؐ دُنیا سے روزہ دار اُٹھے۔ اور نہ علیؑ صائم راہی جنت ہوئے۔ صرف حسینؑ شہید ہی ایسے روزہ دار ہیں۔ جو دُنیا سے روزہ دار گئے۔ اور وہ دن کے پیاسے سدھارے۔ وہ جنگ کی شدت۔ گرمی کی حدت و زخموں کی حرارت۔ عزیزوں کے داغوں کی سوزش اور اس پر پیاس کی سختی۔ روایات میں ہے۔ کہ جب حضرت علی اکبرؑ اوّل حملے کے بعد شدت تشنگی سے مجبور ہو کر حاضر خدمت امامؑ ہوئے اور پانی طلب کیا۔ تو فرمایا۔ بیٹا اپنی زبان میرے منہ میں دے دو۔ علی اکبرؑ نے ایسا ہی کیا۔ اور فوراً زبان دہن مبارک سے نکال کر فرمایا۔ آپ کی زبان میں تو میری زبان سے بھی زیادہ کانٹے پڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا بیٹا جاؤ۔ تمہیں تمہارے نانا حوض کوثر سے سیراب کریں گے۔ اِس شدت تشنگی پر باوجودیکہ گھاٹ لے لیا۔ اور دریا میں داخل ہو گئے۔ مگر پیاس نہ بجھائی۔ برابر صابر رہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ حقیقت صوم کے ثابت کرنے کا دن تھا۔ دکھانا تھا۔ کہ روزہ یوں رکھا جاتا ہے۔ اور اس عمل سے اس آیت کے معنی سمجھا رہے تھے۔ "اِسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" (سورہ بقرہ:۱۵۳) صبر اور صلوٰۃ سے استعانت کرو دکھا رہے تھے کہ صبر اس صوم کو کہتے ہیں۔ اور صلوٰۃ وہ ہے۔ جو ہم ادا کرتے ہیں۔ کیا کسی نے ایسا روزہ رکھا ہے؟ نہیں۔ عنایت خدا نے حسینؑ ہی کو ظہور کمالات محمدیؐ کے لئے مختص فرمایا تھا۔ اور ملاحظہ جمال محمدیؐ کے لئے آئینہ قرار دیا تھا۔ کہ اس آئینہ میں عکس محمدؐ دیکھنا چاہیئے۔

حج۔ مؤرخین لکھتے ہیں۔ کہ امام حسینؑ نے پچیس حج پیادہ پا کئے تھے۔ جب کہ کئی سواریاں ساتھ ہوتی تھیں۔ مگر جو مناسک حج روزہ عاشورا ادا کئے ہیں وہ پہلے نہ کئے تھے۔ جو احرام یہاں باندھا تھا۔ وہ مکہ میں کبھی نہ باندھا تھا۔ وہاں سر سے پاؤں تک لپیٹنے کو ایک لنگ ہوتا ہے۔ یہاں جس وقت عازم الی اللہ ہوئے ہیں۔ تو بہن سے بوسیدہ اور پُرانے کپڑے منگا کر پہنے۔ وہاں آواز ابراہیمیؑ اور دعوت الی اللہ پر تلبیہ (لبیک) کہتے ہیں۔ یہاں جب کوئی شہید راہِ خدا گھوڑے سے گرتا تھا اور فریاد کرتا تھا۔ "یَا مَوْلَایَ اَدْرِکْنِیْ" اے آقا دوڑو۔ اور میری خبر لو۔ امام مظلومؑ لبیک کہتے ہوئے بے اختیار دوڑتے تھے۔ یہاں جو قربانیاں دیں۔ دو قربانیاں نہ تھیں جو منیٰ میں دی جاتی تھیں۔ یہ وہ قربانیاں تھیں۔ جن کے لئے ارض نینوا مخصوص تھی۔ وہاں گوسفند دیتے تھے۔ یہاں دلبند و جگر بند اور اصغرؑ و اکبرؑ جیسے فرزند۔ وہاں شتر قربان کرتے تھے۔ یہاں عباسؑ جیسے بہادر برادر فدیہ دیئے۔ گویا ثابت کر رہے تھے۔ کہ طائفین و عاکفین ہم ہی ہیں۔

زکوٰۃ واجب تو ایک طرف سنت بھی ادا فرماتے تھے۔ بلکہ محض تورُعاً بھی بہت کچھ دیتے تھے۔ حتیٰ کہ روز عاشورا بھی ایسے کیا۔ ملاحظہ ہو قصہ محمد بن بشر حضرمی۔ کہ اس کا بیٹا سرحدرے میں اسیر ہو گیا تھا۔ اطلاع پانے پر

محزون ہوئے۔ امامؑ نے وجہ دریافت کی۔ اور بعدازاں فرمایا۔ تم جاؤ۔ میں نے اپنی بیعت تم سے اُٹھالی۔ اپنے بیٹے کو چھڑاؤ۔ "قَالَ اَكَلَتْنِی السِّبَاعُ حَيًّا اِنْ فَارَقْتُكَ" اگر میں آپ کے قدموں سے جدا ہوں۔ تو مجھ کو زندہ ہی کو درندے پھاڑ کھائیں۔ فرمایا۔ اچھا تم اپنے دوسرے بیٹے کو بھیج دو۔ کہ وہ اپنے بھائی کو چھڑا لائے۔ اس پر اُس نے تامل کیا۔ تو آپؑ نے سمجھا۔ کہ اس کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ پانچ حلے لاکر دیئے۔ جو ہزار دینار کی قیمت کے تھے۔ اور فرمایا۔ جا کر ان کو فروخت کر کے اور فدیہ دے کر اپنے بھائی کو چھڑا لا۔ سبحان اللہ خود نرغہ اعداء میں اسیر ہیں۔ اور شام کو تمام اہل بیتؑ اسیر ہونے والے ہیں۔ اور خود اسیروں کو چھڑانے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ کیا اس سے افضل کوئی زکوٰۃ ہوسکتی ہے؟ کیا ہمدردی۔ ایثار اور رفاقت کی کوئی اور ایسی مثال دُنیا میں مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ تو وہ لوگ ہیں۔ کہ اپنی خاص قوت اور رزق بھی دے دیتے ہیں۔ بلکہ دشمنوں کو سیراب کرتے اور خود پیاسے رہتے ہیں۔ اور "مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ" (سورہ بقرہ:۳) کے سچے مصداق ہیں۔ اور ان کے افعال ان کی صداقت کی دلیل روشن ہیں۔ کیا کوئی جاحد و منکر صداقت کے اس آفتاب و ماہتاب پر توہمات و قیاسات کی گرد ڈال کر انہیں گرد آلود کرسکتا ہے؟ اور لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈال سکتا ہے؟ حاشا و کلا۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

جہاد۔ جہاد حسینؑ مشہور و معروف عالم ہے۔ اور موافق و مخالف اس کے معترف ہیں۔ اور منکر اسلام اس کے مقرر اور شجاعت حسینؑ مشہور آفاق۔ اس شدت تشنگی و گرسنگی میں عزیزوں کے داغ اور زخمہائے جگر کی سوزش۔ میدان کارزار کی حرارت اور آفتاب کی حدت۔ تنہائی کے عالم اور چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغے میں گھرے ہونے پر ایسی جنگ کرنا اور یہ شجاعت دکھانا حسینؑ ہی کا کام تھا۔ اس کا متحمل محمدؐ ہی کا جگر بند ہوسکتا تھا۔ لکھا ہے۔ کہ جب آپ یکہ و تنہا رہ گئے۔ تو اسپ رسولؐ پر سوار ہو کر عمامہ رسولؐ باندھ کر زرہ زیب تن فرما کر۔ ذوالفقار کمر میں باندھ کر۔ نیزہ ہاتھ میں لے کر اور ڈھال زیب پشت فرما کر یعنی تمام تبرکات ورثہ نبویؐ ہمراہ لے کر کفار کے مقابل آئے۔ گویا اُن دل کے اندھوں کو جو صفات باطنیہ سے نہیں سمجھ سکتے کہ یہی وارث رسولؐ و خلیفہ رسولؐ ہیں۔ علائم ظاہری و تبرکات و ورثہ نبوی دکھلا کر سمجھا رہے تھے۔ کہ میں ہی حقیقی جانشین پیغمبرؐ اور دلبند حیدرؑ اور وارث حمزہؑ و جعفرؑ ہوں۔ کفار کو پند و نصیحت کی۔ اور حق اتمام حجت ادا کیا۔ اِن گمراہوں کو نصیحت امامؑ کب قبول ہوسکتی تھی۔ "وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ" (سورہ مومن:۳۳) لڑائی کے لئے آمادہ ہوئے۔ اور آخر میں تین درخواستیں کیں۔ فرمایا۔ تم مجھے اجازت دو۔ کہ میں یہاں سے نکل جاؤں۔ اور واپس وطن چلا جاؤں۔ یا کسی اور ملک کی طرف چلا جاؤں۔ اُس کو قبول نہ کیا۔ پھر فرمایا۔ اگر تم نے مجھ کو ہی قتل کرنا ہے۔ تو تھوڑا سا پانی مجھے دیدو۔ یہ بھی قبول نہ کیا۔ پھر فرمایا۔ اچھا یہ بھی منظور نہیں۔ تو مجھ سے ایک ایک لڑنے کو آئے۔ اس کو قبول کیا۔ پہلے جو شخص آیا۔ اُس کو ایک ہی وار میں دو نیم کر کے فی النار کیا۔ پھر دو دو آئے۔ اُن کو بھی ایک ایک وار میں واصل جہنم کیا۔ یہاں تک کہ دس دس آئے۔ سب کو فی النار کیا۔ اور اُسی مقام پر کھڑے کھڑے نو سو پچاس ناری واصل جہنم کیے اور اتنے عرصے میں ایک زخم جسم مبارک پر نہ کھایا۔ جب یہ حالت دیکھی۔ تو شمر نے عمر سعد سے کہا۔ کیا دیکھ رہا ہے۔ یہ علیؑ ابن ابی

طالبؑ انزع البطین کا فرزند ہے۔ اگر اسی طرح لڑتا رہا۔ تو ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑے گا۔ فوج کو حکم دے۔ کہ چاروں طرف سے حملہ کرے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ چاروں طرف سے تیس ہزار فوج گھر آئی۔ مگر آپ نے ایسے سخت حملے کیئے۔ اور ایسی شکست دی۔ کہ بعض روایات کے مطابق آخری حملے میں فوج کو پچھاڑی ذوالکفل تک پہنچ گئی تھی۔ جو اس مقام سے جہاں امام حسینؑ نے اپنا نیزہ گاڑا ہوا تھا بارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور بعض روایات کی رو سے تو اویس تک پہنچ گئی تھی۔ ان حملوں میں بیشمار آدمی فی النار کیئے۔ مگر اُنیس سو پچاس اکثر تواریخ میں مندرج ہیں۔ اور مجروحین اس کے علاوہ ہیں۔ اور اس عرصہ میں ایک زخم بھی نہ کھایا تھا۔ اس وقت تک زخمی نہ ہوئے۔ جب تک یہ آواز سنی۔ "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْ بِالْعُقُوْدِ" (سورہ المائدہ:۱) اے ایمان والو۔ اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ "فوضع یدہ علی یدہ و کف عن القتال وقَالُوا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" (سورہ بقرہ:۱۵۶) یہ آواز سُن کر فوراً لڑائی سے ہاتھ روک لیا۔ اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ "انا للّٰہ الخ" "وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ" (سورہ المومنون:۸) یہی وہ شجاعت ہے۔ جو فوق شجاعت بشری اور علامت امامت ہے۔ یہ وہ جہاد ہے۔ جس کو حق جہاد فی سبیل اللہ کہا گیا ہے۔ امام حسینؑ اپنے اِس جہاد سے بتلا رہے تھے۔ کہ "جَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ" (سورہ حج:۷۸) کے مصداق مومنین کاملین ہم ہی ہیں۔

معرفت حسینیؑ

معارف میں سب سے مقدم اور سب کی اصل معرفت باری تعالیٰ ہے۔ اور وہی اصل مقصود۔ بلکہ مقصود و خلقت انسانی بلکہ مقصود و خلقت عالم معرفت مبدء فیاض ہی ہے۔ اس کی تفصیل ایک مستقل کتاب کو مقتضی ہے۔ مگر شناخت عارف و معرفت یہ ہے۔ کہ جب عارف مرتبہ معرفت میں کامل ہو جاتا ہے۔ تو اس کو سوائے خدا کے اور کچھ یاد نہیں رہتا۔ اور دل میں سوائے اس محبوب کے اور کسی کی جگہ نہیں رہتی۔ دھن دولت۔ جان و مال۔ عزیز و اقربا۔ کنبے قبیلے۔ گھر بار سب سے زیادہ محبوب ہو جاتا ہے۔ نہیں محبوب صرف وہی ہوتا ہے۔ اور سب چیزیں اس پر قربان۔ اور اس پر فدا ہونا اور محبوب پر جان نثار کر دینا اصل مقصود زندگی سمجھتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر محبوب کی راہ میں اور محبوب کی خاطر ہر ایک رنج و غم و مصیبت و مشقت و اذیت آرام و راحت معلوم ہوتی ہے۔ اطمینان کلی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور توکل تام پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس لئے دنیا و مافیہا کو ہیچ سمجھتا ہے۔ اس کے استقلال۔ استقامت۔ ارادے اور عزم میں کوئی امر مانع و عائق نہیں ہو سکتا۔ عارفین و عاشقین خدا جانتے ہیں۔ کہ اس معنی کی حقیقت کو حسینؑ ہی نے اپنے فعل سے ثابت کر کے دکھایا ہے۔ معرفت کا نمونہ دُنیا میں قیامت تک کے لئے قائم کر دیا۔ اور بتلا دیا۔ کہ عارف باللہ ایسے ہوتے ہیں۔ عارف خدا یوں خوشی سے اس کی راہ میں گھر لٹایا کرتے ہیں۔ اس طرح نوجوان بیٹے کو خود ہتھیار لگا کر قربان گاہ الٰہی میں بھیجتے ہیں۔ یوں شیر خوار کو ہاتھ پر لیکر ہدف تیر ظلم بنا کر گردن چھدا کر فدا کیا کرتے ہیں۔ عارف خدا اسی پر عزت و ناموس بھی قربان کر دیتے ہیں۔ ان کا صرف وہی مطلوب ہوتا ہے۔ اور وہ صرف وجہ اللہ ہی چاہتے ہیں۔ یہ دُنیا داروں۔ حکومت کے طلبگاروں اور ملک گیری کے عاشقوں کا کام

نہیں ہے۔ صرف اللہ والے ایسا کیا کرتے ہیں۔ حسینؑ معرفت وفنا فی الرسولؐ وفنا فی اللہ ثابت کر رہی ہے۔ کہ معرفت رسولؐ کے مظہر تام اور اس کے قائم مقام برحق یہی ہیں۔

زہد حسینیؑ

زہد کے معنی یہ ہیں۔ کہ عارف بعد طے کرنے مرتبہ معرفت راجع ومتوجہ الی اللہ ہوتا ہے۔ اور دُنیا کو ترک کر دیتا ہے۔ بلکہ طلاق بائن دے دیتا ہے۔ اور زخار دنیویہ اس کو اپنی طرف کسی حال میں مائل نہیں کر سکتیں۔ یہ معنی ذات حسینؑ میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ خود ان کی معرفت اس پر شاہد ہے۔ اور عمل روز عاشورہ زہد حسینؑ کی مجسم تصویر۔ دنیا کو ایسا ترک کیا۔ کہ چند گھنٹے میں گھر بار سب لٹا دیا۔ کوئی شے دُنیاوی نہ رکھتی۔ ''اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا'' (سورہ الکہف:۴۶) مال اور اولاد دنیا کی زینتیں ہیں۔ ان دونوں کو راہِ خدا میں حسینؑ نے دے دیا۔ اور دولت دُنیا اور زینت دُنیا سے کچھ بھی پاس نہ رکھا۔ حتیٰ کہ آخری وقت تن اقدس پر لباس دُنیا بھی باقی نہ رہا۔ اور لکھا ہے۔ کہ وہ بوسیدہ اور پھٹے ہوئے کپڑے جو امام مظلومؑ نے رخصت آخری کے وقت تمام لباس کے نیچے پہنے تھے۔ ملاعین نے وہ بھی جسم اقدس پر نہ چھوڑے۔ اور لاش مقدس برہنہ ریگ گرم پر پڑی چھوڑ دی۔ اور دنیا سے سدھارتے وقت کوئی دنیاوی چیز حسینؑ کے ساتھ نہ رہی۔

سر دیا سجدۂ باری میں تھے عابد ایسے — زہد کہتا ہے کہ دیکھے نہیں زاہد ایسے

ولایت حسینیؑ

عارف جب مرتبہ معرفت پر پہنچ کر دُنیا کو ترک کر دیتا اور صرف خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تو بحکم ''مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ'' جو خدا کا ہوئے۔ خدا اس کا بن جاتا ہے۔ وہ خدا کے لئے تمام چیزوں کو چھوڑتا ہے۔ نفس کو مارتا ہے۔ خواہشات کو ترک کرتا ہے۔ تمام چیزیں چرند و پرند و جن وانس۔ دریا و پہاڑ۔ زمین و آسمان۔ عقول و ارواح اس کے زیر حکم وتحت حکم ہوتی ہیں۔ اور وہ ولی ومتصرف۔ اس کی آواز ہر ایک شے سنتی ہے۔ اور وہ ہر ایک آواز کو سنتا ہے۔ اور وہ ہر ایک کو دیکھتا ہے (یاد رہے کہ یہ مرتبہ ولایت مطلقہ صرف ان آئمہ کو حاصل ہے۔ جو مظہر کامل ولی مطلق خداوند عالم ہیں۔ کہ فرماتا ہے۔ ''فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ'' (سورہ الشوریٰ:۹) اور ان کی شان میں فرماتا ہے۔ ''اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ'' (سورہ المائدہ:۵۵) اور باقی، تمام انبیاء ولایت جزئیہ رکھتے ہیں۔ اور حسب اختلاف مراتب نبوت ولایت میں بھی متفاوت درجے رکھتے ہیں۔ یہ مرتبہ ان فرضی مدعیان ولایت کو حاصل نہیں ہے۔ جو ہر ایک فسق و فجور کے مرتکب ہوتے اور مریدوں کے سامنے دعوے ولایت کرتے ہیں (ایں زمیں را آسمانے دیگر است) معنی تصرف یہ ہیں۔ کہ جس وقت حضرت خلیل اللہؑ امام بنائے گئے۔ اور حکم ہوا۔ کہ آواز دو۔ اور لوگوں کو حج کے لئے بلاؤ۔ ''اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ الخ'' (سورہ الحج:۲۷) تو آپ نے آواز دی۔ اور تمام انسانوں نے سنی۔ کن انسانوں نے؟ جو ابھی شکم مادر ہی میں تھے۔ نہیں اُنہوں نے جو ابھی صلب پدر میں نطفہ ہی تھے۔ نہیں بلکہ انہوں نے جو ابھی

عالمِ برزخی دہری ہی میں تھے۔ اور لبیک کہا۔ جس نے اُس وقت آواز ابراہیمؑ پر لبیک کہا۔ وہی اب حج کو جاتے
ہیں۔ اور جنہوں نے اس وقت لبیک نہ کہا۔ وہ نہیں جاتے۔ اور اسی آواز پر حاجی تلبیہ (لبیک) کہتے ہیں۔
یہی آواز روز عاشورہ حسینؑ نے بھی دی تھی۔ یعنی جس وقت بآوازِ بلند استغاثہ فرمایا: "هَلْ مِنْ نَاصِرٍ
يَنْصُرُنَا وَهَلْ مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنَا" آیا ہمارا کوئی ناصر و مددگار ہے۔ جو ہماری نصرت کرے۔ اور کوئی فریادرس
ہے۔ جو ہماری فریاد کو پہنچے۔ یہ آواز ذراتِ عالم کو پہنچی۔ ارکانِ عالم متزلزل ہوئے۔ اور تمام جن و ملائکہ قدوسین
نصرت حسینؑ کے لئے میدان کربلا میں پہنچے (افسوس ہے۔ کہ ہماری یہ کتاب اس مقصد کے لئے موضوع نہیں
ہے۔ ورنہ ہم کو ان امور کو مفصل لکھتے اور بدلائل قطعیہ ثابت۔ اہل ایمان کے لئے یہاں اشارہ کافی ہے)۔ یہ ہیں
معنی ولایت۔ اور اس کو تصرف کہتے ہیں۔ اور یہ ہے مظہر ولایت نبویؐ و امامت ابراہیمیؑ۔ "اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ
وَرَسُوْلُهٗ" (سورہ المائدہ:۵۵)

ختم نبوت و رسالت و امامت

نبوت و رسالت من حیث التنزیل حضرت خاتم النبیینؐ پر ختم ہو چکی۔ یعنی کوئی نیا حکم شریعتی نازل نہ ہوگا۔
جس کی تبلیغ پر کوئی نبی مبعوث ہو۔ لیکن تبلیغ احکام محمدیؐ۔ پس وہ تا قیامِ قیامت جاری ہے۔ اور عہدۂ امامت باقی۔
اور یہی خلیفہ نبیؐ کا کار خاص ہے۔ حسینؑ مظہر ختم نبوت و رسالت ہیں۔ حسینؑ نے اس تبلیغ کو انجام دیا۔ خطبات میں
بعد اثبات توحید و صفات باری تعالیٰ و نبوت خاتم النبیینؐ و دیگر معارف دین چند مرتبہ مخالفین و دشمنانِ دین کو نصیحت
فرمائی۔ اور اتمامِ حجت کیا۔ فرض نبویؐ ادا کیا۔ فعلاً چند گھنٹے میں وہ کر کے دکھایا۔ جو حضرت رسول ﷺ نے تیئس
سال میں پہنچایا تھا۔ تمام اعمال کر کے نمونہ دکھا دیا۔ کوئی عمل خیر از قسم واجب و مستحب جو اس دن ہو سکتا تھا ایسا نہیں
ہے۔ جس کو حسینؑ نے نہ کیا ہو۔ بعض مذکور ہو چکے۔ اور بعض انشاءاللہ کسی اور صورت سے ہدیہ نظرین ہوں گے۔
اس میں گنجائش نہیں۔

صبر حسینیؑ و ثبوت امامت

سابقاً عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ شناخت امامت صبر ہے۔ کیونکہ صبر فرع علم ہے۔ اور علم معیار نبوت و
امامت۔ جو صبر میں کامل ہے۔ وہی امام ہے۔ یوں تو حسینؑ تمام اوصاف محمدیؐ میں نمونہ محمدیؐ ہیں۔ مگر ظہور صبر محمدیؐ
خصوصیت سے ذات حسین علیہ السلام سے مخصوص ہے۔ دوسرے خلفاء رسولؐ و ذریت پیغمبرؐ کو یہ واقعات پیش نہیں
آئے۔ جو حسین علیہ السلام کو آئے۔ صبر کی تین قسمیں ہیں۔ ایک مطلق صبر ہے۔ جو عام مومنین کے اوصاف میں
داخل ہے۔ دوم صبر جمیل۔ اور وہ انبیاء علیہم السلام ہے۔ چنانچہ قول حضرت یعقوب علیہ السلام ہے۔ "فَصَبْرٌ
جَمِيْلٌ" (سورہ یوسف:۱۸) سوم صبر حسن ہے۔ اور وہ صبر جناب خاتم النبیینؐ ہے۔ اور مظہر اس صبر کا خلیفہ برحق
رسول حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔ پھر صبر باعتبار متعلقین چند قسم پر ہے۔ مثلاً صبر در ابتلاآت۔ صبر در مصائب و
شدائد۔ صبر در مقامات خوف۔ صبر در تشنگی و گرسنگی و نقص اموال و نفوس و ثمرات وغیر ذالک۔ "وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ

بَعْدَهَا یہ میرے جدامجدؐ نے اپنا بھرا ہوا پیالہ مجھے پلا دیا
علی اکبرؑ پر پہنچے۔ روتے تھے اور فرماتے تھے۔ "یَا بُنَیَّ قَتَلَ اللّٰهُ قَوْمًا قَتَلُوْكَ مَا اَجْرَأَهُمْ عَلَى اللّٰهِ وَعَلٰی

اِنْتِهَاكِ حُرْمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَاءُ" اے فرزند خدا انہیں قتل کرے جنہوں نے تجھے قتل کیا۔ یہ لوگ معصیت خدا و ہتک حرمت رسول اللہؐ پر کیسے جری و دلیر ہیں۔ اے فرزند تمہارے بعد دُنیا پر خاک ہے۔ کاش اب میں زندہ نہ رہوں۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے۔ کہ ایک عورت خیمہ گاہ سے نکلی۔ "كَاَنَّهَا شَمْسٌ طَالِعَةٌ" گویا کہ آفتاب عالمتاب نے مشرق سے طلوع کیا۔ وہ روتی تھی اور فریاد کرتی تھی۔ "يَا اُخَيَّاهُ يَابْنَ اُخَيَّاهُ يَا حَبِيْبَاهُ يَا ثَمْرَةَ فُؤَادَاهُ يَا نُوْرَ عَيْنَاهُ" اے میرے پیارے۔ اے میرے پیارے بھتیجے۔ اے میرے دل کے چین اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ اور آ کر لاش علی اکبرؑ سے لپٹ کر رونے لگی۔ میں نے دریافت کیا۔ یہ بی بی کون ہے؟ کہا کہ "زَيْنَبُ بِنْتِ عَلِيٍّ" یہ زینبؑ دختر علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ امام مظلومؑ نے جو یہ دیکھا۔ فرزند کی لاش سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بہن کا ہاتھ پکڑ کر لے گئے۔ اور خیام میں پہنچا آئے۔ یہ گوارا نہ تھا کہ حسینؑ زندہ ہوں۔ اور فاطمہؑ کی بیٹی سر برہنہ میدان میں آئے۔ اور جوانانِ ہاشمی لاش علی اکبرؑ کو اُٹھا کر خیمہ شہداء میں لے گئے۔ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" (سورہ بقرہ: ۱۵۶)

غرض حسینؑ افضل الصابرین ہے۔ اور صبر حسینؑ افضل ترین صبر ہے۔ اور یہی صبر دلیل امامت شناخت امام ہے۔ یہ صبر صبر محمدیؐ ہے۔ اور حسینؑ آئینہ رخسار نبویؐ۔ "ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ" (سورہ آل عمران: ۳۴)

اِس صبر کے عوض میں حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین چیزیں انعام میں پائیں۔ "اَلشِّفَاءُ فِي تُرْبَتِهِ وَاِجَابَةُ الدُّعَاءِ تَحْتَ قُبَّتِهِ وَالْاِمَامَةُ فِي ذُرِّيَّتِهِ" آپ کی خاک خاکِ شفاء بنی۔ اور قبر حسینؑ محل اجابت دُعا۔ اور ذریت و اولادِ حسینؑ آئمہ ہُدیٰ۔

حضرتؑ ہی کی اولاد سے تمام آئمہؑ ہیں تا حضرت خاتم الائمہؑ۔ مہدی آخر الزمانؑ موجود ہے۔ آپؑ کے بعد آپؑ کے فرزند علی ابن الحسینؑ جو سیّد الساجدینؑ و زین العابدینؑ کے نام سے معروف ہیں۔ امام خلق و جانشین رسولؐ قرار پائے۔ اور اور معیار شناخت و امامت ان میں بدرجہ اتم موجود۔ بلکہ سیّد الساجدینؑ و زین العابدین علیہ السلام کا صبر بعض اعتبارات سے امام حسینؑ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ ابھی بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ حضرت زینبؑ خاتون صدمہ علی اکبرؑ میں خیمہ گاہ سے باہر نکل آئی تھیں۔ امامؑ کو گوارا نہ ہوا۔ کہ ان کے سامنے ان کی بہن میدان میں آئے۔ فوراً خیمہ گاہ میں پہنچا دیا۔ مگر تصور کیجئے۔ صبر حضرت زین العابدینؑ کا۔ کہ اُنہوں نے کیا کیا دیکھا۔ مسند رسول جلتی دیکھی۔ ذریت رسول لٹتی دیکھی۔ ماں بہن کے سروں سے چادریں چھنتی دیکھیں۔ چھوٹی بہن کے کان زخمی اور گوشوارے چھنتے دیکھے۔ اِن بیبیوں کی پشتیں نوک نیزہ سے زخمی دیکھیں۔ طوق و زنجیر میں گرفتار ہو کر ماں بہنوں کے قافلے کے قافلہ سالار بنے۔ کربلا سے کوفہ کوفہ سے شام اور شام سے مدینہ گئے۔ بازاروں میں پھرائے گئے۔ دربار یزید میں ماں بہنوں کے ساتھ گئے۔ اور وہ کچھ دیکھا۔ جو کسی نے نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ جب آپ سے کوئی

عالمِ برزخی دہری ہی میں تھے۔ اور لبیک کہا۔ جس نے اُس وقت آواز ابراہیمؑ پر لبیک کہا۔ وہی اب حج کو جاتے ہیں۔ اور جنہوں نے اس وقت لبیک نہ کہا۔ وہ نہیں جاتے۔ اور اسی آواز پر حاجی تلبیہ (لبیک) کہتے ہیں۔

یہی آواز روز عاشورہ حسینؑ نے بھی دی تھی۔ یعنی جس وقت بآوازِ بلند استغاثہ فرمایا: "ھَلْ مِنْ نَاصِرٍ یَنْصُرُنَا وَھَلْ مِنْ مُغِیْثٍ یُغِیْثُنَا" آیا ہمارا کوئی ناصر و مددگار ہے۔ جو ہماری نصرت کرے۔ اور کوئی فریاد رس ہے۔ جو ہماری فریاد کو پہنچے۔ یہ آواز ذراتِ عالم کو پہنچی۔ ارکانِ عالم متزلزل ہوئے۔ اور تمام جن و ملائکہ قدوسین نصرت حسینؑ کے لئے میدان کربلا میں پہنچے (افسوس ہے۔ کہ ہماری یہ کتاب اس مقصد کے لئے موضوع نہیں ہے۔ ورنہ ہم کو ان امور کو مفصل لکھتے اور بدلائل قطعیہ ثابت۔ اہل ایمان کے لئے یہاں اشارہ کافی ہے)۔ یہ ہیں معنی ولایت۔ اور اس کو تصرف کہتے ہیں۔ اور یہ ہے مظہر ولایت نبویؐ و امامت ابراہیمیؑ۔ "اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ" (سورہ المائدہ: ۵۵)

ختمِ نبوت و رسالت و امامت

نبوت و رسالت من حیث التنزیل حضرت خاتم النبیینؐ پر ختم ہو چکی۔ یعنی کوئی نیا حکم شریعتی نازل نہ ہوگا۔ جس کی تبلیغ پر کوئی نبی مبعوث ہو۔ لیکن تبلیغ احکام محمدیؐ۔ پس وہ تا قیامِ قیامت جاری ہے۔ اور عہدۂ امامت باقی۔ اور یہی خلیفہ نبیؐ کا کارِ خاص ہے۔ حسینؑ مظہر ختم نبوت و رسالت ہیں۔ حسینؑ نے اس تبلیغ کو انجام دیا۔ خطبات میں بعد اثبات توحید و صفات باری تعالیٰ و نبوت خاتم النبیینؐ و دیگر معارف دین چند مرتبہ مخالفین و دشمنانِ دین کو نصیحت فرمائی۔ اور اتمامِ حجت کیا۔ فرض نبویؐ ادا کیا۔ فعلاً چند گھنٹے میں وہ کر کے دکھایا۔ جو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیئس سال میں پہنچایا تھا۔ تمام اعمال کر کے نمونہ دکھا دیا۔ کوئی عمل خیر از قسم واجب و مستحب جو اس دن ہو سکتا تھا ایسا نہیں ہے۔ جس کو حسینؑ نے نہ کیا ہو۔ بعض مذکور ہو چکے۔ اور بعض انشاء اللہ کسی اور صورت سے ہدیہ نظرین ہوں گے۔ اس میں گنجائش نہیں۔

صبر حسینیؑ و ثبوت امامت

سابقاً عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ شناخت امامت صبر ہے۔ کیونکہ صبر فرع علم ہے۔ اور علم معیار نبوت و امامت۔ جو صبر میں کامل ہے۔ وہی امام ہے۔ یوں تو حسینؑ تمام اوصاف محمدیؐ میں نمونہ محمدیؐ ہیں۔ مگر ظہور صبر محمدیؐ خصوصیت سے ذات حسین علیہ السلام سے مخصوص ہے۔ دوسرے خلفاء رسولؐ و ذریت پیغمبرؐ کو یہ واقعات پیش نہیں آئے۔ جو حسین علیہ السلام کو آئے۔ صبر کی تین قسمیں ہیں۔ ایک مطلق صبر ہے۔ جو عام مومنین کے اوصاف میں داخل ہے۔ دوم صبر جمیل۔ اور وہ انبیاء علیہم السلام ہے۔ چنانچہ قول حضرت یعقوب علیہ السلام ہے۔ "فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ" (سورہ یوسف: ۱۸) سوم صبر حسن ہے۔ اور وہ صبر جناب خاتم النبیینؐ ہے۔ اور مظہر اس صبر کا خلیفہ برحق رسولؐ حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔ پھر صبر باعتبار متعلقین چند قسم پر ہے۔ مثلاً صبر در ابتلائات۔ صبر در مصائب و شدائد۔ صبر در مقامات خوف۔ صبر در تشنگی و گرسنگی و نقص اموال و نفوس و ثمرات و غیر ذالک۔ "وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ

مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ الخ۔" (سورہ بقرہ:۱۵۵) حسینؑ بن علیؑ سے روز عاشورہ ہر ایک قسم کا صبر ظاہر ہوا۔ یعنی در ابتلا آت۔ مصائب و شدائد و خوف و بھوک و پیاس و نقصان جان و نقصان مال و نقصان ثمرات القلوب و ثمرات الفواد۔ اور امامؑ ہر ایک موقع صبر میں صابر و ثابت قدم رہے۔ بلکہ وہ صبر دکھایا۔ کہ ملائکہ آسمان تعجب کرنے لگے۔ ایک دن نہیں بلکہ چند گھنٹے میں ان تمام مصائب و شدائد و ابتلائات میں قائم و صابر و ثابت رہنا حسینؑ بن علیؑ دلبند رسولؐ ہی کا کام تھا۔ انبیاء علیہم السلام تمام صابر گزرے ہیں۔ اور خدا "کُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِیْنَ" (سورہ الانبیاء:۸۵) فرماتا ہے۔ مگر حسب اختلاف درجات نبوت و امامت صبر بھی درجات مختلف رکھتا ہے۔ اور صبر انبیاء اولوالعزم صبر انبیاء غیر اولوالعزم سے افضل ہے۔ مگر باوجود صابرین ہونے کے بعض اوقات اُنہوں نے رفع مضرت و تکلیف کی دعا کی ہے۔ مثل حضرت ایوب علیہ السلام "رَبَّهٗ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ" (سورہ الانبیاء:۸۳) کہنے لگے تھے۔ مگر حسینؑ ابن علیؑ نے کبھی رفع تکلیف کی بھی خواہش نہیں کی۔ جب مصائب و شدائد کی زیادتی و شدت ہوتی۔ تو حضرتؑ خیمہ عبادت کی پشت پر تشریف لے جاتے۔ اور ریش مبارک ہاتھ میں لے کر فرماتے۔ "رِضًا بِقَضَائِهٖ وَتَسْلِیْمًا لِاَمْرِهٖ" چھوٹے چھوٹے بچے بھوکے پیاسے نہایت بے کسی کے عالم میں آنکھوں کے سامنے ذبح ہوتے ہیں۔ مگر اُف نہیں کرتے۔ نہ چہرہ پر حزن وملال۔ نہ لب پر حرفِ شکایت۔ ابن تمیم کہتا ہے۔ "میں نے کسی دل شکستہ کو مثل حسین علیہ السلام جری و پُر دل نہیں دیکھا۔ کہ جس کے بھائی۔ بھانجے بھتیجے۔ بیٹے سب قتل ہو گئے تھے۔ اس نے مثل شیر غضب ناک حملہ کیا۔ اور نہر علقمہ میں داخل ہو گیا۔ صبر و شجاعت حسینؑ مسلمہ عالم ہے۔

حضرت خلیل اللہؑ صبر میں خاص درجہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ فرزند کا ہاتھ سے ذبح کرنا آسان کام نہیں ہے۔ مگر اوّل فرزند سے دریافت فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ تمہاری اس میں کیا رائے ہے۔ "قَالَ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْشَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ" (سورہ بقرہ:۱۰۲) اے پدر بزرگوار۔ جو کچھ حکم ہے۔ کر گزریئے۔ مجھے انشاءاللہ صابرین میں سے پائے گا۔

شہادت علی اکبرؑ

مگر صبر حسین علیہ السلام کربلا میں اِس سے کہیں زیادہ ہے۔ یہاں نہ مشورہ ہے نہ استفسار۔ گھر سے ذبح کرانے کو لائے۔ جب بنی ہاشم کی باری آئی۔ سب سے پہلے آپؑ نے علی اکبرؑ ہی سے فرمایا۔ "یَا بُنَیَّ تَقَدَّمْ" بیٹے بڑھو۔ میدان کو جاؤ۔ سید بن طاؤس اپنی کتاب "لہوف" میں اور ابن اثیر "کامل" میں اور دیگر محدثین و مورخین فریقین لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ الاکبرؑ علیؑ بن الحسینؑ خاندانِ بنی ہاشم میں سب سے پہلے شہید ہیں۔ اور زیارت ناجیہ مقدسہ سے بھی یہی ثابت ہے۔ "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَوَّلَ قَتِیْلٍ مِنْ نَسْلِ خَیْرِ سَلِیْلٍ مِنْ سُلَالَةِ اِبْرَاهِیْمَ الْخَلِیْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْكَ وَعَلٰى اَبِیْكَ" اور ابو الفرج نے بھی "مقاتل الطالبین" میں یہی لکھا ہے۔ "اَوَّلُ قَتِیْلٍ مِنْ وُلْدِ اَبِیْ طَالِبٍ مَعَ الْحُسَیْنِ اِبْنُهٗ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَیُكَنّٰى اَبَا الْحَسَنِ وَاُمُّهٗ لَیْلٰى بِنْتِ

مُرّۃ" یعنی اولاد ابی طالبؑ میں سے حسین علیہ السلام کے ساتھ پہلا شہید ہونے والا ان کا فرزند (علی الاکبرؑ) ہے۔ جس کی کنیت ابوالحسنؑ اور والدہ لیلی بنت مرہ ہیں۔

غرض امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے فرزند کو تبرکات نبوت و امامت سے مزین کر کے میدان کو بھیجا۔ اور وقت روانگی آپ پیچھے پیچھے اسی طرح جاتے تھے۔ جس طرح حاجی گوسفند قربانی کو قربان گاہ میں لے جاتے ہیں۔ اور فرماتے تھے۔ "اَللّٰھُمَّ اَشْھَدُ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ فَقَدْ بَرَزَ اِلَیْھِمْ غُلَامٌ اَشْبَہُ النَّاسِ خَلْقًا وَخُلْقًا وَمَنْطِقًا بِرَسُوْلِکَ کُنَّا اِذَا اشْتَقْنَا اِلٰی نَبِیِّکَ نَظَرْنَا اِلٰی وَجْھِہٖ الخ" بارالٰہا تو اس قوم پر گواہ رہنا۔ کہ اب ان کی طرف جہاد کو وہ فرزند رسولؐ نکلا ہے۔ جو خلق و خلق و رفتار و گفتار میں تمام لوگوں کی نسبت تیرے رسول ﷺ سے زیادہ مشابہ ہے۔ خداوندا جب ہم تیرے نبی ﷺ کے مشتاق ہوتے تھے۔ تو اس کے چہرے کو دیکھ لیتے تھے۔ پروردگارا اپنی رحمت ان سے قطع کر۔ اور تبرکات زمین سے محروم رکھ۔ اور اُن کو پراگندہ کر۔ اور حکام کو ان سے خوش نہ رکھ۔ کہ اُنہوں نے اوّل ہم کو بلایا۔ اور جب ہم آئے۔ تو ہم پر تلواریں لے کر چڑھ آئے۔ اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔" (سورہ آل عمران: ۳۳۔۳۴) اِس سے مطلب حضرتؑ کا یہ تھا۔ کہ بندگانِ مصطفیٰ امت محمدیؐ میں ہم ذریت رسولؐ ہیں۔ اور یہ جوان شبیہ پیغمبرؐ اسی سلسلہ برگزیدہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اسی سلسلہ سے ہے۔ جس کی صورت کو خاک میں ملایا جارہا ہے۔

جناب علی اکبرؑ نے لشکر کفار پر حملہ کیا۔ اور ایک سو بیس ناریوں کو فی النار کیا۔ مگر پیاس کی شدت سے پدر بزرگوار کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ "یَا اَبَتِ الْعَطَشُ قَدْ قَتَلَنِیْ وَثِقْلُ الْحَدِیْدِ اَجْھَدَنِیْ فَھَلْ اِلٰی شَرْبَۃٍ مِنَ الْمَآءِ سَبِیْلٌ۔" اے پدر بزرگوار تشنگی نے مجھے پھونک دیا۔ اور اسلحہ کی گرانی نے سخت تکلیف دے رکھی ہے۔ کیا ممکن ہے۔ کہ مجھے ایک گھونٹ پانی پلائیں؟ فرمایا اے فرزند تمہارے جد رسولؐ مختار اور حیدرؑ کرار اور مجھ پر سخت گراں ہے کہ تو مدد چاہے اور وہ مدد نہ دے سکیں۔ اور زبان علی اکبرؑ دہن مبارک میں لے کر چوسی۔ اور انگشتر مبارک عطاء کی۔ اور فرمایا۔ واپس جاؤ۔ تمہارے نانا تمہیں ایسا سیراب کریں گے۔ کہ پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔ علی اکبرؑ پھر میدان کارزار میں تشریف لے گئے۔ بعد رجز خوانی کفار پر حملہ کیا۔ اور ساٹھ ملاعین کو واصل جہنم کیا۔ منقذ بن مرہ ملعون نے آگے آکر ایک ضرب شمشیر ایسی لگائی۔ کہ سر مبارک شگافتہ ہوگیا۔ گھوڑے کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے۔ اور وہ لشکر میں لئے پھرتا تھا۔ اور دشمن چاروں طرف سے حملہ کرتے تھے۔ اور جب پشت زین سے زمین پر تشریف لائے۔ تو چاروں طرف تلوار لیکر ٹوٹ پڑے۔ "وَقَطَعُوْہُ بِاَسْیَافِھِمْ اِرْبًا اِرْبًا" اور تلواروں سے جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ آواز دی یَا اَبَتَاہُ ھٰذَا جَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَدْ سَقَانِیْ بِکَاسِہِ الْاَوْفٰی شَرْبَۃً لَا اَظْمَاءُ بَعْدَھَا۔ یہ میرے جد امجدؐ نے اپنا بھرا ہوا پیالہ مجھے پلادیا۔ کہ پھر کبھی تشنہ نہ ہوں گا۔ حضرتؑ دوڑے آئے اور لاش علی اکبرؑ پر پہنچے۔ روتے تھے اور فرماتے تھے۔ "یَا بُنَیَّ قَتَلَ اللّٰہُ قَوْمًا قَتَلُوْکَ مَا اَجْرَاَھُمْ عَلَی اللّٰہِ وَعَلٰی

اِنْتِهَاكِ حُرْمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَاءُ" اے فرزند خدا انہیں قتل کرے جنہوں نے تجھے قتل کیا۔ یہ لوگ معصیت خدا و ہتک حرمت رسول اللہؐ پر کیسے جری و دلیر ہیں۔ اے فرزند تمہارے بعد دُنیا پر خاک ہے۔ کاش اب میں زندہ نہ رہوں۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے۔ کہ ایک عورت خیمہ گاہ سے نکلی۔ "كَاَنَّهَا شَمْسٌ طَالِعَةٌ" گویا کہ آفتاب عالمتاب نے مشرق سے طلوع کیا۔ وہ روتی تھی اور فریاد کرتی تھی۔ "يَا اُخَيَّاهُ يَابْنَ اُخَيَّاهُ يَا حَبِيْبَاهُ يَا ثَمْرَةَ فُؤَادَاهُ يَا نُوْرَ عَيْنَاهُ" اے میرے پیارے۔ اے میرے پیارے بھتیجے۔ اے میرے دل کے چین اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ اور آ کر لاش علی اکبرؑ سے لپٹ کر رونے لگی۔ میں نے دریافت کیا۔ یہ بی بی کون ہے؟ کہا کہ "زَيْنَبُ بِنْتِ عَلِيٍّ" یہ زینبؑ دختر علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ امام مظلومؑ نے جو یہ دیکھا۔ فرزند کی لاش سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بہن کا ہاتھ پکڑ کر لے گئے۔ اور خیام میں پہنچا آئے۔ یہ گوارا نہ تھا کہ حسینؑ زندہ ہوں۔ اور فاطمہؑ کی بیٹی سر برہنہ میدان میں آئے۔ اور جوانانِ ہاشمی لاش علی اکبرؑ کو اُٹھا کر خیمہ شہداء میں لے گئے۔ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" (سورہ بقرہ:۱۵۶)

غرض حسینؑ افضل الصابرین ہے۔ اور صبر حسینؑ افضل تریں صبر ہے۔ اور یہی صبر دلیل امامت شناخت امام ہے۔ یہ صبر صبر محمدیؐ ہے۔ اور حسینؑ آئینہ رخسار نبویؐ۔ "ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ" (سورہ آل عمران:۳۴)

اِس صبر کے عوض میں حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین چیزیں انعام میں پائیں۔ "اَلشِّفَاءُ فِيْ تُرْبَتِهٖ وَاِجَابَةُ الدُّعَاءِ تَحْتَ قُبَّتِهٖ وَالْاِمَامَةُ فِيْ ذُرِّيَّتِهٖ" آپ کی خاک خاک شفاء بنی۔ اور قبر حسینؑ محل اجابت دُعا۔ اور ذریت و اولادِ حسینؑ آئمہ ہدیٰ۔

حضرتؑ ہی کی اولاد سے تمام آئمہؑ ہیں تا حضرت خاتم الائمہؑ۔ مہدی آخر الزمانؑ موجود ہے۔ آپؑ کے بعد آپؑ کے فرزند علی ابن الحسینؑ جو سیّد الساجدینؑ و زین العابدینؑ کے نام سے معروف ہیں۔ امام خلق و جانشین رسولؐ قرار پائے۔ اور اور معیار شناخت و امامت ان میں بدرجہ اتم موجود۔ بلکہ سیّد الساجدینؑ و زین العابدین علیہ السلام کا صبر بعض اعتبارات سے امام حسینؑ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ ابھی بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ حضرت زینبؑ خاتون صدمہ علی اکبرؑ میں خیمہ گاہ سے باہر نکل آئی تھیں۔ امامؑ کو گوارا نہ ہوا۔ کہ ان کے سامنے ان کی بہن میدان میں آئے۔ فوراً خیمہ گاہ میں پہنچا دیا۔ مگر تصور کیجئے۔ صبر حضرت زین العابدینؑ کا۔ کہ اُنہوں نے کیا کیا دیکھا۔ مسند رسولؐ جلتی دیکھی۔ ذریت رسول لٹتی دیکھی۔ ماں بہن کے سروں سے چادریں چھنتی دیکھیں۔ چھوٹی بہن کے کان زخمی اور گوشوارے چھنتے دیکھے۔ اِن بیبیوں کی پشتیں نوکِ نیزہ سے زخمی دیکھیں۔ طوق و زنجیر میں گرفتار ہو کر ماں بہنوں کے قافلے کے قافلہ سالار بنے۔ کربلا سے کوفہ کوفہ سے شام اور شام سے مدینہ گئے۔ بازاروں میں پھرائے گئے۔ دربار یزید میں ماں بہنوں کے ساتھ گئے۔ اور وہ کچھ دیکھا۔ جو کسی نے نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ جب آپ سے کوئی

دریافت کرتا تھا۔ کہ آپ پر سب سے زیادہ ظلم کہاں ہوا۔ سب سے بڑی مصیبت کونسی ہے۔ تو فرماتے۔ "اَلشَّام" "اَلشَّام" "اَلشَّام" مگر واہ رے صبر ذرا بھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے۔ کوئی تاریخ شہادت میں دے سکتی۔ کہ علیؑ ابن الحسینؑ نے کسی موقع پر شکایت کی ہو۔ یا رفع تکلیف کی بھی دُعا فرمائی ہو۔ یہی صبر شناخت امامت ہے۔ اوران کے علم کی بابت ان کا دشمن و دشمن خدا اور رسولؐ یزید پلید خود اقرار کرتا ہے۔ چنانچہ جس وقت حضرتؑ نے بعد اجازت یزید پلید خطبہ مشورہ پڑھا۔ "اَنَا ابْنُ مَكَّةَ وَمِنٰى اَنَا ابْنُ زَمْزَمَ وَصَفَا الخ" تو یزید نے حاضرین کے اعتراض پر کہ ان کو کیوں نہیں اجازت دیتا اور خطبہ کیوں نہیں پڑھنے دیتا۔ کہا۔ "اِنَّهُمْ قَدْزُقُّوْالْعِلْمَ زَقًّا" یعنی ان اہل بیتؑ نبوت کی گھٹی میں علم داخل ہے۔ اور علم ساتھ لے کر آتے ہیں۔ ان کے بعد ان کے فرزند محمدؑ بن علیؑ الباقرؑ امام ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ "وَلَدَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا اَعْلَمُ عِلْمَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" جنا مجھ کو رسول خداؐ نے درانحالیکہ میں علم ما کان و ما یکون روز قیامت تک گذشتہ و آئندہ کی باتوں کا عالم تھا۔ وعلیٰ ہذا القیاس دیگر آئمہ علیہم السلام۔ ان کے علوم کی طرف انشاء اللہ دوسری جلد میں اشارہ کیا جائے گا۔ چنانچہ جب علم مقام ظہور پر پہنچے گا۔ یعنی زمانہ ظہور قائم آل محمدؐ ہوگا۔ تو تمام علوم وفنون درجہ کمال پر پہنچ جائیں گے۔ اور جس کے سر پر حضرتؑ ہاتھ پھیر دیں گے۔ عالم ہو جائے گا۔ "وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا" (سورہ الزمر:۶۹) زمین اپنے مربی کے نور سے چمک اُٹھے گی۔ "فَهُمْ خُلَفَآءُ اللّٰهِ فِىْ اَرْضِهٖ وَحُجَجُ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِىْ بِلَادِهٖ عَجَّلَ اللّٰهُ فَرَجَهُمْ وَسَهَّلَ مَخْرَجَهُمْ"۔

تتمہ

ثابت ہو چکا ہے۔ کہ دلیل صداقت دلیل ذاتی داخلی ہے نہ خارجی۔ دلیل خارجی سے کبھی حق ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور اجماع وشوریٰ وغلبہ تمام دلائل خارجیہ ہیں۔ اور اسی طرح نص غیر خدا ومنصوص من اللہ۔ جب یہ دلائل حقیت وصداقت قرار دی گئیں۔ حق پوشیدہ ہوگیا۔ اور حق وباطل میں تمیز اُٹھ گئی۔ اور یزید جیسا فاسق وفاجر ومنکر نبوت خاتم النبیینؐ خلیفہ وجانشین وقائم مقام رسولؐ اور امام خلق کہلایا۔ کیونکہ اس میں یہ تمام دلیلیں جمع تھیں۔ اجماع بھی تھا۔ شوریٰ بھی تھا۔ باپ کی نص بھی تھی اور غلبہ وسلطنت بھی تھی۔ جب ان میں سے ایک دلیل مستقل دلیل صداقت وامامت وخلافت ہوسکتی ہے۔ تو چاروں تو بدرجہ اتم دلیل حقانیت ہوں گی۔ اور اس لئے یزید پلید افضل خلفاء الراشدین خاتم النبیینؐ واکمل آئمہ دین ہوگا۔ حالانکہ وہ ضد ونقیض جناب محمد مصطفےٰ تھا۔ وہ جنابؐ اوّل المسلمین والمومنین تھے۔ اور وہ پلید اوّل الکافرین والمشرکین وافضل المنافقین والملحدین۔ وہ اوّل العابدین۔ یہ اکمل العاصین والفاسقین والفاجرین۔ وہؐ عین ایمان وحقیقت اسلام تھے۔ اور یہ ملعون منکر خدا ونبوت خیر الانامؐ۔ جیسا کہ خود اس کے اشعار سے ظاہر ہے۔

"لَعِبَتْ بَنُوْ هَاشِمٍ بِالْمُلْكِ فَلَا خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحْيٌ نَزَلْ"

(بنی ہاشم نے بادشاہت کا ایک کھیل بنایا ہوا تھا۔ نہ کوئی خبر آسمانی آئی تھی۔ اور وحی نازل ہوئی تھی)۔ اور اس کے افعال واعمال شنیعہ قبیحہ وفاحشہ سے ثابت وواضح ہے۔ محرمات ابدیہ سے نکاح کی اجازت دے دی تھی۔ شراب خواری وزناء علی الاعلان ہوتا تھا۔ بعد قتل فرزند رسولؐ مدینہ نبویؐ اسی کے حکم سے تباہ کیا گیا۔ مسجد نبویؐ میں گھوڑے بندھے۔ تین دن تک نمازی مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے سے محروم رہے۔ اور مسجد نبویؐ پلید وپیشاب سے پُر۔ مہاجرین وانصار کی بیویاں وبیٹیاں لشکر پر مباح کر دی گئیں۔ تین سو باکرہ لڑکیوں کی عفت لوٹی گئی۔ تقریباً ستر قریش اور ستر انصار اور بعض روایات کے موافق سات سو مہاجرین وانصار قتل ہوئے۔ اور عام مقتولین کی تعداد چار ہزار سے دس ہزار تک ہے۔ بعد ازاں خانہ کعبہ تباہ کیا گیا۔ بیت اللہ کو منجنیق لگا کر مسمار کیا۔ چنانچہ بعد موت یزید جب حصین بن نمبر نے جو یزید کے لشکر کا ایک افسر تھا عبداللہ ابن الزبیر کے پاس قاصد بھیجا۔ کہ ہمیں طواف خانہ کعبہ کی اجازت دو۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ کیا تم نے سوائے اینٹ پتھروں کے خانہ کعبہ سے کچھ باقی چھوڑا ہے؟ پردے وغلاف کعبہ بھی جلا دیا گیا تھا۔ جیسا کہ اکثر تواریخ مثلاً تاریخ ابن قتیبہ وغیرہ میں مروی رہے۔ اُردو داں حضرات اس کا خلاصہ "ضمیمہ سر الشہادتین" میں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ افعال یزیدی جو اس کے کفر وشرک ونفاق وفسق وفجور پر دلیل بین ہیں۔ اور یہ دلائل وجود یہ اس کے اکفر الکافرین والحد الملحدین واوّل المنکرین ہونے پر دال ہیں۔ اور دلائل خارجیہ اس کو افضل خلفائے راشدین ثابت کرتی ہیں۔ جو ان دلائل کو دلائل اثبات حقیقت جانتا ہے۔ وہ

کبھی خلافت وامامت یزید کا انکار نہیں کر سکتا۔ اور اگر انکار کرے۔ تو اس کو خلافت سابقہ سے ضرور انکار کرنا ہوگا۔ کیونکہ یہاں چاروں دلیلیں جمع ہیں۔ اور وہاں صرف ایک ایک۔ اور جو وقوع واقعہ کو دلیل حقیت و فعل خدا اور خدا کا کام بتلاتا ہے۔ وہ ضرور ان فواحش وفسق وفجور یزیدی اور اس کے خلیفہ بن جانے کو بھی دلیل صداقت اور فعل خدا سمجھے گا۔ اور اہل بصیرت پر اس کی شناخت وقباحت وقاحت ظاہر و باہر ہے۔ سچ ہے۔

خشت اوّل چوں نہد معمار کج تا ثریا میرود دیوار کج

اہل انصاف اور اہل دیانت کو اختیار ہے۔ کہ نمونہ اوصافِ محمدیؐ و آئینہ جمالِ احمدی حسینؑ بن علیؑ جیسے کو امام اور خلیفہ رسولؐ جانیں یا یزید جیسے فاسق و فاجر کو۔ "اَفَمَنْ یَّهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْٓ اِلَّآ اَنْ یُّهْدٰی فَمَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ۔" (سورہ یونس: ۳۵) کیا وہ شخص مستحق اطاعت واتباع ہے جو راہِ حق کی ہدایت کرتا ہے؟ یا وہ جو خود ہدایت یافتہ نہیں ہے۔ بلکہ محتاج ہدایت ہے (بلکہ ہدایت کرنے سے ہدایت نہیں پاتا۔ بلکہ اُن آئمہ میں سے ہے۔ جو "یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ" (سورہ بقرہ: ۲۲۱) ہیں، پس تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ ایسا حکم کرتے ہو۔

معیارِ خلافت وہی ہے۔ جو ہم نے ثابت کیا ہے۔ اور دلیل صداقت وہ ہے۔ جو ہم نے لکھی ہے۔ "وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ" اور امام حسینؑ اسی واسطے شہید ہوئے۔ اور یہی اصل علت شہادت ہے۔ کہ حق و باطل میں تمیز نہ رہی تھی۔ دلائل باطلہ دلائل حقہ سمجھی جاتی تھیں۔ باطل کو حق کہا جاتا تھا۔ صدق و کذب میں تمیز مشکل بلکہ محال ہوگئی تھی۔ حسینؑ نے عملاً ثابت کر دیا۔ کہ یہ دلائل دلائل حقہ نہیں ہیں۔ اور یہ مثبت حقیت نہیں ہوسکتیں۔ دلائل حقہ وہی ہیں۔ جو دلائل داخلیہ وآثار وجودیہ ہیں۔ اور تمام اوصافِ محمدیؐ کو ظاہر فرما کر دکھلا دیا۔ کہ وہ دلائل مجھ کو موجود ہیں۔ اور اوصافِ محمدیؐ کا میں ہی آئینہ ہوں۔ اور خلیفہ رسول آئینہ اوصافِ رسولؐ ہوتا ہے۔

یزید جیسا شخص کبھی مستحق خلافت نہیں ہوسکتا۔ حسینؑ نے حق و باطل۔ کفر واسلام۔ نفاق و ایمان میں قیامت تک کے واسطے ایک آہنی تلوار قائم کر دی۔ ایک معیار خلافت وامامت وصداقت وحقانیت کا مجسمہ دُنیا کے آگے نصب کر دیا۔ جس کو کوئی قوت کوئی طاقت ہٹا نہیں سکتی۔ اگر حسینؑ اس مظلومیت اور اس مصیبت سے شہید نہ ہوتے۔ حق باطل سے مشتبہ اور صدق کذب سے مخلوط رہتا۔ باطل حق اور حق باطل سمجھا جاتا۔ اسلام حقیقی اور اسلام مصنوعی میں تمیز نہ رہتی۔ بلکہ کفر یزید کو اسلام سمجھا جاتا۔ اور دین خدا دُنیا سے نیست و نابود ہو جاتا۔ شجرۂ اسلام کو حسینؑ نے اپنے اور اپنے عزیزوں کے خون سے سینچا۔ اور سوکھنے سے بچایا۔ ورنہ یقیناً دُنیا میں "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہنے والا نظر نہ آتا۔ اگر ہوتا۔ تو یزیدی اسلام ہوتا۔ جس کو کوئی عقل تسلیم نہ کرتی۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ و دیں پناہ است حسینؑ
سرداد و نداد دست۔ در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

اوصافِ حسینؑ ظاہر کر رہے ہیں۔ اور اہل انصاف و اہل عقل مانتے ہیں۔ کہ حسین علیہ السلام نے کیا کام کیا ہے۔ اور جناب حسین علیہ السلام ملک دُنیا کی خاطر نہ لڑے تھے۔ بلکہ ملک دین کو قائم کرنا مدِ نظر تھا۔ کوئی احمق و سفیہ بھی اپنے اختیار و ارادے سے اپنے شیر خوار بچے تک ملک کی خاطر قربان نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ حسین علیہ السلام جیسا عالم و عارف و سیّد شباب اہل جنت فرزند رسول ﷺ ایسا کرے۔ چھ مہینے کے شیر خوار کی شہادت اور دختر علی علیہ السلام کی بے پردگی و سر برہنگی و اسیری ایسی آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن دلیلیں ہیں۔ جن کو کسی قسم کے شکوک وشبہات کا غبار گرد آلود نہیں کر سکتا۔ اور دامن عصمت حسینؑ پر ان کے ہوتے دھبہ نہیں آ سکتا۔ دشمنانِ ذریت رسول ﷺ خارجین و ناصبین کچھ کہا کریں۔ مگر حق پسند حق کو سمجھتے ہیں۔ اور حق کا اتباع کرتے ہیں۔ "وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ہ" "وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔" (سورہ شعراء: ۲۲۷)

نوٹ

الحمد للہ کہ اس کی توفیق و تائید سے ۱۶رشوال المکرم ۱۳۳۳ کو ۳۷ دن کے بعد یہ حصہ ختم ہوا۔ کیونکہ ۹ رمضان المبارک کو شروع کیا گیا تھا۔ جیسا کہ تمہید میں لکھا جا چکا ہے۔ آٹھ دن لکھنے کے البرہان کی ترتیب اور دیگر اشغال ضروریہ کی وجہ سے ۱۱رشوال تک ایک حرف لکھنے کی فرصت نہ ملی۔ اور اِس لحاظ سے اگر چہ اصلاً کُل بارہ دن اس کی تحریر میں صرف ہوئے ہیں۔ لیکن چونکہ ۹ رمضان اور ۱۶رشوال کو بھی چند گھنٹے اس کو دینے پڑے۔ اس لئے تیرہ دن ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ تیرھواں دن نہ ہوتا۔ تو میں اس کا عرف "اثنا عشریہ" قرار دیتا۔ البتہ اِس لحاظ سے کہ آئمہ اثنا عشر علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت و خلافت کا ذکر ہے۔ اب بھی "اثنا عشرہ" کہلا سکتا ہے۔

اوّل مرتبہ جلدی اور نیز انجمن مذکور میں بالفعل اِس سے بڑی کتاب چھاپنے کی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے جو بعض مضامین مجمل اور بعض جزئیات باقی رہ گئے تھے۔ اگر چہ معیارِ خلافت اصل خلافت کو بخوبی ثابت کر دیا تھا۔ الحمد للہ کہ اب نظر ثانی میں ان کی تفصیل کر دی گئی ہے۔ اور حصہ دوم میں ان کی تکمیل۔

خدا احباب کو مطالعہ اور عمل کی توفیق دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اِنَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ لَاسِیَّمَا عَلٰی خَاتِمِ النَّبِیِّیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ۔

العاصی السیّد محمد سبطین السرسوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ
أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ○ (سورۃ قصص آیت ۵)

الحمد للہ کہ دریں ایام بہیۃ واعوام سَنِیَّہ نسخہ شافیہ
وصحیفہ اور درخلافت وامامت موسوم بہ

خلافت الٰہیہ

حصہ دوم

مشتملبراصول دلائل ساطعہ وبراہین قاطعہ ونصوصات باہرۂ قرآنیہ
ازتصیف لطیف وتالیف منیف سلالۃ المصطفین جناب مولانا

السید محمد سبطین صانہ اللہ عن کل شین

گلستان زہرأ پبلیکیشنز 26 - ایبٹ روڈ لاہور - 54000

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ تَوَاضَعَ کُلُّ شَيْءٍ لِعَظْمَتِهٖ وَذَلَّ کُلُّ شَيْءٍ لِعِزَّتِهٖ وَاسْتَسْلَمَتِ الْخَلَائِقُ لِقُدْرَتِهٖ وَاتَّقَتِ الْاُمَمُ مِنْ خَشْیَّتِهٖ وَتَشَقَّقَتِ الْجِبَالُ مِنْ خِیْفَتِهٖ وَاسْتَشْهَدَ لِحُدُوْثِ الْاَشْیَاءِ عَلٰی اَزَلِیَّتِهٖ وَبِمَلُوْسِهَا بِهٖ مِنَ الْعِجْزِ عَلٰی قُدْرَتِهٖ وَقَهَرَ عِبَادِهٖ لِجَبَرُوْتِهٖ وَسَطْوَتِهٖ وَاصْطَنَعَ لِعِبَادِهِ الْمُصْطَفَیْنَ الْمُسْتَجِبِیْنَ لِنَبُوَّتِهٖ وَخِلَافَتِهٖ وَفَطَرَهُمْ عَلٰی عِلْمِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ وَتَفَضَّلَ عَلَیْهِمْ وَاٰیَتِهٖ فَاَحْمَدُهٗ اِخْلَاصًا بِوَحْدَانِیَّتِهٖ وَاَشْکُرُهٗ اِقْرَارًا بِنِعْمَتِهٖ وَاُثْنِیْ عَلَیْهِ اِسْلَامًا بِفَرْدَانِیَّةٍ اِسْتِسْلَامًا لِعِزَّتِهٖ وَاسْتِعْصَامًا مِنْ مَعْصِیَّتِهٖ وَاسْتِقَامًا لِنِعْمَتِهٖ غَیْرَ مَقْنُوْطٍ مِنْ رَحْمَتِهٖ وَلَا مَایُوْسٍ مِنْ مَغْفِرَتِهٖ وَلَا مُسْتَنْکِفٍ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَالصَّلٰوةُ الدَّائِمَةُ الْقَائِمَةُ الْمُتَزَائِدَةُ النَّامِیَةُ عَلٰی خَاصَّتِهٖ وَصَفْوَتِهٖ اَفْضَلُ بَرِیَّتِهٖ وَ اَوَّلُ خَلِیْقَةٍ وَمُظْهِرَ رَحْمَتِهٖ وَمَا لِكُ شَفَاعَتِهٖ وَمَحَلُّ مَشِیَّتِهٖ مُحَمَّدِنِ الْاَحْمَدِ الَّذِیْ اِخْتَصَّهٗ لِخَتْمِ رِسَالَتِهٖ وَنَبُوَّتِهٖ بَعَثَهٗ بِاَحْکَامِهٖ وَشَرِیْعَتِهٖ وَاَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِاِتْمَامِ نُوْرِهٖ وَتَتْمِیْمِ نِعْمَتِهٖ وَعَلٰی اَهْلِ بَیْتِهٖ وَاُسْرَتِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَسْرَتِهِ الَّذِیْنَ اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِنَفْسِهٖ وَاصْطَفَاهُمْ عَلٰی عِبَادِهٖ وَاَرْتَضٰهُمْ لِدِیْنِهٖ وَخَصَّهُمْ بِمَعْرِفَتِهٖ وَکَرَامَتِهٖ وَغَشِیَهُمْ بِرَحْمَتِهٖ وَرَبَّاهُمْ بِنِعْمَتِهٖ وَغَذَاهُمْ بِحِکْمَتِهٖ وَاَلْبَسَهُمْ نُوْرَهٗ وَرَفَعَهُمْ فِیْ مَلَکُوْتِهٖ وَحَفِظَهُمْ بِمَلَائِکَتِهٖ وَانْتَخَهُمْ لِوَلَایَتِهٖ وَاِمَامَتِهٖ فَهُمْ هَیَاکِلُ تَوْحِیْدِهٖ وَتَرَاجِمَةُ وَحْیِهٖ وَحُجَجُهٗ عَلٰی خَلْقِهٖ وَخُلَفَائُهٗ فِیْ اَرْضِهٖ لَاسِیَّمَا فَاتِحَةُ الْکِتَابِ خَاتِمَتُهٗ اٰیَةُ اللّٰهِ وَکَلِمَتُهٗ بَاءِ بَسْمَلَةِ الصُّحُفِ وَنُقْطَتُهٗ سِرُّاللّٰهِ فِی الْعَالَمِیْنَ وَخَزِیْنَتُهٗ عِلْمُهٗ وَبَابُ مَدِیْنَةٍ صِرَاطُ الْحَقِّ وَطَرِیْقَتُهٗ وَسَبِیْلُ اللّٰهِ لَا عَظِیْمَ حُجَّتَهٖ جَنْبُ اللّٰهِ وَوَجْهُهُ الْبَاقِیْ بَعْدَ خَلِیْقِهٖ وَعَیْنُ اللّٰهِ الْبَاصِرَةِ وَیَدُهُ الْبَاسِطَةِ وَاِمَامُهٗ بِهِ الْاِنْسَانُ یَوْمَ قِیَامَتِهٖ مَنْبَعُ الْعَجَائِبِ وَالْغَرَائِبِ وَمُظْهِرُ قُدْرَتِهٖ اَسَدُ اللّٰهِ الْغَالِبِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْطَالِبِ هِمُرِالرَّسُوْلِ وَاَخِیْهِ وَوَزِیْرِهٖ وَوَصِیِّهٖ خَلِیْفَتِهٖ صَاحِبُ دَعْوَتِهٖ وَبُرْهَانُ رِسَالَتِهٖ سَاقِیْ کَوْثَرِهٖ وَحَامِلُ رَایَتِهِ الَّذِیْ هُوَ مِنْهُ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَ نَبُوَّتِهٖ

تمہید۔

بعد حمد وثنائے الٰہی وصلوات رسالت پناہی آنک برادران ایمانی کو معلوم ہے کہ سال گذشتہ بعض احباب و بزرگان قوم کی فرمایش سے کتاب خلافت الٰہیہ لکھی گئی۔ چونکہ وقت بہت تنگ تھا اور فرصت نہایت کم اس لئے اکثر مطالب ضروریہ جو اس میں آنے چاہئیں تھے رہ گئے اور بعض مجمل اور اس لئے آخر کتاب میں وعدہ کیا گیا کہ اس کی

تکمیل دوسرے حصے سے کی جائے گی۔ خدا کے فضل اور اولیاء اللہؑ کی عنایت سے وہ کتاب مقبول ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں تمام نسخے نکل گئے اور فرمائشات برابر آ رہی ہیں۔ اس لئے بعض بزرگان قوم اور احباب خصوصاً ممبران ینگ مین جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور نے مجبور کیا کہ دوسرا حصہ اسی سال لکھوں۔ چونکہ وعدہ بھی تھا اور مطالب ضروریہ کا لکھا جانا بھی ضروری اور ان احباب کی فرمائش بھی پوری کرنی تھی۔ لہٰذا اور تمام کام ترک کرے خدا اور حجۃ اللہؑ کے بھروسہ پر یہ ارادہ کر لیا کہ مطالب مجملہ کی تفصیل وتشریح کر کے حصہ اول کو دوبارہ مکمل صورت میں شائع کر دیا جائے۔ اور باقی مقاصد ومطالب جو اس میں نہیں آئے ہیں ان کے دوسرے حصے کی صورت مکمل کیا جائے اور اسی سال ہدیہ مومنین کیا جائے مگر وقت اس سال اس سے کم ہے اور اسی پر فرصت کو قیاس کر لیجئے۔ سال گذشتہ اوائل رمضان المبارک میں لکھنا شروع کر دیا تھا اور کوئی دوسری کتاب لکھی بھی نہ تھی۔ صرف البرہان کی ترتیب اور مواعظ کی تصحیح تھی۔ اب ۱۸ شوال ہو چکی ہے اور یکم محرم الحرام تک اس کا شائع ہونا ضروری ہے ادھر طبیعت الصراط السوی فی احوال المہدی کی طرف لگی ہوئی ہے کہ وہ جلد تمام کو پہنچے ایسی صورت میں تکمیل تائید ایزدی اور انہیں نفوس مقدسہؑ کی توجہ پر موقوف ہے جن کی شان میں یہ لکھی جا رہی ہے اگر وہ چاہیں تو کچھ مشکل نہیں اور خدا قادر مطلق ہے۔ وَالسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ وَمُتَیَسِّرُ الْعَسِیْرِ عَلَیْہِ سَہْلٌ یَسِیْرٌ فَہُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔

مقدمہ

(الصراط المستقیم)

عدل الٰہی

قال اللہ تبارک وتعالیٰ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (سورہ نحل: ۹۰) بتحقیق کہ خدا امر کرتا ہے عدل۔ احسان اور ذوی القربیٰ کو دینے کا اور نہی فرماتا ہے امور فحش۔ مکروہ و نامناسب اور بغاوت و حد سے بڑھنے سے درانحالیکہ وہ نہیں نصیحت کرتا ہے کہ شاید تم عبرت پکڑو۔ اس آیہ مبارکہ میں (جو جامع ہے جملہ ضروریات تمدن و تدین و مبدأ و معاد کو۔ کیا بلحاظ اجتماع نوعی اور کیا باعتبار انفراد شخصی کیا بلحاظ عالم دنیا اور کیا باعتبار عالم آخرت) اول اول حکیم و علیم ازلی و ابدی اپنے تمام بندوں کو عدل کا امر فرماتا ہے اور یہ ضروری ہے کہ جس وقت وہ خود امر بالعدل فرماتا ہے تو خود اس کا امر بھی عدل پر مبنی ہو۔ یہ قطعاً ناممکن ہے کہ دوسروں کو عدل و عدالت کا حکم دے اور خود عدل نہ فرمائے۔ درانحالیکہ وہ خود دوسروں کو نصیحتاً فرماتا ہے "اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ" (سورہ البقرہ: ۴۴) جو لوگ دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے دوسروں کو نیکی کی ہدایت کرتے اور امر بالمعروف کرتے ہیں اور خود نیک نہیں بنتے ان کو بطور بیخ و سرزنش فرماتا ہے۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولے ہوئے ہو؟ اور اپنے نفسوں کی اصلاح نہیں کرتے اور ان کی نیکی کی ہدایت نہیں کرتے۔ یقینی و قطعی طور پر خدا آمر بالعدل ہے اور عامل بالعدل اور ضرور بالضرور اس کا ہر ایک امر مبنی بر عدل ہے۔ اور امر دو قسم کا ہے۔ ایک امر تکوینی دوسرا امر تکلیفی۔ امر تکوینی سے ایجاد و ابداع و اختراع و خلق اشیاء مراد ہے یعنی کہ ان کو عدم سے وجود میں لانا کما قال عزوجل۔ "وَاِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ" (سورہ یٰسین: ۸۲) اور سوائے اس کے نہیں ہے کہ بس امر خدا یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ اس کا کہنا اور حکم دینا ہمارے کہنے اور ہمارے حکم کی طرح نہیں ہے۔ بایں معنی کہ ہم ایک شخص کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں تو اول ہمارا ارادہ ہوتا ہے اور پھر اس ارادہ کی بنا پر نفس کو تحریک اور پھر زبان کو حرکت اور حرکت زبان سے ایک آواز خاص بکیفیت خاص نکلتی ہے اور وہ سنتا ہے اور اس کے بعد عمل کرتا ہے اس کو اختیار ہے خواہ وہ کرے خواہ نہ کرے بلکہ سر اللہ فی العالمین اس راز کو ان الفاظ میں کھولتے ہیں۔ "لَا بِصَوْتٍ يُسْمَعُ وَلَا بِنِدَاءٍ يُقْرَعُ بَلْ كَلَامُهٗ مُنْشَأٌ لَهٗ اِيْجَادُهٗ" یعنی امر خدا اور کلام خدا نہ تو کوئی آواز ہے جو سنائی دے اور نہ کوئی ندا ہے جو ہوا میں کھٹکا پیدا کرے بلکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا کلام عین ایجاد ہے اور ایک جگہ فرماتے ہیں۔ "بَلْ كَلَامُهٗ سُبْحَانَهٗ فِعْلُهٗ" یعنی اس کا کلام بس فعل ہی ہے۔ یعنی جہاں ارادہ باری تعالیٰ کسی شئے کی خلقت اور اس کے ایجاد کے متعلق ہوا وہ فوراً وجود میں آ گئی اس کے ارادہ

اور اس شئے کے وجود میں آنے میں کوئی فاصلہ نہیں ہوتا بلکہ تعلق ارادہ اور وجود شئے ایک آن میں ہوتے ہیں۔ اگر وہ شئے عالم امری سے ہے تو بصورت مکمل فوراً وجود میں آجاتی ہے اور اگر عالم خلقی سے ہے تو فوراً وجود اولی میں آکر نشوونما شروع کردیتی ہے۔ اور درجہ بدرجہ مقام کمال ذاتی پر پہنچ جاتی ہے۔ اور پھر کمال صفاتی پر "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ" (سورہ اعراف:۵۴)"، خلق وامر دونوں اسی کے لیے ہیں۔ ہاں اس کی مثال ہمارے وجود میں بھی موجود ہے اور کیوں نہ ہو درانحالیکہ وہ اصدق الصادقین خود فرماتا ہے۔ " وَفِي الْاَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ وَفِي اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُونَ" (سورہ الذاریات:۲۰-۲۱) اہل ایمان وایقان کے لئے زمین میں ہماری بہت سی نشانیاں ہیں بس کیا تم نہیں دیکھتے اور بصیرت سے کام نہیں لیتے ہو۔ اس لئے ہم اپنے نفسوں میں غور کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ وہ چیز جو ہمارے تمام جسم پر اور ہر ہر عضو اور قوت وطاقت پر حاوی ہے اور اس پر احاطہ تدبیر وتصرف رکھتی ہے اس کا حکم اور امر اسی طور سے اس کی ساری مملکت وسلطنت میں جاری وساری ہے حالانکہ نہ ہمیں اس کا محل ومقام معلوم ہے اور نہ اس کو دیکھتے ہیں لیکن اس کے آثار اور اس کے تصرفات کو نہایت جلی اور واضح صورت میں دیکھتے ہیں جس کا انکار ممکن ہی نہیں۔ جس وقت وہ ارادہ کرتی ہے کہ دیکھے اس کے ارادہ کرتے ہی آنکھ دیکھنے لگ جاتی ہے اور اگر وہ ارادہ کرے کہ وہ چلئے یہ ارادہ ہوتے ہی پیر چلنے لگتے ہیں اور اگر وہ چاہے کہ ہاتھ حرکت کرے۔ حرکت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اگر وہ چاہے کہ سنے فوراً کان سننے لگ جاتے ہیں۔ اور اس کو ہر شخص مشاہدہ اور محسوس کرتا ہے کہ اس شئے یعنی روح عقلانی یا نفس ناطقہ انسان کے ارادے اور ان اشیاء کے وجود میں آنے میں کوئی فاصلہ نہیں ہوتا ایک آن میں ہوتے ہیں اور ممکن ہی نہیں کہ وہ روح انسانی ارادہ دیکھنے کا کرے اور آنکھ نہ دیکھے یہ ارادہ چلنے کا کرے اور پاؤں نہ چلے۔ اسی طرح ارادہ باری تعالیٰ تمام عالم امکان میں عرش سے فرش تک جاری وساری ہے اور کوئی شئے اس کے ارادہ سے تخلف نہیں کرسکتی۔

خدا اور امر تکلیفی کی مثال یہ ہے جیسے کہ خدا مکلفیں کو حکم دیتا ہے۔ "اَقِيمُوا الصَّلٰوةَ"، نماز قائم کرو۔ "آتُوا الزَّكٰوةَ" (سورہ بقرہ:۴۳) زکوٰۃ ادا کرو۔ اس میں مکلف اور مامور اور محکوم کو اختیار ہے کہ وہ پورا کرے یا نہ کرے۔ اور اسی وجہ سے بہت سے لوگ ہیں جو نماز نہیں پڑھتے، زکوٰۃ نہیں دیتے۔ حالانکہ ان کو بنایا ہی اسی لئے ہے۔ "مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُونِ" اور اسی سے جزا وسزا متعلق ہے جو اس کے امر کو پورا کرے گا جزا پائے گا جو نہ کرے گا سزا کا مستحق ہوگا۔ "وَقَالَ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوا اِلَّا اِيَّاهُ" (سورہ یوسف:۴۰) اس نے امر کیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ مگر بہت سے لوگ اس امر کی تعمیل نہیں کرتے۔ کیونکہ خدا نے ان کو اپنے فعلوں کا مختار بنایا ہے اور اسی اختیار وارادے پر ثواب وعذاب کو موقوف رکھا ہے اگر ایسا نہ کرتا تو سب مجبور ہوتے اور کسی فعل یا ترک فعل پر مدح وذم اور سزا وجزا کے مستحق نہ ہوتے۔ اور ایک امر یعنی نقل وکار ہے۔ "كَمَا قَالَ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ" (سورہ سجدہ:۵) زمین سے آسمان تک جملہ کاموں کا انجام دینے والا اور ان کی تدبیر کرنے والا خداوند واجب الوجود قادر مطلق مختار ہی ہے۔ پس وہی صاحب امر تکوینی و تکلیفی اور تدبیری ہے۔ "وَلِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ" (سورہ انعام:۴) "وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهُ" (سورہ ھود:۱۲۳) مرجع و مآب

جمیع امور وہی ہے۔ "وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ" (سورہ یونس:۳۱) اور کون ہے جو تدبیر وتصرف عالم امکان پر قادر ہے؟

اور معلوم ہو چکا ہے کہ امر الٰہی ضرور مبنی بر عدل رہے تو ضرور امر تکوینی مبنی بر عدل ہے امر تکلیفی مبنی بر عدل ہے امر تدبیری مبنی بر عدل ہے۔ "وَھُوَالْعَدْلُ الَّذِیْ لَا یَجُوْرُ" اور وہ ذات پاک وہ عدل مطلق ہے کہ اس کے کسی امر میں حد عدل سے تجاوز نہیں ہوتا۔

عدل در امر تکوینی

یہاں سے ثابت ہے کہ تکوین وایجاد وخلقت تمام اشیاء عدل پر مبنی ہے اور ظاہر وباہر ہے کہ مثلاً خداوند عالم نے اس عالم اجسام کو اجزاء فردیہ مادیہ سے خلق کیا ہے اگر وہ ان اجزاء میں عدل قائم نہ کرتا ہرگز کوئی جسم کروی وغیر کروی صورت قبول نہ کرتا۔ خاک، باد، آب، آتش، تمام اجسام ہیں اور مختلف اجزاء سے مرکب ہیں۔ لیکن اس علیم وحکیم وقدیر ازاں نے ان کی ترکیب میں وہ صورت عدلی قائم کی ہے کہ عام عقول یہ بھی ادراک نہیں کرسکتیں کہ یہ مرکب ہیں یا بسیط۔ اور لاکھوں برس سے اسی صورت ترکیبی میں باقی وقائم ہیں۔ اور وہ اجسام جو ان عناصر متضادہ متبائنہ سے مرکب ہیں مثل نبات وحیوان وجسم انسان اگر ان میں خدا صورت عدلی قائم نہ کرتا اور ان میں ایک ہیئت عدلیہ واتحادیہ پیدا نہ کرتا تو ممکن نہ تھا کہ صورت پذیر ہوتے یا باقی رہ سکتے۔ پانی۔ آگ کو سرد اور خاک پانی کو جذب کر دیتی ہوا پانی کو اڑا کر خشک کر دیتی اور آگ سب کو خاکستر بنا دیتی جس کو غلبہ ہوتا دوسروں کو فنا کر دیتا ان کی ترکیب ان کی صورت اُن کی شکل اور ان کی بقا اسی عدل الٰہی پر مبنی ہے اور اسی کی طرف اس آیہ مبارکہ میں اشارہ کیا ہے۔ "یٰۤاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّاشَآءَ رَکَّبَکَ" اے انسان تجھ کو کس چیز نے مغرور کر دیا ہے اور دھوکا دیا ہے اس اپنے پروردگار کی بابت جو کریم مطلق ہے (اور محض اپنے لطف وکرم وجود سے تجھے وجود دیا ہے) جس نے تجھے بنایا اور تیرے اعضاء وجوارح کو مناسب مقامات پر لگایا۔ اور درست کیا اور تیری تعدیل کی تمام مواد واخلاط وعناصر واجزاء میں صورت وہیئت عدلی پیدا کی اور پھر تجھ کو جو صورت شخصی مناسب جانی دی۔

یقیناً خلقت انسانی مبنی بر عدل الٰہی ہے۔ اور اگر یہ عدل نہ ہوتا ممکن نہ تھا کہ انسان وجود میں آتا۔ اور اب بھی مشاہد ومحسوس ہے اور حکماء واطبا خوب جانتے ہیں کہ جہاں انسان کی یہ حالت عدلی خراب ہوئی اور اعتدال مزاجی بگڑا۔ کسی عنصر یا کسی خلط نے حد اعتدال ومقام عدل سے تجاوز کیا اور اس کو غلبہ ہوا موت واقع ہو جاتی ہے۔ اور نہیں ہے موت مگر یہی اخلاط۔ جن کو خدا نے قبل حیات خلق کیا ہے۔ "خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ" (سورہ الملک:۲) اس نے موت اور حیات کو خلق کیا ہے۔ اس حالت کے وقت بحکم القابض مظہر قبض ملک الموت روح کو قبض کر لیتا ہے اور جسم فنا ہو جاتا ہے "فَتَاَمَّلْ فِیْہِ غَایَۃَ التَّاَمُّلْ" اور یہی حال اجسام ومرکبات کا ہے اور اسی طرح سے مخلوقات ملکوتی وقدوسی کی تکوین وایجاد عدل پر مبنی ہے۔ اور اسی طرح اُن کا قیام اور بقاء۔ اور اسی طور سے صورت اجتماعی اور ہیئت مجموعی تمام عالم امکان کی عدل پر موقوف ومبنی۔ خداوند عالم نے اس فضاء بسیط ووسیع میں لاکھوں بلکہ کروڑوں کُرے

پیدا کیے ہیں۔ آج تک ایک خاص نظام کی حالت میں قائم ہیں اور حرکت کر رہے ہیں اور ان کے نظام میں فرق نہیں آیا اگر ان کے نظام میں واقعی فرق آئے تو یہ سب درہم و برہم ہو جائیں۔ ان کُروں میں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ قائم کرنے اور اس سے ایک خاص ہیئت اور خاص فاصلے اور ترتیب پر منظّم و منتظم رکھنے والے اپنے اپنے مراکز و مقامات و مدارات اور محوروں سے ہٹنے نہ دینے والی کون چیز ہے؟ کونسا علم جرثقیل کا مسئلہ ہے جو ایک جسم میں ایک آن واحد میں دو متضاد کششیں کشش دفع و کشش جذب پیدا کر دے۔ جیسا کہ ان کُروں میں پائی جاتی ہے کہ ہر ایک کُرہ دوسرے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور پھر دفع بھی کرتا ہے اور اسی وجہ سے ہر ایک اپنے اپنے مقام پر قائم و باقی ہے ورنہ جو بڑا ہوتا اور جس کی کشش زیادہ ہوتی وہ دوسرے کو کھینچ کر اپنے میں جذب کر لیتا چنانچہ آج کل کے معمار و فلاسفر اجزاء فردیہ میں کشش اور حرکت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں۔ ہر ایک جز دوسرے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور جذب کرتا ہے اور ہر ایک قوی جز ضعیف کو فنا کرتا جاتا ہے۔ اور اس طرح سے اجزاء آپس میں مل مل کر اور اکٹھے ہو ہو کر جسم بن جاتا ہے۔ ان سب کو آپس میں منضبط اور منظّم و منتظم و مرتب رکھنے والا اور اُن کے نظام حرکت و دور کو قائم رکھنے والا وہی عدل مطلق ہے۔ اور اسی کی بابت فرماتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا" (سورہ الفاطر: ۴۱) (ملائکہ) بیشک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو اپنی اپنی جگہ تھامے ہوئے ہے کہ وہ ہٹنے نہ پائیں پانی پر زمین کا وجود اور فضاء میں آسمانی کُروں کا وجود اسی عدل تکوینی پر مبنی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو نہ زمین ٹھہر سکے اور نہ آسمان ولذا قال۔ "اِنۡ اَمۡسَکَھُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِہٖ" اگر یہ اپنے مقام سے ہٹنا چاہیں اور خدا اس صورت عدلی کو ان میں باقی نہ رکھے اور ان کی ہیئت اعتدالی زائل ہو جائے تو پھر بعد اس کے کون ہے؟ جو ان کو اپنی جگہ قائم رکھ سکے اور روک سکے۔ ہرگز کوئی ایسا نہیں ہے۔ اور اس واسطے اس کی تفسیر میں تفسیر و تفصیل عالم امکان و مظہر عدل نے فرمایا ہے۔ "وَبِعَدۡلِہٖ قَامَتِ السَّمٰوٰتُ" آسمان اس کے عدل ہی سے قائم ہیں۔ وقال تبارک وتعالیٰ۔ "اَللّٰہُ الَّذِیۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَھَا" (سورہ الرعد: ۲) وہی تو اللہ ہے جس نے آسمان کو بغیر ایسے ستونوں کے بلند کیا ہے جن کو تم دیکھ سکو۔ وہ ستون ہرگز دیکھنے میں نہیں آسکتے کیونکہ وہ اس ذات غیر مرئی کے عدل پر قائم ہیں جن کو کوئی آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ "لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ وَھُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ وَھُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ" (سورہ انعام: ۱۰۳) اس ذات لطیف و خبیر کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں اور وہ سب آنکھوں کو دیکھ لیتا ہے۔ اور وہ ستون و ارکان زمین و آسمان بظاہر عدل رحمٰن وہیاکل توحید خداوند منان نہیں صلی اللہ علیہم اجمعین کون شئے ہے جو فضاء بسیط اور ہوائے لطیف میں جس میں وزن نہیں ہے۔ وزن دار پرندوں کو روکے رہتی ہے۔ "اَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیۡ جَوِّ السَّمَآءِ مَا یُمۡسِکُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ" (سورہ النحل: ۷۹) کیا انہوں نے پرندوں کو فضائے آسمان میں مسخر نہیں دیکھا؟ سوائے خدا کوئی ان کو فضا میں نہیں ٹھہرا سکتا اور بیشک اس میں مومن لوگوں کے واسطے خدا کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ "وَمَا یُمۡسِکُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ" (سورہ النحل: ۷۹) وہ رحمٰن ہی ان کو روکے ہوئے ہے اور اسی کے عدل پر قائم ہیں قال سر اللہ فی العالمین۔ "فَاَقَامَ مِنَ الۡاَشۡیَاءِ اَوَدَھَا وَنَھَجَ حُدُوۡدَھَا وَلَاءَمَ بِقُدۡرَتِہٖ بَیۡنَ مُتَضَادِّھَا وَوَصَلَ اَسۡبَابَ

قَوَانِیْنِھَا" یعنی اس نے اشیاء کی کجی اور بے اعتدالی کو سیدھا اور درست کیا۔ اور ہر ایک کے لئے ان کی حدود معین کیں کہ ان سے تجاوز نہ ہو سکیں اور اپنی قدرت کاملہ سے متضاد اشیاء میں ایک ہیئت ترکیب وتالیف پیدا کی اور اجزاء مرکبہ کے اسباب کو متصل کیا آگ کو پانی سے اور خاک کو ہوا سے ملایا۔ روح نورانی عقلانی کو بدن جسمانی مادی سے ملایا۔ "فَھُوَ تَرَکَّبُ بَیْنَ مُتَعَادِیَاتِھَا مُقَارِنٌ بَیْنَ مُبَایِنَاتِھَا مُقَرِّبُ بَیْنَ مُتَبَاعِدَاتِھَا مُفَرِّقٌ بَیْنَ مُتَدَانِیَاتِھَا" وہی متضاد اشیاء اور ضدین میں تالیف پیدا کرنے والا ہے اور متبائن اور جدا جدا چیزوں کو ایک دوسرے سے ملانے والا ہے۔ اور دور کی چیزوں کو قریب کرنیوالا ہے اور قریب والیوں کو متفرق وجدا جدا۔ جیسا کہ ایک عنصر کے دو جزووں کو دو مختلف المزاج جسموں میں ترکیب دیتا ہے۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ تکوین واتحاد وابقاء وبقاء وقیام تمام اشیاء عدل پر مبنی ہے۔

عدل در امر تکلیفی

عدل تکوینی کی طرف امر تکلیفی اور احکام واوامر عباد میں بھی عدل ہی ہے اور کوئی حکم اس کا حد عدل سے خارج نہیں ہے۔ خواہ عقلی ہو یا شرعی اور یہی وجہ ہے کہ احکام باعتبار تغیر زمان ومکان وادوار واطوار وحالات مختلفہ انسان بدلتے رہتے ہیں کیونکہ اگر سردی کے احکام بعینہ گرمی کے احکام ہوں تو خلاف عدل ہو اور اگر ایک صحیح الجسم آدمی کے احکام اور مریض کے مساوی ہوں تو خلاف عدل ہو اگر مسافر اور حاضر دونوں تمام احکام میں برابر ہوں تو عدل قائم نہ رہے۔ "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا" (سورہ البقرہ:۲۸۶) اس واسطے خدا نے کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دی ہے۔ جو صحیح اور قوی انسان کی تکلیف ہے وہ ضعیف ومریض کی نہیں ہے۔ جو مرد کی تکلیف اور اس کا فرض ہے وہ عورت کا نہیں ہے کیونکہ وہ ضعیف وکمزور اور ناقص ہوتی ہے کما قال آیۃ اللہ فی العالمینؑ فی حرب الصفین۔ "وَلَا تُھِیْجُوا نِسَاءَ بِاَذَیً وَاِنْ شَتَمْنَ اَعْرَاضَکُمْ وَسَبَبْنَ اُمَرَائَکُمْ فَاِنَّھُنَّ ضَعِیْفَاتُ الْقُوَیٰ وَالْاَنْفُسِ وَالْعُقُوْلِ" یعنی عورتوں کو لڑائی میں اذیت نہ پہنچاؤ اور ان پر حملہ نہ کرو اگرچہ وہ تمہاری بے عزتی کریں اور تمہارے اُمرا اور حکام کو گالیاں دیں۔ کیونکہ وہ (عورتیں) ضعیف القویٰ اور ضعیف النفس اور ضعیف العقل ہیں۔ "وَلَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا" (سورہ البقرہ:۲۸۶) ضعیف النفس اور قوی النفس کی طاقت وسعت جدا جدا ہے اس لئے احکام جدا۔ اگر ایک ہوں تو عدل قائم نہ رہے۔ "وَاِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ" وہ ہر ایک حکم عدل کے ساتھ دیتا ہے اور عدل کا حکم دیتا ہے۔

جزا وسزائے نفوس اسی عدل پر مبنی ہے اور اسی واسطے جزا کو عین اعمال قرار دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ "وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ" (سورہ زلزال:۷،۸) جو بقدر ذرہ نیکی کرے گا وہ اسی نیکی کو دیکھے گا اور جو ذرّہ بھر بدی کرے گا وہ اُسی بدی کو پائے گا۔ "ھَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" (سورہ نمل:۹۰) نہیں جزا دی جائے گی تم کو مگر وہی جو تم کرتے رہے ہو وقال صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ اَلنَّاسُ مُجْزِیُوْنَ بِاَعْمَالِھِمْ اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ" لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق ہی جزا ملے گی اگر وہ خیر ہیں وہ خیر جزا ہیں اور اگر شر ہیں تو جزا بھی شر۔ پس تمام اوامر ونواہی تکلیفیہ عباد اور جمیع امور سزا وجزا

مبنی بر عدل ہیں اور نام حقوق عباد و اصول تمدن و تدین قائم بر عدل۔

عدل تدبیری

اسی طرح تدبیر و ترتیب جمیع امور شغل کارہائے عالم عدل پر مبنی ہیں۔ اور یہ تدبیر عدلی ہے جو تمام عالم امکان ایک سلسلہ انتظام میں وابستہ ہے۔ اور تمام عالم امکان پر ایک جیسا احاطہ تدبیر و تصرف حاصل ہے اور کسی امر تدبیری میں ایک چشم زدن کے واسطے ایک ذرّہ بھر تبدل و تغیر و تجاوز نہیں ہوتا وہ قادر مطلق تمام اشیاء پر یکساں اور احاطہ رکھتا ہے۔ "اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ" اور تمام اشیاء ایک سلسلہ عدل میں وابستہ ہیں۔ "اِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" اور کوئی متحرک و تنفس نہیں ہے مگر یہ کہ وہ قادر مطلق و عدل بر حق ہر ایک کی پیشانی پکڑے ہوئے ہے۔ بیشک میرا پروردگار صراط مستقیم پر ہے۔ اسی سلسلہ عدلیہ کے موافق ہر ایک شئے بحرکت طبعیہ فطریہ اس کی طرف رجوع رکھتی ہے اور اسی اپنے مبدأ کی طرف جا رہی ہے اور ممکن نہیں کہ اس سے تخلف کر سکے یا اس سے تخطی واقع ہو۔ فقال سبحانہ وتعالیٰ۔ "يَا اَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيْهِ" (سورہ انشقاق:۶) اے انسان تو اپنے پروردگار کی طرف جانے میں نہایت کوشش کر رہا ہے اور بکد و جہد جا رہا ہے۔ اور تو ضرور اس تک پہنچ جانے والا ہے۔ یہ سلوک و رفتار طبعی و فطری ہے اور اس سلسلہ عدل کے موافق ہر ایک شئے ایک حرکت باطنیہ اپنے مبدأ اور خالق و صانع کی طرف رکھتی ہے۔ اور ضرور ایک دن اس کی طرف رجوع کرے گی۔ "وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ" (سورہ ھود:۱۲۳) ہر ایک امر کا رجوع اس کی طرف سے اور سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے اور کسی کو اس سے تخلف و تخطی ممکن ہی نہیں۔ لیکن چونکہ وہ مخلوقات جو اپنے افعال غیر خلقیہ و غیر فطریہ میں فاعل مختار ہیں ان کے لئے سیر و سلوک و رفتار تکلیفی ہے اور حدود و فرائض ان کے لئے معین ہیں۔ پس اگر وہ اس سیر و سلوک میں اوامر و نواہی پر چل رہے ہیں تو بعزت و اکرام بارگاہ ایزدی میں پہنچیں گے۔ "اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ" (سورہ قمر:۵۴،۵۵) بیشک متقین باغوں اور نہروں میں ہوں گے اور اپنے بادشاہ قادرِ مطلق کے پاس قرار گاہ صدق میں پہنچیں گے۔ اور جو اس سیر و سلوک میں امر خدا پر قائم نہ رہے ہوں گے وہ بذلت و خواری وہاں پہنچیں گے۔ "وَلَوْ تَرٰى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ" (سورہ السجدہ:۱۲) اور تم مجرمین کو دیکھو گے کہ وہاں وہ سروں کو ندامت و خجالت سے جھکائے ہوئے ہوں گے۔ غرض اس مقام پر سب پہنچ جائیں گے خواہ کافر ہوں یا مومن مشرک ہوں یا موحد۔ "وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" (سورہ ھود:۵۶)

صراط الرب

پس ظاہر ہوا کہ صراط مستقیم الٰہی مبنی و موقوف بر عدل ہے۔ "وَاِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" (سورہ ھود:۵۶) اور آیات بینات سے واضح ہوتا ہے کہ صراط دو ہیں ایک "صراط اللہ الی الخلق" جیسا کہ اس آیت اور دیگر آیات سے ظاہر ہے اور ایک ''صراط الخلق الی اللہ'' ہے کما قال "فَاَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ

فَسَیُدۡخِلُھُمۡ فِیۡ رَحۡمَۃٍ مِّنۡہُ وَفَضۡلٍ وَّیَھۡدِیۡھِمۡ اِلَیۡہِ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا" (سورہ نساء:۱۷۵) اور وہ لوگ جو خدا پر ایمان لائے ہیں اور اس کو مضبوط پکڑا ہوا ہے پس وہ ضرور ان کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور ان کو اپنی طرف پہنچنے کی سیدھی راہ دکھلائے گا اور صراط مستقیم کی ہدایت کرے گا وَقَالَ وَاللّٰہُ "یَدۡعُوۡا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَیَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ" (سورہ یونس:۲۵) خدا لوگوں کو سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ "وَاِنَّ اللّٰہَ لَھَادِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ" (سورہ حج:۵۴) بیشک خدا ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

صراط اللہ الی الخلق

پس صراط اللہ الی الخلق تکوین و ایجاد و تدبیر و تصرف و خلق و رزق و موت و حیات میں حقیقت و ہیئت باطنیہ عدلیہ ہے جس پر یہ امور قائم اور نظام عالم مبنی ہے۔ بلاواسطہ یا بالواسطہ مظاہر تدبیر و تصرف و اولیاء امور اور اسی واسطے دوسرے بندوں کو اس میں کچھ اختیار حاصل نہیں ہے اور تہیہ اسباب و آلات و قویٰ و صحت و قدرت و فرصت افعال عباد بھی اس سلسلہ نظام عالم سے متعلق ہے۔ "کُلًّا نُّمِدُّ ھٰٓؤُلَآءِ وَھٰٓؤُلَآءِ مِنۡ عَطَآءِ رَبِّکَ وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحۡظُوۡرًا" (سورہ بنی اسرائیل:۲۰) ان کو (نیکوکاروں) اور ان کو (بدکاروں) ہر ایک کو ہم ہی مدد دیتے ہیں۔ اور یہ تیرے رب کی عطا ہے۔ اور تیرے رب کی عطا کسی کے لئے ممنوع نہیں ہے۔ اگر ممنوع ہو اور اسباب مہیا نہ کئے جائیں یا قویٰ اور صحیح اعضاء نہ دیئے جائیں تو خیر لازم آئے۔ پس جو کچھ کہ متعلق خلق و تکوین و ایجاد ہے۔ "قُلۡ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ" (سورہ النساء:۷۸) وہ سب خدا کے پاس سے ہے۔ "وَھَلۡ مِنۡ خَالِقٍ غَیۡرُ اللّٰہِ" (سورہ الفاطر:۳) کیا خدا کے سوا بھی کوئی خالق ہے؟ ہرگز نہیں۔ "ھُوَ اللّٰہُ الۡخَالِقُ الۡبَارِئُ الۡمُصَوِّرُ لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی" (سورہ الحشر:۲۴) وہ خالق و باری اور صورتوں کا عطا کرنے والا ہے اور اسی کے لئے اسماء حسنیٰ و مظاہر صفات کمالیہ جلالیہ و جمالیہ ہیں۔ اسی صراط کی کیفیت اور ماہیت کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ الا وہ جس کو اس میں سے کچھ خود بتلا دے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ صراط الٰہی مبنی بر عدل ہے۔ "وَمَا مِنۡ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ" (سورہ ھود:۵۶) اور کوئی اس میں اس کا شریک نہیں۔ الا وہ وسائط جو خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ تعلق و واسطہ فیض ہیں وہ بحکم خدا تدبیر و تصرف کرتے ہیں۔ "عِبَادٌ مُّکۡرَمُوۡنَ لَا یَسۡبِقُوۡنَہٗ بِالۡقَوۡلِ وَھُمۡ بِاَمۡرِہٖ یَعۡمَلُوۡنَ" (سورہ انبیاء:۲۶،۲۷) وہ خدا کے مکرم بندے ہیں کسی بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور اس کے حکم ہی پر کاربند ہوتے ہیں۔ "لَا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمۡ۔" (سورہ تحریم:۶) اور جو کچھ حکم خدا ان کو ہوتا ہے اس میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔

صراط الخلق الی اللہ

یعنی وہ حقیقت باطنیہ جس کے ذریعہ سے مخلوق خالق تک عبد معبود تک مصنوع صانع تک مامور آمر تک حادث قدیم تک اور ممکن واجب تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ بھی ضرور مبنی بر عدل الٰہی ہے۔ اور اسی کی طرف تمام بندوں کو

بلاتا ہے اسی کی دعوت دیتا ہے اور یہی پر سیر وسلوک موجب نجات ہے۔اور یہی باعث خلق وایجاد انسان ہے۔یہی وہ راہ ہے جو بندے کو خدا سے بعزت واکرام ملاتی اور مقام قدس ومقعد صدق میں لے جاتی ہے اور چونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ خلقت اشیاء مبنی برعدلِ تکوینی ہے اور صراطِ الٰہی موقوف برعدل اس لئے اس کی تلاش میں بھٹکتی پھرتی ہے۔اور یہی وہ گوہر مقصود اور مایہ حیات ابدی ہے جس کے لئے ہم صبح وشام بلکہ پانچ وقت بلکہ رات ودن دعا کرتے اور کہتے ہیں۔"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ"(سورہ حمد:٦) اے ہمارے خالق وصانع اور ہمارے مالک ومربی ہمیں اپنی اس صراط مستقیم پر پہنچا کہ جو تجھ سے ملجانے کا ذریعہ ہے۔اور یہ بھی یقیناً مبنی برعدل ہے۔اور اسی واسطے علماء اخلاق نے عدالت ہی کو جو جامع ہے جمیع مکارم اخلاق علم وحکمت وعفت وشجاعت کو صراط مستقیم کہا ہے۔جس کو تلوار سے تیز اور بال سے باریک تعبیر کیا جاتا ہے۔اور اس تعبیر میں اس پر چلنے اور طے کرنے اور اس پر مستقیم رہنے کی دشواری اور اس کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔اور جناب سرور کائناتؐ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ سورہَ ہود نے میری کمر توڑ دی ہے کیونکہ اس سورہ میں آپ کے لئے یہ حکم ہے۔"فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ"(سورہ ھود:١١٢) اے ہمارے حبیب تم اس صراط مستقیم اور ثابت قدم رہو جس پر بامر تکوینی خلق کئے گئے ہو اور بامر تکلیفی مامور ہو۔اولیاء اللہ اس کی تلاش میں روتے ہیں اور اہل کشف وعرفاء اسی کی جستجوعہ میں دن کا عیش اور رات کا چین کھوتے اور دنیا کو ترک کر دیتے ہیں اور نفس کشی اور ریاضت کرتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ تمام معارفِ الٰہیہ اور اوامر ونواہی میں حد اعتدال سے تجاوز نہ کرنا جو مقام عدل واجبی سے متصل ہے نہایت مشکل ودشوار بلکہ ناممکن ہے۔کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مخلوق خالق تک اور مصنوع صانع تک اور حادث قدیم تک اور ممکن واجب تک پہنچ سکے اور ان حقائق عدلیہ پر احاطہ پیدا کرسکے۔اور یہی وجہ ہے کہ صراط مستقیم الٰہی کی تلاش اور جستجو میں بندگان خدا کے ہزاروں مختلف الخیالات ومختلف الاعمال فرقے نظر آتے ہیں اور شوقِ فطری سے ہر ایک قائل ہے کہ میں سیدھے راستے اور صراط مستقیم پر ہوں۔ حالانکہ عقلاً ونقلاً صراط مستقیم ایک ہی ہوسکتی ہے دو نقطوں کے درمیان خط مستقیم ایک سے زیادہ ممکن نہیں۔پس ممکن و عالم امکان اور واجب الوجودؑ کے درمیان صراط مستقیم ایک ہی ہے اور اسی کی طرف خدا سب کو بلاتا اور دعوت دیتا ہے اور اسی سے بندہ اس تک پہنچ سکتا ہے۔یعنی بعزت واحترام وثواب وانعام اور اس کی تلاش وطلب اول فرض ہے اور تمام عالم اس کی طلب پر مخلوق ومفطور ہے۔اور کوئی اہل مذہب ملت جو خالق وصانع کے وجود کا قائل ہے اس سے انکار نہیں کرسکتا۔اور اس تمہید کے بعد ہم اصل مقاصد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

باب اوّل

خلافت ونبوت

ضرورت خلیفۃ اللہ

جب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ صراط الخلق الی اللہ میں سیر وسلوک اور اس کی طلب وتلاش اور اس پر استقامت ضروری ولازمی اور فطری انسان میں داخل ہے اور خدا اسی کی طرف لوگوں کو بلاتا اور دعوت دیتا ہے اور مقصد و مدعائے حیات انسان یہی ہے اور یہ مبنی بر عدل ہے اور خدا ہر ایک کو عدل کا حکم دیتا ہے اور وہ عدل مطلق ہے جو کسی امر میں حد عدل سے تجاوز نہیں کرتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی شناخت اور معرفت اور حصول ممکن حادث مادّی ظلمانی کے لئے ناممکن اور اس پر سیر وسلوک اور پھر اس پر مستقیم رہنا دشوار ہے تو اس کی طرف دعوت دہی تکلیف مالایطاق اور صریح عدل خداوندی کے خلاف ہے اور مقتضائے عدل الٰہی یہ ہے کہ جو کچھ احتیاج فطرۃً انسان یا دیگر بندوں میں پیدا کی ہے اس کو خود ہی پورا بھی کرے اور اس کے اسباب مہیا کرے۔ پس ضروری ولازمی ہے کہ اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان کچھ ایسے وجود اپنے عدل سے خلق کرے جو باعتبار وجود وخلق وخلق مظہر عدل الٰہی ہوں اور دیگر بندوں سے بالا اور فوق ہوں اور معرفت وشناخت صراط مستقیم اور اس پر سیر وسلوک کا ذریعہ وواسطہ ہوسکیں اور قبل اس کے کہ مکلفین وجود میں آئیں وہ واسطہ معرفت وسیر وسلوک پہلے سے موجود ہو اور فطرت عالم میں ایسا ہی ہے چنانچہ قبل خلقت انسانی خداوند حکیم وعلیم ازلی وابدی اور عدل برحق نے اعلان کیا ہے۔ ”اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً“ (سورہ بقرہ: ۳۰) بتحقیق کہ میں اپنی زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اس اعلان میں اسی کا اشارہ تھا۔ کہ چونکہ صراط اللہ ہر ممکن کے لئے بلاواسطہ ممکن نہیں اور بلاواسطہ ان کا مجھ تک پہنچنا ان کے امکان سے باہر ہے۔ اعلان کیا کہ ہمارا خلیفہ وجانشین اس میں ہمارا قائمقام ہوگا اور اس کے وسیلے سے یہ منزل طے کرسکو گے اور اس کے ذریعہ سے ہم تک پہنچ سکو گے۔ صراط اللہ تک پہنچنا خلیفۃ اللہ کے وجود پر موقوف ہے۔

ہر نبی خلیفۃ اللہ ہے

حصہ اول میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ خلافت وراثت صفات کا نام ہے اور خلیفہ خدا وارثِ اوصاف خداوندی اور اس کے کمالات کا آئینہ ہوتا ہے اس لئے ضرور وہ مظہر عدل الٰہی ہوگا اور چونکہ مظہر الٰہی ہے اور صراط اللہ مبنی بر عدل ہے اور یہ صراط ظل صراط واجبی اس لئے وہ ضرور وسیلہ وصول صراط الٰہی ہوگا۔ اور جس کو یہ مقام عالی یعنی وراثت صفات خدا کی حاصل ہو وہی نبی اللہ بھی ہے کیونکہ نبوت مشتق ہے ”اَلنَّبُوْ“ سے اور اس کے معنی علو اور بلندی کے ہیں اس لئے نبوت درجہ عالیہ ہے اور نبی نہیں ہے مگر صاحب درجات عالیہ کونسا درجہ خلافت وجانشینی خدا

سے بڑھ کر اور بالاتر ہوسکتا ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ ہر نبی کو خلیفۃ اللہ کہہ سکتے ہیں مگر نصوص آیات سے ثابت ہے کہ ہر خلیفہ خدا، نبی نہیں کیونکہ نبوت ختم ہوگئی اور خلافت روز قیامت تک باقی اور بعد خاتم النبیین بھی خلفاء اللہ ہیں۔ چنانچہ خداوند عالم نے وعدہ فرمایا ہے۔ " وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ "(سورہ نور:۵۵) یعنی خدا نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور تمام اعمالِ صالحہ کئے ہیں کہ ان کو خدا زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے خلیفہ بنائے تھے۔ چنانچہ حصہ اول میں ان خلفاء اللہ کا ثبوت آچکا ہے اور اس میں بھی مذکور ہوگا اور نبوت بلفظ خاتم النبیین آنحضرتؐ پر ختم ہوگئی اور آپ نے بھی فرمادیا کہ " لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ "[1] میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

پس وجود خلیفہ ہمیشہ ضروری و لازمی ہے کیونکہ خلافت خدا اتصاف باوصاف الٰہی کا نام ہے اور دنیا میں ہمیشہ کچھ ایسے نفوس رہیں گے اور ایک نہ ایک ضرور ایسا ہوگا جو وارث اوصاف خدائی اور مظہر کمالات اور آئینہ صفات و وسیلہ وصول الی الصراط ہوگا بخلاف نبوت کے نبی ایک اسم خاص ہے ایک شخص خاص کے لئے ایک زمانہ محدود و معین تک۔ "فَكُلُّ نَبِيٍّ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُلُّ خَلِيْفَةِ اللّٰهِ لَيْسَ بِنَبِيِّ اللّٰهِ" ہر ایک نبی خلیفۃ اللہ ہے لیکن ہر ایک خلیفۃ خدا نبی اللہ نہیں ہے اور وجود خلیفۃ اللہ ہر زمانے میں بضرورت فطری و باقتضائے عدل الٰہی ضروری ہے۔

خلافت کلی و صراط الٰہی

یہ ظاہر و باہر ہے کہ یہ خلافت آدمی بعد خلقت زمین و آسمان و ملائکہ وعقولِ قادسہ وغیرہم قبل خلقت بنی آدم

---

[1] صادق آل محمدؑ نے کلبی سے دریافت کیا کہ قرآن میں پیغمبرؐ کے کتنے نام ہیں۔ کہا دو یا تین۔ آپ نے فرمایا اے کلبی قرآن میں حضرت کے دس نام مذکور ہیں۔ "محمد، احمد، عبد، طہ، یٰسٓ، نٓ قلم، مدثر، مزمل، ذکر اور پھر دسوں ناموں کے متعلق آیات تلاوت فرمائیں۔

اوّل: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (سورہ آل عمران:۱۴۴)

دوم: وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ (سورہ الصّف:۶)

سوم: عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا (سورہ جن:۱۹)

چہارم: طٰهٰ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى (سورہ طٰہٰ:۱،۲)

پنجم: يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (سورہ یٰسین:۱تا۳)

ششم و ہفتم: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ (سورہ قلم:۱)

ہشتم: يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (سورہ المدثر:۱)

نہم: يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ (سورہ المزمل:۱)

دہم: فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا (سورہ طلاق:۱۰،۱۱)

تفصیل کتب تواریخ وسیر ومناقب میں دیکھنی چاہیے۔ اور یہ اسماء آنحضرت شواہد النبوۃ۔ ومعارج النبوہ دلائل النبوہ وغیرہ کتب میں مذکور ہیں اور آنحضرتؐ نے خود تصریح فرمائی ہے کہ احمد میرا نام ہے اور اس بشارت عیسیٰؑ کا مصداق میں ہی ہوں۔ پس جو شخص آنحضرتؐ کے اس نام کو غصب کرے اور کہے کہ احمد سے مراد قرآن مجید میں محمد مصطفیٰ نہیں ہیں تو وہ مفتری و کذاب منکر قرآن وحدیث و دشمن خدا ورسول ہے۔ وَكَلَامُ الْاَعْدَاءِ ضَرْبٌ مِنَ الْهَذَيَانِ۔

قائم ہوئی ہے۔ اور اس سے پہلے بہت سی مخلوقات تھیں پس یہ وسیلہ مطلقہ صراط الٰہی نہیں ہو سکتی۔ اور یہ محقق ہے کہ حضرت آدم سے لیکر تا خاتم انبیاء، بنی اسرائیل یہ تمام خلفاء اللہ ایک اور آنے والے کی بشارت دیتے آئے ہیں جیسا کہ کتب تواریخ وحدیث وکلام مجید حمید سے ثابت ہے اور آئندہ ذکر بھی آئے گا۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت آدمؑ سے جب ترک اولیٰ ہوا تو یہ خود محتاج وسیلہ شفاعت تھے اور جب تک کہ انہوں نے کچھ کلمات واسماء مقدسہ کے واسطہ سے طلب مغفرت نہ کی توبہ قبول نہ ہوئی۔ " فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَبِّهٖ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ" (سورہ بقرہ:۳۷) پس معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ مطلقہ وواسطہ کلیتہً وہ ہے جس کے یہ بھی محتاج ہیں۔ اور قصہ حضرت آدم وابلیس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم وجمیع ملائکہ مقربین وعقول قادسہ سے فوق اور بالا کچھ نفوس اس وقت موجود تھے چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ خبر دیتا ہے۔ "يَا اِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ۔ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۔ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ۔" (سورہ ص:۷۵تا۷۷) اے شیطان تجھ کو کس چیز نے منع کیا کہ تو سجدہ کرے اس وجود کو جس کو میں نے اپنی قدرت کاملہ قوت قبض وبسط سے پیدا کیا ہے۔ کیا تم نے تکبر کیا ہے۔ اور از روئے استکبار سجدہ نہیں کیا یا بڑے عالی درجوں والے نفوس عالیہ میں سے ہے؟۔ (جواب دیا) میں نے اس لئے سجدہ نہیں کیا کہ میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے۔ حکم ہوا یہاں سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے۔ یہ تو معلوم ہے کہ بلا استثناء تمام ملائکہ سجدہ آدم پر مامور تھے اور اس لئے یہ عالین عالی مرتبہ ہیں جو ان تمام ملائکہ مقربین جرنیل ومیکائیل سے بھی عالی مرتبہ ہوں اور یہی نفوس ایسے ہو سکتے ہیں جو وسیلہ شفاعت آدم ہوں کیونکہ ملائکہ حضرت آدم سے کم رتبہ ہیں اور حضرت آدم ان پر حجت خدا اور نبی ہیں اور یہی وہ نفوس ہو سکتے ہیں جن کے آنے کی حضرت آدمؑ جیسے خلیفہ خدا بھی لوگوں کو بشارت دیں۔ کیونکہ بشارت اعلیٰ شئے کی ہوا کرتی ہے۔ اور اس سے ثابت ہوا کہ یہی نفوس عالیہ واسطہ مطلقہ ہو سکتے ہیں۔ لیکن واسطہ مطلقہ یہ بھی اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ ان کا وجود تمام مخلوقات ومصنوعات سے اول تسلیم نہ کیا جائے کیونکہ اگر یہ اول مخلوق نہ ہوں تو ضرور ان سے پہلے کچھ اور نفوس موجود ہوں گے اور جب ان سے پہلے اور وجود ہوئے تو ضرور پہلا مخلوق ومصنوع کوئی اور ہوگا اور جب پہلا مصنوع ومخلوق کوئی اور ہوا تو وہی سب سے اقوی واکمل وافضل ہوگا اور وہی واسطہ مطلقہ ہوگا کیونکہ اوّل اوّل واجب الوجود ومجرد وبسیط سے صادر ہوگا اس لئے اس کے اور اس ذات کے درمیان کوئی دوسرا واسطہ نہ ہوگا۔ اور ملائکہ مقربین سے پہلے سوائے ان نفوس عالیہ عالین اور کوئی مخلوق ثابت نہیں لہٰذا یہی نفوس عالیہ اوّل مخلوق ہیں۔ اور یہ ثابت ومسلّم ہے کہ اول مصنوع کامل ترین مصنوعات ہو کیونکہ اگر کسی قسم کا نقص ہوگا تو صانع ناقص سمجھا جائے گا۔ پس اگر اول مخلوق مادہ ہو تو وہ محتاج صورت ہے اس لئے ناقص ہے اور اگر صورت ہو تو وہ محتاج مادہ ہے اس لئے ناقص ہے۔ اگر جسم ہو تو محتاج اجزاء ہے محتاج محل ومکان ہے اس لئے وہ ناقص ہے اور اگر عرض ہو تو وہ محتاج موضوع وجوہر ہے اس لئے وہ بھی ناقص ہے کیونکہ احتیاج نقص ہے اور غنا کمال اور اللہ تعالیٰ غنی مطلق وکمال محض ہے پس اس کی اول مصنوع کمال محض ہونی

چاہیے اور ایسی شئے جو کسی دوسری چیز کی محتاج نہ ہو وہ عقل نورانی ہے۔ کیونکہ عقل کی تعریف ہے۔ "جَوْهَرٌ مُجَرَّدٌ فِي ذَاتِهِ وَ اَفْعَالِهِ" یعنی وہ ایک جوہر ہے جو اپنی ذات اور وجود اور افعال میں دوسری شئے کی محتاج نہیں۔ اور نور کی صفت یہ ہے۔ "اَلظَّاهِرُ بِذَاتِهِ وَالْمُظْهِرُ لِغَيْرِهِ" جو خود روشن ہو اور دوسرے کو روشن کرنے والا اور وجود نہیں ہے مگر نور۔ اور خیر نہیں مگر نور اور شر نہیں ہے مگر نور اور شر نہیں ہے مگر ظلمت اور عدم نہیں ہے مگر تاریکی۔ پس اول مخلوق عقل نورانی ہے اور عقل محض مجرد ہے۔ وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ" پہلی وہ چیز جو خداوند عالم نے خلق کی ہے۔ میرا نور ہے۔ "وَقَالَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ" پہلی چیز جو خدا نے خلق کی ہے وہ عقل ہے۔ وقال "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ رُوْحِيْ" پہلی چیز جو خدا نے بنائی ہے وہ میری روح ہے۔ "وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمُ وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ اللَّوْحَ" پہلی وہ چیز جو خدا نے خلق کی ہے وہ قلم ہے۔ اور پہلی وہ چیز جو خدا نے بنائی ہے وہ لوح ہے۔ "وَقَالَ الْمُحَقِّقُوْنَ مِنْهُمْ صَاحِبَ الْيَنَابِيعُ اَلْمُرَادُ مِنْهَا هُوَالْحَقِيْقَةُ الْمُحَمَّدِيَّةُ الَّتِيْ كَانَتْ مَشْهُوْرَةً بَيْنَ الْكَامِلِيْنَ وَهِيَ رُوْحُ نَبِيِّنَا وَحَدِيْثُ كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ كُلُّهَا دَلَايِلُ عَلٰى سَبْقِ نُوْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔ وَعَنِ الْاَيَاضِ بِنِ سَارِيَه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔ اِنَّهُ قَالَ اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ۔ اِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَةٍ وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِتَاوِيْلِ ذٰلِكَ وَاِنِّيْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبُشْرٰى عِيْسٰى وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِيْ رَاَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ وَقَدْ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ اَضَاءَتْ مِنْهُ لَهَا قُصُوْرُ الشَّامِ وَكَذٰلِكَ اُمَّهَاتُ النَّبِيِّيْنَ۔ رواہ فی شرح السنہ ورواہ احمد ایضاً۔" یعنی علماء محققین فرماتے ہیں کہ تمام احادیث سے جن میں اول مخلوق خدا کا ذکر باختلاف الفاظ ہے مراد حقیقت محمدیہ ہے جو کاملین میں مشہور و معروف تھی اور وہ فی الحقیقت ہمارے نبی کی روح ہے۔ اور حدیث كُنْتُ نَبِيًّا (میں نبی تھا اس وقت جبکہ آدم اپنی مٹی اور پانی ہی میں تھے یعنی ابھی پتلا بھی نہ بنا تھا) کل اس بات کی دلیلیں ہیں کہ آپ کا نور سب سے سابق و مقدم ہے۔ اور ایاض بن ساریہ نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت سے عند اللہ خاتم النبیینؐ ہوں جبکہ آدم پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ اور عنقریب میں اس کی تاویل تمھیں بتاؤں گا۔ اور بیشک میں ہی ہوں دعائے ابراہیم اور بشارت عیسٰی "مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ" (سورہ الصف:۶) یعنی حضرت عیسٰیؑ فرماتے ہیں کہ میں بشارت دیتا ہوں اپنے بعد ایک نبی کی جس کا نام احمد ہوگا) وہ بشارت میں ہوں اور میں ہی نبی محمد واحمد ہوں۔ اور میں ہوں اپنی والدہ کا خواب جو انہوں نے وقت ولادت دیکھا اور میری ولادت کے وقت ایک ایسا نور ساطع ہوا کہ جس سے ان کے لئے شام کے قصر روشن ہو گئے اور انبیاء کی ماؤں کا یہی حال ہوتا ہے (اور یہی شناخت نبی ہے۔ آثار نورانیت وقت ولادت ہی سے ظاہر ہونے لگتے ہیں اور جن کے لئے یہ بات نہ ہو وہ جھوٹے اور کذاب نبی ہیں) کما فی المشکاۃ شرح السنہ ومسند احمد بن حنبل وغیرہا۔

اوّل مخلوق

پس حقیقت محمدیہ اول مخلوق ہے اور اسی کو مختلف عنوان سے بیان کیا گیا ہے اور یہ روح قدس نورانی ہے اور

یہی نور وہ نفوس عالیہ ہیں جو فوق ملائکہ وفوق انبیاء اللہ ہیں۔ اور یہی وہ ہیں جن کے سامنے خلقت زمین وآسمان ہوئی اور خود ان کی خلقت نفسانی وجسمانی ان کی حضور نورانی روحانی میں واقع ہوئی۔ قَالَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی۔ "اَفَتَتَّخِذُوْنَہٗ وَذُرِّیَّتَہٗ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِیْ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلاً مَا اَشْھَدْتُّھُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِھِمْ وَمَا کُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا۔" (سورہ الکہف: ۵۰،۵۱) کیا تم مجھے چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذرّیت کو اپنا ولی بناتے ہو ظالمین کے لئے یہ بہت بُرا عوض ہے کہ خدا کو چھوڑ کر شیطان کو ولی بنایا ہے۔ حالانکہ میں نے نہ ان کو خلقت زمین وآسمان کے وقت حاضر کیا اور نہ خود ان کے نفسوں کی خلقت کے وقت اور میں گمراہ کنندگان کو اپنا بازو بنانے والا نہیں ہوں۔ پس یہ اول مخلوق ومصنوع وہ وجود ہے کہ باقی وجودات اس کے بعد وجود میں آئے ہیں۔ یہ اس وقت تھا کہ جب کہ نہ زمین تھی اور نہ آسمان تھا نہ زمان تھا نہ مکان تھا اور اس لئے یہ نور مرکز عالم امکان اور فوق زمان ومکان وزمین وآسمان ہے۔ اور چونکہ فوق زمان ومکان ہے اس لئے ان پر محیط ہے کیونکہ مافوق ماتحت پر احاطہ رکھتا ہے پس یہی اول نور ہے جو مبدأ نور سے عالم امکان میں ظاہر ہوا وہ اوّل شجرۂ طیبہ ہے جو صفحہ عالم حدوث پر لگایا گیا اس کے اور خالق کے درمیان اور کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کیونکہ اوّل واسطہ خدائے مجرد وبسیط وقدیم کے درمیان وہی ہوسکتا ہے جو سب سے مجرد وبسیط اور قدیم تر ہو اور یہ صفات اول مخلوق ہی میں پائے جاتے ہیں اور اس لئے وہ واسطہ مطلقہ ہے۔

جناب سرالانبیاء والمرسلینؑ سے کتاب المناقب میں مروی ہے کہ آپ سے آنحضرتؐ کی اس حدیث کی تشریح میں (کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کیا اپنی مخلوق کو ظلمت میں پھر اس پر اپنا نور چھڑکا جس پر وہ نور پہنچ گیا ہدایت پا گیا اور جس پر نہ پڑا گمراہ رہ گیا) فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ مخلوق کو خلق کرے درانحالیکہ وہ عالم ھُوْ میں تنہا وحدہ لاشریک تھا (کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْئٌ) وہی تھا اور کوئی نہ تھا تو مخلوقات کو ذروں کی صورت میں نکالا اور اپنے نور سے ایک نور چمکایا پس وہ روشن اور درخشاں ہوا اور ۔ پھر اس نور کو ان صور خفیہ کے وسط میں جمع کیا تو نور ہمارے پیغمبر کی صورت بن گیا تب خدا نے اپنے حبیب کے نور سے یوں خطاب کیا۔ "اَنْتَ الْمُخْتَارُ الْمُنْتَخَبُ عِنْدَکَ ثَابِتٌ نُوْرِیْ وَاَنْتَ کُنُوْزُ ھِدَایَتِیْ" اے حبیب تو ہی رسول مختار ومنتخب ہے اور تجھ میں ہی میرا نور ثابت ہے اور تو ہی کنوز ہدایت ہے پھر ان مخلوقات کو اپنے پردہ غیب میں چھپا دیا اور خزانہ علم سر مکنون میں پوشیدہ کر دیا پھر عالم کو وسیع کیا اور زبان کو یا پانی کو موج زن کیا اور جھاگ کو اٹھایا اور ہوا کو چلایا۔ پس عرش الٰہی پانی پر آیا وکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ (سورہ: ہود ۷) اور سطح زمین پانی پر مسطح ہوئی۔ تب ملائکہ کو اپنے اس نور اولی سے خلق کیا اور اپنی توحید سے نبوت محمد مصطفیٰ کو بصورت ظہور ملایا۔ (فَھُوَ اَبُوالْاَرْوَاحِ وَیَعْسُوْبُھَا کَمَا اِنَّ آدَمَ اَبُو الْاَجْسَادِ وَسَبَبُھَا) یعنی پس وہ جناب ابوالارواح (روحوں کے باپ اور ان کے بادشاہ ہیں) ویعسوب الارواح ہیں جس طرح کہ آدمؑ ابوالاجسام (جسموں کے باپ) اور ان کا سبب ظاہری ہیں۔ "ثُمَّ انْتَقَلَ النُّوْرُ فِیْ جَمِیْعِ الْعَوَالِمِ عَالَمًا بَعْدَ عَالَمٍ وَطَبْقًا بَعْدَ طَبَقٍ وَقَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ اِلٰی اَنْ ظَھَرَ مُحَمَّدٌ بِالصُّوْرَۃِ وَالْمَعْنٰی فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ"۔ یعنی پھر

وہ نور مبارک ایک سے دوسرے عالم میں اور ایک طبق سے دوسرے طبق میں اور ایک قرن سے دوسرے میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ جناب محمد مصطفیٰؐ بصورت ظاہری ومعنوی آخرالزمان میں ظاہر ہوئے۔ "ثُمَّ قَالَ اِنَّ نَبِیَّنَا بِسِرِّ رُوْحَانِیَّتِہٖ یَسْتَمِدُّ مِنَ الفَیْضِ الْاَقْدَسِ الْاَعْلٰی وَیُمِدُّ الْعَالَمَ اَجْمَعَ وَاِلَی عِبَادَتِہِ الْاُوْلٰی اَشَارَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ بِقَوْلِہٖ قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ" (سورہ زخرف:۸۱) یعنی جناب خلیفۃ اللہ ربّ العالمین فرماتے ہیں۔ بتحقیق کہ ہمارے پیغمبرؐ اپنی سر روحانیت (روحانیت باطنیہ سریہ) سے فیض اقدس اعلیٰ سے مدد لیتے ہیں اور پھر تمام عالم کو مدد پہنچاتے ہیں اور ان کی عبادت اوّلی کی بابت اللہ عزوجل نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے۔ "قُلْ اِنْ کَانَ" اگر خدا کا کوئی بیٹا ہوتا تو (میں ہوتا) کیونکہ میں ہی سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوں اور پہلا مخلوق ہوں۔ لیکن اس کی شان لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ (سورہ اخلاص:۳) ہے۔ اور اس کے کوئی بیٹا نہیں ہے۔

"فَاَوَّلُ حَقِیْقَۃٍ ظَھَرَتْ ھَادِیَۃً جَامِعَۃً مُحِیْطَۃً نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ وَبَاقِی الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ ھِدَایَتُھُمْ وَمَنْزِلَتُھُمْ عِنْدَاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ بِحَسْبِ جَامِعِیَّتِھِمْ وَسَعَۃِ دَائِرَۃِ کَمَالِھِمْ فِی الْھِدَایَۃِ حَتّٰی کَانَ لِنَبِیٍّ مَثَلاً اَلْفُ قَابِعٍ وَلِنَبِیٍّ اَکْثَرُ اَقَلُّ فَلَوْلَا مَا وَقَعَ ھٰذَالتَّخْیِیْرُ فِی عِلْمِ الْحَقِّ اَزَلًا لَمَّا وَقَعَ فِی الْوُجُوْدِ وَاَیُّ شَیْءٍ لَایَکُوْنُ فِی الْاَصْلِ لَایَکُوْنُ فِی الْفَرْعِ"

یعنی پس اوّل حقیقت ہادیہ جامعہ محیط جو مبدء حق سے ظاہر ہوئی وہ ہمارے نبی محمد مصطفیٰؐ کا نور ہے۔ اور باقی انبیاء علیہم السلام کی ہدایت اور ان کی عنداللہ منزلت ان کی جامعیت اور ان کے دائرہ کمال ہدایت کی وسعت کے موافق ہے یہاں تک کہ مثلاً کسی نبی کے ہزار تابع تھے اور کسی کے زیادہ اور کسی کے کم۔

پس اگر یہ تخیر حسب اختلاف درجات انبیاء وازل سے علم حق میں واقع نہ ہوئی ہوتی تو وجود میں بھی اس طرح نہ آتی ہو۔ جو چیز اصل میں نہ ہو وہ فرع میں بھی نہیں ہوئی ممکن نہیں فرع زائد بر اصل ہو۔

اس حدیث باب مدینۃ العلوم سے چند امور بکمال وضاحت ثابت ہیں۔ اوّل یہ کہ تمام مخلوقات سے پہلے آنحضرتؐ کا نور خلق ہوا۔ دوم یہ کہ تمام موجودات ان کے نور سے اور ان کے نور کے بعد خلق ہوئیں حتی کہ ملائکہ بھی۔ چنانچہ جابر بن عبداللہ الانصاری سے کتاب ابکار الافکار میں مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اے جابر اول جو چیز خدا نے خلق کی وہ تیرے نبی کا نور ہے اللہ نے اول اس کو خلق کیا اور پھر اس سے ہر ایک خیر کو پیدا کیا اور بعد ازاں اس سے ہر ایک شئے کو پیدا کیا اور اس حدیث میں تمام ارواح ملائکہ اور انبیاء کی خلقت کی تفصیل ہے کہ سب اسی نور سے مخلوق ہیں اور یہ نور نور خدا سے مشتق جیسا کہ حصہ اوّل میں بھی آچکا ہے۔ نور محمدی کی اور تفصیل رسالہ اہل البیت میں دیکھو) سوم یہ کہ باعث ہدایت خلق یہی نور ہے۔ چہارم یہ کہ آپ تمام روحوں کے باپ اور ان کے بادشاہ وسردار ہیں خواہ ارواح انبیاء ہوں یا غیر انبیاء جس طرح کہ آدم تمام اجساد واجسام بنی آدم کے باپ اور ان کے سبب ظاہری میں اور آدمؑ اور خاتم میں اتنا ہی فرق ہے جیسا کہ جسم اور روح میں۔ پنجم یہ کہ اول خلقت

ہادیہ جامعہ محیط نور محمدیؐ ہے پس تمام عوالم تحت ہدایت محمدی ہیں تاسوی اللہ کو محیط اور جملہ افراد عالم امکان کو جامع و حاوی ہے۔ ششم یہ کہ باقی انبیاء کی نبوت و رسالت جزئی اور دائرہ کمال ہدایت محدود منحصر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تابعین اور مبعوث علیہم محدود و معدود تھے اور تابعین محمد مصطفیؐ غیر محدود و غیر معدود ہیں۔ ہفتم یہ کہ یہ امر ازل سے طے شدہ ہے اگر ازل سے اِن کی نبوت غیر محدود و لامتناہی اور اُن کی محدود و متناہی نہ ہوتی تو اس عالم ظہور اور عالم شہود میں بھی ایسا نہ ہوتا۔ کیونکہ ازل سے ہی علم حق میں ہے اور جو جیسا نبی ہوتا ہے وہ ازل سے ہی مقرر ہے۔ "وَاَیُّ شَئیٍ لَا یَکُوْنُ فِی الْاَصْلِ لَایَکُوْنُ فِی الفَرعِ" اور لامتناہی تابعین وامت محمدی اس آیہ مبارکہ سے واضح ہے۔ "تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ" بزرگ و برتر ہے وہ ذات پاک جس نے اپنے بندۂ برگزیدہ پر یہ فرقان نازل کیا تاکہ اس کے ذریعہ سے تمام عوالم یعنی کل ماسوی اللہ جمیع مخلوقات و مصنوعات ارضی و سماوی پر نذیر اور پیغمبر ہو اس سے لامتناہی اور غیر محدودیت علوم قرآن کی بھی ظاہر ہے جو مدلول نبوت و نیز دلیل نبوت ہے کہ وہ بھی تمام عوالم کی ضروریات کو حاوی اور جامع ہے۔ اور وہ ایک حقیقت علمیہ نورانیہ ہادیہ جامعہ محیط ہے کیونکہ نہیں ہے قرآن مگر باطن محمدی۔ "وَھُوَ اَشَدُّ اِتِّحَادًا بِحَقِیْقَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ"

پس یہی حقیقت نورانیہ عقل کل۔ جوہر کامل نور مطلق اور منبع انوار و مرکز عالم امکان و ابوالارواح و امّ الارواح ہے۔ کیونکہ بلحاظ مصدریت مادہ ارواح و انوار ہے اور باعتبار مظہریت تصرفات الٰہی و تاثیر و فاعلیت ابو الارواح وابوالانوار اور وجود نہیں ہے مگر نور۔ اسی وجہ سے کبھی اس کو لوح اور کبھی اس کو قلم کہا ہے۔ لوح بلحاظ مادیت و تاثریت ہے اور باعتبار تاثیر و مظہریت قلم قدرت الٰہی اور اسی واسطے ای کی تعریف میں۔ "اَبُو الاَکْوَانِ بِفَاعِلِیَّتِہٖ وَاُمُّ الْاِمْکَانِ بِقَابِلِیَّتِہٖ" کہا گیا ہے یعنی بلحاظ فاعلیت تمام وجودوں کی باپ ہیں اور بلحاظ تاثر و قابلیت عالم امکان کی ماں یعنی مادہ امکان اور نٓ وَالْقَلَمِ میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور یہ دونوں آپ کے نام میں یعنی بلحاظ قابلیت و مادیت عالم امکان کی سیاہی ہیں اور بوجہ مظہر افعال الٰہی ہونے کے قلم قدرتِ خداوندی۔ اور اس وجہ سے ان کو عین اللہ و ید اللہ و وجہ اللہ و جنب اللہ و لسان اللہ کہا جاتا ہے۔ "فَلَیْسَ فَوْقَہٗ اِلَّا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ۔"

مقام قرب محمدیؐ

یہ حقیقت ہادیہ مقام قرب و اتصال باری تعالیٰ شانہ میں اس درجہ پر پہنچی ہے کہ خدا خود فرماتا ہے۔ "دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔" (سورہ نجم:۸،۹) یہ قریب پہنچا اور وہ جھکا پس مقام اتصال قوسین بھر بلکہ اس سے بھی بالا مرتبہ پر پہنچ گیا۔ اس مرتبہ و مقام پر نہ کوئی ملک مقرب پہنچا ہے اور نہ کوئی بنی مرسل۔ یہ مقام خاص مقام محمدی ہے۔ کہ جس سے اوپر کوئی مرتبہ نہیں ہے الا مقام واجب الوجودی جس میں کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ اور وہ مقام احدیت ہے۔ "قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ" (سورہ توحید:۱) "وَلَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ وَھُوَالرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ" (سورہ حشر:۲۲) اور مقام نورانیت وکمال نورانیت اس سے واضح ہے "مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" (سورہ نجم:۱۷) چشم ظاہری پیغمبر (بصر) نے اس مقام پر جو مقام جنت الماویٰ اور جہان انوار الٰہی سدرۃ المنتہیٰ کو احاطہ

کئے ہوئے تھے اور سدرۃ المنتہیٰ منتہائے ترقی ممکنات ہے کیا بلحاظ علم وکیا بلحاظ عمل اس سے بالا کی ممکن کو ترقی ممکن نہیں ان تمام انوار کو دیکھا اور چشم نورانی نے ذرا خیرگی نہ کی اور ذرا افطار نہ کی اور ان تمام انوار کی متحمل ہوئی حالانکہ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر جبرئیل امینؑ جیسا مقرب فرشتہ یہ فرماتا ہے

اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

اگر یہ وجود مرکز انوار و منبع انوار نہ ہوتا تو ہرگز اس مقام پر نہ پہنچ سکتا اور کبھی ان انوار کا متحمل ہوسکتا جن کی تجلی جبرئیلؑ کے پر جلا دیتی ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ تمام انوار حقیقت محمدیہ کی طرف منتہی ہوتے ہیں اور وہ نور منتہی بنور خدا ہے اللہ مبدأ نور زمین و آسمان و عالم امکان ہے۔ اور وجود محمدی مشکوۃ نور خدائی اور اس میں کسی کو شک نہیں ہوسکتا کہ اول ذات ہادیہ جامعہ محیط بالذات ذات واجب الوجود ہے اور اسی نے اس حقیقت محمدیہ کو حقیقت ہادیہ بنایا ہے پس عالم وجود میں ذات واجب الوجود حق سبحانہ تعالیٰ ذات ہادیہ جامعہ محیط ہے۔ اور عالمِ ایجاد میں حقیقت محمدیہ ہادیہ جامعہ محیط ہے۔

صراط محمدی و صراط الٰہی

صراط محمدی اور صراط الٰہی متصل بلکہ حقیقت صراط الخلق الی اللہ یہی حقیقت محمدیہ ہے پس نہیں ہے صراط مستقیم الٰہی مگر نور محمدی و حقیقت نورانیہ محمدیہ اور نہیں پہنچ سکتا خداوند عالم تک مگر بوسیلہ محمدی۔ نہیں حاصل ہوسکتی شناخت صراط مستقیم الٰہی مگر معرفت محمدی۔ نجات عالم موقوف ہے بذات محمدی جب تک انسان اتصال باطنی صاحت قدسی و خانہ نورانی مصطفوی سے پیدا نہ کرے۔ قرب خدائی و وصال الٰہی و معرفت صراط الٰہی و سیر و سلوک بصراط الٰہی ناممکن ہے۔ اور وہی خلیفہ خدا و جانشین الٰہ اس عالم امکان میں ہے اسی کے ذریعہ کے خدا اپنے بندوں کو اپنے تک پہنچاتا ہے۔

توضیح صراط مستقیم محمدی

اول محیط بر صراط مستقیم خدا ہے اور بعد ازاں اس کا یہ قائم مقام و جانشین۔ "فَقَالَ جَلَّ شَانُہٗ یٰسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ"[1] (سورہ یٰسین: ۱ تا ۴) اے یٰسین قسم ہے اس قرآن کریم کی کہ تو ہی بیشک مرسلین میں سے صراط مستقیم الٰہی پر ہے۔ "وَقَالَ فَاسْتَمْسِکْ بِالَّذِیْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" (سورہ زخرف: ۴۳،۴) اے ہمارے حبیب اور ہمارے جانشین جو کچھ تجھ کو وحی کیا گیا اس کو مضبوط پکڑے رہو بلا شک و ریب تو ہی صراط مستقیم پر ہے۔ اور اس کی تصریح کہ اس صراط پر خدا ہی نے اس کو پہنچایا ہے اس آیت میں ہے۔ "قُلْ اِنَّنِیْ ہَدٰنِیْ رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" (سورہ الانعام: ۱۶۱) کہہ دو اے پیغمبر کہ بیشک مجھ کو میرے رب ہی نے صراط مستقیم پر پہنچایا ہے۔

---

[1] دربار مامون میں حضرت رضاؑ نے وقت مباحثہ تمام علما و حاضرین سے دریافت کیا کہ اس آیہ مبارکہ میں یٰسین سے مراد کون ہے۔ "قالت العلماء یٰسٓ محمد لم یشك به احد"۔ سب نے کہا یٰسین محمدؐ ہیں اور ان میں کسی نے شک نہیں کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صراط مستقیم پر خدا ہی پہنچا سکتا ہے ممکن کے لئے ممکن نہیں کہ خود پہنچ سکے۔ خواہ خدا خود بلاواسطہ پہنچائے جیسا کہ اپنے حبیب کو ہدایت تکوینی وخلقی سے پہنچایا اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں۔ ”اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ“ (سورہ بنی اسرائیل:۱) یعنی خدا اپنے بندوں کو پوشیدہ پوشیدہ لے گیا جہاں کہیں کہ لے گیا اور جس مقام پر پہنچایا ہے اسی نے پہنچایا ہے۔ ”وَھُوَ رَفِیْعُ الدَّرَجَاتِ ذُوالْعَرْشِ۔“ (سورہ مومن:۱۵) وہی درجات کا بلند کرنے والا اور صاحب عرش ہے۔ جس کو جو درجہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور مقام عرش تک درجات بلند کرتا ہے کسب واکتساب واختیار بندہ کو یہاں دخل نہیں وہ بالکل جھوٹا ہے جو کہتا ہے کہ انسان کسب واختیار سے اس مقام پر پہنچ سکتا ہے اور نبوت حاصل کرسکتا ہے۔ یا خدا بواسطہ بندہ کو صراط مستقیم تک پہنچاتا ہے۔ اور وہ واسطہ بھی نور محمدیؐ ہے چنانچہ اس کی تفصیل خدا یوں فرماتا ہے۔ ”وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ“ (سورہ الشوریٰ:۵۲) اور اسی طرح اے حبیبؐ ہم نے تجھ کو ایک روح اپنے عالم امر سے عطا کی ہے تو نہیں جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے اور اس نور کے ذریعہ سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور اے ہمارے حبیبؐ بلاشک وشبہ تو ہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے یہی ہی روح جس کو خدا نور کہتا ہے اول مخلوق ہے اور یہی نور نور محمدیؐ ہے اور خدا فرماتا ہے کہ اس نور سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔ یہی نور دے کر محمد مصطفیؐ کو ہادی خلق بنایا۔ نہیں یہی نور ہادی ہے اور اس نور کے ذریعہ سے وہ ہادی خلق لوگوں کو صراط مستقیم الٰہی کی ہدایت کرتا ہے۔ نبوت ورسالت ونذارت وبشارت وخلافت اسی روح خاص نورانی پر موقوف ہے۔ جب تک روح نورانی کسی میں نہ ہو وہ ہادی اور نبی اور خلیفۃ اللہ نہیں ہوسکتا۔ اور اسی روح سے آنحضرتؐ کو علم حقیقت کتاب وایمان حاصل ہوا یعنی یہ روح ہی علم حقیقی ہے۔ کیونکہ علم نہیں ہے مگر نور اور یہ روح حقیقت علمیہ نورانیہ ہے۔ ”وَاَوَّلُ حَقِیْقَۃٍ ظَھَرَتْ ھَادِیَۃً جَامِعَۃً مُحِیْطَۃً وَھِیَ حَقِیْقَۃُ مُحَمَّدِیَّۃٍ“۔

نہیں ہے ہادی مگر محمد مصطفیؐ

ظاہر آیت وال ہے کہ ہدایت الی صراط مستقیم منحصر ہے اس حقیقت محمدیہ پر اور وہی جناب ہادی سبل و راہنمائے کل ہیں اور وہی صراط مستقیم پر لے جاتے ہیں اسی صراط پر جو صراط الٰہی ہے۔ جیسا کہ اس آیت کے آخر میں تصریح ہے۔ یعنی فرماتا ہے ”اِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ صِرَاطِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اَلَآ اِلَی اللّٰہِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ۔“ (سورہ الشوریٰ:۵۲،۵۳) بیشک اے حبیبؐ تو ہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے اس صراط مستقیم کی طرف جو اس خداوند عالم وحدہ لاشریک کی صراط ہے جو تمام زمین وآسمان کا مالک مختار ہے اور تمام پر احاطہ کلی رکھتا ہے اور کوئی شئے اس کے قبضہ اختیار واحاطہ سے خارج نہیں ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (سورہ:۵۶) آگاہ رہو کہ تمام امور اسی کی طرف رجوع

کرتے ہیں اور سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے۔ تمام انوار عالم ایجاد منتہی ہوتے ہیں اس کے نور محمد مصطفیٰ ہادی کل کی طرف اور نور محمدی منتہی ہے خدا کی طرف۔ محمد مصطفیٰ اس نور کے ذریعہ لوگوں کو خدا تک پہنچاتے ہیں۔ اور خدا نے ان کو اپنے تک یہ نور عطا کر کے پہنچایا ہوا ہے۔

ظلمت سے نکالنے والے جناب محمد مصطفیٰ ہیں

قَالَ عَزَّوَجَلَّ۔ "اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُو يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ۔" (سورہ بقرہ: ۲۵) خدا ہی ایمان والوں کا ولی متصرف ہے۔ اور ان کو ظلمت جہالت وضلالت وکفر وشرک سے نور ہدایت وتوحید واسلام کی طرف نکالتا ہے۔ اور مظہر اس ولایت کا محمد مصطفیٰ ہیں۔ "اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ" (سورہ المائدہ: ۵۵) سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارا ولی خدا ہے اور اس کا رسولؐ۔ پس اس رسول ہی کے ذریعہ سے مومنین کو خدا ظلمت سے نور کی طرف سے جاتا ہے اور اس کی تصریح اور تشریح میں فرماتا ہے۔ "فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيَاتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُو مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ" (سورہ طلاق: ۱۰، ۱۱) پس اے وہ عقل والو جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو بتحقیق کہ خدا نے تمہاری طرف ذکر یعنی اس رسول برحق کو بھیجا ہے جو تم پر آیات الٰہی کو کھول کر پڑھتا ہے تا کہ اہل یقین کو ظلمت سے نور کی طرف لے جائے۔

ولایت و ہدایت و خلافت

اس بیان سے ثابت ہوا کہ ولایت مومنین و ہدایت خلق وخلافت الٰہی آنحضرتؐ سے مخصوص و مختص ہے اور وہی جناب صراط مستقیم ہیں۔

سبیل اللہ و صراط مستقیم محمدیؐ

چونکہ یہ امر ازل سے مسلم اور علم باری میں ثابت تھا کہ صراط مستقیم حقیقت نورانیہ محمدیہ ہے اور سیر وسلوک بر صراط مستقیم الٰہی بلا اتصال باطنی بحقیقت نورانی محمدی ممکن نہیں۔ روز ازل سے خداوند عالم نے تمام مخلوقات سے نبوت ورسالت محمد مصطفیٰ کا عہد لیا اور سب کے لئے آنحضرتؐ پر ایمان لانا فرض کیا کہ اس کی معرفت حاصل کریں اور اس کا اتباع کریں اور نبوت آنحضرتؐ کو اپنی توحید سے ملایا یعنی اقرار توحید کے ساتھ اقرار نبوت آنحضرتؐ کو لازم قرار دیا جس کا جدا ہونا ممکن نہیں۔ کوئی موحد موحد نہیں ہوسکتا جب تک آنحضرتؐ کی نبوت ورسالت کا قائل نہ ہو اور اس کی تصدیق نہ کرے اور آپ کو ہادی اور وسیلہ وصال الٰہی و موجب نجات و مالک شفاعت نہ جانے۔ چنانچہ ثابت ہوا۔ اور نیز خدا فرماتا ہے۔ "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا" (سورہ النساء: ۶۴) اور اگر وہ جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اس وقت اے ہمارے ولی وخلیفہ تیرے پاس آئیں اور خدا سے طلب مغفرت کریں اور خدا کا رسول بھی ان کے لئے طلب مغفرت کرے تو وہ ضرور خدا کو توبہ کا قبول کرنے والا اور مہربان پائیں۔ جس کا صاف مطلب یہی ہے بلا واسطہ و وسیلہ خلیفہ و جانشین خدا کسی کے گناہ نہیں بخشے جاسکتے اور توبہ قبول نہیں۔ اس کی شفاعت ہر حال میں ضروری ہے حتی

کہ انبیاء بھی مامور ہیں کہ آنحضرتؐ پر ایمان لائیں اور ان کو واسطہ و وسیلہ قرار دیں۔ چنانچہ آیہ میثاق تصریحاً بیان کرتی ہے۔ "وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ" (سورہ ال عمران:۸۱) یعنی یاد کرو اس وقت کو جب کہ خدا نے کل انبیاء سے عہد لیا (کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں (نبی بناؤں) اور پھر تمہارے پاس وہ رسول مطلق آئے جو تم سب کی کتب اور نبوت کی تصدیق کرے گا اور شہادت دے گا تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا۔ کیا تم نے اس کا اقرار کیا؟ اور اس پر مجھ سے عہد کیا؟ سب نے کہا ہاں ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا پس تم سب اس پر شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہدین میں سے ہوں۔ اور علما و محققین نے تصریح کی ہے کہ اگر آنحضرتؐ ان انبیاء کے زمانے میں آتے تو سب اسی طرح ان کی امت میں داخل ہوتے اور ایمان لاتے جیسے ہم۔ یعنی بظاہر اسی طرح شریک ہوتے اور جہادوں میں ان کی نصرت کرتے اگرچہ ایمان اب بھی لائے ہوئے ہیں اور نصرت قولی ان کی تعریف تمجید و بشارت سے کرتے رہے ہیں اور ہر نبی آنحضرتؐ کی بشارت دیتا آیا ہے اور حقیقی نبی مبشر آپ ہی ہیں جن کی انبیاءؑ نے بشارت دی اور جو کوئی آپ کے مقابل دعویٰ نبوت کرے اور ان بشارات کو اپنے اوپر چسپاں کرے کاذب و مفتری کہلائے گا اور ایسے جھوٹے مدعیان نبوت ہمیشہ ہوتے رہے ہیں اور ایسے دجال امت محمدیؐ میں بھی بہت سے گذرے ہیں اور تا ظہور تام نور محمدیؐ تک ہوتے رہیں گے۔

کلام حمید مجید میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت صراط مستقیم کی نسبت یا اپنی طرف دی ہے یا اپنے حبیبؐ کی طرف جس سے اس کی تاکید ہوتی ہے کہ اصل ہادی الیٰ صراط مستقیم از جانب خدا محمد مصطفیٰؐ ہیں اور صراط مستقیم حقیقت باطنیہ محمدیہ۔ اور شریعت سبیل ہدایت ہے جو صراط مستقیم تک پہنچاتی ہے۔ پس انبیاءؑ اسی صراط مستقیم تک پہنچاتی ہیں۔ اور یہ تمام شرائع انبیاء جو سبل اللہ ہیں منتہی ہوتے ہیں شریعت محمدیؐ کی طرف اور وہ سبیل محمدیؐ اتصال باطنی حقیقت باطنیہ محمدیہ سے پیدا کرتی ہے اور شریعت محمدیؐ جامع ہے جمیع شرائع سابقہ کو مع شئی زائد جو خاص شریعت محمدیؐ سے مخصوص ہیں کما قال عزوجل۔ "شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ" (سورہ الشوریٰ:۱۳) یعنی خدا نے تمہارے لئے شرع دین قرار دیا ہے اس کو جو کچھ کہ نوحؑ کو دیا تھا اور جو کچھ اے حبیب تجھ کو وحی کیا ہے اور جو کچھ کہ ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو سمجھایا اور پہنچایا۔ اس لئے کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ "أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ" (سورہ الشوریٰ:۱۳) زائد بر شرائع سابقہ ہے۔ یعنی جو کچھ تمام پہلی شریعتوں میں تھا وہ سب شریعت محمدی میں ہے اور اس میں وہ بھی ہے جو ان میں نہ تھا۔ اور خاص آنحضرتؐ کے لئے تھا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تمام انبیاء اللہ اور شرائع انبیاء سبیل خدا ہیں۔ جو اس صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتے اور بلاتے ہیں اور شریعتیں یہاں منتہی اور ختم ہو جاتی ہیں اور شریعت محمدی پر چلنے سے انسان رفتہ رفتہ اتصال باطنی آنحضرتؐ سے پیدا کرتا ہے اور اسی طرح مقام وصال الٰہی تک پہنچتا ہے اور صراط مستقیم الٰہی پر فائز ہوتا ہے۔

سبیل خدا مثل صراط اللہ ایک ہی ہے

ممکن ہے کہ یہاں یہ شبہ ہو کر صراط مستقیم الٰہی تو ایک ہی ہے اور دو لفظوں کے درمیان ایک سے زائد خطوط مستقیم کا وجود محال ہے لیکن سبیل اللہ متعدد ہو سکتی ہیں اور کسی نہ کسی راستے سے انسان اس صراط مستقیم پر پہنچ سکتا ہے۔ اور دنیا میں جتنے مذاہب ہیں وہ سب درست ہیں سب خدا ہی کی عبادت سکھاتے ہیں اور اسی سے ملنے کی راہ دکھاتے ہیں لیکن یہ خیال بالکل غلط اور محض باطل ہے۔ کیونکہ ہر ایک نقطے اور ہر ایک مرکز و مقام سے اس صراط تک پہنچنے کے لئے جو ایک حقیقت باطنیہ ہے ایک ہی سیدھا خط ہو سکتا ہے۔ اور منحنی اور ٹیڑھے راستوں سے صراط تک پہنچنا ضروری نہیں ہے بلکہ یقیناً نہیں پہنچ سکتے۔ اسی واسطے اگر چہ انبیاء اپنے اپنے زمانے یا اپنے اپنے ملک میں جدا جدا ہوتے ہیں مگر یقیناً نہیں پہنچ سکتے۔ اسی واسطے اگر چہ انبیاء اپنے اپنے زمانے یا اپنے اپنے ملک میں جدا جدا ہوتے ہیں مگر یہ سبیل اصولاً سب کی ایک ہی تھی اور سب ایک ہی شریعت کی حقیقتاً تبلیغ فرماتے تھے۔ ابتدا شریعت حضرت نوح سے ہے اور منتہا آنحضرتؐ پر اور ان دونوں میں حصر ہے۔ حضرت نوح سے تا ابراہیمؑ سے تا حضرت موسیٰ شریعت ابراہیمی و ملت ابراہیمی تھی۔ وعلیٰ ہذا القیاس اور تمام شرائع انبیاء بحیثیت موضوعات ایک ہی تہیں صرف بعض احکام موضوعات میں اختلاف ہے باعتبار تغیر زمان و مکان و احوال انسان نسخ واقع ہوا ہے۔ مثلاً یہ نہ تھا کہ ایک نبی کے زمانے میں نماز واجب تھی دوسرے کے زمانہ میں حرام۔ ایک کے وقت میں روزے فرض تھے دوسرے کے وقت میں سنت یا بالکل ممنوع وعلیٰ ہذا القیاس اور تمام شرائع انبیاء بحیثیت موضوعات ایک ہی تھیں صرف بعض احکام موضوعات میں اختلاف ہے باعتبار تغیر زمان و مکان و احوال انسان نسخ واقع ہوا ہے۔ مثلاً یہ نہ تھا کہ ایک نبی کے زمانے میں نماز واجب تھی دوسرے کے زمانہ میں حرام۔ ایک کے وقت میں روزے فرض تھے، دوسرے کے وقت میں سنت یا بالکل ممنوع۔ وعلیٰ ہذا القیاس صرف ان کے احکام میں فی الجملہ تغیر ہوا ہے (والتفصیل فی مقامہٖ) پس سبیل الٰہی ایک ہی ہے اور ایک ہی سیدھا راستہ صراط مستقیم تک پہنچانے والا ہے۔ عام لفظوں میں ہم صراط و سبیل کی یوں تعبیر کر سکتے ہیں کہ صراط باطن دین ہے جس کے ذریعہ سے خدا ملتا ہے اور سبیل ظاہر شریعت ہے جس پر چل کر اور عمل کر کے اس باطنی راستہ پر پڑتا ہے۔ اور وہاں سے قرب باری حاصل کرتا ہے اور باطن دین حق حقیقت محمدیؐ ہے اپنے کلام پاک میں خدا صاف فرماتا ہے کہ صراط مستقیم کی طرح سبیل اللہ اور سبیل الی الصراط بھی ایک ہی ہے۔ حیث قال۔ "وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔" (سورہ الانعام: ۱۵۳) بتحقیق کہ یہی میری صراط مستقیم ہے پس اسی کا اتباع کرو اور اس پر چلو اور دوسری راہوں کو نہ جاؤ ورنہ وہ راہیں تم کو اس صراط تک پہنچنے والی میری راہ سے پھیر دیں گی اور جدا کر دیں گی یہی خدا تم کو وصیت کرتا ہے کہ شاید تم تقویٰ اختیار کرو اور اس سے ڈرو۔ اس سے صاف ثابت ہے سبیلیں اور راہیں تو بہت سی ہیں مگر صراط کی طرح سبیل خدا اور وہ سبیل جو صراط الٰہی تک پہنچانے والی ہے ایک ہی ہے۔ اور اگر دوسری راہوں پر چلا جائے تو انسان صراط مستقیم تک نہیں پہنچتا اور سبیل خدائی سے جدا ہو جاتا ہے اور جو

لوگ ایک سبیل الٰہی کے سوا دوسرے راستے اختیار کئے ہوئے ہیں وہ ہرگز صراط مستقیم پر نہیں پہنچ سکتے۔ پس وحدہ لاشریک کی صراط بھی ایک ہی ہے اور سبیل بھی ایک۔ وہ عالم وجودہ جوب میں فرد واحد واحد ہے اور محمدؐ عالم ایجاد میں فرد و یکتا۔

سبیل محمدی ایک ہی ہے

پھر اس کی بھی تشریح ہے کہ سبیل محمدی ایک ہی ہے حیث یقول "قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ" (سورہ یوسف: ۱۰۸) اے پیغمبرؐ کہہ کہ یہ ہی ایک میری راہ ہے جس پر میں لوگوں کو خدا کی دعوت دیتا ہوں اور اس پر ان کو بصرت کے ساتھ بلاتا ہوں یعنی بابصیرت دعوت دیتا ہوں اور بصیرت کے ساتھ اس پر آنے کی ہدایت کرتا ہوں نہ اندھا دھند بلا سوچ سمجھے۔ میں بلاتا اور دعوت دیتا ہوں اور وہ جس نے کہ میرا اتباع کیا ہے۔ لہٰذا سبیل محمدی ایک ہی ہے اور اسی ک ذریعہ سے خدا تک پہنچا جا سکتا ہے اور یہ مذاہب متعددہ مختلفہ جو مسلمانوں میں ہیں سب صراط مستقیم نبوئی تک پہنچانے والے نہیں ہیں۔ صرف ایک راہِ محمدی ہے اور باقی تمام سبیل باطلہ اور راہ محمدی سے جدا کرنے والے فتامل وتفکر۔

محبت خلیفہ خدا و اطاعت رسولؐ

چونکہ یہ امر اصول فطریہ سے ہے کہ محبت اتحاد وارتباط باطنی کا باعث ہوتی ہے اور جن میں جس قدر اتحاد و ارتباط باطنی زیادہ ہوگا اس قدر محبت زیادہ ہوگی اور اسی طرح بالعکس اور اطاعت آثار ونتائج محبت سے ہے یعنی محبت کا اول نتیجہ یہ ہے کہ محبوب جو کچھ دے اور اس کا فرمان پہنچے اس کو محبّ فوراً تسلیم کرے اور تعمیل میں سبقت و تعجیل اور فی الحقیقت یہی معنی اسلام وایمان ہیں پس محبت سبیل ایمان واسلام ہوتی ہے۔ محبت ہی وہ کشش رکھتی ہے جو محبّ کو محبوب تک پہنچاتی ہے بلکہ اصل مقصود حیات وسیر وسلوک بر صراط قرب ومحبوبیت خداوندی ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ صراط حقیقت باطنیہ محمدیہ ہے اور صراط مستقیم الٰہی پر وہی پہنچ سکتا ہے جو اس سے اتصال باطنی و اتحاد وارتباط پیدا کرے۔ بنا بریں اس نے اپنے لطف وکرم سے اول اسی محبوب کو جو مظہر کمالات اور نمونہ اوصاف ہے مقام حب سے خلق کیا جیسا کہ حدیث قدسی میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ "كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِكَيْ اُعْرَفَ" یعنی وہ محجوب ومستورِ گوشہ وحدت فرماتا ہے میں عالم لاہوت میں خزانہ مخفی تھا پس مجھے یہ محبوب ہوا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے خلق کو مخلوق کیا تا کہ پہچانا جاؤں۔ مطلب واضح ہے کہ میں واجب الوجود قدیم ازلی ابدی بسیط ومجرد محض تھا اور کوئی مخلوق نہ تھا اور میرے کمالات مثل خزانہ مخفی پوشیدہ تھے۔ پس میں نے خلق کو مخلوق کیا تا کہ پہچانا جاؤں۔ اور اس کو اپنے اوصاف وکمالات کا نمونہ بنایا تا کہ اس نمونہ قدرت و صنعت وحکمت اور اس آئینہ جمال وجلال کو دیکھ کر مجھ کو پہچان سکیں ورنہ خود میری ذات کا ادراک تو محال ہے اور معلوم ومحقق ہے کہ اول مخلوق وجود محمدی ہے پس اول مخلوق جس کو اس نے مقام حب سے خلق کیا مقتضائے حب سے بنایا وہ وجود محمدی ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء میں آپ ہی حبیب اللہ مشہور ومعروف ہیں۔ پھر ایک حدیث

قدسی میں اپنے اس محبوب سے یوں خطاب کیا۔ "اَنْتَ الْمُرَادُ وَاَنْتَ الْمُرِیْدُ وَاَنْتَ خِیَرَتِی مِنْ خَلْقِی وَعِزَّتِی وَجَلَالِی لَوْلَاکَ لِمَا خَلَقْتُ الاَ فْلَاکَ" تو ہی اصل مقصود و مراد از خلق ہے اور تو ہی مرید و صاحب ارادہ محبوب ہے اور تو ہی میری برگزیدہ و پسندیدہ و بہترین مخلوق ہے اور مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے کہ اگر تو نہ ہوتا اور تجھ کو خلق نہ کرتا تو یہ افلاک و عالم زمان خلق نہ کرتا۔ تیری محبت و محبوبیت باعث خلق عالم ہے اور دراصل تو ہی اصل مقصود و مطلوب و مراد ہے۔

وایضاً جناب لسان الناطقینؑ کیفیت خلقت نور محمدی کے باب میں فرماتے ہیں کہ خدا نے قلم سے ارشاد کیا۔ "فَلَوْلَاہُ مَا خَلَقْتُکَ وَلَا خَلَقْتُ خَلْقِی اِلَّا لِاَجْلِہٖ فَھُوَ بَشِیْرٌ وَنَذِیْرٌ وَسِرَاجٌ مُنِیْرًا وَشَفِیْعٌ وَحَبِیْبٌ الخ" پس اگر اے قلم (یاد رہے کہ یہ قلم مقام مظہریت قلم قدرت الٰہی ہے دوسرے نشاء اور دوسرے عالم میں فافہم) وہ اصل مقصود اور حقیقت قلم قدرت نہ ہوتا تو میں تجھے خلق نہ کرتا اور نہیں خلق کیا میں نے مخلوق کو مگر اسی کی وجہ سے۔ پس وہی فی الحقیقت بشیر ونذیر وسراج منیر و شفیع اور حبیب ہے پس جو کچھ ہے اپنے حبیب کی خاطر ہے اور باقی خلق محمد کی طفیلی ہے۔

لازم توحید

پس جب اس نے اپنی توحید کے ساتھ اس کی رسالت و نبوت کو ملایا تھا اپنی محبت کے ساتھ اپنے حبیب و محبوب کی محبت کو ملایا۔ اور اس کو سب پر فرض قرار دیا اور سب سے اس کا عہد لیا۔ رسالت محمدی و محبت رسول لازم توحید ہے اور پھر اس طرح سے اپنی اطاعت کے ساتھ اس کی اطاعت کو سب پر واجب کیا اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری اور پیروی پر اپنی محبت کو منحصر کیا اور فرمایا۔ "قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَحِیْمٌ"۔ (سورہ آل عمران:۳۱) اے محبوب ان سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست اور محبوب رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اور میرے فرمانبردار بنو خدا تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے وہ خود تمہیں محبوب بنا لے گا۔ کیونکہ جب کوئی شخص آنحضرتؐ کا دل سے اتباع کرے گا تو ضرور آپ کو وہ محبوب ہوگا کیونکہ اس میں اپنے کمالات اور اوصاف اور اخلاق کا نمونہ نظر آئے گا اور ہر صاحب کمال اپنے کمال کو محبوب رکھتا ہے تو ضرور وہ جناب اس کو محبوب بنائیں گے اور جب وہ شخص پیرو اور مطیع آپ کا محبوب ہو گیا اور قاعدہ کلیہ ہے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہی ہوتا ہے اور محبوب کی ہر ایک شئے محبوب ہوتی ہے پس خدا بھی اس شخص کو محبوب بنا لے گا اور اس کی لغزشیں معاف کر دے گا چنانچہ خدا ایسے ہی لوگوں کی مدح فرماتا ہے جو اس کے محبوب کو دوست رکھتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں انہیں کی تعریف و توصیف فرماتا ہے اور سب چیزوں کی محبت سے اپنے محبوب کی محبت کو اپنے ساتھ مقدم رکھا ہے۔ "قُلْ اِنْ کَانَ آبَائُکُمْ وَاَبْنَائُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِاقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسَاکِنُ تَرْضَوْنَھَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِی سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْ حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ"۔ (سورہ توبہ:۲۴)

یعنی اے پیغمبر کہہ دو کہ اگر تم کو اپنے آباؤ اجداد و بہن بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور مال جو تم کماتے ہو اور مکان جن کو پسند اور محبوب رکھتے ہو خدا اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہوں تو منتظر امر عذاب خدا رہو اور خدا ہرگز ایسے فاسق العقیدہ لوگوں کو صراط مستقیم پر نہیں پہنچاتا اور ہدایت نہیں کرتا۔ اس سے وجوب محبت پیغمبری روز روشن کی طرح آشکارا ہے اور محبت پیغمبری مثل محبت خدا تمام چیزوں پر مقدم ہے اور آپ نے بھی اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک مال و دولت بیٹا بہن تمام چیزوں سے محبوب تر نہ ہوں اور اس میں اس کی تصریح ہے کہ بلا محبت پیغمبریؐ ہدایت خدا میسر نہیں ہوسکتی۔ اس لئے وجوب محبت پیغمبری لطف الٰہی ہے اور محض اپنے بندوں ہی کے فائدے کے لئے ہے کہ اس محبت کے ذریعہ سے اس تک پہنچ جائیں۔ ورنہ نہ خدا تمہاری محبت کا محتاج ہے اور نہ رسولؐ خدا۔ اور اسی طرح سے اطاعت پیغمبر کو بہت سی آیات میں واجب کیا ہے اور جا بجا "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُو الرَّسُوْلُ" (سورہ النساء:۵۹) فرمایا ہے اور اسی کی اطاعت سے اطاعت خدا حاصل ہوتی ہے جس طرح کہ اس کی محبت سے محبت خدا حاصل ہوتی ہے کیونکہ مخلوق ہیں وہی قائمقام و جانشین خدا اور اس کی صفات کا مظہر اور آئینہ ہے۔ "وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ" (سورہ النساء:۸۰) جس نے اس رسولؐ کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی اطاعت محبوب عین اطاعت محبؐ ہے اور بلا اطاعت محبوب عبادت خدا باطل ہے وقال۔ "اَطِیْعُو اللّٰہَ وَاَطِیْعُوالرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُو اَعْمَالَکُمْ" (سورہ محمد:۳۳) خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے عملوں کو باطل نہ کرو جو عمل اطاعت رسولؐ سے خارج ہو وہ باطل ہے جو نماز عین مطابق فرمائش رسول و نماز رسول نہ ہو باطل محض ہے۔

خلیفہ خدا نبی امی

"قَالَ عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِہٖ مَنْ اَشَآءُ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ فَسَاَکْتُبُھَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُوْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ"۔ (سورہ اعراف:۱۵۶) خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ اپنا عذاب تو جس کو چاہوں گا اس کو پہچاؤں گا اور میری رحمت ہر شئے پر وسیع ہے اور ان لوگوں کے لئے تو میں اس کو لکھ ہی دوں گا جو متقی ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیات پر یقین رکھتے ہیں یہ کون لوگ ہیں؟ "اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ" (سورہ اعراف:۱۵۷) وہ لوگ جو اس رسولؐ نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جس کو اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور طیب و پاکیزہ چیزیں ان کے لئے حلال قرار دیتا ہے اور خبیث و پلید حرام اور وہ ان پر سے ان کا بوجھ اتارتا ہے اور وہ پھندے جن میں وہ گرفتار ہیں دور کرتا ہے۔ "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (سورہ اعراف:۱۵۷) پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے ہیں اور اس کی عزت و توقیر کی اور اس کی نصرت کی اور اس نور کا

بھی انہوں نے اتباع کیا جو اس کے ساتھ ساتھ نازل کیا گیا ہے پس وہی نجات اور رستگاری پانے والے ہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں بالوضاحت اس کی تصریح ہے کہ نجات و افلاح صرف اُنہی کے واسطے ہے جو رسولؐ نبی امی عربی مکی مدنی کا اتباع کرتے ہیں اور اس پر ایمان لائے ہیں اور ساتھ ہی اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو اس کے ساتھ ساتھ آیا ہے اور اس میں صاف تعمیم ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں کی مخصوص نہیں بلکہ ہر زمانے اور ہر امت کے لوگوں کی نجات اور فلاح کا باعث یہی نبی امی عربی ہے اور اسی واسطے تمام انبیاء آنحضرتؐ پر ایمان لانے پر مامور تھے۔ یہی وہ نبی امی ہے جو ام القریٰ مکہ معظمہ سے مبعوث ہوا یہی وہ امی ہے جو امّ العرب جناب ہاجرہ والدہ جناب اسمٰعیل بن خلیل اللہؑ کے اولاد سے ہے اور بنی اسمٰعیل میں صرف یہی مبعوث برسالت ہوا ہے اور یہی وہ امی ہے جو شکم مادر سے سب سے زیادہ عالم پیدا ہوا اور جس کے منہ میں خدا نے اپنا کلام رکھ دیا چنانچہ توریت میں جہاں اس نبی امی کا ذکر ہے وہاں یہی اس کی تعریف کی ہے کہ اَضَعُ کَلَامِیْ فِیْ فِمِهٖ میں اپنا کلام ہی اس نبی کے منہ میں رکھ دوں گا وہ جو کچھ بھی بولے گا میرا کلام ہوگا اور یہی منطوق اس آیت کا ہے۔ "مَایَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" (سورہ نجم: ۳، ۴) وہ اپنی خواہش نفس اور اپنی طرف سے ایک حرف نہ بولے گا اور نہ کسی اور سے کچھ سیکھے اور پڑھے گا بلکہ وہ جو کچھ بولے گا وہ میرا کلام ہوگا۔ یہی احمد وہ نبی امی ہے جس کی توریت کی طرح انجیل میں بھی بشارت موجود ہے۔ "یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِیْلِ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ" (سورہ اعراف: ۱۵۷) صاف قول عیسیٰؑ بن مریم ہے جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس احمد اور بشارت عیسیٰؑ سے مراد نبیؐ مکی مدنی امی عربی نہیں ہے بلکہ اور کوئی ہے وہ جھوٹا ہے۔ مفتری کاذب اور مکذب آیات و کتب الٰہی ہے۔ اور منکر رسالت و نبوت جناب رسالت پناہی بلاشبہ خارج از اسلام ہے۔

غرض نبی امی عربیؐ پر ایمان لانا ہر فرد افراد عالم پر فرض کیا گیا ہے اور وہی جناب تمام عوالم پر مبعوث اور سب پر پیغمبر ہیں اور وہی ہدایت مطلقہ الٰہیہ ہیں۔ قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی۔ (سورہ انعام: ۷۱) اور بلاشک و ریب ہدایت خدا ہی ہدایت ہے۔ اور وجود پیغمبر نفس ہدایت ہے۔ "فقال فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ" (سورہ بقرہ: ۳۸) جس نے میری ہدایت کا اتباع کیا ان پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ مغموم و محزون رہیں گے۔ اور رحمت واسعہ الٰہی جو سب پر وسیع ہے اس کا مظہر یہی رحمۃ للعالمین ہے اور توریت میں اسی نبی امی کی تعریف میں یہ آیا ہے کہ اس کا ہاتھ سب کے سروں پر وسیع ہوگا۔ یعنی جس طرح وہ لسان اللہ ہے اسی طرح وہ ید اللہ ہے اور بسیط رحمت الٰہی اسی کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ"۔ (سورہ انبیاء: ۱۰۷)

اقتصار ندامت بمخالفت خلیفہ خدا و نبی امی۔

اصل ہدایت وجود محمدیؐ ہے اور اسی طرح جو اس کے مد مقابل اور طرف مقابل میں ہے اور اس کے اتباع و ہدایت سے خارج ہے وہ مضل گمراہ کنندہ ہے اور وہ اس ولی مطلق کے مقابلہ میں طاغوت ہے جو لوگوں کو اس سے جدا کر کے ظلمت کفر والحاد میں ڈالتا ہے۔ فقال عزوجل۔ "وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ

مِنَ النُّورِ اِلَى الظُّلُمَاتِ اُولٰئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ" (سورہ بقرہ: ۲۵۷) اور وہ لوگ جو منکر آیات الٰہی اور اس کے نافرمان ہیں ان کے دلی طاغوت (وہ نبی و امام باطل جن کی لوگ امام حق کو چھوڑ کر پیروی کرتے ہیں) ہیں جو ان کو نور سے نکال کر ظلمت میں ڈالتے ہیں اور یہی لوگ جو مقابل دلی مطلق پیغمبر عربی ہیں نبی کے حکام کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کے حکم پر اپنی رائے کو مقدم رکھتے ہیں اور خواہ ساختہ طریقہ پر چلتے ہیں اہل جہنم ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ روز قیامت چونکہ تمام امور کا انکشاف ہو جائیگا اس لئے وہ "يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ" (سورہ طارق: ۹) اور "يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ" (سورہ قلم: ۴۲) ہے یعنی اس دن اسرار اور لوگوں کے باطن کا حال صاف صاف کھل جائے گا اور تمام امور کی (ساق) حقیقت اصلیہ ظاہر ہو جائے گی۔ یہ لوگ بھی اس وقت دیکھیں گے اور معلوم کریں گے کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ اس وقت اپنے کئے پر شرمندہ ہوں گے اور حسرت و افسوس سے اپنے دانتوں سے اپنے ہاتھ کاٹیں گے۔ "وَيَتَنَدَّمُونَ حَيْثُ لَا يَنْفَعُ النَّدَمُ" اس وقت یہ شرمندگی ان کو کچھ بھی فائدہ نہ بخشیں گی۔ اور ان کی حالت خدا یوں بیان کرتا ہے "اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا يَا وَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا لَقَدْ اَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْاِنْسَانِ خَذُولًا۔" (سورہ فرقان: ۲۶ تا ۲۹) یعنی اس دن خاص سلطنت حق خدا ہی کے لئے ہوگی اور وہ دن کافروں پر نہایت دشوار ہوگا جس دن کہ ظالم گنہگار افسوس سے اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا کہ اے کاش میں رسول کی بتلائی ہوئی راہ اختیار کرتا اور کہے گا کہ کاش کہ میں فلاں شخص کو درست نہ بناتا بیشک اس نے مجھے نصیحت اور عبرت آجانے کے بعد بھکا دیا۔ اور شیطان تو آدمی کا رسوا کرنے والا ہے ہی۔ اس آیت میں جو خاص ظالم اور گنہگار کا ذکر ہے صرف امت محمدی سے نہیں کیونکہ امت میں تمام عالم داخل ہے بلکہ وہ خاص قوم رسول سے ہے۔ اگرچہ حکم عام ہے کہ ہر ظالم کے لئے یہی حالت پیش آئے گی آخر میں خدا فرماتا ہے۔ "وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا۔" (سورہ فرقان: ۳۰) یعنی ان کی حسرت آمیز گفتگو سن کر رسول جواب دیں گے اور فرمائیں گے اے میرے پروردگار (میں کیا کروں) میری اس قوم نے اس قرآن کو بیکار کر دیا اور جدا ڈال دیا اور اس پر عمل نہ کیا اگر اس پر عمل کرتے تو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ "وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔" (سورہ النساء: ۱۳) اور جو خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا جہاں نہریں جاری ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور یہی سب سے بڑی کامیابی اور رستگاری ہے۔ "وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔" (سورہ النساء: ۱۴) اور جو شخص کسی امر میں خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا خدا اس کو ہمیشگی کی آگ میں داخل کرے گا اور اس کے لئے نہایت ذلت والا عذاب ہے۔ "اَللّٰهُمَّ احْفَظِ الْمُسْلِمِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ"

خلیفہ خدا و وسیلہ مطلقہ

بہر حال بکمال وضاحت ثابت ہے کہ صراط مستقیم کی شناخت ممکن نہیں مگر خلیفۃ اللہ کے ذریعہ صراط الٰہی تک پہنچنا ممکن نہیں مگر خلیفۃ اللہ کے وسیلے سے۔ صراط الٰہی پر چلنا اور سیر و سلوک نہیں میسر ہوسکتا مگر خلیفہ خدا کے واسطہ سے وصال الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا مگر جانشین خدا کے طفیل۔ نجات کسی کو نصیب نہیں ہوسکتی مگر اس مظہر اوصاف خدا کے ذریعہ۔ گناہ نہیں بخشے جاسکتے مگر قائمقام خدا کے ذریعہ۔ شفاعت قبول نہیں مگر اسی کی وجہ سے۔ اور توبہ قبول نہیں ہوسکتی مگر خلیفہ خدا ہی کی معرفت و وساطت سے اور جو یہ کہتا ہے کہ بلا واسطہ رسول و وساطت خلیفہ خدا و جانشین الٰہی و آئینہ جمال و جلال خداوندی اس کی معرفت۔ اس کا وصال اس تک رسائی ممکن ہے۔ بلا وساطت خلیفہ خدا دعا قبول ہوسکتی ہے؟ گناہ بخشے جاسکتے ہیں؟ جھوٹا ہے وہ موحد نہیں ملحد ہے۔ کیونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ نبوت و خلافت الٰہی لازم بین توحید الٰہی ہے بغیر اس کے توبہ درست نہیں ہوتی موحد نہیں کھلا سکتا مگر بعد اقرار و ایمان بخلافت الٰہی و بعد اتباع خلیفہ خدا۔ اس تک نہیں پہنچ سکتا مگر اس کے وسیلے سے اور وہ خود صاف فرماتا ہے۔ "وَابْتَغُوا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ" (سورہ المائدہ: ۳۵) اس خداوند واجب الوجود قدیم ازلی ابدی بسیط و مجرد مطلق تک پہنچنے کے لئے وسیلہ ڈھونڈو۔ بلا وسیلہ وصول الی اللہ ممکن نہیں۔ حد نبوت حد توحید سے متصل ہے "وَمَنْ یَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔" (سورہ البقرہ: ۲۲۹) جو حدود الٰہی سے تجاوز کرے وہ نہایت درجہ گمراہی میں پڑا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ شیطان باوجود توحید کا قائل ہونے کے ہمیشہ کے لئے مردود و رجیم و لعین قرار پایا کہ اس نے حدود الٰہی سے تجاوز کیا حد خلافت کو حد توحید سے جدا سمجھا اور خلیفۃ اللہ کی تعظیم سے انکار کیا جو لوگ رسولؐ کو وسیلہ نہیں جانتے ہیں اور اپنے تمام امور میں اس کو واسطہ قرار نہیں دیتے ہیں وہ ممکن ہے کہ موحد ہوں مگر نہ توحید الٰہی کے بلکہ اسی توحید شیطان کے۔ "وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا" (سورہ فرقان: ۲۹) (اور شیطان تو انسان کو رسوا کرنے والا ہے ہی) اور خلیفہ مطلق خدا نہیں ہے مگر یہی وجود مقدم و مقدس جس کو خدا نے بعدل تکوینی (عدل حقیقی میں نہ عدل اضافی میں) اول روز خلقت عالم امکان سے صراط مستقیم پر خلق کیا ہے اور اپنی مخلوق کے درمیان واسطہ بنایا ہے۔ "فَقَالَ یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" (سورہ یٰسین: ۱ تا ۴) اے یٰسین بیشک تو مرسلین میں سے صراط مستقیم پر احاطہ رکھنے والا ہے۔ "وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" (سورہ الشوریٰ: ۵۲) اور بیشک تو ہی دوسروں کو صراط مستقیم تک پہنچانے والا ہے۔ "وَهٰذَا هُوَ سِرُّ الْخِلَافَةِ الْاِلٰهِیَّةِ وَقَدْ ثَبَتَ هٰذِهِ الْخِلَافَةَ فِی الْعُلُوْمِ الْاَزَلِیَّةِ وَالْاَسْرَارِ اللَّاهُوْتِیَّةِ وَقَدْ ظَهَرَتْ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بِالصُّوْرَةِ وَالْمَعْنٰى هَادِیَةً جَامِعَةً مُجِیْلَةً لِلْعَوَالِمِ لَا نُكُوْتِیَةً وَالنَّاسُوْتِیَّةَ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ"

عصمت و خلافت

جب یہ ثابت ہوا کہ خلقت خلیفہ خدا بعدل تکوینی حقیقی ہے نہ بعدل اضافی مثل دیگر انسانوں کے اور یہ کہ خلیفہ خدا مظہر ذات خدا ہے تو ثابت ہوا کہ عصمت لازم خلافت الٰہیہ ہے کیونکہ اوّلاً معنی عدل حقیقی یہی ہیں کہ شئے۔

خلق (صورت خلقی ظاہری) اور خلق (صورت باطنی و سیرت) میں عین حد اعتدال و حد عدل میں ہو اور جب اس کی صورت خلقی مقام عدل میں ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی امر کوئی فعل اس سے خلافت عدل صادر نہ ہوگا اور کسی امر میں حدود عدل سے تجاوز نہ کرے گا اور علم تہذیب الاخلاق میں ثابت ہے اور آیات شاہد کہ گناہ نہیں ہے مگر حد عدل سے تجاوز کرنا اور اس حد الٰہی سے گذرنا خواہ افراط (زیادتی) کی طرف اور خواہ تفریط (کمی اور نقص) کی طرف ہو۔ "وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ" (سورہ طلاق:۱) جو حدود الٰہی سے تجاوز کرتا ہے اور حد اعتدال پر قائم نہیں رہتا وہی گمراہ ہے اور تصریح کتب اخلاق میں موجود ہے کہ ہر ایک گناہ ظلم ہے یا تو صرف اپنے نفس پر یا دوسرے پر بھی۔ "وَاِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ" (سورہ لقمان:۱۳) اور بیشک شرک سب سے بڑا ظلم (گناہ) ہے اور تصریح ہے کہ عدالت جامع جمیع اوصاف و کمالات و اخلاق و صفات حسنہ ہے۔ پس جس کو خدا نے اپنا خلیفہ بنایا ہے اور عدل تکوینی حقیقی میں خلق کیا ہے ممکن نہیں کہ کسی امر میں حدا سے تجاوز کرے ضرور اس کے تمام افعال و اعمال حد عدل میں ہوں گے اور کوئی بات کبھی خلاف نہ ہوگی اور نہیں ہے عصمت مگر یہی عدالت۔ ثانیاً اگر خلیفہ خدا معصوم نہ ہو تو صراط مستقیم پر قائم و مستقیم نہیں رہ سکتا اور لغزش و زلل سے نہیں بچ سکتا چہ جائیکہ دوسروں کو اس پر چلا سکے۔

"کورے کجا عصاکش کورے دگر بود"

وہ خود کسی دوسرے کی دستگیری کا محتاج ہوگا اور وہ ہادی الی الخلق نہ ہو سکے گا بلکہ چاہے گا کہ کوئی دوسرا اس کی راہنمائی کرے۔ "اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ" (سورہ یونس:۳۵) کیا وہ شخص مستحق اتباع ہے جو ہدایت الی الخلق کرتا ہے؟ یا وہ شخص جو خود ہدایت نہیں پا سکتا جب تک کہ کوئی دوسرا اس کو ہدایت نہ کرے؟ پس تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایسا حکم کرتے ہو؟ اور ثابت ہو چکا ہے کہ خلیفہ حقیقی خدا مفطور بر صراط مستقیم و مخلوق بر ہدایت ہے۔ پس نہیں وہی عین ہدایت ہے اور نور محمدی اصل حقیقت ہادیہ ہے۔ کیونکر ممکن ہے کہ وہ معصوم نہ ہو۔ حقیقت ہادیہ اور معصوم نہ ہونا اجتماع ضدین ہے اور محال ہے پس ماننا پڑے گا کہ عصمت لازم خلافت ہے یا حقیقت نورانیہ محمدیہ کے حقیقت ہادیہ ہونے سے انکار۔ وھو محال۔ ثالثاً ان کو خدا نے خاص اپنے اوصاف کا نمونہ بنایا ہے اور گناہ ظلم ہے اور ظلم نقص اور مسلم ہے کہ نقص مصنوع دال ہے نقص صانع پر اور جو نقص و عیب خلیفہ میں ہوتا ہے وہ مستخلف ہی میں سمجھا جاتا ہے۔ "كَمَا جَرَتْ بِهِ الْعَادَةُ فِي الْعَامَّةِ وَالْخَاصَّةِ وَفِي الْمَعَارِفِ مَتٰى اسْتَخْلَفَ الْمَلِكُ ظَالِمًا اِسْتَدَلَّ بِظُلْمِ خَلِيْفَتَهٗ عَلٰى ظُلْمِ مُسْتَخْلِفِهٖ وَاِذَا اسْتَخْلَفَ عَادِلًا اُسْتُدِلَّ بَعْدَ لِهٖ عَلٰى عَدْلِ مُسْتَخْلِفِهٖ" عوام و خواص سب میں معروف و معلوم اور محسوس و مشاہد ہے اور معارف دینیہ میں بھی ایسا ہی ہے کہ جب کوئی بادشاہ کسی ظالم کو اپنا جانشین بناتا ہے تو اس خلیفہ کے علم سے اس بنانے والے کے ظلم پر استدلال کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جس نے اس کو اپنا جانشین اور خلیفہ بنایا ہے وہ ظالم ہے اور اسی طرح اس کے عدل سے مستخلف کے عدل پر استدلال کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے جس نے اس کو خلیفہ مقرر کیا ہے وہ عادل ہے پس ظلم خلیفہ خدا ظلم خدا کی دلیل ہوگا اور لازم آئے گا کہ خدا ظالم ہو اور یہ محال ہے

رابعاً نظام عالم عدل الٰہی پر قائم ہے اور یہ بالکل خلاف عدل الٰہی ہے کہ ایک غیر معصوم کو دوسرے ویسے ہی غیر معصوم پر حاکم اور خلیفہ مقرر کردے۔ "وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ" (سورہ آل عمران:۱۸۲) خدا ہرگز اپنے بندوں پر زیادتی نہیں کرتا "فَثَبَتَ اَنَّ خَلَافَةَ اللّٰهِ يُوجِبُ الْعِصْمَةَ وَلَا يَكُوْنُ الْخَلِيْفَةُ اِلَّا مَعْصُوْمًا" خلافت الٰہیہ عصمت کو واجب قرار دیتی ہے اور نہیں ہوسکتا خلیفہ خدا مگر معصوم پس تمام خلفاء اللہ معصوم ہیں وھوالمطلوب۔

طہارت و خلافت

عصمت کی طرح طہارت بھی لازمہ خلافت ہے اور نہیں ہے طہارت کلیہ یعنی طہارت ظاہریہ و باطنیہ یا طہارت کاملہ مطلقہ مگر عصمت پس عصمت لازم طہارت ہے اور طہارت لازم عصمت۔ اور ثابت ہو چکا ہے کہ خلیفہ خدا نہیں ہوتا مگر معصوم اور خلافت الٰہیہ موجب عصمت ہے اور خلیفہ مطلق جناب محمد مصطفیٰ ہیں اس لئے وہ جناب جس طرح معصوم مطلق ہیں اسی طرح طاہر مطلق اور اسی واسطے خدا نے ان کو اس خطاب سے مخاطب فرمایا ہے "طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى" (سورہ طٰہٰ:۱،۲) اے طاہر ہم نے قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تو ناقابل برداشت تکلیف اٹھائے اور زحمت میں پڑے اور یہ مسلم و مانی ہوئی بات ہے اور عقلاء کا اس پر اتفاق ہے اور ہم اپنی بعض کتب میں ثابت بھی کر چکے ہیں کہ ظرف مطابق مظروف اور محل مناسب حال چاہئے۔ مظروف پاک کے لئے ظرف (برتن) بھی پاک ہی چاہئے اور حال نورانی کے لئے محل بھی نورانی اور ہر ایک مکین نوری کے واسطے مکان بھی نور ہی۔ بنابریں روح اقدس نبوی کے لئے جو نور مطلق و اول نور و مرکز انوار ہے جسم بھی نورانی ہی چاہئے جسم غیر نورانی ہرگز اس نور کا متحمل نہ ہوسکے گا اور اس کی تجلیات کی برداشت نہ کرسکے گا اس روح عالم امری و عالم عرشی کے لئے بدن بھی عرشی چاہئے ورنہ بدن غیر عرشی اس کے ساتھ فوق سدرۃ المنتہیٰ عرش تک نہ پہنچ سکے گا اور روح طیب و طاہر کے لئے جو روح قدس اور روح مقدس کہلاتی ہے جسم بھی طیب و طاہر و مقدس ہی چاہئے اور اس لئے یہ بھی ضروری و لازمی ہے کہ جن ارحام و اصلاب میں یہ نور خلیفہ خدا رہے گا اور منتقل ہوگا وہ بھی طیب و طاہر ہی ہوں گے کفر و شرک بدترین نجاست و خباثت ہے۔ "فَلَا يَكُوْنُ اَحَدٌ فِمِنْ آبَاءِ خُلَفَاءِ اللّٰهِ اِلَّا مُؤْمِنًا مُوَحِّدًا" کوئی شخص آباؤ اجداد خلفاء اللہ و انبیاء اللہ میں سے غیر مومن و موحد نہ ہوگا ہمیشہ یہ نور تا ظہور طیب و طاہر رحموں اور پشتوں میں رہے گا اور اسی کو آنحضرتؐ نے اکثر مقام فخر و مباہات میں بیان فرمایا ہے جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا پس طہارت لازمہ خلافت الٰہیہ ہے۔ "وَهُوَ الْحَقُّ وَلَا يَكُوْنُ الْخَلِيْفَةُ اِلَّا طَاهِرًا" غیر طاہر خلیفہ نہ ہوگا۔ شرک و کفر سے نکلے ہوئے نفوس کبھی خلیفہ نہیں ہوسکتے خلافت الٰہیہ ارحام و اصلاب نجسہ میں قرار نہیں پکڑ سکتی۔ "فَتَامَّلْ فِيْهِ حَقَّ التَّاَمُّلِ"۔

باب دوم

(صراط الٰہی وخلافت نبوی)

ختم نبوت و بقاء خلافت

باب اول میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وجود خلیفہ خدا وخلافت الٰہیہ ہر زمانے میں ضروری ہے اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ ہر نبی خلیفہ خدا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرتؐ پر ختم ہوگئی اور آپ کے بعد اور کوئی نبی نہ ہوگا الا کاذب دجال اور اسی پر بدوِ اسلام سے تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ آنحضرتؐ آخری نبی اللہ ہیں جیسا کہ نص قرآنی "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" (سورہ احزاب:۴۰) صاف دلالت کرتی ہے اور احادیث کثیرہ شاہد ہیں اور دلائل و براہین عقلیہ ناطق۔ شریعت آپ پر ختم ہوچکی دین کامل ہو چکا اور نعمتِ خدا پوری ہو چکی اور آپ تمام مکارم اخلاق کو اتمام پر پہنچا چکے فقال "بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ" میں اس لئے اس عالم میں بھیجا گیا ہوں کہ جمیع مکارم اخلاق کو پورا اور کامل کردوں اور ان کو درجہ تمام وکمال پر پہنچا دوں۔ کیونکہ تکمیل اور تتمیم دین و شریعت و مکارم اخلاق آپ ہی پر موقوف تھی اور بعد آپ کے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں رہی یہ وہ حقیقت ہادیہ جامعہ محیطہ ہے جو سب سے پہلے وجود میں آئی اور ہادئ عالم ونور عالم قرار پائی اس کی تعریف وتوصیف اور اس کی تبشیر کے لئے انبیاءؑ مبعوث ہوتے رہے پس جب وہ حقیقت ہادیہ جامعہ محیطہ خود اس عالم میں بصورت ومعنی ظاہر ہو گئی تو دائرہ ہدایت دونوں طرف سے کامل اور محدود ہو گیا "هُوَ الْاَوَّلُ وَهُوَ الْاٰخِرُ" اور ہادئ عالم بھی وہی ہے اور آخر ہادی بھی وہی۔ اس محیط دائرہ ہدایت کے دونوں اول اور آخر نقطے مل جانے اور خط دائرہ پورا اور کامل ہو جانے کے بعد جو ادر کوئی دعویٰ نبوت کرے وہ ضرور اس دائرہ ہدایت سے خارج ہے اور حیطہ اسلام سے جدا۔ دائرہ اسلامی میں داخل ہو کر کوئی شخص بعد خاتم النبیین دعویٰ نبوت نہیں کرسکتا۔ اور جو کوئی کرے وہ مفتری وکذاب منکر آیات خدا ہے چہ جائیکہ مسلمان ہو۔ ایسے ہی مفترین کی نسبت خدا بعد ذکر بشارت حضرت عیسیٰ "مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ" (سورہ صف:٦) فرماتا ہے "فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ" (سورہ صف:٦) جب وہ رسولؐ احمد جس کا توریت وانجیل میں ذکر ہے اور وہ مبشر احمد جس کی آخری بشارت دینے والے عیسیٰ ہیں آیات بینات اور کھلے کھلے جزوں کے ساتھ آیا تو وہ باوجود توریت وانجیل میں ان کی صاف وصریح بشارت قوم ہونے کے کہنے لگ گئے یہ تو کھلم کھلا جادو ہے "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ" (سورہ صف:۷) اور اس سے زیادہ ظالم اور گنہگار کون ہے ہوسکتا ہے جو خدا پر جھوٹا بہتان باندھے اور بشارتِ احمد عربی مکی مدنی سے انکار کرے حالانکہ وہ مسلمان کہلاتا ہو

اور اسلامی نام سے پکارا جاتا ہو۔ "یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِؤُا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ" (سورہ صف:۸) وہ چاہتے ہیں اپنے منہ سے پھونکیں مار مار کر (اقوال باطلہ سے) اس نور ازلی کو بجھا دیں حالانکہ خدا اس کو ضرور درجہ کمال ظہور و تمام بروز پر پہنچانے والا ہے اگرچہ کافرین کو ناگوار گذرے۔ بہر حال اس ہدایت جامعہ محیط کے اس عالم میں ظاہر ہونے کے بعد اور کوئی نبی نہ ہوگا اور خلافت الٰہیہ قیامت تک باقی ہے مگر کوئی خلیفۃ اللہ نبی نہ کہلائے گا اور نہ دعویٰ کرے گا آپ کی نبوت کے بعد مگر دجال۔ اور اسی واسطے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے "اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ" یعنی میں اور قیامت دونوں اس طرح ملے ہوئے ہیں جیسے یہ دو انگلیاں برابر ملی ہوئی ہیں مطلب صاف ہے کہ قیامت تک اب نبوت صرف میری ہی ہے اور قیامت میری نبوت سے اس طرح ملی ہوئی ہے جیسے دو انگلیاں۔ قیامت تک یہی شریعت ہے اور یہی دینی ہے اور یہی نبوت و رسالت اب قیامت تک اور کوئی نبی نہ ہوگا اور اس کی تصریح میں اکثر فرماتا ہے "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" میرے بعد اب کوئی نبی نہ آئے گا "اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ" میں اور قیامت دونوں اس طرح ملے ہوئے ہیں جیسے یہ دونوں انگلیاں۔ نہایت روشن اور بین اور واضح دلیل ہے کہ محمد مصطفٰیؐ اور قیامت کے درمیان نبوت نہیں ہے۔ دائرہ نبوت بمقام کمال پہنچ چکا ہے۔

اختیار و انتخاب خلافت الٰہیہ

بہر کیف انبیاء اللہ آپ پر ختم ہو چکے اور خلفاء اللہ باقی ہیں لیکن خلافت مطلقہ و خلافت الٰہیہ کلیہ یہی حقیقت ہادی جامعہ محیط ہے اب خلافت خدا اس سے خارج نہیں ہو سکتی اور اس حساب خلیفہ مطلق کے دنیا سے بصورت ظاہری چلے جانے کے بعد اب کون ہے جو اس مقام و مرتبہ پر بیٹھ سکے؟ اور اس کا جانشین کہلا سکے۔ اس حقیقت ہادیہ جامعہ و محیط نورانیہ اول ما صدر و اکمل و افضل و اعلیٰ و اشرف ترین مخلوقات و مصنوعات کا قائم مقام کون ہو سکتا ہے۔ جس کی شان رحمتہ للعالمین ہو اس رحمت واسعہ الٰہیہ کی اب جانشینی کون کر سکتا ہے وہ ذات محیط جو کل ماسوی اللہ و جمیع عوالم اور تمام مخلوقات جن و انس و چرند و پرند و وحش و ہوام و ملائک و نفوس و ارواح و عقول پر بشیر و نذیر ہو۔ جس کی شان۔ "لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا" (سورہ فرقان:۱) ہو اس کے بعد اس کی خلافت کس کو میسر ہو سکتی ہے وہ شہر علم الٰہی جس میں جمیع ضروریات اور کل مایحتاج عالم کا خزینہ ہو اس لئے کہ جب تمام عوالم پر مبعوث اور سب پر پیغمبر اور سب کے ولی ہیں تو ضرور سب کی زبان سمجھتے ہیں اور سب کا علم رکھتے ہیں اور سب کی ضروریات و احتیاجات کو جانتے ہیں سب کو دیکھتے اور سب کی سنتے ہیں اور سب کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ اس کی جگہ بیٹھنا یہ کس کی مجال ہے کون اس بار عظیم کا متحمل ہو سکتا ہے جس کو ذات کاملہ مکملہ نورانیہ محمدیہ اٹھا سکتی ہے؟ کسی کی مجال نہیں جو اس کی جانشینی کا دعویٰ کر سکے کسی کی طاقت نہیں کہ اس کی نیابت کر سکے کس میں یہ علم و قدرت ہے جو اس حقیقت ہادیہ جامعہ محیط کی ڈیوٹی کو پورا کر سکے؟ کون بشر ہے جو اس رحمتہ للعالمین اور نذیر اللعالمین کا جانشین مقرر کر سکے؟ کونسی قوت اجتماعیہ یہ استطاعت رکھتی ہے جو خالق کل اور حکیم و علیم و قدیر ازلی کی قائم مقامی کر سکے اور خلیفہ خدا اور خلیفہ رسول مطلق بن سکے۔ کیونکہ نور کی جگہ نور ہی آ سکتا ہے معصوم کا قائم مقام معصوم ہی ہو سکتا ہے۔ طاہر کی جگہ طاہر ہی

لے سکتا ہے۔ ہدایت مطلقہ صراط مستقیم کا جانشین ہدایت مطلقہ اور صراط اللہ ہی بن سکتا ہے عادل مطلق کا گدی نشین عادل مطلق ہی ہوگا نہ ظالم۔ ولی اللہ کی مسند پر شاہ ولایت ہی بیٹھے گا نہ غیر رحمتہ للعالمین ونذیر للعالمین کا نائب آیۃ اللہ فی العالمین وحجۃ علی عبادہ اجمعین ہوگا کون ہے جو اس کو بنا سکے۔ لا واللہ حاشا وکلا۔ اگر تمام جن وانس مل کر ایک مچھر مکھی یا چیونٹی بنانی چاہیں تو نہیں بنا سکتے۔ ان میں کہاں یہ طاقت ہے کہ اگر ان میں سے کسی کی ایک قوت کم ہو جائے تو اس کی تلافی کر سکیں ایک جاہل کو اپنی قوت سے عالم بنا سکیں ایک اندھے کو پانی طاقت سے بینا کر سکیں۔ چہ جائیکہ ہادی سبل ونذیر کل ومولائے عالمیں کا قائم مقام پیدا کر سکیں انسان ضعیف البنیان میں کہاں یہ طاقت۔ "رَبُّكَ يَخْلُقُ مَايَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَاكَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ"(سورہ قصص:۶۸) خدا ہی جس کو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور جس کام کے لئے جس کو چاہتا ہے اختیار کرتا ہے انسانوں کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے یہ وہ بار عظیم ہے جس کو اس کے سوا کوئی نہیں اٹھا سکتا جس کو خدا اس کے لئے خلق فرمائے اور مامور کرے اور کس کی مجال ہے جو اس کو اس کے محل ومقر اصلی سے اٹھا لے یہ وہ بزرگ امانت الٰہی ہے جس کے اٹھانے سے زمین وآسمان وجبال وبحار ابا کرتے ہیں اور پناہ مانگتے ہیں "وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا"(سورہ احزاب:۷۲) اور جس انسان نے اس کو محل ومقر ومقام اصلی سے اٹھا لیا اور خود اختیار کیا اس نے نہایت نادانی سے اپنے نفس اور عالم پر سخت ظلم کیا ویعض الظالم علی یدیہ۔

محل و مقر خلافت الٰہیہ

بیشک اگر خالق اکبر کسی کو اس مرتبہ ومقام پر خلق کرے اور اس علم ومعرفت وہدایت پر مفطور کرے یہ نورانیت وروحانیت عطا کرے۔ یہ قوت وطاقت دے یہ احاطہ عنایت فرمائے اور اس صراط پر پہنچائے۔ " وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"(سورہ حج:۶) کیونکہ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ " اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (سورہ نور:۳۵) وہی تمام زمین وآسمان کا نور ہے۔ وہ خالق نور منور نور فوق کل نور ہے وہ بیشک ایسا ہی نور پیدا کر سکتا ہے وہ اس نور کو یہ قوت دے سکتا ہے۔ وہ ایسے معصوم وطاہر وجود اس کام کے لئے چن سکتا ہے۔ "اَللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ"(سورہ انعام:۱۲۴) اللہ ہی جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں کس جگہ اور کس میں قرار دے اور کس کو عہدہ خلافت الٰہیہ عطا فرمائے ملائکہ مقربین وکروبین خلافت الٰہیہ کے محل ومستقر ومکان کی شناخت سے عاجز رہے نہ جان سکے کہ خلافت الٰہیہ کا مورد ومحل کہاں ہے۔ کہہ بیٹھے۔ "نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ"(سورہ بقرہ:۳۰) یہ خلافت تو ہم میں ہونی چاہئے کہ ہم تیری تسبیح وتقدیس کرتے ہیں۔ جواب ملا۔ "اِنِّيْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ"(سورہ بقرہ:۳۰) اے میرے ملائکہ تم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ خلافت کہاں ہونی چاہئے اور کس جگہ قرار دی جائے میں ہی اس کو جانتا ہوں۔ میں خالق وصانع ہوں اور علیم ازلی۔ میں جانتا ہوں اس خلافت کے تحمل کے لئے کس قوت واستعداد وقابلیت کی ضرورت ہے اور کس میں میں نے یہ قوت رکھی ہے۔ "قَالُوْا لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا"(سورہ بقرہ:۳۱) اپنے عجز وقصور کا ملائکہ اقرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیشک اے ہمارے خالق وصانع تو

سچا ہے۔ ہمارے علم یہاں تک محیط نہیں اور تو جانتا ہے جو علم ہم کو تو نے دیا ہے ان کو خبر دی گئی اور بتلا دیا گیا۔ "اِنِّی خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِینٍ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِی فَقَعُوا لَہٗ سَاجِدِیْنَ" (سورہ ص: ۷۱،۷۲) بتحقیق کہ میں ملین سے ایک صورت بشری بنانے والا ہوں پس جب میں اس کا تسویہ کرلوں اور تمام اعضاء و جوارح کو مناسب مقام پر درست کر دوں اور اس میں اپنی ایک روح خاص پھونک دوں (تو سمجھ لو کہ وہ میرا خلیفہ و وارث خلافت الٰہیہ ہوگا) تم سب اس کے لئے سجدہ تعظیمی بجالاؤ۔ اس میں اول محل خلافت صورت بشری بتلایا گیا اور یہ دلالت صریح ہے اس مقصد پر کہ خلیفہ نہیں ہوسکتا مگر بشر۔ پھر یہ بتلایا گیا ہے کہ محض صورت بشری میرا خلیفہ نہیں ہے کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا کہ (محض صورت جسمانی بشری خلیفہ نہ رہے تو فرمایا "فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ فَقَعُوا لَہٗ سَاجِدِیْنَ" (سورہ ص: ۷۲) جب میں اس کو بنالوں تو فوراً تعظیم بجالاؤ کیونکہ مقام خلافت یہی ہے بلکہ فرمایا "وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِی" جب اس صورت بشری اور قالب بشری انسانی کو بنا کر اس میں اپنی ایک خاص روح پھونک دوں اس وقت اس کو تعظیم خلافتی کرو لہٰذا ثابت ہوا کہ محل و مقام خلافت الٰہیہ و نفخ روح خاص ہے جب تک یہ روح نہ ہو کوئی خلیفہ خدا نہیں ہوسکتا (دیکھو حصہ اول) یہاں سے وہ احادیث مستنبط ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ مومن میں چار روحیں ہوتی ہیں اور نبی و امام (خلفاء اللہ و حج اللہ) میں پانچ اور ایک روح قدس ان میں زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ آیہ مبارکہ "وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ" (سورہ واقعہ: ۱۰،۱۱) کی تفسیر میں جابر بن عبداللہ الانصاریؓ سے مروی ہے کہ یہ سابقین انبیاء مرسلین وغیر مرسلین ہیں۔ "وَفِیْھِمْ خَمْسَۃُ اَرْوَاحٍ رُوْحُ الْقُدُسِ وَرُوْحُ الْاِیْمَانِ وَرُوْحُ الْقُوَّۃِ وَرُوْحُ الشَّھْوَۃِ وَرُوْحُ الْبَدَنِ" یعنی روح قدس۔ روح ایمان۔ روح قوت۔ روح شہوت اور روح بدن اور انہی سے روایت ہے۔" "اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْاَنْبِیَاءَ وَالْاَئِمَّۃَ عَلٰی خَمْسَۃِ اَرْوَاحٍ رُوْحُ الْقُوَّۃِ وَرُوْحُ الْاِیْمَانِ وَرُوْحُ الْحَیَاۃِ وَرُوْحُ الشَّھْوَۃِ وَرُوْحُ الْقُدُسِ۔ فَرُوْحُ الْقُدُسِ مِنَ اللّٰہِ وَسَائِرُ ھٰذِہِ الْاَرْوَاحِ یُصِیْبُھَا الْحَدَثَانُ فَرُوْحُ الْقُدُسِ لَا یَلْھُوْ وَلَا یَلْعَبُ وَلَا یَتَغَیَّرُ وَبِرُوْحِ الْقُدُسِ عَلِمُوا مَا دُوْنَ الْفَرْشِ اِلٰی مَا تَحْتَ الثَّرٰی" پس روح القدس ہی اللہ کی طرف سے ہے اور یہی روحی (میری روح) کہلاتی ہے اور باقی تمام ارواح کو حوادث و عوارض زمانہ عارض ہوتے ہیں اور روح القدس نہ لہو و اجب میں مشغول ہوتی ہے نہ اس پر غفلت و نسیان طاری ہوتا ہے اور نہ اس میں تغیر و تبدل واقع ہوتا ہے اور انبیاء اس روح پاک سے عرش سے فرش تک کی باتیں جانتے ہیں۔ اور یہی آیہ مجیدہ۔ "رَفِیْعُ الدَّرَجَاتِ ذُوالْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ" (سورہ مومن: ۱۵) سے ثابت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا ہی درجات کا بلند کرنے والا اور صاحب عرش ہے۔ وہ اپنے عالم امر سے روح خاص اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے القاء کرتا ہے تا کہ وہ روز قیامت سے ڈرائے۔ یعنی بلا اس روح خاص کے وہ نذیر نہیں ہوسکتا۔ اور اِنِّی خَالِقٌ بَشَرًا (سورہ ص: ۷۱) میں لفظ خالق اور "اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً" (سورہ بقرہ: ۳۰) میں جاعل صاف دلالت کرتے ہیں اور ان میں اسی طرح اشارہ ہے کہ یہ خلافت خلق اور جعل سے تعلق رکھتی ہے بلکہ اس میں تصریح ہے کہ بعد خلق

انتخاب نہیں ہے بلکہ بعد انتخاب علمی خلیفہ خدا مخلوق و مفطور پر خلافت ہوتا ہے اور کسی کے انتخاب واختیار کو یہاں دخل نہیں صرف خلق الٰہی وجعل الٰہی کو دخل ہے (کما اوما نا الیہ سابقا) وَالنَّبِیُّ نَبِیٌّ وَلَوْ کَانَ صَبِیًّا نبی، نبی ہی ہے اگر چہ بچہ ہی ہو اور اسی طرح امام اسی روح کے ساتھ امامت پر خلق ہوتا ہے۔ "وَالْاِمَامُ اِمَامٌ وَلَوْ کَانَ غُلَامًا" اور امام ہمیشہ امام ہی ہوتا ہے اگر چہ لڑکا ہی کیوں نہ ہو۔ "اَللّٰهُ یَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ خِلَافَتَهٗ" خدا ہی جانتا ہے کہ کہاں اپنی خلافت قرار دے۔ "وَرَبُّكَ یَخْلُقُ مَایَشَاءُ وَیَخْتَارُ مَا کَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ" (سورہ قصص: ۶۸) یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اجماعی وانتخابی خلافت ہر گز علم باری میں نہ تھی۔ اور خلافت الٰہیہ ازلیہ کے خلاف اپنی طرف سے انتخاب واختیار معلومات باری تعالیٰ میں اضافہ کرتا ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ خلیفہ خدا جمیع ملائکہ خدا سے مقدم اور خدا کے نزدیک مکرم و معظم ہے اس کا شب معراج جناب جبرئیلؑ نے اقرار کیا ہے۔ جبکہ وقت نماز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیل تم آگے ہو۔ عرض کیا۔ "اِنَّا لَا یَتَقَدَّمُ عَلَی الْاٰدَمِیِّیْنَ مُنْذُ اُمِرْنَا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ"، یعنی جب سے ہمیں آدمؑ کے لئے سجدہ کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم آدمیوں پر مقدم نہیں ہوتے۔ آدم مقدم بر ملائکہ میں تو جناب خاتمؐ کا کیا مقام ہوگا؟ ضرور وہ جمیع عوالم پر مقدم ہوں گے (کَمَا سَیَجِیْئُ)۔

ہر نہج محل و مقر خلافت خدا جانتا ہے اور وہ علیم و حکیم وقدیر ازلی ایک نور اس نور کا قائم مقام پیدا کرسکتا ہے یا اسی نور کو متعدد صور میں منقسم کر کے مظاہر خلافت قرار دے سکتا ہے اور اس روح نورانی و آفتاب عالم امکانی کو بطور تشعشع (شعاع شعاع ہونا) بروج متعددہ میں جاری کرسکتا ہے اور ہماری تمہید سے ثابت ہے کہ خلافت مطلقہ الٰہیہ ختمیہ کی قائمقامی کوئی دوسرا وجود نہیں کرسکتا کیونکہ اور کوئی وجود نہ اس کے برابر ہے اور نہ اس سے فوق بلکہ ادنیٰ اور ماتحت ہیں۔ اور جب دائرہ ہدایت و خلافت منتہائے مقام اتصال قوسی پر پہنچ گیا ہے تو کوئی خارج سے مستحق خلافت نہیں ہوسکتا۔ اب دائرہ خلافت الٰہیہ اسی میں منحصر ہوگا۔ اب قائم مقامی اس کی ہے۔ اور یہ حقیقت جامعہ محیط تو اس کو اور کوئی دائرہ صغیرہ جزئیہ محیط نہیں ہوسکتا نہ اس کے برابر و مساوی ہو کر اس کے احاطہ کو جامعہ ہوسکتا ہے۔ پس اب نہ ہوگا خلیفہ خدا مگر یہی نور اور نہ ہوگا قائم مقام رسول مگر نفس رسول اور نہ محیط ہوں گی عالم کو مگر اسی آفتاب کامل کی شعاعیں اور اب قیامت تک نہ چمکے گا مگر یہی نور خلافت اپنے بروج متعددہ میں۔ یہی مطلب ہے آپ کا اس فرمانے سے " اَنَا وَالسَّاعَةُ کَهَاتَیْنِ" میں اور قیامت دونوں ملے ہوئے ہیں اور درمیان میں کوئی حائل و حاجب از خارج نہیں ہے یہی نور تا قیامت روشن و درخشاں ہے اور نور سرمدی سے اتصال و قرب رکھتا ہے۔

تشخیص محل و مقر خلافت الٰہیہ

اب دیکھنا اور غور کرنا چاہئے کہ وہ نور ازلی اور وہ نفس محمدی اور برج خلافت اولی کون ہے جو قائم مقام محمدؐ ہو۔ جہاں سے اس آفتاب ہدایت کی شعاعیں چمکیں۔ جو اس نیر عالم ولایت و خلافت کا مظہر۔ اس نور کی مصباح نورانی یا اس نور کی قندیل پر ضیاء "کَاَنَّهٗ کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ" ہو۔ ہاں یہ وہی نور ہے جو جزو نور محمدی اور نفس نور نبوی ہے جس کو اسی سے خلق کیا گیا ہے۔ فقال سبحانہ۔ "وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهٗ" (سورہ اعراف: ۱۵۷) یعنی نجات

صرف اس کے لئے ہے۔ ہدایت یافتہ صرف وہ ہیں۔ صراط مستقیم پر صرف وہ پہنچ سکتے ہیں۔ پل صراط کو صرف وہ عبور کر سکتے ہیں جو نبی امی عربی کا اتباع کرتے ہیں اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو اس کے ساتھ ساتھ نازل کیا گیا ہے وہ کونسا نور ہے جو نور محمدی کے ساتھ ساتھ آیا ہے؟ نور محمدیؐ اول مخلوق ہے اس کی معیت تامہ کس کو نصیب ہو سکتی ہے؟ ہاں اس کو ہو سکتی ہے جس کی اصل ایک ہے جو دراصل ایک ہی اصل (جڑ) کے دو تنے ہیں اور دوئی محض اضافی ہے اور اس کی طرف خداوند عالم لطیف اشارہ کرتا ہے۔ "وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ" (سورہ رعد:۴) اور زمین میں بہت سے قطعے باہم ملے ہوئے ہیں اور انگور کے باغ اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت بعض دو دو تنوں والے اور بعض اکیلے اور ہم ان کو ایک ہی پانی سے سیراب کرتے ہیں اور مزے میں بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں صورت تنزیلی اس کی ظاہر اور واضح ہے۔ اور تاویل اس کی حدیث نبویہ مرویہ جابر بن عبداللہ الانصاری سے دیکھو کہ عالم انسانی میں نہیں عالم امکان میں وہ کونسا درخت صفحۂ ہستی پر ایسا ہے جس کی ایک جڑ اور دو تنے ہیں۔ دیکھو خلافت الٰہیہ حصہ اول اور تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو۔ "اَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ شَجَرَةٍ وَاحِدَةٍ وَالنَّاسُ مِنْ اَشْجَارٍ شَتّٰى" میں اور علی ایک ہی درخت سے ہیں (جڑ ایک ہے اور تنے دو ہیں) اور باقی لوگ مختلف درختوں سے ہیں ابوالحسن علی بن محمد المعروف باابن المغازلی الواسطی الشافعی جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے حبیب محمد مصطفٰی کو کہتے سنا۔ "كُنْتُ اَنَا وَعَلِيٌّ نُوْرًا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يُسَبِّحُ اللّٰهَ ذٰلِكَ النُّوْرُ وَيُقَدِّسُهٗ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ اللّٰهُ آدَمَ بِاَرْبَعَةَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ فَلَمَّا خَلَقَ آدَمَ اَوْدَعَ ذٰلِكَ النُّوْرَ فِي صُلْبِهٖ فَلَمْ نَزَلْ اَنَا وَعَلِيٌّ شَيْئًا وَاحِدًا حَتّٰى افْتَرَقْنَا فِي صُلْبِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَفِيَّ النُّبُوَّةُ وَفِي عَلِيٍّ الْاِمَامَةُ" یعنی فرماتے ہیں کہ میں اور علی ایک نور خدائے عز و جل کے آگے تھے درآنحالیکہ وہ نور خدائے وحدہ لاشریک کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا۔ حضرت آدم کے خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے پس جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو ان کی پشت میں ودیعت کیا پس برابر میں اور علی ایک ہی چیز رہے تا اینکہ پشت عبدالمطلب میں آکر جدا جدا ہوئے پس مجھ میں نبوت رہی اور علی میں امامت اس حدیث کو علامہ دیلمیؒ نے بھی نقل کیا ہے اور علامہ مجلسی و شیخ صدوق و شیخ مفیدؒ وغیرہم نے اپنی اپنی کتب میں یہ اور اس قسم کی بہت سی احادیث درج کی ہیں۔ اور ابوذر غفاری سے اسی ابن مغازلی نے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں اور علیؑ خدائے عز و جل کے آگے عرش کے دائیں طرف ایک نور کی صورت میں تھے اور وہ نور اس کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا حضرت آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل۔ پس میں اور علی برابر ایک ہی چیز رہے تا اینکہ صلب عبدالمطلب میں جدا جدا ہوئے "فَجُزْءٌ اَنَا وَجُزْءٌ عَلِيٌّ" پس ایک جز میں ہوں اور ایک جز علی اور نبی ایک نور کے دو جز (دو ٹکڑے ہیں ایک میں نبوت ہے اور ایک میں امامت۔ حموینی نے کتاب فرائد السمطین اور موفق خوارزمی نے اپنی کتاب مناقب میں زیاد بن مفذر سے انہوں نے جناب باقر العلومؑ سے بحوالہ آباء کرام

آنحضرتؐ سے روایت کی ہے جس کا مضمون قریب قریب یہی ہے۔ آخری الفاظ میں فرق ہے۔ یعنی فرماتے ہیں کہ پھر ہم کو صلب عبدالمطلب سے جدا جدا کیا اور اس کو دو ٹکڑوں پر تقسیم کیا ایک جز کو پشتِ عبداللہ میں ودیعت کیا اور ایک کو پشت ابوطالب میں "فَعَلِیٌّ مِنِّی وَاَنَا مِنْهُ لَحْمُهٗ لَحْمِی وَدَمُهٗ دَمِی" پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون۔ نیز۔ موفق خوارزمی ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جب خدا نے آدمؑ کو خلق کیا اور اس میں اپنی خاص روح پھونکی تو ان کو چھینک آئی تو انہوں نے کہا الحمدللہ۔ وحی ہوئی آدم تو نے میری حمد ادا کی اور مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ اگر وہ دونوں بندے نہ ہوتے جن کو میں خلق کرنا چاہتا ہوں (بصورت بشری) تو میں تجھے خلق نہ کرتا عرض کیا اے میرے خالق بزرگ و برتر کیا وہ دونوں مجھ سے ہوں گے ارشاد ہوا ہاں اے آدم اوپر نگاہ کرو اور دیکھو۔ آپ نے دیکھا تو عرش پر لکھا ہوا تھا "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ هُوَ نَبِیُّ الرَّحْمَةِ وَعَلِیٌّ مُقِیْمُ الْحُجَّةِ" سوائے خداوند عالم اور کوئی معبود مستحق عبادت نہیں ہے اور محمد رسولؐ مطلق خداوند عالم ہے وہ نبی رحمت ہے اور علی قائم کنندہ حجت خدا اصل نبوت روح نورانی محمد سے مخصوص ہے اور باقی انبیاء شعاع اور نتیجہ نور محمدی فقال ﷺ "وَاَرْوَاحُ الْاَنْبِیَاءِ وَالرُّسُلِ مِنْ نُوْرِیْ وَاَرْوَاحُ الْاَوْلِیَاءِ وَالشُّهَدَاءِ وَالسُّعَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ مِنْ نَتَائِجِ نُوْرِیْ۔" یعنی انبیاءؑ و رسول کی روحیں میرے نور سے ہیں اور اولیاء اللہ والشہداء۔ سعداء اور صالحین کی روحیں میرے نور کے نتائج و آثار (کما نقله ابن الصلاح الحلبی) فصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس قسم کی بہت سی احادیث میں اور متفق علیہ فریقین ہے کہ علی و نبی ایک ہی نور سے ہیں۔

اول برج آفتاب خلافت الٰہیہ

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرتؐ کی نبوت وخلافت ابتدا ہی سے ثابت ہے۔ اور "کُنْتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔" کی تفسیر میں علماء محققین نے لکھا ہے کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ آنحضرتؐ اس وقت وصف رسالت و نبوت و (خلافت) سے متصف تھے جبکہ آدم پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور اسی واسطے حضرت آدم نے آپ کا نام عرش پر محمد رسول اللہ لکھا دیکھا تھا نہ صرف محمد (جیسا کہ ابھی مذکور ہوا) اور آیات قرآن اور ان احادیث سے ثابت ہے کہ نور نبی وعلی ایک ہی ہے اور عبدالمطلب کے صلب میں آکر جدا جدا ہوئے ورنہ برابر ایک ہی رہے پس ثابت ہوا ہے کہ جو تقدم نور محمدی کو حاصل ہے وہی نور علی کو حاصل ہے اور جس طرح محمدؐ اس وقت خلافت الٰہیہ سے متصف تھے اسی طرح علیؑ بھی خلافت الٰہیہ سے متصف تھے۔ اور "عَلِیٌّ مِنِّی وَاَنَا مِنْهُ" نے ثابت کر دیا کہ علی نبی سے ہیں اور نبی علی سے۔ اور اس لئے یہ خلافت الٰہیہ ایک ہی دائرہ میں منحصر ہے اور وہ نور اولی نبوی ہے جو صورت علوی سے بھی چمکا اور علی ہی وہ پہلے برج آفتاب خلافت ہیں جن میں مرتبہ دوم آفتاب نبوت بصورت ظاہری جلوہ گر ہوا لیکن یہ خلافت علی میں بصورت امامت ظاہر ہوئی نہ بصورت نبوت کیونکہ لفظ خاتم النبیین نے تصدیق کر دی کہ نبی ختم ہو چکے محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ کے بعد اب کوئی نبی نہ ہوگا۔ لیکن ثابت ہو چکا ہے کہ خلافت تا قیام قیامت باقی ہے۔ اور

خطاب وعہدہ امامت جو جناب شجرۃ الانبیاء حضرت خلیل اللہ سے شروع ہوا اس کے مستحق بنی اسمٰعیل میں اول جناب محمد مصطفیٰؐ ہی ہوئے چنانچہ حصہ اول میں ثابت کر چکے ہیں۔ اور آیہ مجیدہ۔ "اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا" (سورہ آل عمران: ۶۸) بیشک عہدہ ابراہیمی کے مستحق وہ لوگ ہیں جو ان کے پیچھے پیچھے آئے (اسحٰق ویعقوب وغیرہما) اور یہ نبی (محمدؐ امی عربی) اور وہ لوگ جنہوں نے اول اول اس نبی کی تصدیق کی ہے) اور اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا الخ (سورہ بقرہ: ۱۲۴) سے ثابت ہو چکا ہے کہ امامت ذریت ابراہیمؑ میں تا قیام قیامت باقی ہے پس معلوم ہوا کہ خلافت بھی باقی ہے اور امامت بھی باقی لہٰذا وہ خلافت الٰہیہ بصورت امام ظاہر ہوئی اور اول ظہور اس کا علی ابن ابیطالب سے ہوا جو جزوِ نور محمدی ہیں۔ اسی واسطے حضرتؐ نے فرمایا مجھ میں نبوت ہے اور علیؑ میں امامت۔ یعنی اب آنحضرتؐ کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی نئی کتاب نازل نہ ہوگی ہاں یہی نور محمدی تا قیامت اپنے مظاہر یعنی خلفاء اللہ وآئمہؑ سے ظاہر ہوتا رہے گا جو اس نور کے قائم مقام و آئمہ ہدیٰ وپیشوائے خلق ہوں گے۔ فَالْعَلِيُّ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ فِى الْعَالَمِيْنَ وَاِمَامُ الْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ۔

تشریح شرائط خلافت الٰہیہ در اول برج خلافت

اول میں ثابت ہو چکا ہے کہ اس محل خلافت کی شرط اول تقدم واوّلیت ہے۔

معیت فی الاولیۃ

اور جب یہ ثابت ہے کہ نور علیؑ ونور نبی ایک ہی ہے اور نور نبی اول مخلوق ہے اس لئے نور علی بھی اول مخلوق ہے پس وہ مقدم ہے تمام خلق پر اور اس وقت سے ہے جبکہ نہ زمین تھی نہ آسمان نہ مکان نہ زمان پس جو فوقیت و احاطہ نور نبی کو حاصل ہے وہی اس کو بھی حاصل ہے۔ "فَهُوَ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ فِىْ اَرْضِهٖ وَحُجَّتُهٗ عَلٰى عِبَادِهٖ"

معیت فی الہدایۃ الفطریۃ والخلقیہ

سابقاً محقق ہو گیا ہے کہ حقیقت محمدیہ حقیقت ہادیہ ہے اور محمدؐ مفطور وہدایت ومخلوق بر ہدایت ہے۔ اور اصل وحقیقت علویہ ونبویہ ایک ہی ہے فَحَقِيْقَةُ الْعَلِيِّ ايضًا اَوَّلُ حَقِيْقَةٍ ظَهَرَتْ هَادِيَةً جَامِعَةً مُحِيْطَةً حقیقت علویہ بھی اول حقیقت جامعہ ہادیہ محیط ہے۔ اور ثابت ہو چکا ہے کہ خلقت محمدی صراط مستقیم پر ہے بلکہ حقیقت صراط مستقیم نفس حقیقت ہادیۂ محمدیہ ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ حقیقت علویہ بھی نفس صراط مستقیم ہے اور علی مخلوق ومفطور پر صراط مستقیم ہے۔ اور جس طرح سے کہ شان محمدی۔ "اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔" (سورہ یٰسین: ۳،۴) ہے اور صراط محمدی ہی صراط مستقیم الی اللہ ہے۔ اسی طرح علی صراط مستقیم پر ہے اور صراط علی ہی صراط مستقیم الی اللہ ہے کیونکہ اصل ایک ہے حقیقت ایک ہے اور علی صِنوِ رسول اور جزءِ رسول ہے۔ نبی علی سے ہے اور علی نبی سے "فَلَا شَكَّ وَلَا رَيْبَ اَنَّ صِرَاطَ عَلِيٍّ مُتَّصِلٌ بِصِرَاطِ النَّبِيِّ۔" یقیناً صراط علی صراط نبی سے متصل ہے۔ فَلِذَا قَالَ عَزَّوَجَلَّ۔ "قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِىْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَىَّ مُسْتَقِيْمٌ وَاِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

الْغٰوِیْنَ۔" (سورہ حجر :۳۹ تا ۴۲) ابلیس لعین نے کہا اے پروردگار چونکہ تو نے مجھے اغوا کیا ہے تو میں ضرور ان بنی آدمؑ کے لئے زمین میں اشیاء دنیاوی کو زینت دوں گا اور ان سب کو بہکالوں گا سوائے تیرے بندگان مخلصین کے ارشاد ہوا یہ صراط مستقیم علی ہے (جو اس پر چلا وہ ہرگز تجھ سے نہ بہک سکے گا) اور ان پر جو میرے بندے ہیں تیرا کوئی زور نہیں ہے ہاں ان گمراہوں پر تیرا زور چل جائے گا جو تیری پیروی کر لیں۔ اس آیہ مبارکہ میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے اتصال صراط علی وصراط نبی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بایں معنی کہ ہدایت مطلقہ خاتم النبیینؐ ہے اور وہ نبی مطلق ہے۔ اور اس پر ایمان لانا سب مخلوق پر فرض ہے اور مقام امامت وولایت مقام ظہور وتصرف ہے اور مقام نبوت مقام حجاب وناموس الٰہی ظہور مقام امام وولایت مقام ظہور وتصرف ہے اور مقام نبوت مقام حجاب وناموس الٰہی ظہور مقام امامت سے ہوتا ہے اسی واسطے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ "اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا وَمَنْ یَاتِیْنِی فَلْیَاتِ بِالْبَابِ" میں شہر علم ہدایت وخلافت الٰہیہ ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہے۔ پس جو شخص مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے اور میری صراط پر چلنا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ باب ہدایت وخلافت سے آئے کیونکہ خدا حکم دیتا ہے وَآتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا (سورہ بقرہ :۱۸۹) اس خانہ ہدایت میں ان کے دروازوں اور ان کی راہوں سے پہنچو جو ان کے لئے مقرر کی گئی ہیں اگر ایسے راہ آؤ گے تو داخل شہر ہدایت وخلافت نہ ہوسکو گے۔ پس صراط نبی تک پہنچنا موقوف ہے صراط علی پر اس لئے خدا نے ارشاد فرمایا کہ جو ابلیس یہ صراط مستقیم علی ہے جو متصل ہے صراط نبی مطلق سے اور صراط نبی مطلق متصل ہے صراط اللہ سے پس جو اس صراط پر پڑ گیا وہ مجھ تک پہنچ جائے گا اور ان میرے بندوں پر تیرا کوئی زور نہ چل سکے گا تیرا زور انہیں پر کچھ چل سکے گا جو اس راہ سے بھٹکے ہوئے ہوں گے۔ بے راہ صراط الٰہی تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہوں گے اور اس بات میں تیری پیروکرتے ہوں گے۔ تو بھی خلافت الٰہیہ سے منکر ہوکر اور تعظیم خلیفہ خدا سے تکبر کر کے مقرب بننا چاہتا تھا کہ مردود ورجیم ہوگیا۔ یہ خلافت ہی مجھ تک پہنچنے کا راستہ ہے اور اتباع واطاعت خلیفۃ اللہ سب پر فرض ہے جب تمام ملائکہ مقربین ماتحت خلیفہ خدا ہیں تو باقی مخلوقات جن وانس وچرند وپرند کس شمار میں ہیں وہ کس طرح اطاعت خلافت الٰہیہ سے خارج ہوسکتے ہیں پس جو تیری طرح از روئے حسد وتکبر اس خلافت الٰہیہ سے اعراض کریں گے جو مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے وہ گمراہ ہوں گے۔ اور جو خلافت الٰہیہ کو تسلیم کریں گے وہ کبھی گمراہ نہ ہوں گے۔

صراط مستقیم کون ھے۔

اگر لفظ "هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ۔" (سورہ حجر :۴۱) پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سوائے اس کے اور کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے جو ہم نے لکھے ہیں کیونکہ عام طور پر اس کو یوں پڑھا جاتا ہے۔ "هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ۔" جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے یہ میرے اوپر کو سیدھا راستہ ہے۔ مگر یہ مطلب بالکل غلط و باطل ہے کیونکہ ذات خداوند واجب الوجود فوق جمیع ممکنات ہے اور کوئی شئے فوق خداوند عالم نہیں ہوسکتی بلکہ۔ "هُوَ فَوْقَ كُلِّ شَیْءٍ" اور آیہ مجیدہ "اِنَّ رَبِّی عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" (سورہ ھود :۵۶) صاف اس مضمون کے منافی ومناقض ہے

کیونکہ خداوند عالم برصراط مستقیم ہے نہ صراط مستقیم برخداوند عالم کیونکر ممکن ہے کہ خدا کے اوپر کوئی راستہ ہو۔اور کوئی شئے اس کے اوپر کہلائے قطعاً محال ہے۔ ہاں اگر "هٰذَا صِرَاطٌ الْمُسْتَقِيْم" ہوتا یعنی یہ میری طرف کو سیدھا راستہ ہے تو بیشک صحیح ہوسکتا تھا لیکن ایسا یقیناً نہیں ہے۔"عَلَيَّ" ہے نہ "اِلَيَّ" اسی وجہ سے بعض مفسرین مثل قاضی بیضاء مجبور ہوئے ہیں کہ اس جملہ کی تاویل کریں اور الفاظ اپنی طرف سے داخل کریں چنانچہ انہوں نے یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں "هٰذَا صِرَاطٌ حَقٌّ عَلَيَّ اَنْ اُرَاعِيهِ" یہ سیدھا راستہ ہے مجھ پر واجب ہے کہ میں اس کی رعایت کروں اور نگاہ رکھوں۔اس میں اول تو یہ خرابی ہے کہ عبارت خدا اور کلام خدا کی اصلاح کرنی پڑتی ہے۔دوسرے خدا پر ایک حکم واجب ہوتا ہے حالانکہ ان مفسرین کے عقیدے میں کسی حکم کا خدا پر واجب ہونا خلاف حق ہے تیسری خرابی یہ رہ جاتی ہے کہ ہذا کا مشار الیہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیا ہے۔حالانکہ مشار الیہ موجود ہونا چاہئے اور جو معانی ظاہر الفاظ آیت سے بلا کسی تاویل و تفسیر کے ہم نے کئے ہیں اس میں ان خرابیوں میں سے کوئی بھی لازم نہیں آتی اور اس کا کوئی مسلمان انکار ہی نہیں کرسکتا کہ صراط علیؑ ضرور صراط مستقیم ہے اور ضرور اس کے ذریعہ صراط نبی تک پہنچ سکتے ہیں بلکہ اس سے انکار صاف صراط نبیؐ کے صراط مستقیم ہونے سے انکار ہے۔پس یقیناً صحیح یہی ہے کہ جو ظاہری الفاظ سے ظاہر ہے "هٰذَا صِرَاطُ عَلِيٍّ مُسْتَقِيْمٌ" یہ علی کا سیدھا راستہ ہے۔بعض مفسرین جب ان خرابیوں پر مطلع ہوئے تو انہوں نے اس آیت کو "هٰذَا صِرَاطٌ عَلِيٌّ مُسْتَقِيْم" پڑھا ہے اور مطلب یہ لیا ہے کہ یہ سیدھا بلند راستہ ہے مگر ظاہر ہے کہ صراط کے لئے جو حقیقت باطنیہ معنویہ ہے بلند و پستی بالکل مہمل و بے معنی ہے۔اور مطلب اس قرأت میں حاصل ہے بشرطیکہ علی کو اسم ہی لیا جائے۔اور مدعا یہ ہو کہ یہ علی صراط مستقیم ہے "وَهُوَ الْحَقُّ كَمَا بَرْهَنَّا عَلَيْهِ آنِفًا" اور جب اس کے مختلف قرأت ہیں اور عَلِيَّ وَعَلِيٌّ پڑھا گیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم علی نہ پڑھیں جس کے معنی بھی ٹھیک ہوتے ہیں اور کوئی خرابی لفظی و معنوی لازم نہیں آتی اور کیوں نہ کہیں کہ قرآن پر اعراب لگائے جانے کے وقت یہ تصرف کیا گیا ہے اور عَلِيٌّ کو عَلَيَّ بنایا گیا۔اور کلام خدا کو مہمل کردیا گیا۔

اور جب معمولی معمولی لوگوں کا ذکر قرآن میں ہوا تو اس میں کیا استحالہ ہے کہ باب علم نبی و امام خلق و صراط نبی کا ذکر قرآن میں آجائے۔ضرور آنا چاہئے اور آیا ہے ایک جگہ نہیں چند جگہ جیسا کہ حصہ اول میں بھی ثابت کیا گیا ہے اور یہاں بھی ثابت ہے۔انکار محض عصبیت و جہالت پر مبنی ہے۔اور وہی بات ہے کہ نبوت و خلافت ایک خاندان میں جمع نہیں ہوسکتیں۔"اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ" (سورہ النساء:۵۴) کیا اس فضل خداوندی پر حسد کیا جاتا ہے۔"فَقَدْ آتَيْنَا آلَ اِبْرَاهِيْمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيْمًا" حالانکہ یقیناً ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و حکمت عطا کی اور نبی بنایا اور ہم نے ان کو بڑی خلافت و بادشاہت عنایت کی۔کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ خلافت و نبوت ایک خاندان میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ضرور جمع ہیں جس طرح آل ابراہیم میں جمع ہوئیں اور اب بنی ہاشم میں۔"يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ" (سورہ ھود:۳) خدا ہر صاحب فضیلت کو اپنے فضل سے مخصوص فرماتا ہے۔چنانچہ حسن بصری اس آیت کو یوں ہی پڑھتے تھے اور یہی مطلب لیتے تھے جیسا

کہ مناقب موفق خوارزمی میں مذکور ہے اور یہ مطلب دوسری صورت سے بھی واضح ہے اور یہ اسرارِ الٰہی دوسری طرح سے منکشف ہو سکتے ہیں حروف مقطعات قرآن کو مکررات حذف کر کے جمع کیجئے تو یہی عبارت بنتی ہے۔

"صِرَاطُ عَلِیٍّ حَقٌّ نُمْسِکُہٗ" علی کی راہ راہ حق ہے ہم اسی کو پکڑتے اور اختیار کرتے ہیں۔

اب۔ "ھٰذَا صِرَاطُ عَلِیٍّ مُسْتَقِیْمٌ" کے صحیح ہونے میں کونسا شبہ باقی رہ سکتا ہے اور تفسیر ابن عباس میں بھی قرأت عبداللہ ابن عباس یہی ہے۔ اور تفسیر اہل البیت صاف اسی مفہوم کی موید ہے اور حضرت علیؑ نے صاف اس کی تائید کی ہے اور فرمایا ہے کہ میں صراط مستقیم ہوں (کما سیجئی) پس بلاشک علیؑ صراط مستقیم ہے اور وہ مخلوق و مفطور بر ہدایت اور حقیقت علوی حقیقت ہادیہ جامعہ محیطہ ہے۔ فَھُوَ یَعْسُوْبُ الدِّیْنَ وَخَلِیْفَۃُ رَبِّ الْعَالَمِیْنِ۔ وَھٰذَا ھُوَ سِرُّ الْخَلَافَۃِ الِالٰھِیَّۃِ لَا یَعْقِلُھَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ۔

معیت فی العصمۃ

چونکہ عصمت لازمہ خلافت الٰہیہ ہے اور حقیقت نوریہ محمدیہ اور علویہ ایک ہی ہے اور وہ جناب بعد آنحضرتؐ بصورت اماہتی خلیفہ خدا و جانشین رسولؐ خدا ہیں۔ پس وہ عصمت رسول میں شریک ہیں اور کسی قول و فعل میں عصمت علوی سے انکار صاف عصمت نبوی سے انکار ہے اور انکار عصمت اول انکار نبوت "لِاَنَّھَا لَازِمَۃٌ لَہٗ" لازم اپنے ملزوم سے جدا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا عصمت علیؑ سے جدا نہیں اور اس میں معیت تامہ نبی سے حاصل ہے۔ "وَلَا یَکُوْنُ الْخَلِیْفَۃُ اِلَّا مَعْصُوْمًا" نہیں ہوتا خلیفہ مگر معصوم۔ "فَھُوَ سِرُّ اللّٰہِ فِی الْعَالَمِیْنَ وَخَلِیْفَۃٌ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ"

معیت فی الطہارۃ

طہارت لازمہ عصمت ہے معصوم ہر اعتبار سے طاہر اور ہر ایک عیب و نقص سے پاک و پاکیزہ ہوتا ہے اور کسی قسم کی نجاست و خباثت سے معصوم ملوث نہیں ہوتا "فَھُوَ طَاھِرٌ وَکَمَا ھُوَ مَعْصُوْمٌ" وقال سبحانہ وتعالیٰ۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا" (سورہ احزاب:۳۳) حصہ اول میں ثابت ہو چکا ہے علماء محققین کا اتفاق ہے کہ علی آیہ تطہیر میں داخل ہیں اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ طیب و طاہر نور کا جز و غیر طاہر ہو (آیہ تطہیر کی پوری بحث رسالہ اہل البیت میں دیکھو) قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَھْبَطَنِیَ اللّٰہُ اِلَی الْاَرْضِ فِیْ صُلْبِ آدَمَ وَجَعَلَنِیْ فِیْ صُلْبِ نُوْحٍ فِی السَّفِیْنَۃِ وَقَذَفَنِیْ فِیْ صُلْبِ اِبْرَاھِیْمَ ثُمَّ لَمْ یَزَلْ یَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الْکَرِیْمَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاھِرَۃِ حَتّٰی اَخْرَجَنِیْ مِنْ بَیْنِ اَبَوَیَّ لَمْ یَلْتَقِیَا عَلٰی سِفَاحٍ قَطُّ۔ یعنی مجھ کو اللہ تعالیٰ نے پشت آدم میں زمین کی طرف اُتارا اور مجھ کو صلب نوح میں قرار دیا جب کہ وہ کشتی میں تھے اور پھر پشت ابراہیم میں ڈالا پھر برابر خدا مجھ کو اصلاب کریمہ سے ارحام طاہرہ میں نقل کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے والدین سے نکالا جو کبھی زنا کے ساتھ آپس میں جمع نہ ہوتے تھے۔ کلبی نے لکھا ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کی پچاس ماؤں کے نام لکھے ہیں ان میں سے ایک میں بھی زنا نہیں پایا اور نہ اور کوئی عیب زمانہ جاہلیت کا۔ اور شفاء میں انہی

خلیفہ رب العالمین سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے آیہ مجیدہ "لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ" (سورہ یونس:۱۲۸) یعنی تمہارے پاس رسول تمہارے نفیس ترین میں سے آیا ہے کی تفسیر میں فرمایا کہ میں از روئے حسب و نسب و دامادی نفیس ترین و پاکیزہ ترین نفوس سے ہوں اور میرے آباء واجداد میں آدم سے لیکر تا ایندم کبھی زنا شامل نہیں ہم کل کے کل نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔ اوران عباس "تَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ" (سورہ شعرأ:۲۱۹) کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں۔ "اَيْ مِنْ نَبِيٍّ اِلٰى نَبِيٍّ حَتّٰى اَخْرَجْتُكَ نَبِيًّا" یعنی نور محمدی ہمیشہ اصلاب انبیاء و موحدین وساجدین منتقل ہوتا آیا ہے یہاں تک کہ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے ان انبیاء سے تجھے نبی نکالا اور ایک حدیث طولانی کے ذیل میں فرمایا ہے۔ "فَكَذَا يَنْقُلُ اللّٰهُ نُوْرِيْ مِنْ طَيِّبٍ اِلٰى طَيِّبٍ وَمِنْ طَاهِرٍ اِلٰى طَاهِرٍ اِلٰى اَنْ اَوْصَلَهُ اللّٰهُ اِلٰى صُلْبِ اَبِيْ الخ" یعنی اسی طرح سے خدا میرے نور کو طیبین و طاہرین میں منتقل کرتا رہا تا اینکہ مجھ کو میرے باپ کی پشت تک پہنچایا۔ اور یہ ثابت ہے کہ نور علی و نبی ہمیشہ ایک رہا ہے اور صلب عبدالمطلب میں ایک تھا وہاں سے دو جزو ہو کر ایک پشت عبداللہ میں گیا ہے اور ایک صلب ابو طالب میں پس نور علیؑ بھی ہمیشہ طاہرین وطیبین ہی میں منتقل ہوتا رہا ہے۔ اور یہ طہارت جو نبیؐ کے لئے ثابت ہے علیؑ بھی اس میں ان کے ساتھ ہیں اور یہ طہارت لازم خلافت ہے روح قدس نبوت و امامت جو محل و مقر خلافت ہے کبھی کسی قسم کی آلودگی کفر وشرک و افعال کفر وشرک وفسق و فجور سے ملوث نہیں ہو سکتی۔ خلیفہ خدا نہیں ہو سکتا مگر طاہر ابن طاہر ابن طاہر ابن طاہر تا آدمؑ۔ "فَهُوَ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ وَخَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَشَرِيْكُهُ فِي الْعَصْمَةِ وَالطَّهَارَةِ" اور جس میں یہ صفت طہارت کاملہ نہ پائی جائے وہ ہرگز مستحق خلافت الٰہیہ نہیں ہو سکتا۔ (مزید تو آئندہ آئے گی)

معیت فی العلم و الحکمۃ

اول ذکر آچکا ہے کہ روح قدس نبوی اصل حقیقت علمیہ ہے اور اس لئے علم وجودی شرط خلافت ہے اور معارف علمیہ کا نفس میں ملکہ ہو جانا حکمت ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ خلق محمدی کی بابت کہا گیا ہے کہ خلق اس جناب کا جو خلق عظیم ہے قرآن ہے۔ جو کچھ قرآن میں علم موجود ہے اور آنحضرتؐ نے تعلیم دیا ہے سب بطور ملکات باطن پیغمبر میں موجود ہے۔ اور وجود محمدی خزینہ علم وحکمت ہے۔ اور اس لئے کتاب علم وجودی اور حکمت شرط خلافت الٰہیہ ہے چنانچہ تمام انبیاء کے لئے جو خلفاء اللہ ہیں خدا نے آیہ میثاق میں صاف فرمایا ہے۔ "لَمَا اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ" (سورہ آل عمران:۸۱) جب میں تمہیں کتاب وحکمت دوں۔ اور اکثر آیات میں اس کا ذکر ہے۔ "فَقَالَ فَقَدْ اٰتَيْنَا اٰلَ اِبْرَاهِيْمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ" (سورہ النساء:۵۴) اور بیشک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب وحکمت دی۔ اور فرمایا "وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ" (سورہ عنکبوت:۲۷) اور ہم نے اس کی ذریت میں نبوت و کتاب قرار دی پس ضرور کتاب (علم وجودی) اور حکمت لازمہ خلافت الٰہیہ ہے۔ اور حقیقت محمدیہ حقیقت علمیہ و معلم مطلق کتاب وحکمت۔ "يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ" (سورہ بقرہ:۱۵۱) وہی تم کو کتاب وحکمت تعلیم دے گا پس لابد حقیقت محمدیہ بھی حقیقت علمیہ ہو گی کیونکہ نہیں ہے علم مگر نور۔ اور ضرور وہ صاحب علم و

حکمت ہے۔ ''فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا'' میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ ''وَاَنَا دَارُالْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فَمَنْ اَرَادَالْحِکْمَۃَ فَلْیَاْتِ مِنْ بَابِھَا'' اور میں خانہ حکمت ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے پس جو شخص چاہتا ہے کہ حکمت حاصل کرے وہ دروازے سے آئے اور علیؑ سے لے۔

اور حصہ اول میں ثابت ہو چکا ہے کہ نبی مظہر کامل خداوند عالم علی و حکیم و علیم و قدیر ہے اور علیؑ مظہر خدا و مظہر رسولؐ خدا پس یقیناً علی وارث علم و حکمت و مالک علم و حکمت نبویؐ ہے۔ وہ خدائے علی و حکیم کا مظہر اور اس کا خلیفہ اور اس کے کمالات کا آئینہ آیہ توحید ہے تو وہ کیوں علی حکیم نہ ہوگا۔ قال فی شانہ ''وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْمِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ اَوْیُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَایَشَاءُ اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا الخ۔'' (سورہ شوریٰ: ۵۱،۵۲) کسی بشر کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ خدا سے کلام کرے مگر تین طریق سے یا بذریعہ وحی بلا واسطہ۔ یا پس پردہ سے یا کسی قاصد کو بھیجے اور وہ قاصد خدا کا پیغام اس بشر تک حسب منشاء خدا پہنچا دے بیشک وہ خدا علی و حکیم ہے۔ اور اسی طرح سے اس علی حکیم نے اے محمدؐ تجھے ایک روح عطا کی ہے۔ علی حکیم نے حکمت و علم والی روح پیغمبر کو عطا کی ہے۔ اور علیؑ باب علم و حکمت محمدیؐ ہے اور مظہر خداوند عالم اور نام اس کا علی اعلیٰ سے مشتق علی ہے۔ ''وَاِنَّہٗ لَدَیْہِ لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ۔'' بیشک وہ جناب عنداللہ علیؑ حکیم ہے۔ ''فقال وَاِنَّہٗ فِیْٓ اُمِّ الْکِتَابِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ۔'' (سورہ زخرف: ۴) اور وہ بیشک ہمارے نزدیک ام الکتاب میں علی حکیم ہے۔ (زخرف) اور تفاسیر اہل البیت میں اس کی تشریح و تصریح ہے کہ یہ علی حکیم علیؑ ابن ابی طالب ہی ہیں اور ام الکتاب سورۂ فاتحہ ہے اور سورۂ فاتحہ میں جو صراط مستقیم ہے اس سے مراد یہ ہی علی حکیم ہے۔ اور علی کا صراط مستقیم ہونا ثابت و محقق ہے۔ پس کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ آیت میں علی حکیم سے مراد علی ابن ابیطالب ہی ہیں۔ چنانچہ علی بن ابراہیمؒ نے بحوالہ ابن حماد ابی عبداللہ سے اور بروایت علی ابن جعفر حضرت رضا سے یہی روایت کیا ہے اور اصبغ بن نباتہ روایت کرتے ہیں کہ میں علی ابن ابیطالب کے ساتھ صعصعہ بن صوحان کے پاس گئے وہ حضرت کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا آپ نے فرمایا کہ اے صعصعہ ہماری زیارت سے اپنی قوم پر فخر نہ کرنا۔ عرض کیا بلکہ اس کو اجر و ثواب آخرت کا ذخیرہ سمجھتا ہوں فرمایا میں تم کو سبکبار اور زیادہ مددگار جانتا تھا عرض کیا ''وَاللّٰہِ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّکَ مَا عُلِمْتُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیْمِ وَاَنَّ اللّٰہَ فِیْ عَیْنَیْکَ لَعَظِیْمٌ وَاِنَّکَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ وَاَنَّکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ لَرَؤُفٌ الرَّحِیْمٌ۔'' اور قریب قریب یہی کلمات زید بن صوحان نے آخر وقت میں کہے ہیں۔ ''وَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُکَ بِاللّٰہِ عَلِیْمًا وَفِیْ اُمِّ الْکِتَابِ عَلِیًّا حکیمًا وَاِنَّ اللّٰہَ فِیْ صَدْرِکَ عَظِیْمًا وَغَیْرِھَا مِنَ الْاَحَادِیْثِ'' (برھان) کون شخص ہے جو علیؑ کے حکیم ہونے سے انکار کر سکے۔ علیؑ وہ صاحب علم و حکمت ہیں جن کے علم و حکمت کے غیر مسلمین بھی قائل ہیں اور لوہا مانے ہوئے ہیں اور علی و حکیم کتاب کی صفت قرار دینا کلام خدا کو فصاحت و بلاغت سے خارج کر دینا ہے کتاب کی صفت حکیم نہیں آتی۔ حکیم صاحب کتاب و حکمت ہے۔ اللہ علیم اور علی حکیم ہے اس کا مظہر اول نبی مطلق نبی حکیم ہے اور اس کا خلیفہ ولی مطلق علیؑ حکیم ہے۔ اور علم و حکمت از شرائط خلافت الٰہیہ

ہے۔ بلا اس علم وجودی اور حکمت کے کوئی خلیفہ خلیفہ خدا نہیں ہوسکتا "فَا لِعَلِیٌّ لِسَانُ النَّاطِقِیْنَ وَخَلِیْفَۃ رَسُولِ رَبِّ العالِمِیْنَ وَبَابُ مَدِیْنَۃِ عِلْمِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ"۔ علم وحکمت نبوی حاصل نہیں ہوسکتی مگر اس در سے۔

رہوان عالم تحقیق رانا بودہ راہ ۔۔۔ بے زمیں بوسِ درت بر آستان مصطفےٰ

اے باستحقاق بعداز مصطفےٰ غیراز تو کسے ۔۔۔ نانہادہ پائے تمکیں برمکانِ مصطفےٰ

معیت فی نزول الملائکۃ

قَالَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ۔ "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُو رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلَائِکَۃُ" (سورہ حٰمٓ سجدہ: ۳۰) بیشک وہ لوگ جو توحید کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار بس اللہ ہی ہے اور پھر وہ اس پر مستقیم و ثابت قدم ہیں ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ اور یہ ثابت اور محقق ہے کہ خلفاء اللہ صراط مستقیم پر مستقیم ہوتے ہیں اور حقیقت محمد یہ مخلوق برصراط مستقیم اور مفطور برتوحید ہے بلکہ نفس صراط مستقیم ہے۔ پس ضرور اس پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ سے اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اور یہ نزول ہمیشہ شب قدر میں ثابت ہے۔ "تَنَزَّلُ الْمَلَائِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِنْ کُلِّ اَمْر" (سورہ قدر: ۴) شب قدر میں ہمیشہ ملائکہ اور روح ہر ایک امر الٰہی کے ساتھ نازل ہوتے ہیں اور صراط علی مثل نبی صراط مستقیم ہے۔ اور علی برصراط مستقیم ہے۔ پس اس پر ضرور ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور نزول ملائکہ شرط خلافت الٰہیہ ہے کوئی خلیفۃ اللہ ایسا نہیں ہے جس پر ملائکہ نہ آتے ہوں علاوہ ازیں یہ طیبین وطاہرین ہیں اور نزول ملائکہ طیبین ایسے ہی نفوس پر ہوتا ہے کیونکہ ان کے مقابل جو فاسق وفاجر اور خبیث نفوس ہیں ان پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔ "تَنَزَّلُ الشَّیَاطِیْنُ تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ۔" (سورہ شعراٗ: ۲۲۱، ۲۲۲) ہر ایک جھوٹے مفتری گنہگار فاسق وفاجر پر شیاطین نازل ہوتے ہیں اور یہ افاکین وآثمین نقطہ مقابل نور ہدایت طاغوت ہیں جو لوگوں کو نور سے ظلمت کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور شان آئمہ میں فرماتا ہے۔ "وَجَعَلْنَاھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَا اِلَیْھِمْ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءَ الزَّکٰوۃِ وَکَانُوا لَنَا عَابِدِیْنَ" (سورہ انبیاء: ۷۳) ہم نے ان کو امام بنایا ہے کہ وہ ہمارے ہی امر سے ہدایت کرتے ہیں اور ہم نے ان کو فعل خیرات و اقامۃ صلوۃ وایتاء زکوۃ کی وحی کردی ہے اور وہی ہماری عبادت کرنے والے ہیں۔ نزول ملائکہ بامر الٰہی اور وحی خاصہ خلافت الٰہیہ ہے جس کے پاس ملائکہ نازل نہ ہوں اور اس سے باتیں نہ کریں یا اس کو وحی نہ پہنچائیں وہ خلیفہ اور نبی اللہ نہیں ہوسکتا۔ "وَقَالَ وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُوْحِیْ اِلَیْھِمْ" (سورہ انبیاء: ۷) اے حبیب تجھ سے پہلے ہم نے کسی کو مبعوث برسالت نہیں کیا اور اپنا خلیفہ نہیں بنایا مگر ان لوگوں کو جن کو وحی ہم کرتے تھے "یُنَزِّلُ الْمَلَائِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ" (سورہ نحل: ۲) اور خدا اپنے ملائکہ کو روح کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔ یہ روح وہی مورد ومحل خلافت ہے۔ اور نزول ملائکہ انہی بندگان خاص پر ہوتا ہے نہ ہر ایک پر اور یہ وہی طیبین وطاہرین ہیں جو مستقیم برصراط مستقیم ہیں وَقَالَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ "اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ" (سورہ نور: ۲۶) ان کے مقابل خبثاء وآثمین

جھوٹے انبیاء و آئمہ پر خبیث شیاطین نازل ہوتے ہیں۔ "یُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَکْثَرُھُمْ کَاذِبُوْنَ" (سورہ شعرأ:۲۲۳) وہ شیاطیں ان فاسقین وفاجرین اور جھوٹے مدعیوں کے کان میں پھونکتے ہیں اور القاء کرتے ہیں اور زیادہ تر وہ جھوٹے ہوتے ہیں۔ پس اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو سچے خلفاء اللہ ہیں وہ جو کچھ کہیں گے جو کچھ خبر دیں گے جو کچھ پیشین گوئی کریں گے وہ بالکل حرف بحرف صحیح وحق وصدق ہو گی کسی ایک بات میں اختلاف نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر کوئی بات ان کی سچی نکل آئے اور کوئی جھوٹی۔ تو یہ ان کی صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتی ایسا تو اور بھی کر سکتے ہیں جو آدمی کچھ باتیں کہے گا کوئی نہ کوئی بات اتفاقیہ سچی بھی نکل آئے گی چنانچہ جن کو شیاطین القاء کرتے ہیں ان کی بھی بعض باتیں سچ ہوتی ہیں مگر اکثر جھوٹی۔ اس لئے اگر کوئی خلافت الٰہیہ اور نبوت وامامت کا دعویٰ کرے اور اس کی بعض باتیں جھوٹی نکلیں اور ثابت ہو جائیں تو وہ یقیناً جھوٹا مدعی ہے منزل شیاطین وطاغوت ہے اور جو شخص یہ کہے کہ معاذ اللہ پیغمبر خاتم النبیینؐ کی بھی بعض باتیں غلط ثابت ہوئیں اور بعض پیشین گوئیاں جھوٹی نکلیں وہ بالکل جھوٹا مفتری کذاب منکر قرآن ومکذب آیات اللہ وصاف منکر نبوت خاتم النبیینؐ ہے۔ "وَکَلَامُ الْاَعْدَاءِ ضَرْبٌ مِنَ الْھذْیَانِ" دشمن کا کلام ایک قسم کی بکواس ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی امام برحق اور خلیفہ خدا کی کوئی بات جھوٹی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور یہی الہام ووحی برحق ووحی نبوت وامامت کی شناخت ہے۔ ورنہ جھوٹے الہام کے مدعی تو بہت ہوتے ہیں غرض نزول ملائکہ لازمہ خلافت الٰہیہ ہے اور ان خلفاء مطلق وقائم مقامان رسولؐ کے پاس تو اس لئے بھی ملائکہ کا آنا ضروری ہے کہ وہ سب امت میں داخل ہیں نہیں بلکہ خادمین میں ہیں پس چاہئے کہ وہ نہ صرف آقا کا پیغام لیکر آئیں بلکہ اس کے خلفاء نے پاس سلام کے لئے بھی حاضر ہوں۔ "سَلَامٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔" (سورہ القدر:۵) قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ "مَا خَلَقَ اللّٰہُ خَلْقًا اَفْضَلَ مِنِّی وَلَا اَکْرَمُ عَلَیْہِ مِنِّی" یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو مجھ سے افضل واکرم نہیں بنایا۔ "قَالَ عَلِیٌّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَاَنْتَ اَفْضَلُ اَمْ جِبْرَئِیْلُ" یارسول اللہ کیا آپ افضل ہیں یا جبرئیلؑ؟ فرمایا۔ "اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فَضَّلَ اَنْبِیَائَہُ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی مَلَائِکَتِہِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَفَضَّلَنِی عَلٰی جَمِیْعِ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْفَضْلُ بَعْدِیْ لَکَ یَا عَلِیُّ وَلِلْاَئِمَّۃِ مِنْ بَعْدِکَ فَاِنَّ الْمَلَائِکَۃَ لَخُدَّامُنَا وَخُدَّامُ مُحِبِّیْنَا" اللہ تعالیٰ نے انبیاء مرسلین کو ملائکہ مقربین پر فضیلت دی ہے اور مجھ کو تمام انبیاء مرسلین سے افضل بنایا ہے اور یہ فضل میرے بعد اے علیؑ تیرے لئے اور تیرے بعد کے آئمہ کے لئے ہے کیونکہ ملائکہ ہمارے اور ہمارے دوستوں کے خادم ہیں۔ اے علی وہ ملائکہ جو حامل عرش علم الٰہی ہیں اور جو اس کے گرد ہیں سب اس کی حمد وتسبیح کرتے ہیں اور اسی پر ایمان رکھتے ہیں اور جو ہماری ولایت پر ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ اے علیؑ اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ نہ آدم کو خلق کرتا اور نہ حوا کو نہ جنت کو اور نہ نار کو نہ زمین کو نہ آسمان کو پس ہم کیونکر ملائکہ سے افضل نہ ہوں گے۔ حالانکہ پروردگار کی معرفت میں ہم ان سے سبقت رکھتے ہیں اور اس کی تسبیح تفضیل وتقدیس وتحمید میں ان سے مقدم ہیں۔ کیونکہ اوّل اوّل اللہ نے ہماری روحوں کو خلق کیا اور اپنی تحمید وتسبیح وتوحید میں گویا کیا۔ پھر ملائکہ کو خلق کیا۔ پس جب انہوں نے ہماری ارواح نورانی کو دیکھا

تو انہوں نے ہماری شان کو بڑا عظیم جانا۔ پس ہم نے خدا کی تسبیح کی تا کہ ملائکہ جان لیں کہ خدا صفات مخلوقین سے منزہ ہے اور ہم خدا نہیں ہیں بلکہ اس کی مخلوق اور اس کے مکرم و معظم بندے ہیں۔ یہاں تک کہ بعد ذکر تعلیم تحمید و تقدیس و تہلیل فرمایا۔ "فَبِنَا اهْتَدَوْا اِلٰی مَعْرِفَةِ تَوْحِیْدِ اللّٰهِ وَتَسْبِیْحِهٖ وَتَهْلِیْلِهٖ وَتَحْمِیْدِهٖ وَتَمْجِیْدِهٖ" پس ملائکہ نے ہماری وجہ سے خدا کی معرفت و توحید و تحمید و تہلیل و تمجید و تسبیح کی طرف راہ پائی ہے۔ انتہیٰ۔ کیوں نہ ہو اصل ہدایت یہی اہل بیت ہیں اور سب ان کی ہدایت کے محتاج بلا ہدایت محمدی کون ہدایت پا سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ملائکہ ان بزرگواروں کی خدمت کرتے تھے اور بچوں کے گہوارے ہلاتے تھے بلا شک و لا ریب نزول ملائکہ لازم خلافت الٰہیہ ہے اور علیؑ پر ضرور ملائکہ نازل ہوتے تھے ان کے بچوں کی خدمت کرتے تھے۔ "فَهُوَ سِرُّ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاَفْضَلُ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ۔"

معیت فی وسعة دائرة الهدایة

بنص آیات قرآن جب یہ ثابت ہے کہ حضرت ختم المرسلین حبیب ربّ العالمین و حجۃ فی السموات والارضین تمام عالمین کے بشیر و نذیر اور سب پر پیغمبرؐ ہیں اور کل ماسوئے اللہ ان کی نبوت و رسالت کے ماتحت ہے جیسا کہ بدلائل ثابت ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی ثابت کیا جا چکا ہے کہ نبوت آنحضرت تا قیامت متصل ہے اور اس کے درمیان میں اب اور کوئی نبوت نہیں ہے پس اب وہ خلفاء اللہ جو اس رسول کے جانشین ہوں گے اور اس کی جگہ آئیں گے وہ بھی تمام خلائق پر امام اور حجت ہوں گے ان کے دائرہ خلافت و امامت سے بھی کوئی خارج نہ ہوگا اور ان کا دائرہ ہدایت تمام پر وسیع ہوگا چنانچہ خلیفہ رسول برج آفتاب رسالت رسول ہونا اس کو صاف ثابت کر رہا ہے کہ جس طرح خاتم النبیین تمام عوالم پر مبعوث ہیں اور سب پر بشیر و نذیر ہیں اسی طرح نائب رسول و قائمقام رسول بھی تمام عوالم پر مبعوث ہیں اور سب پر بشیر و نذیر ہیں اسی طرح نائب رسول و قائم مقام رسول بھی تمام عوالم پر حجت خدا ہے۔ اور بنابریں ضروری و لازمی ہے کہ تمام عوالم کی زبان سمجھتا ہو اور سب کی سنتا ہو اور سب پر احاطہ علمی رکھتا ہو اگر یہ نہ ہو تو اس نبی مطلق کا خلیفہ و جانشین نہیں کہلا سکتا۔ پس ضرور یہ وسعت اور یہ احاطہ علیؑ کو حاصل ہے کیونکہ حقیقت اس کی حقیقت نورانیہ اولیہ ہے اور وہ جزو نور محمدیؐ اور اس کی اصل ایک ہی ہے۔ اور وراثت علی اور باب علم و حکمت نبوی ہونا اس کی تشریح و تو ہے۔ کیونکہ شہر اسی کو کہتے ہیں جس میں سب کی ضروریات بآسانی ممکن ہوں اور شہر علم وہی ہے جو منبع و معدن و مخزن جمیع ضروریات عالم ہے پس باب علم بھی ضرور ان کا حاوی ہے جو کچھ شہر میں ہے وہی باب میں ہے تب ہی تو فرمایا کہ جو شہر علم و دارِ حکمت میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ باب علم کے پاس آئے۔ اگر بعض امور ایسے بھی ہوتے جو باب علم میں نہ ہوتے تو پھر علی الاطلاق پیغمبرؐ یوں نہ فرماتے کہ جو شہر علم میں کسی علم کے لئے آنا چاہتا ہے وہ باب علم کے پاس جائے پس باب علم ضرور جامع علوم شہر ہے۔ "فَهُوَ اِمَامُ الْخَلْقِ اَجْمَعِیْنَ وَخَلِیْفَةُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ"۔

معیت فی الولایۃ

یہ اوّل شرائط خلافت الٰہیہ ہیں جو سب کی سب بوجہ کامل خلیفہ اوّل واوّل برج آفتاب ہدایت موجود ہیں۔
لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کے ساتھ ساتھ نازل ہونے والا نور یہی ہے جس کی اطاعت واتباع کا حکم اتباع رسول کے ساتھ دیا گیا ہے۔ اوراس لئے یہی وہ قائمقام رسول ہے جو لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہے یعنی اول ولی خدا جو "یُخرِجُھُمۡ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّور" (سورہ بقرہ: ۲۵) کا مصداق اور ولایت مطلقہ الٰہیہ ازلیہ کا مظہر ہے محمد امی عربی ہے اور بعدازاں اس ولایت کا مظہر وصی رسول اور نائب رسول ہے جو ان کو ظلمت سے نور کی طرف لے جاتا ہے چنانچہ آیہ ولایت رسول صاف وال ہے "اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُو الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَیُوۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمۡ رَاکِعُوۡنَ" (سورہ مائدہ: ۵۵) سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارا ولی خدا ہے اور اُس کا رسول اور وہ مومنین سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارا ولی خدا ہے اور اُس کا رسول اور وہ مومنین جو نماز کو قائم کرتے ہیں وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں درآنحالیکہ وہ راکعین ہیں۔ باتفاقِ مفسرین اس ولایت ثالثہ کا مصداق اول علی بن ابیطالبؑ ہے یعنی اول و بالذات ولی متصرف خدا ہے اور مظہر اس کا رسول اور مظہر رسول علی ابن ابیطالب۔
"فلَاشَکَّ اَنَّ الۡعَلِیَّ وَلِیُّ اللّٰہِ الَّذِیۡ یُخۡرِجُھُمۡ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّور" علی ہی ولی اللہ ہے اور ان کو جو خدا اور رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لائے ہیں ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ "وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اَوۡلِیَائُھُمُ الطَّاغُوۡتُ یُخۡرِجُوۡنَھُمۡ مِنَ النُّوۡرِ اِلَی الظُّلُمَاتِ" (سورہ بقرہ: ۲۵۷) اور جو لوگ منکر آیات الٰہی اور اس ولایت سے خارج ہیں ان کے ولی طاغوت میں جو ان کو نور ہدایت ونور توحید سے ظلمت کفر وشرک وضلالت کی طرف لے جاتے ہیں جو لوگوں کو آتش جہنم کی طرف کھینچتے ہیں۔ "وَجَعَلۡنَاھُمۡ اَئِمَّۃً یَّدۡعُوۡنَ اِلَی النَّارِ" (سورہ قصص: ۲۸) وہ ایسے امام بنائے گئے ہیں جو لوگوں کو آتش جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں۔
یہ وہی ولی ہے جو ہر ایک مشکل کو حل اور آسان کرتا ہے اور ہر ایک اڑی اور کٹھن کے وقت کام آتا ہے۔ یہی وہ ولی ہے جس کو ہر ایک مصیبت کے وقت پکارنے کا حکم ولی بالذات خداوند عالم نے اپنے حبیب کو یوں دیا ہے۔
"نَادِ عَلِیًّا مَظۡھَرَ الۡعَجَائِبِ تَجِدۡہُ عَوۡنًا لَکَ فِی النَّوَائِبِ کُلُّ ھَمٍّ وَغَمٍّ سَیَنۡجَلِی بِنُبُوَّتِکَ یَا مُحَمَّدُ بِوِلَایَتِکَ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ۔" اور اسی وجہ سے حضرت عمرؓ فرماتے تھے۔ "لَوۡلَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ" اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ کیونکہ مشکل کشاء خلق علیؑ ہی میں اور وہی ولی متصرف ہیں۔ سب پر تصرف رکھتے ہیں اور اسی ولایت کا اقرار ہر ایک مخلوق سے لیا گیا ہے۔
عن ابن عباسؓ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ لَنۡ تَضِلُّوۡا وَلَنۡ تَھۡلِکُوۡا وَاَنۡتُمۡ فِیۡ مُوَالَاۃِ عَلِیٍّ وَاِنۡ خَالَفۡتُمُوۡہُ فَقَدۡ ضَلَّتۡ بِکُمُ الطُّرُقُ وَالۡاَھۡوَآءِ فِی الۡغَیِّ فَاتَّقُوا اللّٰہَ فَاِنَّ ذِمَّۃَ اللّٰہِ عَلِیُّ ابۡنُ اَبِیۡطَالِبۡ۔ (مودۃ القربیٰ و ینابیع المودہ) یعنی سرور کائنات نے فرمایا تم لوگ ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور ہلاک نہ ہوگے اگر تم موالاۃ وولایت علیؑ میں رہو گے اور اگر تم نے اس کی مخالفت کی تو تم کو مختلف راہیں اور خواہشیں گمراہی میں ڈال دیں گی پس اللہ سے ڈرو کیونکہ

عہد خدا اور ذمۃ اللہ علی ابن ابیطالب ہی ہے۔ عن ابن عمرؓ۔ "کُنَّا نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ فَالْتَفَتَ اِلَیْنَا فَقَالَ اَیُّھَا النَّاسُ هٰذَا وَلِیُّکُمْ بَعْدِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَاحْفِظُوْہُ یَعْنِیْ عَلِیًّا" (ینابیع) اے لوگو یہ میرے بعد تمہارا ولی ہے دنیا اور آخرت میں پس اس کی نگہداشت کرو اور حفاظت کرو یعنی علیؑ بن ابیطالبؑ۔ جہاں خدا نے اپنی ربوبیت اور نبی کی نبوت کا اقرار مخلوقات سے لیا ہے وہاں اقرار ولایت علی بن ابیطالب بھی لیا ہے۔ چنانچہ طلحہ بن زید نے بسلسلہ ذہبیہ روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ خدا نے کسی نبی کو نہیں اٹھایا تا اینکہ اس کو یہ حکم نہ دے دیا کہ وہ اپنے افضل ترین رشتہ دار کو اپنا وصی بنائے اور مجھ کو بھی یہ حکم ہوا کہ میں وصی بناؤں۔ میں نے عرض کیا پروردگار کس کو؟ ارشاد ہوا علیؑ بن ابیطالب کو۔ کیونکہ میں نے اس کو کتاب میں ثبت کر دیا ہے اور لکھ دیا ہے کہ وہ تیرا وصی ہے اور اس بات پر خلائق سے عہد اور انبیاء سے میثاق لیا ہے۔ "اَخَذْتُ مَوَاثِیْقَھُمْ لِیْ بِالرَّبُوْبِیَّۃِ وَلَکَ یَا مُحَمَّدُ بِالنُّبُوَّۃِ وَلِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبَ بِالْوِلَایَۃِ" یعنی میں نے ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا ہے اور اے محمد تیری نبوت کا اور علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت کا اور حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا جبکہ معراج کے لئے گئے تو اللہ نے تمام انبیاء کو جمع کیا اور فرمایا اے محمدؐ ان سے پوچھو کہ کس چیز کے ساتھ تم مبعوث برسالت ہوئے تھے۔ سب نے کہا ہم شہادت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور تیری نبوت اور ولایت علی کے افراد کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے۔ اور جابر ابن عبداللہ الانصاری روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا کہ اے جابر کونسے بھائی بہتر ہوتے ہیں۔ عرض کیا حقیقی بھائی۔ فرمایا ہم انبیاء سب بھائی ہیں اور سب سے محبوب بھائی علیؑ ابن ابیطالب ہے اور وہ تمام انبیاء سے افضل ہے اور جو یہ گمان کرے کہ انبیاءؑ علیؑ سے افضل ہیں تو اس نے مجھ کو ان سے گھٹا دیا اور اقل درجہ دیا اور جس نے مجھ کو گھٹایا وہ کافر ہو گیا۔ کیونکہ میں نے علیؑ کو جب ہی اپنا بھائی کہا ہے جب میں نے اس کی فضیلت کو جان لیا ہے۔ اور جابر کہتے ہیں۔ معنی اخوت مماثلت و مشابہت فضائل و اوصاف ہے اور علی مثل و نظیر رسولؐ ہیں الا ان کے لئے نبوت نہیں ہے اور حضرتؐ کا اس استدلال سے کہ جس نے انبیاء کو علی سے افضل کہا اس نے مجھ کو انبیاء سے گھٹا دیا حالانکہ میں افضل انبیاء ہوں اس سے بھی یہی مطلب ہے کہ فضائل علیؑ و نبیؐ ایک ہیں سوائے نبوت کے۔ پس جب علی انبیاء سے کم ہوئے تو نبی بھی فضائل میں انبیاءؑ سے کم ہوئے۔ ضرور علیؑ مظہر اوصاف نبوی اور افضل انبیاء سابقین ہیں۔

معیت فی المُحبّۃ والمودّۃ

چونکہ یہ ثابت ہو گیا کہ علی بعد نبی صراط مستقیم و راہ نجات ہے اور محبت اس راہ کی طرف کشش باطنی رکھتی ہے اور محبت ہی محبّ کو محبوب سے ملاتی اور اتصال و قرب پیدا کرتی ہے۔ اسی واسطے خدا نے اپنی اور اپنے حبیب کی محبت کو مخلوق پر واجب کیا ہے اور پھر اپنے حبیب کے محبوب اور صراط ثانوی کی محبت کو بحکم آیہ مجیدہ مودۃ القربیٰ (جس کی شرح آئے گی) واجب گردانا ہے تاکہ بذریعہ محبت و مودت تامہ اتصال و قرب باطنی پیدا کر کے صراط مستقیم پر چل سکیں۔ چنانچہ دیلمی نے کتاب الفردوس میں آنحضرتؐ سے ان صریحۃ الدلالۃ الفاظ میں اس مضمون کو

روایت کیا ہے۔ "اَثْبَتُکُمْ عَلَی الصِّرَاطِ اَشَدُّکُمْ حُبًّا لِاَهْلِبَیْتِیْ"۔ یعنی فرماتے ہیں تم سب سے زیادہ صراط پر ثابت قدم اور مستقیم رہنے والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ میرے اہل بیت کو دوست رکھتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ صراطِ حقیقی اہل بیت نبی ہیں اور صراط مستقیم پر وہ ہی چل سکتا ہے اور ثابت قدم رہ سکتا ہے جو اہل بیت نبیؐ کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہو۔ کیونکہ بلا محبت صراط مستقیم تک پہنچنا اور قائم رہنا مشکل ہے۔ اتصال باطنی اور قرب محبت ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور علیؑ بن ابیطالب اہل بیت میں داخل ہیں پس وہ جناب محبت و مودت میں شریک رسول ہیں۔ جس طرح بلا محبت رسول کوئی مومن مومن نہیں ہوسکتا بلا محبت علی صراط مستقیم پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ اور ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ تم دنیا و آخرت میں سردار ہو جس نے تم کو دوست رکھا اس نے مجھ کو دوست رکھا۔ تیرا محبوب میرا اور خدا کا محبوب ہے۔ اور تیرا دشمن میرا اور خدا کا دشمن ہے۔ اور جہنم ہے اس کے لئے جو میرے بعد تجھ سے بغض رکھے۔ اور زہری نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قسم ہے خداوند وحدہ لاشریک کی میں نے سنا کہ رسول خدا فرماتے تھے۔ "عُنْوَانُ صَحِیْفَةِ الْمُؤْمِنِ حُبُّ عَلِیٍّ" محبت علی عنوان صحیفہ ایمان ہے۔ اور ابن عباس یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر تو اپنی حاجت روائی چاہتا ہے تو علی اور ذرّیت علیؑ کو دوست رکھ کیونکہ ان کی محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔ اور جابر یہ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے علی کو مسلمین کا جنت کی طرف کھینچنے والا (قائد المسلمین) بنایا ہے اسی کے ذریعہ سے جنت میں داخل ہوں گے اور اسی کے ذریعہ سے دوزخ میں جائیں گے اور معذب ہوں گے ہم نے کہا یہ کیونکر ہوگا فرمایا اس کی محبت سے جنت میں جائیں گے اور اس کے بغض سے دوزخ میں جائیں گے اور معذب ہوں گے۔ اور حکم بن ابولیلیٰ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ کوئی مومن مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کو اس کے نفس سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور میری عترت اس کی عترت سے اور میرے اہل اس کے اہل سے اور میری ذات اس کی ذات سے محبوب تر نہ ہو اور فرمایا کہ اللہ کو دوست رکھو کہ اس نے تم کو ہر ایک قسم کی نعمت دی ہے اور مجھ کو دوست رکھو خدا کی محبت میں اور میرے اہلبیت کو میرے لئے محبوب رکھو۔ اور فرمایا اے بندہ خدا خدا کے باب میں محبت کر اور اسی کی راہ میں بغض۔ یعنی دشمن خدا سے بغض رکھ اور دوست خدا سے دوستی۔ اور اسی کی راہ میں موالات رکھ اور اسی کی راہ میں عداوت۔ "فَاِنَّهٗ لَا تَنَالُ وَلَایَةُ اللّٰهِ اِلَّا بِذٰلِكَ" یعنی ولایت خدائی حاصل نہیں ہو سکتی مگر اسی سے "وَلَا یَجِدُ رَجُلٌ طَعْمَ اِیْمَانِهٖ وَاِنْ کَثُرَتْ صَلٰوتُهٗ وَصِیَامُهٗ حَتّٰی یَکُوْنَ کَذٰلِكَ" کوئی شخص جب تک ایسا نہ ہو تو وہ ذائقہ ایمان نہیں پا سکتا اگرچہ بڑا نمازی اور روزہ دار ہو۔ مطلب یہی ہے کہ اللہ ولی مومنین ہے جو ان کو ظلمت سے نکالتا ہے اور یہ ولایت حاصل نہیں ہوسکتی اور مومن مومن نہیں ہوسکتا جب تک خدا اور محبوب خدا کو دوست نہ رکھے اور اس کی راہ میں محبت نہ کرے۔

جز محبت ہر چہ بُردم سود در محشر نداشت
دین و دانش عرض کردم کس بخیرے برنداشت

بلاشک علیؑ شریک محبت ومودت رسولؐ ہے اور بلا اس کی محبت کے صراط الٰہی نصیب نہیں ہو سکتی "وَصَدَقَ الْقَائِلُ حَیْثُ قَالَ"۔

عَلِیٌّ حُبُّہٗ الْجُنَّہ قَسِیْمُ النَّارِ وَالْجَنَّہ
وَصِیُّ الْمُصْطَفٰی حَقًّا اِمَامُ الْاِنْسِ وَالْجِنَّہ

معیت فی المتابعۃ

آیہ اُمیؑ سے صاف ظاہر ہو چکا ہے کہ نبی امی کے ساتھ اِس نور کی متابعت سب پر واجب وفرض ہے کیونکہ اسی اتباع سے اتباع رسول حاصل ہوتا ہے باب علم کی متابعت بغیر شہر علم تک پہنچنا محال ہے۔ فَھُوَ شَرِیْکٌ فِی الْمُتَابَعَۃِ

معیت فی الصلوۃ

نبیؐ رحمۃ للعالمین ہیں اور خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ اور رحمت واصلہ الٰہیہ کا مظہر اور خزانہ اس لئے خدا نے تمام مومنین کو حکم دیا ہے کہ اس خزانہ رحمت کے لئے خدا سے طلب رحمت کریں تا کہ اس محل رحمت پر نازل ہو کر اس کا فیض درود بھیجنے والوں اور دعا کرنے والوں کو پہنچے۔ چونکہ بعد آنحضرتؐ یہ نور بھی محل فیض و واسطہ فیض ہے بلکہ باب نبی ہونے کی وجہ سے اکثر ظہور فیض محمدی اسی سے ہوتا ہے لہٰذا یہ بھی درود میں شریک ہے اور چونکہ یہ دونوں واسطہ رحمت دراصل ایک ہی حقیقت ہیں اس لئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھ پر ناقص اور دم بریدہ درود نہ بھیجو چنانچہ مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "لَا تُصَلُّوا عَلَیَّ الصَّلٰوۃَ الْبَتْرَاء قَالُوا وَمَا الصَّلٰوۃُ الْبَتْرَاُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ تَقُوْلُوْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَتَسْکُتُوْنَ بَلْ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ" (جواہر العقدین والصواعق المحرقۃ ومطالب السؤل درشقۃ الصادی ینابیع المودہ ومودۃ القربیٰ وصحیح بخاری وغیرہا۔ اور حافظ ابونعیم وغیرہ واکثر مفسرین نے مجاہد وابوصالح سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابن عباس روایت کرتے ہیں آل یاسین آل محمدؐ ہیں اور یٰسین آنحضرتؐ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور خدا آل یٰسین پر مثل انبیاء سلام پہنچتا ہے اور یہ وہ فضیلت ہے جو سوائے آل محمدؐ اور کسی کو نصیب نہیں اور اسی وجہ سے ہے کہ یہ بزرگوار جزو نور محمدی ہیں اور سب کی حقیقت و اصلیت ایک ہی ہے۔ فتوحات مکیہ میں محی الدین العربی لکھتے ہیں کہ آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ سلام اور درود محض انبیاء اور ملائکہ سے مخصوص نہیں ہے۔ اور اس دلیل سے بھی کہ نماز میں محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیجنا مشروع ہے اور بلا اس کے نماز پوری نہیں ہوتی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کہو "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَالسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ" اور یہ بات صرف تعصب سے پیدا ہوئی ہے کہ ملائکہ اور انبیاء کے سوا کسی پر درود نہ بھیجنا چاہئے خدا ہمیں ایسے تعصب سے بچائے انتہٰی۔ غرض باتفاق اہل اسلام محمدؐ کے ساتھ آل محمدؐ درود وسلام نبوی میں شریک ہیں اور صحت وقبولیت عبادات خدا اسی پر موقوف ہے۔ اور یہ ایک بین دلیل ہے کہ محمدؐ وآل محمدؐ کی ایک ہی راہ اور ایک ہی صراط ہے اور یہ

سب دراصل ایک ہی ہیں۔ اگر کوئی اور بھی ان سے ایسا اتحاد رکھتا تو ضرور وہ بھی اسی درود وسلام میں شریک ہوتا لیکن ایسا نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ یہ اتحاد محمدؐ سے صرف اہلبیت نبوت و رسالت ہی کو حاصل ہے اور اس میں شک نہیں کہ آل اور اہل ایک ہے اور آل محمدؐ و اہلبیت نبوت و رسالت ایک اور جناب امیرؑ بغض رسول و تصدیق اصحاب و تابعین اہلبیت میں داخل ہیں اور درود و سلام میں شریک ہیں بلکہ اول اہلبیت و نبی ہیں اور وہ اول دروازہ رحمت محمدی ہیں۔ فیض محمدی انہی سے لینا چاہئے۔ اور یہی قائمقام رسول ہیں (تحقیق صلوات کتاب مستطاب مواعظ حسنہ میں دیکھنی چاہئے۔

معیت فی الخمس و حرمت الصدقۃ

جس طرح تمام امور اور شرائط خلافت الٰہیہ میں علی شریک نبی ہیں اسی طرح حقوق نبوی میں بھی شریک نبی ہیں۔ چنانچہ روایات کثیرہ وال ہیں کہ صدقہ جس طرح محمدؐ پر حرام ہے اور ان کے لئے جائز نہیں ہے اسی طرح آل محمدؐ پر بھی حرام ہے۔ حدیث تمرہ حصہ اول میں مذکور ہو چکی ہے آنحضرتؐ نے حسنؑ بن علیؑ سے فرمایا؛ اِنَّ الصَّدَقَۃَ عَلَیْنَا مُحَرَّمَۃٌ صدقہ ہم پر حرام ہے۔ یعنی ہم اہل بیت پر۔ اور میں اور تم ایک ہی ہیں ابن ربیعہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ یہ صدقات لوگوں کے ہاتھوں کا میل ہیں اور یہ محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے حلال نہیں ہیں جیسا کہ کتب صحاح میں مروی ہے اور صاحب جمع الفوائد نے بھی درج کیا ہے اور امام نسائی نے بھی اس حدیث ابن ربیعہ کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ اور طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ تم اہلبیت کے لئے کوئی صدقہ حلال نہیں ہے۔ اور نہ لوگوں کے ہاتھوں کا دھوون۔ تمہارے لئے خمس کا پانچواں حصہ کافی ہے اور جواہر العقدین میں اہلبیتؑ سے مروی ہے کہ فرمایا ہم پر صدقات مفروضہ حرام ہیں۔ امام نسائی جبیر ابن مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول خدا نے بنی ہاشم کو خمس دیا تو لوگوں نے کچھ شبہ سا کیا۔ تو جنابؑ نے فرمایا کہ صدقہ ہم پر حرام ہے اور اس لئے خمس دیا تو لوگوں نے کچھ شبہ سا کیا۔ تو جنابؑ نے فرمایا کہ صدقہ ہم پر حرام ہے اور اس لئے خمس ہمارے لئے ہے۔ اور جناب سر اللہ فی العالمین فرماتے ہیں کہ صدقہ آل محمد پر حرام ہے کیونکہ وہ لوگوں کے ہاتھوں کا میل ہے اور وہ ہر ایک دنس دوسخ ورجس میل کچیل اور پلیدی سے پاک و مطہر ہیں پس خدا نے ان کو پاک کر دیا اور مصطفیٰ بنا دیا تو ان کے لئے وہی چیز پسند کی جو اپنے لئے کی "فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِذِی الْقُرْبٰی۔" الخ یعنی اے مسلمانو جان لو کہ جو کچھ کسی شئے سے تمہیں منفعت حاصل ہو پس اس میں سے اللہ اور رسولؐ اور ذوی القربائے رسول کا پانچواں حصہ نکال دو۔

صاحب جواہر العقدین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیتؑ نبی کو نبیؐ کے ساتھ بہت سی چیزوں میں شریک کیا ہے۔ اور فخر الدین الرازی ان میں سے پانچ چیزیں یہ شمار کرتے ہیں۔

اول سلام کہ خدا نے اپنے پیغمبرؐ کے لئے فرمایا ہے۔ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ" اور اہل بیتؑ کے لئے فرمایا؛ سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ یٰسِیْن (سلام ہو آل یٰس یعنی آل محمدؐ پر جس کو مسخ

کر کے جہاں اِلْیَاسِیْن پڑھتے ہیں)۔
دوم تشہد نماز میں آل محمدؐ محمدؐ کے ساتھ شریک درود ہیں اور بلا اس کے مسلمانوں کی نماز درست نہیں ہوتی۔
سوم خدا نے اپنے حبیب کو طٰہٰ (اے طیب و طاہر) سے خطاب کیا ہے اور اہلبیت نبی کی شان میں فرمایا ہے۔ "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا" (سورہ احزاب:۳۳) اس کی مکمل بحث رسالہ اہل البیت میں دیکھو)۔
چہارم صدقہ محمدؐ کی طرح آل محمدؐ پر بھی حرام ہے اور وہ اس میں شریک ہیں۔
پنجم خدا نے اپنی پیغمبرؐ کی محبت کو واجب کیا ہے اور فرمایا ہے۔ "اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ" (سورہ آل عمران:۳۱) اور اہل بیت پیغمبرؐ کے لئے فرمایا۔ "قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی" (سورہ شوریٰ:۲۳) کہہ دو اے ہمارے حبیب کہ میں تم سے اپنی اس رسالت کا کوئی اجر نہیں مانگتا ہوں مگر یہ کہ میرے ذوی القربیٰ اور اہل البیت سے مودۃ رکھو۔ یہی اجر رسالت ہے۔ ان روایات سے جو یقیناً حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں بکمال وضاحت ثابت ہے۔ کہ ان تمام امور میں محمدؐ و آل محمدؐ شریک ہیں اور صدقہ جس طرح محمدؐ پر حرام ہے اسی طرح آل محمدؐ پر انہی سے یہ بھی مثل روز روشن ثابت ہے کہ ذوی القربیٰ سے مراد ذوی القربیٰ محمدؐ ہی ہیں یعنی اہل البیت اور یہ کہ خمس انہی کا حق ہے اور قرآن میں خدا نے ان طاہرین کے لئے یہ حق واجب کیا ہے اور یہ کہ رسول خدا ان کو اپنے زمانہ میں خمس دیا کرتے تھے اور صاف فرماتے تھے کہ خمس ان کا حق ہے۔ اصحاب رسولؐ اس کے شاہد ہیں مفسرین و محدثین اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ خدا صاف لفظوں میں حکم دیتا ہے۔ ایسی صورت میں جو شخص یہ کہے کہ کوئی خمس وغیرہ اہل البیت اور ذوی القربیٰ نبی کے لئے واجب نہیں اور یہ معاذ اللہ برہمنوں کی طرح انہی سادات نے اپنا حق بنا لیا ہے اور اسی طرح فدک کوئی اہل البیتؑ کی جاگیر نہ تھی بلکہ وہ حق شاہی تھا پس جو آنحضرتؐ کے بعد بادشاہ بن بیٹھا وہ اس کا مالک ہوا۔ کیا یہ شخص صاف منکر آیات الٰہی اور منکر احادیث نبوی اور مکذب محدثین و مورخین نہیں ہے۔ کیا اس کا یہ قول محض تعصب اور عداوت خاندان نبویؐ پر مبنی نہیں ہے؟ یا یہ کہ احادیث و تفاسیر سے یہ شخص محض جاہل ہے اور باوجود مورخ ہو کر تاریخ اسلام سے بالکل نابلد۔ کیا کوئی مسلمان بشرطیکہ وہ کچھ نور ایمان دل میں رکھتا ہو کہہ سکتا ہے کہ اہل البیت نبی نے برہمنوں کی طرح یہ حق خمس اپنے لئے تجویز کر لیا تھا اور یہ محض خود سادات کی ایجاد ہے۔ معاذ اللہ۔ "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" کوئی صاحب انصاف یہ کلمات زبان پر نہیں لا سکتا۔ سچ کہا ہے ابو عثمان عمر بن بحر الحافظ البصری المعتزلی نے اپنی کتاب البیان والتبیین میں کہ تعصب نے لوگوں کی عقلوں کو کھو دیا ہے اور اخلاق خراب کر دیئے ہیں۔ خواہ مخواہ یہ لوگ فضیلت اہل بیت نبوی میں منازعہ کرتے ہیں۔ اگر خدا بنی ہاشم کو تمام لوگوں کے مساوی بناتا تو ان کو خمس میں حصہ ذوی القربیٰ سے مخصوص نہ فرماتا اور ان کے لئے نہ فرماتا کہ اپنے قریب تر ین کنبے اور مخلصین خاندان کو اول دعوت دے۔ "اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ" (سورہ شعراء:۲۱۴) وَ اَہْلَکَ الْمُخْلَصِیْنَ اگر ان کو اور لوگوں کے مساوی بناتا تو ان پر

صدقہ حرام ہے۔ "وَمَا هٰذَا التَّحْرِيْمُ اِلَّا لِكَرَامَتِهِمْ عَلَى اللّٰهِ وَلِطَهَارَتِهِمْ" اور یہ نہیں ہے مگر صرف عنداللہ ان کی کرامت و بزرگی اور ان کی طہارت کی وجہ سے۔ طیبین الطاہرین صدقہ نہیں کھا سکتے "اَلطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ" (سورہ نور:۳۶) پاکوں اور طاہروں کے لئے طاہر ہی چیزیں ہیں اور کون ہے جو اس فضل میں ان کے شریک ہو۔ اس میں محمدؐ کے ساتھ صرف آل محمدؐ ہی شریک ہیں۔ اور وہ ہی اس سے اتحاد صوری و معنوی رکھتے ہیں۔ اور ہر ایک امر میں اس کے قائم مقام ہیں "وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔" (سورہ جمعہ:۴)

اس بیان سے واضح اور روشن ہو گیا کہ علیؑ اول خلقت، نورانیت، ہدایت، عصمت، طہارت، ولایت وغیرہا جملہ امور و شرائط و اوصاف خلافت الٰہیہ میں شریک نبی ہیں۔

نبی کتاب مبین ہے۔

جیسا کہ آیہ کریمہ "اِنَّهٗ لَقُرْآنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔" (سورہ واقعہ: ۷۷تا۷۹) سے ثابت ہے اور آیہ مجیدہ "وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْآنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيْهِ" (سورہ یونس:۳۷) اس کی تائید کرتی ہے کہ حقیقت قرآن باطن پیغمبر ہے۔ قرآن وصورت الفاظ ہے جو زبان پیغمبرؐ سے نکلی اور اصل علم و حقیقت باطنی نبی ہے۔ اور حزن اسی میں موجود ہے۔ اور یہ قرآن یعنی اس کتاب حقیقی کی صورت مَقْرُوْء اسی کتاب کی تفصیل ہے۔ اور یہ کتاب نہیں ہے مگر روح محمدی جس کی تائید و تشریح "وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا" (سورہ شوریٰ:۵۶) سے ہوتی ہے کہ یہ روح حقیقت نور یہ علمیہ ہے اور قرآن کی صفت "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" (سورہ نحل:۸۹) ہے۔ کہ ہر شئے کا بیان اس میں موجود ہے۔ "قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔" (سورہ مائدہ:۱۵) بیشک تمہارے خدا کی طرف سے نور اور کتاب روشن آئی ہے "وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ" (سورہ ھود:۶) کوئی متحرک زمین میں نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ پر اُس کا رزق ہے اور وہ ہر ایک کی قرارگاہ و امامت گاہ کا علم رکھتا ہے اور سب کچھ کتاب مبین میں ہے۔ فَقَالَ "اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ" میں علم کا شہر ہوں وجود نبی منبع و معدن علوم و حقائق و معارف ہے۔

علیؑ امام مبین ہے

کیونکہ جو کچھ شہر علم میں ہے وہی باب علم میں بھی ہے۔ جو کچھ اس کو خدا سے پہنچا ہے وہ علیؑ کو بھی ملا ہے اور علیؑ کو ودیعت کر دیا گیا ہے۔ فَقَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى لِكُتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ" (سورہ یٰسین:۱۶)۔ جو یہ لوگ کرتے ہیں اور نیز ان کے آثار کو ہم لکھتے جاتے ہیں اور ہر ایک شئے کو ہم نے امام مبین جمع کر دیا ہے وجود امام مبین مثل نبی خزانہ علوم و حقائق ہے۔ عمار یاسر بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ امیر

المومنین امام الصادقین کے ہمراہ تھا کہ ہم ایک وادی میں گذرے جو چیونٹیوں سے پُر تھی میں نے عرض کیا یا امیر المومنین کیا کوئی ایسا شخص نظر میں ہے جو ان سب کی تعداد جانتا ہو۔ فرمایا اے عمار میں ایسے شخص کو جانتا ہوں جو ان کے عدد کو جانتا ہے اور جانتا ہے کہ کتنی نر میں اور کتنی مادہ میں نے عرض کیا وہ کون شخص ہے؟ فرمایا کیا تو نے سورہ یٰسین میں نہیں پڑھا۔ "کُلَّ شَیْئٍ اَحْصَیْنَاہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ۔" (سورہ یٰسین :۱۲) میں نے عرض کیا کیوں نہیں پڑھا ہے۔ فرمایا وہ امام مبین میں ہوں اور فرمایا مجھے آنحضرتؐ نے ہزار باب علم تعلیم دیئے اور ہر باب علم سے ہزار ہزار باب علم اور منکشف ہوئے اور میں علم ما کان وما یکون جان گیا اور مجھے علم بلایا ومنایا وفصل الخطاب عطا ہوا (کمارو ی عن اصبغ بن نباتہ) فَھُوَ اِمَامُ الْمُبِیْنُ وَاٰیَۃُ السَّابِقِیْنَ۔ پس وہ صاحب کتاب ومبین قرآن ہے۔ "وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَھُمُ الَّذِیْ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃً لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔" نہیں نازل کیا ہم نے تجھ پر کتاب کو مگر اس لئے کہ اے حبیبؐ تم ان سے بیان کر دو وہ تمام اختلافات جن میں یہ مبتلا ہیں اور یہ اختلافات کا مٹانا اہل ایمان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے علی مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ ہے۔ علم اس کتاب کا علیؑ کے پاس ہے۔ وَقَالَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی "وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ" (سورہ رعد:۴۳) کافرین کہتے ہیں کہ تو پیغمبر نہیں ہے اے ہمارے حبیب کہہ دو کہ میری رسالت کی شہادت کے لئے میرے اور تمہارے درمیان خدا اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس علم کتاب ہے۔

عبدالحمید بن الدیلم صادق آل محمدؑ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ موسیٰ نے یوشع کو وصی بنایا اور انہوں نے فرزندان ہارون کو اور موسیٰ اور یوشع نے مسیح اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے مسیح کو مبعوث برسالت کیا تو انہوں نے اپنی امت سے فرمایا عنقریب میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمدؐ ہے اور وہ اولاد اسمٰعیل بن خلیلؑ سے ہے اور وہ میری اور تمہارے تصدیق کرے گا اور وصیت اولاد ہارون میں تا مسیح برابر یکے بعد دیگرے جاری رہی اور بعد عیسیٰ حواریین اور مستحفظین میں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مستحفظین اس لئے کہا ہے کہ یہ اوصیاء اسم اکبر حفظ کہتے تھے اور اس کے محافظ ومستحفظ تھے۔ اور وہی وہ کتاب ہے جس سے ہر ایک شئے کا علم حاصل ہوتا ہے اور وہ انبیاءؑ واوصیاءؑ کے پاس تھا۔ اور خدا خبر دیتا ہے "لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتَابَ وَالْمِیْزَانَ" (سورہ حدید:۲۵) البتہ ہم نے تجھ سے پہلے اپنے رسولوں کو بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب ومیزان نازل کی اور کتاب سے مراد اسم اکبر ہے اور اس میں ہے کتاب آدم وشیث وادریس ونوح وابراہیم وشعیب وموسیٰ علیہم السلام اور میزان سے مراد شرائع انبیاء اور احکام الٰہی ہیں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ "اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسٰی۔" (سورہ الاعلیٰ:۱۸، ۱۹) اور صحف ابراہیم اور صحف موسیٰ دونوں اسم اکبر ہیں پھر وصیت برابر جاری رہی یہاں تک کہ آنحضرتؐ تک پہنچی پس جب آپ کی نبوت کے ایام پورے ہو گئے تو حکم خدا پہنچا۔ "اجعل الْاِسْمَ الْاَکْبَرَ وَمِیْرَاثَ الْعِلْمِ وَاٰثَارَ عِلْمِ النُّبُوَّۃِ عِنْدَ عَلِیٍّ فَاِنِّیْ لَمْ اُنْزِلِ الْاَرْضَ اِلَّا وَفِیْھَا عَالِمٌ تُعْرَفُ بِہٖ طَاعَتِیْ وَتُعْرَفُ بِہٖ وَلَایَتِیْ" الخ یعنی اے ہمارے حبیب۔ اسم اعظم اور میراث علم اور

آثار علم نبوت کو اب علیؑ کی سپرد کرو کیونکہ میں زمین کو ایسے عالم سے کبھی خالی چھوڑتا جس کے ذریعہ سے میری اطاعت وولایت پہنچائی جائے۔ علامہ حموینی ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا قرآن حرفوں پر نازل ہوا ہے اوراس کا ظاہر ہے اور باطن ہے اور بیشک علیؑ کے پاس علم قرآن ہے ظاہر کا بھی اور باطن کا بھی۔" پس یہ وہ الکتاب ہے جو جامع ہے جمیع کتب سماوی اور علوم انبیاءؑ کو اور یہ اسم اعظم علیؑ کے پاس ہے اور یہ توریت زبور انجیل اور فرقان سب کا مجموعہ ہے۔ اوراس کا عالم سوائے علی ابن ابیطالبؑ باب علم نبی اور کوئی نہیں۔ علاوہ ازیں لفظ شہید وال ہے کہ یہ صفت آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی ہے اور علی شہید علی الناس ہے۔ جیسا کہ حصہ اول میں آچکا ہے پس یہ شہید جو خدا کے ساتھ نبوت خاتم النبیینؐ کا شہید ہے وہی ہے جو ہمیشہ سے نبی کے ساتھ اوراس کے نور کا ایک جزو ہے وہی اس نبوت کی جس کی حقیقت حقیقت ہادیہ جامعہ محیطہ ہے شہادت دے سکتا اور تصدیق کرسکتا ہے جو ایسا ہی احاطہ رکھتا ہو۔ اور یہ علیؑ ہی ہے جو کچھ وجود پیغمبرؐ میں ہے وجود علیؑ میں ہے نبی کتاب مبین ہے علیؑ اس کا بیان اور امام مبین اور عالم جمیع کتب انبیاء سابقین

مفتی　ہر　چار　دفتر　خواجہ　ہر　ہشت　خلد
دادر　ہر　شش　جہت　اعظم　امیر　المومنینؑ

نبیؐ صاحب فرقان ہے۔

قَالَ سُبْحَانَہٗ وَتَعالٰی۔ "تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرَا" (سورہ فرقان:۱) وہ ذات بزرگ وبرتر ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے تمام عوالم پر نذیر ہو۔ فرقان کتاب کی اس صورت تفریقی کا نام ہے جس میں تمام احکام اور جملہ اوامر ونواہی وضروریات عوالم تفصیلاً وتشریحاً جدا جدا موجود ہیں اور ایک امر حق وباطل میں تمیز ہے۔ "وَقُرْآنًا فَرَقْنَاہُ لِتَقْرَءَہٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکْثٍ وَّنَزَّلْنَاہُ تَنْزِیْلًا" (سورہ بنی اسرائیل:۱۰۶) اوراس قرآن کو ہم نے جدا جدا اور بالتفصیل نازل کیا ہے تاکہ تو لوگوں پر درجہ بدرجہ ورفتہ رفتہ تلاوت کردے پس یہ کتاب حق وباطل میں فارق ہے اور نبیؐ صاحب فرقان۔

علیؑ فاروق امت ہے۔

کیونکہ انہی کے وجود میں اس کتاب کا علم تفصیلی ہے اور کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کی تنزیل اور تاویل اور تمثیل کا ان کو علم نہ ہو خواہ رات کو نازل ہوئی ہو یا دن کو سفر میں نازل ہوئی ہو یا حضر میں۔ اور ہر ایک ناسخ ومنسوخ ومحکم ومتشابہ وعام وخاص ومطلق ومقید وظاہرہ باطن وحدو مطلع سے وہ واقف ہیں۔ وَرُوِیَ اَبُوْذَرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِنَّہٗ قَالَ "یَا عَلِیُّ اَنْتَ الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ وَاَنْتَ الْفَارُوْقُ الَّذِیْ یُفَرِّقُ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَاَنْتَ یَعْسُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ" اے علیؑ تو صدیق اکبر ہے اور تو فاروق امت ہے جو حق وباطل میں تفریق کرے گا۔ اور تو ہی بادشاہ مومنین ہے۔ "وَلَا شَکَّ اَنَّہُ الْفَارُوْقُ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَشَرِیْکُ النَّبِیِّ فِیْ ھٰذَا الْوَصْفِ وَمَظْھَرِہٖ" اسی وجود میں قرآن کی صورت اجمالی وتفصیلی وتفریقی ہے۔ حق وباطل میں تفریق وتمیز نہیں ہوسکتی مگر علیؑ سے۔

نبی مبعوث بحق ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی۔ "ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ" (سورہ صف:۹) وہی خداوند عالم ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُس کو تمام ادیان پر غلبہ عطا فرمائے۔ اگر چہ مشرکین کو ناگوار گذرے۔ اور کون شخص ہے جو نبیؐ اللہ کے مبعوث بحق ہونے میں شک کرے حالانکہ خدا اجا بجا فرماتا ہے۔ "اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ" (سورہ بقرہ:۱۱۹) ہم نے تجھ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ "نَزَّلَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ۔" (سورہ بقرہ:۱۷۶) اللہ نے تجھ پر کتاب حق نازل کی ہے۔ "اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ" (سورہ النساء:۱۰۵) "تِلْکَ آیَاتُ اللّٰہِ نَتْلُوْھَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ۔" (سورہ بقرہ:۲۵۲) یہ آیات الٰہی ہیں جن کو ہم حق کے ساتھ تجھ پر تلاوت کرتے ہیں۔ قرآن حق ہے اور قرآن وجود نبی میں ہے نبی حق کے ساتھ ہے اور حق نبی کے ساتھ۔

علی مع الحق ہے۔

کیونکہ وہ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن اس کے ساتھ بلکہ وہی قرآن ناطق ہے۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ "عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ لَا یَفْتَرِقَانِ" علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ اور دونوں جدا نہ ہوں گے۔ کتاب المناقب عن جابر ابن عبداللہ الانصاری وعن ام سلمہؓ۔ "عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِیٍّ لَا یَفْتَرِقَانِ حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ۔" یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے یہ دونوں جدا نہ ہوں گے تا اینکہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں (کمافی جمع الفوائد) نیز علامہ حموینی شہرین جوشب سے روایت کرتے ہیں کہ ام مسلمہؓ نے ابوثابت سے فرمایا اے ابوثابت تیرا دل کدھر کو اُڑا (مائل ہوا) جبکہ لوگوں کے دل اپنی اپنی پرواز گاہ کی طرف مائل ہوئے عرض کیا۔ "اَتْبَعْتُ عَلِیًّا" میں نے اسی وقت علیؑ کی پیروی کی فرمایا تو توفیق الٰہی تیرے شامل حال ہوئی کیونکہ مجھ کو قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں نے رسولؐ اللہ کو فرماتے تھے۔ "عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِیٍّ لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ" علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے تا اینکہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ "وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ حَیْثُ مَادَارَ۔"

نبیؐ مشہود ہے۔

خدا اس کی صداقت وحقانیت کی شہادت دیتا ہے۔ نبیؐ شاہد و گواہ توحید ہے۔ خدا شاہد نبوت اور آیات جنات شہادت نبوت و رسالت بلکہ نفس وجود محمدیؐ برہان شہادت توحید ہے اور اس شہادت توحید و برہان توحید کے ساتھ ساتھ اس کی تصدیق کنندہ اور اس کی شہادت قولی وفعلی دینے والا۔

علیؑ شاہد نبی ہے

فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ۔ "اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَیَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ" (سورہ ھود:۱۷) کیا اس شخص کی

بابت شک ہوسکتا ہے جو اپنے پروردگار کی شہادت پر آیا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے اس کی صرف سے گواہ اور اسی کا شاہد۔ نبیؐ بینہ پروردگار کے ساتھ مبعوث بحق ہوئے اور علیؑ تالی رسولؐ اور اس کے شاہد ہیں۔ ابن المغازلی روایت کرتے ہیں کہ عباد بن عبداللہ نے بیان کیا کہ میں نے سنا کہ علیؑ اپنے خطبے میں فرمارہے تھے کہ میں ہر ایک آیت کی نسبت جانتا ہوں کہ کب نازل ہوئی کس کی شان میں نازل ہوئی اور قریش میں سے کوئی نہیں ہے مگر یہ کہ ایک نہ ایک آیت کتاب اللہ میں اس کی شان میں نازل ہوئی ہے یا اس کو جنت کی طرف لے جاتی ہے یا جہنم کی طرف کھینچتی ہے۔ یعنی مذمت میں ہے یا مدح میں۔ دریافت کیا گیا۔ اے علیؑ تمہاری شان میں کونسی آیت ہے۔ فرمایا۔ "اَمَا تَقْرَءُ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ"(سورہ ھود:۱۷) فَرَسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَاَنَا التَّالِيُ الشَّاهِدُ مِنْهُ" یعنی کیا تو یہ آیت نہیں پڑھتا ہے۔ "اَفَمَنْ كَانَ" الخ۔ پس رسولؐ اللہ بینہ پروردگار پر ہیں اور میں ان کا تالی اور شاہد۔ پس شاہد خاص رسالت خاتم النبیینؐ یہی نور نبی ہے جو ہمیشہ ساتھ رہا ہے اور اسی واسطے خدا نے فرمایا ہے۔ "قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ"(سورہ رعد:۴۳) کہہ دو اے پیغمبرؐ کہ میرے اور تمہارے درمیان شہادت کے لئے صرف خدا اور صاحب علم الکتاب علی ابن ابیطالب جو میرا تالی اور شاہد ہے کافی ہے۔ نبی مشہود علی شاہد اور ان سے زیادہ حقیقت نبوت خاتمیہ کو کون پہچان سکتا ہے یا خدا جانے جس نے دی یا علیؑ جانے جو جزو نور اور نفس نبیؐ ہے۔ غالباً اسی واسطے پیغمبرؐ نے حدیث صحیح میں فرمایا کہ اے علیؑ نہیں پہچانا خدا کو مگر میں نے اور تو نے اور نہیں پہچانا خدا کو مگر میں نے اور تو نے اور نہیں پہچانا مجھ کو مگر اللہ نے اور تو نے اور نہیں پہچانا تجھ کو مگر اللہ نے اور میں نے وَصَدَقَ فِيْمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

نبی صاحب شق القمر

سابقاً ثابت ہو چکا ہے کہ دنیا آنجنابؐ کے لئے اور ان کے طفیل سے پیدا ہوئی ہے اور جو کچھ زمین و آسمان میں ہے خدا نے اپنے محبوب کے لئے خلق کیا اور باقی مخلوقات طفیلی ہیں۔ اور اس وجود کامل اکمل و صادر اول کے ماتحت اور اس کے زیر تسخیر تمام اشیاء و شمس و قمر ہیں اور یہی خزانہ ملکوت اشیاء اور اول دست خدا ہے۔ یہ چشم زدن میں عرش سے فرش تک پہنچ سکتا ہے اور ایک اشارہ انگشت مبارک سے چاند کو دو ٹکڑے کر سکتا ہے۔ فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ" (سورہ القمر:۱،۲) ساعت قریب آگئی اور چاند ٹکڑے ہو گیا اور یہ لوگ کوئی آیت خدا اور نشانی دیکھتے ہیں تو اس سے روگردانی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو پرانا دائمی جادو ہے۔ (ملاحظہ ہوں حالات شق القمر صحیح بخاری وغیرہ میں)

علی صاحبؑ رجعة الشمس ہے

چونکہ نبیؐ و علیؑ ایک ہی ہیں اور جو تسخیر ان کو حاصل ہے ان کو بھی کیونکہ مظہر اوصاف رسولؐ اور اس کے شاہد ہیں نبیؐ نے چاند کو ٹکڑے کر کے دکھا دیا۔ اور علیؑ کے لئے آفتاب ڈوبتا ہوا لوٹا اور ثابت کر دیا کہ دونوں کا حکم مہ و مہر تک جاری ہے۔

حکم ان کا مہ و مہر پہ عالم میں رواں ہے
شق القمر و رجعت خورشید عیاں ہے

ملاحظہ ہوں کتب تواریخ وسیر وسفر صفین و بابل۔ ایک دفعہ نہیں دو دفعہ رجعت شمس ہوئی ہے۔ ایک دفعہ زمانہ رسولؐ میں اور ایک دفعہ زمانہ خلافت میں۔ چنانچہ روایت اول کو صاحب مجمع الفوائد نے اسماء بنت عمیس سے۔ اور نیز ابن مغازلی نے انہی اسماء سے اور کتاب الارشاد میں ام سلمہ۔ اسماء۔ جابر۔ ابوسعید۔ وغیرہم سے مروی ہے۔ اور صواعق محرقہ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ اور دوسری مرتبہ کی روایات بحارالانوار و شرح کبریت الاحمر والمناقب وغیرہ کتب مناقب میں موجود ہیں۔

رَدَّتِ الشَّمْسُ لَهٗ ثُمَّ دَنَتْ مِنْ اُفُقٖ
وَلَئِنْ صَيَّرَهَا رَاكِدَةً لَمْ تَغِبْ

آفتاب اس جناب کے لئے لوٹا اور پھر اپنے افق سے جاملا۔ اور اگر وہ جناب اس کو ٹھہرا رہنے کا حکم دیتے تو ہرگز غروب نہ ہوتا۔ "وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ" (سورہ ابراہیم: ۳۳) تمہارے لئے خدا نے شمس و قمر کو مسخر کر دیا ہے کا مصداق حقیقی یہی ہیں۔

طرفہ یہ کہ صاحب خصائص کبریٰ نقل کرتے ہیں کہ عباسؓ (آپ کے چچا) نے آپ سے کہا کہ بھتیجے مجھے تمہارے دین میں تمہارے ایک نشانی نے داخل کیا ہے فرمایا۔ چچا وہ کیا تھی؟ کہا جب تم بچے تھے اور گھوارے میں ہوتے تھے تو میں دیکھتا تھا کہ تم چاند سے باتیں کرتے تھے۔ فرمایا ہاں چچا سچ ہے وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور میں اس سے اور وہ مجھے رونے سے بھلاتا تھا۔ اور میں اس وقت زیر عرش الٰہی اس کے سجدے کی آہٹ سنتا تھا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (سورہ یونس: ۱۸) وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورہ مائدہ: ۱۲۰) اور ابن شیرویہ الدیلمی اور عبدوس الہمدانی اور خطیب خوارزمی سلمان و ابوذر و عمار و ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ جب بعد فتح مکہ آنحضرتؐ جنگ ہوازن کے واسطے تیار ہوئے تو فرمایا۔ اے علی اٹھو اور اپنی کرامت دیکھو اور آفتاب سے باتیں کرو۔ "فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْعَبْدُ الدَّائِرُ فِيْ طَاعَةِ رَبِّهٖ فَاَجَابَتْهُ وَيَقُوْلُهَا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا اَخَا رَسُوْلِ اللّٰهِ وَوَصِيَّهٗ وَحُجَّةَ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ وَانْكَبَّ عَلِيٌّ سَاجِداً شُكْراً لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ" یعنی فرمایا سلام ہو تجھ پر اے بندہ خدا اور اس کی اطاعت میں پھرنے والے پس آفتاب نے یوں جواب دیا تجھ پر بھی سلام ہو اے برادر رسولؐ و وصی رسول و حجۃ خدا۔ علیؑ یہ سن کر سجدہ شکر میں گر گئے آنحضرتؐ نے ہاتھ پکڑ کے اٹھایا اور منہ سے خاک صاف کی اور فرمایا اے میرے حبیبؑ میں تجھ کو بشارت دیتا ہوں کہ خدا تجھ سے حاملان عرش و اہل سمٰوات پر فخر کرتا ہے پھر فرمایا کہ حمد ہے اس خدا کے لئے جس نے مجھ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے اور سید الاوصیاء علیؑ نے میری تائید کی ہے۔ اور پھر یہ آیت پڑھی۔ "وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ" (سورہ آل عمران: ۸۳) جو کچھ کہ زمین و آسمان میں ہے اس کی فرمانبرداری کرتا ہے خواہ بطوع و رغبت یا

بکراہت اور سب کی بازگشت اُدھر ہی ہے۔ "فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اَنْعَامِهٖ" نبی کے لئے چاند ٹکڑے ہوا علیؑ کے لئے آفتاب ڈوبتے ہوئے لوٹ آیا نبی سے چاند نے باتیں کیں اور علیؑ سے آفتاب نے۔ کیوں نہ ہو دونوں ایک نور خدا سے ہیں اور شمس و قمر انہی کے نور کا سایہ اور پرتو ہیں۔ حقیقی آفتاب عالم محمد مصطفیٰ ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ اور پیچھے آنے والے ماہتاب آسمان ولایت علی ولی اللہ ہیں۔ فَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى۔ "وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا" (سورہ شمس: ۱،۲) اور قسم ہے ماہتاب کی جبکہ وہ اس کے پیچھے پیچھے آئے۔ یہ آفتاب و ماہتاب محبوب ربّ الارباب جناب رسالت مآب ولایت مآب محمد مصطفیٰ و علی مرتضیٰ ہیں۔ جہاں آفتاب ہمارے افق سے غروب ہوا فوراً اس کی جگہ ماہتاب نے عالم امکان کو روشن کرنا شروع کر دیا۔ مشہور و معروف اور محقق ہے۔ "نُوْرُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُوْرِ الشَّمْسِ" چاند کا نور آفتاب کے نور سے مستفاد ہے پس اصل نور آفتاب ہی ہے۔ اسی طرح۔ "نُوْرُ عَلِيٍّ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُوْرِ نَبِيٍّ فَالنَّبِيُّ اَصْلٌ وَالْعَلِيُّ فَرْعٌ" نبی اصل ہے اور علی اس کی فرع۔ اور دونوں ایک اصل سے۔ آفتاب رسالت کے غروب ہوتے ہی ماہتاب ولایت و امامت و خلافت نے جگہ لی۔ اور عالم امکان کو نور تعلیم و تربیت و ہدایت و تبلیغ سے روشن کیا۔ وَنِعْمَ مَا قِيْلَ۔

شمس کند چوں طروب ماہ نماید طلوع بعد نبی مرتضیٰ ماز غلامانِ او

نبی مالک کوثر ہے۔

قَالَ عَزَّمِنْ قَائِلِهٖ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" (سورہ کوثر) اے حبیبؐ ہم نے تجھے کوثر بخش دیا اور عطا کیا بس تو اپنے پروردگار کی نماز ادا کر اور قربانی دے اور بیشک تیرا دشمن ہی مقطوع النسل اور دم بریدہ ہے۔ روایات کثیرہ وال ہیں مالک حوض کوثر جناب پیغمبرؐ ہیں اور چونکہ ظہور فیض باب نبی سے مخصوص ہے دنیا میں اس دریائے فیض کا ظہور باب نبی سے ہوتا ہے آخرت میں بھی یہ فیض باب نبی اور قائمقام نبی سے ظاہر ہوگا اور اس دن باتفاق علماء محققین۔

علی ساقی کوثر ہے۔

علی ہی اس چشمہ فیض محمدی سے امت محمدی سے اپنے دوستوں کو سیراب کریں گے۔ علامہ ابن محمد نقل کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا اے علیؑ تم اور تمہارے دوست حوض کوثر پر سیر و سیراب اور نورانی صورت میں ہوں گے۔ اور تمہارے دشمن پیاسے اور زرد روں کالے جائیں گے۔ احمد بن حنبلؒ نے کتاب فضائل میں روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدا نے علی کو وہ پانچ صفتیں عطا کیں جو مجھے دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہیں۔ اول یہ کہ وہ خدا کے سامنے کھڑا ہوگا جب تک لوگ حساب و کتاب سے فارغ ہوں۔ دوم یہ کہ لواء حمد اس کے ہاتھ میں ہوگا اور انبیاءؑ اس کے جھنڈے کے نیچے۔ سوم یہ کہ وہ میرے حوض کے کنارے پر کھڑا ہوگا اور میری امت میں سے جس کو پہچانے گا سیراب کرے گا۔ چہارم یہ کہ مجھے بعد ایمان اس کے کافر ہو جانے اور بعد احصان زانی ہو جانے کا خوف نہیں ہے۔ پنجم یہ کہ وہ میری شرمگاہ کو ڈھکنے والا اور مجھے قبر میں اتارنے والا اور خدا کے سپرد کرنے والا ہے۔

محمد ابن اسمٰعیل بخاریؒ ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اسماء نے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ میں روز قیامت حوض کوثر پر کھڑا ہوا آنے والوں کا انتظار کرتا ہوں گا۔ پس کچھ لوگوں کو میرے پاس سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ میں کہوں گا یہ میری امت ہیں۔ تو بارگاہ ایزدی سے جواب ملے گا کہ تم نہیں جانتے یہ تو تمہارے دین سے پیچھے کو لوٹ گئے تھے اور مرتد ہو گئے تھے۔ اور نعمان بن ابی العیاش کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدری سے یوں سنا کہ جواب باری تعالیٰ یہ ہوگا۔ "اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا بَدَّلُوا بَعْدَكَ" تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے بعد دین میں کیا کیا تبدیلیاں کر دیں۔ "فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِیْ" ہلاک ہوئے ہلاک ہوئے وہ لوگ جنہوں نے میرے بعد میرے دین کو اور میرے قول کو بدل دیا ص ۱۰۴۵ پس صرف علی ہی ایسے ہیں جن کے بعد نبیؐ پھر جانے اور بعد ایمان کافر ہو جانے کا خوف نہیں ہے اور کسی کی بابت یہ نہیں کہا جا سکتا۔ بہرنہج نبی مالک کوثر ہے علیؑ ساقی کوثر اور جو صراط علیؑ پر ہے وہ سیراب از کوثر۔ "فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ" (سورہ القمر:۵۵)

ساقی کوثر نہ چنداں مدح باشد مرترا	اے زتو دریائے فطرت کان گوہر یافتہ
باصفائے گوہر پاک تو رضواں سالہا	خاک خجلت بر جبین آب کوثر یافتہ

نبی مالک مقام محمود ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ "عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" (سورہ بنی اسرائیل:۷۹) قریب ہے کہ خدا تجھ کو مقام محمود پر پہنچائے۔ اور اکثر مفسرین کی تحقیق یہ ہے یہ ہے کہ مقام محمود مقام شفاعت کبریٰ ہے۔ اور حق شفاعت کبریٰ صرف جناب رسولؐ خدا کو حاصل ہے اور وہی مالک شفاعت ہیں۔ فقال عزوجل۔ "لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا" (سورہ مریم:۸۷) نہ مالک شفاعت ہوں گے مگر وہ لوگ جنہوں نے عہد الٰہی لے لیا ہے۔ اور خدا فرماتا ہے "اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ" (سورہ یسین:۶۰) کیا خدا نے تم سے یہ عہد نہیں لیا ہے کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو جس نے کسی امر میں متابعت شیطان کی وہ عہد الٰہی سے خارج ہو گیا۔ پس عہد الٰہی پر قائم صرف معصومینؑ ہو سکتے ہیں۔ جنہوں نے کبھی طاعت شیطان اور معصیت رحمان نہیں کی۔ چنانچہ اسی واسطے خدا فرماتا ہے۔ "وَمِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا" (سورہ احزاب:۲۳) یہ عہد خدا اور رسولؐ خدا کے بعد قول و فعل و سنت و دین نبی کو بدلنے والے نہیں ہیں۔ اور یہی وہ صارفین ہیں جن کی بابت خدا فرماتا ہے کہ وہ اغواء شیطان سے مستثنیٰ ہیں۔ "لَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ" (سورہ سبا:۲۰) اور یہی جماعت مومنین صادقین و معصومین و مخلصین ہے جن کے اتباع کا خدا حکم دیتا ہے۔ "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" (سورہ توبہ:۱۱۹) اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔ پس عہد الٰہی پر یہی معصومین قائم ہیں اور جب یہ عہد الٰہی پر قائم ہیں تو انہوں نے عہد

امامت مطلقہ کو خدا سے حاصل کیا ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ "اِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ" (سورہ بقرہ:۱۲۴) اے ابراہیم میں تمہیں تمام لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں کہا کیا میری ذریت میں بھی یہ عہد رہے گا؟ فرمایا ہاں مگر ظالمین کو نہ پہنچے گا۔ پس اس عہد امامت کے حاصل کرنے والے معصومین ہی ہیں جن کی فرد اول افضل المطہرین والمعصومین خاتم النبیین ہیں اور باقی ان کے اہل بیت طاہرین ؑ معصومین۔ اور بنابرین روز قیامت یہی مالک شفاعت اور صاحبان عہد ہیں۔ اور اس دن جناب رسولؐ خدا کو نوائے حمد بارگاہ ایزدی سے عطا ہوگا اور تمام مخلوقات اس کے سایہ کی محتاج ہوگی اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ "آدَمَ وَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ" روز قیامت آدم وغیر آدم سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اور علیؑ علم کے اٹھانے والے انہی کے ہاتھ میں یہ علم ہوگا جیسا کہ روایت میں گذرا۔

علی حامل لواء حمد ھیں۔

اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میں سردار نبی آدم ہوں اور میں ہی سب سے پہلے قبر سے اٹھوں گا اور میں سب سے پہلے داخل بہشت ہوں گا۔ اور میں ہی صاحب لواء الحمد ہوں اور میں ہی سایہ رحمان میں بیٹھنے والا ہوں جبکہ سوائے خدا کسی کا سایہ نہ ہوگا "وَلَا فَخْرَ" مالک لوائے حمد نبیؐ ہیں اور حامل لوائے حمد علیؑ ہیں۔ اور موفق خوارزمی مخدوج الذہلی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ اول اول میں اور تو ہی بلائے جائیں گے...... فرمایا اور اللہ تیرے ہاتھ میں جھنڈا دے گا اور وہی لواء حمد ہے پس تو اس کو لے کر لوگوں کے درمیان سے گذرے گا۔ آدم اور جمیع مخلوق الٰہی میرے علم کے سایہ میں سایہ ڈھونڈیں گے۔ حسنؑ تیرے دائیں طرف ہوگا اور حسینؑ تیرے بائیں طرف۔ الحدیث۔ دوستان علی ضرور سایہ علم علیؑ میں ہوں گے۔

نبیؐ اوّل المسلمین ھے۔

قَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى۔ "قُلْ اِنِّي اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ" (سورہ انعام:۱۴) کہہ دو اے پیغمبرؐ کہ میں مامور ہوں کہ اول المسلمین ہوں۔ وَقَالَ۔ "وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ" (سورہ زمر:۱۲) میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ اور اس کی تحقیق حصہ اوّل میں آچکی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ سب سے پہلے خدا کی توحید وتحمید وتمجید وتسبیح وتہلیل وتقدیس کرنے والے آپؐ ہی ہیں اور ان کے ساتھ ان کے اہلبیت اور جزو نورانی علیؑ واولاد علیؑ۔ اور پھر علیؑ ہی سب سے پہلے یہاں اوّل المسلمین وآخر النبیین کی تصدیق کرنے والے اور ایمان لانے والے ہیں اور اس لئے نبی اوّل المسلمین ہیں۔

علیؑ اوّل المومنین۔

اور چنانچہ حموینی نے ابوذر غفاریؓ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا "يَا عَلِيُّ اَنْتَ اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِيْ وَاَنْتَ اَوَّلُ مِمَّنْ يُصَافِحُنِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَنْتَ الصِّدِّيْقُ الْاَكْبَرُ وَاَنْتَ الْفَارُوْقُ الْاَعْظَمُ الَّذِيْ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَاَنْتَ يَعْسُوْبُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمَالُ يَعْسُوْبُ الْكُفَّارِ۔" اے علیؑ تو ہی وہ شخص ہے جس نے

سب سے پہلے میری تصدیق کی اور مجھ پر ایمان لایا اور تو ہی روز قیامت سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ اور تو ہی صدیق اکبر اور وہ فاروق اعظم ہے۔ جو حق و باطل میں تمیز دے گا۔ اور تو یعسوب المسلمین ہے اور مال مالک و بادشاہ کافرین ہے۔

عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں۔ میں اور ابوبکر اور ابوعبیدہ اور بہت سے لوگ حضرتؐ کے ساتھ تھے کہ حضرتؐ نے علیؑ کے کندھے پر ہاتھ مارا اور کہا۔ "یَا عَلِیُّ اَنْتَ اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اِیْمَانًا وَاَوَّلُھُمْ اِسْلَامًا وَاَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی" اے علی تو ہی اول المومنین ہے اور تو ہی اول المسلمین ہے اور تو مجھ سے وہ مرتبہ اور منزلت رکھتا ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی۔ اور ابوذر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے علیؑ نے فرمایا۔ "اَنْتَ اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِیْ وَصَدَّقَنِیْ"۔ تو ہی پہلا شخص ہے جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی۔

بلحاظ قوت ایمان بھی علیؑ ہی اول المومنین و افضل المومنین ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ آپ برہنہ تلوار لئے ایک قمیص پہنے صفین میں دونوں صفوں کے درمیان بلاخوف پھر رہے تھے۔ امام حسنؑ نے عرض کیا۔ "یَا مَوْلَا مَا ھٰذَا ذِیُّ الْحَرْبِ" یہ لڑائی کی وضع نہیں ہے۔ "فَقَالَ یَا بُنَیَّ اِنَّ اَبَاکَ لَا یُبَالِیْ وَقَعَ عَلَی الْمَوْتِ اَوْ وَقَعَ الْمَوْتُ عَلَیْہِ وَلَمَّا ضَرَبَہٗ اِبْنُ مُلْجِمٍ قَالَ فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَةِ" یعنی اے فرزند تیرا باپ اس کی پروا نہیں کرتا کہ وہ موت پر جا پڑے یا موت اس پر آ پڑے۔ اور جب ابن ملجم مرادی ملعون نے آپ کے سر پر ضرب لگائی تو فرمایا "فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَةِ" پروردگار کعبہ کی قسم میں کامیاب و رستگار ہوا۔ اور آپ کا قول مشہور ہے۔ "مَا شَکَکْتُ فِی الْحَقِّ مُنْذُ رَاَیْتُہٗ" جب سے میں نے حق کو دیکھا کبھی شک نہیں کیا۔ وقال لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا "فَالنَّبِیُّ اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ وَآخِرُ النَّبِیِّیْنَ وَالْعَلِیُّ اَوَّلُ الْمُوْمِنِیْنَ وَآخِرُ مَنْ فَارَقَ خَاتَمَ الْمُرْسَلِیْنَ فَھُوَ الْاَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ"۔

نبی خیر الانام ہے۔

بیانات سابقہ سے ثابت ہے کہ نبی افضل مخلوقات و اشرف مکونات ہے اور کوئی مخلوق اس سے اشرف و افضل و اعلیٰ نہیں سوائے اس جناب کے اور کون خیر الانام ہوسکتا ہے۔ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔" جو دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور کاذب ہے۔ مگر بعد آنجناب اور دوسرے درجے پر بہترین مخلوقات وہ شخص ہے جو نورانیت، عصمت، طہارت و علم و عمل و معرفت میں مثل رسول و نفس رسول ہے۔ اور ایسا شخص غیر از علیؑ کوئی نہیں۔ فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ "اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّہ" (سورہ البینہ:۷) بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے تمام اعمال نیک کئے ہیں وہی بہترین مخلوقات ہیں اور کوئی شخص علم و عمل میں اس جنابؑ سے بڑھ کر نہیں (دیکھو حصہ اول) پس ضرور بعد نبیؐ اور نبیؐ پر ایمان لانے والوں میں۔

علیؑ خیر البریہ ہے۔

جابر ابن عبداللہ الانصاری فرماتے ہیں کہ ہم رسول خداؐ کے ساتھ تھے کہ علیؑ آ گئے آنحضرتؐ نے فرمایا

تمہارے پاس میرا بھائی آیا پھر جب کعبہ کی طرف پھرے اور اس کو مس کیا اور فرمایا جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم ہے کہ یہ علی اور اس کے شیعہ روز قیامت رستگار ہیں۔ پھر فرمایا یہ تم میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والا ہے اور سب سے زیادہ عہد خدا کا وفا کرنے والا ہے اور تم سب سے امر خدا کو زیادہ قائم کرنے والا ہے اور سب سے زیادہ رعیت میں عدل کرنے والا ہے اور سب سے زیادہ عند اللہ فضیلت رکھنے والا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی۔ "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُو الصَّالِحَاتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ" (سورہ البینۃ:۷) اور اس وقت سے صحابہ کی یہ عادت تھی کہ جب علیؑ آتے سب کہتے۔ "قَدْ جَاءَ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ" بہترین مخلوقات آیا۔ خطیب بغدادی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "عَلِیٌّ خَیْرُ الْبَشَرِ فَمَنْ اَبیٰ فَقَدْ کَفَرَ" علیؑ خیر البشر ہے جس نے انکار کیا وہ کافر ہوا۔ اور ابو یعلی الموصلی روایت کرتے ہیں۔ "عَلِیٌّ خَیْرُ الْبَشَرِ وَمَنْ شَکَّ فِیْہِ فَقَدْ کَفَرَ" ظاہر ہے اور ثابت کر چکے ہیں کہ نبیؐ خیر الانام ہے اور علیؑ اس کے اوصاف میں شریک اور ایک ہی نور ہے اور نفس رسولؐ ہے پس جو اس کے خیر البشر ہونے میں شک کرے وہ آنحضرت کے خیر الآنام ہونے میں شک کرتا ہے اور آنحضرتؐ کی احادیث کا منکر ہے اور آیات الٰہی کا مکذب اسی واسطے فَقَدْ کَفَرَ صحیح ہے۔

نبیؐ و علیؑ مولائے کل ھیں۔

جب یہ متحقق ہو گیا تو ثابت ہوا کہ نبی مولائے کل و آقائے مومنین ہیں "اَلنَّبِیُّ اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ۔" (سورہ احزاب:۶) نبی مومنین کی جانوں کا خود ان سے زیادہ مالک اور ان پر متصرف اور ان کا مولیٰ ہے۔ اور حق ولایت مطلقہ علیؑ جز و نور رسولؐ اور آئینہ اوصاف و مظہر کمالات کے لئے ثابت ہے اور بعد نبی وہی مولائے کل ہے اسی منصب کے اظہار کے لئے خدا نے حکم دیا تھا۔ "فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ" (سورہ الم نشرح:۷) جب تبلیغ سے فارغ ہو جائے تو پھر مولائے کل کو نصب کر دے اور بعد انفراغ تبلیغ و آخری حج جب آنحضرتؐ مکہ سے واپس ہوئے تو حکم پہنچا۔ "بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔" (سورہ المائدہ:۶۷) اے ہمارے حبیبؐ پہنچا دے وہ حکم جو تجھ کو دیا گیا ہے (فَانْصَبْ) اگر اس کو تم نے فعلاً کر کے نہ دکھایا اور تبلیغ فعلی و عملی نہ کی اور مولائے کل کا نشان نہ دیا تو پھر تم نے اپنے پروردگار کی رسالت کو نہ پہنچایا۔ اور تم کچھ پروا نہ کرو اللہ تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا اس وقت آپ نے اس کی تعمیل عملی و فعلی میں مجمع کثیر بمقام خم غدیر بعد خطبہ فصیحہ و بلیغ فرمایا "اَیُّھَا النَّاسُ اَلَسْتُ اَوْلیٰ بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ۔" کیا میں تمہارے نفوس سے زیادہ تمہارا مالک نہیں ہوں؟ قَالُوْا بَلیٰ۔ سب نے کہا کیوں نہیں۔ "اَنْتَ اَوْلیٰ بِنَا مِنْ اَنْفُسِنَا" تم ہم سب کے مولا اور مالک ہو۔ فَقَالَ "فَمَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ" پس جس کا میں مولا ہوں یہ علی بھی اس کا مولا ہے۔ اور ہاتھ سے بلند کر کے سب کو دکھلا دیا اور اس طرح سے اس حکم کی تبلیغ فعلی و عملی ادا کی۔

ابو حاتم ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ زمانہ رسولؐ میں اس آیت کو ہم یوں پڑھا کرتے تھے۔ "یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ اِنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا

بَلَّغتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاس" چنانچہ صاحب تفسیر در منثور یہی تحقیق کرتے ہیں اور علی بن عیسیٰ کشف الغمہ میں زرین بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس زمانہ میں اس آیت کو یوں ہی پڑھتے تھے اور یہی مضمون تفسیر ثعلبی میں بھی مروی ہے۔ اور روایات غدیر بے شمار ہیں۔ چنانچہ مسند احمد بن حنبلؒ میں براء بن عازب سے مروی ہے کہ ہم غدیر خم میں اترے تو نماز کے لئے پکارا گیا پس آنحضرتؐ نے نماز ظہر ادا کی اور علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ "اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اِنِّیْ اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِہٖ قَالُوْا بَلٰی اَخَذَا بِیَدِ عَلِیٍّ فَقَالَ لَھُمْ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ" جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے بارالٰہا اس کے دوست کو دوست رکھ اور اس کے دشمن کو دشمن۔ "فَلَقِیَہٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ ھَنِیْئًا لَکَ یَابْنَ اَبِیْطَالِب اَصْبَحْتَ مَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَۃٍ" یعنی عمر ابن الخطاب علیؑ کی ملاقات کو آئے اور کہا۔ اے ابن ابیطالب آپ کو مبارک ہو کہ آپ ہر ایک مومن اور مومنہ کے مولیٰ قرار پائے۔ ثعلبی نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے اور اسی مسند مذکور میں زیاد ابن ارقم سے روایت ہے اور قریب قریب یہی مضمون ہے۔ مشکاۃ المصابیح میں بھی براء بن عازب سے حدیث غدیر مروی ہے۔ اور احمد بن حنبلؒ نے حضرت عمر ابن الخطاب سے یہی روایت کیا ہے۔ اور ترمذی شریف میں زید بن ارقم سے روایت ہے۔ اور سنن ابن ماجہ میں براء بن عازب سے مروی ہے۔ اور مشکاۃ المصابیح میں زید بن ارقم سے روایت ہے۔ اور ابن مغازلی نے اپنی مسند میں حدیث غدیر کو روایت کیا ہے اور اسی طرح موفق خوارزمی نے۔ اور مسند احمد میں ایک روایت غدیر بریدہ سے ہے۔ اور ایک روایت ابو عمر سے اور ایک رباح بن حارث سے۔ اور شیخ بن حجر عسقلانی سے کتاب الاصاء ہیں ابوالطفیل سے حدیث غدیر کو روایت کیا ہے۔ نیز یعلی بن مرہ اور ابو اسحٰق سے حدیث غدیر کو ابن جوین و حذیفہ بن اسید و عامر بن لیلیٰ بن حمزہ و عبداللہ بن باسیل سے روایت کیا ہے۔

محمد بن جریر الطبری نے پچھتّر طریق سے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے یعنی کتاب الولایہ۔ اور احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ کتاب الموالاۃ میں ایک سو پانچ طریق سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور علامہ علی بن موسیٰ و علی بن محمد ابوالمعالی الجوینی استاد ابو حامد غزالیؒ نے بیان کیا ہے کہ میں نے بغداد میں ایک جلد بند کی دوکان پر ایک کتاب دیکھی جس میں حدیث غدیر کی روایات تھیں اور اس پر لکھا ہوا تھا اٹھارویں جلد اور بعد اس کے انیسویں جلد بھی تھی (دیکھو ینابیع وغیرہ) غرض یہ ایسی حدیث متواتر ہے کہ جس کا کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا۔ اور کون شخص ہے جو ولایت علیؑ سے انکار کرسکے۔ "لَارَیْبَ عَلِیٌّ وَلِیُّ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَمَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ" اور معنی وہی ہیں جو خدا نے قرآن میں نبی کے لئے اختیار و استعمال کئے ہیں اور جن کا نبی نے اوّل حدیث میں اپنے لئے تمام مومنین سے اقرار لیا ہے۔ وہی معنی علی کے مولی ہونے کے ہیں اور جن کو ہم ثابت کرچکے ہیں۔

عبث در معنی من کنت مولا میروی ہر سو
علیؑ مولیٰ بایں معنی کہ پیغمبرؐ بود مولیٰ

محقق و مبرہن ہوگیا کہ علیؑ تمام کمالات و شرائط خلافت میں شریک نبیؐ ہے۔ اور دونوں ایک ہی ہیں صراط علی

" صراط نبیؑ ہے۔ منہاج علیؑ منہاج نبیؑ۔ نور علیؑ نور نبیؑ۔ علم علیؑ علم نبیؑ۔ حب علیؑ حب نبیؑ۔ طاعت علیؑ طاعت نبیؑ۔ معصیت علیؑ معصیت نبیؑ۔ بغض علیؑ بغض نبیؑ۔ رضائے علیؑ رضاء نبیؑ۔ ایذاء علیؑ ایذاء نبیؑ۔ پس نہیں ہے نفس نبیؑ و نظیر نبی مگر علیؑ۔ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وسلّم۔ عَلِیٌ نَظِیْرِیْ علی نظیر ھے۔ وقال اللّٰہُ تبارک وتعالیٰ۔ "قُلْ تَعَالَوا نَدْعُ اَبْنَائَنَا وَاَبْنَائَکُمْ وَنِسَائَنَا وَنِسَائَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ الخ" (سورہ آل عمران: ۶۱) اور نہیں ہیں معنی خلافت الٰہیہ وخلافت نبویہ ختمیہ مگر یہی فھُوَ حُجَّۃُ اللّٰہِ عَلَی الْخَلْقِ اَجْمَعِیْنَ خَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سِرُّالْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاٰیَۃُ السَّابِقِیْنَ وَلِسَانُ النَّاطِقِیْنَ یَعْسُوْبُ الدِّیْنَ وَقَائِدُالْغُرِّالْمُحَجَّلِیْنَ قَاتِلُ الْمُشْرِکِیْنَ وَالْقَاسِطِیْنَ وَالنَّاصِبِیْنَ وَالْمَارِقِیْنَ بَوَارُالْکَافِرِیْنَ غَیْظُ الْمُنَافِقِیْنَ اِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ وَاَصْدَقُ الصَّادِقِیْنَ مَظْھَرُالْعَجَائِبِ وَالْغَرَائِبِ اَسَدُ اللّٰہِ الْغَالِبِ عَلَی النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَآلِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَبَدَالْاٰبِدِیْنَ وَدَھْرُالدَّاھِرِیْنَ"۔

السلام اے سایہ ات خورشید ربّ العالمین
آسمان عزو تمکیں آفتاب وادو دیں
مقصد تنزیل بلغ مظہر اسرار غیب — مطلع یتلوہ شاہد مقطع حبل المتین
مفتی ہر چار و فتر خواجہ ہر ہشت خلد — داور ہر شش جہت اعظم امیر المومنین
صورت معنی فطرت باعث ایجاد خلق — بہترین نسل آدمؑ نفس خیر المرسلینؐ
صاحب یوفون بالنذر آفتاب انما — قرۃ العین لعمرک نازش روح الامین
در جہاں از روئے حشمت چوں جہانے در جہاں — برزمیں از روئے رفعت آسمانے برزمیں
مثل تو چوں شبہ ایزد درہمہ عالم محال — در بود ممکن نہ الا رحمۃ للعالمیں
کاتب دیوان امرت موسیٰؑ دریا شگاف — بردہ و ارباب قصرت عیسیٰؑ گردوں نشیں
از عطائے دست فیاضِ تو دریا مستفیض — واز ریاض نزہت طبع تو رضواں خوشہ چیں
نقش بند کاف و نون از بدرِ فطرت تاکنوں — ناکشیدہ چوں مہ رخسار تو نقش مبیں
عالم علم لدنی شہسوار لو کشف — ناصر دیں نفس پیغمبرؐ امام المتقیں
ناشنیدہ از زمان مہد تاپایان عمر — بے رضائے حق زتو حرفے کراماً کاتبیں
آنکہ مداحش خدا ہمدم رسول اللہ بود
گر کسے ہمتاش باشد ہم رسول اللہ بود

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ "اِنَّ لِیَ الْکَرَّۃَ بَعْدَالْکَرَّۃِ وَالرَّجْعَۃُ بَعْدَ الرَّجْعَۃِ وَاَنَا صَاحِبُ الرَّجْعَاتِ وَالْکَرَّاتِ وَصَاحِبُ الصَّوْلَاتِ وَالنِّقْمَاتِ وَالدَّوْلَاتِ الْعَجِیْبَاتِ وَاَنَا قَرْنٌ مِنْ حَدِیْدٍ وَاَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَاَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنَا اَمِیْنُ اللّٰہِ وَخَازِنُہٗ وَعَیْبَۃُ سِرِّہٖ وَحِجَابُہٗ وَوَجْھُہٗ وَصِرَاطُہٗ وَمِیْزَانُہٗ وَاَنَا

الحَاشِرُ اِلَی اللّٰہِ وَاَنَا کَلِمَۃُ اللّٰہِ الَّتِی یُجْمَعُ بِھَا المُفْتَرِقُ وَیُفرِقُ بِھَا المُجْتَمِعُ وَاَنَا اَسْمَاءُ اللّٰہِ الحُسْنٰی وَاَمْثَالُہُ العُلْیَا وَآیَاتُہُ الکُبْرٰی وَاَنَا صَاحِبُ الجَنَّۃِ وَالنَّارِ اَسْکَنُ اَھْلَ الجَنَّۃِ الجَنَّۃَ وَاَھْلَ النَّارِ النَّارَ وَاِلَیَّ تَزْوِیْجُ اَھْلِ الجَنَّۃِ وَاِلَیَّ عَذَابُ اَھْلِ النَّارِ وَاِلَیَّ اِیَابُ الخَلْقِ جَمِیْعًا وَاَنَا المَآبُ الَّذِی یَؤُوْفُ اِلَیْہِ کُلُّ شَیٍٔ بَعْدَ القَضَاءِ وَاَنَا اَمِیْرُ المُؤْمِنِیْنَ وَیَعْسُوْبُ المُتَّقِیْنَ وَآیَۃُ السَّابِقِیْنَ وَلِسَانُ النَّاطِقِیْنَ وَخَاتِمُ الوَصِیِّیْنَ وَوَارِثُ النَّبِیِّیْنَ وَخَلِیْفَۃُ رَبِّ العَالَمِیْنَ وَصِرَاطُ رَبِّی المُسْتَقِیْمُ وَقُسْطَاسُہُ وَالحُجَّۃُ عَلٰی اَھْلِ السَّمٰوَاتِ وَالاَرْضِیْنَ وَاَنَا الشَّاھِدُ یَوْمَ الدِّیْنِ وَاَنَا الَّذِی عَلِمْتُ عِلْمَ المَنَایَا وَالبَلَایَا وَالقَضَایَا وَفَصْلَ الخِطَابِ وَالاَنْسَابِ وَاسْتَحْفَظْتُ آیَاتِ النَّبِیِّیْنَ وَاَنَا الَّذِی سُخِّرَتْ لِیَ السَّحَابُ وَالرَّعْدُ وَالبَرْقُ وَالظُّلَمُ وَالاَنْوَارُ وَالرِّیَاحُ وَالجِبَالُ وَالبِحَارُ وَالنُّجُومُ وَالشَّمْسُ وَالقَمَرُ وَاَنَا الفَارُوْقُ الاُمَّۃِ وَاَنَا الَّذِی اَحْصَیْتُ کُلَّ شَیٍٔ عِلْمًا بِعِلْمِ اللّٰہِ الَّذِی اَوْدَعَنِیْ الَّذِی اَسَرَّہُ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَاَسَرَّہُ النَّبِیُّ اِلَیَّ وَاَنَا الَّذِی اَعْلَمَنِی رَبِّی اِسْمَہُ وَکَلِمَتَہُ وَحِکْمَتَہُ وَعِلْمَہُ یَا مَعَاشِرَ النَّاسِ اِسْئَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِی اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُشْھِدُ وَاَسْتَعْدِیْکَ عَلَیْھِمْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیْمِ۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ مُتَّبِعِیْنَ اَمْرَہُ" اِنْتَھٰی کَلَامُ القُرْآنِ النَّاطِقِ وَالحَقِّ الصَّادِقِ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ یعنی میں صاحب رجعت و کرت اور بار بار آنے والا مظہر العجائب اور صاحب دولات عجیبہ ہوں اور میں وہ قلعہ آھنی ہوں جس پر کوئی غالب نہیں آسکتا "صَدَقْتَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّی" ۔

ضربت دست تو ار دستاں بدیدے در مصاف
مرغ روحش بیگماں از بیم بشکستے قفس

باشکوہ صولتت دستاں نیاید در شمار
در بر عنقائے مقرب کے شکوہ آرد مگس

ازمیان مغرب میداں برآئی مہروار
رایت نصرت ز پیش و آیت دولت زپس

خلق ھنعت اقلیم اگر آں روز ہمدستاں شوند
ازرہِ مروی نیارد تاب میدانِ تو کس

صورتے گرد و مجسمہ فتح گوید آشکار
لافتیٰ الاّ علیؑ لا سیف الا ذوالفقار

"قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وسلّم۔ ضَرْبَۃُ عَلِیٍّ یَوْمَ الخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ" روز خندق ایک ضربت علیؑ عبادت جن وانس سے افضل ہے۔) میں بندۂ خدا و برادر رسول۔ امین خدا وخزینہ دار خدا۔ حجاب خدا وجہ خدا وصندوق اسرار الٰہ وصراط اللہ اور میزان حق و باطل ہوں۔ اور میں ہی لوگوں کو خدا کی طرف اکٹھا کرنے والا ہوں اور میں ہی وہ کلمۃ اللہ ہوں جس سے ہر ایک مفترق جمع اور ہر ایک مجتمع متفرق وممیز ہوتا ہے حق و باطل وصدق وکذب میں تمیز وتفریق کرنے والا میں ہی فاروق اعظم وجامع امت علی الحق ہوں میں مظہر اوصاف

خدائی واسماء حسنٰی الٰہی ونمونہ کمالات۔ ذ آیات کبریٰ ہوں اور میں ہی صاحب جنت و نار ہوں اہل جنت کو جنت میں داخل کروں گا اور اہل نار کو جہنم میں جگہ دوں گا اور میں ہی اہل جنت کی حورعین سے تزویج کروں گا اور اہل نار کو عذاب میں ڈالوں گا۔ "قال اللّٰہ تبارک تعالٰی اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ" (سورہ ق: ۲۴) تم دونوں ہر ایک سرکش ومغرور کافر کو جہنم میں ڈالو۔ امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں کہ شریک ابن عبداللہ نے بیان کیا ہم ابو محمد اعمش کے پاس ان کی عیادت کے لئے گئے تو اتنے میں ابوحنیفہ ابن ابولیلیٰ اور ابن شیرویہ آگئے اور ابوحنیفہ نے اعمش کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے ابومحمد خدا سے ڈرو یہ تمہاری آخرت کا پہلا دن اور دنیا کا آخری دن ہے تم بہت سی حدیثیں علیؑ ابن ابیطالب کے باب میں ایسی بیان کرتے تھے کہ اگر ان سے سکوت کرتے تو بہتر تھا یہ سن کر اعمش کو غصہ آگیا اور فرمانے لگے کیا مجھ جیسے شخص کو ایسی بات کہی جاتی ہے۔ مجھے ذرا تکیہ سے لگا کر بٹھا دو۔ اور بعد ازاں کہنے لگے۔ ابومتوکل نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا کہ جب روز قیامت ہوگا تو مجھ سے اور علیؑ سے کہا جائے گا کہ اپنے دوستوں کو بہشت میں داخل کرو اور اپنے دشمنوں کو جہنم واصل۔ اور یہی مطلب ہے خدا کے اس قول کا۔ "اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كُفَّارٍ عَنِيدٍ۔" (سورہ ق: ۲۴) یہی وصی نبی قسیم جنت و نار ہونے میں شریک نبی ہے۔

اے بغیر از مصطفٰے نابود ہمتائے توکس
بستہ برمہر تو ایزد مہر حورالعین بس

اور میں ہی وہ مرجع و مآب ہوں جس کی طرف ہر ایک حکم بعد قضا منتہی ہوتا ہے۔ یعنی مقام علم ومشیت وارادہ خدا سے گذر کر جب مقام قضا و امضاء میں آتا ہے تو ہم اولیاء امور کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ "تَنَزَّلُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ" شب قدر میں ملائکہ مع الروح ہر ایک امر الٰہی کے ساتھ باذن خدا نازل ہوتے ہیں۔ زمانہ رسولؐ میں رسولؐ کے پاس اور زمانہ امام میں امام صاحب الامر کے پاس۔ "فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ۔" (سورہ دخان: ۴) ہر ایک امر محکم شب مبارک میں تفریق ہوتا ہے۔ ونعم ما قیل

اے کہ فرمان قضا موقوف فرمان شما است
دور دور ان فلک دورے زدوران شما است
ہر گھر کا مذر ضمیر کان امکان قضا است
صورت اظہار آن موقوف فرمان شما است

میں امیر المومنین یعسوب المتقین آیۃ السابقین (معجزہ انبیاء سابقین) اور لسان ناطقین (بالتوحید) خاتم الوصیین (باقی آئمہ آپ کے وصی ہیں) ووارث النبیین خلیفہ رب العالمین اس کی صراط مستقیم اور میزان حق ہوں اور تمام اہل آسمان وزمین پر رحمت خدا اور روز قیامت میں شاہد وشہید ہوں اور میں ہی وہ ہوں جو علم منایا و بلایا و قضایا وفصل الخطاب اور علم النساب جانتا ہوں اور میں حافظ معجزات و آیات انبیاء سابقین ہوں میں ہی وہ ہوں کہ

سحاب ورعد و برق وظلمت ونور وریاح وبحار وجبال ونجوم وشمس وقمر جس کے مسخر ہیں۔ "وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ۔" (سورہ ابراھیم: ۳۳) اللہ نے تمہارے ہی لئے شمس وقمر کو مسخر کیا ہے۔ اور میں فاروق امت ہوں۔ میں ہی وہ ہوں جو ہر شئے کا علم احاطی رکھتا ہے اور سب کا احصاء مجھے حاصل ہے۔ "وَكُلَّ شَئٍي اَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِيْنٍ" (سورہ یسین: ۱۲) اُس علم کے ذریعہ سے جو خدا نے مجھ میں ودیعت کیا ہے اور اس سرالٰہی کے ذریعہ سے جو اس نے اپنے نبی کو پہنچایا اور نبی نے مجھ کو اور میں ہی وہ ہوں جس کو خدا نے اپنا اسم (علیؑ) اور اپنا کلمہ اور حکمت اور علم عطا کیا اے لوگو پوچھو مجھ سے قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ خداوندا میں تجھے گواہ قرار دیتا ہوں اور تجھی سے ان پر مدد چاہتا ہوں اور نہیں ہے کوئی قوت اور کوئی طاقت مگر اللہ بزرگ و برتر ہی سے اور میں حمد خدا بجالاتا ہوں اس کے امر کا اتباع کرتے ہوئے۔

سچ ہے جو وجود مرکز انوار وملکوت اشیاء ہو اور علم الٰہی کا خزانہ اور صاحب اسم اعظم ومظہر اوصاف وکمالات الٰہی وصاحب خلافت الٰہیہ اس کے تصرفات اور اس کے اعجازات اور کمالات وکرامات کا کون احصار کرسکتا ہے۔

اے ستودہ مر خدا یت یا امیر المومنینؑ — خواندہ نفس مصطفایت یا امیر المومنینؑ

گر بدے بالاتر از عرش بریں جائے دگر — گفتمے کآنجا است جایت یا امیر المومنینؑ

انچو تو شائستہ آنی زروئے عز و جاہ — کس نداند جز خدایت یا امیر المومنینؑ

وَصَدَقَ فِيْهَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةَ وَالسَّلَامُ

لَقَدْ خُزْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَاِنَّنِي — ضَنِيْنٌ بِعِلْمِ الْاٰخِرِيْنَ كَتُوْمٌ

وَكَاشَفْتُ اَسْرَارَ الْعُلُوْمِ بِاَسْرِهَا — وَعِنْدِيْ حَدِيْثٌ حَادِثٌ وَقَدِيْمٌ

وَاِنِّي لَقَيُّوْمٌ عَلٰى كُلِّ قَيِّمٍ — مُحِيْطٌ بِكُلِّ الْعَالَمِيْنَ عَلِيْمٌ

مولا علیؑ فرماتے ہیں میں تمہارے انبیاءؑ واولیاء سابقین کے علوم کو حاوی و جامع ہوں۔ اور علوم آخرین کو جامع اور اس کے ساتھ بخل کرنے اور چھپانے والا ہوں۔ میں نے ہی تمام اسرار علوم کو کھول دیا ہے اور میرے پاس نئی اور پرانی اگلی وپچھلی علم ماکان و مایکون ساری ہی باتیں ہیں اور میں ہی تمام سرداروں پر سردار اور سب پر افسر ہوں اور میں تمام عوالم کو احاطہ رکھنے والا اور ان کا عالم ہوں۔ وَكُلَّ شَئٍي اَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِيْنٍ (سورہ یسین: ۱۲)۔ بیانات سابقہ سے ثابت ہو گیا کہ تمام اوصاف وفضائل ومناقب وحقوق میں علیؑ کو نبی سے معیت حاصل ہے اور صراط علیؑ صراط نبیؐ اور سبیل علیؑ سبیل نبیؐ اور علیؑ مظہر نبویؐ وقائم مقام مصطفوی وخلیفہ رسول کی مدنی ہیں اور اگر اس آیہ معیت کا کوئی مصداق حقیقی ہوسکتا ہے تو علی ابن ابیطالبؑ ہی ہیں۔ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ الخ" (سورہ فتح: ۲۹) جیسا کہ ہم حصہ اول میں اشارہ بھی کر چکے ہیں وہ شخص جس کو رسول سے ہر قسم کی معیت تامہ ہر ایک عالم اور ہر ایک نشاء اور ہر زمان ومکان میں حاصل ہے وہ علی بن ابیطالب ہی

ہیں۔ اور اس آیہ مبارکہ میں جو صفات مذکور ہوئے ہیں وہ من حیث المجموع صرف انہی میں پائی جاتی ہیں اور اس جناب کا نفس وجود مؤمنین کے لئے رحمت اور کافرین ومنافقین کے لئے عذاب وشدت ہے اور انہی کی پیشانی مبارک میں نشان عبادت الٰہی اور وہ فرد کامل ساجدین وراکعین ہیں انہوں نے اس وقت خدا کو سجدہ کیا ہے جبکہ کسی نے نہ کیا تھا۔ اور "مَعَہٗ اشدا عَلَى الْكُفَّار۔ رحماء بَيْنَهُمْ۔ اور سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السَّجود" (سورہ فتح:۲۹) سے علیحدہ علیحدہ فلاں فلاں شخص مراد لینا بالکل بے معنی اور بے قاعدہ اور قرآن کو فصاحت وبلاغت سے بلکہ صحت سے خارج کر دینا ہے یا جملہ بلا مسند الیہ کے رہا جاتا ہے۔ یا "والّذین معہ" بھی رسول اللہ بنے جاتے ہیں جو اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔ پس اس معہ کے مصداق علی ابن ابیطالب ہی ہیں اور وہی "وانا ومن اتبعنی" میں "مَنِ التَّبَعَنِی" کے مصداق ہر حال اور ہر زمان اور ہر ایک عالم اور ہر ایک قول وفعل میں رسولؐ کی کامل پیروی کرنے والے ہیں اور بلاشک بعد رسول۔ بصیرت کے ساتھ داعی الی الحق اور ہادی الخلق نائب رسول علی ابن ابیطالب ہی ہیں اور نور ہدایت مطلقہ بعد مرتبہ رسالت اسی امام برحق کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ فَتَفَكَّرُ فِيهِ۔

طلوع آفتاب خلافت در بروج اثنا عشر۔

مذکور ہوا کہ نبوت ختم ہوگئی اور خلافت قیامت تک باقی ہے اور وجود خلیفہ خدا وہادی خلق دنیا میں ضروری ہے۔ "اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" (سورہ رعد:۷) اے پیغمبرؐ سوائے اس کے نہیں ہے کہ تو پیغمبرؐ وبشیر ونذیر ہے اور ہر ایک قوم اور ہر زمانے کے لئے ایک ہادی ہے۔ نص صریح ہے اور مسلم ہے کہ ہدایت منحصر ہے حقیقت نوریہ محمدیہؐ میں اور اب اس سے خارج نہیں ہوسکتی۔ قیامت تک یہی نور ہادی خلق ہوگا اور یہ اس طرح ہے کہ یہ نور ہر زمانے میں اپنے نفس اور اپنے مظہر اوصاف میں ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ اول برج آفتاب امامت علیؑ ہیں اور نور علیؑ ونبیؐ ایک ہی ہے اور ہدایت اپنے مرکز پر قائم اور یہ دلائل عقلیہ ونقلیہ ثابت ہے کہ اولاد جزو انسان ہوتی ہے اور اس لئے اولاد علی جزو علیؑ ہیں اور علیؑ جزو نبیؐ پس اولاد علیؑ مثل علی جزو نبی ہیں۔ اولاد علیؑ نور علیؑ ہیں اور علیؑ نور نبیؐ پس اولاد عل نور نبی ہیں اولاد علی مظہر اوصاف علی اور نفس علی ہیں اور علی نفس نبی پس اولاد علی نفس نبی ہیں۔ بلکہ آیہ مبارکہ مباہلہ صاف شہادت دیتی ہے جناب فاطمۃ الزہراء اور حسنینؑ بھی نفس نبی ہیں اور معنی نفس مقام مظہریت اوصاف وجامعیت کمالات ہیں۔ نفس نبی وہی ہے جو اوصاف وفضائل ومناقب وکمالات میں مثل ونظیر نبی ہو پس علی حسنینؑ اولاد حسنینؑ جو وارث علوم نبوی ونور محمدی وعلوی مظہر اوصاف مصطفوی ہیں وہ بھی یقیناً نفس نبی ہیں۔ اور جو علیؑ کے لئے ثابت ہے وہ ہی ان کے لئے بھی ثابت ہے۔ جس طرح علیؑ شریک فضائل واوصاف نبی ہیں اولاد علیؑ واہل بیت نبوت ورسالت اور داخلین خانہ شرف نبی بھی شریک نبی ہیں۔ علم وحکمت میں شریک۔ طہارت وعصمت میں شریک خلقی وفطری ہدایت میں شریک استقامت علی الصراط میں شریک اور اس لئے نزول ملائکہ میں شریک تصرف وولایت میں شریک۔ حقوق نبوی حلیت خمس۔ حرمت صدقہ۔ وجوب محبت واطاعت درود وصلوٰت میں شریک تقدم اور اولویت اور خلقت اولیہ میں شریک جو کچھ نبی کے لئے ثابت ہے وہی اُن کے لئے ثابت ہے جو خانہ شرف نبیؐ یعنی بیت نبوت میں داخل اور

وارث علوم نبوی ہیں اور نہیں ہیں اہل بیت نبی مگر وارث علوم نبوتی اور مالک خانہ شرف محمدی کیونکہ نور اہل البیت نور محمدی ہے اور یہ سب کے سب ایک نور خدا سے خلق ہوئے ہیں جبکہ کوئی مخلوق موجود نہ تھی نہ زمین تھی نہ آسمان تھا نہ زمان تھا نہ مکان تھا۔ اور یہ سب خدا کی تسبیح وتہلیل وتقدیس وتحمید وتمجید کرتے تھے۔

قَالَ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَخُلِقَ اَھْلُبَیْتِی مِنْ نُوْرِی وَخَلِقَ مُحِبِّیھِمْ مِنْ نُوْرِھِمْ وَسَائِرُ النَّاسِ فِی النَّارِ۔ (المناقب۔ عَن اسحٰق ابن اسمٰعیل النیشاپوری) یعنی فرمایا کہ میں نور خدا سے خلق ہوا ہوں اور میرے اہلبیت میرے نور سے اور ان کے دوست ان کے نور سے اور ان کے دوستوں کے سوا باقی تمام لوگ جہنم میں ہوں گے۔ عن انس بن مالک عن معاذ بن جبل قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو۔ علیؑ۔ فاطمہؑ اور حسنؑ حسینؑ کو خلقت دنیا سے سات ہزار برس پہلے خلق کیا میں نے (راوی) عرض کیا آپ کہاں تھے فرمایا عرش الٰہی کے سامنے اس کی تسبیح وتقدیس وتحمید وتمجید کرتے تھے۔ عرض کیا کس مثال میں؟ فرمایا اشباح نور کی مثال۔ یہاں تک کہ جب اس نے ارادہ کیا کہ ہماری صورتوں کو بنالے تو اس نے ہم کو ایک عمود نور بنا دیا اور پھر ہم کو صلب آدم میں ڈالا اور پھر ہم کو اصلاب آباء وارحام امہات کی طرف نکالا۔ "ولا یُصِیبُنَا نَجسُ الشِّرْکِ وَلَا لِقَاحُ الْکُفْرِ۔" نہ ہمیں نجاست شرک کبھی پہنچی اور نہ کبھی ہماری مائیں کفار کی طرح حاملہ ہوئیں۔ کچھ لوگ ہماری وجہ سے سعید بن گئے اور کچھ ہمارے سبب سے بد بخت ہو گئے پس جب ہم کو پشت عبدالمطلب میں پہنچایا تو وہاں سے اس نور کو نکالا اور دو حصے کیا۔ نصف کو پشت عبداسد میں رکھا اور نصف کو پشت ابو طالب میں۔ پھر نصف کو رحم آمنہ میں پہنچایا اور نصف کو رحم فاطمہ بنت اسد میں پس مجھے آمنہ نے جنا اور علیؑ کو فاطمہ نے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عمود نور کو میری طرف متوجہ کیا اور مجھ سے فاطمہؑ پیدا ہوئی پھر اس کو علی کی طرف مائل کیا اور اس سے حسنؑ وحسینؑ پیدا ہوئے یعنی دونوں جزو نور محمدیؐ نور فاطمہ ونور علیؑ سے پس جو اصل علی کا نور تھا حسنؑ میں گیا اور جو میرا نور تھا حسینؑ سے متعلق ہوا۔ اور وہ روز قیامت تک اولاد حسینی میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ "اَنَا مِنْ اَحْمَدَ کَالضَّوْءِ مِنَ الضَّوْءِ" مجھے احمد مصطفیٰ سے وہ نسبت ہے جو ایک روشنی کو روشنی سے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ محمدؐ وعلیؑ خدا کے سامنے خلقت عالم سے دو ہزار سال قبل مثال نور تھے۔ جب ملائکہ نے اس نور کو دیکھا کہ اس سے شعاعیں پھیل رہی ہیں تو کہا اے ہمارے معبود اے ہمارے آقا وسردار یہ نور کیا ہے؟ ارشاد باری ہوا یہ نور ہے میرے نور میں سے۔ "اَصْلُہٗ نُبُوَّۃٌ فَرْعُہٗ اِمَامَۃٌ" اس کی اصل نبوت ہے اور فرع امامت ہے۔ اَمَّا النُّبُوَّۃُ فَلِمُحَمَّدٍ عَبْدِی وَرَسُولِی وَاَمَّا الْاِمَامَۃُ فَلِعَلِیٍّ حُجَّتِی وَوَلِیِّی وَلَوْلَاھُمَا مَا خَلَقْتُ خَلْقِی۔ لیکن نبوت پس وہ محمدؐ میرے بندے اور رسول کے لئے اور امامت پس وہ علیؑ میری حجت اور ولی کے لئے ہے اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو میں مخلوقات کو خلق نہ کرتا۔ ان احادیث ودیگر احادیث مذکورۂ نور سے محقق ہے کہ نور اہل بیت نبی اور نور نبی ایک ہی ہے۔ جس طرح نور علیؑ ونبی ایک ہے اسی طرح نور حسنینؑ۔ و فاطمہؑ واولاد حسین تا آخر الائمہ مہدی علیہ السلام تک ایک ہی نور محمدی ہے۔ اور یہ سب کے سب نور خدا اور ان

احادیث سے یہ بھی واضح ہے کہ ہدایت اسی نور میں منحصر ہے اصل اس نور کی نبوت ہے اور فرع امامت۔ پس بعد نبی امام خلق اور خلیفہ خدا نہیں ہوسکتا مگر یہی نور محمدی اور یہی ہم اول میں ثابت کر چکے ہیں۔ اور یہاں سے ثابت ہے کہ جو اولیت اور تقدم نور محمدی کو حاصل ہے وہی اہلبیت نبی کو بھی۔ اور بنا بریں جو احاطہ نور محمدی کو ممکن ہے وہی اہلبیت نبوی کو بھی۔ اور جو لوازم خلافت الٰہیہ محمدؐ کے لئے ثابت ہیں یعنی عصمت وطہارت وغیرہما وہی آل محمد کے لئے بھی ثابت ہیں لہٰذا بعد نبی خلیفہ خدا و جانشین مصطفٰی یہی صدر نشیں ایوان اصطفاء اہل بیت نبوت و رسالت ہیں اور جس طرح علیؑ مثل ونظیر رسول وافضل انبیاء سابقین ہیں اسی طرح ان کی اولاد کے آئمہ طیبین وطاہرین اور علیؑ اور اولاد علیؑ ہی بارہ بروج خلافت وامامت ہیں جن سے عالم امکان میں نور محمدی طالع ہوتا رہتا ہے اور تمام عالم امکان کو اپنے نور ہدایت۔ تبلیغ وتعلیم وتربیت وتدبیر سے منور وروشن کرتے ہیں اور یہی شموس ولایت ونجوم ہدایت ہیں۔ "وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ" (سورہ نحل آیت:۱۶) اور یہی مثل ستارگان الحان امان زمین وزمان ہیں اگر ان کا وجود نہ ہو تو زمین مع اپنے رہنے والوں کے منخسف ہوجائے۔ احمد بن حنبلؒ اپنے مناقب میں روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت زمین کے لئے امان ہیں جس طرح ستارے آسمان کے لئے امان ہیں جس طرح ستارے آسمان کے لئے امان ہیں پس اگر اہل بیت زمین سے اٹھ جائیں تو اہل زمیں نیست ونابود ہوجائیں اور ابن احمد نے زیادات المسند میں اور حموینی نے فرائد السمطین میں قریب قریب یہی روایت کیا ہے۔ اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ جب میرے اہل بیت زمین سے اٹھ جائیں گے تو ان پر وہ آیات الٰہی نازل ہوں گی جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور تیرا احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دوام زمین دوام اہلبیت سے قرار دیا ہے اور حموینی نے سلمہ بن الاکوع اور ابوسعید خدری سے اور حاکم نے جابر بن عبداللہ۔ ابوموسیٰ اشعری اور ابن عباس سے۔ اور ابن محمدؒ نے صواعق محرقہ میں اپنے طرق رواۃ سے حدیث امان کو نقل کیا ہے (تفصیل رسالہ اہل البیت اور الصراط السوی میں دیکھنی چاہئے)۔ نبوت وامامت انہی کے لئے ہے اور اسی خاندان میں جمع اور تا روز قیامت ہرگز اس سے خارج نہیں ہوسکتی اگر امامت خاندان نبوی سے خارج سمجھی جائے تو نبوت خاتم النبیین کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ نور ایک ہی ہے اصل اس کی نبوت ہے اور فرع امامت جہاں یہ نور نہیں وہاں خلافت امامت کیسی؟

کمال الدین ابوسالم محمد بن طلحہ الحلبی الشافعی رحمہ اللہ اپنی کتاب معظم در المنظم میں فرماتے ہیں۔ "وَاعْلَمْ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ هُوَ صُورَةُ الْعَنْصَرِ الْاَعْظَمِ وَالْاِمَامُ عَلِيٌّ هُوَ صُورَةُ الْعَقْلِ الْكُلِّ وَهُوَ الْقَلَمُ الْاَعْلٰى لِهٰذَا الْعَالَمِ وَفَاطِمَةُ هِيَ صُورَةُ النَّفْسِ الْكُلِّيَّهِ وَهِيَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوظُ وَالْحَسَنُ هُوَ صُورَةُ الْعَرْشِ وَالْحُسَيْنُ هُوَ صُورَةُ الْبُرُوجِ الْاِثْنَا عَشَرَ" یعنی فرماتے ہیں کہ جاننا چاہئے کہ محمد مصطفٰی صورت عنصر اعظم یعنی مادہ عالم امکان ہے۔ اور امام ہمام علی ابن ابیطالب علیہ السلام صورت عقل کل ہیں اور وہی صورت قلم قدرت الٰہی ہے اور فاطمہ صلوات اللہ علیہا صورت نفس کلیہ عالم اور واسطہ فیض درمیان عالم جسمانی وعالم روحانی ہیں اور حسن صورت عرش علمی الٰہی "وَفِي الْعَرْشِ تِمْثَالُ كُلِّ شَيْئٍ" عرش الٰہی میں تمثال ہر ایک شئے موجود ہے۔ اور

امت داعیہ

یہی اہلبیت نبوت و رسالت وہ امت داعیہ ہے جس کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے اور جو ہر ایک نیکی کا حکم دیتی ہے اور برے کاموں سے روکتی ہے اور خیر مطلق کی دعوت دیتی ہے جس کی بابت عدل برحق ارشاد فرماتا ہے۔ "وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (سورہ آل عمران:۱۰۴) اور ضرور تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا موجود رہنا چاہئے جو خیر مطلق کی دعوت دیں اور نیکی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور بس یہی لوگ رستگار اور فلاح پانے والے ہیں منکم کی قید اور امت کا لفظ صاف دال ہیں کہ اس امت سے تمام امت محمدی ہرگز مراد نہیں ہو سکتی اور دعوت خیر مطلق اور امر بالمعروف بطور واقعی اور اسی طرح نہی از منکر واقعی اس وقت تک کسی کو ممکن نہیں جب تک کہ اس کو احاطہ تامہ تمام خیرات و معروفات و منکرات یعنی ان پر جو عنداللہ خیرات و منکرات و معروفات ہیں حاصل نہ ہو۔ اور بدلائل ثابت ہو چکا ہے کہ یہ علم و احاطہ سوائے نور محمدی کے اور کسی کو حاصل نہیں کیونکہ اس احاطہ کے لئے قدامت بھی ضروری ہے اور یہ صرف اسی نور کو حاصل ہے۔ پس امت محمدی میں اصلاً امت داعیہ اور غیر کی طرف ہمیشہ بلانے والی صرف یہی امت ہے اور باقی داعیان جزئی انہی کے خرمن ہدایت کے خوشے چین ہیں۔

امت مودعہ

اس بیان سے اہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ امت خاص جو ہدایت خلق کے لئے پردہ اسرار و حجاب غیب میں پوشیدہ تھی اور علیم و حکیم ازلی نے اس کو ودیعت رکھا ہوا تھا اور جو وقت خلقت عالم پیش نظر قدرت تھی وہ لآلی بے بہا جو صدف بحر ازل میں مخفی تھے اور جس کے خروج (ظہور) کی اولیاء اللہ پیشین گوئیاں کر رہے تھے اور وہ آخر الزمان میں صورۃً و معناً ظاہری ہوا اور بغرض ہدایت خلق امانت خانہ ازلی سے نکالی گئی یہی اہلبیت نبوت و رسالت ہیں فقال عزّ من قائلہ "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ"۔ (سورہ آل عمران:۱۱۰) یعنی تم ہی بہترین امت تھے جو لوگوں کے لئے پردہ اسرار سے نکالے گئے اور عالم غیب سے شہود میں لائے گئے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر یقین کامل رکھتے ہو۔ چنانچہ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے فرمایا۔

"يَا جَابِرُ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ اِبْتَدَعَهٗ مِنْ نُوْرِهٖ وَاشْتَقَّهٗ مِنْ جَلَالِ عَظْمَتِهٖ فَاَقْبَلَ يَطُوْفُ بِالْقُدْرَةِ حَتّٰى وَصَلَ اِلٰى جَلَالِ الْعَظْمَةِ فِيْ ثَمَانِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ثُمَّ سَجَدَ لِلّٰهِ تَعْظِيْمًا فَفَتَقَ مِنْهُ نُوْرُ عَلِيٍّ فَكَانَ نُوْرِيْ مُحِيْطًا بِالْعَظْمَةِ وَنُوْرُ عَلِيٍّ مُحِيْطًا بِالْقُدْرَةِ ثُمَّ خَلَقَ الْعَرْشَ وَاللَّوْحَ وَالشَّمْسَ وَضَوْءَ النَّهَارِ وَنُوْرَ الْاَبْصَارِ وَالْعَقْلَ وَالْمَعْرِفَةَ وَاَبْصَارَ الْعِبَادِ وَاَسْمَاعَهُمْ وَقُلُوْبَهُمْ مِنْ نُوْرِيْ وَنُوْرِيْ مُشْتَقٌّ مِنْ نُوْرِهٖ فَنَحْنُ الْاَوَّلُوْنَ وَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ وَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ وَنَحْنُ الشَّافِعُوْنَ وَنَحْنُ كَلِمَةُ اللّٰهِ وَنَحْنُ خَاصَّةُ اللّٰهِ وَنَحْنُ اَحِبَّاءُ اللّٰهِ وَنَحْنُ وَجْهُ

احادیث سے یہ بھی واضح ہے کہ ہدایت اسی نور میں منحصر ہے اصل اس نور کی نبوت ہے اور فرع امامت۔ پس بعد نبی امام خلق اور خلیفہ خدا نہیں ہوسکتا مگر یہی نور محمدی اور یہی ہم اول میں ثابت کر چکے ہیں۔ اور یہاں سے ثابت ہے کہ جو اولیت اور تقدم نور محمدی کو حاصل ہے وہی اہلبیت نبی کو بھی۔ اور بنا بریں جو احاطہ نور محمدی کو ممکن ہے وہی اہلبیت نبوی کو بھی۔ اور جو لوازم خلافت الٰہیہ محمدؐ کے لئے ثابت ہیں یعنی عصمت وطہارت وغیرہما وہی آل محمد کے لئے بھی ثابت ہیں لہٰذا بعد نبی خلیفہ خدا و جانشین مصطفیٰ یہی صدر نشیں ایوان اصطفاء اہل بیت نبوت ورسالت ہیں اور جس طرح علیؑ مثل ونظیر رسول وافضل انبیاء سابقین ہیں اسی طرح ان کی اولاد کے آئمہ طیبین وطاہرین اور علیؑ اور اولاد علیؑ ہی بارہ بروج خلافت وامامت ہیں جن سے عالم امکان میں نور محمدی طالع ہوتا رہتا ہے اور تمام عالم امکان کو اپنے نور ہدایت۔ تبلیغ وتعلیم وتربیت وتدبیر سے منور وروشن کرتے ہیں اور یہی شموس ولایت ونجوم ہدایت ہیں۔ "وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ" (سورہ نحل آیت: ۱۶) اور یہی مثل ستارگان الحان امان زمین وزمان ہیں اگر ان کا وجود نہ ہوتو زمین مع اپنے رہنے والوں کے منخسف ہو جائے۔ احمد بن حنبلؒ اپنے مناقب میں روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت زمین کے لئے امان ہیں جس طرح ستارے آسمان کے لئے امان ہیں جس طرح ستارے آسمان کے لئے امان ہیں پس اگر اہل بیت زمین سے اٹھ جائیں تو اہل زمین نیست ونابود ہو جائیں اور ابن احمد نے زیادات المسند میں اور حموینی نے فرائد السمطین میں قریب قریب یہی روایت کیا ہے۔ اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ جب میرے اہل بیت زمین سے اٹھ جائیں گے تو ان پر وہ آیات الٰہی نازل ہوں گی جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور تیرا احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دوام زمین دوام اہلبیت سے قرار دیا ہے اور حموینی نے سلمہ بن الاکوع اور ابوسعید خدری سے اور حاکم نے جابر بن عبداللہ۔ ابوموسیٰ اشعری اور ابن عباس سے۔ اور ابن محمدؒ نے صواعق محرقہ میں اپنے طرق رواۃ سے حدیث امان کو نقل کیا ہے (تفصیل رسالہ اہل البیت اور الصراط السوی میں دیکھنی چاہئے)۔ نبوت وامامت انہی کے لئے ہے اور اسی خاندان میں جمع اور تا روز قیامت ہرگز اس سے خارج نہیں ہوسکتی اگر امامت خاندان نبوی سے خارج سمجھی جائے تو نبوت خاتم النبیین کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ نور ایک ہی ہے اصل اس کی نبوت ہے اور فرع امامت جہاں یہ نور نہیں وہاں خلافت امامت کیسی؟

کمال الدین ابوسالم محمد بن طلحہ الحلبی الشافعی رحمہ اللہ اپنی کتاب معظم در المنظم میں فرماتے ہیں۔ "وَاعْلَمْ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ هُوَ صُوْرَةُ الْعَنْصَرِ الْاَعْظَمِ وَالْاِمَامُ عَلِيٌّ هُوَ صُوْرَةُ الْعَقْلِ الْكُلِّ وَهُوَ الْقَلَمُ الْاَعْلٰى لِهٰذَا الْعَالَمِ وَفَاطِمَةُ هِيَ صُوْرَةُ النَّفْسِ الْكُلِّيَّهِ وَهِيَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ وَالْحَسَنُ هُوَ صُوْرَةُ الْعَرْشِ وَالْحُسَيْنُ هُوَ صُوْرَةُ الْبُرُوْجِ الْاِثْنَا عَشَرَ۔" یعنی فرماتے ہیں کہ جاننا چاہئے کہ محمد مصطفیٰ صورت عنصر اعظم یعنی مادہ عالم امکان ہے۔ اور امام ہمام علی ابن ابیطالب علیہ السلام صورت عقل کل ہیں اور وہی صورت قلم قدرت الٰہی ہے اور فاطمہ صلوات اللہ علیہا صورت نفس کلیہ عالم اور واسطہ فیض درمیان عالم جسمانی وعالم روحانی ہیں اور حسن صورت عرش علمی الٰہی "وَفِي الْعَرْشِ تِمْثَالُ كُلِّ شَيْئٍ" عرش الٰہی میں تمثال ہر ایک شئے موجود ہے۔ اور

حسینؑ صورت کرسی ہیں۔ "وَوَسِعَ کُرسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ والارضَ" اور کرسی الٰہی علم زمین و آسمان پر محیط ہے۔ اور کل آئمہ اثناعشر (بارہ امام) صورت بروج آفتاب خلافت و ولایت ہیں۔ انتہیٰ۔ آفتاب ہدایت محمدی انہیں سے طالع ہوتا ہے اور یہی بارہ شہود الٰہی ہیں جو قطب رحائے عالم اور منازل شمس ہدایت و مدار حساب عالم ایجاد ہیں اور انہی کی طرف اشارہ کر کے تمثیلاً خدا فرماتا ہے۔ "اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ۔" (توبہ: آیت ۳۶) یقیناً خدا کے نزدیک مہینوں کی تعداد کتاب خدا میں اس دن بارہ تھی جس دن کہ خدا نے زمین و آسمان کو خلق کیا اور ان میں سے چار محترم ہیں اور یہی دین محکم اور راہ مستقیم ہے۔ پس ان کے باب میں اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرو۔ شمس ہدایت محمدی ان بارہ منازل و بروج خلافت سے ہرگز خارج نہیں ہوسکتا۔ ہمیشہ انہی میں دائرہ و سائر ہے اور یہی دین حقیقی و دین محکم ہے۔ وَھٰذِہٖ اسرار الخلافة الالٰهية لا يعرفها الّا المومنون العارفون۔ "فَاَنّٰى تُوْفَكُوْنَ"۔

کلمہ طیبہ

یہی نور محمدیؐ وہ کلمہ طیبہ ہے جس کی مثال مثل اس شجرہ طیبہ کے ہے جس کی اصل قدیم ہمیشہ ثابت و قائم ہے اور جس کی چوٹی عرش الٰہی سے متصل اور جس کی شاخیں ہر جگہ اور ہر گوشہ عالم میں ہمیشہ پھیلی ہوئی ہیں اور جس کے پھل ہمیشہ موجودات و مخلوقات عالم کو باذن پروردگار پہنچتے رہتے ہیں۔ قال سبحانہ وتعالیٰ۔ "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ"۔ (ابراہیم ع ۳) کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا کس طرح سے مثال بیان کرتا ہے کہ کلمہ طیبہ مثل شجرہ طیبہ ہے جس کی جڑ ثابت اور قائم ہے۔ اور چوٹی آسمان میں اور وہ ہمیشہ اور ہر وقت باذن پروردگار اپنے پھل دیتا ہے۔ اور اللہ لوگوں سے مثالیں بیان کرتا ہے کہ وہ مثال سے سمجھ جائیں اور عبرت حاصل کریں۔ ظاہر الفاظ آیہ دال ہے کہ اگر اس آیہ مبارکہ کا کوئی مصداق ہے تو یہی حقیقت نورانیہ محمدیہ ہے جو ہادیہ جامعہ محیطہ ہے۔ اور اہلبیت نبوی اس کی شاخیں۔ محمدؐ اصل ہیں اور اہل بیت نبوت و رسالت و آل محمدؐ اس کی فرع۔ اور انہی کا فیض ہمیشہ جاری ہے اور انہی کے فیوضات کے پھل باذن پروردگار ہمیشہ مخلوقات عالم کو پہنچتے ہیں۔ کیونکہ مخلوقات میں ہمیشہ اسی کا فیض جاری رہ سکتا ہے اور سب مخلوقات عالم کو پہنچتے ہیں۔ کیونکہ مخلوقات میں ہمیشہ اسی کا فیض جاری رہ سکتا ہے اور سب مخلوقات کو اسی مخلوق کا فیض پہنچ سکتا ہے۔ جس کی خلقت سب مخلوقات سے پہلے ہو اور جس کا وجود ہمیشہ عالم میں ضروری ہو۔ اور جو ہمیشہ باقی ہیں تا وجودِ مخلوقات ان کا فیض منقطع نہ ہو۔ اور یہ صفت محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے ثابت ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے رحمۃ للعالمین خطاب پایا اور تمام عوالم کے رسول کہلائے کیونکہ اگر کوئی مخلوق کسی وقت اور کسی عالم میں بھی فیض محمدی سے محروم رہتا تو وہ تمام عالمین کے واسطے رحمت کہلاتے۔ یہی وہ حج اللہ ہیں جن کی صفت یہ ہے۔ "اَلْحُجَّةُ قَبْلَ الْخَلْقِ وَمَعَ الْخَلْقِ وَبَعْدِ الْخَلْقِ" حجت

خداوہ ہے جو قبل مخلوقات بھی ہو اور بعد مخلوقات بھی ہو اور مخلوقات کے ساتھ بھی۔ پس تعلیم و تبلیغ و تربیت و تدبیر اور ہدایت محمدؐ و آل محمدؐ سے کبھی منقطع نہیں ہوسکتا۔ "تُؤْتِی اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا" یہ تمثیل الٰہی اس کلمہ پاک اور شجرہ پاکیزہ کی حقیقت کے سمجھنے کے لئے کافی ہے اور اس سے بہتر تمثیل نہیں ہوسکتی۔

امت وسط و مظاہر عدل۔

یہی وہ امت وسط ہیں جن کی شان میں خداوند فرماتا ہے "وَکَذٰلِكَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا" یعنی اور اسی واسطے خدا نے تم کو امت وسط قرار دیا ہے تاکہ تم تمام لوگوں پر شہید ہو اور رسول تم پر شہید رہے۔ کیونکہ تمام لوگوں اور جنس انسان پر وہی نفوس شہید ہوسکتے ہیں جو تمام عالم پر احاطہ علمیہ رکھتے ہوں۔ اور خدا نے ان کو عدل واقعی اور تمام قویٰ و اعضاء و جوارع کے لحاظ سے اعتدال حقیقی میں خلق کیا ہوتا کہ حوادث و عوارض و مانیہ ان میں اثر نہ کرسکیں اور طبائع مادیہ ان میں موثر نہ ہوں غفلت و ذہول ان پر طاری نہ ہوتے ہوں اور یہ احاطہ اور یہ صفت حقیقت نوریہ محمدیہؐ ہی کو حاصل ہے اور وہی تمام لوگوں کے افعال و اعمال خلوت و جلوت پر حاضر و ناظر ہوسکتی ہے۔ اور باذن پروردگار و اعطاء قوت و اقتدار اُن کو دیکھ سکتی ہے۔ پس یہ امت وسط نہیں ہے مگر اہلبیت نبی جن کی اصل و حقیقت حقیقت محمدی ہے اور ان کے عین حد عدل و اعتدال حقیقی میں خلق ہونے سے یہ بھی ثابت ہے کہ ان کے تمام احکام عین مطابق احکام عدل برحق خداوند حکم الحاکمین ہوں گے اور یہ اس کے عدل کے مظاہر اور اس عالم امکان میں ہیاکل توحید اور خالق و مخلوق کے درمیان واسط تعلیم و تربیت و ہدایت پس کون ہے جو ان مظاہر عدل و وسائط فیوضات الٰہیہ حاصل کرسکے "اللّٰهُ یعلم حیث یجعل رسالته" وانه لکل شی شهید "وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْکَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّهُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰهُ اَیْنَمَا یرجهه لایَاْتِ بِخَیْرٍ هَلْ یَسْتَوِیْ هُوَ وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔" (النحل ع ۱۱) اور اللہ دو آدمیوں کی مثال بیان کرتا ہے ایک تو بالکل گونگا ہے جو کسی بات پر بھی قادر نہیں اور وہ اپنے آقا اور مالک پر ایک بار ہے جہاں کہیں وہ آقا اس کو بھیجتا ہے وہاں سے کوئی خیر کی بات نہیں لاتا۔ کیا یہ شخص اور وہ شخص برابر ہوسکتا ہے جو ہر ایک امر میں عدل کے ساتھ حکم دیتا ہے اور اس کے تمام امور عدل پر مبنی ہیں اور وہ صراط مستقیم پر ہے؟ ہرگز نہیں ایک گونگا لسان اللہ کے کب مساوی ہوسکتا ہے ایک اپاہج ید اللہ کا کہاں مقابلہ کرسکتا ہے۔ ایک ظلمت جہالت و ضلالت نور محیط علم و ہدایت کی کیونکر برابری کرسکتا ہے۔ ایک آمر بالعدل اور مظہر عدل الٰہی ظالم کے مساوی کیسے قرار دیا جاسکتا ہے کلاّ لایستویان مثلاً۔ ہرگز نہیں یہ دونوں مثال میں کبھی مساوی نہیں ہوسکتے۔ ہدایت نہیں ہے مگر محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے۔ خلافت الٰہیہ نہیں ہے مگر اہلبیت نبوت و رسالت کے لئے۔ یہ امت وسط چونکہ عدل واقعی اور اعتدال حقیقی میں خلق ہوئی ہے اخلاط بدنیہ ان میں موثر نہیں ہوتے اور اس لئے یہ بلا صدمات خارجیہ قتل و زہر نہیں مرتے۔ چنانچہ بخاری میں جناب عائشہ سے مروی ہے کہ پیغمبرؐ کی موت اختیاری ہوتی ہے۔ انتہیٰ۔ اور اہلبیت پیغمبرؐ۔ "لا یوتون الا باختیارهم۔"

امت داعیہ

یہی اہلبیت نبوت و رسالت وہ امت داعیہ ہے جس کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے اور جو ہر ایک نیکی کا حکم دیتی ہے اور برے کاموں سے روکتی ہے اور خیر مطلق کی دعوت دیتی ہے جس کی بابت عدل برحق ارشاد فرماتا ہے۔ "وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (سورہ آل عمران: ۱۰۴) اور ضرور تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا موجود رہنا چاہئے جو خیر مطلق کی دعوت دیں اور نیکی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور بس یہی لوگ رستگار اور فلاح پانے والے ہیں منکم کی قید اور امت کا لفظ صاف وال ہیں کہ اس امت سے تمام امت محمدی ہر گز مراد نہیں ہوسکتی اور دعوت خیر مطلق اور امر بالمعروف بطور واقعی اور اسی طرح نہی از منکر واقعی اس وقت تک کسی کو ممکن نہیں جب تک کہ اس کو احاطہ تامہ تمام خیرات و معروفات و منکرات یعنی ان پر جو عنداللہ خیرات و منکرات و معروفات ہیں حاصل نہ ہو۔ اور بدلائل ثابت ہو چکا ہے کہ یہ علم و احاطہ سوائے نور محمدی کے اور کسی کو حاصل نہیں کیونکہ اس احاطہ کے لئے قدامت بھی ضروری ہے اور یہ صرف اسی نور کو حاصل ہے۔ پس امت محمدی میں اصلاً امت داعیہ اور غیر کی طرف ہمیشہ بلانے والی صرف یہی امت ہے اور باقی داعیان جزئی انہی کے خرمن ہدایت کے خوشے چین ہیں۔

امت مودعہ

اس بیان سے اہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ امت خاص جو ہدایت خلق کے لئے پردہ اسرار و حجاب غیب میں پوشیدہ تھی اور علیم و حکیم ازلی نے اس کو ودیعت رکھا ہوا تھا اور جو وقت خلقت عالم پیش نظر قدرت تھی وہ لآلی بے بہا جو صدف بحر ازل میں مخفی تھے اور جس کے خروج (ظہور) کی اولیاء اللہ پیشین گوئیاں کر رہے تھے اور وہ آخر الزمان میں صورۃً و معناً ظاہری ہوا اور بغرض ہدایت خلق امانت خانہ ازلی سے نکالی گئی یہی اہلبیت نبوت و رسالت ہیں فقال عزّ من قائلہ "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ"۔ (سورہ آل عمران: ۱۱۰) یعنی تم ہی بہترین امت تھے جو لوگوں کے لئے پردہ اسرار سے نکالے گئے اور عالم غیب سے شہود میں لائے گئے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر یقین کامل رکھتے ہو۔ چنانچہ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے فرمایا۔

"يَا جَابِرُ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ اِبْتَدَعَهٗ مِنْ نُوْرِهٖ وَاشْتَقَّهٗ مِنْ جَلَالِ عَظْمَتِهٖ فَاَقْبَلَ يَطُوْفُ بِالْقُدْرَةِ حَتّٰى وَصَلَ اِلٰى جَلَالِ الْعَظْمَةِ فِيْ ثَمَانِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ثُمَّ سَجَدَ لِلّٰهِ تَعْظِيْمًا فَفَتَقَ مِنْهُ نُوْرُ عَلِيٍّ فَكَانَ نُوْرِيْ مُحِيْطًا بِالْعَظْمَةِ وَنُوْرُ عَلِيٍّ مُحِيْطًا بِالْقُدْرَةِ ثُمَّ خَلَقَ الْعَرْشَ وَاللَّوْحَ وَالشَّمْسَ وَضَوْءَ النَّهَارِ وَنُوْرَ الْاَبْصَارِ وَالْعَقْلَ وَالْمَعْرِفَةَ وَاَبْصَارَ الْعِبَادِ وَاَسْمَاعَهُمْ وَقُلُوْبَهُمْ مِنْ نُوْرِيْ وَنُوْرِيْ مُشْتَقٌّ مِنْ نُوْرِهٖ فَنَحْنُ الْاَوَّلُوْنَ وَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ وَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ وَنَحْنُ الشَّافِعُوْنَ وَنَحْنُ كَلِمَةُ اللّٰهِ وَنَحْنُ خَاصَّةُ اللّٰهِ وَنَحْنُ اَحِبَّاءُ اللّٰهِ وَنَحْنُ وَجْهُ

اللّٰہِ وَنَحْنُ جَنْبُ اللّٰہِ وَنَحْنُ یَمِیْنُ اللّٰہِ وَنَحْنُ اُمَنَاءُ اللّٰہِ وَنَحْنُ خَزَنَۃُ وَحیِ اللّٰہِ وَسَدَنَۃُ غَیْبِ اللّٰہِ وَنَحْنُ مَعْدِنُ التَّنْزِیْلِ وَمَعْنَی التَّاوِیْلِ وَفِی اَبْیَاتِنَا ھَبَطَ جِبْرَئِیْلُ وَنَحْنُ مَحَالُ قُدْسِ اللّٰہِ وَنَحْنُ مَصَابِیْحُ الْحِکْمَۃِ وَنَحْنُ مَفَاتِیْحُ الرَّحْمَۃِ وَنَحْنُ یَنَابِیْعُ النِّعْمَۃِ وَنَحْنُ شَرَفُ الاُمَّۃِ وَنَحْنُ سَادَۃُ الاَئِمَّۃِ وَنَحْنُ نَوَامِیْسُ الْعَصْرِ وَاَحْبَارُ الدَّھْرِ وَنَحْنُ سَادَۃُ الْعِبَادِ وَنَحْنُ سَاسَۃُ الْبِلَادِ وَنَحْنُ الْکُفَاۃُ وَالْوُلَاۃُ وَالْحُمَاۃُ وَالسُّقَاۃُ وَالرُّعَاۃُ وَطَرِیْقُ النَّجَاۃِ وَنَحْنُ السَّبِیْلُ وَالسَّلْسَبِیْلُ وَنَحْنُ النَّھْجُ الْقَوِیْمُ وَالطَّرِیْقُ الْمُسْتَقِیْمُ مَنْ آمَنَ بِنَا آمَنَ بِاللّٰہِ وَمَنْ رَدَّ عَلَیْنَا رَدَّ عَلَی اللّٰہِ وَمَنْ شَکَّ فِیْنَا شَکَّ فِی اللّٰہِ وَمَنْ عَرَفَنَا عَرَفَ اللّٰہَ وَمَنْ تَوَلّٰی عَنَّا تَوَلّٰی عَنِ اللّٰہِ وَمَنْ اَطَاعَنَا اَطَاعَ اللّٰہَ وَنَحْنُ الْوَسِیْلَۃُ اِلَی اللّٰہِ وَالْوُصْلَۃُ اِلٰی رِضْوَانِ اللّٰہِ وَلَنَا الْعِصْمَۃُ وَالْخِلَافَۃُ وَالْھِدَایَۃُ وَفِیْنَا النُّبُوَّۃُ وَالْوِلَایَۃُ وَالْاِمَامَۃُ وَمَعْدِنُ الْحِکْمَۃِ وَبَابُ الرَّحْمَۃِ وَشَجَرَۃُ الْعِصْمَۃِ وَنَحْنُ کَلِمَۃُ التَّقْوٰی وَالْمَثَلُ الْاَعْلٰی وَالْحُجَّۃُ الْعُظْمٰی وَالْعُرْوَۃُ الْوُثْقٰی الَّتِیْ مَنْ تَمَسَّکَ بِھَا نَجٰی۔"

ترجمہ۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا اول جو چیز خدا نے پیدا کی وہ میرا نور ہے جس کو اپنے نور سے خلق کیا اور اپنے جلال عظمت سے مشتق فرمایا پس وہ نور گرد حظیرۂ قدس قدرت خالق سے طواف کرنے لگا یہاں تک کہ اسّی ہزار سال میں جلال عظمت تک پہنچ گیا پھر خدا کا سجدہ تعظیمی بجالایا پس خدا نے اس سے نور علیؑ کو جدا کیا پس میرا نور تو عظمت کو محیط ہو گیا اور نور علیؑ قدرت کو پھر خدا نے عرش ولوح شمس وضوء نہار و نور الابصار و عقل و معرفت و ابصار عباد و اسماع و قلوب کو میرے نور سے خلق فرمایا اور میرا نور مشتق ہے نور خدا سے پس ہم ہی وہ اولین ہیں جو سب سے پہلے مخلوق ہوئے اور جن سے ہدایت کی ابتدا ہوئی۔ اور ہم ہی آخرین ہیں جن پر دنیا کا خاتمہ ہو گا اور جن کے ساتھ آخرت میں تمام لوگوں کا حشر ہو گا۔ اور ہم ہی وہ سابقین ہیں جنہوں نے اقرار ربوبیت الٰہی کی طرف سبقت کی اور سب سے پہلے اس کو پہچانا۔ اور ہم ہی وہ تسبیح گذار ہیں جن سے ملائکہ نے تسبیح سیکھی۔ اور ہم ہی وہ شفیع یوم الدین ہیں اور ہم کلمہ طیبہ الٰہیہ خاصان الٰہ دوستداران خدا اور وجہ اللہ ہیں جن کی وجہ سے خدا تک پہنچا جاتا ہے اور ہم ہی پہلوئے خدائی پر فائز مقرب بارگاہ دست قدرت اور امانت خدائی۔ خزینہ وحی الٰہی اور محافظین اسرار غیب خداوندی ہیں ہم معدن تنزیل فرقان اور معنی تاویل قرآن ہیں اور ہمارے ہی گھر میں جبرئیلؑ امین آئے ہیں۔ اور ہم ہی محل قدس وطہارت الٰہی مقدسین و مطہرین ہیں اور ہم شمع حکمت و کلید رحمت اور چشمہ نعمت الٰہی ہیں ہر ایک نعمت ہماری ہی طرف سے جاری ہوتی ہے۔ اور ہم ہی شرف امت وعزت نبی آدم ہیں۔ ہم سرداران آئمہ خلق اور ہم ہی زمانے میں ناموس اکبر الٰہی اور علماء دہر ہیں۔ ہم تمام بندگان خدا کے سردار ہیں اور جملہ ممالک کے حکام و منتظم اور ہم ہی کفیل و والی و حامی و محافظ و ساقی بندگان خدا ہیں ہمارا ہی دریائے فیض تمام عالم امکان کو سیراب کرتا ہے، ہم ہی شاہراہ نجات و سبیل اللہ اور نہر قویم ہیں ہم ہی راہ قویم اور صراط مستقیم ہیں جو ہم پر ایمان لایا وہ خدا پر ایمان لایا۔ جس نے ہمارے قول کو رد کیا اس نے کلام خدا کو رد کیا جس نے ہمارے باب میں شک کیا اس نے خدا میں شک کیا جس

نے ہم کو پہچانا اس نے خدا کو پہچانا۔ جو ہم سے پھرا وہ خدا سے پھرا جس نے ہماری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ ہم ہی وسیلہ ہیں خدا تک پہنچنے کا اور ذریعہ ہیں خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا "وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ"، (سورہ مائدہ:۳۵) اور ہمارے ہی لئے عصمت وطہارت وخلافت وہدایت ہے اور ہم میں ہی نبوت و ولایت وامامت ومعدن حکمت وباب رحمت وشجرہ عصمت ہے، ہم ہی کلمہ تقویٰ مثل ماعلیٰ "وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی" (سورہ نحل:٦٠) حجت عظمیٰ اور وہ عروۃ الوثقی ہیں کہ جس نے اس سے تمسک کیا نجات پا گیا۔ "وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ (سورہ البقرہ:۲۵٦)

نفوس عالیہ

یہی وہ نفوس عالیہ ہیں جو فوق ملائکہ وآدم تھے اور سجدۂ آدم پر مامور نہ تھے اور یہی ابوسعید خدری سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ رسول اللہؐ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں ایک شخص آیا اور کہنے لگا یا رسولؐ اللہ مجھ کو اس آیت کے معنی بتلا دیجئے۔ "اِسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ" (سورہ ص:۷۵) یا رسول اللہؐ وہ کون بزرگوار ہیں جو ملائکہ سے اعلیٰ ہیں۔ فرمایا رسولؐ اللہ نے میں علیؑ فاطمہؑ اور حسنینؑ ہم سر اوقات عرش پر حضرت آدم کی خلقت سے ہزار سال پیشتر خدا کی تسبیح کرتے تھے اور ملائکہ نے ہماری تسبیح سن کر خدا کی تسبیح کی پس اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو خلق کیا تو ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں اور ہم کو سجدے کا حکم نہیں دیا پس سب ملائکہ نے سوائے ابلیس کے سجدہ کیا۔ یہی وہ کلمات طیبہ ہیں جن کو تلقی اور جن کے وسیلے سے حضرت آدم کی توبہ قبول ہوئی کیونکہ وسیلہ مطلقہ اور وجہ اللہ خدا تک پہنچنے کا ذریعہ یہی ہیں۔ جو کچھ ہم نے دلائل عقلیہ اور آیات قرآنیہ سے ثابت کیا ہے اس کے حرف حرف کی تصدیق ان احادیث سے ہوگئی اور اس سے معلوم ہوا کہ نہ تو بیانات سابقہ قابل انکار ہیں کیونکہ تمام مطابق فرمائش پیغمبرؐ ہیں جو بغیر وحی الٰہی ایک حرف زبان پر جاری نہیں فرماتے اور نہ یہ احادیث لائق تکذیب ہیں کیونکہ یہ من وعن آیات قرآنیہ سے مستنبط ہیں۔ اور ان احادیث میں تصریح وتشریح ہے کہ ہدایت خلق وخلافت الٰہیہ اور لوازم خلافت الٰہیہ طہارت وعصمت انہی اہلبیت نبوت ورسالت میں منحصر ومحدود ہے اور نبوت وولایت و امامت انہی سے مختص ومخصوص۔ اور نفس وجود اہلبیت نبوت ورسالت سبیل الٰہی وصراط مستقیم خداوندی ہے۔ اور یہی حافظ وامین اسرار الٰہی اور معدن تنزیل وتاویل اور خدا تک پہنچنے کا وسیلہ وواسطہ ہیں۔ لہٰذا کالشّمس فی رابعة النہار واضح ہو گیا کہ خلافت مطلقہ الٰہیہ محمدؐ وآل محمدؐ سے مخصوص ہے اور بعد محمد مصطفیٰ اہلبیت اصطفاء علیؑ واولاد علیؑ تا قیام قیامت خلیفہ خدا وحج اللہ میں اور یہی وہ امام ہیں جن کے ساتھ مومنین کا حشر ہوگا۔ "یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ۔ (سورہ بنی اسرئیل:۷۱) ان کے سوا امت محمدیؐ میں کوئی شخص خلیفہ خدا جانشین مصطفیٰ اور خلق کا پیشوا نہیں ہو سکتا وھوالمطلوب۔ کون ہے جو اس خلافت الٰہیہ کو رد اور باطل کر سکے اور زبان اعتراض کھولے۔ اور اگر کھولے تو سوائے ندامت خسارت کچھ حاصل نہ ہوگا۔ "یَتَنَدَّمُ حَیْثُ لَا یَنْفَعُ النَّدَمُ"۔

جزائے رسالت مطلقہ۔

تقریرات صدر میں ثابت ہو چکا ہے کہ اہلبیت نبیؐ فضائل واوصاف نبی میں شریک نبی ہیں۔اور مثل پیغمبرؐ خاتم النبیینؐ تمام انبیاء سابقین سے افضل تمام انبیاءؑ کی نبوت نبوت جز ئیہ ہے اور آنحضرتؐ کی نبوت کلیہ مطلقہ اور اسی طرح بعد آپ کے آپ کے ان خلفاء کی امامت وخلافت مطلقہ الٰہیہ جس طرح تمام عوالم تحت نبوت خاتم النبیینؐ داخل ہیں اسی طرح تمام عوالم تحت امامت آئمہ اہلبیت داخل ہیں اور جناب محمد مصطفیٰ نذیر للعالمین ہیں اور آئمہ آل محمدؐ حجۃ اللہ فی العالمین وخلیفہ فی السموات والارضین اور آنحضرتؐ تمام انبیاء کے اوصاف کو جامع ہیں مع اشیاء زائدہ۔اور اہلبیت نبوت ورسالت وارث جملہ اوصاف محمدیؐ ہیں اور اس لئے وہ بھی تمام انبیاء سابقین کے کمالات کو جامع ہیں مع اشیاء زائد۔لیکن آیات شاہد ہیں کہ یہ حضرت انبیاء نہیں ہیں۔اور آنحضرتؐ نے باوجودیکہ بیشمار فضائل ومناقب اہل بیت کے بیان کئے ہیں کبھی ان کو نبی نہیں کہا اور نہ ان بزرگواروں نے کبھی اپنے کو نبی کہا اور دعویٰ کیا حالانکہ ان حضرات نے لاتعد ولاتحصی فضائل بیان کئے ہیں خصوصاً جناب امیرؑ نے اپنے خطبات میں اتنے فضائل بیان کئے ہیں کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بنے اور بعض ہم نقل بھی کر چکے ہیں لیکن کبھی اور کسی خطبے میں یہ نہیں فرمایا کہ میں نبی ہوں بلکہ اکثر خطبات میں تشریح وتصریح ہے کہ آنحضرتؐ پر نبوت ختم ہوگئی۔ اور یہ اس کا ثبوت ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں ہے جملہ مدعیان نبوت جھوٹے اور کاذب ہوں گے۔ چنانچہ مسلم بن حجاج روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِنْ ثَلٰثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ" یعنی قیامت نہ آئے گی تا اینکہ تقریباً تیس جھوٹے اور دجال اٹھیں اور ہر ایک ان میں سے یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی اللہ اور پیغمبر خدا ہے۔اور ابو ہریرہ سے بحوالہ مسلم بن یسار روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا آخر الزمان میں کاذب و دجال پیدا ہوں گے۔ "يَاْتُوْنَكُمْ مِنَ الْاَحَادِيْثِ مَالَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا آبَائُكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ۔" وہ ایسی جھوٹی حدیثیں اپنی نبوت ورسالت کے متعلق تم سے بیان کریں گے جن کو تم نے کبھی سنا ہے اور نہ تمہارے آباء واجداد نے پس تم ان سے بچو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔انتہیٰ۔اس زمانہ میں اس حدیث کے حرف حرف کی تصدیق ہو رہی ہے اور مشاہدہ میں آ رہا ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت ومہدویت وعیسویت ایسی جھوٹی حدیثیں گھڑ کر لاتے ہیں یا ان سے تدلیس کرتے ہیں کہ جن سے اہل اسلام کے کان آشنا نہ تھے نہ اب نہ صدر اسلام سے اور ایسے جھوٹے نبی بہت سے پیدا ہو چکے ہیں۔اور نبوت حقیقی آنحضرتؐ پر ختم ہو چکی اور اگر آنحضرتؐ کے بعد نبی ہوتے تو ان کے اجزاء نور یہ اہلبیت نبوت ورسالت وارثان علوم نبوی ہوتے۔اور جب وہ نہ ہوتے تو پھر خواہ کوئی کیسا ہی عالم کیوں نہ فرض کیا جائے نبی نہیں ہو سکتا درآنحالیکہ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ کسب واختیار وریاضت وعبادت کو حصول نبوت وامامت میں کوئی مدخلیت نہیں ہے یہ محض جعل الٰہی پر موقوف ہے۔ "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ" (سورہ انعا:۱۲۴) بعد آنحضرتؐ صراط مستقیم الٰہی کی طرف ہدایت کرنے والے اور دعوت حق دینے والے

اور اس صراط کا راستہ بتلانے والے اور سبیل اللہ الی الصراط المستقیم اب یہی اہلبیت نبوت ہیں قبل ظہور ظاہری محمدؐ مصطفیٰ صراط مستقیم الٰہی کی طرف پہنچانے والی سبل اللہ شرائع انبیاء تھیں اور اب بعد ختم نبوت سبل اللہ الظاہرہ یہی تعلیمات اہلبیت رسول خدا و آئمہ ہدا ہیں۔ پس اہلبیت علیہم السلام باطناً بوجہ اتحاد تحقیقت نبویہ صراط مستقیم الٰہی ہیں اور بلحاظ تعلیم و تبلیغ و تربیت ظاہری سبل اللہ الی الصراط۔ اور اب کوئی شخص بلا اتباع و اطاعت اہل بیت نبی (علی و اولاد علی) صراط محمدی تک نہیں پہنچ سکتا۔ جو ساحت قدس محمدی تک نہیں پہنچنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ انہیں سے تمسک کرے اور انہی دروازوں سے شہر علوم الٰہی تک پہنچے اور یہ بھی سابقاً مذکور ہو چکا ہے کہ صراط مستقیم کی طرف کشش باطنی کا باعث محبت و مودت ہے جب تک محبت نہ ہو اتصال باطنی حاصل نہیں ہو سکتی اور بعد پیغمبرؐ صراط محمدی تک پہنچانے والے راستے اہلبیت محمدؐ ہیں لہٰذا خدا نے محض اپنے لطف و کرم سے محبت و مودت کو تمام اہل اسلام و ایمان پر واجب کیا تا کہ اس کو واجب جان کر اس کو حاصل کریں اور عمل پیرا ہوں اور پھر اس کے ذریعہ سے صراط محمدی تک پہنچ سکیں بلکہ اس محبت و مودت کو حق رسالت و اجر نبوت قرار دیا اور پھر اس کو رسو مقبول کی زبانی بطور سوال پیش کیا اور فرمایا۔ "قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ" (سورہ شوریٰ:۲۳) کہہ دو اے ہمارے حبیب کہ میں تم سے اس پر کوئی اجر طلب نہیں کرتا ہوں الا مودت ذوی القربیٰ۔ اور جو شخص اس حسنہ کو حاصل کرے گا اور مودت ذوی القربیٰ۔ اور جو شخص اس حسنہ کو حاصل کرے گا اور مودت ذوی القربیٰ میں داخل ہو جائے گا ہم اس کی نیکی اور حسنہ کو بہت زیادہ کر دیں گے۔ بیشک خدا بڑا بخشنے والا اور بڑا شکر گذار ہے۔ سبحان اللہ کیسا ایثار محمدی ہے اور کیا لطف الٰہی کہ تمام انبیاء میں صرف آنحضرت ہی ایسے رؤف و رحیم پیغمبرؐ ہیں جنہوں نے اپنا اجر رسالت بھی اپنی امت ہی کو دے دیا اور اپنے لئے کچھ طلب نہ کیا اور کسی نبی نے اپنا اجر رسالت اپنی امت کو نہیں بخشا ہے۔ بیشک رحمۃ للعالمین کی یہی صفت ہے پھر امت کے لئے اجر بھی وہ خیر قرار دی جو دین و دنیا میں ان کا بیڑا پار لگائے۔ یعنی مودت و محبت آئمہ خلق و ہادیان حق بفوائے "ہنر بچشم عداوت بزرگ ترعیب است۔" یہ بہترین ایثار محمدی اور یہ اعلیٰ ترین نمونہ لطف و کرم و رؤفیت و رحیمیت محمدی۔ جہال کے نظر میں اعتراض دکھائی دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ کسی نبی نے اجر رسالت طلب نہیں کیا۔ اور محمدؐ صاحب نے اجر رسالت طلب کیا اور وہ بھی خود غرضی سے اپنی قریبی رشتہ داروں کی محبت مودت۔ چونکہ علیم ازلی جانتا تھا کہ آئندہ ایسے ایسے لوگ پیدا ہوں گے اور وہ میری آیات کی ایسی ایسی فضول اور مہمل تاویلیں گھڑیں گے جن سے میں اور میرا رسول بیزار ہوں گے کوئی کہے گا پیغمبرؐ نے خود غرضی کی۔ کوئی بولے گا نہیں پیغمبرؐ نے اجر رسالت مانگا ہی نہیں اور آیت میں استثنائے منقطع ہے۔ اور اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کو لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کوئی ذوی القربیٰ کے معنی اپنے رشتہ دار لے گا اور کہے گا کہ پیغمبر فرماتا ہے کہ میں تم سے اپنی رسالت کا تو کوئی اجر نہیں مانگتا۔ مگر تم اپنے رشتے ناتوں کو تو درست رکھا کرو۔ لہٰذا اس نے پہلے ہی سے ہر ایک شبہ کا جواب مصرح اور مشرح دے دیا چنانچہ فرماتا ہے۔ "قُلْ مَا سَئَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

شَہِیْدٌ "(سورہ سبا: ۴۷) یعنی اے حبیب ان مزخرفات کے جواب میں کہہ دو کہ جو کچھ میں نے یہاں اجر رسالت تم سے طلب کیا ہے وہ تو خاص تمہارے ہی لئے اور تمہارے ہی فائدے کے واسطے ہے میرا اجر تو خدا ہی پر ہے۔ جو کچھ بھی وہ دے گا۔ اسی آیہ مبارکہ میں ان لوگوں کا بھی جواب دے دیا جو کہتے ہیں کہ اجر رسالت طلب ہی نہیں کیا اور استثنائے منقطع ہے کیونکہ آیت صاف دلالت کرتی ہے کہ پیغمبرؐ نے کچھ اجر رسالت طلب کیا ہے۔ خدا تصدیق فرماتا ہے اور اس کا بھی جواب ہے کہ پیغمبرؐ نے خود غرضی کی اور کسی پیغمبرؐ نے اجر رسالت طلب نہیں کیا اور آنحضرتؐ نے کیا کیونکہ فرمادیا ہے کہ جو کچھ مانگا ہے وہ اپنے لئے اور اپنے فائدے کے لئے اور اپنے رشتہ داروں کے واسطے نہیں مانگا بلکہ وہ تو صرف تمہارے ہی لئے ہے کہ تم اس صورت سے فلاح پاؤ۔ اور آخر میں وہی قول پیغمبرؐ موجود ہے جو جملہ انبیاء کا ہے۔ یعنی اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ (سورہ سبا ۴۷) نہیں ہے میرا اجر مگر اللہ پر پس اعتراض محض جہالت و نادانی بغض و عداوت پر مبنی ہے۔ اس میں خود غرض کہاں ہے یہ عین ایثار اور کمال نمونہ رحم ولطف و کرم ہے۔ پھر یہ بھی بتلا دیا ہے کہ وہ فائدہ کیا ہے جو لوگوں کو اس سے پہنچے گا۔ فقال۔ " قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا " (سورہ فرقان: ۵۷) کہہ دواے پیغمبرؐ کہ میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا ہوں مگر یہ کہ جو شخص چاہتا ہے وہ اپنے پروردگار کی راہ اختیار کرے۔ وہ میرے ذوی القربیٰ سے مودت رکھے میں خود اپنے لئے کسی شے کا طلب گار نہیں ہوں اور نہ میرے اہل بیت۔ سچ یہی ہے۔ جن کی حقیقت یہ ہو جو اوپر بیان ہوئی اور جو مالک و کون و مکان وخلیفہ زمین و زمان ہوں اُن کو کسی کی مودت ومحبت کی کیا احتیاج ہے اور ان کو اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اگر کوئی فائدہ متصور ہوسکتا ہے تو محبت ومودت کرنے اور رکھنے والوں کو نہ ان کو۔ جن کا خدا ہے ان کو سب کچھ حاصل ہے۔ یہ تو صرف لوگوں کے فائدے اور ان کے امتحان کے لئے ہے "فافهم وتدبّر" پس معلوم ہوا کہ پیغمبرؐ نے اپنے لئے کچھ نہیں مانگا اور نہ اپنے رشتہ داروں کے واسطے مانگا ہے بلکہ امت کو خدا تک پہنچنے کی راہ بتلائی ہے کہ خدا تک پہنچنے اور صراط مستقیم الٰہی حاصل کرنے اور اس پر سیر وسلوک کی سیدھی راہ یہ میرے ذوی القربیٰ میرے اجزاء نور یہ میرے عترت اہل بیت ہیں۔ اور سیر وسلوک و وصال بخدا راہ خدا ان کی محبت ومودت پر موقوف ہے اس لئے جو شخص چاہتا ہے کہ خدا تک پہنچے وہ میرے اہلبیت سے محبت رکھے اور ان سے مودت کرے کیونکہ جو ان تک پہنچا اور اُن سے متمسک ہوا وہ مجھ تک پہنچ گیا اور جو مجھ تک پہنچ گیا وہ خدا تک پہنچ گیا جس نے ان کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے خدا کو دوست رکھا نجات پا گیا۔ طریق اہلبیت محمدؐی سبیل الٰہی ہے جو صراط محمدی تک پہنچاتی ہے اور باطن اہلبیت نبی مثل نبی اصل صراط مستقیم خداوندی۔ پس صراط اہلبیتؑ نبی اور صراط نبی ایک ہی ہے۔ اور صراط نبی عین صراط الٰہی ہے اور حد امامت متصل ہے حد نبوت سے اور حد نبوت حد توحید سے جو حد امامت وولایت اہلبیتؑ میں داخل ہوا حد نبوت ورسالت خاتم النبیینؐ میں آگیا اور جو حد نبوت ورسالت ختمیہ اور خلافت الٰہیہ میں آگیا وہ خدا

سے جاملا۔ جس طرح نبوت ختمیہ لازم بین توحید ہے اسی طرح امامت وخلافت وولایت اہل البیت لازم نبوت ختمیہ اور اس لئے مودت اہل بیت لازم نبوت خاتمی ہے اور ان دونوں کا انفکاک مثل انفکاک نبوت وتوحید محال ہے۔ لہٰذا امامت وولایت وخلافت اہلبیت نبی نبوت ختمی سے جدا نہیں ہوسکتی۔ اور یہی وہ صراط مستقیم ہیں جن تک پہنچنے کی ہم شب وروز دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ "اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ" (سورہ فاتحہ:۶،۷) بارالٰہا ہم کو صراط مستقیم پر پہنچا ان لوگوں کی صراط پر جن پر تو نے انعام کیا ہے اور اپنی نعمتوں کو ان پر تمام کردیا ہے نہ ان کی راہ جن سے تو ناراض ہے اور جن پر تیرا غضب نازل ہوا ہے اور نہ ان لوگوں کی راہ جو گمراہ اور دین سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اور ان صاحبان انعام کی نسبت فرماتا ہے۔" اور اگر وہ لوگ ہماری نصیحت پر عمل کرتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور دین میں ثابت قدم رہتے اور اس وقت ہم اپنی طرف سے ان کو ایک بڑا بھاری اجر عطا کرتے اور ان کو صراط مستقیم پر پہنچا دیتے۔ "وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا ذٰلِكَ الۡفَضۡلُ مِنَ اللّٰهِ" (سورہ نساء:۶۹،۷۰) اور جنہوں نے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کی پس وہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے اپنا انعام کیا ہے یعنی انبیاءؑ وصدیقین اور شہدا وصالحین اور یہ بہت اچھے رفیق ہیں اور یہ خاص فضل خداوندی ہے اور ہم ثابت کرچکے ہیں کہ افضل الصدیقین علیؑ بن ابیطالب اور بعد ازاں اُن کی اولاد طیبین وطاہرین اور یہ کل جماعت جماعت صادقین ہے اور یہی شہداء علی الناس اور صالحین مطلق معصومین ہیں اور نجات انہی کے لئے ہے جو پیغمبرؐ اور ان صدیقین وصالحین کے ساتھ ہے اور انہی کی راہ راہِ مستقیم ہے اور اسی تک پہنچنا مقصود خلقت ہے اور ان کے مقابل مغضوبین وضالین ہیں اور صاحب ینابیع اس آیت کے تحت میں چند روایات نقل کرتے ہیں نبیین میں سے آنحضرتؐ ہیں اور صدیقین سے علیؑ ابن ابیطالب اور شہداء صالحین بانی اہلبیت نبوت ورسالت بلکہ عین صراط مستقیم یہی ہیں جیسا کہ ہم ثابت کرچکے ہیں کہ صراط مستقیم بعد نبی علی ابن ابیطالبؑ ہیں اور وہی علی حکیم ام الکتاب یعنی اسی سورۂ فاتحہ میں مذکور ہیں اور اس صراط مستقیم سے وہی مراد ہیں۔ اور حدیث جابر تصریح کرتی ہے کہ یہ تمام اہلبیت نبوت ورسالت راہ قویم وصراط مستقیم اور سبیل الٰہی ہیں۔ "فَكَانُوۡا هُمُ السَّبِيۡلُ اِلَى اللّٰهِ وَالۡمَسۡلَكُ اِلٰى رِضۡوَانِ اللّٰهِ" سبیل الٰہی اور خوشنودی خدا کا راستہ وہی ہیں۔ بناء علیہ ثابت ہوگیا کہ تمام آئمہ اہل بیت علیہ السلام حاوی وجامع جملہ اوصاف وکمالات محمدی اور مثل آنحضرتؐ ہدایت مطلقہ وصراط الٰہی وسبیل خداوندی وواسطہ فیض ووسیلہ رضوان اللہ ہیں۔ اور خلافت نہیں ہے مگر اتصاف باوصاف مستخلف۔ پس وہ وہی جانشین رسول خدا وخلیفۃ اللہ ہیں اور اس خلافت وآئمہ ازلیہ کو اجماع وشورے وغلبہ وغیرہا سے کوئی تعلق نہیں روز ازل سے یہ اسی مسند خلافت کے لئے خلق کئے گئے ہیں۔ اور قیامت تک یہ سب اسی درجہ خلافت الٰہیہ پر قائم ہیں اور اُن کی خلافت کے وہ دلائل وجود یہ ہیں جن کو کوئی باطل نہیں کرسکتا اور وہ اوصاف واخلاق وکمالات ہیں جن کو کوئی نہیں چھین سکتا۔ "وَهٰذِهٖ خَلَافَةٌ رَّاشِدَةٌ قَائِمَةٌ ثَابِتَةٌ بَاقِيَةٌ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيَامَةِ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيۡ عَقِبِهٖ" حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اس

خلافت الٰہیہ وامامت مطلقہ کو اپنی اولاد میں روز قیامت کے واسطے کلمہ باقیہ وآئمہ قائمہ قرار دے دیا ہے۔

بہر کیف آئمہ اہل بیت از علیؑ تا مہدیؑ یعنی علی ابن ابیطالب۔ وحسنؑ ابن علیؑ وحسینؑ ابن علی وعلیؑ ابن الحسینؑ و محمدؑ بن علیؑ وجعفر بنؑ محمد وموسیٰؑ بن جعفر وعلیؑ بن موسیٰ ومحمد بنؑ علی وعلی بنؑ محمد والحسن ابنؑ علی والحجۃ بن الحسنؑ کل کے کل نفس رسول جز ورسول وارث صفات خاتم المرسلین ومظہر رب العالمین وجہ اللہ وید اللہ وکلمۃ اللہ وجنب اللہ ولسان اللہ وعین اللہ ہیں اور صور باطنیہ ان حضرات کی صورت عقل کل وقلم اعلیٰ ورلوح محفوظ وعرش وکرسی الٰہی ہے۔ "وَلِذَا قَالُوا عَلَیْهِمُ السَّلَامُ اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ وَآخِرُنَا مُحَمَّدٌ وَاَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ وَكُلُّنَا مُحَمَّدٌ۔" ہمارا اوّل بھی محمد ہے اور آخر بھی محمدؐ ہے اوسط بھی محمد اور ہم کل کے کل محمد ہی ہیں۔ کون ہے جو ان کی حقیقت واقعیہ کا ادراک کر سکے چہ جائیکہ ان کا ہمسرہ قائمقام بنے اور اس بار امامت الٰہی کو اٹھائے جس کا متحمل خدا نے خاص انہی کو قرار دیا ہے۔ وقال صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یا علی نہیں پہچانا خدا کو مگر میں نے یا تو نے اور نہیں پہچانا مجھ کو مگر خدا نے یا تو نے اور نہیں پہچانا تم کو مگر میں نے یا خدا نے۔ "فَهُمُ الدَّلَائِلُ الظَّاهِرَاتُ وَالبَرَاهِینُ البَاهِرَاتُ وَالحِجُ البَالِغَاتُ وَالنِّعَمُ السَّابِغَاتُ وَطٰهٰ وَالمحلماتُ ویٰسٓ وَالذَّارِیَاتُ ووَالطُّورُ وَالعَادِیَاتُ وَالآیَاتُ وَالبَیِّنَاتُ۔" ونعم ما قال ابوالحدید"۔

وَمَا آیَةٌ لِلّٰهِ اَكْبَرُ مِنْهُمْ
وَهُمْ آیَةٌ مِنْ دُوْنِهَا كُلُّ آیَةٍ

ان سے بزرگ و برتر کوئی آیت عالم میں موجود نہیں ہے۔ اور وہ آیت اللہ میں جن سے تمام آیات الٰہی پست تر ہیں۔ "وما احسن ما قیل فی شانهم فی الفادسیّة"

زد بجہانِ جاں علم جانِ جہاں علیؑ علیؑ — نقش حدوث برقدم ساخت عیاں علیؑ علیؑ
کرد بلا مکاں رقم کون و مکاں علیؑ علیؑ — دفتر لوح وہم قلم کرد بیاں علیؑ علیؑ
ہیکل قدسِ عقل را روحِ رواں علیؑ علیؑ
ذاتِ بسیط بحت رانام و نشاں علیؑ علیؑ

عالم علم البیاں عارفِ سرما عرف — قاضی امرِ کن فکاں حاملِ رایت شرف
مہر سپہر لافتےٰ شیر دلیر لاتخف — پشتی لشکر احد کشتی جودیٔ نجف
راہ نمائے انس و جاں بلکہ سروشِ کرسلف
دادہ امین وحی راخط اماں علیؑ علیؑ

ممکن واجب الوجود آئنہ جمالِ حق — واجب ممکن الخلو دآیت ذی الجلالِ حق
منکشف از کمال دے مرتبہ کمالِ حق — مرتبہ عطائے دے مرحلہ نوالِ حق
نیست کسے مثالِ دے کیست ماں علیؑ علیؑ
غیث زمیں غیاثِ دیں غوثِ ماں علیؑ علیؑ

مرجع ہوئے ہو کشاں نقطہ باءِ بسملہ کشف بیان و حدتش نفی و ثبوت ہیللہ
آیت دست قدرتش نص صریح حوقلہ از جبروتِ وے فتد در ملکوت غلغلہ
برتن مشرکیں زدہ تاصف حشر و لول
پیش ردِ پیمبراں قطب جہاں علیؑ علیؑ

علت غائی آبداں موجب فاعلی کہ شد موجد ثانوی شد آں صادرِ اوّلی کہ شد
نقص طباعِ دہر را مایۂ کاملی کہ شد ضعف وجودِ عقل را نشاء پر دلی کہ شد
گوئی مگر ولی حق گویمت آں ولی کہ شد
حضرت والی الولی بازہماں علیؑ علیؑ

زد چو مشیت از ازل غوطہ بہ بحرایزدی درجِ قدر برآمد ازرشح سحاب احمدیؐ
نور ارادہ برقدر تافت زفیض سرمدی یافت دو درشاہوا راز صدف محمدیؐ
آں برضا عقیق شدویں زقضا زبر جدی
نہ گہرش زیک صدف ساخت عیاں علیؑ علیؑ

سید ساجدیں علیؑ مقصد سجدۂ ملک حضرت زین عابدیں نیر چار میں فلک
باقر علمؑ اوّلیں نور طریق من سلک داورِ صادقؑ الامیں حق حقیق ملایشک
باب حوائجؑ الوریٰ قطب سماک تا سمک
رکن رکین ہشمتی کیست ہماں علیؑ علیؑ

باز محمدؑ التقی رکن عبادِ اتقیاء ثم علی النقی حاشر معشر الہدیٰ
سید عسکریؑ لقب صدر و صدور اولیاء مژدہ دلا کہ می زند شعشعہ نورِ کبریا
مہدی آخر الزماں قائم وحی مرتجیٰ
گود ہدم بمدح دے نطق و بیاں علیؑ علیؑ

وَهَاهِيَ اَسْرَارُ الْخِلَافَةِ الْاِلٰهِيَّةِ الرَّاشِدَةِ الثَّابِتَةِ الْقَائِمَةِ الْبَاقِيَةِ الدَّائِمَةِ لَا يَتَحَمَّلُهَا اِلَّا حُصُوْنٌ حَصِيْنَةٌ اَوْحُلُوْمٌ رَزِيْنَةٌ اَوْصُدُوْرٌ اَمِيْنَةٌ"

☆......☆......☆

باب سوم

(عدد خلفاء خلافت الٰہیہ وخلافت اجماعیہ)

خلفاء اثنا عشر

قال اللہ تبارک وتعالٰی۔ "وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰی اُمَّۃٌ یَّھْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِہٖ یَعْدِلُوْنَ وَقَطَّعْنٰھُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَۃَ اَسْبَاطًا اُمَمًا" (سورہ اعراف: ۱۵۹) اور قوم موسیٰ میں سے کچھ لوگ ہیں جو ہدایت بالحق وعدالت بالحق کرتے ہیں اور ہم نے ان نبی اسرائیل کو بارہ اسباط سے بارہ امتیں بنا دیا۔ پھر دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے "وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ وَبَعَثْنَا مِنْھُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا" (مائدہ) اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان میں سے بارہ سردار مقرر کئے۔ اور محمد ابن اسمٰعیل بخاری ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں۔ قال رَسُوْلُ اللّٰہِ لَتَتَّبِعَنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلِکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْسَلَکُوْا حُجْرَضَبٍّ لَسَلَکْتُمُوْہُ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی قَالَ النَّبِیُّ فَمَنْ۔ (ص ۴۹۱) بلاشک تم لوگ پہلوں کے قدم بقدم چلو گے حتیٰ کہ اگر وہ کسی سوسمار کے سوراخ میں گھسے ہیں۔ تو تم بھی گھسو گے ہم نے عرض کیا یا رسولؐ کیا یہود ونصاریٰ کی طرح؟ فرمایا اور کون؟ جو کچھ بنی اسرائیل میں ہوا ہے وہ بنی اسمٰعیلؑ میں بھی ہوگا اور جہاں اور سنن انبیاءؑ سابقین و بنی اسرائیل امت محمدیؐ میں پائی جائے گی یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے ہادی اور سردار جن کے ساتھ ان کا حشر ہوگا اور محل امتحان ہیں اسباط ونقباء بنی اسرائیل کی طرح بارہ ہی ہوں۔ پس جہاں شجرۃ الانبیاء حضرت خلیلؑ اللہ کی اولاد میں حضرت اسحٰق کی امت میں بارہ نقیب بارہ اسباط اور بارہ سردار قرار دیئے۔ حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں بارہ سردار خاص قرار دیئے گئے۔ چنانچہ توریت کتاب پیدائش باب ۱۷ آیت میں خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ سے جناب اسمٰعیل کی بابت صاف وعدہ کیا ہے۔ اور فرمایا کہ اے ابراہیم ہم نے تیری دعا کے اسمٰعیل کے حق میں سنی اور تم یاد رکھو کہ ہم نے اس کو برکت دی اور بارور کیا اور ہم نے اپنے حبیبؐ (محمد مصطفیٰ) کے طفیل اس کو بہت فضیلت دی جس کے بارہ سردار ہوں گے اور میں ان سے ایک بڑی نسل بناؤں گا۔ اس آیت اور آیات سابقۃ الذکر سے صاف معلوم ہے کہ آنحضرتؐ کی سرداری اور آپ کے بعد خلافت وامامت بارہ میں منحصر ومحدود ہے اور بیاناتِ سابقہ وال ہیں اور آیات شاہد کہ آفتاب خلافت ختمیہ بارہ ہی بروج میں تا قیام قیامت دائر وسائر رہے گا اس سے ہرگز خارج نہیں ہوسکتا۔ پس عدد خلفاء کا بارہ سے بڑھنا ان کے بطلان کی دلیل ہے۔ چنانچہ صحیحین میں منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "لَایَزَالُ ھٰذَا الْاَمْرُ عَزِیْزًا یُنْصَرُوْنَ عَلٰی خُلَفَائِھِمْ عَلَیْہِ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ" یعنی یہ امر خلافت محمدیؐ ہمیشہ معزز ومکرم رہے گا اور اس پر بارہ خلیفہ اہل اسلام کی نصرت کریں گے۔ جو کل کے کل قریش سے ہوں گے۔ اور جمع الفوائد سے صاحب ینابیع

نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "لَا یَزَالُ هٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا حَتّٰی یَکُوْنَ عَلَیْکُمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَةً" یہ دین برابر قائم رہے گا تا اینکہ تم پر بارہ خلیفہ ہوں۔ سید علی ہمدانیؒ عمر ابن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے بیان کیا کہ ہم ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے دریافت کیا تم میں عبداللہ بن مسعود کون ہے؟ عبداللہ ابن مسعود بولے میں ہوں اس نے کہا کیا تمہارے نبیؐ نے تم سے بیان کیا ہے کہ اس کے خلفاء کتنے ہوں گے؟ کہاں ہاں بیان کیا ہے کہ مثل عدد نقباء نبی اسرائیل بار خلیفہ ہوں گے۔ جابر بن سمرہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ خدمت رسولؐ میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا خلفاء میرے بعد بارہ ہوں گے۔ اور پھر آواز کو خفی کر دیا اور میں نے نہ سنا کہ اور کیا کہا۔ میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا کہ رسول اللہؐ نے دبی آواز سے اور کیا فرمایا۔ جواب دیا فرمایا ہے کُلُّهُمْ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ۔ یعنی وہ بارہ کے بارہ خلیفہ بنی ہاشم سے ہوں گے (دیکھو مودۃ القربیٰ) علامہ جلال الدین سیوطی نے متعدد طرق سے بالفاظ متفاوتہ و معانی متقاربہ اس حدیث اثناعشر خلیفہ کو ذکر کیا ہے۔ مثلاً حدیث بزاز یوں بیان کرتے ہیں۔ "لَایَزَالُ اَمْرُ اُمَّتِیْ قَائِمًا حَتّٰی یَمْضِیَ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَةً کُلُّهُمْ مِنْ قُرَیْشٍ" اور مسلم سے یوں روایت کرتے ہیں۔ "لَا یَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِیْزًا مَنِیْعًا اِلٰی اِثْنَیْ عَشَرَ خَلِیْفَةً" ایضاً "لَا یَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ صَالِحًا" "وَلَا یَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ مَاضِیًا" اور علامہ موصوف نے ابن مسعود سے یہ بھی روایت کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ سے دریافت کیا گیا کہ اس امت میں خلیفہ کتنے ہوں گے۔ تو فرمایا۔ "مثل عدد نقباء بنی اسرائیل۔" بارہ خلیفہ ہوں گے۔ ان تمام کا ماحصل یہی ہے کہ خلافت الٰہیہ ختمیہ بارہ میں منحصر ہے اور بارہ خلفاء رسولؐ معین و مقرر ہیں۔ اور قیام دین محمدیؐ بارہ خلفاء پر ہے۔ اور دین اسلام جب ہی تک قائم ہے جب تک کہ بارہ خلفاء گذریں اور اسی سے یہ بھی ثابت ہے کہ تا قیام قیامت ان بارہ خلفاء میں سے کسی نہ کسی خلیفہ رسولؐ کا وجود قیام دین کے لئے ضروری ہے اور اس وقت بھی اگر دین محمدیؐ کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے تو ضرور ماننا پڑے گا کہ ان بارہ خلفاء رسولؐ میں سے ایک خلیفہ خدا اس وقت بھی موجود ہے ورنہ اگر یہ کہا جائے کہ اب اس وقت ان بارہ خلفاء رسولؐ میں سے کوئی موجود نہیں ہے تو ماننا پڑے گا کہ دین محمدیؐ دنیا سے اٹھ گیا۔ اور ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہدایت خلق اور پیشوائی دینا بعد محمد مصطفیٰؐ انہی بارہ خلفاء رسولؐ پر موقوف و منحصر ہے اور قیام دین و احیاء سنت اور اجراء احکام و اوامر و نواہی انہی سے مخصوص و مختص ہے۔ یہ نہیں ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد بھی کوئی نبی آئے گا جو دین کو زندہ کرے گا۔ اگر آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی بھی آنے والا ہوتا تو تمام احادیث میں یہ نہ فرماتے کہ یہ دین اسی وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ ان میں یہ بارہ خلیفہ گذریں بلکہ فرماتے بعد ان کے نبی اللہ دین کو قائم کریں گے تا قیام قیامت قیام دین کا خلفاء اثناعشر پر موقوف و منحصر ہونا صاف دلالت کرتا ہے کہ قیامت تک کوئی نبی اللہ آنے والا نہیں ہے جو دعویٰ کرتا ہے کاذب و مفتری ہے خلافت الٰہیہ ختمیہ صرف بارہ خلفاء رسولؐ میں منحصر ہے ان کے علاوہ جو نبی یا امام ہونے کا دعویٰ کرے وہ مسند نشین خلافت شیطانیہ ہوگا نہ صاحب تخت و تاج خلافت الٰہیہ۔ بعد آنحضرتؐ کے جدید نبوت کا قائم ہونا حضرت کی نبوت سے انکار ہے کیونکہ خدا صاف فرماتا ہے۔ "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا کَافَّةً

لِلنَّاسِ"(سورہ سبا:۲۸) اے حبیبؐ ہم نے نہیں تم کو رسولؐ بنا کر بھیجا مگر تمام لوگوں کے لئے ناس اسم جنس ہے تمام افراد انسانی کو شامل ہے اور کل نبی آدم تحت نبوت ختمیہ داخل ہیں اور جس طرح اس زمانے کے انسانوں کے لئے آپ پیغمبرؐ تھے اسی طرح اس زمانے کے انسانوں کے لئے بھی آپ پیغمبرؐ ہیں اور جب اس زمانے کے لئے بھی پیغمبرؐ ہیں تو شریعت شریعت محمدیؐ ہے اور دین دین محمدیؐ۔ اور احکام احکام محمدیؐ روز قیامت تک نبوت نبوت محمدی ہے اگر اس وقت انسانوں کے لئے کوئی اور نبی تسلیم کیا جائے تو صاف نسخ دین وشریعت ونسخ قرآن شریف لازم آتا ہے کہ اب دین محمدیؐ اٹھ گیا اور شریعت محمدیؐ منسوخ ہوگئی۔ اور قرآن کے احکام قیامت تک کیلئے نافذ نہیں ہیں صرف اسی وقت تک کے لئے تھے جب تک یہ نیا نبی نہ بنا تھا۔ یہ اگر صاف انکار اور رد اسلام نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ مسلمانوں کو اس فریب سے بچنا چاہئے اور اسی واسطے ہم نے بہت جگہ ختم نبوت کی تشریح کی ہے۔ اور متعدد طرق سے ثابت کیا ہے تا کہ مسلمان جھوٹے مدعیان نبوت ومہدویت وعیسویت کے دام تزویر سے نجات پائیں خصوصاً اہل پنجاب۔

وصایت ختمیہ

علامہ حموینی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا نہ میرے بعد اوصیاء اور خلق خدا پر حجۃ خدا بارہ ہیں اول ان کا میرا بھائی علیؑ ہے اور آخران کا میرا فرزند مہدی ہے۔ اسی کتاب میں اصبغ بن نباتہ کے حوالہ سے ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا۔ میں اور علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور نو فرزندان حسینؑ مطہر ومعصوم ہیں۔

اور موفق خوارزمی ابوسلیمان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب میں معراج کو گیا تو خداوند جل جلالہ نے فرمایا۔ "آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ (سورہ بقرہ:۲۸۵) میں نے عرض کیا "وَالْمُؤْمِنُوْنَ" ارشاد ہوا۔ تو نے سچ کہا۔ اے محمدؐ میں نے ایک مرتبہ زمین کی طرف توجہ کی تو تجھ کو پسند واختیار کیا اور میں نے تیرا نام اپنے ناموں سے مشتق کیا پس نہیں ذکر کیا جاتا میں مگر یہ کہ تو میرے ساتھ مذکور ہوتا ہے۔ پس میں محمود ہوں اور تو محمد۔ پھر میں نے دوبارہ زمین کی طرف توجہ کی تو علیؑ کو اختیار و پسند کیا اور اس کو اپنے نام سے موسوم کیا۔ اے محمد میں نے تجھ کو اور علیؑ کو اور فاطمہؑ اور حسنینؑ اور نو فرزندان حسینؑ کو اپنے نور سے خلق کیا ہے۔ اور میں نے تمہاری ولایت کو اہل آسمان وزمین پر پیش کیا جس نے قبول کیا وہ میرے نزدیک مومنین میں سے ہوا۔ اور جس نے انکار کیا وہ میرے نزدیک کافرین میں سے ہوا۔ اے محمدؐ اگر کوئی شخص میری ایسی عبادت کرے کہ وہ ہلاک ہو جائے یا سوکھ کر مثل مشک خشک کے ہو جائے اور وہ تمہاری ولایت کا منکر ہو کر میرے پاس آئے تو میں اس کو نہ بخشوں گا۔ اے محمدؐ کیا تم اس کو دوست رکھتے ہو کہ ان کو دیکھو۔ میں نے کہا ہاں اے پروردگار۔ ارشاد ہوا عرش کی دائیں طرف دیکھو۔ پس میں نے اس طرف نظر کی تو نا گہاں علیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ وعلی بن الحسینؑ ومحمد بنؑ علی وجعفرؑ بن محمدؑ وموسیؑ بن جعفر وعلی بنؑ موسیٰ ومحمد بن علیؑ وعلیؑ بن محمد والحسن بن علیؑ ومحمد المہدیؑ بن الحسن کو دیکھا اور مہدی ان میں مثل کوکب دری کے تھا۔ اور ارشاد باری ہوا۔ "هٰٓؤُلَآءِ حُجَّتِي عَلٰى عِبَادِيْ وَهُمْ اَوْصِيَائُكَ" یہی میری حجت اور یہی تیرے وصی ہیں۔ اور مہدی انتقام خون لینے والا ہے اور مجھ کو اپنے عزت وجلال کی قسم ہے کہ وہ میرے دشمنوں سے انتقام لے گا اور میرے دوستوں کی مدد کرے گا۔

ولایت الٰہیہ

حدیث معراج ہی میں مذکور ہے کہ خداوند عالم نے اپنے خطاب میں فرمایا۔ میں نے تیرے اوصیاء کے لئے اپنی کرامت واجب کردی ہے اوران کے پیرووں کے لئے اپنا ثواب واجب کردیا ہے۔ میں (رسولؐ) نے عرض کیا پروردگار وہ میرے اوصیاء کون ہیں۔ ارشاد ہوا۔ تیرے اوصیاء ساق عرش پر لکھے ہوئے ہیں۔ میں نے اس طرف نظر کی تو میں نے بارہ نور دیکھے اور ہرایک نور میں ایک سطر سبز تھی اس پر میرے اوصیاء میں سے ایک ایک وصی کا نام لکھا تھا اول ان کا علی ابن ابیطالب تھا اور آخر مہدی امت۔ پس میں نے کہا اے پروردگار یہ میرے اوصیاء ہیں۔ ندا آئی اے محمد! یہ میرے اولیاء۔ میرے احباء میرے اصفیاء اور تیرے بعد میری حجت ہیں۔ اور یہی تیرے اوصیاء اور تیرے خلفاء اور تیرے بعد بہترین مخلوقات ہیں مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے میں انہی سے اپنے دین کو ظاہر کروں گا اور اپنے کلمے کو بلند کروں گا اور ان کے آخر (مہدیؑ) کے ذریعہ اپنی زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک وصاف کروں گا۔ اور اس کو (مہدیؑ) مشارق ومغارب زمین پر قدرت وتمکین عطا کروں گا اور اس کے لئے ہواؤں کو اور بادلوں کو مطیع کردوں گا اور اس کو اسباب میں ترقی دوں گا اور اپنے لشکر سے اس کی نصرت کروں گا۔ اور اپنے ملائکہ سے اس کی مدد کروں گا حتیٰ کہ میری دعوت بلند ہو اور تمام خلق میری توحید پر جمع ہوں۔ پھر اس کے ملک اور سلطنت کو ہمیشہ رکھوں گا اور اپنے ان اولیاء کے ان ایام حکومت کو روز قیامت تک دائر وسائر رکھوں گا۔

امامت الٰہیہ ختمیہ

فاضل موفق خوارزمی۔ جابر ابن عبداللہ الانصاری سے روایت کرتے ہیں کہ جندل بن جنادہ بن جبیر یہودی رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ اے محمدؐ مجھے خبر دیجئے اس چیز کی جو خدا کے لئے نہیں ہے۔ اور اس چیز کی جو خدا کے پاس نہیں ہے۔ اور اس چیز کی جس کا خدا کو علم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کے لئے شریک نہیں ہے۔ اور خدا کے پاس بندوں کے لئے ظلم نہیں ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور خدا تمہارے اعتقاد کی موافق حضرت عزیز کو اپنا بیٹا نہیں جانتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ بندۂ خدا ہے۔ یہودی نے کہا۔ "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا وَّصِدْقًا" پھر اس نے عرض کیا کہ میں نے شب گذشتہ موسی بن عمران کو خواب میں دیکھا وہ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ اے جندل محمد مصطفیٰؐ خاتم الانبیاء پر ایمان لا اور اس کے اوصیاء سے متمسک ہو پس الحمدللہ کہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ اور اللہ نے آپ کی وجہ سے مجھ کو ہدایت کی پھر عرض کیا یا رسولؐ اللہ اپنے بعد کے اوصیاء کو بتلائے تاکہ میں ان سے متمسک ہوں فرمایا میرے اوصیاء بارہ ہیں۔ کہا ہم نے توریت میں ایسا ہی پایا ہے۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ اب ان کے نام بتلائے۔ فرمایا اول سید الاوصیاء وابوالائمہ علیؑ ہے پھر دوم وسوم اس کے بیٹے حسنؑ وحسینؑ ہیں پس اُن سے تمسک کر اور تجھ کو جاہلین کی جہالت دھوکا نہ دے۔ بعدازاں چوتھا وصی اور امام علیؑ ابن الحسینؑ زین العابدینؑ ہے اس وقت تیری اجل آجائے گی اور آخر رزق دنیا دور ہوگا۔ عرض کیا ہم نے توریت وکتب انبیاء میں ایلیا اور شبر وشبیر دیکھے ہیں اور یہ علیؑ وحسنؑ وحسینؑ ہیں فرمایا ہاں جب مدت امامت حسینؑ

بن علیؑ پوری ہو جائے گی تو امام ان کا فرزند علیؑ ابن الحسین ہو گا اور اس کا لقب زین العابدین ہو گا۔ پھر محمد بن علی بن الحسینؑ ۔ پھر جعفر ابن محمد جس کو صادق کہا جائے گا پھر موسی بن جعفر الملقب بکاظم پھر علی بن موسیٰؑ المعروف برضاؑ بعد ازاں اس کا فرزند محمد بن علی المعروف بتقی وزکی۔ پھر علی ابنؑ محمد الملقب بہ نقیؑ و ہادی۔ پھر الحسنؑ بن علیؑ المدعو بالعسکریؑ ۔ پھر اس کا فرزند محمد المہدیؑ ۔ جس کو القائم اور الحجۃ کہا جائے گا اور وہی زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا جبکہ ظلم و جور سے بھر گئی ہو گی۔ خوشا حال ان کا جو اس کی غیبت میں صابر رہیں۔ خوشا حال ان کا جو اُن کی محبت پر قائم رہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی خدا نے اپنی کتاب میں صفت کی ہے اور فرمایا ہے۔ "ھُدیً للمُتَّقِینَ الَّذِیْنَ یُومِنُونَ بالغَیْبِ" (سورہ البقرہ:۲،۳) اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "اُولٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ الا انّ حِزْبُ اللّٰہِ ھُمُ لمفْلِحُوْنَ" (سورہ مجادلہ:۲۲) یہی خدا کی جماعت ہیں اور آگاہ رہو کہ جماعت خدا ہی غالب ہے۔

اور علامہ حموینی نے ابوعمان یہودی کی روایت ابن عباسؓ سے نقل کی ہے۔ جس کے بعض فقرات کا ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں اوصیاء بنی اسرائیل کا ذکر کر کے فرمایا۔ یہ میرا اوصی علی ابن ابیطالب ہے اور میرے دونوں نواسے حسنؑ و حسینؑ اور بعد حسینؑ نو امام از فرزندان حسینؑ عرض کیا ان کے بھی نام بتلائے آپ نے تا مہدی آخر الزمان سب کے نام بتلائے۔ پھر اس نے حالات شہادت وغیرہ پوچھنے کے بعد عرض کیا۔ میں نے کتب قدیمہ میں دیکھا ہے کہ آخر الزمان میں ایک نبی آئے گا جس کو محمدؐ و احمد کہتے ہوں گے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہو گا اس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور اس کے بعد اس کے بارہ وصی ہوں گے۔ اول ان کا اس کا چچازاد بھائی اور داماد ہے اور دوسرا اور تیسرا اس کے دونوں فرزند اور امت محمدیؐ وصی اول کو تلوار سے قتل کرے گی اور دوسرے کو زہر سے اور تیسرا اپنے اہلبیت کی ایک جماعت کے ساتھ میدان غربت میں بچہ گوسفند کی طرح ذبح کر دیا جائے گا اور وہ اس پر صبر کرے گا تا کہ اس کے اہل بیت و ذریت کے درجات بلند ہوں اور اس کے محبّ آتش جہنم سے نجات پائیں۔ اور ان میں سے نو وصی تیسرے کی اولاد سے ہوں گے اور کل بارہ وصی و امام ہیں مثل اسباط بنی اسرائیل۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کیا تو اسباط کو پہچانتا ہے عرض کیا ہاں اول ان کا لاوی بن برخیا ہے اور وہی وہ شخص ہے جو بنی اسرائیل سے ایک مدت غائب رہا اور پھر ظاہر ہوا اور اسی کے ذریعہ سے خدا نے احکام شریعت کو مندرس ہو جانے کے بعد ظاہر کیا اور شاہ فرسطیا سے مقاتلہ کیا اور بادشاہ کو قتل کر دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میری امت میں بھی وہی ہونے والا ہے جو بنی اسرائیل میں ہوا۔ "حَذْوالنَّعلَ بالنَّعلِ وَالقِذَۃَ بالقَذَۃِ" یہاں تک کہ بارہواں وصی و امام غائب ہو گا اور دکھلائی نہ دے گا اور میری امت پر ایک زمانہ آئے گا جس میں قرآن کا صرف نام اور اسلام کا صرف نشان ہی باقی رہ جائے گا۔ پھر خدا اس کو خروج کا حکم دے گا اور اس کے ذریعہ سے اسلام کو ظاہر اور اس کی تجدید کرے گا خوشا حال ان کا جو ان کو دوست رکھے اور ان کی پیروی کرے اور حیف ان لوگوں کے حال پر جو ان کو دشمن رکھیں اور ان کی مخالفت کریں انتہیٰ۔ "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُحِبِّیھِمْ وَمُتَبِعِیھِمْ وَلَا تَجْعَلُ مِنْ مُخَالِفِیھِمْ وَمُبغِضِیھِمْ۔" یہ احادیث تصریح کرتی ہیں اوصیاء رسولؐ مقرر و معین ہیں اور وہ بارہ ہیں اور وہی خلفاء اللہ و خلفاء رسولؐ ہیں اور وہ نہیں مگر آئمہ اہلبیت معصومین

مطہرینؑ جن کے اسماء گرامی تمام کتب عہد عتیق میں موجود ہیں۔ اور پیغمبر خاتم النبیینؐ نے اکثر ان کی تشریح وتصریح کی ہے۔ اور یہ بالکل غلط اور باطل محض ہے کہ پیغمبرؐ نے کسی کے لئے خلافت کی وصیت نہیں کی اور کسی کو خلیفہ و وصی نہیں بنایا۔ قطعاً ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ سنت الٰہی اور سنت انبیاء اللہ ہے خدا نے ہر ایک کے لئے وصی مقرر کیا ہے اور اس نبی نے امت سے اظہار کیا ہے اور یہ سلسلہ حضرت آدمؑ سے تا حضرت عیسیٰ بن مریمؑ برابر جاری رہا ہے۔ حضرت آدمؑ نے حضرت شیثؑ کو وصیت کی اور حضرت شیثؑ نے اپنے فرزند شبان کو اور انہوں نے اپنے بیٹے مجلث کو انہوں نے اپنے بیٹے محوق کو اور انہوں نے غثمیشا کو اور غثمیشا نے اخنوخ پیغمبرؑ یعنی ادریسؑ کو اور ادریس نے ناخور کو اور ناخور نے نوح کو اور نوح نے سام کو اور سام نے غثام کو اور غثام نے برغیثا ثا کو اور انہوں نے یافث کو اور انہوں نے برّہ کو اور برّہ نے حفسبہ کو اور انہوں نے عمران کو اور عمران نے ابراہیمؑ کو اور انہوں نے اسمٰعیلؑ کو اور اسمٰعیلؑ نے اسحٰقؑ کو اور اسحٰق نے یعقوبؑ کو اور یعقوب نے یوسفؑ کو اور یوسفؑ نے بثریا کو اور بثریا نے شعیبؑ کو اور شعیب نے موسیٰ بن عمران کو اور انہوں نے یوشع کو اور یوشع نے داؤدؑ کو اور داؤد نے سلیمانؑ کو اور سلیمان نے آصف بن برخیا کو انہوں نے زکریاؑ کو اور انہوں نے عیسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ نے شمعون بن حمون الصفا کو اور انہوں نے یحیٰ بن زکریا کو اور انہوں نے منذر کو اور انہوں نے سلیمہ کو اور انہوں نے بردہ کو وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ رَفَعَھَا بَرْدَۃُ اِلَیَّ۔ بردہ نے مجھ کو وصیت الٰہی پہنچادی۔ سلسلہ وصیت الٰہیہ کہیں منقطع نہیں ہوا ہے یکے بعد دیگر خلفاء اللہ واصفیاء اللہ کو پہنچتی رہی ہے۔ اور آنحضرتؐ نے مکرر فرمایا ہے۔ ''وَمَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَلَہٗ وَصِیٌّ۔'' کوئی نبی نہیں ہے مگر یہ کہ اس کا کوئی وصی ضرور ہے۔ سلسلہ وصایت الٰہیہ میں کبھی انقطاع نہیں ہوسکتا۔ اور یہی مطلب ہے اس آیہ مجیدہ کا۔ ''لَقَدْ وَصَّلْنَا لَھُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ''(سورہ قصص:۵۱) بلاشک ولاریب ہم نے اپنا کلام متصل پہنچایا ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور نصیحت پکڑیں یہ سنت الٰہی وسنت انبیاءؑ ہے کیونکہ ممکن ہے کہ خدا پیغمبر خاتم النبیینؐ کے لئے وصی مقرر ومعین نہ کرے سلسلہ وصایت خلافت کو منقطع کردے اور حجت خدا باطل ہوجائے۔ اور سنت انبیاءؑ مقصود۔ اور پیغمبرؐ اس وصایت خلافت کا اعلان واظہار نہ فرمائے حالانکہ خدا فرماتا ہے۔ ''اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ بِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ''(سورہ انعام:۹۰) یہ انبیاء ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی ہے تو بھی انہی کی ہدایت کی اقتدا کر۔ اور سنن انبیاء پر چل کتاب خدا سنن انبیاء ودیانت اسلام و احادیث نبوی من حیث المجموع قطعی الولالہ ہیں کہ آنحضرتؐ نے وصیت کی اور اوصیاء رسولؐ بارہ ہیں اور وہی خلفاء رسولؐ ہیں اور وہ خلفاء واوصیاء اثنا عشر نہیں ہیں مگر آئمہ اہل بیت طیبین طاہرین ومعصومینؑ اور خلافت الٰہیہ بعد رسول اللہ روز قیامت تک انہی میں منحصر ہے اور قیام دین انہی بارہ پر ہے اور جب تک دنیا میں دین محمدی باقی ہے ان خلفاء اللہ میں سے کسی نہ کسی کا وجود ضروری ہے اور اس لئے تاریخ الخلفاء میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ یہ بارہ خلفاء صرف عزت وغلبہ اسلام کے زمانے کے واسطے ہے بلکہ ہمیشہ کے لئے خلافت انہی میں منحصر ومحدود ہے۔ تعداد خلفاء ورسولؐ بارہ سے زیادہ ہرگز نہیں ہوسکتی اور آئمہ اہلبیت موسومین موصوفین کے علاوہ کوئی خلیفہ رسولؐ نہیں ہوسکتا۔

امامت عامہ

اور یہی بارہ وہ اولیاء اللہ ہیں جن کی ولایت کا اقرار جزو ایمان ہے اور ولایت مطلقہ تین درجوں میں منحصر ہے اوّل ولایت خدا۔ دوم ولایت رسولؐ سوم ولایت اوصیاء رسول آئمہ اہل بیت۔ "اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُو الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ" (سورہ مائدہ:۵۵) اور چونکہ ولایت مطلقہ منحصر ہے تین درجوں میں۔ اطاعت مطلقہ بھی تین طبقوں میں محدود ہے۔ "فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ اَطِیْعُواللّٰہَ وَاَطِیْعُوالرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ" الخ (سورہ نساء ۵۹) اور نہیں ہیں وہ اولی الامر اور امراء جن کی اطاعت مثل اطاعت پیغمبرؐ واجب ہے مگر یہی خلفاء و اوصیاء رسولؐ جن کی اطاعت عین اطاعت رسولؐ ہے۔ مسلم ابن حجاج ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔ "مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ یَعْصِنِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَمَنْ یُطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ یَعْصِی الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ" یعنی جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔" پس اطاعت امیر عین اطاعت خدا ہے اور معصیت امیر عین معصیت خدا ہے اور امارت و حکومت نہیں ہے مگر منصب انبیاء و اوصیاء انبیاءؑ۔ چنانچہ محمد بن اسمٰعیل بخاری روایت کرتے ہیں کہ ابوحازم نے بیان کیا کہ میں ابو ہریرہ کے پاس پانچ سال بیٹھا ہوں میں نے اس سے ایک حدیث رسولؐ سنی کہ وہ بیان کرتا تھا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْدُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ کُلَّمَا ھَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَہٗ نَبِیٌّ وَاَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَکُوْنُ خُلَفَاءَ فَیَکْثُرُوْنَ الخ" یعنی بنی اسرائیل کی سرداری اور سیاست و امارت انبیاء کرتے تھے جب کوئی نبی ہلاک ہوا اس کا خلیفہ و جانشین دوسرا نبی ہوا اور یہاں میرے بعد اب کوئی نبی نہیں ہے اور عنقریب میرے بعد خلفاء ہوں گے اور وہ کئی ہوں گے۔ پس مقام امارت و سیاست عامہ مقام و منصب انبیاءؑ ہے پس اطاعت امراء و اولی الامر بعد رسولؐ عین اطاعت رسولؐ و اطاعت خدا ہے اور ثابت ہو چکا ہے کہ اطاعت خلفاء رسول عین اطاعت رسولؐ و اطاعت خدا ہے پس بنابریں نہیں ہیں امراء اور اولی الامر مگر بارہ خلفاء رسولؐ چنانچہ صحیحین میں مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ "یَکُوْنُ بَعْدِیْ اِثْنَا عَشَرَ اَمِیْرًا کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ" یعنی یعنی میرے بعد بارہ امیر ہوں گے جو کل کے کل قریش سے ہوں گے اگر یہ اثنا عشر امراء یہی خلفاء رسولؐ نہ گنے جائیں تو قول پیغمبرؐ میں صاف و صریح اختلاف پایا جائے گا۔ اور بیشمار مفاسد لازم آئیں گے بارہ امیر اور تلاش کرنے ہوں گے اور بارہ خلفاء اور بارہ اوصیاء اور بارہ اولیاء اور بارہ آئمہ اور محدث جلیل شیخ سلیمان البلخی القندوزی فرماتے ہیں "قَالَ الْمُحَقِّقُوْنَ اِنَّ الْاَحَادِیْثَ الدَّالَّۃَ عَلٰی کَوْنِ الْخُلَفَاءِ بَعْدَہٗ اِثْنَا عَشَرَ قَدِاشْتَھَرَتْ مِنْ طُرُقٍ کَثِیْرَۃٍ وَبِشَرْحِ الزَّمَانِ وَتَعْرِیْفِ الْکَوْنِ وَالْمَکَانِ عُلِمَ اَنَّ مُرَادَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مِنْ حَدِیْثِہٖ ھٰذَا الْاَئِمَّۃُ الْاِثْنَا عَشَرَ مِنْ اَھْلِبَیْتِہٖ وَعِتْرَتِہٖ الخ" یعنی محققین علماء کا یہ قول ہے کہ احادیث جو اس پر دال ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد خلفاء بارہ ہیں طرق کثیرہ سے مروی اور مشہور و معروف ہیں اور زمانے اور تجربے نے اس کی شرح کر دی ہے اور حوادث و واقعات و عوارض زمانیہ نے بتلا دیا ہے کہ آنحضرتؐ کی مراد

ان بارہ خلفاء سے آپ کی عترت واہلبیتؑ کے بارہ امام ہیں کیونکہ یہ حدیث خلفاء اوّلین پر تو اس لئے صادق نہیں آسکتی کہ ان کی تعداد بارہ سے کم ہے اور شاہان نبی امیہ پر اس لئے صادق نہیں آسکتی کہ ان کی تعداد بارہ سے زیادہ ہے اور سوائے عبدالعزیز کے ان سب سے ظلم فاحش ظاہر ہوا ہے۔ "وَلَا یَنَالُ عَھْدَاللّٰہُ الظّٰالِمِیْنَ" (سورہ بقرہ:۱۲۴) ظالمین کو عہد الٰہی کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس لئے بھی کہ وہ بنی ہاشم سے نہیں تھے اور خلافت بنی ہاشم کے لئے ہے۔ جیسا کہ عبدالملک نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے اور آنحضرتؐ کا بنی ہاشم کے ذکر کے وقت آواز کو خفی کر لینا کو ترجیح دینا ہے کیونکہ لوگ بنی ہاشم کی حکومت نہ چاہتے تھے اور یہ حدیث خلفاء اثناعشر شاہان بنی عباس پر بھی صادق نہیں آسکتی کیونکہ وہ بھی بارہ سے بہت زیادہ ہیں اور اس لئے کہ انہوں نے آیہ مودۃ کی بالکل رعایت نہیں کی اور ذوالقربائے رسولؐ پر بیحد ظلم کئے پس واجب ہے کہ یہ حدیث آئمہ اثناعشر آئمہ اہلبیت پر محمول کی جائے اس لئے کہ وہ تمام اہل زمانہ سے عالم تر اور سب سے زیادہ پرہیز گار اور اعلیٰ واجل واشرف اور حسب ونسب میں افضل واکرم تھے اور ان کے علوم اپنے جد رسول اللہؐ سے متصل تھے اور وہی وارث علوم نبوی اور صاحب علوم لدنیہ تھے جیسا کہ اہل علم و تحقیق اور اہل کشف وتوفیق نے معلوم کیا اور سمجھا ہے۔ اور اس معنی اور مراد کی حدیث ثقلین اور دیگر احادیث بھی تائید کرتی ہیں کیونکہ اس حدیث میں پیغمبرؐ نے نہایت وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ خلیفہ ومقتدا میرے بعد میرے اہلبیت ہیں۔ چنانچہ بعض مواقع میں فرمایا اِنّی مُخلِفٌ فِیکُم اور بعض میں فرمایا ہے اِنِّی تَارِکٌ فِیکُمُ الخَلِیفَتَیْنِ میں اپنے پیچھے تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں میں تم میں اپنے دو جانشین اور دو خلیفہ اور دو قائم مقام چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا دوسرے میری عترت اہل بیت۔ یعنی میرے بعد حجت خدا اور ہادیٔ خلق کوئی اور عجم یا عرب نہیں ہے بلکہ میری عترت میرے اہلبیت حجت خدا ہیں۔ پھر فرمایا جب تک تم ان دونوں سے تمسک رکھو گے ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور فرمایا کہ یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے قرآن اہل بیتؑ سے جدا نہ ہوگا اور اہل بیتؑ قرآن سے جدا نہ ہوں گے اور جب ہم ان سے تمسک کریں گے جو کتاب اللہ سے جدا نہیں ہیں تو ہم گمراہ نہ ہوں گے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن لوگوں سے تمسک کا حکم ہمیں پیغمبرؐ نے دیا ہے اور فرمایا ہے وہ کتاب اللہ سے کبھی جدا نہ ہوں گے کہ وہ عالم کتاب اللہ ہوں اور ان کی نسبت کتاب اللہ میں غلطی اور خطاء کا احتمال نہ ہو اور وہ اس کے ناسخ و منسوخ اور محکم ومتشابہ عام وخاص اور واجب اور مسنون کو جانتے ہوں تا کہ ہر ایک حکم مطابق منشاء خدا رضاء خدا میں جاری کر سکیں۔ اور کل علوم دین کو جامع ہوں تا کہ ان سے تمسک کیا جا سکے اور ہر ایک حکم لیا جا سکے اور اختلاف و تنازعات رفع ہو سکیں۔ ورنہ اگر وہ ایسا شخص ہو کہ بعض احکام دین اور احکام کتاب اللہ سے واقف نہ ہو۔ تو اس سے خطاء و غلطی کتاب اللہ میں ممکن ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ واجب کو سنت اور ناسخ کو منسوخ بنا دے۔ "فَثَبَتَ اَنَّ الحجَّۃَ مِنَ العِتْرَۃِ لَایَکُوْنَ اِلَّا جَامِعًا لِعَلمِ الدِّیْنِ مَعْصُومًا مُوتَمِنًا بالکتاب" قرآن حجت صامت ہے اور اہلبیت حجت ناطق اور علم قرآن انہی کے سینوں میں ہے۔ "بَلْ ھُوَ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ فِی صُدُورِ الَّذِیْنَ اُوتوا العِلْمَ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیَاتِنَا اِلَّا الظَّالِمُونَ" (سورہ عنکبوت:۴۹) قرآن انہی کے سینوں میں آیات بینات ہے سوائے ظالمین کون

ہے جو آیات الٰہیہ کا انکار کر سکے۔ اور خلافت الٰہیہ میں شک وشبہ کرے۔ پس نہیں ہیں خلفاء رسولؐ و مستحقین خلافت الٰہیہ ختمیہ مگر آئمہ اثنا عشر اور نہیں ہیں مفترض الطاعۃ اولی الامر مگر یہی خلفاء و آئمہ اثنا عشر اور یہاں سے معلوم ہو گیا کہ علامہ فخر الدین رازی صاحب کا یہ فرمانا کہ کوئی شخص خاص اولی الامر سے مراد نہیں ہو سکتا اور ایسے شخص معصوم کا وجود ثابت نہیں ہے اور اس لئے اجماع امت اولی الامر ہے نہایت تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔ درانحالیکہ احادیث نبویہ بحد تواتر پہنچی ہوئی ہیں کہ اولی الامر خلفاء رسولؐ ہیں اور وہ معین ومقرر ہیں اور وہ ائمہ امت ہیں اور آیہ امامت شاہد ہے کہ امامت ظالمین کا حق نہیں ہے بلکہ صالحین و معصومین کا حق ہے۔ اور بدیہی ہے کہ وجود اجماع واقعی قطعاً محال ہے نہ آج تک متحقق ہوا اور نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہے اور وہ بھی غیر معین و مجہول۔ کیونکر ممکن ہے کہ خدا ایک مبہم و مجہول وغیر معین وجود فرضی کی اطاعت مثل اطاعت رسول واجب کرے اور اس کی تعین نہ فرمائے یہ تکلیف ما لا یطاق ہے۔ "وَلَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" (سورہ البقرہ:۲۸۶) سچ ہے۔ "حُبُّ الشَّئِ يُعْمِي وَيُصَمّ۔" "اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ" "اَلَمْ يُوْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيْثَاقُ الْكِتَابِ اَنْ لَا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ" کیا ان سے کتاب الٰہی میں یہ عہد نہیں لے لیا گیا ہے کہ وہ خدا پر افترا نہ کریں اور حق کے سوا کچھ نہ کہیں۔

بہر حال نہیں ہیں خلفاء اللہ و حجج اللہ و اولیاء اللہ و اوصیاء رسول اللہ اور امراء امت اور بعد آنحضرتؐ اولی الامر مگر اہل بیتؑ اور بعد رسولؐ انہی سے رجوع واجب ہے۔ فقال عز وجل "اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (والى اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ) ان كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا" (سورہ نساء:۵۹) اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسولؐ کی اور اپنے اولی الامر کی اور اگر تم کسی بات میں جھگڑو اور آپس میں اختلاف ہو تو اگر تم خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس کو خدا اور اس کے رسولؐ اور اولی الامر کی طرف رجوع کرو یہ تمہارے لئے بہتر بہت اچھا اور از روئے انجام واقعی بہت بہتر ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ آیت کے جزو اول میں خدا نے تین کی اطاعت کا حکم دیا ہے اطاعت خدا و اطاعت رسول اور اطاعت اولی الامر۔ اور قرأت عوام کے موافق جزو دوم میں اختلافات اور تنازعات میں صرف خدا اور رسولؐ کی طرف رجوع کا حکم دیا ہے حالانکہ تفریع اسی حکم اولی پر ہونی چاہئے تھی جن کی اطاعت مطلقاً واجب کر دی ہے اور ہر ایک حکم ان کا واجب الطاعۃ ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ اختلافات اور تنازعات میں ان کو ترک کر دیا جائے۔ جب کوئی حکم صریح کتاب اللہ اور سنت رسولؐ سے خود نہ نکال سکے تو کس کی طرف رجوع کرے اور کس سے دریافت کرے اطاعت تو اولی الامر کی واجب ہے پس اگر اختلافات و تنازعات میں کسی اور کے حکم کی اطاعت کریں تو چونکہ یہ غلطی اور خطا سے محفوظ نہیں ہیں ایک وقت واحد میں دو متضاد حکموں کی اطاعت اور تعمیل واجب ہوگی وَهُوَ مُحَالٌ پس ضروری ہے کہ بعد خدا رسول اولی الامر کی طرف رجوع کیا جائے اور ان سے سوال کیا جائے اور ان کی طرف ہر ایک امر میں رجوع کی جائے کیونکہ وجود مبین مفسر قرآن ہمیشہ ضروری ہے اور اہلبیت طاہرین عالم و مبین و مفسر قرآن ہیں۔ چنانچہ قرأت ابن عباسؓ وغیرہ میں آیہ مجیدہ میں صاف موجود

ہے کہ اگر کسی امر میں تنازعہ ہو تو خدا اور رسولؐ خدا اور اولی الامر کی طرف رجوع کرو۔ اور قرأت اہلبیت یہی ہے۔ چنانچہ تفسیر لمی و برہان و صافی ابن عباسؓ وغیرہا میں موجود ہے۔ اور اس کے بعد کی آیت صاف دلالت کرتی ہے کہ بعد رسولؐ رجوع الیٰ اولی الامر واجب ہے "اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا وَاِذَا جَاءَھُمْ اَمْرٌ مِنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِہٖ وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَ اِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ" (سورہ نساء ۸۲،۸۳) کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر و تفکر نہیں کرتے ہیں۔ اگر قرآن منزل من اللہ نہ ہوتا اور غیر خدا کے پاس سے نازل ہوتا تو اس میں بڑا اختلاف پاتے۔ پس جب ان کے پاس کوئی امن یا خوف کی بات آتی ہے تو اپنی لاعلمی اور جہالت سے اس کو فوراً مشہور کر دیتے اور اس طرح سے برباد کر دیتے ہیں اور اگر وہ اس کو رسولؐ اور اپنے اولی الامر کی طرف رجوع اور رد کرتے تو وہ استنباط کرنے والے اس کو سمجھ لیتے۔ یہاں اختلافات ہیں صاف بعد رسولؐ اولی الامر کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔ اور کیونکر ممکن ہے کہ ان کی اطاعت مطلقاً فرض کی جائے اور ان کی طرف رجوع کا حکم نہ دیا جائے۔ پس نہیں ہیں اولی الامر مگر خلفاء اللہ و وارث خلافت الٰہیہ حتمیہ اور انہی کی اطاعت اور انہی کی طرف رجوع تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ اور یہیں سے یہ بھی ثابت ہے کہ شاہان وقت ہرگز ان اولی الامر کا مصداق نہیں ہو سکتے جن کی اطاعت مثل طاعت رسولؐ واجب ہے۔ اور کسی طرح ان شاہان دنیا کو خلفاء اللہ و اولیاء اللہ نہیں کہا جا سکتا اور یہ آئمہ خلق نہیں ہو سکتے۔ شاہان اسلام اور غیر اسلام اس حکومت دنیا میں مساوی ہوں۔ وہ دینی پیشوا کسی صورت سے نہیں کہلائے جا سکتے اور ان کی اطاعت مطلقہ نہیں ہو سکتی۔ ان کا اور مرتبہ ہے اور پیشوایان دین اور ہادیان دین اور خلفاء اللہ و حج اللہ کا اور درجہ ۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ایں زمیں ما آسمانِ دیگر است

خلفاء خلافت منصوصہ الٰہیہ

اسماء مبارکہ مقدسہ خلفاء خلافت سابقاً مذکور ہو چکے ہیں اور ثابت ہو چکا ہے کہ خلفاء خلافت الٰہیہ اہل بیتؑ نبوت و رسالت ہی ہیں۔ یہاں فی الجملہ اور تعارف کراتے ہیں۔ سیّد علیؒ ہمدانی عیانہ بن ربیعی سے روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا "اَنَا سَیِّدُ النَّبِیِّیْنَ وَعَلِیٌّ سَیِّدُ الْوَصِیِّیْنَ وَاِنَّ الْاَوْصِیَاءَ بَعْدِیْ اِثْنَا عَشَرَ اَوَّلُھُمْ عَلِیٌّ وَآخِرُھُمْ قَائِمُھُمُ الْمَھْدِیُّ عَلَیْہِ السَّلَامُ" یعنی میں سیدانبیاء اور علیؑ سید اوصیاء ہے۔ اور کل اوصیاء میرے بعد بارہ ہیں۔ اوّل ان کا علیؑ ہے اور آخر مہدیؑ۔ اور اسی سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا "جو چاہتا ہے سفینہ نجات سے متعلق اور عروۃ الوثقیٰ اور حبل اللہ سے متمسک ہو" "فَلْیُوَالِ عَلِیًّا وَلْیُعَادِ عَدُوَّہٗ وَلْیَتَاَسّٰی بِالْاَئِمَّۃِ الْھُدَاۃِ مِنْ وُلْدِہٖ فَاِنَّھُمْ خُلَفَائِیْ وَاَوْصِیَائِیْ وَحُجَجُ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ بَعْدِیْ وَسَادَۃُ اُمَّتِیْ وَقَادَۃُ الْاَتْقِیَاءِ اِلَی الْجَنَّۃِ حِزْبُھُمْ حِزْبِیْ وَحِزْبِیْ حِزْبُ اللّٰہِ وَحِزْبُ اَعْدَائِھِمْ حِزْبُ الشَّیْطَانِ" (مودۃ القربیٰ) پس چاہئے کہ وہ علیؑ کو دوست رکھے اور اس کے دشمن سے دشمنی رکھی اور اس کی اولاد کے آئمہ ہدیٰ کی پیروی کرے کیونکہ وہ ہی میرے خلفاء اور میرے اوصیاء اور

میرے بعد خلق خدا پر حجت خدا ہیں اور وہ ہی سرداران امت اور وہی پرہیزگاروں کو جنت کی طرف بھیجنے والے ان کی جماعت میری جماعت ہے اور میری جماعت جماعت خدا اور ان کے دشمنوں کا گروہ گروہ شیطانی۔

علیؑ بن ابیطالب علیہ السلام

پس اوّل خلفاء اللہ و اوّل برج خلافت الٰہیہ و اوّل شہر دور فلک ہدایت و امامت و ولایت و وصایت و امارت علی ابن ابیطالبؑ ہیں۔ اور حصہ اوّل میں معیار خلافت بدرجہ اتم علیؑ بن ابیطالب میں ثابت کر چکے ہیں۔ اور اسمیں اس کی تشریح آ چکی ہے۔ اور محققین اہل اسلام تماماً متفق ہیں کہ جملہ علوم و فنون اسلامیہ علی ہی کی طرف منتہی ہوتے ہیں۔ اور شیخ کمال الدین ابن محمدؒ بن طلحۃ الشافعی لکھتے ہیں تمام علوم کے ثبوت کے لئے اس جناب کا کلام موجود شاہد بین ہے۔ اور وال ہے کہ وہ جناب تمام علوم وفنون پر احاطہ تامہ رکھتے تھے۔'' اور کتاب نہج البلاغہ اور تحف العقول و غیرہما اس کی مجسم دلیلیں۔ اور احمد بن حنبل۔ سید علیؒ ہمدانی۔ سلیمان قندوزی وغیرہ وغیرہ بکمال توضیح فرماتے ہیں کہ جس قدر احادیث نبوی فضائل و مناقب و اوصاف و کمالات علیؑ بن ابی طالبؑ میں مروی ہیں کسی کی شان میں نہیں ہیں۔ غرض جناب اعلم الناس و اعلم الناس و اشجع الناس و اسخی الناس و اعبد الناس و ازہد الناس وَاَشْرَفُھُمْ خَلْقًا وَاَقْدَمُھُمْ اِیْمَانًا وَاَفْصَحُھُمْ لِسَانًا وَاَشَدُّھُمْ وَاَیًا وَاَحْفَظُھُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ فَلَا یَکُوْنَ الْخَلِیْفَۃُ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلَّاعَلِیُّ بْنُ اِبِیْطَالِب۔

حسنؑ بن علیؑ و حسینؑ بن علیؑ

سلمان فارسی سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا جبکہ حسینؑ آپؐ کے زانو پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ''اَنْتَ سَیِّدٌ اِبْنِ السَّیِّدِ وَاَنْتَ اِمَامُ ابْنِ الْاِمَامِ وَاَنْتَ الْحُجَّۃُ ابْنِ الْحَجَۃِ اَبُوْحُجُجٍ تِسْعَۃً مِنْ صُلْبِکَ تَاسِعُھُمْ قَائِمُھُمْ۔'' (مودۃ القربیٰ وینابیع المودہ مطالب السول رشفۃ الصادی کتاب المناقب مسند احمد بن حنبل) یعنی اے حسینؑ تو سردار ابن سردار امام ابن امام اور حجت ابن حجت خدا ہے اور نو حج اللہ کا باپ ہے جو تیری پشت سے ہوں گے اور ان کا نواں قائم مہدیؑ امت ہے۔ اور محمد بن طلحۃ شافعی ابا بکر نقیع بن الحرث سے روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا درانحالیکہ حسنؑ ان کی گود میں تھے ''اِنَّ اِبْنِی ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہُ اَنْ یَّصْلُحَ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ'' یعنی یہ میرا فرزند سردار امت ہے اور خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرائے گا۔ یہی شیخین بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور نیز یہ بھی روایت کیا ہے کہ آنحضرت حسنؑ کو کندھے پر اٹھائے فرماتے تھے ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ '' بارالٰہا میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو محبوب رکھ اور ابن عمران کے صاحب المودہ نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ''ھُمَا رَیْحَانَتَایْ مِنَ الدنیا'' یہ دونوں حسنؑ و حسینؑ دنیا میں میرے ریحان ہیں۔ اور ترمذی نے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے فرزند ہیں خداوندا میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور ان کے دوست کو دوست رکھ۔ ''وَاتَّفَقَتِ الْاُمَّۃُ عَلٰی اَنَّ الرَّسُوْلَ قَالَ الْحَسَنَ وَالْحَسَیْنُ اِمَامَانِ قَامَا اَوْقَعَدَا'' حسنؑ و حسینؑ دونوں امام خلق ہیں خواہ یہ جہاد کریں اور مقابلہ کو اٹھیں خواہ نہ اٹھیں۔

اور احمد بن حنبل نے کتاب الفضائل اور مسند میں ترمذی نے جامع میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں۔ ابن بطہ نے کتاب الدیانۃ میں خطیب خوارزمی نے اپنی تاریخ میں اور موصلی نے مسند میں واعظ نے شرف المصطفیٰ سمعانی سے فضائل میں اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں انس بن مالکؓ۔ عمر بن الخطابؓ ابوسعید خدری حذیفہؓ ابن مسعودؓ جابر بنؓ عبداللہ الانصاری ابوعبداللہ عبدالدین عمر ام سلمہؓ مسلم بن یسار۔ وغیرہم سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا۔ "الحَسَنُ وَالحُسَیْنُ سَیِّدَ اشبَابِ اَھْلِ الجَنَّہِ" حسنؑ اور حسینؑ سید شباب اہل جنت ہیں اور بعض روایت میں یہ زیادہ ہے۔ "وَاَبُوھُمَا اَفْضَلُ مِنھُمَا" اور ان کے والدان دونوں سے افضل ہیں (بلحاظ ابوت و بنوت) اور صاحب مطالب السول لکھتے ہیں کہ حسنؑ بن علی تمام اہل زمانہ سے عالم نہ تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص مسجد رسولؐ میں حاضر ہوا ایک شخص کو دیکھا جو حدیث رسولؐ بیان کر رہا تھا دریافت کیا شاہد کون ہے؟ اور مشہود کون؟ کہا شاہد روز جمعہ ہے اور مشہود روز عرفہ۔ پھر ایک دوسرے شخص سے یہی سوال کیا اس نے کہا شاہد روز جمعہ مشہود روز عرفہ۔ پھر اس نے ایک اور صاحب زادے سے یہی سوال ہے۔ فرمایا۔ شاہد پیغمبرؐ خدا ہیں اور مشہود روز قیامت کیا تو نے نہیں سنا کہ خدا فرماتا ہے۔ "یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا" (سورہ احزاب: ۴۵) اور فرماتا ہے۔ "ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسَ وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ (سورہ ہود: ۱۰۳) لکھتے ہیں پہلا جواب دینے والا عبداللہ بن عباسؓ تھا دوسرا عبداللہ بن عمر تیسرا حسنؑ بن علیؑ اس سے یہ ثابت ہے قرآن کا علم انہی حضرات کے پاس تھا اور اہل بیتؑ نبوت و رسالت کے سوا اور کوئی تمام قرآن کا علم نہ رکھتا تھا۔ اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو طفلی میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرے وہ علم قرآن سے بے خبر ہو۔ نہیں جو شخص صورت عرش علم الٰہی ہو۔ جس کی صفت "فِیْہِ تِمْثَالُ کُلِّ شَیٍٔ۔" ہر ایک شے کی مثال اس میں موجود ہے اور ہر ایک شے کی حقیقت اصلیہ باطنیہ کا ظرف ہے وہ کیوں ان تمام حقائق پر احاطہ نہ رکھتا ہوگا۔ سچ ہے۔ "کُلَّ شَیٍٔ اَحْصَیْنَاہُ فِی اِمَامٍ مُّبِیْنٍ" (سورہ یس: ۱۲) وجود امام مبین میں ہر ایک شے کی حقیقت باطنیہ اصلیہ مضبوط و محفوظ و موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے لئے خوردی و بزرگی مساوی ہے۔ بلکہ شکم مادر سے علم لے کر آتے ہیں۔ نہیں علم ان کی حقیقت نورانیہ ہے۔ یا ان کی حقیقت روحانیہ نورانیہ مثل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقت علمیہ ہے۔ اور اسی واسطے رسولؐ ان کو اپنے ساتھ ملاتے ہیں اور شمار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ان کا علم میرا علم ہے اور میرا علم اُن کا علم۔ وارث علوم نبوی یہی ہیں۔ محمدؒ بن اسحٰق روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوسفیان نے رسولؐ خدا سے ایک سفارش چاہی اور علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت حسنؑ بن علیؑ علیہما السلام جن کا سن چودہ ماہ کا تھا۔ اپنی والدہ کے پاس کھیل رہے تھے جو پس پردہ تشریف رکھتی تھیں ابوسفیان نے عرض کیا اے دختر رسولؐ اس بچے سے کہئے کہ اپنے نانا سے میری سفارش کر دیں امام حسنؑ ابوسفیان کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک ہاتھ اس کی ناک پر اور ایک اس کی داڑھی پر رکھ کر فرمانے لگے۔ "ابوسفیان 'لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ' کہو میں تیری شفاعت کروں گا۔ حضرت علیؑ یہ کلام سن کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا الحمدللہ کہ اس نے ذریت محمدؐ میں ایسے بچے پیدا کئے ہیں جو یحییٰ بن زکریا کی مثل ونظیر ہیں۔" کہ ان کو صغر سنی ہی میں تبلیغ و اظہار نبوت پر مامور فرمایا تھا اسی طرح یہ بچہ بھی اس وقت حجت خدا و امام خلق ہے

(اگرچہ امام صامت ہے) اور ابوالسعادات کتاب الفضائل میں نقل کرتے ہیں کہ حسنؑ بن علیؑ جب سات سال کے تھے تو مجلس رسولؐ میں حاضر ہوتے تھے اور وحی سنتے تھے اور اس کو حفظ کر لیتے تھے اور جو کچھ حفظ وضبط کرتے اپنی والدہ گرامی کو آکر سنا دیتے تھے کیونکر ممکن ہے کہ اپنے پدر بزرگوار کے بعد یہ خلیفہ خدا نہ ہوں اور حجت خدا قرار نہ پائیں۔
تواریخ میں مرقوم ہے کہ جس وقت علیؑ بن ابیطالبؑ نے تئیس ماہ رمضان کو انتقال فرمایا تو آپ صبح کو مسجد میں تشریف لائے اور خطبہ پڑھا اور فرمایا آج اس امیر المومنین نے وفات پائی جس سے نہ پہلے سبقت لے سکے اور نہ آخرین اس سے ملحق ہو سکے اور اس کے درجے کو پہنچ سکے۔ وہ رسول اللہؐ کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور اپنے نفس سے ان کو بچاتے تھے۔ اور رسول خداؐ ان کو رایت اسلام دے کر جہاد کو بھیجتے تھے تو جبرئیل دائیں طرف ہوتے تھے اور میکائیل بائیں طرف اور جب تک خدا ان کے ہاتھ پر فتح نہ دے واپس نہ آتے تھے۔ اور وہ انہوں نے اس شب میں انتقال کیا جس میں عیسیٰ بن مریم اوپر اٹھائے گئے۔ اور یوشع بن نون نے وفات پائی اور آپ نے سات سو درہم کے سوا جوان کی دادو دہش سے بچ رہے تھے اور کوئی نقدی نہیں چھوڑی پھر آپ رونے لگے اور تمام لوگ بھی رونے لگے۔ پھر فرمایا میں فرزند بشیر ونذیر وداعی حق وسراج منیر ہوں اور میں فرزند ہوں ان کا جن سے خدا نے ہر ایک رجس کو دور کر دیا ہے اور میں ان اہل بیت سے ہوں جن کی مودت خدا نے اپنی کتاب میں فرض کی ہے اور فرمایا ہے کہ کہہ دو اے پیغمبرؐ کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں چاہتا مگر میرے ذوی القربیٰ سے مودت رکھو اور جو اس حسنہ کا مرتکب ہو ہم اس کی نیکی اور بڑھا دیں گے۔ پس یہ حسنہ ہم اہلبیت کی مودت ہے۔ پھر بیٹھ گئے اور ابن عباس کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا لوگو یہ تمہارے بھی کے فرزند اور تمہارے امام کے فرزند ہیں ان سے بیعت کرو سب نے ان سے بیعت کی۔ غرض جو کچھ امامت وخلافت علیؑ ابن ابیطالب پر وال ہے وہ خلافت وامامت حسنینؑ اور امامت اولاد حسنین پر وال ہے "وَاِنَّهُمْ فِي الْفَضْلِ سَوَاءٌ"۔

علیؑ بن الحسینؑ

او پر مبرہن ومحقق ہو چکا ہے کہ سلسلہ وصایت خلافت الٰہیہ برابر انبیاء وذریت انبیاء میں جاری رہا ہے اور اسی طرح آنحضرتؐ نے اپنے کل اوصیاء کی بابت وصیت فرمائی (کمامر ذکرہ) اور بعد ازاں ہر ایک وصی اپنے مابعد کے وصی اور امام خلق کی بابت وصیت کرتا آیا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ علیہ السلام کی بابت وصیت کی اور امام حسینؑ نے اپنے فرزند علیؑ بن الحسینؑ زین العابدین کی بابت وعلیٰ ھذا القیاس۔ چنانچہ تواریخ شاہد ہیں کہ جس وقت حسینؑ عراق کو روانہ ہوئے تو کتب وتبرکات انبیاء اور وصیت حضرت ام سلمہؑ کو سپرد کر دیں اور جب بعد قتل حسینؑ حضرت زین العابدین وسید الساجدین بیبیوں کو لئے ہوئے قافلہ کے ساتھ مدینہ نبوی میں واپس آئے تو وہ وصایا حضرت ام سلمہؑ نے ان کو سپرد کیں اور وصایا خود آنحضرتؐ سے بلا واسطہ کی گئیں اور وراثت باطنیہ ان کو امام حسینؑ سے پہنچی۔ اور بعض وصایائے ظاہر یہ زبانی جناب فاطمہؑ صغریٰ وزینب خاتون حضرت کو پہنچی اور بعد حسینؑ امام خلق قرار پائے اور حبابہ سے بسلسلہ رواۃ ثقات مروی ہے کہ اس نے کہا میں نے امیر المومنین علیؑ بن ابیطالبؑ سے دریافت کیا کہ

اے امیر المومنین آپ کی امامت کی کیا دلیل ہے آپ نے فرمایا مجھے یہ سنگریزے اٹھا دے ان کو حضرتؑ نے دست مبارک سے مل کر مثل آئینے کے کر دیا اور خمیر کر کے اس پر مہر کر دی اور فرمایا جو شخص دعوئے امامت کرے اس سے یہی معجزہ ظہور میں آسکتا ہے اور وہ ایسا کرنے پر قادر ہوگا تو تُو سمجھ لینا کہ وہ امام مفترض الطاعتہ ہے۔ "وَالاِمَامُ لَا يَعْزِبُ عَنْهُ شَيْئٌ يُرِيْدُهٗ" امام وہ ہے کہ اس سے کوئی ایسی چیز پوشیدہ وغائب ودور نہیں ہوسکتی جس کو وہ چاہے پھر میں چلی آئی۔ یہاں تک کہ اس جناب نے وفات پائی اور میں حاضر خدمت امام حسنؑ ہوئی اور اپنے باپ کی مسند پر بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ سوال کر رہے تھے۔ آپؑ نے خود مجھ سے فرمایا۔ اے حبابہ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا جو تیرے پاس ہے لا۔ میں نے سنگریزے دے دیئے آپ نے وہی کیا جو علیؑ نے کیا تھا۔ پھر میں حسینؑ کے پاس آئی وہ اور وہ مسجد نبوی میں تھے آپؑ نے مجھ سے فرمایا کیا تو علامت امامت چاہتی ہے میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا جو تیرے پاس ہے دے۔ میں نے سنگریزے دیئے اور انہوں نے ویسے ہی مہر کر دی پھر میں علیؑ بن الحسینؑ زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس وقت میرا سن ایک سو تینتیس سال کا تھا پس میں نے ان کو مشغول عبادت رکوع وسجود میں دیکھا اور میں دلالت امامت سے مایوس ہوگئی آپؑ نے انگلی سے اشارہ کیا فوراً میری جوانی لوٹ آئی۔ پھر مجھ سے فرمایا۔ لا جو تیرے پاس ہے میں نے سنگریزے دیئے آپ نے اسی طرح سے مہر کر دی۔ پھر محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ کے پاس پہنچی انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ میں جعفر بن محمدؑ بن علی کی خدمت میں حاضر ہوئی انہوں نے بھی ایسا ہی کیا بعد ازاں موسی بن جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر میں علی بن موسی الرضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس جناب نے بھی ایسا ہی کیا۔" بعد اس کے حبابہ صرف نو ماہ زندہ رہی (كَمَا نَقَلَهٗ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ هَشَّامَ) مورخین نے نقل کیا ہے کہ امام زین العابدینؑ مکہ معظمہ میں تھے کہ امامت کی بابت محمدؑ بن الحنفیہ سے گفتگو ہوئی۔ آپؑ نے فرمایا کہ حجر اسود سے سوال کرو۔ انہوں نے سوال کیا جواب نہ ملا۔ آپ نے فرمایا اے محمدؑ اگر تم امام ہوتے تو حجر اسود بحکم خدا تکلم کرتا۔ پھر آپ نے اس سے خطاب کیا اور فرمایا میں تجھ کو قسم دیتا ہوں ان کی جس نے تجھ میں میثاق الانبیاء واوصیاء کو ودیعت کیا ہے تو صاف زبان عربی میں جواب دے کہ بعد حسینؑ امام اور وصی کون ہے؟ پس حجر اسود نے حرکت کی۔ قریب تھا کہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ پھر اللہ نے اس کو فصیح زبان عربی میں گویا کیا۔ اور اس سے آواز آئی۔ "اَللّٰهُمَّ اَنَّ الوَصِيَّةَ وَالاِمَامَةَ بَعْدَ حُسَيْنِ بن عَلِيٍّ اِلٰى عَلِيِّ بن الحُسَيْنِ۔" ونعم ما قال الفرزدوس

هٰذَا الَّذِىْ تَعْرِفُ البَطْحَآءُ وَطْاَتَهٗ وَالبَيْتُ يَعْرِفُهٗ وَالْحِلُّ وَالحَرَمُ

یہی وہ بزرگوار ہیں جن کے نشان قدم کو زمین مکہ پہچانتی ہے۔ اور حل وحرم جانتے ہیں۔

هٰذَا بْنُ خَيْرُ عِبَادِ اللّٰهِ كُلُّهُمْ هٰذَا التَّقِيُّ النَّقِيُّ الطَّاهِرُ العَلَمُ

یہی بہترین بندگان خدا کا فرزند ہے یہ تقی ونقی وطاہر ونشان ہدایت ہے۔

مِنْ مَعْشَرٍ حُبُّهُمْ دِيْنٌ وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ وَقُرْبُهُمْ مُنْجِى وَمُعْتَصِمُ

یہ اس جماعت سے ہیں جن کی محبت عین دین ہے اور جن کی دشمنی کفر اور جن کا قرب نجات دلانے والا اور آتش جہنم سے بچانے والا۔

مُقَدَّمٌ بَعْدَ ذِكْرِ اللّٰهِ ذِكْرُهُمْ فِي كُلِّ جَدْوٍ وَمَخْتُومٍ بِهِ الْكَلِمُ

ہر ایک ابتدا میں بعد ذکر خدا انہی کا ذکر مقدم ہے اور انہی کے نام پر کلام کا خاتمہ ہوتا ہے۔

کیوں ایسے نہ ہوں مرکز انوار عالم امکان ہیں اور مطاع خلق کس طرح ہر ایک شئے ان کی اطاعت نہ کرے۔ کیا نہیں سنا کہ حسینؑ بن علیؑ ایک مریض کی عیادت کو تشریف لے گئے تو دیکھتے ہی بخار رفع ہو گیا اور آپ نے فرمایا۔ "مَا مِنْ شَيْئٍ اِلَّا وَاَمَرَهَا اللّٰهُ اَنْ تُطِيْعَنَا" کوئی شئے نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ ہماری اطاعت کرے۔ یہ ہیں ان کی خلافت و امامت و وصایت و ولایت و امارت و سیادت کی دلائل وجود یہ جو ان سے کبھی جدا نہیں ہوسکتی ہیں اور دلیل صداقت و حقانیت یہی ہیں نہ عوام الناس کا اجماع بشرطیکہ فرض کیا جائے۔ "فَافْهَمْ وَلَا تَغْفِلْ۔ قَالَ صَاحِبُ مَطَالِبِ السُّوْلِ هٰذَا زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ وَقُدْوَةُ الزَّاهِدِيْنَ وَسَيِّدُ الثَّقَلَيْنِ وَاِمَامُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔" وَلَارَيْبَ اِنَّهٗ خَلِيْفَةُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

محمد بن علیؑ بن الحسینؑ

هُوَ بَاقِرُ عِلْمِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ۔ کاشف علوم اولین والآخرین آپ ہیں۔ وفی مطالب السوٴل عن ابی الزبیر محمدؒ بن اسلم المکی۔ وہ کہتا ہے کہ ہم جابر بن عبداللہ الانصاریؓ صحابی رسولؐ کی خدمت میں تھے کہ علیؑ ابن الحسینؑ آئے اور ان کے ساتھ ان کے فرزند محمدؑ بن علی تھے۔ اور وہ بچے ہی تھے۔ علیؑ بن الحسینؑ نے ان سے کہا اپنے چچا کے سر کو بوسہ دو۔ محمدؑ بن علیؑ جابر کے پاس آئے اور ان کے سر کو بوسہ دیا۔ جابر کی اس وقت آنکھیں جا چکی تھیں۔ پوچھا یہ کون ہے۔ کہا یہ محمدؑ بن علیؑ ہے۔ جابر نے گلے سے لگا لیا اور فرمایا۔ مُحَمَّدٌ۔ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَقْرَئُكَ السَّلَامَ۔ اے محمد بن علیؑ۔ محمدؐ رسول اللہ آپ کو سلام کہتے تھے۔ کہا اے جابر یہ کیونکر ہے۔ عرض کیا میں ایک مرتبہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر تھا اور حسینؑ ان کی گود میں تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے جابر میرے اس فرزند کے ایک بیٹا ہوگا جس کا نام علیؑ ہوگا۔ جب روز قیامت ہوگا تو منادی ندا کرے گا عند العابدین کھڑا ہو جائے تو علیؑ بن الحسینؑ کھڑا ہو گا۔ اور اس کے ایک فرزند محمد بن علیؑ ہوگا۔ اے جابر تو اسے دیکھے تو میرا اسلام پہنچا دینا۔ اور اس کے دیکھنے کے بعد تھوڑے دنوں زندہ رہے گا۔ اور دوسری روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ علیؑ بن الحسینؑ کے ایک فرزند پیدا ہوگا جس کا نام محمدؑ ہوگا يَبْقُرُ عِلْمَ الدِّيْنِ۔ اور وہی علم دین کا بیج عالم میں بوئے گا۔ پس اس کو میرا اسلام پہنچا دینا۔ ولذا قال علیہ السلام۔ ولد فی رسولَ اللّٰهِ وَاَنَا اَعْلَمُ عِلْمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ جناب مجھ کو رسول اللہ نے درانحالیکہ میں جانتا تھا علم گذشتہ و آئندہ تا روز قیامت۔ اور ہشام ابن عبدالملک کے دربار میں فرماتے ہیں، ہم ہی وہ ہیں جن کی بدولت تمہارے آباؤ اجداد کو خدا نے ہدایت کی اور ہمارے ہی طفیل پر تمہاری نسلوں کا خاتمہ ہوگا۔ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنِ طَلْحَةَ الشَّافِعِيْ۔ هُوَ بَاقِرُ الْعِلْمِ وَجَامِعُهٗ وَشَاهِدُ عِلْمِهٖ وَرَافِعُهٗ حَقًّا قَلْبُهٗ

وزکّا عَمَلَہُ وَطَھُرَتْ نَفْسَہُ وَشَرفَتْ اَخلَاقَہُ وَعُمّرتِ بِطَاعَۃِ اللّٰہِ اَوْقَاتَہُ۔

جعفر بن محمدؑ

وَھُوَ الصَّادق المصدق الصدیق۔ شیخ محی الدین العربی اپنی کتاب الدر المکنون والجوہر المصون میں فرماتے ہیں۔ "ثُمَّ الاِمَامُ جَعْفَرُ الصَّادِقُ وَرِثَ مِنْ اَبِیْہِ وَھُوَالَّذِیْنَ غَاصَ فِیْ اَعْمَاتِ اَغْوَارِہٖ وَاسْتَخْرَجَ دُرَّۃً مِنْ اَصْدَاتِ اَسْرَارِہٖ وَحَلَّ مَعًا قِدْرَ عَوْزِہٖ وَفَاقتطَلَاسِمَ کُنُوْزِہٖ وَصَنَفَ الخَافِیَّۃَ فِیْ عِلْمِ الجَفْرِ" یعنی محمدؑ بن علی ن الباقر سے امام جعفرن الصادق وارث علوم واسرار علم الحروف وغیرہ ہوئے۔ اور وہ ہی وہ بزرگوار ہیں جنہوں نے ان علوم کی گہرائیوں میں غوطہ لگایا۔ اور صدف اسرار سے ان کے درآبدار نکالے اور ان کے رموز کو حل کیا۔ اور ان کے مسدود قلعون کا قفل توڑا اور علم جفر میں خافیۃ الجفیر تصنیف کیا اور آپؑ نے فرمایا ہے ہمارے پاس علم گذشتہ و آئندہ و مذکور و مکتوب ہے اور ہمارے کانوں میں نقر اور دل میں القاء ہوتا ہے اور ہمارے ہی پاس اسرار غیب کی کنجیاں ہیں۔ اور ہمارے پاس جفر ابیض و جفر احمر اور جفر اکبر و جفر اصغر ہے۔ اور صاحب المطالب لکھتے ہیں "اَلْعُلُوْمُ الَّتِیْ تَقْصُرُ الْاَنْھَامُ عَنِ الاِحَاطَۃِ لِحِکَمِھَا تُضَافُ اِلَیْہِ وَتُرْوٰی عَنْہُ" یعنی وہ علوم جن کی حکمتوں کے احصاء واحاطہ سے عقول انسانی عاجز و قاصر ہیں وہ اسی جناب کی طرف مضاف و منسوب اور انہی کی طرف منتہی اور انہی سے مروی ہے۔ "وَقَالَ ھُوَ مِنْ عُظَمَاءِ اَھْلِ الْبَیْتِ وَسَادَاتِھِم ذُوْ عُلُوْم جُمَّۃٍ وَعِبَادَۃٍ مُوَقَّرَۃٍ وَاَوْرَادٍ مُتَوَاصِلَۃٍ وَزَھَادَۃٍ بَیِّنَۃٍ وَتِلَاوَۃٍ کَثِیْرَۃٍ" وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ"

موسیٰؑ بن جعفرؑ الکاظمؑ

صاحب فصل الخطاب فرماتے ہیں۔ "قَالَ الرَّشِیْدُ لِلْمَامُوْنِ یَا بُنَیَّ ھٰذَا وَارِثُ عِلْمُ النَّبِیِّیْنَ ھٰذَا مُوْسیٰ بِن جَعْفَرِاِنْ اَرَدْتَ العِلْمَ الصَّحِیْحَ تَجِدَہٗ عِنْدَہٗ" اے بیٹے یہ وارث علوم انبیاءؑ ہے۔ یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہے اگر تو علم صحیح کا طالب ہو تو اس کے پاس پائے گا مامون کہتا ہے کہ اس وقت سے ان کی محبت میرے دل میں جاگزین ہوگئی ابوبصیر سے مروی ہے کہ میں نے موسیٰ بن جعفرؑ سے عرض کیا کہ امام کس طرح پہچانا جاتا ہے آپ نے فرمایا اول تو اس کو اس کے باپ کا ورثہ پہنچے (وراثت علمیہ) دوم اس کی نص ہو سوم جو سوال کیا جائے اس کا جواب دے دے اور نہ پوچھیں تو خود ابتدا کرے اور آئندہ کی باتیں بتلا دے اور لوگوں سے ہر ایک زبان میں کلام کرے۔ ابوحنیفہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ کچھ دریافت کرنے کے لئے جعفر بن محمد الصادق کی خدمت میں گیا۔ اندر سے واپس آیا تو دروازے پر ان کے بچے کو دیکھا اور چند سوال کئے منجملہ ان کے ایک یہ کیا۔ فَمَنَ المَعْصِیَۃ گناہ کس کی طرف ہے۔ خدا کی یا بندے کی فرمایا بیٹھ جا میں بیٹھ گیا تو فرمایا۔ اگر خدا کی طرف سے ہو تو ذات عادل و منصف اس سے بزرگ و برتر ہے کہ اپنے بندے پر اپنے کئے کے عوض عذاب کرے اور یہ ظلم صریح ہے۔ اور اگر دونوں طرف سے ہے تو وہ ذات قوی ہے اور قوی زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ اپنے ضعیف بندے کے ساتھ انصاف کرے اور اس پر عذاب نہ کرے اور اگر محض بندے کی طرف سے ہے تو بیشک اس پر حکم واقع ہوا ہے اور اس کی

طرف ہی متوجہ ہے۔ اور وہی شخص مستحق ثواب وعذاب ہے۔ اور اسی وجہ سے جنت ودوزخ واجب۔ میں نے اس بچے سے یہ سنا تو کہا۔ "ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ (سورہ آل عمران:۳۴) ذریت انبیاء ایک دوسرے سے یکساں تعلق رکھتے اور وارث یک دیگر ہیں۔ قَالَ صَاحِبُ الْمُطَالِبِ هُوَالْاِمَامُ الْكَبِيْرُ ذُوالْقَدْرِ الْعَظِيْمِ نَوٰى الشَّانَ الْكَبِيْرَ۔"

علی بن موسیٰ الرضاؑ

فاضل کامل محمد خواجہ پارسا بخاری فصل الخطاب میں فرماتے ہیں علی بن موسیٰ الرضاؑ کی مادر گرامی نے جو عقل و دین میں اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے افضل تھیں بیان کیا ہے کہ جب علی بن موسیٰ الرضاؑ سے حاملہ ہوئی تو مجھے حمل کا ذرا بار معلوم نہ ہوا اور اپنے اندر میں نے تسبیح وتہلیل وتقدیس کی آواز سنتی تھی۔ وہ پیدا ہوئے تو ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کچھ کہا اور لب ہلائے گویا کہ اپنے پروردگار سے باتیں کر رہے تھے۔ اور حضرت کاظمؑ فرماتے ہیں کہ میں رسولؐ خدا اور علی مرتضیٰؑ کو خواب میں دیکھا فرمار ہے ہیں۔ "يَا مُوْسٰى اِبْنُكَ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يَنْطِقُ بِالْحِكْمَةِ وَيُصِيْبُ وَلَايُخْطِيْ يَعْلَمُ وَلَا يَجْهَلُ وَقَدْ مُلِئَ عِلْمًا وَحِكْمًا" اے موسیٰ بن جعفر یہ تیرا فرزند نور خدا سے دیکھتا ہے اور حکمت کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ اور ہر ایک امر میں ٹھیک رائے دیتا ہے اور ہرگز خطا نہیں کرتا اور وہ عالم ہے اور کسی چیز سے جاہل نہیں ہے۔ اور وہ علم وحکمت سے پُر ہے۔" یہی صفات امام ہیں اور جناب رسالت مآب وولایت مآب نے اس میں یہ اشارہ فرمایا ہے کہ تیری اولاد میں امام یہ ہے۔ "قَالَ صَاحِبُ الْمُطَالِبِ هٰذَا ثَالِثُ عِلِّيِّيْنَ اِنَّمَا اِيْمَانُهُ وَعَلَا شَانُهُ اِرْتَفَعَ مَكَانُهُ وَاتَّسَعَ اِمْكَانُهُ وَكَثُرَ اَعْوَانُهُ وَظَهَرَ بُرْهَانُهُ۔"

محمد بن علی التقیؑ

صفوان بن یحیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں علی بن موسیٰ الرضا کی خدمت میں عرض کیا کہ قبل اس کے کہ آپ کا فرزند ابو جعفر محمد بن علیؑ پیدا ہو، ہم آپ سے سوال کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ عنقریب میرے ایک فرزند پیدا ہو گا۔ اب آپ کو خدا نے فرزند دے دیا اور ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ خدا آپ کو سلامت رکھے۔ خدانخواستہ اگر ہونے والی بات ہو جائے تو ہم کس کی طرف رجوع کریں۔ تو آپ نے اپنے فرزند ابو جعفر محمد التقی کی طرف اشارہ کیا اور وہ سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ عرض کیا میں آپ پر فدا ہوں یہ تو سہ سالہ بچے ہیں۔ "قَالَ وَمَا يَضُرُّهُ مِنْ ذٰلِكَ وَقَدْ قَامَ عِيْسٰى بِالْحُجَّةِ وَهُوَ اِبْنُ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثِ سِنِيْنَ" یعنی یہ بات اس کے لئے کیا ضرر پہنچا سکتی ہے درآنحالیکہ حضرت عیسیٰؑ اس وقت حجت قرار پائے جبکہ وہ تین سال کے بھی نہ تھے۔ نبی اور امام کے لئے چھوٹا اور بڑا ہونا کچھ مضر نہیں ہے۔ اَلنَّبِيُّ نَبِيٌّ وَلَوْ كَانَ صَبِيًّا وَالْاِمَامُ اِمَامٌ وَلَوْ كَانَ غُلَامًا۔ پھر ایک موقع پر ذکر امامت فرماتے ہوئے کہا یہ ابو جعفر محمد التقی ہے میں اس کو اپنی جگہ بٹھاتا ہوں اور مسند نشین کرتا ہوں۔ "اِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ يَتَوَارَثُوْنَ اَصَاغِرُنَا اَكَابِرَنَا الْقُذَّةَ بِالْقُذَّةِ۔" یعنی ہم اہل بیت کے چھوٹے بڑے جملہ فضائل وکمالات کے وارث ہوتے ہیں اور کچھ فرق نہیں ہوتا۔ آپ نے اس سن میں یعنی تیسرے سال میں جبکہ کل دو سال ایک ماہ کے

تھے اپنی امامت اور اپنے پدر بزرگوار کے قول کی تصدیق فرمائی ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ قیافہ والوں نے آپ کے فرزند رضاؑ کے بارے میں کچھ شبہ سا کیا تو آپ نے اسی وقت خطبہ پڑھا اور فرمایا۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی خَلَقْنَا مِنْ نُورِهٖ وَاصْطَفَانَا مِنْ بَرِیَّتِهٖ وَجَعَلَنَا اُمَنَاءَ عَلٰی خَلْقِهٖ وَوَحْیِهٖ مَعَاشِرَ النَّاسِ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیِّ الرِّضَا بِنِ مُوسَی الْکَاظِمِ بن جَعْفَرِن الصَّادِقِ بِن مُحَمَّدِ الْبَاقِرِبْنِ عَلِیِّ سَیِّدِالسَّاجِدِیْنَ بِنِ الْحُسَینِ الشَّهِیْدِیْنِ امیر الْمُومِنِیْنَ عَلِیّ بِن اَبِیْطَالِبُ وَابْنُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ وَابْنُ مُحَمَّدِ ن الْمُصْطَفٰے صلوات عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ مِثْلِی یُشَکُّ وَعَلَی اللّٰهِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَعَلٰی جَدِّی یُفْتَرٰی وَاَعْرِضُ عَلَی الْقَافَةِ اِنِّی وَاللّٰهِ لَاَعْلَمُ مَا فِی سَرَائِرِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَاِنِّی وَاللّٰهِ لَاَعْلَمُ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ مَا هُمْ اِلَیْهِ صَابِرُوْنَ اَقُوْلُ حَقًّا وَاُظْهِرُ صِدْقًا قَدْ نَبَّأَنَا اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قَبْلَ الْخَلْقِ اَجْمَعِیْنَ وَبَعْدَبِنَاءِ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِیْنَ وَاَیْمُ اللّٰهِ لَوْلَا تُظَاهِرُ الْبَاطِلُ عَلَیْنَا وَغَوَائِلُ اُمَّةِ الْکُفْرِ وَتَرَتُّبُ اَهْلِ الشِّرْکِ وَالشَّکِّ وَالنِّفَاقِ عَلَیْنَا لَقُلْتُ قَوْلاً یَعْجَبُ مِنْهُ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ"

یعنی فرماتے ہیں کہ تمام محامد اسی خدا کے لئے شایاں ہیں جس نے ہم کو اپنے نور سے خلق کیا اور اپنی مخلوق سے ہم کو چنا اور برگزیدہ کیا ہے اور ہم کو اپنی مخلوق پر اور اپنی وحی پر امین بنایا ہے۔ معاشر الناس میں محمد بن علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب ہوں اور میں فرزند رسولؐ و دلبند بتولؑ ہوں۔ کیا مجھ جیسے میں شک کیا جاتا ہے اور خداوند تبارک وتعالیٰ اور میرے جد رسولؐ خدا پر افتراء باندھا جاتا ہے۔ خدا کی قسم بالتحقیق میں تمہارے باطن اور دلوں کا حال جانتا ہوں اور واللہ میں تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہوں اور میں جانتا ہوں جو کچھ وہ ہوں گے اور جو ان کا انجام ہوگا میں بالکل حق کہتا ہوں اور سچ کا اظہار کر رہا ہوں۔ ہم کو خدا نے پڑھایا ہے اور ہم کو ان امور کی قبل خلقت مخلوقات و بعد بناء زمین و آسمان خبر دی ہے۔ خدا کی قسم اگر باطل کے غلبہ اور ملت کفر کے فتنے اور مشرکین و مشککین ومنافقین ومناقشین کے حملوں کا خوف نہ ہوتا تو آج وہ باتیں بیان کرتا جن سے پہلے اور پچھلے سب تعجب کرتے۔

یہ فرما کر اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور فرمایا۔ "یَا مُحَمَّدُ اِصْمَتْ کَمَا صَمَتَ اٰبَاءُکَ وَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوالْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ کَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوعَدُوْنَ لَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ یُهْلَکُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُوْنَ" اے محمد خاموش رہو جس طرح تیرے آباء واجداد خاموش رہے اور صبر کر جیسا کہ انبیاء اولوالعزم نے صبر کیا اور ان کے لئے جلد طلب عذاب مت کر گویا کہ وہ دن قریب ہے کہ وہ اپنے عذاب دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ وہ دنیا میں بہت رہے ہیں تو گھڑی پہرون تک اور کیا سوائے فاسقین کے اور کوئی ہلاک ہوسکتا ہے۔ "صَدَقْتَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّی وَاَهْلِی وَمَا لِی وَاُسْرَتِی" بیشک شان امامت و شناخت امامت

یہی ہے حیف صد حیف کہ زمانہ کے ظلم وستم نے ان اہلبیتؑ کی زبانیں بھی نہ کھلنے دیں۔ "قَالَ صَاحِبُ الْمُطَالِبِ وَهُوَ اِنْ كَانَ صَغِيْرًا السِّنِ فَهُوَ كَبِيْرُ الْقَدْرِ رَفِيْعُ الذِّكْرِ۔"

علی بن محمد النقیؑ

اسمٰعیل بن مھران بیان کرتے ہیں کہ جب پہلی مرتبہ امام محمد النقیؑ کو مدینہ سے بغداد بحکم عباسی بادشاہ وقت بلایا گیا تو میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو آپ کی بابت خوف ہے کہ کہیں وہ قتل کرا دے۔ پس آپ کے بعد امام کون ہے؟ فرمایا اس مرتبہ یہ خوف نہیں۔ پھر دربار میں جب معتصم نے بلایا تو میں نے پھر عرض کیا۔ آپ تو اب جانے والے ہیں۔ کہئے امر امامت بعد آپ کے کس کی طرف رجوع کرے گا۔ آپ رونے لگے اور فرمایا اس مرتبہ مجھے خوف قتل ہے اور امر امامت میرے بعد میرے فرزند علیؑ النقی کی طرف ہے۔ وہی حجت خدا ہے۔

ابو ہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ میں امام علی النقی کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے ہندی میں کلام کیا۔ میں شرمایا۔ آپ کے پاس رکوہ (ڈول) دھرا ہوا تھا اور اس میں سنگریزے تھے۔ ایک کنکر اس میں سے اٹھالی اور اس کو دہن مبارک میں رکھ لیا اور دیر تک چوسا۔ پھر اس کو میری طرف پھینک دیا۔ میں نے اس کو اپنے منہ میں رکھ لیا خدا کی قسم میں ابھی وہاں سے اٹھا بھی نہ تھا کہ میں تہتر زبانوں میں کلام کرنے لگا جن میں پہلی ہندی زبان تھی۔ سبحان اللہ کیوں نہ ہو لسان اللہ الناطق ہیں وہ قم کہہ کر مردے زندہ کر دیتے۔ اور جمادات کو بلا دیتے ہیں ایک انسان کے لئے زبانوں کا سکھا دینا کیا مشکل ہے۔ منجملہ علائم امام ایک تمام زبانوں میں کلام کرتا ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔

الحسن العسکری بن علی النقی

علی بن حجر النوفلی فرماتے ہیں کہ علی بن محمدؑ کے ساتھ ان کے صحن خانہ میں تھا کہ ہمارے پاس سے حسنؑ ان کے فرزند گذرے۔ میں نے عرض کیا میں آپ کے فدا ہوں کیا یہ آپ کے بعد ہمارے امام ہیں۔ فرمایا ہاں تمہارا امام میرے بعد میرا فرزند الحسن (العسکری) ہے۔ کمال الدین رحمہ اللہ مطالب السؤل میں فرماتے ہیں امام الحسن العسکریؑ کے واسطے یہی فضیلت وشرافت کافی ہے کہ خدا نے ان کی اولاد میں امام محمد المہدی آخر الزمانؑ کو پیدا کیا اور ان کے سوا ان کا اور کوئی فرزند نہ تھا۔ یہی صاحب فصل الخطاب بھی لکھتے ہیں۔ (والتفصیل فی مقامہ)

محمد بن الحسن المہدیؑ

محمد خواجہ پارسا لکھتے ہیں امام حسن العسکری علیہ السلام نے سوائے ابوالقاسم محمد المنتظر جن کو قائم اور حجت اور صاحب الزمان کہتے ہیں اور کوئی فرزند نہیں چھوڑا فضائل مہدی امت علیہ السلام لاتعد و لاتحصی ہیں اور تمام محققین اسلام متفق ہیں کہ آپ خلق وخلق میں در اسم وکنیت میں متشابہ ومساوی رسول ہیں۔ اسی جناب سے نور محمدیؐ کا کامل ظہور ہوگا۔ اور تمام اتقاء واطراف عالم میں ایک دین محمدی ہوگا اور اسی جناب کی صفت ہے کہ وہ زمین کو بعد ظلم وجود عدل وداد سے بھر دیں گے۔ ولادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ہے۔ جیسا کہ اکثر علماء محققین نے تحقیق کیا ہے۔ (تفصیل الصراط السوی فی احوال المہدی میں دیکھنی چاہئے۔)

یہ وہ خلفاء خلافت الٰہیہ فقیہ اہل بیت نبوت ورسالت ہیں جن کے دوست دشمن مداح ہیں اور جن کی شرشت
میں تمام اصول مکارم اخلاق ۔یقین ۔قناعت ۔صبر ۔شکر ۔حلم ۔حسن خلق سخاوت ۔غیرت ۔شجاعت ۔اور مروت
داخل ہیں ۔اور علم وحکمت ان کی فطرت میں شامل دریائے علم انتہی سے جاری ہوتا ہے ۔اور تمام عالم کو سیراب کرتا
ہے ۔جو ان سے جدا ہوا علم الٰہی سے محروم رہا ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ "مَنْ اٰذٰی اَحَدًا مِنْ اَھْلَبَیْتِیْ قَطَعَ مَابَیْنِیْ
وَبَیْنَہٗ وَمَنْ اِنْقَطَعَ مَا بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ اِنْقَطَعَتْ مَابَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ مِنَ الْعُلُوْمِ الَّتِیْ تُوْجِبُ الْجَنَّۃَ" جس نے
میرے اہل بیتؑ میں سے کسی کو اذیت دی تو میرے اور اس کے درمیان جو رشتہ رسالت ہے وہ منقطع ہو جائے گا اور
جب میرا اس کا کوئی تعلق نہ رہا اور قطع ہو گیا تو خدا اور اس کے درمیان ان علوم کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا جو موجب
جنت ہیں اور جب وہ علوم قطع ہوئے تو بہشت سے محروم رہا ۔ فَھٰؤُلَآءِ خُلَفَاءِ اللّٰہِ الرَّاشِدِیْنَ حُجَجُہٗ عَلٰی اَھْلِ
السَّمٰوٰاتِ الْاَرْضِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ اَبَدُ الْاٰبِدِیْنَ وَدَھْرُ الْعَابِدِیْنَ ۔اُولٰئِکَ آبَائِی مَجِئْنِی بِمِثْلِھِمْ ۔

خلفاء خلافت اجماعیہ قومیہ

احادیث مذکورہ میں بارہ خلفاء کی تعداد مسلم ہے ۔لیکن جن خلفاء اللہ کا ہم نے اوپر مختصراً ذکر کیا یہ سلسلہ
خلافت منصوصہ الٰہیہ تھا اور اس لئے ضروری ہے کہ سلسلہ خلافت اجماعیہ کے خلفاء کی تفصیل بھی ذکر کی جائے کہ
مسلمانوں نے حدیث پیغمبرؐ کے موافق کن کن بارہ کو خلفاء تسلیم کیا ہے تا کہ مضمون ہر طرح سے مکمل ہو جائے ۔
باتفاق اہل اسلام اول تین خلیفہ خلافت اجماعیہ قومیہ تین صحابی رسولؐ ہیں ۔

خلیفہ اوّل اس سلسلہ میں حضرت ابوبکر ابن ابی القحافہ التیمیؓ ہیں جو بعد وفات رسولؐ سقیفہؓ بنی ساعدہ میں
خلیفہ بنائے گئے ۔ چنانچہ محمد بن اسمٰعیل البخاری تحریر فرماتے ہیں ۔ "اِجْتَمَعَتِ الْاَنْصَارُ اِلٰی سَعْدِبْنِ عِبَادَۃٍ فِی
سَقِیْفَۃِ بَنِیْ سَاعِدَۃٍ فَقَالَ مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْکُمْ اَمِیْرٌ" انصار سعد بن عبادہ کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے
اور کہنے لگے بھئی ایک بادشاہ ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے ۔"فَذَھَبَ اِلَیْھِمْ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
وَاَبُوْ عُبَیْدَۃَ ابْنُ الْجَرَّاحِ فَذَھَبَ عُمَرُ یَتَکَلَّمُ فَاَسْکَتَہٗ اَبُوْبَکْرٍ وَکَانَ عُمَرُ یَقُوْلُ وَاللّٰہِ مَا اَرَدْتُ بِذٰلِکَ اِلَّا
اِنِّیْ ھَیَّاْتُ کَلَامًا قَدْ اَعْجَبَنِیْ خَشِیْتُ اَنْ لَّا یَبْلُغَہٗ اَبُوْبَکْرٍ ۔" پس ابوبکر ۔عمر بن الخطاب اور ابوعبیدہ بن جراح
ان کے پاس پہنچے اور عمر تقریر کرنے کو بڑھے تو حضرت ابوبکر نے روک دیا اور عمر اس وقت یہ کہہ رہے تھے کہ خدا کی
قسم میرا اس سے کچھ اور مطلب نہ تھا صرف یہ کہ میں نے ایک تقریر تیار کی تھی جو مجھے اچھی لگی تھی اور میں ڈرتا تھا کہ
کہیں ایسا نہ ہو کہ ابوبکر اس بات تک نہ پہنچیں جو میری سمجھ میں آئی تھی ۔ پھر حضرت ابوبکر نے تقریر کی اور فرمایا نحن
اسراء وانتم الوزراء بھئی دو بادشاہوں کا ہونا تو ٹھیک نہیں ۔یوں کرو ہم بادشاہ بن جائیں اور تم وزیر ہو جاؤ ۔حباب
بن المنذر بول اٹھے خدا کی قسم ہم ایسا کبھی نہ کریں گے ۔تم کو بادشاہ نہ بنائیں گے ۔"مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْکُمْ اَمِیْرٌ"
ایک بادشاہ ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے ۔ پھر حضرت ابوبکر بولے ۔"لَا وَلٰکِنَّا الْاُمَرَاءُ وَاَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ" نہیں
یوں نہیں ہوگا ۔لیکن یوں ہونا چاہیے کہ ہم بادشاہ ہوں اور تم وزیر ۔ یہ قریش بزرگان عرب اور صاحب حسب ونسب

ہیں۔ "فبایعوا عمرُ او ابا عُبَیدۃِ الجَراحِ" پس عمر بن الخطاب یا ابوعبیدہ جراح سے بیعت کرلو۔ حضرت عمر بول اٹھے کہ ہم تم سے بیعت کریں گے تم ہمارے بزرگ ہو۔ ہم سب سے بہتر ہو اور رسولؐ اللہ کے ہم سب سے زیادہ محبوب ہو۔ "فبَایَعَہٗ وَبَایَعَہُ النَّاسُ" پس اول حضرت عمر نے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور پھر اور لوگوں نے۔ اس وقت ایک کہنے والے نے کہا۔ "قَتَلتُم سَعدَ بنِ عِبَادَۃِ" سعد بن عبادہ کو تم نے ہلاک کر دیا۔ انتہیٰ۔ ابن عبدربہ عقد الفربہ میں لکھتے ہیں کہ جس وقت ان کی بیعت ہوئی تو اوّل اوّل خطبہ پڑھا اور اس میں فرمایا اے لوگو میں تمہارا بادشاہ بنایا گیا ہوں درآنحالیکہ تم سے بہتر نہیں ہوں۔ پس اگر میں سیدھا ہوں تو میری متابعت کرو اور اگر کجی پر ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کراؤ الخ۔ باقی بعض حالات بیعت ہم حصہ اول میں درج کر چکے ہیں۔

خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب العدویؓ ہیں۔ ابن قتیبہ اپنی تاریخ میں بعد بعض حالات مرض ابوبکرؓ لکھتے ہیں۔ "ثُمَّ دَعَا عُثمٰنِ بنِ عَفَّانَ فَقَالَ اُکتُبْ عَھدِیْ فَکَتَبَ عُثمَانُ وَاُصَلّیِ عَلیِہِ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ۔ ھٰذَا مَا عَھِدَ بِہٖ اَبُوبَکر بنِ اَبِی القُحَافہ آخرُ عَھدِہٖ فِی الدُّنیَا نَازِحًا عَنھَا وَاَوَّلُ عَھدِہٖ بِالاٰخِرَۃِ دَاخِلاً فِیھَا اِنِّی اِستَخلَفتُ عَلَیکُم عُمَرَ بنِ الخَطَّابِ فَاِن تَرَوہُ عَدلَ فِیکُم فَذٰلِکَ ظَنِّی بِہٖ وَرَجَائِی فِیہِ وَاِن بَدَّلَ وَغَیَّرَ فَالخَیرَ اَرَدتُ وَلاَ اَعلَمُ الغَیبَ وَسَیَعلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَنقَلِبُونَ" خلاصہ یہ کہ حضرت ابوبکرؓ نے عثمان کو بلایا اور کہا کہ یہ میرا آخری عہد نامہ لکھو کہ میں نے تم پر عمر ابن الخطاب کو بادشاہ مقرر کیا ہے پس اگر تم دیکھو کہ وہ تم میں عدل کرتا ہے تو بس یہی میرا گمان ہے اور یہی اس سے امید رکھتا ہوں اور اگر دیکھو کہ اس نے دین محمدی کو بدل دیا اور سنت نبوی کو متغیر کر دیا تو خیر میری نیت تو اس کے بادشاہ بنانے میں بہتر ہی تھی۔ اور میں کوئی غیب داں تو ہوں ہی نہیں۔ "وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون" پھر مہر کر کے عہد نامہ سپرد کر دیا جب مہاجرین وانصار کو خبر پہنچی تو وہ آئے اور کہنے لگے کہ سنا ہے کہ تم نے ہم پر عمر کو بادشاہ بنا دیا ہے جبکہ تم اس کو پہچانتے ہو اور اس کی آفتوں اور مصیبتوں سے جو ہم پر نازل ہوتی ہیں واقف ہو۔ حالانکہ تم ہمارے سامنے ہو۔ پھر جب تم نہ ہو گے تو پھر ہمارا کیا حشر ہوگا۔ اور جب تم خدا سے ملاقات کرو گے۔ اور وہ سوال کرے گا تو کیا جواب دو گے فرمانے لگے کہ اگر خدا مجھ سے پوچھے گا تو میں کہہ دوں گا کہ میں نے اپنے نزدیک سب سے بہتر شخص کو ان پر بادشاہ بنا دیا ہے الخ۔ اہل شام مرض ابی بکر کی خبر پا کر انتظار میں تھے کہ دیکھیں کیا خبر آتی ہے اور کہہ رہے تھے کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں خلیفہ رسوؐل کا انتقال ہو جائے اور ان کے بعد عمر حاکم ہو پس اگر عمر ہی بادشاہ ہے تو ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور اس کو معزول کریں گے۔ اور مشورہ کر کے ایک شخص کو بھیجا وہ حاضر خدمت بادشاہ اسلام ہوا۔ پوچھا اہل شام کا کیا حال ہے۔ کہا۔ "سَالِمُونَ صَالِحُونَ وَلِوِلاَیَتِکَ کَارِھُونَ وَمِن شَرِّکَ مُشفِقُونَ" اچھے خاصے ہیں تمہاری حکومت سے کارہ اور تمہارے شر سے خائف اور ترساں ہیں۔ پھر حضرت نے دعا کی کہ خداوند مجھ کو ان کا دوست بنا دے۔ تب سب شامی ان کو مان گئے۔ انتہیٰ۔

خلیفہ سوم حضرت عثمان بن العفان الاموی ہیں۔ چنانچہ جب حضرت عمر کی وفات کا وقت قریب آیا تو لوگوں

نے خلافت کی بابت ذکر کیا۔ فرمایا اگر میں کسی کو بادشاہ بناجاؤں تو بھی ٹھیک ہے کیونکہ مجھ سے پہلے وہ بنا چکا ہے جو مجھ سے بہتر ہے (یعنی ابا بکر) اور اگر نہ بناؤں تو بھی ٹھیک ہے کہ رسول اللہ نے نہیں بنایا تھا۔ لیکن میں ایک جماعت کو تم پر اپنا قائمقام بناتا ہوں جن سے رسول اللہ راضی گئے ہیں۔ پھر علیؑ بن ابیطالب۔ عثمان بن عفان طلحہ بن عبداللہ زبیر بن العوام سعد بن ابی وقاص۔ عبدالرحمٰن بن عوف کو بلوایا۔ طلحہ اس وقت وہاں نہ تھے۔ پھر کہا کہ میں نے لوگوں کی حالت میں غور کیا تو ان میں نفاق و شقاق نہیں پایا۔ پس اگر میرے بعد کچھ جھگڑا پڑے تو تین دن مشورہ کرنا اگر طلحہ آ کر ملجائے تو بہتر ہے۔ ورنہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تیسرے دن ضرور ان چھ شخصوں میں سے بادشاہ بنا لینا۔ محمد عبدہ المصری شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں۔ "بَعْدَ مَوْتِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِجْتَمَعُوْا وَتَشَاوَرُوْا وَاخْتَلَفُوْا" یعنی عمر بن الخطاب کی موت کے بعد یہ لوگ جمع ہوئے اور مشورہ کیا تو اختلاف ہوا۔ طلحہ نے عثمان سے اتفاق کیا۔ زبیر نے علیؑ سے۔ اور سعد نے عبدالرحمٰن سے اور حضرت عمر نے یہ وصیت کر دی تھی کہ مجلس شوریٰ تین دن سے زیادہ نہ رہے اور جب اختلاف ہو تو اس سے اتفاق کرو اور اس کی طرف ہو جاؤ جدھر عبدالرحمٰن ہو۔ پھر عبدالرحمٰن اٹھا اور علیؑ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ آپ خدا سے عہد کریں کہ آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اور سیرت شیخین پر عمل کریں گے۔ فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ اپنے مبلغ علم اور اپنی قوت و طاقت پر عمل کروں گا۔ پھر عثمان سے یہ اقرار لیا انہوں نے اقرار کر لیا۔ تب عبدالرحمٰن نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ پھر جب ان سے اپنی حکومت کے زمانے میں زیادتیاں ہوتیں تو صحابہ کبار ان سے ناراض ہو گئے اور مسلمان ان کے قتل کے درپے اور لوگوں نے عبدالرحمٰن سے کہا یہ تمہارے ہاتھوں کی کرتوت ہے۔ کہا مجھے کیا خبر تھی کہ یہ ایسا کرے گا اور اسی وقت سے ان سے جدائی اختیار کر لی اور مرتے دم تک عثمانؓ سے کلام نہ کیا۔ یہاں تک کہ جب وہ مرض الموت میں عیادت کو آئے تو بھی ان سے منہ پھیر لیا۔ انتہیٰ۔ بعد ازاں محمد بن ابوبکر اور ان کے اصحاب اور اہل مصر اور دیگر صحابہ رسولؐ نے ان کی کارگذاریوں کی وجہ سے ان کا محاصرہ کر لیا پانی بند کر دیا حضرت علیؑ نے حسینؑ کو پانی لے کر بھیجا اور ان کی حفاظت کی وصیت کی۔ لوگوں نے ان پر بھی تیر برسائے اور حضرت حسنؑ زخمی بھی ہو گئے۔ محمد بن ابوبکر ڈرے کہ حسنؑ زخمی ہو گئے ہیں اب بنی ہاشم ہم سے بگڑ جائیں گے حضرت حسنؑ کے خون بہہ رہا تھا اور وہ حضرت عثمان کے گھر سے نکل کر اپنے گھر چلے گئے۔ اور لوگ محاصرہ کئے ہوئے کہہ رہے تھے کہ اے عثمان تو نے شریعت محمدیؐ کو بدلا ہے اور سنت رسولؐ کو متغیر کر دیا ہے۔ ہم قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ خلاصہ یہ کہ محمد بن ابوبکر اور ان کے اصحاب مکان میں گھس گئے اور ان کو قتل کر دیا۔ ان کی زوجہ چلائی کہ لوگو دوڑو۔ حسنینؑ دوڑے ہوئے ان کے گھر پہنچے مگر دیکھا کہ وہ قتل ہو چکے تھے روتے ہوئے باہر آئے پھر اور لوگوں کو خبر پہنچی اور وہ آئے۔ حضرت علیؑ اور طلحہ وغیرہما بھی آئے اور حضرت نے حسنینؑ کو طمانچہ مارا کہ کہاں تھے کہ یہ قتل ہو گئے؟ طلحہ نے کہا اے ابوالحسن تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ حسنینؑ کو مارتے ہو الخ۔ (کتاب السیاست والامامت صفحہ ۷۰ سے ۷۵ تک وغیرہا من التواریخ)۔

چہارم۔ امیر معاویہ بن ابی سفیان بن حزب بن امیۃ الاموی۔ بعد قتل عثمان بن العفانؓ نائلہ زوجہ عثمان نے

قتل عثمان کی خبر معاویہ کو شام میں پہنچائی اور ان کا خون بھرا کُرتا شام بھیجا۔ معاویہ وہ کُرتا لیکر منبر پر چڑھ گیا اور لوگوں کو خون کا بدلہ لینے پر برانگیختہ کیا اور شرجیل بن اسمطا الکندی حاکم حمص کے مشورہ سے خلافت کی بیعت اسی دن لی گئی اور سب کے عوض خون کا بدلہ علیؑ سے لینے کی تجویز ہوئی اور لوگوں کو جمع اور برانگیختہ کیا جائے گا اور ہوا فیما بین جو کچھ کہ ہوا۔ یہاں تک کہ جنگ صفین علیؑ اور معاویہ میں قائم ہوئی۔ اور معاویہ نے اصحاب علیؑ بن ابیطالب پر فرات کا پانی بند کر دیا۔ پھر اصحاب علیؑ بن ابیطالب سرداری حسینؑ بن علی گھاٹ پر غالب آئے اور چاہا کہ وہ بھی اصحاب معاویہ پر پانی بند کر دیں۔ حضرتؑ نے ایسا کرنے سے انکار کیا کہ یہ طریق اہل اسلام نہیں ہے (کتاب السیاست) پھر یزید کی ولی عہدی کے لئے معاویہ مکہ ومدینہ حج کے بھائی سے پہنچا۔ جب مدینہ منورہ پہنچا تو اہل مدینہ استقبال کو آئے اور ان میں کوئی قریشی نہ تھا۔ پوچھا وہ کیوں نہیں ہیں؟ کہا گیا ان کے پاس سواریاں نہیں ہیں۔ کہا ان کے پانی بھرنے کے اونٹ کہاں گئے۔ قیس بن سور بن عبادہ نے جواب دیا کہ افسرھا یوم بدر واحد وما بعد ھامن مشاھد رسولؐ اللّٰہ حِینَ ضربوك وضربو اباك علی الاسلام حتّٰی تلھو امراللّٰہ وانتم لہ کارھون فسکت معاویۃ یعنی انہوں نے ان کو جنگ بدر واحد وغیرھا جہادات رسولؐ اللہ میں فنا کر دیا جبکہ تم کو اور تمہارے باپ کو اسلام کی حمایت اور اس کی اشاعت میں مارا یہاں تک کہ امر خدا غالب ہو گیا درانحالیکہ تم کراہیت کرتے تھے اور تم کو ناگوار تھا۔ یہ سنکر معاویہ خاموش ہو رہا۔ تب قیس نے کہا کہ ہم کو رسولؐ اللہ نے حکم دیا ہے اور ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم صبر کریں۔ پھر معاویہ ایک جماعت قریش کے پاس سے گذرا تو سوائے عبداللہ ابن عباس سب تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ کہا اے ابن عباس تم کیوں نہ اٹھے؟ کیا اس لئے کہ ہم تمہارے اصحاب سے صفین میں لڑے؟ اس کا تم کو کچھ غم نہ کرنا چاہئے کیونکہ میرا ابن عم عثمان بھی تو مظلوم قتل کیا گیا ہے۔ ابن عباسؓ نے جواب دیا عمر ابن الخطاب بھی تو مظلوم مارا گیا۔ کہا اس کو تو کافروں نے قتل کیا۔ ابن عباس نے کہا اور عثمان کو کس نے قتل کیا تو وہ واجب القتل ہوئے۔ اور مظلوم نہ ہوئے۔ "فَقَالَ اِنَّا کَتَبْنَا فِی الْاٰفَاقِ نَنْھٰی عَنْ ذِکْرِ مَنَاقِبِ عَلِیٍّ وَاَھْلَبَیْتِهٖ فَکُفَّ لِسَانَکَ" ہم نے تمام اطراف وآفاق میں لکھ دیا ہے اور مناہی کر دی ہے کہ کوئی علیؑ اور اولاد علیؑ کے مناقب وفضائل کا ذکر نہ کرے تم بھی اپنی زبان بند رکھو۔ جواب دیا ہم کو قرآن پڑھنے سے روکتا ہے؟ کہا نہیں۔ تو کیا ہم کو تاویل قرآن سے روکتا ہے؟ کہا ہاں۔ تو کیا ہم قرآن پڑھیں اور یہ نہ پوچھیں کہ خدا نے اس آیت سے کیا مراد لی ہے؟ کونسی چیز ہم پر زیادہ واجب ہے۔ محض تلاوت قرآن یا اس پر عمل کرنا؟ کہا عمل کرنا۔ ابن عباسؓ نے کہا۔ تو جب نہ جانیں کہ مراد خدا کیا ہے اور قرآن نہ سمجھیں تو عمل کیسے کریں؟ کہا اس کی تاویل ان لوگوں سے پوچھو جو تم اور تمہارے خاندان کے خلاف تاویل وتفسیر قرآن کرتے ہیں۔ فرمایا۔ سبحان اللہ قرآن ہمارے گھر میں نازل ہوا اور ہم تاویل اس کی ابوسفیان کی اولاد سے پوچھیں۔ کیا ہم کو یہ حکم دیتا ہے کہ ہم قرآن پڑھیں اور جو کچھ حلال وحرام خدا نے نازل کیا ہے اس پر عمل نہ کریں کہا اچھا تم قرآن پڑھو اور اس کی تاویل کرو لیکن جو تمہاری شان میں خدا نے نازل کیا ہے اس کو بالکل بیان نہ کرو۔ اور اس کے سوا اور روایت کرو۔ فرمایا کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے

کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نور خدا کو پھونکیں مار مار کر بجھا دیں لیکن اللہ اس کو ضرور درجہ تمام وکمال پر پہنچائے گا۔ کہا اے ابن عباس تو اپنے اوپر رحم کر اور اگر ضرور ہے کہ تو ایسا کرے تو پوشیدہ کر اور خفیہ مناقب بیان کر کہ کوئی دوسرا نہ سنے۔ پھر مدینہ میں منادی کر دی گئی کہ جو شخص فضائل اہل البیتؑ بیان کرے گا اس کا خون مباح ہے۔ اور تمام بلاد میں حکم بھیج دیا کہ فضائل عثمان خوب بیان کئے جائیں۔ اور یزید کی ولی عہدی مستحکم کی گئی۔

پنجم۔ یزید بن معاویہ بن ابوسفیان بن حرب بن امیۃ الاموی لعنہ اللہ خلیفہ ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ "اَلْمُرَادُ بِالْاِجْمَاعِ اِنْقِیَادُھُمْ لِبَیْعَتِہٖ وَالَّذِیْ وَقَعَ اِنَّ النَّاسَ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ عَلِیّ اِلٰی اِنْ وَقَعَ اَمْرُ الْحَکَمَیْنِ فِیْ صِفِّیْنِ فَتَسَمّٰی مُعَاوِیَۃُ یَوْمَئِذٍ بِالْخِلَافَۃِ ثُمَّ اِجْتَمَعَ النَّاسُ عِنْدَ صُلْحِ الْحَسَنِ ثُمَّ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی وَلَدِہٖ یَزِیْدُ وَلَمْ یَنْتَظِمِ الْحُسَیْنُ اَمْرٌ بَلْ قُتِلَ قَبْلَ ذٰلِکَ" یعنی اجماع اور اجتماع سے مراد یہ ہے کہ یہ تمام لوگ اس خلیفہ کی بیعت کر لیں اور ایسا اجماع جو واقع ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اول ابوبکر پھر عمر پر پھر عثمان پر لوگ مجتمع ہوئے اور بعد ازاں علیؑ پر اجماع ہوا تا اینکہ حکمین کا معاملہ صفین میں پیش ہوا اور اس وقت معاویہ خلافت پر نامزد ہوا اور صلح حسنؑ کا معاملہ درست ہوا ہی نہیں اور ان کی حکومت قائم نہ ہوئی بلکہ اس سے پہلے ہی شہید ہو گئے۔ اور محمدؐ بن اسمٰعیل بخاری ص ۱۰۵۳ پر نافع سے روایت کرتے ہیں کہ جب اہل مدینہ نے بعد واقعہ حرہ یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی اور اس سے بیزار ہو گئے تو ابن عمر نے اپنے تمام نوکر چاکر اور اولاد واحفاد کو جمع کیا اور کہا میں نے نبیؐ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ روز قیامت ہر ایک غادر کے لئے ایک علم نصب کیا جائے گا اور ہم نے اس شخص (یزید) سے بیعت خدا و بیعت رسولؐ پر بیعت کی ہے اور میرے نزدیک اس سے زیادہ کوئی غداری اور بدعہدی نہیں ہے کہ آدمی ایک شخص سے بیعت کرے۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے اور پھر اس سے لڑنے کو کھڑا ہو جائے اور تم میں سے جس نے اس کی بیعت کو خلع کیا میں اس سے بیزار ہوں اور میرے اور اس کے درمیان کوئی تعلق نہیں اور یہی خلع بیعت یزید میرے لئے عذر قتل کو کافی ہے۔ یہ ابن عمر علی کی خلافت کے ہمیشہ سے منکر تھے اول سے معاویہ سے بیعت کی تھی اور بعد ازاں یزید کو پیشوا تسلیم کیا تھا۔ اس پیشوائے امت محمدیؐ اور خلیفۃ المسلمین کے بعض اوصاف کی طرف ہم حصہ اول میں اشارہ کر چکے ہیں یہاں صرف یہ عرض کرتے ہیں واقدی سے سیوطی نقل کرتے ہیں کہ عبداسد بن الحنظلہ بن الغسیل نے کہا کہ ہم یزید کے خلاف نہیں اٹھے مگر جبکہ ہم کو خوف تھا کہ ہم پر آسمان سے پتھر برسیں اور عذاب خدا نازل ہو وہ ایسا شخص تھا کہ سوتیلی ماؤں، بیٹیوں، بہنوں سے جماع کرتا تھا۔ شراب پیتا تھا اور تارک الصلوٰۃ تھا۔ علامہ ذہبی سے منقول ہے کہ باوجود اس شراب خواری اور ان فواحش ومنکرات وقبائح وشنائع جب اس نے اہل مدینہ پر ظلم وستم کیا ان کی ہتک حرمت کی ان کو ڈرایا اور خوف زدہ کیا تو سب لوگ اس کے مخالف ہو گئے۔ اور علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا تھا کہ جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اور خوف زدہ کیا اس کو اللہ ڈرائے گا اور اس پر خدا اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ گویا ایسا شخص ملعون دہر ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے بعض اشارات آئندہ آئیں گے۔

ششم۔ مروان بن الحکم بن العاص بن امیۃ الاموی خلیفہ ہے۔ بعد موت یزید شام میں مروان بن الحکم کے لئے بیعت لی گئی۔ اور علامہ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ روح بن رنباع نے مروان سے کہا کہ میرے ساتھ چار سو آدمی ہیں میں ان کو حکم دوں گا کہ وہ سب مسجد میں جمع ہو جائیں اور تو اپنے بیٹے عبدالعزیز کو کہو کہ منبر پر جا کر خطبہ پڑھے اور لوگوں کو تیری بیعت کی دعوت دے اور میں ان سب کو حکم دے دوں گا کہ وہ سب کہیں۔ صدقت (تم سچ کہتے ہو) بس یہ لوگ یہ گمان کریں گے کہ میں نے ان کو بیعت کا حکم دیا ہے۔ اور صبح کو عبدالعزیز نے خطبہ پڑھا اور کہا اس سے زیادہ سزاوار بیعت خلافت اور کوئی نہیں ہے اور اس کی تعریف کی اور لوگوں کی بیعت کی۔ اسی کی شان میں ایک مجمع عام میں سَیِّدَ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ریحانہ رسولؐ نے حسینؑ بن علیؑ نے فرمایا تھا۔ اِنِّیْ لَآ اَعْلَمُ اِنَّ فِی الْاَرْضِ مَلْعُوْنُ بْنُ مَلْعُوْنٍ غَیْرُ هٰذَا یعنی میں سوائے اس شخص کے اور کسی کو ملعون بن ملعون نہیں سمجھتا ہوں۔ اور مروان سے خطاب کر کے کہا۔ تجھ سے اور تیرے باپ سے زیادہ دشمن خدا اور رسولؐ خدا و اہل بیتؑ مصطفےٰ مابین جابلقا و جابلسا اور کوئی نہیں ہے اور علامت صداقت کی یہ ہے کہ جب تجھ کو غصہ آئے گا تو تیری چادر تیرے کندھے سے گر پڑے گی ابھی وہ اپنی جگہ سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اس کو غصہ آیا اور کانپا اور اس کی چادر کندھوں سے گر گئی۔

ہفتم۔ عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ الاموی۔ قبل وفات ابن زبیر اس نے شام میں بیعت خلافت لی اور مصر و شام پر غالب ہو گیا۔ پھر رفتہ رفتہ عراق پر غلبہ حاصل کیا۔ اور بعد قتل ابن الزبیر سب ملک پر غالب ہو گیا۔ اور علامہ سیوطی کے لفظوں میں اس دن سے اس کی خلافت و بادشاہت صحیح اور بالکل مستحکم ہو گئی۔ اس کے بعد ابن عمر کو قتل کرایا۔ اور حجاج کو ۷۴ھ میں مدینہ کا حاکم بنا کر بھیجا۔ اس نے مدینہ پہنچتے ہی اہل مدینہ پر سختی شروع کی اور بقیہ اصحاب رسولؐ کو ذلیل کیا اور ان کی گردنوں اور ہاتھوں پر داغ دئے۔ مثل انس۔ جابر بن عبداللہ الانصاری۔ سہل بن سعد الساعدی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ (سورہ البقرہ: ۱۵۶) اس کے زمانے میں بہت سے شہر اور ملک بادشاہت میں شامل ہوئے۔ علامہ یہ بھی لکھتے ہیں۔ عبدالملک سب سے زیادہ گندہ ذہن تھا اور چھ ماہ کا پیدا ہوا تھا۔

ہشتم۔ ولید بن عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابوالعاص بن امیہ الاموی بادشاہ مسلمین۔ اور اس سلسلہ میں خلیفہ رسول ہے۔ علامہ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ جب عبدالملک کی موت کا وقت قریب آ گیا تو اس نے اپنی تمام اولاد و احفاء کو جمع کر کے وصیت کی کہ آپس میں صلح رکھو چھوٹے بڑوں کی عزت کریں اور بڑے چھوٹوں کی۔ اور اپنے بھائی ولید کو مسلم حاکم تسلیم کرو۔ جب عبدالملک نے انتقال کیا تو ولید منبر رسولؐ پر گیا اور خطبہ پڑھا اور لوگوں سے بیعت لی اور تمام ممالک میں لکھ دیا گیا کہ بیعت کی جائے۔ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ روح بن زنباع نے بیان کیا۔ میں مرض الموت میں عبدالملک کے پاس گیا تو اس نے کہا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کس کو ولی عہد بناؤں۔ میں نے کہا ولید کو کیوں نہیں بناتے؟ کہا اس کو تو نحو نہیں آتی۔ یعنی عربی ٹھیک نہیں پڑھ سکتا ولید نے یہ سنا تو تمام علماء علم نحو کو جمع کیا اور چھ ماہ ان کی شاگردی میں بیٹھا رہا۔ اور پھر بھی وہاں سے پہلے سے زیادہ جاہل نکلا۔ اور علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ ولید جابر و ظالم تھا اور لکھتے ہیں کہ اس کے زمانے میں بھی زمین ظلم و جور سے پُر ہو گئی تھی۔ اس

کے زمانے میں اندلس وغیرہ فتح ہوئے اور بہت سے ممالک سلطنت مسلمین میں داخل ہوئے۔

نہم۔ سلیمان بن عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابوالعاص بن امیۃ الاموی اپنے بھائی ولید کے بعد بادشاہ مسلمین قرار پایا۔ اور اس کی بیعت کی گئی۔ علامہ جلال الدین لکھتے ہیں کہ اس کے محاسن میں سے یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز اس کا وزیر تھا۔ اور اس نے حجاج کے عاملوں کو معزول کر دیا۔ اور اول وقت نماز کا حکم دیا۔ اور یہ مشہور و معروف کھانے والوں میں سے تھا۔ ایک وقت ایک دستر خوان پر ستر انار ایک بڑا گوسفند چھ مرغیاں اور ایک ٹوکرا کشمش کھا گیا۔ وغیرہا۔ اس کے وقت میں بھی فتوحات ہوئیں۔ مگر عمر نے زیادہ وفا نہ کی۔

دہم۔ یزید بن عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیۃ الاموی۔ سلیمان کی وفات کے بعد بعض سلسلہ تواریخ کے مطابق عمر بن عبدالعزیز بن مروان بادشاہ ہوا اور یہ تمام شاہان امویہ میں نیکوکار تر تھا۔ تاریخ خمیس وغیرہ میں لکھا ہے کہ معاویہ کے وقت سے علیؑ اور اولاد علیؑ پر برسر منبر اور علیٰ رؤس الاشہاد سب وشتم و لعن طعن ہوتا تھا اور ڈھونڈ ڈھونڈ کے دوستان علیؑ قتل کئے جاتے تھے۔ اس نے اپنی حکمت عملی سے اس بدرسم کو بند کرایا۔ بعض علماء نے اس کو اس سلسلہ کے خلفاء میں شمار کیا ہے۔ لیکن بتحقیق یہ ہے اور اس کے افعال و اعمال سے ظاہر ہے کہ یہ اس سلسلہ میں منظّم و منسلک نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس سلسلہ کا دسواں خلیفہ یزید بن عبدالملک ہے۔ اس نے چالیس روز تک تو سیرت عمر ابن عبدالعزیز پر عمل کیا بعد ازاں اس سے پھر گیا اور اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

یازدہم۔ ہشام بن عبدالملک بن مروان الاموی بادشاہ مسلمین قرار پایا۔ اور یہ چوتھا فرزند عبدالملک ہے اور تاریخ الخلفاء میں مروی ہے کہ مصعب زبیری نے کہا ہے کہ عبدالملک نے خواب میں دیکھا کہ اس نے چار مرتبہ محراب مسجد میں پیشاب کیا ہے۔ سعید ابن المسیب سے اس کی تعبیر پوچھی گئی تو کہا اس کی اولاد سے چار بیٹے بادشاہ ہوں گے۔ صورت توجیہ ظاہر ہے محتاج بیان نہیں۔ اس کے بعد کچھ اور تشخیص خلیفہ میں اختلاف ہے کہ وہ کون ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ اس سلسلہ کا بارہواں خلیفہ عبدالملک کا پوتا ہے۔

دوازدہم۔ ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان الاموی ہے۔ علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ لَمَّا مَاتَ یَزِیْدُ وَقَعَ اِخْتِلَافٌ اِلٰی اَنْ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ بَعْدَ قَتْلِ ابْنِ الزُّبَیْرِ ثُمَّ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی اَوْلَادِهِ الْاَرْبَعَةِ الْوَلِیْدَ ثُمَّ سُلَیْمَانَ ثُمَّ یَزِیْدُ ثُمَّ هِشَامَ وَتَخَلَّلَ بَیْنَ سُلَیْمَانَ وَیَزِیْدَ عُمَرُ بْنِ عَبْدِالْعَزِیْزِ فَهُوَ لَاءِ سَبْعَةٌ بَعْدَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ وَالثَّانِیْ عَشَرَ هُوَ الْوَلِیْدُ بْنُ یَزِیْدَ بْنِ عَبْدِالْمَلِكِ اِجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَیْهِ لَمَّا مَاتَ بَعْدَ هِشَامِ قَوْلِیْ نَحْوَ اَرْبَعِ سِنِیْنَ ثُمَّ قَامُوْا عَلَیْهِ فَقَتَلُوْهُ وَانْتَشَرَتِ الْفِتَنُ وَتَغَیَّرَتِ الْاَحْوَالُ مِنْ یَوْمَئِذٍ وَلَمْ یَتَّفِقْ اَنْ یَّجْتَمَعَ النَّاسُ عَلٰی خَلِیْفَةٍ بَعْدَ ذٰلِكَ الخ یعنی یزید کے بعد اختلاف پیدا ہوا یہاں تک کہ لوگ عبدالملک پر جمع ہوئے پھر اس کے چار بیٹوں پر اتفاق ہوا۔ یعنی ولید۔ سلیمان۔ یزید۔ ہشام اور سلیمان اور یزید کے درمیان عمر بن عبدالعزیز ہوا۔ پس چار خلفاء راشدین کے بعد یہ سات ہوئے۔ اور بارہواں۔ ولید بن یزید بن عبدالملک۔ ہشام کے بعد امت محمدی کا اس پر اجماع ہوا۔ چار سال

بادشاہ اسلام رہا۔ پھر لوگ کھڑے ہوئے اور اس کو قتل کر دیا۔ پھر فتنے پھیل گئے اور حالات متغیر ہو گئے اور اس دن سے پھر کسی خلیفہ پر اجماع نہ ہوا گویا یہی خاتم الخلفاء ہے۔ نیز علامہ موصوف کی یہ تحقیق ہے کہ۔ "اِنَّهٗ كَانَ فَاسِقًا شَارِبًا لِلْخَمْرِ مُنْتَهِكًا حُرُمَاتِ اللّٰهِ ارادا الحجّ يَشْرَبُ فَوْقَ ظَهْرِ الْكَعْبَةِ فَمَقَتَه النَّاسُ لَفِسقهٖ وَخَرَجُوا عَلَيْهِ فَقُتِلَ"۔ یعنی ولید فاسق۔ شراب خوار۔ حرمات اللہ کی ہتک کرنے والا ظالم جابر تھا۔ اس نے اس لئے حج کا ارادہ کیا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب پئے اس کے فسق و فجور کی وجہ سے کچھ لوگ اس کے دشمن ہو گئے اور اس کو قتل کر دیا۔ اور تاریخ الخمیس میں مروی ہے کہ ام سلمہ کے بھائی کے ایک بچہ پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام ولید رکھا آنحضرتؐ نے فرمایا فراعنہ کے نام پر اس کا نام رکھتے ہو۔ اس امت میں ایک مرد ہوگا جس کا نام ولید ہوگا اور وہ اس امت کے لئے فرعون (موسیٰ سے) زیادہ سخت ہے اور مجمع الزوائد میں بھی یہی مضمون ہے۔ اس کو احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا ہے۔ اس تاریخ میں اس کے افعال شنیعہ و قبیحہ سے بہت کچھ مذکور ہے من جملہ اس کے یہ ہے کہ ایک دن اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس نے اپنی لڑکی کو اپنی دایہ کے پاس بیٹھا دیکھا اس پر پھاند پڑا اور ازالہ بکارت کر دیا۔ اس عورت نے کہا اے ولید یہ تو مجوسیوں کا مذہب ہے جو بیٹی سے جماع کرتے ہیں تو برجستہ یہ شعر پڑھا۔

مَنْ رَاقِبَ النَّاسَ مَاتَ غَمًّا وَفَازَ بِاللَّذَّةِ الْجَسُوْرُ

یعنی جس نے لوگوں کا خوف کیا وہ غم سے مرا اور جس نے جرأت و جسارت کی اس نے مزے اُڑائے۔

جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم

ایک دن قرآن شریف کھولا تو پہلے پہل یہ آیت نکلی۔ "وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ" (سورہ ابراہیم: ۱۵) (انہوں نے کھولا یا فال نکالی اور فتح چاہی درآنحالیکہ خائب و محروم ہے کہ ایک جبار سرکش) تو اس نے قرآن شریف سے خطاب کر کے کہا "اَتُهَدِّدُنِیْ" کیا تو مجھے ڈراتا ہے۔ اور یہ کہہ کر قرآن شریف بند کر دیا اور اس کو تیر لگانے شروع کئے یہاں تک کہ قرآن پارہ پارہ کر ڈالا اور پھر یہ شعر پڑھنے لگا۔

اَتُوْعِدُ كُلَّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ فَهَا اَنَا ذَاكَ جَبَّارٌ عَنِيْدٌ
اِذَا لَاقَيْتَ رَبَّكَ يَوْمَ حَشْرٍ فَقُلْ يَا رَبِّ مَزَّقَنِي الْوَلِيْدُ

کیا تو ہر ایک جبار عنید کو دھمکاتا ہے۔ یہ کے وہ شخص جبار عنید ہے۔ جب تو اپنے پروردگار سے روز حشر ملے تو کہنا اے پروردگار مجھ کو ولید نے ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور لکھا ہے کہ ایک دن صبح کی اذان ہوئی تو اس کے پاس ایک لونڈی تھی۔ اور اس کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ پس اٹھا اور اس سے جماع کیا۔ اور قسم کھائی کہ آج وہی لونڈی بحالت جنابت لوگوں کو نماز پڑھائے۔ اس نے اپنے کپڑے پہنے اور بھیس بدلا اور مسجد میں جا کر لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ اور یہ ولید اپنی سوتیلی ماؤں سے جماع کرتا تھا۔ "وغیرها ممن الشنائع والقبائح يتبرأ منها الزفاوقة والملاحدة والبراهمة" ۱۲۶ھ میں وفات پائی اور اس پر خلفاء اثنا عشر کا خاتمہ ہوا۔ جن کی بابت آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ "لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا اِلٰى اثْنَیْ عَشَرَ مِنْ قُرَيْشٍ فَاِذَا مَضَوْا سَاخَتِ الْاَرْضُ بِاَهْلِهَا" یعنی یہ

دین بارہ خلفاء تک برابر قائم رہے گا جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ جب وہ سب زمین سے اٹھ جائیں گے تو زمین مع اہل زمین منخسف ہو جائے گی اور متزلزل ہو کر فنا ہو جائے گی۔ جیسا کہ عکبری نے الابانہ میں انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے۔ اور اسی قدر بیان سلسلہ اجماعیہ قومیہ کے خلفاء کا حال معلوم کرنے اور ان کے اسماء سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے کافی ہے۔ تاکہ خلافت کی حقیقت و ماہیت اور اس کا معیار معلوم ہو جائے۔ اس سلسلہ کے موافق دین اسلام اب دنیا سے اٹھ چکا۔ "والعاقل تکفیه الاشارة" ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ خلفاء اور اولی الامر ہی آئمہ اور پیشوائے خلق ہیں۔ لہٰذا اس سلسلہ کی رو سے امت محمدیؐ کے بارہ امام جن کے تمام افعال و اعمال و اقوال کا اتباع مسلمان پر فرض ہے یہی ہادیان دین میں اور ان کی اطاعت مطلقاً واجب ہے اور ان کی اطاعت رسولؐ کی اطاعت ہے اور رسولؐ کی اطاعت خدا کی اطاعت اس لئیم ان کی اطاعت عین اطاعت خدا ہے۔ اور کلام حمید مجید اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے کہ ہر شخص کا حشر اس کے امام کے ساتھ ہوگا اور وہ اس کے ساتھ بلائے جائیں گے۔ اور علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں بحوالہ علی بن ابیطالبؑ روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا۔ "اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ اَبْرَارُهَا اُمَرَاءُ اَبْرَارِهَا وَفُجَّارُهَا اُمَرَاءُ فُجَّارِهَا" یعنی امراء اولی الامر جو پیشوائے دین اور آئمہ خلق ہیں وہ سب قریش ہی سے ہوں گے۔ فاسق و فاجر فاجروں کے امام ہوں گے اور نیکوکار نیکوکاروں کے "وقال الله تباك وتعالٰی اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (سورہ الفاطر: ۱۳،۱۴) بیشک ابرار جنت النعیم میں ہوں گے اور فجار نار جحیم میں۔ وكلّ شئی یرجع الٰی اصله

علیؑ خلیفہ نہیں ہیں

تحقیقات مذکورہ بالا سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس سلسلہ اجماعیہ میں علیؑ شامل نہیں ہیں۔ اور وہ خلیفۃ المسلمین نہیں کہلا سکتے۔ اول تو اس لئے کہ جو معنی اس خلافت کے ہیں وہ اُن کے لئے صادق ہی نہیں آتے۔ کیونکہ معنیٰ یہ بیان، ہو چکے ہیں کہ سب لوگ اس خلیفہ کی اطاعت قبول کر لیں اور سب تابع حکم ہو جائیں۔ اور واقعات و تواریخ شاہد ہیں کہ یہ اجماع جناب امیرؑ کو حاصل نہیں ہوا۔ دوم عام مسلمان آیہ استخلاف کو اس سلسلے کے خلفاء کی شان میں لیتے ہیں اور اس میں خلفاء کی ایک صفت یہ ہے کہ اس کو غلبہ اور تمکین بر دین حاصل ہو اور حضرت علیؑ کو یہ غلبہ اور تمکین حاصل نہ ہو۔ لوگ نکث بیعت کر کے ان سے لڑتے رہے اور تمام عمر اُن کو لڑائیوں سے فرصت نہ ملی۔ اور اس لئے بعض علماء نے تو صاف لکھ دیا ہے۔ کہ حضرت علیؑ پر یہ آیہ استخلاف صادق نہیں آسکتی اور عبداللہ بن عمر کبھی جناب امیرؑ کی خلافت کے قائل نہ ہوئے۔ سوم عثمان بن عفان کے قتل کے بعد علیؑ کے مقابل میں ہزاروں آدمی معاویہ کو خلیفہ بنا چکے اور بیعت کر چکے۔ پھر حضرت علیؑ کو اجماع امت کہاں نصیب ہوا۔ اس لئے وہ اس سلسلہ کے خلیفہ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ چہارم صحیح بخاری میں مروی ہے کہ جس نے کسی پیشوا کی بیعت کر لی اور مان لیا تو جہاں تک اس سے ہو سکے اس کی اطاعت کرے۔ اور "فَاِنْ جَاءَ الْاٰخِرُ يُنَازِعُهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْاٰخِرِ" پس اگر دوسرا اس سے اس میں جھگڑا کرنے آئے تو اس دوسرے کی گردن مار دو وہ واجب القتل ہے۔ اور یہ مسلمات سے ہے اور

یقیناً خلیفہ رسولؐ کا مخالف اور محارب واجب القتل ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہے کہ جناب امیر بعد عثمان بن عفان خلیفہ تسلیم کئے گئے تو پھر ان کے محاربین و منازعین طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ کن میں شامل ہوں گے؟ اس کی رو سے اہل اسلام کے نزدیک یہ اور معاویہ خلیفہ وقت پر خروج کرنے والوں میں شمار ہوں گے اور واجب القتل سمجھے جائیں گے کیونکر ہو سکتا ہے کہ خلیفہ وقت کا دشمن اس سے لڑنے والا حکمین کے مگر واضح سے خلیفہ بن جائے اور احادیث موجود ہیں کہ محارب علیؑ محارب رسولؐ اور محارب خدا اور مبغوض مغضوب الٰہی ہے۔ اور اہل اسلام اس پر راضی نہ ہوں گے کہ علی کی خلافت کی خاطر معاویہ کو ایسا سمجھیں اور اس سے قطعاً بیزار ہو جائیں۔ ممکن نہیں کہ خلافت علی اور خلافت معاویہ بن ابی سفیان دونوں صحیح ہو جائیں کسی اسلامی اصل کی رو سے صحیح نہیں ہو سکتیں۔ پس علیؑ اس سلسلے کے خلیفہ اور امام نہیں ہیں۔ پنجم ثابت ہے کہ خلیفہ اور امام مفترض الطاعۃ ہے اور یہ بیعت اس لئے ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور اس کے احکام کو مانا جائے۔ اس سے ہدایت لی جائے۔ اس سے معارف دین معلوم کئے جائیں۔ اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے۔ اور مسلمان حضرت علی کے لیے ایسا نہیں کرتے۔ کوئی مسئلہ دینی نہیں ہے جس کو علیؑ سے لیتے ہوں اور ان کی رائے پر عمل کرتے ہوں۔ اور ان کے علم و فضل سے فائدہ اٹھاتے ہوں۔ کتب صحاح موجود ہیں معمولی لڑکوں سے ہزارہا احادیث مروی ہیں مگر جناب امیرؑ ماب علم محمدیؐ اور بحار علوم سے معارف و احکام دین میں کچھ بھی نہیں چند حدیثیں جن کی تعداد پچیس سے زیادہ نہ ہو گی مروی ہیں وہ بھی معارف توحید و نبوت وغیرہ اصول میں اور نہ عبادات میں۔ بلکہ دیگر فروعات اور جزئیات اور معمولی مسائل میں کتب صحاح کا مطالعہ کیجئے۔ حالانکہ تواریخ شاہد ہیں کہ تمام علوم میں علیؑ سب سے افضل تھے اور اصل عالم قرآن وہی ہیں مگر کسی مسئلہ میں ان کا قول نہیں لیا جاتا۔ پھر کیونکر ان کو امام مانا گیا ہے کیونکر ان کو پیشوا تسلیم کیا گیا ہے؟ کیونکر ان کو ہادی دین محمدیؐ قرار دیا ہے؟ کیا محض بدنام کرنے کے لئے؟ منبروں پر سب و شتم کرنے کے لئے؟ ان کی اولاد کو زہر اور تیغ ظلم و قہر سے قتل اور ذبح کرنے کے لئے؟ کیا بات مسلمانوں نے اس خلیفہ سے حاصل کی؟ کون سی اصل دین اس سے اخذ کی اور اس پر عمل کیا؟ کون سے مسائل و قضایا و احکام فرمائشات پر کاربند ہوئے؟ بلکہ بخاری تو ابن شیرین سے یہ روایت بھی پیش کرتے ہیں کہ "كُلُّ مَا يُرْوَىٰ عَنْ عَلِيٍّ فَهُوَ كَذِبٌ" جو کچھ علی سے مروی ہے وہ سب جھوٹ ہے۔ ہرگز ہرگز ایک چشم زدن کے واسطے حضرت علیؑ کو واقعی خلیفہ رسولؐ تسلیم نہیں کیا گیا۔ اور وہ کسی طرح اس سلسلہ کے خلفاء میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اور کیونکر ہو سکتے ہیں وہ آفتاب خلافت الٰہیہ کے برج اول اور اول باب علم محمدیؐ ہیں ان کو اس خلافت اجماعیہ قومیہ سے کیا تعلق۔ یہ سلسلہ علیحدہ ہے اور یہ علیحدہ۔ "وبینهما بون بعد" وہ منصوص من اللہ و من الرسولؐ خلیفہ خدا و خلیفہ رسولؐ ہیں ان کو اس مسلمانوں کی خود ساختہ خلافت سے کیا نسب وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا۔

خاتمہ

(نتائج خلافت اجماعیہ قومیہ)

اختلاف خلافت و معیار خلافت

یہ پہلا نتیجہ نص کو چھوڑ کر ان اصول اجماع وشوریٰ اور غلبہ کو معیار خلافت رسول قرار دینے کا پہلا نتیجہ ہے کہ آج تک محققین اسلام یہ نہ طے کر سکے کہ بارہ مشخص و معین خلیفہ کون ہیں جن پر بعد رسولؐ مدار دین اسلام ہے۔ کوئی کسی کو قرار دیتا ہے اور کوئی کسی کو۔ مثلاً علامہ جلال الدین سیوطی۔ بارہ خلیفہ یہ بتلاتے ہیں۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ۔ معاویہ، یزید، عبدالملک بن مردان۔ ولید بن عبدالملک۔ یزید عبدالملک۔ سلیمان بن عبدالملک۔ ہشام بن عبدالملک اور ان کے درمیان میں عمر بن عبدالعزیز بن مروان کو داخل کرتے ہیں اور بارہواں ولید بن یزید بن عبدالملک جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ فقہ اکبر میں بارہ کی تعداد یوں پوری کی گئی ہے۔ خلفاء اربعہ۔ معاویہ۔ یزید۔ عبدالملک بن مروان۔ عبدالملک کے چار بیٹے اور عمر بن عبدالعزیز۔ عبداللہ بن عمر سے ابن عساکر ان بارہ آئمہ اور خلفاء کی یوں تشخیص و تعیین کرتے ہیں۔ اصحاب ثلثہ معاویہ۔ یزید سفاح۔ سلام۔ منصور۔ جابر۔ مہدی۔ امین امیر الغضب۔ ابن حجر العسقلانی وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ ایک دوسرے مقام پر علامہ سیوطی بارہ میں حسنؑ بن علی کو بھی داخل کر لیتے ہیں۔ اور اس طرح تعداد پوری کرتے ہیں خلفاء اربعہ۔ حسنؑ بن علیؑ۔ معاویہ۔ ابن زبیر۔ عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں یہ آٹھ ہوئے۔ ان میں چار اور ملائے جائیں ایک تو مہدی عباسی کو داخل کرو کہ وہ عباسیوں میں ایسا ہے جیسا کہ بنی امیہ میں عمر بن عبدالعزیز۔ اور دوسرا طاہر واثق کہ وہ بھی عادل تھا۔ باقی رہے دو ان کے منتظر رہو۔ جن میں سے ایک مہدی اہل بیت رسولؐ ہے۔ سبحان اللہ کیا سلسلہ ہے۔ مگر تحقیق وہ ہے جو عبداللہ بن جعفر بن بن ابیطالب سے مروی ہے اور جو انہوں نے معاویہ کے سامنے بیان کیا کہ رسولؐ خدا نے اس سلسلے کے بارہ خلفاء یہ بتلائے ہیں۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ معاویہ۔ یزید۔ مروان۔ عبدالملک بن مروان۔ اور اس کے چار بیٹے اور ولید بن یزید بن عبدالملک اس غیر معقول اور غیر منصوص معیار خلافت اجماعیہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ولید کے بعد ایک ایک وقت میں کتنے ہی خلیفہ بن بیٹھے۔ پانچویں صدی میں صرف اندلس میں پانچ شخص خلیفہ کہلاتے تھے اور اس کے مدعی تھے۔ اور ان کے علاوہ اور بلاد واقطار ممالک اسلامیہ میں علویہ وغیر علویہ۔ وخوارج خلیفہ بنے ہوئے تھے۔ جیسا کہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ اگر تحقیق اور تشخیص کی جائے تو ایک ہی وقت میں بارہ خلیفہ مل جائیں گے۔ اور مسلمانوں پر ایک وقت میں بارہ خلفاء کی اطاعت واجب ہوگی۔ درآنحالیکہ ایک دوسرے کے عمل واعتقاد دونوں میں بالکل مختلف ہو۔

بنی امیہ و خلافت اجماعیہ

دوسرا نتیجہ اسی معیار خلافت کا یہ ہے کہ بنی ہاشم کے مقابل اور ابواب علوم کو چھوڑ کر پیشوائے خلق بنی امیہ قرار پائے۔ اور ان میں خصوصیت سے بنی مروان۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری عمر بن سعید سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے دادا کے ساتھ مسجد نبی میں ابو ہریرہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور ہمارے ساتھ مروان بھی تھا۔ ابو ہریرہ نے کہا رسولؐ خدا نے فرمایا ہے۔ "هَلَاكُ اُمَّتِيْ عَلٰى اَيْدِيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ" میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھ پر ہوگی۔ مروان نے یہ سن کر کہا خدا ان لڑکوں پر لعنت کرے۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ اگر میں چاہوں تو بتلا سکتا ہوں کہ وہ کس کی اولاد ہیں راوی کہتا ہے جب ہم شام میں گئے اور ہم نے اولاد مروان کے بادشاہوں کو دیکھا تو وہ جوان لڑکے تھے تو ہمارے دادا نے دیکھ کر کہا غالباً وہ لڑکے جو امت محمدی کو ہلاک کرنے والے ہیں یہی ہیں۔ ہم نے کہا آپ ہی زیادہ جانتے ہیں ص ۱۰۴۶ اور علامہ دیلمی نے روایت کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا۔ "اوّل ممن یبدل دینی رجل من بنی امیة" یعنی پہلا وہ شخص جو میرے دین کو دل دے گا وہ بنی امیہ میں سے ایک شخص ہے۔ اور یہ بھی روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "شَرُّ قَبَائِلِ الْعَرَبِ بَنُوْ اُمَيَّةَ وَحَنِيْفَةَ وَثَقِيْفَ" بدترین قبائل عرب بنی امیہ حنیفہ اور ثقیف ہیں۔ اور حاکم و ابن عسا کرنے عائشہ سے روایت کی ہے کہ جبرئیلؑ نے خبر دی کہ میں نے تمام مشارق و مغارب زمین کو لوٹ پوٹ کیا پس میں نے محمد مصطفیٰؐ سے افضل کوئی نہ پایا اور میں نے تمام مشارق و مغارب زمین کو لوٹا تو کوئی بنی اب بنی ہاشم سے افضل نہ پائے۔ اور مسلمہ بن الاکوع سے طبرانی نے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا اے عمار تجھ کو ایک گروہ باغی قتل کرے گا تو ان کو جنت کی طرف بلاتا ہوگا اور وہ تجھ کو آتش جہنم کی طرف۔ اور مسلم ہے اور تمام تواریخ میں مذکور ہے۔ کہ معاویہ اور اس کے اصحاب نے عمار یاسر کو قتل کیا۔ اور قاضی بیضاوی وغیرہ نے اس آیت کی تفسیر میں۔ "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْآنِ" لکھا ہے کہ رسولؐ خدا نے خواب میں دیکھا کہ میرے منبر پر کچھ بندر چڑھتے ہیں اور لوگوں کو پچھلے پاؤں میرے دین سے لوٹاتے ہیں۔ خائف و ترساں اٹھے اور خواب بیان کیا تو جبرئیلؑ نے یہ آیت پڑھی اور کہا مروان سے بنی امیہ ہیں انتہیٰ۔ اور قاسم بن الفضل المدنی نے یوسف بن سعد سے روایت کی ہے کہ بعد صلح حسنؑ ایک شخص نے حسنؑ بن علیؑ سے کہا آپ نے صلح کر کے لوگوں کو ذلیل کر دیا۔ فرمایا مجھ کو سرزنش نہ کر۔ جب رسول اللہؐ نے بنی امیہ کو اپنے منبر پر خواب میں دیکھا تو ان کی تسلی کے لئے سورہ کوثر اور سورہ قدر نازل ہوئی کہ تمہارے لئے شب قدر بنی امیہ کی ہزار ماہ کی حکومت سے بہتر ہے۔ قاسم کہتے ہیں کہ ہم نے حساب کیا تو حکومت بنی امیہ کے پورے ہزار مہینے ہوتے ہیں۔ غرض جس کی لاٹھی اس کی بھینس اصل معیار خلافت قرار دینے سے آئمہ دین یہ لوگ قرار پائے چنانچہ مذکور ہوا کہ اس سلسلہ میں دس بنی امیہ ہیں جن میں بعض ایسے فاسق و فاجر و ظالم و جبار مثل یزید و ولید وغیرہا ہیں کہ فساق عالم ان سے شرم کرتے ہیں کہ کوئی بدکار سے بدکار اپنے کو یزید یا یزیدی کہلوانا پسند نہیں کرتا اور یہ امام و پیشوائے امت ہیں۔ اور اگر یہ بارہ خلفاء رسول جن پر اجماع امت ہوا اور

ملک فتح ہوئے۔ ان کو غلبہ وسلطنت حاصل ہوئی بارہ آئمہ نہیں ہیں اور آئمہ اہلبیت کو بھی امام تسلیم نہیں کیا جاتا ہے تو پھر کوئی بارہ اماموں۔ بارہ اوصیاء رسولؐ۔ بارہ خلفاء راشدین بارہ اولیاء اللہ کا پتہ ونشان دیا جائے۔ پس ضرور عام مسلمانوں کو انہی بارہ کو پیشوا ماننا پڑے گا۔ اور مانتے ہیں۔ حالانکہ علماء تفسیر "لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ" (سورہ البقرہ: ۱۲۴) میں لکھتے ہیں کہ اس آیت نے قیامت تک فاسقین کی امامت کو باطل کر دیا۔ کوئی فاسق و فاجر امام نہیں ہوسکتا۔ نہ معلوم یزید وولید سے زیادہ فاسق کون ہوگا۔ "فاعتبروا یا اولی الابصار۔"

اختراع مذاہب و تجدید نبوت

یہ تیسرا نتیجہ اس معیار خلافت کا ہے کہ اسلام میں مختلف فرقے بنے چنانچہ خلفاء ثلثہ تک کوئی فرقہ بندی نہ تھی سوائے اس امر خلافت بظاہر آپس میں کسی مسئلہ اسلامی میں مذہبی اختلاف نہ پایا جاتا تھا چار پانچ یا سترہ طرق سے نماز نہ پڑھی جاتی تھی۔ جنگ صفین کے بعد مسلمان دو فرقے کہلائے معاویہ نے اپنے ساتھیوں کا نام "اھل السنۃ والجماعتہ" رکھا۔ اور کہا "نَحْنُ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجماعۃ" اور علیؑ کے ساتھ شیعیان علی کہلائے۔ یہاں تک کہ اس اختلاف اولی کی جڑ موٹی اور تازی ہو کر پھول پھل لائی۔ دوسری صدی کے شروع میں مذہب حنفی بنا۔ بعدازاں مالکی۔ پھر شافعی و حنبلی۔ اور ایک سو ہجری سے ۲۴۰ تک چار مذہب بن گئے۔ اور فیصلہ کرلیا گیا اور فتویٰ ہو گیا "حق ان چار میں دائر ہے" جو ان چار سے خارج ہو وہ اسلام سے خارج ہے۔ حالانکہ خلافت خلفاء ثلثہ کے وقت میں ان میں سے کوئی بھی مذہب ایجاد نہ ہوا تھا اور تمام اہل اسلام اور خلفاء راشدین واصحاب رسولؐ ان سے خارج تھے۔ پھر کسی مذہب والے کو اپنی حقانیت وصداقت پر پورا یقین نہیں اور لکھتے ہیں کہ "مَذْھَبُنَا حَقٌّ وَیَحْتَمِلُ الْبَاطِلُ" ہمارا مذہب حق ہے درآنحالیکہ احتمال باطل کا رکھتا ہے۔ وَمَذْھَبُ غَیْرِنَا بَاطِلٌ وَیَحْتَمَلُ الْحَقَّ وَالصِّدْقَ" ہمارے (حنفی) سوا دوسروں کا مذہب باطل ہے اور حق وصدق کا اس میں احتمال موجود ہے۔ ممکن ہے وہی حق ہو۔ غرض کسی طرف یقین نہیں۔ کیونکہ کوئی اصل ومعیار واقعی حقانیت وصداقت کا نہیں ہے۔ یہ اصول مذاہب یا بڑے بڑے ڈویژن تھے پھر ان کی شاخیں نکلی ہیں اور نکل رہی ہیں اور نہ معلوم کہاں منتہی ہوں گی۔ دلائل وجود یہ حقانیت وصداقت کو ترک کر کے یہ خود ساختہ دلیلیں خلافت وامامت کے دلائل قرار دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ آئے دن نئے نبی اور امام بنتے رہتے ہیں اور کچھ نہ کچھ لوگ ان کے پیچھے لگ جاتے ہیں کیونکہ ان کے پاس کوئی مسلم معین ومقرر معیار نہیں جس سے حق وباطل کو پرکھ سکیں اور جانچ لیں کہ کون امام حق ہے اور کون امام حق نہیں ہے۔ جس نے آواز بلند کی اس کے پیچھے ہولئے

"ھمج رعاعٌ اتباع کلّ ناعق"

اور اس کا یہ نتیجہ ہے کہ کوئی حد حدود اسلامی سے قائم نہیں۔ توحید اور معارف توحید سے لیکر جس قدر احکام اسلامی ہیں سب میں مسلمانوں میں اختلاف موجود ہے۔ حتی کہ خود حدِ اسلامی ہی باقی نہیں کہ آخر تعریف وحد اسلام کیا ہے۔ کونسی وہ صفت ہے جس سے مسلمان مسلمان کہلاتا ہے اور کونسی وہ حد ہے جس میں داخل ہو کر دائرہ اسلامی

میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور جو اس سے خارج ہو وہ خارج از حد اسلام سمجھا جاتا ہے۔ وہ کونسی بات ہے جس کے مرتکب ہونے سے مسلمانی سے نکل جاتا ہے۔ ایک شخص خدا کو مجسم مانتا ہے وہ بھی مسلمان ہے۔ دوسرا اس کو معاذ اللہ امرد لڑکے کی صورت بتلاتا ہے وہ بھی مسلمانوں میں شامل ہے ایک اس کو عرش پر بیٹھا ہوا تسلیم کرتا ہے۔ دوسرا اس کی چمکتی ہوئی پنڈلی دیکھ کر سجدے میں گر پڑتا ہے تیسرا اس کی موٹی ٹانگ سے جہنم کے نہ بھرنے والے پیٹ کو بھر دیتا ہے۔ اور یہ سب دائرہ اسلام میں داخل ہیں کیونکہ معین ومقرر نہیں ہے کہ حد توحید اسلامی کیا ہے۔ اسی طرح حد نبوت وامامت کا حال ہے کہ ایک طرف سے تو اول خلیفہ رسولؐ کو بہترین مخلوقات کہا جاتا ہے۔ ان کے فضائل ومحامد میں کتب لکھی جاتی ہیں۔ دوسری طرف یزید وولید خلفاء رسولؐ کے شنائع وقبائح افعال ورذائل اخلاق سے تواریخ کے کالم سیاہ ہیں۔ مگر دونوں خلیفہ رسول اللہؐ۔ دونوں امام وقت مفترض الطاعۃ واجب الاتباع نہ معلوم معیار خلافت وہ ہے جو حضرت ابوبکر میں ثابت اور تسلیم کیا جاتا ہے اور صدیق اکبر اور بہترین خلق کا خطاب دیا جاتا ہے۔ یا وہ جو یزید وولید میں متحقق ہے۔ ایک طرف دبی زبان سے بعض حضرات علیؑ کو نائب رسولؐ بتلاتے ہیں دوسری طرف امیر معاویہ کو خلعت خلافت عطا کر رہے ہیں۔ جس کو رسولؐ باغی فرماتے ہیں۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ جو فاسق ہو امام نہیں ہوتا۔ مورخین افسق الفاسقین کو امام زمان بنا کر حسینؑ سید شباب اھل الجنۃ۔ ریحانہ رسولؐ اور دلبند بتول کو اپنے جد کی تیغ سے شہید ہونے والا۔ واجب القتل اور خارجی بتلاتے ہیں۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ بات مسلم نہیں ہے کہ خلیفہ یا امام اگر بداعتقاد ہو جائے اور بدعات اعتقادیہ کا مرتکب ہو تو وہ منصب امامت وخلافت سے گرا دیا جائے گا چہ جائیکہ بداعتقاد ہو کر اسلام سے خارج ہو جائے۔ مسلم بن حجاج اور ان کے رواۃ جابر بن یزید الجعفی کی ستر ہزار یا از روئے بعض نسخ قلمی پچاس ہزار احادیث رسولؐ جو کل باقر العلومؑ سے بسلسلہ ذہبیہ اہلبیت رسولؐ مروی ہیں اس لئے نہیں لیتے اور قابل اعتماد نہیں سمجھتے کہ وہ آخر میں رجعت اہلبیت کے قائل ہو گئے تھے جو شیعوں کے اعتقادات سے مخصوص ہے حالانکہ تعریف اور حد اسلام میں لکھتے ہیں کہ جو خدا رسولؐ۔ ملائکہ۔ انبیاءؑ اور کتب انبیاء اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ مومن ہے۔ محل استدلال میں دلالت خلافت چار کہی جاتی ہیں یعنی۔ اجماع۔ شوریٰ۔ غلبہ اور نص مگر علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خلیفہ پر غالب آجائے اور اس کو تصرف سے روک دے تو پھر اس غاصب کے حال میں نظر کریں گے اگر وہ ٹھیک کام کرے اور عدل سے چلے تو اس کو خلیفہ کی نصرت کریں گے اور اس کو اس کے تصرف سے نکالیں گے۔ بحث میں کہا جاتا ہے کہ رسولؐ نے نص نہیں کی اور کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ اور جب حضرت ابوبکرؓ کی ہسٹری لکھی جاتی ہے تو اول میں احادیث کہیں سے آجاتی ہیں کہ رسول نے ان کو خلیفہ بنایا تھا حالانکہ حضرت موصوف "منا امیر ومنکم امیر" کے جواب میں کوئی حدیث رسولؐ پیش نہیں کرتے۔

تمام عالم میں کسی شے کی صداقت وحقانیت کی دلیل اس کے وجود کے وقت ثابت کی جاتی ہے اور خدا قرآن میں صاف طور سے اصل دلیل دلیل وجودی قرار دیتا ہے اور بنی اسرائیل کے جواب میں فرماتا ہے کہ ہم نے طالوت کو بادشاہ بنایا ہے اور اس کی بادشاہت کی دلیل یہ ہے کہ وہ علم اور جسم (قوت وطاقت) میں تم سب سے بڑھا

ہوا ہے۔ مال و دولت وسلطنت دلائل صداقت وحقانیت نہیں ہیں۔ یہاں دلائل وجود سے بالکل چشم پوشی کر کے خلفاء رسوؐل کی صداقت وحقانیت کی دلیل ان کے عدم کے بعد پیدا کی جاتی ہے کہ وہ جانشین برحق اس لئے تھے کہ بعد مرنے کے رسولؐ کے پاس دفن ہو گئے مدلول کے فنا ہو جانے کے بعد دلیل کا وجود قابل غور مسئلہ ہے۔ "فاعتبروا یا اولی الالباب" عام طور پر کہا جاتا ہے اور یہی اصل اعتقاد ہے کہ امامت وخلافت منصوص من اللہ نہیں ہے اور قرآن میں خلافت خلفاء رسوؐل کا کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ خدا اور رسوؐل کو خلیفہ بنانے کی ضرورت تھی اور پھر نبوت خلافت خلیفہ اول میں آیہ غار پیش کی جاتی ہے کہ یہ آیت ان کی خلافت پر وال ہے۔ حالانکہ ظاہر الفاظ آیہ وال ہیں کہ آیت مقام مذمت اصحاب رسولؐ میں نازل ہوئی ہے نہ مدح اصحاب میں۔ "اِلَّا تَنۡفِرُوا یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا وَیَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ وَلَا تَضُرُّوۡهُ شَیۡئًا وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ هُمَا فِی الۡغَارِ اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" (سورہ توبہ: ۳۹،۴۰) اگر تم اس کی مدد نہ کرو گے تو خدا تم کو سخت عذاب کرے گا اور تمہارے سوا اور لوگ اس کی نصرت کے لئے پیدا کر دے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر شئے پر قادر ہے اگر تم رسوؐل کی مدد نہ کرو گے تو کچھ پروا نہیں اللہ نے اس کی مدد کی ہے۔ ایک اس وقت جبکہ اس کو کافروں نے گھرے نکالا اور وہ دو میں سے دوسرا تھا۔ (دوسرے اس وقت) جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔ (تیسرے اس وقت) جبکہ وہ رسولؐ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ محزون نہ ہو خدا ہمارے ساتھ ہے اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ کے خطاب میں تمام اصحاب رسولؐ داخل ہیں اور تین مقاموں پر انہوں نے اس کی مدد نہ کی۔ علیؑ کو خلیفہ چہارم کہا جاتا ہے۔ اور آیہ استخلاف خلفاء کی شان میں بتلائی جاتی ہے۔ مگر علیؑ کے لئے نہیں۔ اس کے لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی خلافت پر کوئی دلیل اور کوئی آیت نہیں ہے۔ یہاں ہماری غرض صرف یہی ہے کہ کوئی قاعدہ۔ کوئی اصل کوئی حد کسی حکم اسلامی میں باقی نہیں رہی۔ ایک طرف جملہ فسق و فجور بد اعتقادیوں اور الحاد کا مرتکب مسلمان ہے۔ دوسری طرف جملہ محامد وفضائل اخلاق سے متصف خدا کا قائل رسوؐل کا قائل کتاب اللہ کا قائل معاد کا قائل صوم وصلوٰۃ کا قائل اور حج وزکوٰۃ کا قائل و عامل کافر کہلاتا ہے کیونکہ علیؑ کو دوست رکھتا ہے۔ ہر ایک فرقہ اسلامی ایک دوسرے کی تکفیر کرتا ہے۔ سنی شیعوں کو کہتے ہیں اور عوام شیعہ سنیوں کو۔ مقلد غیر مقلد کو اور شافعی حنفی کو وعلی ہذا القیاس۔ پھر نہ معلوم مسلمان کون ہے؟ شاید جناب فخر رازی صاحب کی تفسیر کے مطابق بہترین مسلمان ومومن یہودی اور کچھ نصاری ہوں چنانچہ ان کی تفسیر سے مستنبط ہوتا ہے کہ جس قدر آیات قرآن مدح مومنین امت محمدؐ وفضائل ومناقب محمدؐ وآل محمدؐ میں ہیں سب انہوں نے اپنی سخاوت سے یہودیوں کی نذر کر دی ہیں۔ اور اس بے اصولی کی وجہ سے آج پاک اسلام بوجہ اختلاف مسلمین مضحکہ مشرکین بنا ہوا ہے۔ ایک نماز جو رکن دین ہے اور جو محض قول پیغمبرؐ نہیں ہے بلکہ فعل پیغمبرؐ ہے جس کو تیئس سال ادا کیا ہے وہ مسلمانوں میں ایک درجن سے زیادہ طریقوں سے پڑی جاتی ہے اور معلوم نہیں ہوتا کہ حد نماز کیا ہے۔ اور نماز پیغمبرؐ کی کونسی ہے ثقلین جدا ہونے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ "ربّ اهد قومی انهم لا یعلمون۔"

زوال اسلام

اس اختلاف ونفاق کا یہ نتیجہ ہے کہ آج اسلام سب سے مغلوب و مقہور ہیں اور کیوں نہ ہو صادق مصدق پیغمبرؐ کی پیشین گوئی کبھی جھوٹی نکل سکتی ہے؟ آپ فرما گئے تھے۔ اگر میری امت گمراہ نہ ہو جائے گی تو کوئی قوم اس کے مقابلہ پر نہ کھڑی ہو سکے گی۔ (دیکھو ینابیع المودہ) لسان جب ہی مغلوب ہو سکتے ہیں اور ان کے مقابل دوسرے جب ہی کھڑے ہو سکتے ہیں جبکہ یہ دین سے پھر جائیں۔ اور مغلوبیت اہل اسلام شاہد و محسوس ہے اس لئے ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ موافق حکم پیغمبرؐ مسلمان دین سے پھر گئے۔ "وَبَدَّلُوا تَبْدِيلًا۔ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِاَنْفُسِهِمْ" (سورہ انفال: ۵۳) مسلمانوں نے ضرور دین محمدی و سنت رسولؐ کو بدلہ دیا ہے۔ ورنہ ہرگز ان کی ایسی حالت نہ ہوتی کیونکہ خدا جب کسی قوم کو کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو پھر اس کو چھینتا نہیں (کہ وہ غنی مطلق ہے اور جو اوپر حق سخی دے کر واپس نہیں لیا کرتا) جب تک وہ اپنی حالت نہ بدل دیں۔ صورت اسلام اس زمانے میں مسخ ہو گئی ہے۔ اور نہ معلوم آئندہ کیا ہوگا وَقَدْ قَضِيَ الْاَمْرُ۔ "وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا۔"

خلافت اجماعیہ و واقعہ ہائلہ

عظیم ترین وخطرناک ترین نتائج خلافت اجماعیہ سے قتل اولیاء اللہ ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت علیؑ شہید ہوئے۔ اسی کی خاطر شاہ روم سے منگا کر زہر قاتل حسنؑ بن علیؑ کے لئے بھیجا گیا۔ اور یہ مصلحت خلافت یہاں تک منتہی ہوئی کہ وہ خوفناک وہ ہولناک وہ وہ۔ الم انگیز وخوں خیز واقعہ اسلام میں واقع ہوا کہ جس کی شناعت اور ننگ و عار کی سیاہی قیامت تک مسلمانوں کی پیشانی سے نہ مٹے گی۔ جس نے عالم کے جگر چاک کر دیے۔ جس نے خون کے دریا بہائے اور جو قیامت تک مومنین کی آنکھوں سے خون کے چشمے جاری رکھے گا اور جس خونی منظر کے خون کا جوش۔ غلط اندازی۔ ابد فریبی۔ حق پوشی۔ حق کشی۔ احسان فراموشی۔ عصبیت۔ جہالت۔ ناصبیت۔ اور کینہ کیشی کی خاک ڈالنے سے مثل حضرت یحییٰ نہ دے گا۔ جس نے زمین کو ہلایا اور آسمان سے خون برسایا۔ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں جب حسینؑ شہید ہو گئے تو دنیا کی یہ حالت تھی کہ دھوپ سات دن تک دیواروں پر مثل خون آلودہ چادروں کے نظر آتی تھی اور ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر ایک دوسرے پر گرتے تھے۔ اور امام مظلوم دس محرم کو شہید ہوئے تھے اس دن آفتاب کو گہن لگا حالانکہ یہ بالکل خلاف قواعد نجوم ہے اور تمام اطراف آسمان پر سرخی دکھلائی دی اور آفاق عالم سرخ ہو گئے۔ اور اس دن بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ خون نکلتا تھا۔ اور لشکر عمر سعد میں جس قدر ورس تھی خاکستر ہو گئی اور ناقہ لشکر حسینی کو یزیدیوں نے ذبح کیا تو اس سے آگ روشن ہو گئی اور جب پکایا تو اس کا گوشت مثل علقم کے کڑوا ہو گیا۔ اس مصلحت میں خاندان نبوی تباہ ہوا۔ ذریت رسول برباد ہوئی

صد حیف کہ کربلا میں گھر زہرا کا
ایسا اجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا

اور ہمیشہ اہل بیتؑ نبوی پر ظلم ہوتے رہے۔ کوئی جلاوطن کیا گیا کسی کو زہر دیا گیا اور کسی کو قتل۔ "فَقُتِلَ مَنْ قُتِلَ وذُلج مَنْ ذُبِحَ وَسُبِیَ مَنْ سُبِیَ وَاقْصِیَ مَنْ اقصی وَجَرَی القَضَاءَ لَهُمْ جَایرحی اله حُسْنُ الْمَثُوبَة"

فرمان خلافت اجماعیہ

بعد ولی عہدی وشوریٰ ونص معاویہ اور اجماع امت جب یزید پلید کی خلافت قائم ہوگئی تو بقیہ اس عبا جو کانٹا سا کھٹک رہا تھا اس کو نیست ونابود کرنے کی فکر کی۔ حاکم مدینہ کو بیعت حسینؑ کی بابت لکھا۔ ابومخنف لکھتے ہیں کہ معاویہ نے آخری وقت میں یزید کو لکھا جبکہ وہ کہیں باہر تھا "اے بیٹے تمام ممالک تابع فرمان اور تمام گردنیں تیرے آگے خم ہوگئی ہیں اور میں سوائے حسینؑ کے اور کسی سے خوف نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ تیری بیعت نہ کرے گا۔ جب وہ تخت خلافت پر بیٹھا تو ولید کو مدینہ میں لکھا کہ تمام اہل مدینہ سے میری بیعت لے لے اور جو انکار کرے اس کا سر میرے پاس بھیج دے۔ حسینؑ نے بیعت سے انکار کیا۔ اور آپ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے۔ "وَاللّٰہِ لَا یُعْطِی یَدَ اعْطَاءِ الذَّلِیْلِ وَلَا اَقِرَّ قرار العبید" خدا کی قسم میں کبھی ذلیلوں کی طرح بیعت نہ کروں گا اور نہ غلاموں کی طرح بھاگوں گا۔ اور مروان کے مشورہ بیعت پر فرمایا۔ اسے مروان یزید کون ہے جس کی بیعت کی مجھے نصیحت کرتا ہے؟ حالانکہ تو جانتا ہے کہ وہ شراب خوار اور جھوٹا ہے۔ تو نے بڑی نادانی کی بات کہی ہے۔ اے خدا کے دشمن کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ اہل بیت رسولؐ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ میں نے اپنے نانا رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ آل ابوسفیان اور طلقاء کے لئے خلافت حرام ہے۔ جب معاویہ کو میرے منبر پر بیٹھے دیکھو تو اس کا پیٹ چاک کر دینا۔ اہل مدینہ نے اس کو منبر رسولؐ پر دیکھا اور پیٹ چاک نہ کیا خدا نے ان کو یزید کے پھندے میں پھنسایا۔

حکم خلافت اور فرزند رسولؐ کی مدینہ رسولؐ سے جدائی اور ہجرت

آخر کار تنگ ہوئے۔ مدینہ میں رہنا دشوار ہوگیا۔ ہجرت کا ارادہ کرلیا اور شب کے وقت نانا کی قبر پر گئے۔ ابومخنف لکھتے ہیں قبر عطر سے لپٹ کر روئے اور عرض کیا "اے نانا میں آپ کے پاس اور آپ کی قبر سے جبراً نکالا جاتا ہوں۔ کیونکہ میں نے یزید شراب خوار اور فاسق وفاجر کی بیعت نہیں کی ہے۔" آپ رو ہی رہے تھے کہ آنکھ لگ گئی۔ نانا کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے گلے سے لگالیا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا۔ "یا ولدی یا حَبِیْبِی اِنِّی اَرَاکَ عَنْ قَتِیْلٍ مُرَمَّلًا بِدِمَائِکَ مَذْبُوحًا مِنْ قَفَاکَ بارض یُقَالُ لَهَا کَرْبَلَا وَاَنْتَ عَلَشَانٌ" اے میرے فرزند اے میرے پیارے میں تجھے دیکھ رہا ہوں تو عنقریب اپنے خون میں لوٹے گا۔ اور پیاسا پس گردن سے ذبح کیا جائے گا ایک زمین میں جسے کربلا کہتے ہیں۔ اور تیرے دشمن میری شفاعت کی امید رکھتے ہوں گے۔ ہرگز خدا میری شفاعت انہیں نہ پہنچائے گا۔ اے پیارے۔ تیرے والدین۔ بھائی۔ چچا سب تیرے مشتاق ہیں اور تیرے لئے جنت میں ایک درجہ عالیہ ہے جو شہادت ہی سے حاصل ہوگا اور علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ حسینؑ خواب ہیں میں اپنے نانا کے منہ کو تکتے تھے اور رو رو کے عرض کرتے تھے۔ "یَا جَدَّاہُ لَا حَاجَةَ لِیْ فِی الرُّجُوْعِ اِلَی الدُّنْیَا خُذْنِی اِلَیْکَ وَاَدْخِلْنِی مَعَکَ فِی قَبْرِکَ" اے نانا مجھے دنیا میں واپس ہونے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ مجھ کو اپنے پاس

لے لیجئے اور اپنی قبر میں سلا لیجئے۔ فرمایا بیٹا صبر کرو۔ تمہیں دنیا میں واپس جانا ضرور ہے۔ تا کہ درجہ شہادت پر فائز ہو۔ پھر جنت البقیع میں تشریف لے گئے بھائی کی قبر سے رخصت ہوئے۔ مادر گرامی کی قبر پر آئے اور رو رو کر عرض کیا۔ ''اے اماں تم پر میرا اسلام ہو حسینؑ تم سے رخصت ہونے آیا ہے اور یہ آخری زیارت ہے۔ رخصت ہو کر گھر واپس گئے۔ محمد بن حنیفہ کو وصیت لکھی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وصیت ہے حسینؑ کی ابن الحنیفہ کو میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا وحدہ لاشریک ہے۔ اور محمدؐ اس کے برگزیدہ بندے اور رسولؐ ہیں اور دوزخ و بہشت حق ہے۔ اور قیامت ضرور آنے والی ہے۔ اور خدا سب مردوں کو قبر سے اٹھائے گا۔ اور میں غرور و تکبر سے نہیں نکلا اور ظلم و فساد کے لئے نہیں جاتا ہوں میں اپنے نانا کی امت کی اصلاح کے لئے جاتا ہوں کہ ان کو نیکی کا حکم دوں اور بدی سے روکوں۔ جو حق قبول کرے تو خدا حق کا سزاوار ہے۔ جو رد کرے۔ میں اس پر صبر کروں گا تا اینکہ خدا میرے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے وھو احکم الحاکمین۔

بقول اکثر مورخین تین شعبان کو پردگیاں چادر عصمت کو لے کر شب ہی میں موسیٰ بن عمران کی طرح یہ آیت پڑھتے ہوئے مکہ روانہ ہوئے۔ ''وَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (سورہ قصص:۲۱) جب لوگوں نے عرض کیا آپ نانا کی قبر سے کیوں جدا ہوئے ہیں؟ تو فرمایا'' اپنے اختیار سے نہیں نکلتا ہوں جب حرم خدا میں بھی دلبند رسولؐ کو امان نہ ملی تو ۸ ذی الحجۃ الحرام کو عراق کا قصد کیا۔ اور حج کو عمرے سے بدل کر باچشم گریاں وہاں سے کوچ کیا۔ کربلا پہنچے اور خیمے لگا دیئے۔

دربار خلافت سے قتل کا پروانہ عمر سعد کا ورود اور بندشِ آب

جب حسینؑ مظلوم ارض کربلا میں وارد ہوئے اور یزید کا فرمان قتل حسینؑ کی بابت ابن زیاد کو پہنچ چکا۔ ابن زیاد نے عمر سعد کو سردار لشکر بنا کر کربلا روانہ کیا۔ عمر سعد کا قاصد آیا اور حسینؑ سے دریافت کیا آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ جواب میں فرمایا مجھ کو اس ملک والوں نے خطوط لکھے اور مجھے بلایا۔ اب اگر تم کو میرا آنا ناگوار ہے۔ اور اب رائے کچھ اور ہوگئی ہے تو میں واپس جاتا ہوں۔ عمر سعد نے یہی مضمون جواب حسینی ابن زیاد کو لکھ بھیجا۔ کہ حسینؑ کہتے ہیں کہ مدینہ واپس چلے جائیں یا کسی اور سرحد کو نکل جائیں۔ یا یزید کے پاس زندہ بھیج دیئے جائیں۔ بعدازاں جو کچھ ہو دیکھا جائے۔ ابن زیاد نے عمر سعد کا یہ خط پڑھ کر لکھا۔ ''اَلْاٰنَ اذ عَلَّقَتْ مَخَالِبُنَا بِه يَرْجُوا النَّجَاتَ وَلَاتَ حِينَ مَنَاص'' اب جبکہ ہمارے پنجوں میں پھنس گئے ہیں حسینؑ بچنے کی امید رکھتے ہیں۔ اب وقت جاتا رہا۔ ابن زیاد کو یہ خبر بھی پہنچائی گئی کہ عمر سعد حسینؑ سے گفتگو کرتا ہے۔ شمر ذی الجوشن کو بلا کر نصیحت کی اور چار ہزار سوار دے کر اس کو بھی کربلاء روانہ کیا اور عمر سعد کو لکھا میں نے تجھ کو اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تو لیت و لعل کرے اور جنگ میں تاخیر۔ اور حسینؑ کو نجات کی امیدیں دلائے۔ ان کی عذر خواہی نہ کر اور میرے پاس ان کا شفیع نہ بن۔ دیکھ اگر حسین میرا حکم مان لیں تو میرے پاس بھیج دے۔ پھر میں اپنی رائے ان کے باب میں دیکھوں گا۔ اور اگر وہ نہ مانیں تو ان پر حملہ کر اور اُن کو قتل کر دے۔ اور جب میرا یہ حکم پہنچے تو حسین کو مہلت نہ دے اور ان پر سختی کر اور پانی ان

پر بند کر دے جیسا کہ عثمان پر اس کے محصور ہونے کے دن کیا گیا تھا۔ اور جب قتل کر دے تو ان کو مثلہ کر کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں اور بعد قتل اُس کی سینے اور پشت پر گھوڑے دوڑا۔ اور اس کی لاش کو پامال کر دے کیونکہ وہ باغی اور بڑا ظالم ہے "وَلَسْتُ اَرٰی اَنَّ هٰذا یَضُرُّ بَعْدَ الْمَوْتِ شَیْئًا" اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ فعل مرنے کے بعد کچھ ضرر نہ پہنچائے گا۔" اگر تو نے ہمارے حکم کی اطاعت کی تو ہم تجھ کو بہترین جزا دیں گے ورنہ تو لشکر کی سرداری سے جدا ہو جا اور شمر کو سپرد کر دے جب یہ حکمنامہ شمر ذی الجوشن کی معرفت عمر سعد کو پہنچا تو اس نے اعلان جنگ کر دیا۔

امام حسینؑ نے اتمام حجت کیا لشکر کفار کے آگے تلوار ٹیک کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں تم کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ سب نے کہا کیوں نہیں ہم جانتے ہیں کہ آپ فرزند دختر رسولؐ ہیں فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میرے نانا رسولؐ ہیں؟ میری ماں فاطمہؑ دختر رسولؐ ہے؟ میرا باپ علی مرتضیٰ ہے؟ میری نانی خدیجہ ہیں؟ سید الشہد احمزہ میرے باپ کے چچا ہیں؟ اور جعفر طیّار میرے چچا ہیں؟ سب نے ایک زبان ہو کر کہا۔ کیوں نہیں ہم سب جانتے ہیں۔ فرمایا۔ کیا پہچانتے ہو کہ یہ رسولؐ اللہ کی تلوار ہے جو میں لٹکائے ہوں اور یہ عمامہ رسولؐ ہے جو میں سر پر رکھے ہوئے ہوں۔ (اپنی وراثت ثابت کر رہے ہیں) کیا تم جانتے ہو کہ میرے باپ علیؑ ابنؑ ابیطالب سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اور سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ علیم تھے۔ اور وہ ہر ایک مومن اور مومنہ کے مولیٰ ہیں۔ سب نے کہا ہاں کیوں نہیں ہم سب کچھ جانتے ہیں۔ فرمایا پھر کس لئے میرا خوں مباح جانتے ہو حالانکہ میرے باپ روز قیامت کوثر سے لوگوں کو دھکیلیں گے اور لواء حمد میرے بابا کو روز قیامت عطا ہو گا۔ "قَالُوا قَدْ عَلِمْنَا ذٰلِكَ كُلَّه وَنَحْنُ غَیْرُ تَارِكِیكَ حَتّٰی تَذُوقَ الْمَوْتَ عَطْشًا" سب نے کہا ہم سب کچھ جانتے ہیں۔ اور ہم ہرگز تم کو نہ چھوڑیں گے تا اینکہ پیاسے شربت مرگ سے سیراب ہو۔ بعض روایات میں یہ تصریح ہے کہ حضرتؑ کے اس فقرے کے جواب میں کہ پھر کیوں میرا خون بہانا حلال جانتے ہو۔ سب نے کہا۔ "نَقْتُلُكَ لِبُغْضِ اَبِیكَ" تیرے باپ کی دشمنی کی وجہ سے ہم تجھ کو قتل کرتے ہیں۔" اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا۔ اے لوگو تم نے قرآن مجید نہیں پڑھا ہے کیا شرائع اسلام سے واقف نہیں ہو جو فرزند رسولؐ کے قتل کے لئے جمع ہوئے ہو اور اس پر جمے ہوئے ہو۔ اور اس کو ظلم و ستم سے شہید کرتے ہو۔ اے لوگو یہ آب فرات موجیں مار رہا ہے اور اس میں کتے۔ سور۔ شرک و مجوس پیتے ہیں اور تمہارے نبی کی آل پیاس سے مر رہی ہے۔ "قَالُوا وَاللّٰهِ لَا تَذُوقُ الْمَاءِ بَلْ تَذُوقُ الْمَوْتَ غُصَّةً بَعْدَ غُصَّةٍ وَجُرْعَةً وَبَعْدَ جُرْعَةٍ" یعنی سب نے باتفاق کہا واللہ تم پانی ایک قطرہ نہ پی سکو گے۔ بلکہ گھٹ گھٹ کر جان دو گے اور گھونٹ گھونٹ کر کے پیالہ موت نوش کرو گے (لعنهم الله واتباعهم واشیاعهم واذنا بهم فی الدنیا والاٰخرة) حضرتؑ واپس آئے اور اصحاب سے فرمایا ان لوگوں پر شیطان غالب آ گیا۔ یہ کوئی نصیحت نہ سنیں گے۔ (ابو مخنف)

صبح عاشور۔ جوش حکومت و خلافت اور خون ناحق

جاں نثاران حسینؑ یکے بعد دیگرے داد شجاعت دے کر روانہ بہشت بریں ہوئے۔ عزیز بھی ایک ایک

کر کے جدا ہونے لگے۔ غالباً حسینؑ جوان بیٹے کی نعش اُٹھوائے لا رہے تھے کہ راوی نے دیکھا کہ کچھ بیبیاں خیمہ سے باہر ہیں ایک بچہ ان سے نکلا اور میدان کی طرف دوڑا کانوں میں گوشوارے ہوا سے ہلتے جاتے تھے۔ اور وہ حسینؑ کی طرف دوڑ رہا تھا ایک مست مئے حکومت و دولت نے ایک تیر ستم زہ کیا بچہ حسینؑ کے سامنے تڑپتا رہ گیا۔ جب حسینؑ تنہا رہ گئے اور کوئی حامی و مددگار نہ رہا تو خیمہ گاہ کے دروازہ پر تشریف لائے ہیں اور بہن سے اپنے بھائی کے ایک شیر خوار پوتے کو طلب کیا۔ اور فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ کہ اب آخری وقت میں اس سے بھی رخصت ہو لوں۔ بیبیوں نے اس بچہ کو حسینؑ کے ہاتھوں میں دے دیا۔ اس کو لئے ہوئے پیار ہی کر رہے تھے کہ ایک تیر ستم اگر اس نازنین کے سینے پر لگا اور بچہ اسی وقت جان بحق تسلیم ہوا اور آپ نے فرمایا میرے نانا محمد مصطفیٰؐ کی دشمنی کی وجہ سے اس قوم کی حالت پر نہایت افسوس ہے۔ اور تلوار سے گڑھا کھود کر اس بچہ کو دفن کر دیا۔ شاید یہی بچہ ہو جس کو عمر سعد کے حکم سے بعد شہادت حسین نکال کر سر قلم کیا گیا تا کہ شہداء کے سروں کا شمار پورا ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرنے کے بعد بھی نہیں سامان چین کے
ہوتے ہیں ذبح قبر میں بچے حسینؑ کے

پھر مظلوم نے اپنی بہن سے فرمایا اے زینب میرے چھوٹے بچے کو ادھر لاؤ کہ میں اس سے بھی رخصت ہو لوں۔ بہن نے عرض کیا بھائی اس بچے نے تیسرے دن سے پانی نہیں پیا ہے آپ اس کے لئے پانی مانگیں شاید یہ ترس کھا کر اس بچہ کو پانی دے دیں۔ حضرت اس کو گود میں لے کر صفوں کے سامنے لے گئے اور باآواز بلند پکار کر فرمایا۔ اے ظالموں اگر تمہارے خیال میں میں گنہگار ہوں تو اس بچے نے تو کوئی خطا نہیں کی ہے اس کو تو ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ ابو محنف کہتے ہیں۔ آپ نے یوں خطاب کیا اے لوگوں تم نے میرے احباب واصحاب میرے بھائی بند اور میری اولاد سب کو قتل کر دیا۔ یہ ایک شیر خوار بچہ باقی رہ گیا ہے۔ اور وہ صرف چھ ماہ کا معصوم ہے۔ تشنگی سے بیتاب ہے۔ "فَاسْقُوْهُ شَرْبَةً مِنَ الْمَاءِ" اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ حضور یہ کلام کر ہی رہے تھے کہ ایک تیر ستم آیا اور گلوئے نازنین پر لگا اور بچہ جان بحق تسلیم ہوا انتہیٰ۔ حسینؑ نے چلو لگایا چلو خون سے بھر گیا۔ اور مظلوم نے اس کو آسمان کی طرف پھینک دیا اور بارگاہ ایزدی میں عرض کیا۔ "اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ شَاهِدٌ عَلٰى هٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ الْمَلَاعِيْنَ اِنَّهُمْ قَدْ عَمِدُوْا اَنْ لَا يَبْقُوْنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ نَبِيِّكَ اَحَدًا" بارالٰہا تو ان ملاعین پر گواہ رہیو کہ انہوں نے قصد کر لیا ہے کہ ذریت نبی سے کسی کو زندہ و باقی نہ چھوڑیں۔ آنسو چشم مبارک سے جاری تھے اور عرض کر رہے تھے۔ خداوندا حسینؑ اس پر بھی صابر ہے اور تیری مرضی پر راضی۔'' خیمہ کے در پر تشریف لائے اور معصوم نازنین کی لاش ام کلثومؑ کو دے دی انہوں نے گلے لگایا اور خوب روئیں۔ پھر سب بیبیاں رونے لگیں اور خیمہ اطہر میں کہرام مچ گیا ایک روایت میں ہے کہ آپ نے بے گناہ کی نعش اس کی ماں کو دی اور فرمایا لو یہ تمہارا بچہ آب کوثر سے سیراب ہو گیا۔ لشکر جب جاہ و حشمت و حکومت و ریاست چشم بصر و بصیرت کو بند کر دیتا ہے نہ کسی کی نصیحت سمجھ میں آتی ہے اور نہ نیک و بد سجھائی دیتا ہے۔ "حُبُّ الشَّيْءِ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ" خلافت و حکومت کے نشہ میں سرشار ایسے مست ہو رہے تھے کہ خدا

اور روز حساب و کتاب کو بالکل بھولے ہوئے بلکہ منکر تھے اور خاندان نبوی کا ایک شیر خوار بچہ تک بھی حتی الامکان زندہ و باقی نہ چھوڑنا چاہتے تھے۔ یہ نتیجہ ہے غلبہ و سلطنت کو معیار خلافت و امامت قرار دینے کا اور بہکائے نا مال ہے جو مسلمان دیکھ رہے ہیں اور قیامت تک دیکھیں گے۔ یہ امام مظلوم کے الفاظ ہیں۔ جو بطور پیشین گوئی روز عاشورہ امام کے منہ سے نکلے تھے۔ اور ان کا حرف حرف صادق آ رہا ہے۔ آپ نے ایک نصیحت کے موقع پر بطور اتمام حجت فرمایا تھا۔ خدا کی قسم میرے قتل کرنے سے اللہ تم پر سخت ناراض ہوگا۔ مجھے پوری امید ہے کہ میرے قتل سے تم کو سرخروئی حاصل نہ ہوگی۔ اور ضرور خداوند تبارک و تعالیٰ تم سے میرے خون کا ایسا بدلہ لے گا کہ تم کو خبر تک نہ ہوگی۔ خدا کی قسم اگر تم مجھے قتل کر ڈالو گے تو تم میں ہمیشہ کے لئے خونریزی کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور تم پر اللہ تعالیٰ اپنا عذاب نازل کرے گا۔ تم لوگ ناحق اپنے ہاتھوں کو میرے خون سے نہ رنگو۔ "فما اصابکم من مصیبۃ فیما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر۔"

معیار خلافت کی تکمیل دار الخلافہ اور پیغمبرؐ اسلام کی بیٹیوں کا داخلہ

حسینؑ اہل بیتؑ عصمت و طہارت سے رخصت ہو کر میدان کربلا میں پہنچ چکے ہیں۔ اور اب صرف تین گھڑی دن باقی رہ گیا ہے ایک از سرتا پا خون میں ڈوبی ہوئی نورانی تصویر اور شبیہ محمدؐ ی آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور اس سے آواز آتی ہے۔ "یَا اِلٰهِی صَبْرًا عَلٰی قَضَائِكَ وَلَا مَعْبُودًا سِوَاكَ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ" اے میرے معبود میں تیری قضا پر صبر کرتا ہوں اور اے فریادیوں کے فریادرس تیرے سوائے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور کوئی ظالم ملعون عضو عضو مظلوم جدا کر رہا ہے ادھر مظلوم کہتا ہے۔ "یا جَدَّاهُ یا محمداه یا ابا القاسماه ویا ابتاه یا علیاه یا اماه یا فاطما اُقْتَلُ مَظْلُوْمًا وَاُذْبَحُ عَطْشَانًا وَاَمُوْتُ غَرِیْبًا" اے نانا۔ اے محمد مصطفیؐ اے ابو القاسم اے بابا اے علیؑ مرتضیٰ اے اماں اے فاطمۃ الزہراؑ میں ظلم و ستم سے قتل کیا جا رہا ہوں۔ میں پیاسا ذبح ہوتا ہوں اور دشت غربت میں جان دے رہا ہوں۔" ادھر ایک ملعون سے یہ کلمات سنائی دیتے ہیں "یَا حُسَیْنُ اَجُزُّ رَاسَكَ وَاَنَا اَعْلَمُ اَنَّكَ عَنْ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" کہتا ہے کہ اے حسینؑ وہ ملعون تمہارا سر کاٹ رہا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ تم فرزند رسولؐ اور جگر گوشہ بتولؑ ہو۔" اس آواز کے بعد ایک سر مطہر مقدس منور نیزہ طویل پر بلند نظر آتا ہے اور لشکر غدار سے تین مرتبہ اللہ اکبر کی صدا بلند ہوتی ہے۔ "وَتَزَلْزَلَتِ الْاَرْضُ وَاَظْلَمَتِ الدُّنْیَا وَاَمْطَرَتِ السَّمَاءِ وَمَا عَبِیْطًا وَیُنَادِیْ فِی السَّمَاءِ مُنَادٍ قُتِلَ وَاللّٰهِ الْحُسَیْنُ بن علیّ بْنِ اَبِیْطَالِبِ قُتِلَ وَاللّٰهِ الامام بْنُ الْاِمَامُ قُتِلَ الْاَسَدُ الْبَاسِلُ وَكَهْفُ الْاَرَامِلِ" زمین متزلزل ہوتی ہے اور عالم میں ہر طرف تاریکی چھا جاتی ہے اور آسمان سے تازہ خون برستا ہے اور ایک منادی ندا کرتا ہے خدا کی قسم حسینؑ بن علیؑ بن ابیطالب قتل ہو گیا۔ واللہ امام بن امام شہید ہو گیا واللہ شیر بیشہ ہجاء اور پناہ بیوگان ذبح ہو گیا۔" کچھ بیبیاں ایک بلندی پر آ گئی ہیں اور ان میں سے ایک باواز بلند سر سے مخاطب ہو کر نوحہ کرتی ہے اور فرماتی ہے۔ "اے میرے چاند ابھی تو بدر کامل بھی نہ ہوا کہ اس سے پہلے ہی تجھ کو گہن لگ گیا۔ پیچھے دیکھتی ہیں تو خیمہ نبیؐ میں آگ لگی ہوئی ہے۔ مسند رسولؐ جل رہی ہے۔ خانہ عصمت

میں غدار ڈرانہ گھسے چلے آتے ہیں۔ سلسلہ خلافت الٰہیہ ختمیہ کے امام چہارم علی بن الحسینؑ امام زین العابدین کے لئے طوق وزنجیر حاضر ہیں فاطمہؑ کی بیٹیوں کے سر سے برقع اُتارے جاتے ہیں اور وہ سب قیدی اسیر ہوکر چالیس اونٹوں کا قافلہ ایک بیمار ونحیف کی سار بانی میں کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دار الخلافت دار الحکومت پایہ تخت خلیفۃ المسلمین کو روانہ ہو گیا۔ سید بن طاؤس کے نزدیک ابن زیاد نے عورات بنی ہاشم اور دختران رسول کو بے کجاوہ و عماری اونٹوں پر بلا پردہ سوار کر کے روانہ شام کیا جو ودائع رسولؐ اللہ تھیں۔ اور اس طرح ان کو کھینچتے ہوئے لے چلے جس طرح ترک و دیلم کے لونڈی غلاموں کو لے جاتے ہیں اور اچھا کہا ہے شافعیؒ نے۔

یُصَلّٰی عَلَی المَبْعُوثِ مِنْ آلِ ھَاشِمٍ وَیُعْزٰی بَنُوہُ اِنَّ ذَا لَعَجِیْبُ

پیغمبرؐ بنی ہاشم پر نمازوں میں درود بھیجا جاتا ہے۔ اور وہی سلمان اس کی اولاد کو قتل کرتے ہیں یہ عجیب بات ہے۔ اور مروی ہے کہ جب یہ لٹا ہوا قافلہ دمشق میں پہنچا تو جناب ام کلثوم خواہر امام مظلوم شمر سے قریب ہوئیں اور کہنے لگیں میری تجھ سے ایک حاجت ہے۔ کہا کیا حاجت ہے؟ فرمایا جب ہمارا شہر میں داخلہ ہو تو ہم کو ایسے راستے سے لے چل جہاں تماشائیوں کا ہجوم کم ہو اور ان لوگوں کو جو سرہائے شہداء کو اٹھائے ہوئے ہیں حکم دے دیے کہ وہ ہم سے آگے ہو جائیں تاکہ لوگ ان کے دیکھنے میں مشغول ہوں اور ہم پر نظر نہ پڑے۔ ”فقد خزینا من کثرۃ النظر الینا ونحن لی ھذہ الحال۔“ ارے ہم اس حال پریشان میں کثرۃ نظارہ سے رسوا ہو گئے (اخزاھم واللہ فی الدّنیا والآخرۃ وابتاعھم واشیاعھم واذنابھم) اس شقی نے اپنے کفر وشرک وشقاوت و بغاوت سے اس مظلومہ مخدرہ کا یوں جواب دیا۔ ”سرہائے شہدا کے نیزوں کو محملوں کے بیچ میں کردو۔ اور خاص اس راستے سے داخل شہر شام ہوا جہاں کثرت سے دیکھنے والے تھے اور مسجد جامع کے آگے چوک میں کھڑا کیا جہاں اسراء لونڈی غلام کھڑے کئے جاتے ہیں۔

دربار خلافت میں جشن عام تھا۔ قصر و محل سجائے گئے تھے۔ شہر کی آئینہ بندی تھی اور عام عید اور خوشی کا حکم دے دیا گیا تھا۔ آج تکمیل معیار خلافت (غلبہ وسلطنت) کا دن تھا۔ سہل بن سعد الساعدی سے صاحب المناقب روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں بیت المقدس کی طرف گیا تو میں ایک شہر میں پہنچا جس میں نہریں جاری تھیں اور درخت سرسبز وشاداب تھے۔ جابجا چلمنیں اور ریشمی پردے پڑے ہوئے تھے۔ اور وہ نہایت شاداں و فرحاں تھے اور ان کے پاس مغنیہ عورتیں جو دف و طبل بجا رہی تھیں بیٹھی تھیں میں حیران کھڑا اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ اہل شام میں آج کوئی عید ہے جسے ہم نہیں جانتے؟ پھر میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ اُن سے دریافت کیا اے لوگو کیا تمہارے یہاں آج کوئی عید ہے جسے ہم نہیں پہچانتے؟ وہ بولے شاید تو اعرابی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے کہا میں سہل بن سعد صحابی رسولؐ ہوں کہنے لگے اے سہل ”مَا اَعْجَبَکَ السَّمَاءُ لَا عَتْطَرُ وَلِلْاَرْضِ لَا تَخْسِفُ بِاَھْلِھَا“ کیا تعجب کی بات ہے کیا آسمان سے خون نہیں برس رہا کیا زمین منخسف نہیں ہوئی میں نے کہا کس لئے ایسا ہو رہا ہے قَالُوا ھٰذَا رَأْسُ الْحُسَیْنِ عِتْرَۃُ مُحَمَّدٍ یُھْدیٰ مِنْ اَرْضِ الْعِرَاقِ۔ دیکھو یہ سر

حسینؑ ذریت وعترت محمدؐ عراق سے یزید کیلئے ہدیہ بھیجا گیا۔ میں نے کہا وَاعَجَبَاہُ یُھْدِی رَأسُ الْحُسَینِ وَالنَّاسُ یَفْرَحُونْ سر حسینؑ فرزند رسولؐ ہدیہ بھیجا جاتا ہے اور لوگ خوشیاں منا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کس دروازے سے داخل ہوں گے انہوں نے باب الساعات کی طرف اشارہ کیا اسی اثناء میں یکے بعد دیگرے کچھ علم آتے ہوئے نظر آئے۔ ناگاہ ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جس کی سنان اتری ہوتی تھی۔ اور اس پر ایک سر تھا جو رسول خدا سے بہت مشابہ تھا پھر میں نے ناگہاں اس کے پیچھے کچھ عورتیں بے کجاوہ اونٹوں پر دیکھیں میں پہلے اونٹ کے قریب گیا۔ اور میں نے ایک لڑکی سے کہا اے لڑکی تم کون ہو؟ بولیں "اَنَا سَکِینَۃُ بِنْتُ الْحُسَینِ" میں نے کہا تمہاری کوئی حاجت ہے میں سہل بن سعد صحابی رسولؐ ہوں تمہارے نانا کو دیکھا ہے۔ فرمایا اے سہل اس شخص سے جو سر لیے ہوئے ہے کہو کہ ہم سے آگے چلے تاکہ لوگ اس کو دیکھنے لگیں اور حرم رسولؐ کی طرف نظر نہ ڈالیں سہل نے چار سو دینار دے کر اس کو راضی کر لیا وہ سر آگے آگے لے چلا۔ پھر رسولؐ زادے نے کا سر ایک ڈبی میں رکھا گیا اور دربار میں داخل ہوا یزید تخت پر بیٹھا ہوا تھا سر پر درویاقوت سے مرصع تاج شاہی تھا اور بزرگان قریش اور گرد کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ ایک شخص وہ سر لے کر داخل ہوا۔ درآنحالیکہ کہہ رہا تھا۔ اے یزید اس ملعون کی سپر زر وجواہر سے بھر دی کہ اسے ایسے سید بزرگ اور شخص معزز کو قتل کیا ہے۔ جس کے ماں باپ بہترین مخلوقات تھے اور جو حسب و نسب میں سب سے بزرگ تھے۔ یزید نے کہا اگر تو جانتا تھا کہ بہترین مخلوقات ہے تو اس کو قتل نہ کرتا اور اس کی گردن ماردی۔ یہ بہترین انسان کہنے کی سزا تھی مگر حسینؑ تخت طلائی میں تخت سے نیچے یزید کے آگے رکھا گیا عترت رسولؐ رسّی میں باندھ کر اس طرح سے سامنے کھڑی کی گئی کہ امام زین العابدین فرماتے ہیں کُنَّا مُغَلَّلِینَ ہمارے طوق وزنجیر پڑے ہوئے تھے۔ جب ہم سامنے کھڑے ہوئے تھے میں نے کہا اے یزید میں تجھ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر رسولؐ خدا ہم کو اس حال میں دیکھتے ہوں تو کیا کہیں۔ اور فاطمہؑ بنت الحسین یوں مخاطب ہوئیں۔ "یَا یَزِیْدُ بَنَاتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ سَبَایَا فَبَکَا النَّاسُ وَبَکَا اَھْلُ بَیْتِہٖ حَتّٰی عَلَتِ الْاَصْوَاتُ" اے یزید کہیں دختران رسولؐ خدا لونڈی غلاموں کی طرح اسیر کی جاتی ہیں؟ یہ سن کر تمام لوگ رونے لگے اور اس کے گھر والے بھی رونے لگے اور ان کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ حسین واصحاب حسینؑ۔ اقرباء حسین سب قتل ہو گئے دختران رسولؐ قید ہو کر دربار خلافت میں تخت خلافت کے آگے حاضر ہو گئیں خلیفۃ المسلمین خوش ہے کہ آج معیار خلافت مکمل ہو گیا اور غلبہ کلی حاصل اور قدیم جنگ رو احد کا بدلہ اولاد رسولؐ سے لے لیا گیا اور بآواز بلند کہتا ہے۔

لیت اشیاخی ببدر شھدوا جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش اُس کے وہ شیوخ اور بزرگ موجود ہوتے جنہوں نے جنگ بدر میں بنی خزرج کی بے قراری اور گریہ وزاری کے وقت مشاہدہ کی تھی۔

فاھتوا واستھلوا فرحًا ثم قالو یا یزید لا تشل

تو وہ آج خوشی کے نعرے مارتے اور کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہو جیو۔

قد قتلنا القوم من ساداتھم وعدلناہ ببدر فاعتدل

ہم نے ان کے سب بزرگوں کو قتل کر دیا۔ جنگ بدر کا بدلا لے لیا اور برابر اترا۔

لعبت ہاشم جاء لملك فلا خبر جاء ولا وحی نزل

بنی ہاشم نے محض بادشاہت کا ایک کھیل بنایا ہوا تھا نہ کوئی خبر آسمانی آئی تھی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی۔

لست من خندق ان لم نتقم من بنی احمد ما کان فعل

میں بنی خندق سے نہیں ہوں اگر اولاد رسولؐ سے اس کا بدلہ نہ لے لیتا جو رسولؐ نے کیا تھا۔ اور اس کے بزرگ مشرکین کو قتل کرایا تھا سر حسینؑ کے ساتھ بے ادبی کرتا ہے اور آخر میں سر مقدس سے آواز آتی ہے "وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ" (سورہ شعرات: ۲۲) جابجا خوشیاں منائی جاتی ہیں روز عاشور روز عید مقرر کیا جاتا ہے تاکہ لوگ اس تخم انگیز واقعہ کو نہ سن سکیں اور اُدھر متوجہ ہو جائیں فتح عظیم کی یادگار میں چار مسجدیں کوفہ میں تعمیر ہوتی ہیں مسجد اشعث۔ مسجد جریر۔ مسجد سماک اور مسجد شیث ربیعی۔"

تنبیہ و تبصیر

میں تمہید میں عرض کر چکا ہوں کہ اس مرتبہ نہایت تنگ وقت مجھے خلافت الٰہیہ حصہ دوم کی تکمیل کی فرمائش کی گئی اور آج بمشکل تمام ۲۶ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۴ھ کو بفضل خدا مکمل ہوئی۔ لیکن پھر بھی بعض مضامین غیر مکمل رہ گئے خصوصاً باب سوم اور خاتمہ خاتمہ کو میں نے اور زیادہ تفصیل سے لکھنا تھا بعض مقامات کی تو نظر ثانی کا بھی موقع نہ ملا جو لکھا گیا اسے کاتب کو دیتا رہا ایسی صورت میں ساعات کا ہو جانا بھی ممکن ہے اور سہو و نسیان کی مداخلت اغلب۔ تاہم جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ معیار و حقیقت اور سر خلافت الٰہیہ کے سمجھنے کے لئے کافی ہے دلائل و براہین عقلیہ و آیات فرقانیہ سے خلافت خلفاء اللہ اور حضرت آئمہ المعصومینؑ کو اچھی طرح ثابت اور محقق کر دیا گیا ہے ہم نے اصل دلیل خلافت الٰہیہ جعل الٰہی اور نص خداوندی کو قرار دیا ہے اور معیار اس کا تقدم علم قدرت اور تصرف روحانی ہے نہ کہ۔ صدقہ خیرات واطعام مساکین و یتامیٰ و اسرا اور نماز میں سائل کو انگشتری دینے اور غزوات میں شریک ہونے کو دلائل اثبات خلافت قرار دیا ہے تاکہ کسی کے ساتھ ہزار درہم اور مصاحبت غار اور شرکت بعض غزوات کے انکار یا اقرار و اثبات کی ضرورت پڑے اور اس سے اغراض بشرط نبوت حق پوشی کہلائے۔ یہ سب فضائل و مناقب ہیں اگر کسی کے لئے ثابت ہوں نہ کہ دلائل اصلیہ خلافت کوئی بازار کی خرید و فروخت نہیں ہے جو بقول خصم ڈیڑھ کروڑ کی انگشتری والے کو نہ ملے اور ساٹھ ہزار درہم والے کو ملنے چاہئے اور اسی وجہ سے ہم نے ایسے امور سے بحث نہیں کی صرف اشارہ کیا گیا ہے یہ جعل الٰہی و خداوندی اور فضل ایزدی ہے جس کو جس کام کیلئے ہم نے خلق کیا ہے وہی جانتا ہے "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اَلْاِمَامُ وَاحِدُ دَهْرِهٖ لَا يَدَانِيْهِ اَحَدٌ وَلَا يَعْدِلُهٗ عَالِمٌ وَلَا يُوْجَدُ لَهٗ مِثْلٌ وَلَا نَظِيْرٌ مَخْصُوْصٌ وَالْفَضْلُ مِنْ غَيْرِ طَلَبٍ مِنَالَهٗ وَلَا اِكْتِسَابٌ بَلْ اِخْتِصَاصٌ مِنَ الْفَضْلِ الْوَهَّابِ" امام یکتائے روزگار ہے نہ اس کا کوئی ہمسر ہوتا ہے اور نہ مثل و نظیر وہ تمام فضل الٰہی سے مخصوص

ہے بلا اپنی طلب اور کوشش اور کسب و اکتساب و محنت و ریاضت کے یہ خاص اختصاص خداوند مفضل و وھاب ہے۔

هَيْهَاتَ هَيهَاتَ ضَلّتِ الْعَقوْلُ وَفَاهَتِ الْحُلوْمُ وحَارَتِ الْالبَابُ وَخَسَتِ الْعُيوْنُ وَنضَاتِ عِزُّ الْعُظَمَاءِ وَتحَيَّرَتِ الْحُكَمَاُ وَتقَاصَرتَ الْعُلَمَاءُ وحَصرَتِ الْخُطَبَاءُ جهَلَتِ الْاَوْلِيَاءُ وَكَلّتِ الشُعَرَاءُ يَختَرَتِ الْادُبَاءُ وَعَيْبَتِ الْبُلَغَاعَنْ وَصْفِ شَانٍ مِنْ شَانِهٖ اُوفَضِيلَتٍ مِنْ فِضَائِلِهٖ وَاَقرَتْ بِالْفَجرِ وَالتَّقصِيرِ شَعْرَ فَذَات لِمَخْلوفِ وو

اس حصہ میں احادیث کا بھی خاصہ اضافہ ہے جو کتب تفسیر صحاح ستہ وغیرہا کتب فضائل و مناقب و تواریخ و سیر فریقین نے نقل کی ہیں اور جن سے انکار علماء اور اہل بصیرت کیلئے ممکن ہی نہیں۔

فهذه سبيلى ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعنى به وان هٰذا صراط مستقيما فاتبعوه ولا بتتعوالسبيل فتفرق بكم عن سبيله وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين وسلام على المرسلين خصوصًا ورسوله الامين خاتم النبيين وآله السبطين الطاهرين

احقر الکونین سید محمد سبطین علی عنہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ○ (سورۃ قصص آیت ۵)

الحمد للّٰہ کہ دریں ایام بہیۃ واعوام سَنِیَّۃ نسخہ شافیہ وصحیفہ اور در خلافت وامامت موسوم بہ

خلافت الٰہیہ

حصہ سوم

مشتمل بر اصول دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ ونصوصات باہرۂ قرآنیہ

از تصیف لطیف وتالیف منیف سلالۃ المصطفین جناب مولانا

السید محمد سبطین صانہ اللہ عن کل شین

گلستان زہراؑ پبلیکیشنز 26۔ ایبٹ روڈ لاہور۔ 54000

حصہ سوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ دَلَّ عَلٰی ذَاتِہٖ بِذَاتِہٖ وَتَنَزَّہَ عَنْ مُجَالَسَۃِ مَخْلُوْقَاتِہٖ وَجَلَّ عَنْ مُلَائِمَۃِ کَیْفِیَاتِہٖ اَبْدَعَ کُلَّمَا خَلَقَ بِلَا فِکْرٍ وَرُوِیَّۃٍ مِنْ مُحْدِثَاتِ الْعَالَمِ وَمَکُوْنَاتِہٖ وَاخْتَرَعَ کُلَّمَا بَرَءَ وَذَرَءَ بِلَاشَبِیْہٍ وَمِثَالٍ مِنْ مَوْلِدَاتِ الْکَوْنِ وَمُتَوَالِدَاتِہٖ زَوَّجَ اٰبَاءَ الْعَالَمِ الْعُلْوِیْ فِیْ عَالَمِ النَّاسُوْتِ بِسُفْلِیَاتِہٖ وَاَخْرَجَ عِبَادَہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِلَی النُّوْرِ مِنَ الْکُفْرِ وَظُلُمَاتِہٖ وَمِنَ الشِّرْکِ وَمُضِلَّاتِہٖ ظَھَرَ بِمَرْاٰۃِ صِفَاتِہٖ وَبَطَنَ بِھُوِیَّۃِ ذَاتِہٖ اَوْضَحَ لَنَا مَسَالِکَ الْحَقِّ بِاٰیَاتِہٖ وَنَوَّرَ لَنَا مَنَاھِجَ الصِّدْقِ بِحُجَجِہٖ وَبَیِّنَاتِہٖ تَشَعْشَعَ بِنُوْرِ الْجَلَالِ مِنْ سَاحَۃِ الْقُدْسِ فِیْ اَرْضِہٖ وَسَمٰوٰتِہٖ فَالْعَقْلُ قَطْرَۃٌ مِّنْ قَطَرَاتِہٖ وَالنَّفْسُ شُعْلَۃٌ مِّنْ شُعُلَاتِہٖ وَتَجَلّٰی فِیْ خُلَفَائِہٖ وَاَنْبِیَائِہٖ بِاَشْرَفِ اَوْصَافِہٖ وَاَفْضَلِ کَمَالَاتِہٖ وَتَلَالَا بِلُمْعَاتِ الْجَمَالِ مِنْ مَقْعِ الْاَزَلِ فِیْ ھَیَاکِلِ التَّوْحِیْدِ وَمَرَاٰتِہٖ فَاَوْدَعَ فِیْھِمْ اَسْرَارَ مُلْکِہٖ وَمَلَکُوْتِہٖ وَسَلَّمَ اِلَیْھِمْ اَمَانَاتِہٖ وَجَعَلَھُمْ اُمَنَاءَ فِیْ اَرْضِہٖ وَسَمٰوٰتِہٖ وَوَسَائِطَ اَنْعَامِہٖ وَاِحْسَانِہٖ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ مَخْلُوْقَاتِہٖ وَخُزَّانَ وَحْیِہٖ وَاِلْھَامَاتِہٖ وَمَحَالَّ مَشِیَّتِہٖ وَاِرَادَاتِہٖ وَاخْتَصَّھُمْ مِنْ بَیْنَ عِبَادِہٖ بِمَزِیْدِ رَحْمَتِہٖ وَبَرَکَاتِہٖ وَاصْطَفٰھُمْ عَلٰی بَرِیَّتِہٖ بِاِکْمَالِ فُیُوْضِہٖ وَنِعْمَاتِہٖ فَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَسَلَّمَ بِاَفْضَلِ صَلَاتِہٖ وَاَکْمَلِ تَحِیَّاتِہٖ

تمہیدی مقامات

سر تصنیف حصہ سوم

(۱) اوّل میں ہم معیار خلافت الٰہیہ بدرجہ اتم ثابت کر کے حصہ دوم میں اس کی معتد بہ تفصیل وتشریح کے ساتھ اسرار خلافت الٰہیہ کو اچھی طرح واضح کر چکے ہیں۔ بحمد للہ ان دو حصوں کے مطالعہ سے ناظرین نے بہت کچھ استفادہ کیا۔ اوران کے شوق نے مجھے مجبور کیا۔ کہ میں اس کے اور حصص کی تکمیل کروں۔ نیز اگرچہ معیار خلافت ہی کا سمجھ لینا اس مسئلہ کے حل ہو جانے کے لئے کافی ہے۔ اور اہل انصاف اس سے صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ خلافت الٰہیہ مختلف حیثیات رکھتی ہے۔ اس لئے بعض احباب کی خواہش اور بعض رسائل مبحث ''خلافت محمدیہ'' کے مطالعہ نے آمادہ کیا۔ کہ ابھی اس میں کچھ اور لکھا جائے۔ موضوع یہ ایسا ہے۔ کہ اگر ہم چاہیں۔ اور زمانہ مہلت اور فرصت دے اور اسباب جمع ومہیا ہوں۔ تو اس کے دس حصے لکھ دیں۔ اور اس صورت میں اس کے اصول کلیہ کے ساتھ بہت سی جزئیات کا احصاء ہو جائے۔ لیکن بالفعل ہم اس تیسرے حصہ میں اس کے بعض اہم پہلوؤں پر نظر

ڈال کر چاہتے ہیں۔ کہ حصہ چہارم میں بعض دوسری حیثیات کے ساتھ اس کی تمدنی اور تاریخی حیثیت پر تفصیلی بحث کر کے اس مبحث کو ختم کر دیں۔ واللہ نعم الرفیق الشفیق و بیدہ ازمۃ التوفیق۔

وجوہ تحقیق مسائل دینیہ یقینہؔ

(۲) ہمارے رسائل و کتب کا تعلق جملہ فرق مسلمہ اہل اسلام سے ہے۔ کسی ایک خاص فرقہ کے افادہ کے لئے نہیں لکھے گئے ہیں۔ تا کہ فیض خلافت الٰہیہ عام ہو۔ جیسا کہ ہمیشہ عام رہا ہے۔ کیونکہ یہ بھی جو کچھ لکھا جاتا ہے۔ اور ناظرین استفادہ کرتے ہیں۔ سب خلفاء اللہ ہی کا فیض ہے۔ اس لئے ہم جملہ ناظرین سے متدعی ہیں۔ کہ ہمارے ان رسائل کے مطالعہ کے وقت صرف یہ نہ دیکھیں۔ کہ ہم نے کیا لکھا ہے۔ بلکہ وہ یہ دیکھیں۔ کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ کیوں دیکھ رہے ہیں۔ اور کس مقصد پر پہنچنا چاہتے ہیں۔ کوئی اس مطالعہ کی غرض و غایت ہے۔ یا نہیں؟ اگر ہے۔ تو کیا وہ ان اسباب کو لیے ہوئے ہیں۔ جن سے وہ اس غرض و غایت پر پہنچ سکتے ہیں؟ کیا انہوں نے تقلید و بیجا تعصب کی کدورتوں سے آئینہ دل کو صاف کر لیا ہے؟ کیا ان کی لوح نفس ہر ایک نقش صحیح کو بلا وقت و زحمت قبول کرنے کے لئے تیار ہے؟ کیونکہ مقام تفریح اور ہے۔ اور مقام نکتہ چینی اور مقام تحقیق و دیگر۔ یہاں خالی الذہن ہونے کی اشد ضرورت ہے۔ یہاں جج اور منصف بننے کی ضرورت ہے۔ اور جج اور منصف کے لئے اپنی خواہشات نفس کے مارنے اور ذہن کو خالی بنانے کی سخت احتیاج بلکہ یہ خدائی معاملہ۔ للٰہی کام راس کی راہ کا سودا ہے۔ اگر ہدایت منظور ہے۔ تو دل میں سچی طلب ہونی چاہئے۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ (سورہ عنکبوت:۶۹) جب تک فیض الٰہی نہ ہو۔ راہ ہدایت دکھلائی نہیں دے سکتی۔ اور فیض الٰہی کے لئے قابلیت و استعداد کی ضرورت ہے۔ اور مقام تحقیق معارف حقہ دینیہ میں اخلاص اور دل میں سچی طلب ذریعہ فیض الٰہی ہے۔ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَکُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ○ (سورہ البقرہ ۶۴)۔

نقطہ خیال و مطمع نظر

(۳) اختلاف کبھی مطمع نظر اور نقطہ خیال کے اختلاف پر بھی مبنی اور موقوف ہوتا ہے۔ ایک عطر فروش سے جب دریافت کیا جائے۔ کہ سب پھولوں میں پھول کون سا اچھا ہے۔ تو ممکن ہے۔ کیوڑہ کے پھول کو ترجیح دے۔ کہ جس وقت کھلتا ہے۔ تو اطراف و جوانب دُور دُور تک مہک اُٹھتے ہیں۔ لیکن اگر کسی مصور اور نقاش سے پوچھا جائے۔ تو وہ ان معروف پھولوں میں سے گلاب کو ترجیح دے سکتا ہے۔ کہ اس کا رنگ و رُوپ کچھ عجیب ہی کیفیت رکھتا ہے۔ اور ہزاروں قسم کا ہوتا ہے۔ اگر کسی دوا فروش سے دریافت کریں۔ تو وجہ بہ ترجیح میں ضرور اس کا خیال نہ رنگ و روپ کی طرف سے جا سکے گا۔ نہ خوشبو اور مہک پر جس کو فوراً اس کے نقطہ خیال سے اس کا تصور گلقند کے مرتبان کی طرف منتقل ہو گا۔ اور گل سیلونی یا موسمی گلاب کو پسند کرے گا۔ اگر ایک بھوکے دیہاتی سے پوچھیں تو اس کو سب سے اچھا پھول گوبھی کا معلوم ہو گا۔ دنیا کی تمام چیزوں میں انسانی اختلاف کا یہی حال ہے۔ اور یہ سب اپنے اپنے مقام پر صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ اگر رنگ و بو دونوں کے مجموعہ فضیلت کو ملحوظ رکھا جائے۔ تو بہت سے عقلاء اتفاق کرینگے۔ کہ

ہندوستان میں سب سے بہتر پھول گلاب ہے۔ اور فضیلت جمعیت اوصاف ہی کا نام ہے۔ ہاں اگر محبت کی نگاہ سے دیکھنا ہے۔ تو کہا جائے گا۔ کہ گل کی قدر بلبل سے پوچھنی چاہیے۔ اور اچھا وہی ہے۔ جس کو وہ پسند کرتی اور جس پر مرتی ہے۔ ''لیلی را بنظر مجنوں باید دید'' یہاں ایک اہم امر نقطہ خیال کے لحاظ سے ملحوظ رہے۔ وہ یہ کہ وسعت نظر اور کوتاہ نظری بہت کچھ اختلاف کا باعث ہو جاتی ہے۔ جس گاؤں کے رہنے والے نے بغیر ببول۔ جامن۔ آم کے درخت اور کپاس، تل، السی وغیرہ کے پھول کے سوا کوئی نفیس ولطیف وخوش رنگ خوشبو پھول دیکھا ہی نہیں۔ اس کے ذہن میں ان سے بہتر کوئی پھول ہو ہی نہیں سکتا۔ اور دل کو بھا ہی نہیں سکتا۔ اس کا تصور دوسری طرف جانے ہی نہیں پاتا۔ جس نے کبھی ہیرا دیکھا ہی نہیں۔ اور اس کے جوہر ذاتی سے آگاہ ہی نہیں۔ وہ بلور سے بہتر کب کسی چیز کو تصور کر سکتا ہے۔ جس نے ہمیشہ پوتھ کے دانوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ اور انہی پر فریفتہ رہا ہے۔ وہ کیا جانے کہ موتی کیا چیز ہے۔ اور پھر جس کی نظر محض ظاہری خوبیوں اور رنگ وروپ تک محدود ہے۔ وہ باطنی خوبیوں اور کمالات تک کب پہنچ سکتا ہے۔ ''فکر ہر کس بقدرِ ہمت اوست'' یہی حال خود انسانی فضیلت وشرافت کا ہے۔ کوئی طاقت وشجاعت کو پسند کرتا ہے۔ کوئی رفتار وگفتار کو۔ کوئی حسن وجمال کو۔ اور کوئی عادات واخلاق کو۔ تو کوئی کرم وسخاوت کو۔ کوئی حمایت وغیرت کو۔ اور کوئی احسان ومروت کو۔ ہر ایک اپنے نقطہ خیال میں سچا ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے۔ کہ اصل جوہر انسانیت کیا ہے۔ اور اس میں کون کامل۔ اور یہ کہ وہ شخص جس میں یہ کل اوصاف وکمالات مع اصل جوہر انسانیت یعنی کمال روحانیت وعلم ومعرفت جمع ہوں وہ اس سے ہر حال میں افضل ہونا چاہیے۔ جس میں ان میں سے صرف بعض کمالات موجود ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اگر مطمع نظر اور نقطہ خیال ایک ہو جائے۔ اور اس میں اختلاف نہ ہو۔ تو اختلاف بہت ہی مختصر اور محدود حد میں آجاتا ہے۔ اور بحث کا دائرہ کوتاہ لیکن جہاں مطمع نظر ہی اپنے خیال کی تائید ہے۔ وہاں نہ نقطہ خیال ایک ہو سکتا ہے۔ اور نہ راہ صواب معلوم ہو سکتی ہے۔ خصوصاً امور دینیہ میں درد دین کے ساتھ وسعت خیال کی بھی ضرورت ہے۔ اور دین میں ہمیشہ ہمارا مطمع نظر اور نقطہ خیال دین ہی ہونا چاہیے۔ کسی امر کی تحقیق میں دونو تحقیق کنندگان کا مطمع نظر اور نقطہ خیال متحد ہونا ضروری ہے۔ ورنہ تحقیق محال ہو جائے گی۔

وجوہ اختلاف اهل عقل

(۴) اہل عقل کا اختلاف دنیا میں مسلم ہے اور شب روز ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ جس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ سوچنے کا مقام اور غور کرنے کی جگہ ہے۔ کہ عقل والوں میں اختلاف کیوں ہے؟ عقل ایک جوہر روحانی ہے۔ جس سے اس انسان کو مختص کیا گیا ہے۔ اور انسان وحیوان میں مابہ الامتیاز والافتراق بنایا ہے۔ یہ انسانی وجود کے ساتھ عطا ہوئی ہے۔ اور ہر ایک انسان کو دی گئی۔ اور یہی پہلا ہادی ہے۔ جو اس کی راہ نمائی کرتا ہے اگر یہ نہ ہوتی۔ تو انسان میں ہدایت یابی کی استعداد نہ ہوتی۔ رَبُّنَا الَّذِىٓ اَعْطٰى كُلَّ شَىْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (سورہ طہ: ۵۰) ''ہمارا پروردگار وہی ہے۔ جس نے ہر شئے کو اس کے مناسب خلقت عطا کی ہے۔ اور پھر اس کو ہدایت کی ہے۔'' کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی انسان اس اوّل جوہر ہدایت سے خالی ہو سکے؟ اور یہ بھی

ضروری ہے۔ کہ اصل جوہریت میں عقل ہر ایک انسان میں یکساں ہونی چاہیے۔ ورنہ اصل عقل کی کمی و بیشی کے ہوتے ہوئے کل انسان ایک جیسے مکلّف نہ ہونگے۔ کیونکہ ناقص العقل لوگوں پر وہ تکالیف بار کرنا جو کامل العقل پر کی گئی ہیں۔ تکلیف مافوق طاقت ہے۔ جو ذات عدل کے لئے عندالعقل محال ہے۔ اور اسی واسطے کل مذاہب و ادیان میں مجنون فاتر العقل مرفوع القلم سمجھا جاتا ہے وہ مکلّف باحکام شریعہ نہیں ہوتا اور اس پر کسی قسم کی گرفت نہیں کی جاتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اوّل ما بہ التکلیف عقل ہی ہے۔ اور ہدایات ششگانہ سلسلہ میں سے اوّل ہدایت اسی سے ہوتی ہے کہ یہ انسان کے ساتھ ساتھ پہلا؟ بشیر و نذیر ہادی ہے۔ اور جب اس کو اپنی طبیعت و فطرت جوہری پر چھوڑ دیا جائے۔ تو ضرور ہر ایک بُرائی کے موقع پر یہ انسان کو متنبہ کرتا ہے۔ دھمکاتا ہے۔ ڈراتا ہے۔ اور ہر وہ شخص جس کا کانشنس یا ضمیر بالکل مر نہیں گیا۔ یعنی نفس امارہ سے دب نہیں گیا ہے۔ وہ ضرور اپنے اندر اس عقل یعنی ہادی اوّل کے آثار محسوس کرے گا۔ اور ہر ایسے انسان میں ہر نیکی کے کرنے پر مسرت محسوس ہوگی۔ اور ہر بدی کے ارتکاب پر دل میں ملامت پائی جائے گی۔ ایک کھٹکا محسوس کرے گا۔ اور اسی کی طرف کلام پاک میں اشارہ ہے۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا (سورہ شمس: ۷ تا ۱۰) قسم ہے۔ نفس انسانی کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بنایا ہے۔ اور پھر اس کو اس کی اچھا اور بُرائی کا الہام کیا ہے۔ بیشک رستگار وہی ہے۔ جس نے اس نفس کا تزکیہ اور اسے پاک بنالیا۔ اور رحمت خداوندی سے محروم و خائب؟ اور بدنصیب وہی ہے۔ جس نے اس کو تباہ کر دیا۔ اور دھوکا دیا۔'' پس ضروری اور لازمی ہوا۔ کہ یہ جوہر عقل کل مکلفین کے اندر بحیثیت اوّل خلقت و بشریت یکساں ہونا چاہیے۔ تاکہ سب یکساں مکلّف قرار پائیں۔ اور یکساں احکام کے ماتحت آئیں۔ ورنہ ما بہ التکلیف کے اختلاف کے باوجود اتحاد تکلیف غیر معقول ہوگا۔ اور خدا کی معرفت جیسی کسی ایک کامل العقل سے مطلوب ہے ناقص العقل سے نہ ہوگی۔ اور جن احکام کی پابندی ایک کامل العقل انسان سے چاہی گئی ہے ناقص العقل سے نہ چاہی جائے گی۔ ورنہ عدل قائم نہ رہے گا۔ ہاں ہر ایک انسان اس جوہر کو تحصیل علم و اثر تربیت کاملہ سے مجلّٰی اور روشن بنا سکتا ہے۔ اور جہالت میں پڑے رہنے اور جوہر عقل سے کام نہ لینے اور بُروں کی صحبت میں تربیت پانے سے اس کو اور تاریک بنا سکتا ہے۔ بلکہ بالکلیہ تاریک کر کے اُس کے اثرات مٹا سکتا ہے۔ اور ''خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ'' (سورہ البقرہ: ۷) کا مصداق بن سکتا ہے خلاصہ یہ کہ بہ نص آیہ قرآنی و با دلائل و براہین عقلی اصل جوہر عقل من حیث الخلقت و الفطرت عامتہ الناس میں یکساں ہے۔ اور اختلاف تحصیل و تعلیم و تربیت کے اختلاف سے ہے۔ اور چونکہ جوہر عقل کل مکلفین میں ایک ہے۔ دین تمام انسانوں کے لئے ایک ہی ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (سورہ آل عمران: ۱۹) بتحقیق کہ دین خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (سورہ آل عمران ۸۵) جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرے گا۔ تو وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں خسارہ والوں میں سے ہو گا۔ صراط الٰہی ایک ہی ہے۔ اَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ

سَبِیۡلِہٖ (سورہ انعام: ۱۵۳) بیشک یہ ایک ہی ہم تک پہنچنے کی صراط مستقیم ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ سب اسی پر چلو اور جو دوسرے راستے پیدا ہو گئے اور شاخیں نکل آئی ہیں۔ ان پر نہ چلو۔ اگر ان پر چلو گے۔ تو راہ خداوندی سے جدا ہو کر گمراہ ہو جاؤ گے۔ سبیل الٰہی و راہِ خداوندی ایک ہے۔ "قُلۡ ہٰذِہٖ سَبِیۡلِیۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیۡ" (سورہ یوسف ۱۰۸) کہہ دو۔ کہ اے پیغمبرؐ یہی ایک میری راہ ہے۔ جس پر بصیرت کے ساتھ لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ میں بھی۔ اور وہ جو میرے پیچھے میرے ساتھ ساتھ اور میرے قدم بقدم ہے۔ وہ بھی اسی راہ پر دعوت دے گا۔ اور میری جانشینی کا حق ادا کرے گا۔ دین الٰہی صراطِ الٰہی اور سبیل الٰہی کا ایک ہی ہونا یہ ایک دلیل ہے۔ جوہر عقل کی وحدت کی۔ کیونکہ جوہر عقل اصل فطرت کے لحاظ سے لوگوں میں مختلف ہوتا تو خدا کی معرفت کی راہیں۔ اور اس تک پہنچنے کے راستے بھی جدا جدا اور مختلف ہوتے ان امور کی وحدت جوہر عقل کی وحدت پر وال ہے۔ یعنی عام مکلفین میں مساوی و یکساں ہے۔ ہاں خاص خاصان خدا ایک خصوصیت رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ ہادی قرار پائے ہیں۔ اور عامتہ الناس سے مستثنٰی ہیں اور اسی وجہ سے اغواء شیطانی اور مبدء اضلال کے اضلال سے بری و پاک ہیں۔ "اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡہُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ" (سورہ حجر: ۴۰) اس کی تصریحی سند ہے۔ لہٰذا ضروری اور لازمی ہوا۔ کہ ان عقلاء میں ازروئے اصل جوہر عقلانی مطلق معارف دین اور اجمالی معرفت باری تعالیٰ میں اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اگر جوہر عقل جو اول ہادی قرار دیا گیا ہے۔ اور اول انسان اسی کی خلقت سے آراستہ کیا گیا ہے۔ انسان اپنے مبدء فیاض و صانع برحق اور اس کے دین کی (جس پر اس کی اصل فطرت مبنی ہے) اجمالی معرفت صحیح حاصل نہ کر سکے۔ اور یہ استعداد و قابلیت اس میں نہ ہو۔ تو یہ عطیہ الٰہیہ محض بیکار سمجھا جائے گا۔ اور کوئی فائدہ اس کا نہ ہوگا۔ اور نفس وجود اس کا لغو قرار پائے گا۔ اور ذات علیم حکیم ازلی ایسے نقائص سے بری ہے۔ جَلَّ وَتَعَالٰی عَمَّا یَقُوۡلُ الظَّالِمُوۡنَ عَلُوًّا کَبِیۡرًا پس چاہیے۔ کہ عقل جس وقت اپنی طبیعت و فطرت پر چھوڑ دی جائے۔ تو وہ صحیح حکم کرے۔ اور جہاں تک اس کی استطاعت ہے۔ اور جو اس کا عالم ہے۔ اس میں سیر کر سکے۔ اور معلومات صحیحہ حاصل کر سکے۔ البتہ جو اس کے دائرہ تصرف سے بالا ہے۔ وہاں رُک جائے۔ اور اس رُکنے میں بھی صحیح حکم لگائے۔ چنانچہ عقول سالمہ صحیحہ ہمیشہ جب مقام ذات احدی پر پہنچتی ہیں ٹھہر جاتی ہیں۔ اور آگے قدم نہیں بڑھاتی ہیں۔ البتہ اس ذات بسیط بحث وغیب الغیوب کے آثار وجود یہ سے اس کی اجمالی معرفتہ حاصل کرتی ہیں۔ اور اس مقام پر اپنے عجز و قصور کا ہمیشہ اعتراف و اقرار کرتی رہی ہیں۔ اسی وجہ سے کہ عقل صحیحہ سالم جب اپنی طبیعت و فطرت پر چھوڑ دی جائیں۔ اور کوئی عارض و مانع نہ ہو۔ ہمیشہ ایک ہی حکم کرتی ہیں۔ اور علماء و حکماء میں یہ مقولہ مشہور و معرف بلکہ مدلل مبرہن ہے۔ اَلۡعَقۡلُ یَجۡرِیۡ عَلٰی طَرِیۡقَۃٍ وَاحِدَۃٍ عقل کی ایک ہی راہ ہے۔ صحیح ہمیشہ ایک ہی راہ پر چلتی ہے۔ اسی بنا پر باوجود خواہشات نفسانیہ و تقلیدات و تعصّبات مذہبیہ کے بھی بعض احکام میں جملہ عقول متحد و متفق ہیں چنانچہ ہر ذی عقل کے نزدیک خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو۔ اور خواہ کسی ملک و قوم کا ہو۔ سچ بولنا اچھی چیز ہے اور جھوٹ بُرا۔ رحم پسندیدہ ہے اور ظلم ناپسندیدہ امانت مطلوب ہے خیانت نامرغوب ہے۔ عدل محبوب ہے اور جور

مکروہ۔ وغیرذالک اور ہر ایک ذی فہم جانتا اور مانتا ہے کہ ہر ایک بُرے کام کا انجام بُرا ہے۔ اور اچھے کام کا نتیجہ اچھا۔ اور اسی واسطے کہ ہادی اوّل فطرت وخلقت انسانی کے ساتھ موجود ہے۔ اور صانع وخالق وہی معبود ہے۔ جس کی معرفت اس کا فرض ہے۔ اور جس کے دین پر یہ مکلّف۔ دین کو انسان کے لئے فطری کہا گیا ہے۔ "فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذَالِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ" (سورہ روم ۳۰) اے ہمارے حبیبؐ اپنی توجہ اس دین حنیف الٰہی کی طرف مائل کر۔ جو فطرت الٰہی ہے۔ جس پر لوگوں کو خلق کیا ہے۔ اور خلقت الٰہی کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا۔ اور یہی دین مستقیم ومحکم ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے ہیں۔'' اس بیان سے بکمال وضاحت ثابت ہوگیا۔ کہ اصل فطرت انسانی وجوہر عقلانی انسانوں کے اندر ان امور تکلیفیہ میں اختلاف ہرگز نہیں ہوسکتا۔ لیکن اختلاف موجود ہے۔ اور منتہائی درجہ پر موجود ہے۔ حتیٰ کہ نفس وجود مبدء برحق وصانع مطلق میں اختلاف ہے۔ اس کی صفات میں اختلاف ہے۔ اس کے معارف دینیہ میں اختلاف ہے۔ اس کے خاص بندوں کی معرفت میں اختلاف ہے۔ اس کی عبادت کے طرق میں اختلاف ہے۔ وَالْعَقْلُ يَجْرِيْ عَلٰى طَرِيْقَةٍ وَّاحِدَةٍ۔ حالانکہ عقل ایک ہی طریق پر چلتی ہے۔

اس اختلاف کا باعث اور موجب نفس عقل نہیں ہے۔ بلکہ کوئی اور شے ہے۔ جو غالب ہوکر عقل کو مضمحل کر دیتی ہے۔ اور جب ہم اہل عالم کے کارناموں پر نظر ڈالیں۔ تو ہمیں اس کی حقیقت بخوبی معلوم ہوجائے گی۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کل انسان اس پر اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ سچ بولنا اچھا ہے اور جھوٹ سب سے بُری صفت ہے۔ اگر پھر وہی انسان رات دن جھوٹ کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ عقل ان سے جھوٹ نہیں بلوا رہی۔ عقل یہ حکم نہیں کر رہی ہے۔ کہ جھوٹ بولو۔ کہ یہ اچھی چیز ہے۔ بلکہ باوجود عقل کے اس حکم کے کہ جھوٹ بولنا بُری صفت ہے کوئی اور چیز ہے۔ جو اس سے جھوٹ بلوا رہی ہے۔ ہر ایک شخص یہ جانتا ہے۔ کہ عدل وانصاف اچھی چیز ہے۔ اصل بقاء دین ودنیا اور بقاء عام اسی عدل پر ہے۔ ایک حاکم جس وقت حکومت کی کرسی یا ایک مفتی افتاء کی مسند پر بیٹھا ہوتا ہے۔ اس وقت بھی جانتا ہے۔ کہ عدل وانصاف پسندیدہ اوصاف ہے۔ اور یہ اس جگہ اسی لئے بٹھایا گیا ہے۔ کہ انصاف کرے مگر پھر وہ خلافت عدل وانصاف کر دیتا ہے۔ یہ بے انصافی اس سے عقل نہیں کرا رہی ہے۔ اس کی فطرت ایسا نہیں چاہ رہی ہے وہ اس وقت بھول نہیں گیا ہے۔ کہ عدل بہترین صفت ہے۔ بلکہ رشوت کی زریں تصویر اس کو اپنے سنہری وروپہلی رنگوں میں لبھا رہی ہے۔ یا کسی کی محبت اس سے ایک طرفہ فیصلہ بے انصافی سے کرا رہی ہے۔ یا کسی کی عداوت میں نفس امارہ اپنے ضمیر وکانشنس کے خلاف حکم لکھوا رہا ہے۔ اور یہ اپنی نفسانی تشفی چاہ رہا ہے۔ مال ودولت یا کسی محبوب یا اپنے نفس امارہ کی محبت اس کو اندھا بنا رہی ہے۔ آنکھیں ہیں مگر نہیں دیکھتا۔ کان ہیں مگر نہیں سنتا۔ عقل ہے مگر اس سے کام نہیں لیتا۔ کیونکہ محبت مال یا نفس امارہ نے دل کی آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (سورہ حج: ۴۶) "آنکھیں تو اندھی نہیں ہوئیں۔ بلکہ وہ دل اندھے ہوگئے ہیں۔ جو سینوں میں ہیں۔'' اور مظہر حکمت الٰہیہ ومالک خلعت رسالت ختمیہ وعلی

آلہ الف الف تسلیمات وتحیۃ ارشاد فرماتے ہیں۔ حُبُّ الشَّیٔ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ۔ کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا و بہرہ بنا دیتی ہے۔ پھر نہ کچھ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے۔ اور نہ نصیحت پکڑتا ہے۔

پس معلوم ہوا۔ اور ثابت ہو گیا۔ کہ انسان ذی عقل و ذی فہم سے خلاف حق کرانے اور بے راہ چلانے والی چیزیں یہی تین ہو سکتی ہیں یعنی خواہشات نفسانیہ۔ تقلیدات اور تعصّبات مذہبیہ۔ تقلید و تعصب کی پٹی آنکھ کو حق کے دیکھنے سے باز رکھتی ہے خواہشات نفسانیہ کا حجاب نور عقل کو چھپا لیتا ہے۔ نفس امارہ زینت ہائے دنیویہ کا مجسمہ رنگ برنگ کے لباس میں پیش کر دیتا ہے۔ اور جب تک انسان ان ظلمات ثلث میں گرفتار ہے۔ کبھی نور عقل کی روشنی سے فیض نہیں پا سکتا "ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ" (سورہ نور: ۴۰) "وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (سورہ نور: ۴۰) جس کے دل میں فطرت کے اثرات باقی ہونگے۔ اور دین الٰہی کی جھلک موجود ہوگی۔ وہی ان ظلمات سے نجات پائے گا۔ اور صراط الٰہی دیکھ لے گا۔ سبیل الٰہی پر چل سکے گا۔ دین الٰہی کو دریافت کر سکے گا۔ "اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمَاتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ" (سورہ البقرہ: ۲۵۷) اللہ ولی ہے اُن لوگوں کا جو دل میں نور ایمان رکھتے ہیں۔ اور جوہر فطری عقلی سلب نہیں کر چکے ہیں۔ وہ انہیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اور انوار حقانیت و صداقت کا مشاہدہ کراتا ہے۔ اور جو لوگ کافر اور اس کی نعمتوں کے ناشکرے اور جوہر عقل سے کام نہ لینے والے ہیں۔ ان کے ولی اور ان پر تصرف رکھنے والے طاغوت ہیں۔ جو ان کو نور سے نکال کر ظلمتوں میں لے جاتے ہیں۔ راہ عقل سے موڑتے ہیں۔ اور سب سے بڑا طاغوت نفس امارہ ہے۔ یہی لوگ اہل جہنم ہیں۔ اور یہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ نور نور کی طرف مائل ہوگا۔ اور ظلمت ظلمت کی طرف۔ "وَالْجِنْسُ يَمِيْلُ اِلَى الْجِنْسِ۔ ولکل وجهة هو موليها۔ کسی فرد بشر کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ وہ نفسانیات اور تقلیدات و تعصّبات کی تاریکیوں میں بیٹھ کر نورِ حق کو دیکھ سکے۔ کسی انسان کے لئے ممکن نہیں ہے۔ کہ وہ جوہر عقل کو اس کی اصلی طبیعت و فطرت پر چھوڑے بغیر راہ صواب پا سکے۔ ہر ایک عالم اور عابد کے لئے بغیر تزکیہ نفس عن الشوائب و اخلاص نیت و اخلاء قلب عن التقلید والتعصب تحقیق دین و مذہب کی منازل کو طے کرنا محال ہے۔ دنیا میں جو کچھ اختلاف نظر آ رہا ہے۔ یہ عقل کی بدولت نہیں ہے۔ بلکہ انہی شیاطین ثالثہ کی بدولت ہے۔ اور جب تک یہ سلسلہ باقی ہے۔ ناممکن ہے کہ یہ اختلاف مٹ جائے۔ اور ان لوگوں سے تو اتفاق کی امید طمع خام ہے۔ جو اختلاف کو رحمت جانتے ہیں۔ ہاں جو لوگ اس کشاکش سے اپنے کو پاک کر لیتے ہیں۔ وہ فوراً چند نکتوں کو سمجھ کر راہِ حق پر پہنچ جاتے ہیں۔ صراط الٰہی کو پہچان لیتے ہیں۔ ان سے تصفیہ بغیر مذہبی تحقیقات میں قدم رکھنا اور بحث و مباحثہ میں وقت گذارنا محض فضول ہے۔ بلکہ گمراہی بڑھے گی۔ اور اختلاف روز بروز زیادہ ہوگا۔ جیسا کہ خود مشاہدے میں آ رہا ہے۔ اور آج کل بحث و مباحثہ کرنے والے لوگ محض دین کو دنیا کمانے کا جال بنائے ہوئے ہیں۔ اس سے بہتر وہ کوئی ذریعہ معاش نہیں پاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ان کے لئے کوئی تجارت نہیں ہے۔ ورنہ حق اور تحقیق

معلوم کرے۔ سُونگھنے کی چیزوں کو سُونگھے۔ اوراس میں خوشبو اور بدبو کو ممتاز کر دے۔ ہزاروں پھولوں میں سب سے بہتر پھول اور ہزار خوشبوؤں میں سے سب سے لطیف خوشبو پہچان لے۔ اور انتخاب کرے۔ یا چکھنے کی چیزوں میں سے سب سے لذیذ اور خوش ذائقہ شے کو چن لے۔ اور مزہ دار اور بدمزہ میں فرق کرے۔ چھونے کی اشیاء میں سخت ونرم۔ سرد وگرم میں تفریق کر سکے۔ یہ سب باتیں حواس ظاہریہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور عام حیوانات میں پائی جاتی ہیں۔ اوران میں بھی شدت وتاکد وجود اور استعداد وقابلیت کے موافق تمیز ہے۔ بلکہ خیال۔ واہمہ وحافظہ وغیرہ قویٰ میں بھی حیوانات شریک انسان ہیں۔ اگر تمیز انسانی بھی انہی حواس وقویٰ کی حدود تک محدود رہی۔ تو انسان کامل اور حیوان کامل میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ اور انسان ایک بندر سے زیادہ رقبہ نہ پائے گا۔ اوراس سے ممتاز نہ ہوسکے گا۔ اشرف مخلوقات کا خطاب اس کے لئے شایان نہ ہوگا۔ افضل موجودات کی خلقت زرین سے بالاستحقاق آراستہ نہ ہوسکے گا۔ اس کا کمال دراصل وہیں سے ظاہر ہوگا۔ جہاں اور جس بات میں یہ کل موجودات سے امتیاز اور جنس حیوان سے افتراق رکھتا ہے۔ اس کی قوت تمیز ہرگز محسوسات میں منحصر نہ ہوگی۔ بلکہ انسان وہ ہے۔ جو اِن باتوں کو سوچ سکے۔ اور وہاں تک رسائی رکھتا ہو۔ ان اموراوران اشیاء میں تمیز کرے۔ جو نہ دیکھنے میں آتی ہیں۔ نہ چکھنے میں۔ نہ چھونے میں اور نہ سُونگھنے میں۔ ہاں اگر آتی ہیں تو صرف سننے میں۔ بلکہ بعض اوقات یہ وہاں تک پہنچے گا۔ جہاں سننے کا بھی مقام نہیں ہے۔ اور وہ باتیں معلوم اور دریافت کرے گا۔ جو اس نے کبھی نہیں سنی ہیں۔ ان کو پہچان لے گا۔ جو "لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبٍ کَثِیْرٍ" ہیں۔ اسی میں کمال انسانی ہے۔ کہ یہ اس ہستی کو پہچان لیتا ہے۔ جو حواس وقوائے کی حدود سے کہیں بالا ہے۔ اور جس کو کبھی کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا۔ اور نہ وہ جسم ہے۔ نہ جسمانی۔ نہ مکانی ہے نہ زمانی۔ اسی پر انسان کی شرافت وفضیلت ہے۔ اسی سے مکلّف معارف واحکام الٰہیہ قرار پایا ہے۔ خصوصاً اس کا کمال یہ ہے۔ کہ الفاظ ونقوش کے لباس میں معانی ومطالب کی حقیقت کا مشاہدہ کرے۔ اور ہر ایک معنی کو جدا اور ہر ایک مطلب کو علیحدہ علیحدہ دیکھے اور دکھائے۔ سمجھے اور سمجھائے۔ کان انسان کے تحصیل علوم کا سب سے پہلا آلہ اور سب سے زبردست ذریعہ ہے۔ اور سماعت اور تکلم میں انسان کا بہت بڑا جوہر ظاہر ہوتا ہے۔ جبکہ اپنی قوت عقلی اور فواد سے کام لیتا ہے۔ "اَخْرَجَکُمْ مِنْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ" (سورہ نحل: ۷۸) "اللہ نے تمہیں جاہل پیدا کیا۔ اور تحصیل علم کے لئے کان۔ آنکھیں اور دل بنائے۔" "اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا" (سورہ بنی اسرائیل: ۳۶) یہی تینوں ماخوذ ہونگے اور ہر ایک پر گرفت اوران سب میں کان مقدم ہے۔ اور سنی ہوئی بات کا فیصلہ دل پر ہے۔ نہ وہ دل جس کو اطباء قطعہ صنوبری کہتے ہیں۔ بلکہ وہ دل جس کو عارفین "لطیفہ ربانیہ فی صورۃ ناسوتیہ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ دل جو نہ مقام محض قلب ہے۔ بلکہ وہ دل جس کو فواد کہا جاتا ہے۔ اور آخری مقام اُس کا لُب ہے۔ "اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ" (سورہ زمر: ۲۱) "بیشک اہل عقل اور اہل لب کے لئے اس میں بڑی نصیحت ہے۔" بہرکیف انسان کا بہت بڑا کمال اسی میں ہے۔ کہ یہ کلام سن

کر کلام کے مجسمہ میں معانی و مطالب کو جلوہ نما دیکھے۔ اور جملہ حقائق کو اس لباس میں ظاہر کر سکے۔ کل حقائق و معارف کی تصویر لفظوں میں کھینچ دے۔ اور یہ انسان کے لئے آخری درجہ ہے۔ اور انسان محسوسات سے ترقی کر کے معقولات تک پہنچتا ہے۔ اسی واسطے خداوند عالم نے جب سے سلسلہ ہدایت خلق جاری کیا ہے۔ اور انبیاء مرسلین وغیر مرسلین کو بھیجا ہے۔ تاریخ دیانات اٹھا کر دیکھو۔ ہر ایک پیغمبر کی آیت اور نشانی جس کو معجزہ کہا جاتا ہے ایسی ہی ہوتی ہے۔ جو محسوس ہو سکے۔ خواہ طوفان آب ہو یا طوفان باد۔ اخراج ناقہ یا آگ میں سے سالم نکل آنا۔ یا ہاتھ ید بیضا ہونا۔ یا عصا کا اژدہا ہو جانا۔ یا مُردوں کا زندہ ہو جانا وغیرہ ذالک سب ایسے معجزات تھے۔ جو حواس ظاہر یہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ سب کے سب قوتِ بصر سے پہچانے جا سکتے ہیں۔ ان میں سے کوئی معجزہ بھی ایسا نہیں ہے۔ جہاں خاص قوتِ روحانی اور ادراک باطنی کی ضرورت پڑتی ہو۔ لیکن جس وقت نوعِ انسانی اپنی نوعی ترقی میں درجہ ششم پر پہنچ جاتی ہے۔ اور افضل المرسلین مبعوث ہوتا ہے۔ اس وقت کا معجزہ وہی کلام قرار دیا جاتا ہے۔ جو انسان کا منتہائی کمال ظاہر کرتا ہے۔ اور جس میں ہر وقت اور ہر آن قوت ادراک و عقل وفہم کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور وہ اس منتہائی درجہ کمال پر ہے۔ جہاں عقول بشری عاجز ہیں۔ کلام خدا ہے۔ اور زبان محمدیؐ سے ادا ہوا ہے۔ اور یہ وہ معجزہ ہے۔ کہ جس قدر علوم انسانی بڑھتے جائیں گے۔ اور نوعِ انسانی ترقی کرتی جائے گی۔ اسی قدر اس میں غور وخوض اور تفکر و تعقل و تفقہ سے حقائق منکشف ہوتے جائیں گے اور ہو رہے ہیں۔ اور اسی میں غور وخوض کرنے اور حقائق و معارف و علوم معلوم کرنے پر انسانی ترقی کا دار و مدار اور ایمان و ایقان کا کمال ہے۔ اور یہی وہ صفت ہے۔ جو مکونات ارضیہ میں سے خاص انسان سے مخصوص ہے۔ اور بیان ہی انسان و حیوان میں حقیقی فصل ممیز ہے۔ اور یہی اس کے ذی عقل ہونے کی نشانی ہے۔ اور اسی کو خدا نے معیار عقل و نشان ہدایت قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ ''وَبَشِّرْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ'' (سورہ زمر: ۱۸) ''بشارت اور خوش خبری دو میرے ان بندوں کو جو کلام کو غور سے سنتے ہیں۔ اور ہر ایک بات پر توجہ کرتے ہیں۔ اور پھر اس میں سے جو سب سے بہتر ہوتی ہے۔ اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کو خدا نے ہدایت کی ہے۔ اور راہ حق دکھلائی ہے۔ اور یہی اہل عقل ہیں۔ عقلاء کی یہی نشانی ہے۔ کہ کلام سن کر اس میں قوت ادراک و تمیز سے کام لیں۔ اور اس کلام سے حق و ناحق کو پہچانیں۔ ان الفاظ کے آئینہ میں حقائق و معارف کا جمال دیکھیں۔ اور اس ذات کی معرفت حاصل کریں۔ جو نہ دیکھنے کی ہے اور نہ چھونے کی۔ نہ سونگھنے کی نہ چکھنے کی۔ اور اس سے عیب پر ایمان لائیں۔ قرآن کی ہدایات سے ایسے ہی لوگ مستفید ہو سکتے ہیں۔ ایسے ہی نفوس فیض پا سکتے ہیں۔ جو بات سُن کر اس کے صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے کوشاں رہتے ہیں۔ اور اندھی تقلید کی زنجیروں کو توڑ دیتے ہیں۔ وہ الفاظ کے غلاف تک مقید نہیں رہتے۔ بلکہ مغز کلام تک پہنچتے ہیں۔ وہ تعصّبات مذہبی میں آ کر اگر مگر کے بہانوں سے کام نہیں لیتے ہیں۔ بلکہ جو کچھ سنتے ہیں۔ اس میں حق بات کو ضرور قبول کر لیتے ہیں۔ اور پھر چون و چرا نہیں کرتے۔'' الٓمّٓ ٥ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ

یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ" (سورہ البقرہ ۱:۲) (الآیہ) جناب رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی مومنین کی زیادہ تعریف کی ہے۔ جو محض قوتِ ادراک وشعور اور عقل وفہم کے ذریعہ حق تک پہنچتے ہیں۔ اور محض سفیدی پر سیاہی (سفید کاغذ پر سیاہ نقوش وحروف) دیکھ کر خدا اور اس کے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ اور نیز اس کے اوصیاء پر ایمان لائے ہیں۔ اور آنکھ سے انہوں نے نہ رسول کو دیکھا ہے نہ امامؑ کو اور نہ جنداء ومناد کو۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو حقیقت وحقانیت منکشف ہونے پر اپنی نفسانیت اور تقلیدات وتعصبات سے شکوک وشبہات کے پتھر نہیں لڑھکاتے اور ہر ایک معقول بات کو توجہ سے سنتے ہیں۔ خواہ کہنے والا کوئی ہو۔ جس میں یہ وصف نہیں۔ وہ کبھی بھی راہ راست پر نہیں آسکتے۔ اور ایک قرآن کیا کل صحف انبیاء جن کا مجموعہ قرآن ہے پڑھ کر سنا دو۔ تو نہیں مانتے۔ اور وہ قرآن میں "الحمد للّٰہ" کے نیچے نقطہ لکھا دیکھ کر "اَلْحَمْدُ" ہی پڑھتے رہتے ہیں۔ خواہ ہزار دلیلوں سے واضح کردو۔ کہ "اَلْحَمْدُ" ہے الحمد یہاں کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اس جمود وخمود کی وجہ سے آج تک یہ سلسلہ چلا آتا ہے۔ اور بڑھتا جاتا ہے۔ جو طالبان حق ہیں۔ جو چاہتے ہیں۔ کہ رب العالمین واحکم الحاکمین جبار وقہار ہستی کے دربار جبروت آثار میں سرخرو ہو کر جائیں۔ اور جواب وسوال میں شرمندہ نہ ہوں اور ندامت سے اس وقت ہاتھوں کو نہ کاٹیں۔ اور حسرت واندوہ سے اس دن "یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا" (سورہ بناء: ۴۰) اے کاش میں آج خاک ہوتا۔ اور یہ وقت نہ دیکھتا نہ کہیں۔ اور جو جانتے ہیں۔ کہ روز حساب وکتاب ضرور آنے والا ہے۔" وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّارَیْبَ فِیْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ" (سورہ حج: ۷) اور اس سے کسی کو مضر نہیں۔ ہر ایک پیشانی کو دست قدرت پکڑے ہوئے گھسیٹ رہا ہے۔ اور انسان جہاں سے آیا تھا۔ اُدھر جا رہا ہے۔ اور عود کر رہا ہے۔" مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" (سورہ ہود: ۵۶) دنیا اور عیش دنیا۔ عزت وناموس دنیا اور زیب وزینت دنیا فانی اور چند روزہ ہے۔" وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ غُرُوْرٌ" (سورہ حدید: ۲۰) جو کچھ یہاں نظر آرہا ہے۔ اور جو رنگ رلیاں یہاں دکھلائی دے رہی ہیں۔ جنہوں نے ایک کثیر مخلوقات کی آنکھوں کو خیرہ کیا ہوا ہے۔ وہ سب دھوکا ہی دھوکا ہے۔" وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ" (سورہ آل عمران: ۱۴) اور اچھی جگہ وہی ہے۔ جہاں کا اہل ایمان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور دوام وخلود اسی زندگی کے لئے ہیں۔ جو عذاب وعقاب الٰہی اور علیم ازلی کے انتقام سے ڈرتے ہیں۔ اور خوب سمجھتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہاں نہ مال کام آئے گا۔ اور نہ اولاد ساتھ دے گی۔ اور نہ کنبہ وقبیلہ مدد کرے گا۔ نہ وہاں یہ مُلا اور مولوی نصرت دیاری کرسکیں گے۔ ہر ایک نفسانفسی میں مبتلا ہوگا۔ اور ان میں سے کوئی کسی کی خبر نہ لے سکے گا۔ ان کے اعمال اور اعتقاد کی نسبت خود ان سے سوال ہوگا۔ ان کے مُلا اور مولویوں یا پیروں سے۔ ہر ایک اپنا اپنا جواب دہ ہوگا۔ اور کوئی کسی کی خاطر جہنم میں نہ جائے گا۔ اور کوئی کسی کا بار نہ اُٹھا سکے گا۔ "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" (سورہ انعام: ۱۶۴) اس دن کسی کی حکومت وریاست وسیاست نہ ہوگی۔ وہاں کسی حاکم وامیر کا خزانہ نہ ہوگا۔ اس دن نہ قیصر ہونگے نہ مغفور۔ نہ کسریٰ ہونگے نہ فرعون نہ ہرقل روم ہوں گے۔ اور نہ امیر شام۔ "لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ" (سورہ مومن: ۱۶) اُس دن کس کی بادشاہت ہوگی؟ "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" پس

خدائے واحد قہار کے سوا کس کی حکومت ہو سکتی ہے ان کو چاہئے کہ اپنی عقل اپنے فہم اپنے ادراک شعور سے کام لیں۔ "اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَائَنَا عَلٰی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰی اٰثَارِھِمْ مُّھْتَدُوْنَ" (سورہ زخرف:۲۲) کو چھوڑیں۔ ماں باپ اپنی قبر میں جائیں گے اور یہ اپنی قبر میں۔ وہ دن ہوگا۔ کہ ایک دوسرے سے بھاگے گا۔ "یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ لِکُلِّ امْرِیءٍ مِنْھُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ" (سورہ عبس ۳۴ تا ۳۷) جس دن آدمی اپنے باپ۔ ماں، بھائی، بہنوں اور بچوں سے بھاگے گا۔ اور ہر ایک اپنی اپنی حالت میں مبتلا ہوگا۔ "وَاِذْ تَبَرَّءَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا" (سورہ البقرہ:۱۴۴، ۱۶۶) جس دن کہ وہ لوگ جن کی دنیا میں پیروی کی جاتی رہی ہے۔ اور وہ دراصل اس کے اہل نہ تھے۔ اور قدرت نے ان کو اس کام کے لئے نہ بنایا تھا۔ وہ خود اپنے پیرووٗں اور مقتدیوں سے بھاگیں گے۔ اور بیزاری ظاہر کریں گے۔ حتیٰ کہ خود شیطان کہہ اُٹھے گا کہ مجھے تم لوگوں پر کوئی قدرت جبریہ حاصل نہ تھی۔ صرف یہ کہ میں نے تمہیں اپنی طرف بلایا اور بہکایا۔ تم نے میری دعوت قبول کی۔ اور میرا کہنا مان لیا۔ پس اب تم مجھے ملامت نہ کرو۔ اپنے آپ پر لعنت ملامت کرو۔ کہ تم کیوں دھوکے میں آ گئے۔ "وَمَا یَعِدُھُمُ الشَّیْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا" (سورہ نسآء:۱۲۰) شیطانی وعدے دھوکے ہی ہوتے ہیں۔ اور لوگ ایسے دھوکوں میں آ جاتے ہیں۔ اور شیاطین الانس کا اثر انسان پر بوجہ ہم جنس و ہم شبیہ ہونے کے زیادہ ہوتا ہے۔ اور شیاطین جنی کی نسبت وہ لوگوں کو زیادہ گمراہ کرتے ہیں۔ اور راہ حق وصواب سے موڑتے رہتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ شب و روز جاری رہتا ہے۔ اور انسی شیاطین بیچارے عوام کالانعام کو اپنے دام تزویر میں پھنساتے رہتے ہیں۔ اور انہیں خوب سبز باغ دکھاتے ہیں۔ سیدھے سادے اور اندھے مقلد ان کی باتوں میں پھنس جاتے ہیں۔ اور ان کے رسائل وکتب اور ان کے وعظ و پند سے فریب کھا جاتے ہیں۔ ہاں وہ اہل عقل جن کی اُوپر تعریف آ چکی ہے ان کے پھندے سے نکل سکتے ہیں۔ انسان کو چاہئے۔ کہ قوتِ تمیز سے کام لے۔ اور اچھے و برے کو خود پہچانے۔ دوست و دشمن کی تمیز حاصل کرے۔ اور جو بات سنے اس میں خوب غور کرے۔ اور یہ یاد رکھے۔ کہ مار آستین ہی زیادہ مضر ہوتے ہیں۔ اور گھر کے ہی لوگوں سے اکثر گھر تباہ ہو جایا کرتا ہے۔ دین میں اپنا پرایا نہیں ہوتا۔ خدا کی کسی کے ساتھ رشتہ داری نہیں ہے۔ "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ" (سورہ حجرات:۱۳) جو لوگ خدا سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔ وہی خدا کے نزدیک زیادہ مکرم و معزز و معظم ہیں۔ "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُو الصَّالِحَاتِ اُوْلٰٓئِكَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّهِ" (سورہ بیّنہ:۸)۔ سب سے اچھے لوگ وہی ہیں۔ جو خدا پر اعتقاد صحیح رکھتے ہیں۔ اور جملہ اعمال صالحہ کو بجالاتے ہیں۔ نہ وہ لوگ جو دنیا میں جاہ و حشمت و مال و دولت بہت زیادہ رکھتے ہیں۔ دُور دُور تک ان کا سکہ چلتا ہے۔ اور ڈنکا بجتا ہے۔ خدا کے مقرب بندوں اور دنیا پرستوں کی شان و حالت میں فرق نہیں ہوتا ہے۔ خدا پرست و زر پرست صاف پہچانا جاتا ہے۔ نکوکار و مکار میں ضرور امتیاز ہوتا ہے۔ خاصان خدا کی شان اور ہوتی ہے۔ اور شاہان دنیا کا جاہ و حشم اور۔ تاج کیانی کچھ اور چیز ہے عمامہ نہ بنوتی کوئی اور شے تخت طاؤس اور ہے اور حصیر مسجد اور۔ جام جم اور ہے اور طاق حرم اور بت خانہ اور کعبہ میں صورۃً چنداں فرق نہیں ہوتا۔ مسجد اور کلیسیا تقریباً یکساں

و یک صورت ہوتے ہیں۔ مندر و خانقاہ صورت میں مساوی ہی ہوتے ہیں۔ مگر ہر عارف تمیز کرتا ہے۔ اور ہر ایک خیال کا آدمی اپنے خیال کی طرف مائل ہوتا ہے۔ بت پرست بت خانہ میں چلے جاتے ہیں۔ اور خدا پرست کعبہ میں۔ اور پہچاننے والے فوراً کعبہ پہچان کر بتوں سے صاف کر دیتے ہیں۔ دیر سے حرم بنا دیتے ہیں۔ اہل عقل اور اہل معرفت کی یہی شناخت ہے۔ جس میں یہ تمیز نہیں۔ جو دیر و حرم میں فرق نہیں کر سکتا۔ جو سلیمانؑ و جمشید کو نہیں پہچان سکتا۔ جو آدمؑ اور ابلیس میں امتیاز نہیں رکھتا۔ جو آزر و ابراہیمؑ میں تفریق نہیں کر سکتا۔ جو ابولہب و ابوطالبؑ میں تمایز قائم نہیں کر سکتا۔ جو ابوجہل اور ابوالقاسم محمد مصطفیؐ میں مابہ الامتیاز نہیں رکھتا۔ وہ انسانوں کے زمرہ میں شامل ہونے کا حق نہیں رکھتا۔ چہ جائیکہ وہ اہل عقل میں داخل ہو سکے۔ اس کے نزدیک حق و باطل۔ صدق و کذب۔ کفر و اسلام اور نور و نار ایک ہے۔ پھر اسے بہشت کی کیا قدر ہو گی۔ دوزخ ہی اس کیلئے سزاوار ہے۔ اور وہی اس کی بازگشت ہے۔ "اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی" (سورہ قیامۃ: ۳۴، ۳۵) "اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِاُولِی الْاَبْصَارِ" (سورہ آل عمران: ۱۳) بیشک اہل بصیرت کے لئے اس میں عبرت و نصیحت ہے۔ "وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُولُو الْاَلْبَابِ" (سورہ البقرہ: ۲۶۹) اس سے تو اہل عقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ "وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ" (سورہ قمر: ۱۷) ہم نے قرآن کو تذکر اور نصیحت و عبرت کے لئے آسان بنا دیا ہے۔ پس کوئی ہے جو نصیحت لے اور عبرت پکڑے۔ "وَمَا یَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَاقِلُوْنَ" قرآن میں عبرت و نصیحت کے لئے سب کچھ موجود ہے۔ مگر اس بات کو تو صرف اہل عقل ہی جانتے ہیں۔ اس کو تو اہل علم و بصیرت ہی سمجھتے ہیں۔

جب تک قوتِ سماعت باقی ہے۔ انسان سن سکتا ہے۔ غور کر سکتا ہے۔ اور ابھی اصلاح کا وقت باقی ہے۔ جب وقت مقرر آ جائے گا۔ اس وقت کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ اور جس وقت دم گلے میں رُکے گا۔ اُس وقت گھبرائے گا۔ اور کچھ بن نہ آئے گا۔ "اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَی الْحَنَاجِرِ کَاظِمِیْنَ" (سورہ مرمت: ۱۸) جب دم گھٹے گا۔ اور سانس گلے میں اٹکے گا۔ اُس وقت حقیقت کا بہت کچھ انکشاف ہو جائے گا۔ بہت شرمندگی ہو گی۔ سخت ندامت کا سامنا ہو گا۔ اور سب سے زیادہ اندوہ و غم اور رنج و الم اور حسرت و یاس میں وہ لوگ ہوں گے۔ جنہوں نے اپنے دین کو دوسروں کی دنیا کی خاطر پہنچا ہے۔ اور ان سے بڑھ کر بدنصیب کوئی ہو نہیں سکتا۔ "وَهُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ" (سورہ مائدہ: ۵) انہی کے لئے ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جو اس دن "یَاوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا" (سورہ فرقان: ۲۸) (اے کاش میں فلاں فلاں کو دوست نہ بناتا) پکاریں گے۔ اور کہیں گے۔ کاش میں رسولؐ کی راہ اختیار کرتا۔ "یٰلَیْتَنِیْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا" (سورہ فرقان: ۲۷) وہ زمانہ بھی بہت قریب ہے۔ جبکہ نور محمدیؐ کا ظہور قائم ہو۔ اور کل روئے زمین اس نور سے ماموراور منور ہو جائے۔ "وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا" (سورہ زمر: ۶۹) روئے زمین نور خدائی سے چمک اُٹھے۔ "وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْهًا" (سورہ آل عمران: ۸۳) ہر ایک موجود طوعاً دائرہ اسلامی میں داخل ہو۔ اور ہر قطعہ زمین سے صدائے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" بلند ہو۔ اور کل انسان ایک سلسلہ اتحاد میں متحد و منسلک ہوں۔ رسول

اپنی آنکھوں سے وہ دن دیکھیں۔ جس کی بابت ان کے لئے لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور جس کے لئے وہ فرماتے تھے "رَبِّ اِمَّا تُرِيَنِّي مَايُوعَدُونَ" (سورہ مومنون: ۹۳) اور پروردگار عالمین نے ارشاد فرمایا ہے۔ "وَاِنَّا عَلٰى اَنْ نُّرِيَكَ مَانَعِدُهُمْ لَقَادِرُوْن" (سورہ مومنون: ۹۵) اور بیشک ہم اس بات پر قادر ہیں۔ کہ جو وعدہ میرے حق میں ان لوگوں سے کیا ہے۔ اس کو مجھے پورا کر کے دکھائیں۔ یعنی وہ وقت جس کے کل اہل دیانت خصوصاً اہل اسلام وایمان منتظر ہیں۔ قریب آرہا ہے۔ وہ وجود جس کے کل عارفین مشتاق ہیں عنقریب ظاہر ہونے والا ہے۔ وہ آیت عظمٰی آشکارا ہونے والی ہے۔ جس کے آنے پر کسی کو ایمان لانا فائدہ نہ دے گا۔ "وَيَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ لَايَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْكَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا" (سورہ انعام: ۱۵۸) جس دن بعض آیات پروردگار نمایاں وآشکارا ہوں گی۔ تو اس دن کسی نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا۔ جو پہلے سے اس پر ایمان لایا ہوا نہیں ہے۔ یا جس نے اپنے ایمان میں کسب خیر نہیں کیا ہے۔ اور اعمال صالحہ بجا نہیں لایا ہے۔ اس مظہر منعم حقیقی اس آیت کبریٰ اس مصدر قہاریت جبروتی اور عذاب الٰہی کو دیکھ کر اور حیران ومتحیر ہو کر اقرار اسلام وایمان کرنا مفید نہیں۔ اس وقت لب قدرت سے یہ صدا سنائی دے گی۔ "اٰلْاٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ" (سورہ یونس: ۹۱) اب ایمان لانے لگا ہے۔ اور پہلے جب وقت تھا۔ معصیت کاری اور نافرمانی میں مبتلا رہا۔ "وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاص" (سورہ ص: ۳) اب تو چھٹکارا نہیں ہو سکتا ہے۔ "فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوالْاَلْبَابِ" (سورہ زمر: ۱۷، ۱۸) وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ۔ (سورہ یٰس: ۱۷)

ضرورت اقامہ خلیفۃ اللہ

(۲) جملہ اہل دیانت سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے۔ اور ہم حصص سابقہ میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔ اختلاف خلافت قدیم ہے۔ یعنی انسانی خلقت کی ابتداء کے ساتھ ہی اس اختلاف کی ابتداء ہے۔ اور ساتھ ساتھ یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہا ہے۔ اوّل اعلان خلافت ہی پر اختلاف اور شکوک وشبہات شروع ہو گئے ہیں۔ "اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِيْنٍ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوْحِيْ فَقَعُوْالَهٗ سَاجِدِيْنَ" (سورہ ص: ۷۱، ۷۲) اعلان خلافت مشہور ومعروف ہے۔ اور دوسری جگہ یوں ذکر کیا گیا ہے۔ "اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْض خَلِيْفَةً" (سورہ البقرہ: ۳۰) ملائکہ کو علیحدہ رشک پیدا ہوا۔ مگر وہ نفوس نورانیہ معمولی امتحان اور اشارہ سے سمجھ گئے۔ کہ بیشک اس عہدہ کے لائق اور سزاوار یہی بشر ہے۔ جس کو قدرت نے اس منصب کے لئے خلق کیا اور چنا ہے۔ اور وہی بہتر جاننے والا ہے۔ جو وہ جانتا ہے۔ ہم نہیں جان سکتے۔ مگر ناری وجود اپنے استکبار میں آ گیا۔ نہ پہچانا اور نہ مانا۔ حقیقت میں نگاہ نہ رکھتا تھا۔ اور تکبر وغرور نے اور اندھا بنا دیا تھا۔ اپنی عبادت پر ناز تھا۔ باطن کو نہ دیکھا۔ ظاہر پر قیاس کیا۔ حکم کو نہ مانا۔ قیاس اور رائے سے کام لیا۔ خطائے اجتہادی میں گرفتار ہو کر راندۂ درگاہ ہوا۔ خلعت نبوت وخلافت کو صورتِ بشری خیال کیا۔ اور "نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ" (سورہ: ۷۲) ص کی حقیقت پر غور نہ کیا۔ قیاس دوڑائے۔

اور خاک سے آگ کو بالا سمجھا۔ اور "اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ"(سورہ ص:۷۶) کی منطق پیش کردی۔ فرمان صاف تھا۔ مگر نفس قابلہ نہ رکھتا تھا۔ خدا نے صورت بشری کو سجدہ کا حکم نہیں دیا تھا۔ جو اس کا قیاس تھا۔ کہ خاک سے آگ بہتر ہے۔ اور ناری وجود خاکی پتلے کو کیوں تعظیم دے۔ تعظیم افضل کی دی جاتی ہے نہ مفضول کی۔ بلکہ فرمان الٰہی میں سجدہ کا حکم "نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ"(سورہ ص:۷۲) کے بعد تھا۔ اور جو کچھ کمال تھا۔ وہ اسی روح میں تھا یہی حامل خلافت تھی۔ یہی مابہ النبوۃ۔ عارف ہوتا۔ تو سمجھتا کہ "من روحی" میں "نسبت قدسیہ" کیا ثابت کررہی ہے۔ اور آدمؑ کو کس مقام ومرتبہ پر پہنچا رہی ہے۔ غرض قیاس اور خطائے اجتہادی نے ابلیس کو راندۂ درگاہ اور کافر بلکہ مشرک بنایا۔ "اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ"(سورہ فرقان:۴۳) کیا تم نے اس کو دیکھا۔ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا۔ حکم خدا چھوڑ کر اپنی رائے پر چلا۔ جو اس کے نفس نے چاہا۔ اور جو اس کی خواہش ہوئی۔ اس پر عمل پیرا ہوا۔ غرض خطائے اجتہادی اور رائے اور قیاس ہی شرک ہے۔ اور اسی سے انسان گمراہ ہوتا ہے۔ "وَاِنَّ دِیْنَ اللّٰهِ لَا یُصَابُ بِالْقِیَاسِ" عارفین کاملین اولیاء اللہ کا مقولہ ہے۔ کہ دین خدا قیاس سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ ایسے ہی قیاس سے ہمیشہ امم انبیاء گمراہ ہوتی رہی ہیں۔ اور "بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" (سورہ حم سجدہ:۶) سے استدلال کرتی رہی ہیں۔ انبیاء اللہ کی نبوت کا انکار اسی قیاس پر ہوتا تھا۔ کہ یہ ہم جیسے بشر ہیں۔ ہم ان کی اطاعت کیوں کریں۔ اور ان کی بات کیوں مانیں۔ "اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا"(سورہ مومنون:۴۷) کیا اپنے جیسے انسانوں پر ایمان لے آئیں۔ ظہور اسلام کے زمانہ میں بھی بہت سے لوگ اسی قیاس سے گمراہ ہوتے رہے ہیں۔ اور ہوتے رہتے ہیں۔ اور اب بھی یہی کہہ دیتے ہیں۔ کہ رسول اللہؐ ہم جیسے ایک بشر ہی تھے۔ وہ نہ بشر کے معنی جانتے ہیں۔ اور نہ انسان ورجل اور مرء کے۔ اور نہ تمثیل کی حقیقت سے آگاہ ہیں (اس کی تفصیل اور حقیقت کشف الاسرار میں ملاحظہ ہو)۔ اور اسی بنا پر ذات اقدس کے کلام کے مقابلہ میں بھی اپنی رائے اور قیاس سے کام لیتے ہیں۔ جس کی نسبت خدائے لم یزل نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ "مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" (سورہ نجم:۳،۴) اور جو اس حقیقت سے آگاہ ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ اصل غرض وغایت کے لحاظ سے کلامِ خدا اور کلامِ رسول میں کوئی فرق نہیں ہے۔ صرف اجمال وتفصیل کا فرق ہوتا ہے۔ اور بعض جگہ یہ بھی نہیں۔ بلکہ قول رسولؐ بیان قرآن ہوتا ہے۔ بنابریں صادق الاسلام لوگ بحکم "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" (سورہ احزاب:۵۶) اے ایمان والو! اس پیغمبرؐ پر صلوات بھیجو۔ جو حق تسلیم کرنے کا ہے۔ اس کو تسلیم کرو۔ جو وہ کہے۔ اُسے مانو۔ جس سے وہ روکے۔ باز رہو۔ اپنی چون وچرا اور لما و بما کو دخل نہ دو۔ "مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"(سورہ حشر:۷) جو کچھ رسولؐ تمہیں دے۔ لے لو۔ اور جو کہے۔ مان لو۔ جس سے روکے اور منع کرے۔ اس سے باز آجاؤ۔ قول رسولؐ کو مثل آیت قرآن ہی جانتے ہیں۔ مگر شکوک وشبہات والے وجود قول رسولؐ ملکہ محفل رسولؐ میں بھی اپنی رائے اور اجتہاد سے تاویلیں شروع کردیں۔ انہیں اپنی خواہشات کے موافق موڑ لیا۔ اور اختلافِ عظیم پیدا ہوگیا۔ اور روز بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور جو کچھ اختلاف ہے۔ وہ رائے اور

قیاس ہی کی بنا پر ہے۔اور یہ اختلاف بھی قدیم سے چلا آرہا ہے۔اوراس کی یہ علت بھی اسی طرح قدیم سے ساتھ ساتھ چلی آرہی ہے۔"وَاَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ" اب بھی اگر اسی قیاس سے کام لیا جائے۔تو ناممکن ہے۔کہ حق منکشف ہو۔اب بھی اگر خلافت الٰہیہ کوصورت بشری سے قیاس کیا جائے۔اور خلیفہ خدا کوسونے چاندی کے تاروں اور موتیوں اور جواہرات سے مرصع گندہ اور بوسیدہ گدڑی میں دیکھا جائے۔تو محال ہے کہ خلافت الٰہیہ کی حقیقت سے آگاہی حاصل ہو۔یا راہ صواب ہاتھ لگے۔ہم تخت خلافت الٰہیہ ومسند نبویہ پر مرصع مجسمہ کونہیں دیکھیں گے۔بلکہ ہم وہی صورت قدوسی کی تلاش کریں گے۔جو قالب خاکی میں "من روحی" کی قدوسی نسبت سے مزین تھی۔ہم بشر ملکوتی کے طالب ہوں گے۔"نہ اَلنَّاسُ بِاللِّبَاسِ" کے فریفتہ۔اور ہر طالب حق کا یہی فرض ہے۔کہ وہ تاج و تخت فرعونی کو نہ دیکھے۔بلکہ ید بیضائے موسوی کی تلاش کرے۔کہ وہ کہاں ہے اور کس کے پاس ہے۔وہ نمرود کے جاہ وچشم پر نگاہ نہ کرے۔بلکہ نار نمرود میں اعجاز ابراہیمؑ پر غور کرے۔اور نار میں ابراہیمؑ گلزار کو مشاہدہ کرے۔وہ بخت النصر اور اسکندر کے ملک کی وسعت کو نہ دیکھے۔بلکہ وسعت علم آدم پر خیال کرے۔کہ ملائکہ بھی وہاں طفل دبستان ثابت ہوتے ہیں۔"وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا" (سورہ البقرہ:۳۱) کی کلیت اور جامعیت پر جائے۔نہ حضرت جبرئیلؑ ومیکائیل کی قوت پرواز پر۔یہاں نقطہ خیال اور مطمع نظر کا اتحاد ضروری ہے۔ورنہ عیسیٰؑ بدین خود و موسیٰؑ بدین خود۔"لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ" (سورہ کافرون:۶)

مسئلہ خلافت اور اس کی اہمیت

(۷) انسانی کی ابتداء خلافت سے کی ہے۔اور سب سے پہلا انسان خلیفہ بنایا ہے۔اور کل عقلاء حکماء کے نزدیک حکیم کا فعل کبھی حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتا۔پس ضرور ہے۔کہ حکیم وعلیم ازلی کے نزدیک حکمت و مصلحت خلافت میں بہ نسبت خلقت کے زیادہ ملحوظ ہے۔اور اصل غرض و غایتِ خلقت خلیفہ خدا ہی سے حاصل ہوتی ہے۔اور بہرصورت غرض خلافت غرض خلقت پر مقدم ہے۔جو صاف دلیل ہے اس امر کی۔کہ تا بقاء خلقت تربیت وتعلیم خلقت اور نظام مخلوق اسی خلیفہ خدا پر موقوف ہے۔جس کا وجود مصلحت الٰہی سے خلقت پر مقدم ہے۔اور سلسلہ خلافت و وجود خلفاء اللہ کو مخلوقین مکلفین سے ایک فطری اور خلقی ارتباط واتحاد ہے۔اور اس سے ثابت ہوتا ہے۔کہ یہ سلسلہ جب تک سلسلہ خلقت قائم ہے۔منقطع نہیں ہوسکتا۔اور اسی سے یہ بھی معلوم ہے۔کہ اس سلسلہ کے قائم کرنے کی ضرورت خود ذات خالق کو منظور ومطلوب ہے۔اور دستِ قدرت ہی اس کو قائم کرسکتا تھا۔اور کرسکتا ہے۔اور کسی کو اس میں دخل نہیں۔اس سلسلہ کو اس نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔اور سب سے مقدم لیا ہے۔دوسروں کے ہاتھ میں نہیں دیا ہے۔اور جبکہ فطرت وخلقت انسانی کے ساتھ سلسلہ خلافت الٰہیہ وابستہ اور مرتبط ومربوط ہے۔تو کوئی امر خارجی اس کو منقطع نہیں کرسکتا۔ہمارا فرض ہوگا۔کہ ہم اس سلسلہ عظیمہ اور منصب عالیہ کو جن پر ملائکہ مقربین بھی۔شک کر بیٹھے تھے اسی نظر سے دیکھیں۔جس سے چشم قدرت دیکھتی ہے۔اور ویسا ہی اہم سمجھیں۔جیسا کہ قدرت سمجھتی اور سمجھاتی ہے۔اور اس کی عظمت وجلالت شان کو یہاں سے معلوم کریں۔کہ قدرت معصوم مقرب

ذوات قدسیہ سے اس کو تعظیم دلواتی اور سجدہ کراتی ہے۔ اور اس کے سامنے ان کے عجز وقصور کا اعتراف کراتی ہے۔ ہمیں ہمیشہ خلافت الٰہیہ میں اس عظمت وجلالت کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ اور جب ہم خلافت الٰہیہ کا ذکر کریں گے۔ ہمارا خیال آدمؑ۔ داوٗدؑ۔ ہارونؑ نفوس قدسیہ کی طرف جائے گا۔ اور اگر کوئی اس عظمت وجلالت الٰہیہ سے انکار کرے۔ یا رُوگرداں ہو۔ اور یہ اہمیت اس کو نہ دے۔ تو سوال پیدا ہوگا۔ کہ کیوں؟ کیونکر وہ سلسلہ مبارکہ عظیمہ جلیلہ منقطع ہوا؟ کیوں خدا نے اس باب کو مسدود کیا؟ کیوں اس کی عظمت وشان کو گھٹایا؟ کیا وہ ضرورت رفع ہوگئی جو ابتداء خلقت انسانی میں تھی؟ کیا وہ ضرورت جو قبل خلقت انسانی تھی سلسلہ موجود انسانی کے ساتھ مرتفع ہوگئی یا اس سے اہم تر ہوگئی؟ کیا وہ خلافت الٰہیہ جس کے لئے ملائکہ مقربین معصومین عالمین عارفین مصلحت حکمت الٰہیہ میں موزوں نہ سمجھے گئے۔ بلکہ امتحاناً غیر مستحق ثابت کئے گئے۔ اب اس کے لئے اَخَسُّ النَّاس یا اَفْسَقُ الْفُسَّاق تجویز کئے جا سکتے ہیں؟ یا وہ خلافت الٰہیہ جس کے لئے آدمؑ جیسے صاحبان روح قدسی اور "نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ" (سورہ ص:۷۲) کے مصداق اور خاص نسبت قدسیہ رکھنے والے منتخب ہوتے تھے۔ اب اس کے لئے قیصر وکسریٰ۔ ہرقل ومغفور وفرعون وہامان و نمرود منتخب ہو سکتے ہیں؟ اور اگر اس سلسلہ کی عظمت وجلالت شان سلطنت وحکومت دنیویہ ظاہریہ کی عظمت وجبروت ہے۔ تو آدمؑ وداوٗدؑ وہارونؑ جیسے اس کے مصداق ہوں گے۔ یا اسکندر وبخت النصر اور فرعون ونمرود جیسے؟ اور اگر کوئی شخص خلفاء رب العالمین اور جانشینان رسول العالمین ونذیر العالمین کیلئے اس سلطنت وحکومت ہی کو ثابت کرنا چاہے۔ جو ان شاہان دنیا میں تھی۔ اور ان کی عظمت جلالت اور خلافت کی اہمیت ومصلحت اسی میں دیکھے۔ جو ان شاہان دنیویہ میں تھی۔ تو ہمارے لفظ خیال اور مطمع نظر اور اس کے نقطہ خیال اور مطوب نظر میں بعد المشرقین ہوگا۔ اور اس صورت میں اس منصب جلیل وعظیم کی تخصیص وتشخیص میں اتفاق رائے اور اتحادِ نظر محال ہو جائے گا۔ اور ایسے محقق کی مثال اس مسافر کی ہوگی۔ جو کعبہ کا قصد کرکے یہاں سے چلے۔ اور سیدھا مشرق کو جائے۔ اور جاپان وچین ہوتا ہوا انگلینڈ کا راستہ لے۔ وہ جتنا سفر زیادہ طے کرے گا۔ اسی قدر منزل مقصود سے بعید تر ہوتا جائے گا۔ پس جب تک ہم اصل ضرورت اقامہ سلسلہ خلافت الٰہیہ کو پیش نظر نہ رکھیں گے۔ کبھی اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکیں گے۔ اور شاخوں میں لٹک کر اصل سے مربوط ومرتبط نہ ہوں گے۔ کُلَّمَا خِیْطَتْ مِنْ جَانِبٍ تَھَتَّکَتْ مِنْ جَانِبٍ اٰخَر۔ ایک طرف سے اس سلسلہ کو سینئیگے اور درست کریں گے۔ دوسری طرف سے پھٹتا جائے گا۔ ایک طرف کا زخم بھرے گا۔ دوسری طرف کا تازہ ہو جائے گا۔ بلکہ اپنے شکوک وشبہات کے ناخنوں سے ہمیشہ اس کو تازہ بتاتے رہیں گے۔ اور چشم اسلام ہمیشہ اس پر گریاں رہیں گی اور اشک خون بہائے گی۔

دوست غمخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا!
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائیں گے کیا

ارض اسلام اولا د اسلام کے خون سے لالہ رنگ رہے گی۔ اسلام ہماری حالت پر اور ہم اسلام کی حالت پر روئیں گے۔ اور کہنے والا کہے گا۔ لِیَبْکِ عَلَی الْاِسْلَامِ مَنْ کَانَ بَاکِیًا۔ اگر کوئی رونے والا ہے۔ تو اس کو

چاہئے۔ کہ اسلام کی حالت زار پر روئے۔ جو خود اپنے اطفال واولاد کے بے رحم ہاتھوں سے تباہ و برباد اوران کی نبرد آزمائیوں اور میدان بازیوں سے پائمال ہو رہا ہے۔ اس اہم سلسلہ اقامہ خلافت الٰہیہ میں غور وخوض کرو۔ دستِ قدرت کو دیکھو۔ اور "اِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ" (سورہ ص:۷۲) کولبِ قدرت کو دیکھو۔ "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" (سورہ البقرہ:۳۰) کو۔ "اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَراً مِنْ طِیْنٍ" (سورہ ص:۷۱) کی ابتدا پر غور کرو۔ اور "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" (سورہ نور:۵۵) کی انتہا کو۔ وہاں اس کی اقامت میں اس اہتمام کو دیکھو۔ اور یہاں اس کی تشخیص کی بدعنوانی کو۔

سماع وعظ کجا نغمہ رباب کجا
ببیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا

اقسام ثلثہ ملک و مملکت

(۸) جس وقت ہم خلافت کو بصورت حکومت وسلطنت دیکھیں۔ اور اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے خیال کریں۔ جو حقیقی خلافت روحانیہ الٰہیہ کے تحت میں ہے۔ تو اس کی تین صورتیں ہیں۔ کیونکہ کل عقلاء و اہل بصیرت کے نزدیک ملک (بادشاہت) کی تین قسمیں ہیں۔ ایک ملک طبعی۔ دوم ملک عقلی یا ملک سیاسی۔ سوم ملک شرعی۔ اور تفصیل اس کی عندالمحققین یہ ہے۔ حَقِیْقَةُ الْمُلْكِ اَنَّهُ الْاِجْتِمَاعُ الضَّرُوْرِیُّ لِبَشَرٍ وَمُقْتَضَاهُ التَّغَلُّبُ وَالْقَهْرُ اللَّذَانِ هُمَا مِنْ اٰثَارِ الْغَضَبِ وَالْحَیْوَانِیَّةِ فَاَحْکَامُ صَاحِبِهٖ فِی الْغَالِبِ جَائِزَةٌ عَنِ الْحَقِّ مُجْحِفَةٌ بِمَنْ تَحْتَ یَدِهٖ مِنَ الْخَلْقِ فِیْ اَحْوَالِ دُنْیَاهُمْ لِحَمْلِهٖ اِیَّاهُمْ فِی الْغَالِبِ عَلٰی مَا لَیْسَ فِیْ طَوْقِهِمْ مِنْ اَغْرَاضِهٖ وَشَهْوَاتِهٖ (الخ) انسان چونکہ مدنی بالطبع پیدا ہوا ہے۔ یعنی اس کی فطرت وسرشت ایسی ہی رکھی گئی ہے۔ کہ مل کر اور شہر آباد کر کے زندگی بسر کر سکتا ہے۔ تنہا حیوانات کی طرح زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ امور ضروریہ میں ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ اور اس اجتماع کے لئے ایک حاکم و بادشاہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور عام طور پر حاکم و بادشاہ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جن کے حکم حد اعتدال سے گذرے ہوئے اور حق سے تجاوز کئے ہوتے ہیں۔ اور ماتحت رعیت پر ظلم۔ کیونکہ وہ یہ چاہتے ہیں۔ جو کچھ ان کی اغراض نفسانیہ اور ان کی خواہشات ہیں۔ وہ سب پوری ہوں۔ اور یہ رعیت ان سب کو پورا کرے۔ اس لئے اکثر وہ رعیت پر ایسا بار ڈالتے ہیں۔ جس کی وہ طاقت نہیں رکھتی۔ ایسی صورت میں جب تک ان کا قہر وغلبہ رہتا ہے۔ یہ صورت اجتماع ضروری اور یہ ملک وبادشاہت قائم رہتی ہے۔ جہاں ان کا غلبہ گیا۔ بادشاہت بھی ساتھ ہی رخصت ہوئی۔ اور وہ بادشاہ تباہ ہوا۔ لیکن قیام بادشاہت اس اجتماع اور تمدن کے لئے فطرۃً اس واسطے اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ کچھ قوانین واصول مقرر کئے جائیں۔ جن کو کل اہل ملک قبول کرلیں۔ اور اس کے مطابق عمل کریں۔ اور ان کے موافق فیصلے ہوں۔ اور ہر ایک اپنے حق کو لے اور حق سے تجاوز نہ کرے۔ بادشاہ بھی انہی قوانین واصول کے اندر حکم کرے۔ اور رعیت سے وہ چاہے۔ جس (اس کی

پوری حقیقت ہم البرہان میں بحث ضروریات نبوت میں لکھ چکے ہیں۔اور کچھ کشف الاسرار میں) کا وہ اس حیثیت سے مستحق ہے۔ یہ قوانین واصول دو ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ یا تو وہ قوانین واصول ہوتے ہیں۔ جن کو عقلاء واہل بصیرت وارکان دولت نے مرتب و مدون کیا ہے۔ اور ان کے ذریعہ انتظام ملک ہوتا ہے۔ اس کا نام ''سیاست عقلیہ'' ہے۔ دوم وہ قوانین واصول جن کو شارع حقیقی (خداوند عالم اور اس کی طرف سے اس کے انبیاء) نے مقرر کیا ہے۔ اس کو ''سیاست شرعیہ'' یا ''سیاست دینیہ'' کہتے ہیں۔ پہلے قوانین کا منشاء صرف دنیاوی فوائد وتمدنی منافع حاصل کرنا اور کرانا ہوتا ہے۔ اور دوسرے قوانین (قوانین شرعیہ) کا منشاء دنیا وآخرت دونوں قسم کے منافع حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ ''وَذَالِكَ اَنَّ الْخَلْقَ لَيْسَ الْمَقْصُوْدُبِهِمْ دُنْيَا هُمْ فَقَطُّ فَاِنَّهَا عَبَثٌ وَبَاطِلٌ اِذْغَايَتُهَا الْمَوْتُ وَالْفَنَاءُ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا'' (سورہ مومنون:۱۱۵) '' فَالْمَقْصُوْدُبِهِمْ اِنَّمَا هُوَدِيْنُهِمْ الْمُفْضِيْ بِهِمْ اِلَى السَّعَادَةِ فِيْ اٰخِرَتِهِمْ صِرَاطَ اللّٰهِ الَّذِىْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔

کیونکہ انسانوں کو خلق کرنے سے قدرت کا مقصود اصلی یہ نہیں ہے۔ کہ وہ صرف دنیا کے لئے خلق کئے ہیں۔ اور وہی ان کی غرض وغایت ہے۔ اس لئے کہ دنیا عبث اور باطل ہے۔ اور خدا فرماتا ہے۔ کہ ''کیا تم یہ گمان کرتے ہو۔ کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے؟'' پس مقصود الٰہی خلقت انسانی سے دین ہے۔ جو اُن کو سعادت اُخرویہ تک پہنچاتا ہے۔ جو اس خدائے بزرگ و برتر کی صراط ہے۔ جو کل زمین وآسمانوں کا مالک ہے۔ اور سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اس لئے شرائع دینیہ لوگوں کو آخرت کی تعلیم دیتی ہیں۔ اور ساتھ ہی مفاد دنیویہ اور حکومت وسلطنت کو بھی پیش نظر رکھتی ہیں۔ تا کہ جملہ امور معاد ومعاش شارع کی نگرانی میں انجام پائیں۔ اور دین اور دنیا دونوں کی بہبودی انسان کو حاصل ہو۔

ان ملک عقلی اور ملک شرعی کے علاوہ تیسری صورت ملک و بادشاہت کی ملک طبعی ہے۔ جس میں اپنے قہرو غلبہ سے بادشاہ رعیت پر حکومت کرتا اور اپنی خواہشات نفسانیہ پوری کرتا ہے۔ اور یہ سب سے مذموم صورت بادشاہت کی ہے۔ اور اس کو حیوانی حکومت اور درندگی سلطنت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور دنیا میں اکثر حکومتوں اور بادشاہتوں کی بنا اسی طرح پر کی ہے۔ کہ تلوار کے زور سے قبضہ کر لیا گیا۔ گو بعد ازاں کچھ قوانین پر بھی عمل کیا گیا۔ مگر دل بخواہانہ خواہشات نفسانیہ کے ساتھ۔ شارع اور شریعت کی نظر میں صرف یہی ملک طبعی اور حیوانی حکومت ہی مذموم نہیں۔ جس کی بنا محض ظلم و جور ہوتی ہے۔ اور وہ سراسر حکمت سیاسی کے خلاف ہے۔ بلکہ سیاست عقلی اور ملک عقلی بھی مذموم ہے۔ کیونکہ اوّل تو یہ قوانین واصول ان لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ جو خود غیظ و غضب وقوائے حیوانیہ وشہوانیہ میں مبتلا اور ناقص العقل ہوتے ہیں۔ اور مجموعہ ناقصین ہمیشہ ناقص ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ان کے بنائے ہوئے قوانین واصول حق وصدق اور مبنی بر عدل حقیقی واقعی نہیں ہو سکتے۔ اور ہر ایک کے حقوق کی یکساں رعایت وحفاظت نہیں ہو سکتی۔ اور شارع کی نظر عام حقوق کی حفاظت اور عدل حقیقی پر ہوتی ہے۔ دوسرے ایسی سیاست کا منشاء صرف مفاد دنیا اور حیات دنیا ہے۔ جو فانی اور زوال پذیر بلکہ عبث و باطل ہے۔ پس یہ

سیاست بھی عبث و باطل ہی ہوگی۔ اور اس سیاست کی مثال اس کالج یا مدرسہ کی ہوگی۔ جس میں انسانی بچوں کو خوب موٹا تازہ ہونا اور خوب عمدہ عمدہ لباس پہننا اور خوب خواہشات نفسانیہ کو پورا کرنا سکھایا جائے۔ اور ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کا قطعاً لحاظ نہ کیا جائے۔ اور ان کو انسانی کمالات نہ دکھائے جائیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا کالج اہل عقل اور اہل بصیرت کی نظر میں نوع انسانی کی حقیقی ترقی کیلئے سفید نہیں ہوسکتا۔ بلکہ سخت مضر ہوگا۔ اور اس کے تعلیم یافتہ انسان محض حیوان ہونگے۔ اور حیوانی زندگی بسر کریں گے۔ بالکل ایسا ہی اُن ملکوں کا حال ہے۔ جہاں قانون شرعی ملحوظ نہیں ہے۔ اور معاش کے ساتھ لوگوں کی امور معاد و آخرت اور ان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ صرف دنیاوی مفاد اور خواہشات نفسانیہ کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ وہ ملک محض حیوانی زندگی بسر کرتے ہیں۔ بلکہ اکثر افعال میں حیوانات سے بھی بدتر نظر آتے ہیں۔ اور وہ کسی وصف اور کمال انسانی سے آراستہ نہیں ہوتے۔ وہ ایک نہایت خوش رنگ اور خوش نما مکان کی مثال ہوتے ہیں۔ جس میں فضلہ بھرا ہوا ہو۔ پس ملک و بادشاہت بھی عند العقل و عند الشرع وہی درست ہے۔ جو اصول دیانتی پر مبنی ہو۔ اور جس میں اصل غرض انسان یعنی روحانی حالت کی بھی ترقی ہو۔ اور جس کے اصول میں دنیا و آخرت کی بہبودی کو مدنظر رکھا گیا ہو۔ اور یہ صرف سیاست شرعیہ دینیہ ہی ہوتی ہے۔ اور یہی اصل مقصود ہے اور اس کے حکم جاری کرنے والے اہل الشریعۃ ہی ہوتے ہیں۔ وَهُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَبِيْنَ قَامَ فِيْهِ مَقَامَهُمْ وَهُمُ الْخُلَفَاءُ۔ یعنی انبیاء اور ان کے قائم مقام اور جانشین۔ وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكَ مِنْ ذَالِكَ مَعْنَى الخِلَافَةِ وَاَنَّ الْمُلْكَ الطَّبْعِي هُوَ حَمْلَ الْكَافَّةِ عَلٰى مُقْتَضَى الْغَرْضِ وَالشَّهْوَةِ وَالسَّيَاسِي هُوَ حَمْلُ الْكَافَّةِ عَلٰى مُقْتَضَى النَّظَرِ الْعَقْلِيِّ فِي جَلْبِ الْمَصَالِحِ الدُّنْيَوِيَّهِ وَدَفْعِ الْمُضَارِ وَالْخِلَافَةِ هِيَ حَمْلُ الْكَافَّةِ عَلٰى مُقْتَضِى النَّظَرِ الشَّرْعِيِّ فِي مَصَالِحِهِمِ الْاُخْرَوِيَّةِ وَالدُّنْيَوِيَّةِ۔ یعنی ملک طبعی اور حیوانی یا محض ہادی بادشاہت بیچارے عوام اور رعایا کو اپنی خواہشات و اغراض پر چلاتا ہے۔ اور ان کو اپنے مقاصد و مطالب نفسانیہ کے پورا کرنے کا ذریعہ وسیلہ جانتا ہے۔ جس طرح کہ چوپایوں سے انسان اپنے کام انجام دلاتا ہے۔ اور جدھر چاہتا ہے ان کو ہنکاتا ہے۔ اور ملک سیاسی و ملک عقلی وہ قانون عقلی و مقتضائے عقل پر امور دنیویہ کے اندر لوگوں کو چلاتا ہے اور ان پر حکم کرتا ہے۔ اور خلافت یعنی خلافت نبویہ وہ لوگوں کو مصالح معاد و معاش میں قوانین شرعیہ و مقتضیات دینیہ پر چلاتا ہے۔ اور یہی اس بحث میں اہل اسلام کا مقصود ہے۔ اسی کو علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں ثابت کیا ہے۔ اور خلافت محمدؐیہ سے ان محققین کا یہی مطلب و مدعا ہے۔ لیکن جملہ بیانات سابقہ سے یہ معلوم ہو چکا ہے۔ کہ ان محققین نے اس خلافت کی حقیقت دکھانے میں صرف خلافت نبویہ کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ اور ایسے صاحبان خلافت سے مراد ان کی خلفاء الرسولؐ ہی ہیں۔ اور یہ لوگ ان کو خلفاء اللہ کا لقب نہیں دیتے ہیں۔ اور ان صاحبان خلافت میں سے بھی کل کے کل اس لفظ کے استعمال سے محترز رہے ہیں۔ اور اپنے کو خلیفۃ اللہ کہنا جائز نہ جانتے تھے۔ یعنی وہ شاہان اسلام جو پبلک کے اجماع یا مشورہ یا قہر و غلبہ و ظلم اور تغلب سے بادشاہ اسلام بنے تھے۔ لیکن ہم اس کو ثابت کریں گے۔ اور حصص سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں۔ کہ

خلافت نبویہ خلافت الٰہیہ سے جدانہیں ہے۔ اور اگر خلافت نبویہ محمدؐیہ ہوتو بعد رسول رب العالمین و خاتم النبیین خلافت کے وجود پر کوئی دلیل عقلی اور قرآنی قائم نہ ہو سکے گی۔ قرآن خلافت محمدؐیہ کو خلافت الٰہیہ ہی دکھلا رہا ہے۔ اگر یہ نہیں تو خلافت محمدؐیہ کا وجود ہی محال ہے۔ تاہم اس بیان اور اس تقسیم ملک و مملکت و سیاست طبعی و سیاست عقلی و سیاست شرعی سے یہ بخوبی ثابت ہو گیا۔ کہ اس خلافت محمدؐیہ کا مقتضا بھی نوع انسان کی روحانی تربیت ہے۔ اور یہاں بھی دین دنیا سے مقدم ہے۔ اور آخرت اولیٰ اگر اس خلافت میں مطلقاً یا اغلباً شان ملک طبعی اور ملک سیاسی ہی پائی جائے۔ تو اس کو خلافت نہ کر سکیں گے۔ چہ جائیکہ اس کو خلافت الٰہیہ کے تحت میں لاسکیں۔ اور اس خلافت کی بحث اور خلفاء کی تشخیص میں دینی پہلو غالب رہے گا۔ اور خلیفہ میں ہم یہ شان ضرور دیکھیں گے۔ کہ اس میں نوع انسانی کو آخرت میں نجات دلانے۔ اور اس کو روحانی ترقی کے اصل معراج پر پہنچانے کی کہاں تک قابلیت ہے۔ اور وہ خود ان میں کیا پایہ اور مرتبہ رکھتا ہے۔ اور علوم دینیہ شرعیہ میں کس رتبہ کا شخص ہے۔ یہ نہ دیکھیں گے۔ کہ اس میں ملک فتح کرنے اور لوگوں کو جس طرح بھی ہو مغلوب و مقہور رکھنے اور اپنی جملہ خواہشات اور اغراض کو پورا کرنے کی کہاں تک قابلیت ہے۔ ہم یہ غور کریں۔ کہ کون دین کی شاہراہ پر دنیا اور حکومت دنیا کو چلا سکتا ہے۔ نہ یہ کہ دنیا کی زیب و زینت اور سیاست طبعی کی خلعت سے کون آراستہ ہے۔ جو دین کو اپنی اغراض ذاتیہ و خواہشات نفسانیہ کے لئے بالکل ہی خیر باد کر دے۔ اور شعائر دین کی ہتک حرمت پر کمر باندھ لے۔ اور حرمات کی توہین بلکہ ان کے اعدام اور اس نور کے اطفاء میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ اور جو اپنے مقابل فناء فی اللہ اور تارک دنیا حامی دین و ایمان سے فخریہ بزبان حال و مقام کہ اُٹھے۔

زاہد بریں مناز کہ دنیا گذاشتی
ایں ہمت من امت کہ عقبیٰ گذاشتم

دنیا کو آخرت پر مقدم رکھے۔ بلکہ دین کو دنیا پر قربان کر دے۔ اور پھر دل میں ذرہ برابر خوف خدا نہ لائے۔ بیشک اس کی ہمت قابل داد ہے۔ اور یہ ایک درندہ صفت بادشاہ ہے نہ خلیفہ رسول یا خلیفۃ اللہ۔

یہاں سے یہ کیسے واضح ہو گیا۔ کہ جس طرح ملک تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح بادشاہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ وہاں لوگ اور اہل ملک بھی تین ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ اور ان کے حالات اور خیالات انہی اوصاف سے متصف ہوتے ہیں۔ اور چونکہ جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ ہر ایک صنف اپنے ہی جیسے بادشاہ اور حاکم کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اور اسی کو پسند کرتی ہے۔ ہم اس بحث میں خلافت محمدؐیہ کے ذکر میں ملک طبعی اور ملک سیاسی کے اوصاف کو مقدم نہ رکھیں گے۔ بلکہ اوصاف خلافت کو ملحوظ رکھیں گے۔ کیونکہ ہمیں ملکی شرعی اور سیاست شرعیہ سے بحث ہے۔ نہ حکومت جائرہ و جابرہ و قاہرہ و ظالمہ سے۔ ہمارے نزدیک اگر خلیفۃ اللہ و خلیفۃ الرسول سیاست طبعی اور ملک سیاسی نہ عام لوگوں کی نظروں میں بلکہ فی الحقیقت بھی کامل نہ ہو۔ تو یہ اس کی حقانیت و صداقت کی دلیل اور اس کی خلافت کا برہان ہوگا۔ نہ اس کا عیب یا نقص ایمان۔ اور ہمارے ناظرین اسی کو پیش نظر رکھیں

گے۔اوراس پر خوب غور کریں گے۔ کہ ملک شرعی اور سیاست شرعیہ کس کو کہتے ہیں۔اوراس میں اور ملک طبعی اور سیاسی میں کتنا فرق وبعد ہے۔اور ساتھ ہی یہ کہ خلفاء اللہ کو عوام الناس کو سیاست شرعیہ اورقوانین دینیہ پر چلانا کس قدر دشوار ہے۔نہ سیاست طبعی وسیاست عقلی پر چلانا۔اور دیندار کے لئے راستہ کیسا محدود ہوتا ہے۔اور بیدین کے لئے کتنا وسیع وفراخ۔اوراس لئے خلفاء اللہ کا مقابلہ حکومت وسیاست کی حیثیت سے کیا پایہ رکھتا ہے۔اور کیونکر ہونا چاہئے۔اوران میں کس طرح امتیاز قائم کیا جائے۔

یہ بھی یادرکھنا چاہئے۔کہ ملک شرعی کو جو تقسیم میں ملک عقلی کے مقابل رکھا ہے تو مطلب یہ ہے۔کہ سیاست شرعیہ عقل سے عاری وخالی ہوتی ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے۔جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے۔کہ جس کو ملک عقلی کہا جاتا ہے اور جس کو سیاست عقلیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔وہ دراصل ملک عقلی اور سیاست عقلیہ نہیں ہے۔وہ ناقص العقول لوگوں کے بنائے ہوئے قواعد وضوابط واصول وقوانین ہیں۔جن میں غلطی۔خطا۔نافہمی۔ذاتیات اورخواہشات نفسانیہ کا شائبہ موجود ہے۔وہ بہت کچھ وہ ملک طبعی اور حیوانی سیاست اور مادی حکومت ہی سے مشابہ ہے۔اصل عقلی سیاست سیاست شرعیہ ہی ہے۔جس کے اصول وقواعد کو اُس ذات پاک نے مقرر کیا ہے۔جو کل عقول کی خالق اور ہرایک کی حقیقت کی عالم اور عادل محض ہے۔اوراس لئے دراصل کوئی قانون شرعی عقل صحیح کے خلافت نہیں ہوتا۔گو ہماری عقول اس کی حقیقت ومصلحت کو ابھی ادراک نہ کرسکی ہوں۔یا ہماری عقلوں پر تقلید وتعصب یا جہالت وسفاہت کے پردے پڑے ہوئے ہوں۔"اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا" (سورہ محمد:۲۴) کیا یہ لوگ قرآن میں تفکروتدبر ہی نہیں کرتے اور عقل سے کام نہیں لیتے۔یا دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ نہ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔اور یہ حقائق ان میں اترتی ہی نہیں۔اوران درّوں پر مطلع ہی نہیں ہوتے۔بہرحال ضروری ہے۔کہ خلافت محمدیہ یعنی سیاست وحکومت شرعی اکثر امور میں شاہان دنیویہ کے اصول کے خلاف ہو۔کیونکہ نظر الٰہی تک نظر انسانی نہیں پہنچ سکتی۔اور مصالح الٰہیہ کو بادشاہ نہیں جان سکتے۔بلکہ خلیفۃ اللہ ہی پہچانتے ہیں۔"وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا" (سورہ بنی اسرئیل:۸۵) تمہیں تو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔" وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَاشَآءَ" (سورہ البقرہ:۲۵۵) لوگ علم خدائی پر احاطہ پیدا نہیں کرسکتے۔اورانسان اتنا ہی اس میں سے جان سکتے ہیں۔جو وہ چاہے اور بتلائے۔ فَتَدَبَّرْ فِیْہِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ۔

نتائج ضروریہ

(۹) نتیجہ مقدمات سابقہ۔ان بیانات وتشریحات ومقدمات سے بالصراحتہ ثابت اور معلوم ہوگیا۔کہ تشخیص خلفاء وصاحبان خلافت الٰہیہ میں کیوں اختلاف ہے۔یعنی اس مبحث میں اول تو ہرایک کا مطمع نظر یکساں نہیں ہوتا۔اور ہرایک کا نقطہ خیال جداجدا ہے۔اور مقام تحقیق میں ان شرائط ضروریہ کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔جو معارف دینی میں ضروری ہیں۔ہواوہوس اور خواہشات نفسانیہ وتقلیدات وتعصّبات مذہبیہ حق تک پہنچنے سے واجب ومانع رہتی ہیں۔اور ہرایک نے غرض خلافت اور معیار خلافت کو مختلف قرار دیا ہوا ہے۔اور جہاں تک غور کیا

باب اوّل

الخلافت والامامت

خلافت الٰہیہ کی حقیقت و ماہیت

اشرف مخلوقات و افضل مکونات و اکمل مولدات انسان اور دیگر حیوانات میں بہت سے امتیازات اور مقارنات کے ساتھ ایک نہایت اہم اور نہایت بین فرق یہ بھی ہے۔ کہ ہر موجود موجودات عالم میں سے اپنے کمالات کے لئے ایک خاص حد رکھتا ہے۔ اور اس سے آگے تجاوز نہیں کرسکتا۔ اور جن موجودات میں ترقی بھی ہے۔ وہ بھی ایک خاص معیّن تک سے۔ اس کی تعیین معلوم بھی ہے جمادات عجیب عجیب اثرات اور غریب و نادار اوصاف و خاصات رکھتے ہیں۔ نباتات کی نشو ونما میں دست قدرت کی عجیب و غریب صنعت نگاریاں اور گل کاریاں نظر آتی ہیں۔

"ہر یکے را رنگ و بُوے دیگر است"

حیوانات طرح طرح کے اوصاف و کمالات رکھتے ہیں۔ کسی میں کچھ اور کسی میں کچھ۔ کوئی کسی صفت میں کمال رکھتا ہے اور کوئی کسی میں۔ کوئی بناء ہے اور کوئی صناع۔ بہت سی باتیں انسانوں نے حیوانات سے سیکھی ہیں اور اب بھی سیکھتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ان کے کمالات ارتقاء کو دیکھ کر جو تنوع انواع عالم مادّی میں نظر آرہے ہیں۔ بعض سطحی نظر کے محقق دھوکہ کھا گئے ہیں۔ کہ انسان حیوان ہی سے ترقی کر کے انسان بنا ہے۔ غرض ہر ایک کا کمال محدود ہے۔ ہر ایک کا کام معین ہے۔ جس میں کچھ ترقی بھی ہے اور کچھ کسب بھی کرتے ہیں۔ وہ نہایت محدود حد تک۔ اور وہیں تک جہاں تک یہ انسان نہیں لے جائے۔ اور جو کچھ یہ بتائے۔ لیکن انسانی کمالات کی کوئی حد و انتہاء نہیں۔ جہاں تک بھی خیال کیجئے۔ اس سے بالاتر ہی نظر آئے گا۔ جس بلندی پر بھی پہنچ جائے اس سے اُوپر ہی دیکھے گا۔ اور ایک قدم آگے ہی رکھے گا۔ کہاں کہاں پہنچ چکا ہے۔ اور ابھی بہت ارادے رکھتا ہے۔ راہ بھٹکا ہوا ہے۔ مگر خدا سے ملنا چاہتا ہے۔ صورت بدلی ہوئی ہے۔ اور اصل غرض فطری کی جھلک پھر بھی موجود ہے۔ جب پیدا ہوا تھا۔ کیا تھا۔ اور اب کیا ہے۔ جب دنیا میں قدم رکھتا ہے۔ کس حیثیت کا ہوتا ہے۔ جب عالم ترقی میں جولانی دکھلاتا ہے۔ تو کیا مرتبہ پیدا کرتا ہے۔ بے راہ چلنے پر بھی بہت دور نکل جاتا ہے۔ خلاف کرنے پر بھی انقیاد فطری کا رنگ دکھاتا ہے۔ اور اپنی حرکات و سکنات ہی میں اپنے صناع اور اپنے مصور کا پتہ دے جاتا ہے۔ خود نہیں سمجھتا۔ مگر سمجھنے والوں کو بہت کچھ سمجھا جاتا ہے۔ کہ میں کون ہوں۔ کہاں سے آیا ہوں۔ کیا کر رہا ہوں اور بنانے والے سے کیا نسبت رکھتا ہوں؟ اپنی تصویر کے تاریک رنگ میں بھی مصور کی جھلک دکھلا رہا ہوں۔ فانی ہونے پر

بھی باقی رہنے والی ہستی کا پتہ دے رہا ہوں۔ ناقص ہونے پر بھی کامل کا نشان بتا رہا ہوں۔ مٹی ہوئی تحریر میں بھی مصور کے قلم کی شوخی دکھلا رہا ہوں۔ میرے فانی خلعت جسمانی میں باقی ہستی کا جلوہ نظر آتا ہے۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

یہی وجہ ہے۔ کہ بنا کر بنانے والا خود ہی فریفتہ ہو گیا۔ اپنے کمال کو اس آئینہ میں دیکھ کر وجد کر گیا۔ کون تھا جو داد آفرینش دیتا۔ جان آفرین خود ہی لب قدرت سے بول اُٹھا۔ ''فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ'' (سورہ مومنون:۱۴) ''کیا بزرگ و برتر ذات ہے اللہ جو بہترین نمونہائے خلقت پیدا کرنے والا ہے۔'' اور اسی لب کے لئے اپنی ثناء زیبا ہے۔ ''وَنَحْمَدُهٗ كَمَا حَمِدَ نَفْسَهٗ'' جب پیدا ہوتا ہے۔ ایک مٹی کا پتلا ہوتا ہے یا گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ دو چھوٹی چھوٹی مگر جلد جلد پھرنے اور حرکت کرنے والی آنکھیں منہ پر نظر آتی ہیں۔ جو رازہائے قدرت کی طرف راہنمائی کرنے کے لئے دو نورانی شمعیں ہیں۔ حیرت و تعجب سے اِدھر اُدھر پھرتی ہیں۔ اور کچھ اشارہ کرنا چاہتی ہیں اور رہ جاتی ہیں۔ اس وقت ایک نہایت محتاج وجود دوسرے ہاتھوں کا کھلونا ہوتا ہے۔ مگر زبان قدرت گویا اس وقت بھی پکار رہی ہوتی ہے۔ اور پتلی یا کٹ پتلی یا اس مٹی کے کھلونے کو آگاہ کرتی ہوئی کہتی ہے۔

''تَزْعَمُ اِنَّكَ جِرْمٌ صَغِيْرٌ'' ''وَفِيْكَ اِنْطَوَى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ''

کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ننھا سا کھلونا ہے؟ حالانکہ تیرے اندر عالم اکبر اور کل نشانات ایجاد کا نقشہ موجود ہے۔ تو ایک آئینہ ہے۔ جس میں عالم کون ونشا کا ہر ایک نمونہ پایا جاتا ہے۔ اور عالم ایجاد کے ہر نقش کا عکس اس میں نظر آتا ہے۔ تو ایک موتی ہے۔ جس میں کل دریائے قدرت کا مدوجزر نمایاں ہے۔

گلہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگی جا کا
گہر یمن محو ہوا، اضطراب دریا کا

اس گوہر نایاب کو دیکھیں۔ اور دریائے قدرت کے اضطراب و تلاطم کو اس میں مشاہدہ کریں۔ اہل بصیرت کو معلوم ہوگا۔ کہ کس طرح دست قدرت نے اپنی آیات کبریٰ کو اس در یتیم میں ودیعت کر دیا ہے۔ اور جو کچھ دکھانا تھا۔ سب کچھ دکھا دیا ہے۔ تب ہی تو کہا ہے۔ اور ناز کے ساتھ کہا ہے۔ دعوے کے ساتھ کہا ہے۔ دلیل بُرہان سے کہا ہے۔ ''سَنُرِيْهِمْ اٰيَاتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ'' (سورہ حم سجدہ:۵۳) ہم ہمیشہ اپنی نشانیاں اور آیات بینات آفاق و اطراف و اقطار عالم میں دکھلاتے رہتے ہیں۔ اور خود ان کے وجودوں اور نفسوں میں اپنی نشانیاں دکھلاتے ہیں۔ خود متعلم بنیں اور خود ہی معلم۔ کہیں نہ جائیں۔ اندر ہی اندر تعلیم پائیں۔ اپنے کو پہچانیں اور ہمیں دیکھیں۔ دل کی آنکھ سے دل کے آئینہ میں مشاہدہ کریں۔ کوہ طور پر نہ جائیں۔ اس کو مرق منشور میں پائیں۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

"وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ" (سورہ ذاریات: ۲۰،۲۱) ساری زمین میں اہل ایمان واہل عرفان وایقان کے لئے ہماری نشانیاں موجود ہیں۔ اور خود تمہارے نفسوں میں عیاں اور آشکار ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ چشم بصیرت استعمال نہیں کرتے؟ دل کی آنکھوں سے کام نہیں لیتے؟ اس کتابِ وجودی اور اس بیان فعلی میں تدبر وتامل نہیں کرتے؟ اس صحیفہ قدرت کو مطالعہ نہیں کرتے؟ اس کتابِ حکمت سے سبق نہیں لیتے؟ اور "مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ" کے راز کا معائنہ نہیں کرتے؟ یہ قرآن ناطق کا کلام ہے۔ لسان اللہ کا بیان ہے۔ سمجھو اور غور کرو۔ پڑھو اور مطالعہ کرو۔ اگر تمہارا نفس آئینہ قدرت نہیں ہے۔ تو قادر مطلق کا عکس اس میں کیونکر نظر آ سکتا ہے؟ اگر اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ تو خلافت الٰہی کے سر کو کیونکر ادراک کر سکو گے؟ ''جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا۔ اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔'' یہ کوئی معمولی جملہ نہیں ہے یہ معمولی انسانی تشبیہ یا شاعرانہ استعارہ یا سری کنایہ نہیں ہے۔ حقیقت ہے اور اصل حقیقت ہے۔ اور اسی میں خلافت الٰہیہ کا راز ہے۔ نفس انسانی اور یہ وجود باقی وفانی اگر نمونہ کامل صنعت صانع کا نہ ہو۔ تو کیونکر معرفت صانع وخالق کا حقیقی اور صحیح ذریعہ اور وسیلہ قرار پا سکتا ہے؟

یہ نمونہ قدرت وحکمت صانع برحق (انسان) کچھ نہ ہونے پر بھی سب کچھ ہوتا ہے۔ اور باوجود کچھ نہ دیکھ سکنے اور تمیز نہ کر سکنے کے بھی سب کچھ دکھاتا ہے۔ اور نہ بولنے اور نہ بول سکنے پر بھی بہت کچھ بولتا ہے۔ خود چشم حیرت وعبرت وا کئے ہوئے اکثر یہ قدرت کا تماشا دیکھا کرتا ہے۔ اور سب کو دکھاتا ہے۔ کچھ نہ کرنے پر بھی اس میں سب کچھ کرنے کی قابلیت موجود ہے۔ اور جتنا یہ ابتداء طفولیت میں فعلی کمالات سے خالی نظر آتا ہے۔ اسی قدر اس میں کمالات کی استعداد زیادہ ہے۔ قدرت نے اس میں کمالات کو بالقوۃ رکھ کر ثابت کیا ہے۔ کہ ان ہستیوں سے بھی یہ فضیلت رکھتا ہے۔ جو جملہ کمالات سے وقت خلقت ہی آراستہ ہوتی ہیں۔ اور قرب خدا کا شرف انہیں حاصل ہے۔ یہ قدوسی اور کروبی (ملائکہ) کہ اُٹھتے ہیں۔ "مَامِنَّآ اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ" (سورہ صافات: ۱۶۴) ہم نے تو ہر ایک کے لئے ایک حد کمال مقرر ہے۔ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ مگر یہ انسان کبھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ مَامِنَّآ اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ یہ لامعلوم حد تک ترقی رکھتا ہے۔ وہاں پہنچتا ہے۔ جہاں ملائکہ مقربین قدم نہیں رکھتے۔ بلکہ جاتے ہوئے پر جلتے ہیں۔

یہی انسان صفات متضادہ کا مظہر ہے۔ اسی میں حلم کے ساتھ انتقام اور عدل کے ساتھ رحم پایا جاتا ہے۔ یہ موجد اور خالق وصانع کا بہترین کمال ہے۔ احسن خلقت کا خلعت اسی کو عطا ہوا ہے۔ ''وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ'' (سورہ بنی اسرائیل: ۷۰) کی کرامت وشرافت اسی کو ملی ہے۔ اور عالم مادی میں بھی سب سے اشرف ہے۔ "وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا" (سورہ بنی اسرائیل: ۷۰) کی فضیلت اسی کو دست قدرت سے عنایت ہوئی ہے۔ ملائکہ اگر نورانی ہیں تو ہوا کریں۔ جامعیت اوصاف کی خلقت اسی میں ہے۔ یہ وہ سب کچھ رکھتا ہے جو اس کے ماتحت انواع میں ہے۔ اور وہ روحانیت بھی اس میں ہے۔ جو فرشتے رکھتے ہیں۔ اسی کا نام فضیلت

ہے۔اسی وجہ سے جب یہ پستی اور تحت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔تو حیوانات سے بدتر نظر آتا ہے۔اور اگر بالا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔تو فرشتوں سے مقدم اور معظم اور مکرم ہوتا ہے۔ ملائکہ اس کے خادم نظر آتے ہیں۔" خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا" (سورہ البقرہ:۲۹) (جو کچھ زمین میں ہے۔وہ سب اللہ نے تم انسانوں کے ہی کے واسطے خلق کیا ہے) کے انعام واکرام سے بھی متنعم ہوتا ہے۔"الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ" (سورہ اعراف:۵۴) (اللہ نے آفتاب و ماہتاب کو انسان کے لئے مسخر بنا دیا ہے۔نجوم بھی بحکم خدا انسانوں ہی کے لئے مسخر ہیں) کا اشارہ بھی اسی جنس نفیس کی طرف ہے۔جب اس عالم امکان وایجاد میں اس کے کمالات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔خود حیران ہوتا ہے۔عقول متحیر رہ جاتی ہیں۔ملائکہ تعجب کرتے ہیں۔اور غیر متناہی ترقی کے علاوہ جو دیگر حیوانات سے اس کو ممتاز کرتی ہے۔روز افزوں ایجادات وصنائع وحرف میں یہ عجیب جوہر دکھلاتا ہے۔اور بڑھتا چلا جاتا ہے۔اور ہر مقام پر حکمت وصنعت وقدرت پروردگار کا عکس دکھاتا ہے۔اسی سے خلافت کی حقیقت و ماہیت ظاہر اور واضح ہو جاتی ہے۔خدا نے جمادات میں مٹی، پتھر، جواہرات وغیرہ پیدا کئے ہیں۔یہ مٹی لیکر لاکھوں نہیں کروڑوں چیزیں ایجاد کر کے بنا ڈالتا ہے۔اور اس میں طرح طرح کے کمالات دکھاتا ہے۔رنگ برنگ کے نمونے تیار کرتا ہے۔سنگ تراشی میں اپنی صنعت وحرفت دکھلاتا ہے۔عجیب وغریب اشیاء اور طرح طرح کے مکانات وقلعہ وقصر ومحل تیار کرتا ہے۔جواہرات میں اپنے ذاتی جوہر دکھلاتا ہے۔اور ان میں رنگین پتھروں کو اپنی صنعت کاری سے چار چاند لگا دیتا ہے۔مٹی اور گرد وغبار اور آب وگل میں سے نکال کر صاف کر کے اپنی تراش خراش کے ساتھ حسینان جہاں کی مجالس کی زینت وخوبصورتی ہزار گنی کر دیتا ہے۔خدا نے یہ رنگین پتھر خلق کیا ہے۔مگر انسان نے اس کو حسینوں کے نازنین اور نازک ہاتھوں کا نگین بنایا ہے۔خدا نے قسم قسم کے نباتات خلق فرمائے ہیں۔طرح طرح کے درخت۔بوٹے اُگائے۔دانے اور پھل لگائے ہیں۔انسان ایک غلہ کو ہزار رنگ میں رنگتا ہے۔اور اپنی صفت اور قوتِ ایجاد سے ہزاروں قسم کی لذیذ تریں غذائیں درست کر لیتا ہے۔ایک معمولی گھاس (گنے) کی مٹھائیاں بنا بنا کر کتنی لذتوں میں دکھاتا ہے۔ایک درخت لیتا ہے۔اور اس سے لاکھوں چیزیں درست کر دیتا ہے۔ہمارے اشارات کو تفصیل دیتے جاؤ۔اور غور کرتے جاؤ۔تو انسان صنعت وایجاد کا جادو تمہیں مبہوت بنا دے۔اپنے کمروں اور اس کے اسباب۔فرنیچر اور اثاث البیت کو دیکھو۔اور انسانی "فائن آرٹس" کو ملاحظہ کرو۔جس طرف نظر اُٹھاؤ گے۔انسانی صنعت کاری کے کرشمے ملاحظہ کرو گے۔ہم اگر تفصیلاً لکھیں۔تو اسی مضمون میں کتاب تمام ہو جائے۔

"سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کیلئے"

خدا نے حیوانات پیدا کئے ہیں۔انسان اس سے عجیب وغریب کام لیتا ہے۔اور پھر ان کے ہر ایک جزو کو کام میں لاتا ہے۔اور ان سے طرح طرح کی چیزیں ایجاد کرتا ہے۔اور کسی ایک جزو کو بھی بیکار نہیں جانے دیتا۔اور یہی دراصل قدرت کے راز کو سمجھتا ہے۔گوشت، پوست، بال، اُون، ہڈی، دانت، سم، سینگ کونسی چیز ہے۔

جس کی بیشمار صورتیں انسان نے اپنی صنعت کاری اور ایجاد سے نہیں بنادی ہیں؟ خدا نے لوہا ایک دھات پیدا کی ہے۔ اور اس کے متعلق لب قدرت سے ارشاد ہوا ہے۔ "اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ" (سورہ حدید:۲۵) (ہم نے اُوپر سے لوہا نازل کیا ہے۔ کہ اس میں بہت ہی خوف ہے۔ اور لوگوں کے لئے بیشمار منافع ہیں) مگر دنیا میں جو کچھ آہنی ایجادات نظر آرہی ہیں۔ جن سے خود انسانی عقول حیران ہیں۔ یہ کس کی صنعت نگاری اور گلکاری ہے؟ اسی انسان کی نہ کسی اور کی۔ خدا فرماتا ہے۔ "اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَھَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ نَحْنُ جَعَلْنَاھَا تَذْکِرَۃً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ" (سورہ واقعہ:۷۱،۷۲) (کیا تم دیکھتے ہو۔ کہ یہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔ اور جس پر تمہاری زندگی اور تمہاری ہر قسم کی ترقی کا دارومدار ہے۔ اس کا درخت تم نے پیدا کیا ہے؟ یا ہم اس کے پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم نے ہی اس کو لوگوں کے لئے عبرت بنایا ہے۔ کہ سبز درخت کی شاخوں کی رگڑ سے آگ پیدا کی اور ہم نے ہی اس کو قوت بہم پہنچانے اور قوت دینے والوں کے لئے بہت بڑی پونجی اور سرمایہ بنادیا ہے۔ یہی درخت تطورات زمانہ سے فنا ہو کر خاک میں مل گئے اور گل سڑ گئے۔ اور ان کے مادے اور ان کی رسوبات سے کافی کوئلہ بنا۔ انسان نے اس کو نکالا۔ اور اس سے وہ قوت بہم پہنچائی۔ کہ آج دنیا کی بہترین ترقی اس پر موقوف ہے۔ اور ہر طرف اس کے کرشمے نظر آتے ہیں۔ اور خشکی وتری میں اس کا جلوہ ہے۔ کوئلہ ہے۔ مگر حقیقت میں جواہراتِ تحقیق ہو چکا ہے کہ ہیرے اور اس کوئلہ کی اصل حقیقت ایک ہی ہے۔ جس مادے سے پتھر کا کوئلہ بنتا ہے۔ اسی سے ہیرا۔ (اللہ اکبر) سے کم نہیں ہے۔ نظر دقیقہ رس ہونی چاہئے۔ اور طبیعت میں مادۂ غور۔ غرض ایک ادنیٰ ذرّہ سے لے کر اعلیٰ وجود مادی تک کوئی چیز اور کوئی مخلوق ومصنوع باری تعالیٰ ایسی نہ نکلے گی۔ جہاں انسان نے اپنا دستِ تصرف دراز نہ کیا ہو۔ اور اپنی کارگذاریاں نہ دکھلائی ہوں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ خالقِ عالم وصانع عالم وقادر مطلق کے تحت یہ جنس نفیس (نوعِ انسانی) قائم مقامی کا حق ادا کررہی ہے۔ اور ایک نمونہ خلقت وصنعت کے ہزاروں نمونے تیار کردیتی ہے۔ یہ شاگرد رشید ہے۔ جو اُستاد کے اشارہ کو سمجھتا ہے۔ اور اُستاد کے ہاتھ کو پہچانتا ہے۔ یہ وہ صفت ہے۔ جس میں کوئی موجود اس کا ہم پلہ نہیں ہوسکتا۔ یہ وہ وصف ہے۔ جس سے یہ جملہ کائنات سے ممتاز ہوتا ہے۔ خداوند عالم جامع جمیع صفات کمالیہ ہے۔ مگر سب سے پہلے اس کی قدرت اس کے علم اس کے ارادے کا ظہور صورت خلق میں ہوا ہے۔ اور وصف خالقیت ہی اس کا پہلا وصف ہے۔ جو عالمِ ایجاد میں ظاہر ہوا۔ اور کل کمالات کا اظہار بھی اسی پر موقوف ہے۔ اگر کوئی مخلوق ہی نہ ہو۔ تو خالق اپنے جملہ کمالات کہاں ظاہر کرے۔ ضرورت تھی۔ کہ پہلے صفت خلق کا اظہار فرمائے۔ اور پھر مخلوق میں سارے کمالات تکویناً وتکلیفاً۔ تشریعاً وتعریفاً۔ تعلیماً وتربیۃً دکھلائے۔ جب عالمِ ایجاد میں کسی مخلوق کا وجود نہ تھا۔ خزانہ کمالات الٰہی اسی طرح محفوظ تھا۔ اور اسی کی طرف خود اشارہ کیا ہے۔ لب قدرت سے فرماتا ہے۔ حدیث قدسی میں ذکر آیا ہے۔ "کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ مَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِکَیْ اُعْرَفَ" میں کمالات وعلوم واسرار کا ایک خزانہ مخفی تھا۔ پس مجھے یہ بات پسند آئی مجھے محبوب ومرغوب معلوم

ہوا۔ کہ میں پہچانا جاؤں (پہچاننے والا کوئی موجود نہ تھا۔ پہچان کے لئے پہچاننے والا بنایا پس میں نے مخلوق کو خلق کیا۔ تا کہ پہچانا جاؤں۔ لہٰذا اس مبدءِ فیاض سے سب سے پہلے صفات خلق کا ظہور ہوا ہے۔ اور سب سے پہلے اس نے اپنے صانع اور خالق ہونے کا اظہار فرمایا ہے۔ اور پہلا مخلوق دراصل انسان ہی ہے۔ جسم نہیں۔ رُوح انسان جو حقیقت انسان ہے پس اوصاف خالق کا سب سے پہلا اور سب سے مقدم اور سب سے افضل واکمل نمونہ یہی انسان ہی ہوسکتا ہے۔ اور یہی ہے۔ اور جس طرح مقامِ ظہور میں صفت خلق مقدم ہوئی ہے۔ اور پہلے خالقیت ہی ظاہر ہوئی ہے۔ اسی طرح انسان یعنی قدرت اور صفت کے پہلے اور مکمل نمونے میں صفت خلق اور ایجاد وصنعت ہی بدرجہ اتم ہے۔ اور اسی صفت میں انسان کل مخلوقات سے ممتاز ہے۔ اور یہ صفت اس میں بھی ایک خاص حد میں محدود و منحصر مثل حیوان نہیں ہے۔ بلکہ بے انتہائی درجات ترقی رکھتی ہے۔ اور موجودات بھی مثل بعض حیوانات صفت ایجاد رکھتے ہیں۔ مگر ایک خاص محدود حد میں اور ایک خاص چیز میں۔ جوان کے لئے وہ فطری اور طبعی ہے۔ نہ کسبی واکتسابی پس خالقیت کا ظہور اسی جنس نفیس (انسان) ہی میں ہوا ہے۔ اور یہی جنس اس قابل ہے۔ جو خلافت الٰہیہ کا مورد ومصداق بن سکے۔ اور یہی خلافت الٰہیہ کی حقیقت و ماہیت ہے۔ اگر انسان میں خلافت نہ ہوتی تو اس میں یہ قوت ایجاد نہ پائی جاتی "وَقَالَ عَزَّمِن قَائِلِهِ هُوَالَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْاَرْضِ" (سورہ انعام:۱۶۵) ہم نے ہی تمہیں خلیفہ فی الارض بنایا ہے۔ اور خالقیت کی ایک شان اور خالق کی صفت ایجادؔ کا ایک درجہ ظہور اسی خلیفہ میں ہوتا ہے۔ یہ تحت خالق ہے۔ اور باقی موجودات اس کے تحت یہ خدا کا خلیفہ ہے۔ اور سب کا حاکم اور آقا۔ سب کو اس سے تعلق ہے۔ اور اس کو خدا سے سب اس کے لئے بنے ہیں۔ اور یہ خدا کے لئے " خَلَقَلَكُمْ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" (سورہ البقرہ:۲۹) "وَسَخَّرَلَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ للانه" (سورہ ابراہیم:۳۳) کا ذکر آچکا ہے۔ کہ سب کچھ اسی مورد خلافت کے لئے۔ اور یہ خدا کے لئے کما قال عزوجل۔ "مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ" (سورہ ذاریات:۵۶) عبادت میں جن شریک ہوئے۔ لیکن خلافت میں نہ ہوسکے۔ اور اسی واسطے "خَلَقَ لَكُمْ" (سورہ البقرہ:۶۹) کا خطاب انہی کے لئے ہوا۔ بلکہ جنوں پر بھی یہی حاکم قرار پایا۔

انسان کا تعلق صرف ذات خداوندی ہی سے ہے

اس امر کا مزید ثبوت علاوہ بیان سابق خود مشاہدہ عالم اور اس ارتقاء ترقی سے ملتا ہے۔ مادے کی ترقی کے چھ درجہ ہیں۔ اور ہر ایک وجہ ایک سے بالاتر۔ اور انواع مکونہ کے چار درجہ ہیں۔ جماد، نبات، حیوانات، انسان، جماد سے بالا نبات ہے۔ نبات سے اوپر حیوان۔ حیوان سے فوق انسان۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کے سوا باقی ماتحت انواع کے لئے دائرہ ترقی محدود و منحصر ہے۔ جماد کی منتہائی ترقی نباتات تک ہے۔ اس سے بالا اس کی ترقی کے لئے کوئی درجہ نہیں ہے۔ نبات کی ترقی حیوان تک ہے اور اس سے بالا کوئی مرتبہ نہیں۔ اور حیوان کی ترقی انسان اور اس کی مشابہت تک ہے۔ اس سے بالا نہیں۔ اور اس طرح سے ہر ایک کی ترقی کا درجہ معین ومحدود ہے۔ مگر انسان سے بالا کوئی نوع انواع مکونات ارضیہ سے نہیں ہے۔ پس اس کی ترقی کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہو

سکتی۔ اور چونکہ آخر درجہ مکنونات ارضیہ میں اور افضل مولدات ومتولدات واکمل موجودات واشرف مخلوقات ہے۔ اس سے بالا سوائے خالق وصانع عالم کے اور کوئی ہستی نہیں ہے۔ اور بلاواسطہ غیر تحت خالق ہے۔ اس کی ترقی کی منتہا بس حد خالق ہی ہے۔ اور یہ اس کے قرب تک پہنچ سکتا ہے۔ اور " دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی "(سورہ نجم:۹،۱۰) اس کی ترقی کا منتہائی مقام ہے۔ اور ہماری تصانیف سے اس کی کچھ تفصیل ملاحظہ کر سکتے ہو۔ اور جس طرح اس بیان سے یہ ثابت ہوا۔ کہ انسان تحت خالق ہے۔ اور اس کی ترقی کی حد منتہائے امکان ذاتی تک ہے تو یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ انسان ترقی اس وقت کر سکتا ہے۔ اور اپنے حقیقی کمالات پر اسی وقت فائز ہو سکتا ہے۔ جب کہ یہ خالق ہی کی طرف متوجہ رہے۔ اور اسی طرف قدم بڑھائے۔ اسی راہ پر چلے۔ اگر اپنے سے ماتحت انواع میں سے کسی وجود کی طرف توجہ کرے گا۔ اور لکڑی، پتھر، گائے، بیل یا کیڑے مکوڑوں کو پوجیگا۔ تو ہرگز اصلی ترقی کی منزل پر نہ پہنچ سکے گا۔ بلکہ پست تر ہوتا جائے گا۔ اور اپنے درجہ سے گر جائے گا۔ اور آخر کار جہنم اس کی بازگشت ہو گی۔ اور اسفل السافلین یعنی سب سے پست مقام میں پہنچے۔ گا اور اسی کی ایندھن بنے گا۔ "وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" (سورہ البقرہ:۲۴) انسان اور پتھر جنہیں یہ پوجتا رہا ہے۔ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ فتدبر فیہ فانہ وقیق۔

جنس نفیس یعنی نوع انسانی اور اطلاق خلیفۃ اللہ کا مقام

اس سلسلہ بیان اور اس مسئلہ ارتقاء انواع عالم امکان سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ افراد نوع انسانی میں ان کمالات وان علوم وان حرف وصنایع اور ایجادات کا ظہور حسب سعی وموافق کسب واکتساب ہے۔ اور یہ سلسلہ اوپر سے چلا آرہا ہے۔ اور بہت کچھ ایک دوسرے سے لیتا اور سیکھتا آیا ہے۔ سلسلہ تعلیم وتعلم جاری ہے۔ اور ہر ایک اعلیٰ طبقہ اپنے سے ادنیٰ طبقہ کا استاد ہے۔ اور جب اس سلسلہ کو لوٹا کر اوپر کی طرف لے جائیں اور اس کی ابتداء کو دیکھیں۔ تو صاف معلوم ہو جائے گا۔ کہ کل انسان ایک ہی وجود بشری (آدمؑ) کی طرف منتہی اور منسوب ہوتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ تعلیم وتعلّم بھی اسی پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ اور وہاں جا کر کسب واکتساب وتعلیم وتعلّم کا سلسلہ بند اور منقطع ہو جاتا ہے۔ اور اس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ کہ افراد نوع انسانی کے اندر یہ کمالات صنعت وایجادات سب اسی ذات کا کرشمہ ہیں۔ جو اس کی اولاد میں دکھائی دیتا ہے۔ اور یہ وہی ذات ہے۔ اور وہی وجود ہے۔ جس کو خالق عالم اس ارشاد سے ظاہر فرماتا ہے۔ "اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَراً مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِیْنَ" (سورہ ص:۷۱،۷۲) "وَاِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" (سورہ البقرہ:۳۰) "وَعَلَّمَ۔ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا" (سورہ البقرہ:۳۱) ان سے ثابت ہوا۔ کہ اصل خلافت الٰہیہ کا مصداق ومورد یہ وجود ہے۔ اور خلیفہ اللہ کے لفظ کا حقیقی طلاق اسی پر ہو سکتا ہے۔ اس کی اولاد میں اس کی خلافت کا کرشمہ ہے۔ اور اس کو خود لب قدرت سے سکھایا ہے۔ اور یہ کمالات اس میں خود ودیعت کئے ہیں بلاواسطہ غیر کئے ہیں۔ یہ تعلیم موہبتی الٰہی ہے۔ یہاں تعلیم وتعلّم رواجی اور کتب واکتسابہ کو دخل نہیں ہے۔ خدا اور خلیفہ خدا میں کوئی واسطہ ظاہری نہیں ہے۔ پس اولاد

آدم میں خلافت کا ظہور ہے۔ مگر خلیفۃ اللہ کا اطلاق آدم ہی پر اور ان پر جو ان اوصاف وخصوصیات سے متصف پیدا کیے گئے ہوں۔ ہو سکتا ہے۔ نہ ہر انسان پر اور اس خصوصیت کو خود ''من روحی'' کی نسبت قدسیہ سے ظاہر فرما دیا ہے۔ کہ جو خصوصیت خالق وصانع عالم کو آدمؑ کے ساتھ ہے۔ وہ اولاد آدمؑ اور دیگر مامورین کے ساتھ نہیں ہے۔ اور مقربین سے سجدہ کرا کر اس خلافت کے منصب اور اس کی جلالت شان کو خوب واضح کر دیا۔ کہ اس سجدۂ تعظیمی کا مستحق وہی ہو سکتا ہے۔ جو خالق وموجد معبود حقیقی کا قائم مقام ہو۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

عام انسانوں کی خلقت عالم خلق سے ہے۔ اور تدریجی ہے۔ اوّل انسان نطفہ ہے۔ پھر علقہ ہے۔ پھر مضغہ ہے۔ پھر ہڈیاں۔ پھر گوشت۔ و پوست وصورت حیوانی اور بعد ازاں ''ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ'' (سورہ مومنون:۱۵) سے مقام خلقت انسانی چھ منزلیں طے کر کے درجہ انسانیت پر پہنچتا ہے۔ اور اس سے کل مکونات سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ بہر حال یہ ترقی تدریجی وخلقت تدریجی ہے۔ اور چونکہ خلقت تدریجی تحصیل کمالات وعلوم وفنون وصنائع وحرف اور اسی طرح ظہور ان کمالات کا سب تدریجی ہیں۔ لیکن خلقت حضرت آدمؑ وخلیفہ خدا آنی ہے۔ ''اِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ'' (سورہ ص:۷۲) بنایا۔ درست کیا۔ اور فوراً روح پھونک دی۔ یہ نہیں کہ آدمؑ پہلے صورت طینی میں رہے۔ پھر نطفہ ہوئے۔ پھر علقہ پھر مضغہ وعلیٰ ہذا القیاس چونکہ خلقت آنی ہے۔ تدریجی نہیں ہے علوم بھی آنی ہیں۔ تدریجی نہیں ہیں۔ ''نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ'' (سورہ ص:۷۲) اور ''عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا'' (سورہ البقرہ:۳۱) سب ایک آن واحد میں ہے۔ خلقت کے بعد تعلیم نہیں۔ بلکہ خلقت کے ساتھ تعلیم ہے۔ اور یہ اس سلسلہ خلافت میں کلیہ قاعدہ ہے۔ جہاں تعلیم آنی وموہبتی ہے۔ وہاں خلقت بھی آنی ہی ہوگی۔ (کشف الاسرار ملاحظہ ہو) اور اس تعلیم آنی ونسبت نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔ (میں نے اپنی خاص روح اس میں پھونکی ہے) خالق سے خلیفۃ اللہ کا تعلق بلاواسطہ صاف ظاہر ہے۔ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں صورت بشری میں ہم خلافت الٰہیہ کی حقیقت کا ظہور اوّلی دکھلا رہے ہیں۔ ورنہ مقام روحانی میں حقیقی خلیفۃ اللہ وہ وجود ہے۔ جو اول مخلوق ومصنوع ہے۔ اور اوّل ہو کر سب سے آخر میں صورت بشری میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور خاتم النبیینؐ کا خطاب پاتا ہے۔ ''وَهُوَ الْاَوَّلُ وَهُوَ الْاٰخِرُ بِهٖ فَتَحَ اللّٰهُ وَبِهٖ يَخْتِمُ'' وہی اول ہے۔ اور وہی آخر اور اس سے خدا نے ابتداء کی ہے۔ اور اس پر خاتمہ ہو گیا۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صورت بشری میں اس حقیقت خلافت الٰہیہ کا ظہور حضرت آدمؑ ابو البشر واوّل البشر سے ہوا ہے۔ سوائے نفوس عالیہ واوّل المخلوقین کے باقی کل مکلّفین کو مامور بسجدۂ آدمؑ کر کے خدا نے آدمؑ کے مرتبہ ومقام نبوت کو ظاہر کر دیا ہے۔ اور ''يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ۔'' (سورہ البقرہ:۳۳) سے ان کے منصب نبوت کی اور تشریح فرما دی ہے کہ صریح لفظوں میں حضرت آدمؑ ان کل مامورین وملائکہ مقربین پر حجت خدا اور ان کے معلم اور استاد قرار دیئے گئے ہیں۔ اور یہ سلسلہ کبھی تا ظہور خاتم النبیینؐ منقطع نہیں ہوا۔ بعد آ جانے خاتم النبیین یہ سلسلہ نبوت منقطع ہوا۔ اور اس نص نے قطع کیا۔ اور اس تصریح خاتم النبیین نے بتلایا۔ اور ہم حصہ اوّل میں تفصیلاً ثابت کر چکے ہیں۔ کہ ہر نبی خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ اور خلافت الٰہیہ کی حقیقت و

ماہیت یہ ہے۔ جو ثابت کی گئی۔ اسی واسطے حکماء علماء محققین نبی کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ کہ ''نبی وہ ہے۔ جو عالم کون وفساد میں تصرف رکھتا ہو۔'' اور عالم کون وفساد یعنی عالم مادی دنیاوی میں تصرف کے یہی معنی ہیں۔ جو ہم نے افراد نوع انسانی میں ثابت کئے۔ اور دکھائے ہیں۔ کہ ہر شئے مادی پر انسان حکومت رکھتا ہے۔ یہ ادنیٰ کرشمہ اس تصرف کا ہے۔ جو خلیفہ خدا یعنی نبی اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کا ظہور حضرت آدمؑ سے ہوا ہے۔ عام اولاد آدمؑ میں اس کی جھلک پائی جاتی ہے۔ اور خلفاء اللہ اس کا درجہ کمال حسب مرتبہ ومقام خلافت اور اسی اعلیٰ تصرفِ عالم کون وفساد کا نام اعجاز ہے۔ جہاں دوسرے انسان عاجز ہوتے ہیں۔ ہر نبی صاحب اعجاز ہوتا ہے۔ اور یہ آیات بینات ساتھ لے کر آتا ہے۔ جس میں یہ تصرف نہ ہو۔ اور یہ آیاتِ نہ رکھتا ہو۔ اور یہ نشانات خلافت الٰہیہ نہ دکھلا سکے۔ وہ ہرگز نبی نہیں ہوسکتا۔ جو یہ کمالات نہ رکھتا ہو۔ اور ان تصرفات سے خالی اور عاری ہو اور دعویٰ نبوت کرے۔ وہ بالکل جھوٹا نبی ہے۔ اور جو شخص انبیاء اللہ سے ان تصرفات کی نفی کرے۔ وہ حقیقت خلافت الٰہیہ سے بالکل بے خبر ہے۔ اور عالم کی حقیقت سے ناآشنا ہے۔ وہ صرف ظاہر پرست قشری ہے۔ اس کو مغز کی خبر نہیں ہے۔ وہ الفاظ دیکھتا ہے۔ معانی تک اس کی رسائی نہیں ہے۔ وہ قالب میں گرفتار ہے۔ روحانیت سے اطلاع نہیں رکھتا۔ اور اسی واسطے وہ مستقر ومقام خلافت اللہ کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور اس کی تشخیص نہیں کرسکتا۔

یہ ظاہر اور بالکل بدیہی ہے۔ کہ ہر کمال کا ظہور علم پر مبنی ہے۔ اور خود خلقت پھر بھی علم مقدم ہے۔ اور خالق اور صانع اور موجد کے لئے پہلے عالم ہونا ضروری ہے۔ عَلِمَ وَشَاءَ وَاَرَادَ وَقَدَّرَ وَقَضٰى وَاَمْضٰى اَمْضٰى قضاء پر مبنی ہے۔ اور قضاء قدر پر۔ اور قضاء وقدر ارادۂ باری پر اور ارادہ باری سے مقدم مشیت باری ہے۔ اور علم ان سب مراتب سے مقدم ہے۔ اسی واسطے ہم نے حصہ اوّل میں معیار خلافت علم کو ثابت کیا ہے۔ اور وہ نص الٰہی ہی سے ثابت ہے۔ خدا نے خود امتحان میں ملائکہ سے علم ہی میں مقابلہ کرایا ہے۔ پس اس علم فطری موہبتی لدنی سے خلیفہ خدا کی شناخت ہوتی ہے۔ کہ یہ ہے۔ وہ صاحب خلافت۔ جس میں خلافت اللہ کی حقیقت و ماہیت ثابت ہے۔ اور حقیقت اور شئے معیار اور علامت اور ''فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ'' (سورہ انعام: ۳۷) حضرت آدمؑ کے خلیفہ ہونے اور کہلانے کی ایک مفصل بحث ایک منکر کے جواب میں ہم البرہان جلدے میں بھی لکھ چکے ہیں۔

عہدۂ خلافت اور اس کا اعلان

مقدمہ میں ہم اشارہ کرچکے ہیں۔ کہ مصلحت خداوندی خلیفہ میں بہ نسبت خلقت کے اہم اور اقدم ہے۔ حکیم ہمیشہ اسی کو مقدم رکھتا ہے۔ جس میں مصلحت زیادہ ہو۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ اعلان خلافت قبل خلقت خلیفہ اہم اور ضروری ہے۔ اور اسی واسطے حکیم مطلق نے ہزاروں برس خلقت خلیفہ سے پہلے اس کے آنے اور اس کی خلافت کا اعلان کیا ہے۔ اور خبر دی ہے۔ ''اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً'' (سورہ البقرہ: ۳۰) میں زمین میں اپنا جانشین بنانے والا ہوں۔ اور اس خلیفہ کو عہدہ نبوت سے ممتاز کیا ہے اور اس خلافت کو صورت ہوتی میں ظاہر کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا۔ بعد ازاں اسی سلسلہ کو رسالت واولوالعزمی وختم نبوت وامامت میں یعنی

خلفاء اللہ رسول۔ رسول اولوالعزم۔ خاتم النبیین اور امام خلق ہوئے ہیں۔ "لَقَدْ اَرْسَلْنَا بِالْبَیِّنَاتِ رُسُلَنَا وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتَابَ وَالْمِیْزَانَ" (سورہ حدید:۲۵) بے شک ہم نے اپنے رسول بھیجے۔ اور ہر ایک کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزانِ صدق و عدل اتاری "یَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ" (سورہ ص:۲۶) حضرت داؤدؑ پیغمبر بالصراحت خلیفۃ اللہ کے لفظ سے یاد کئے گئے۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو ارشاد ہوا "اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا الآیۃ" (سورہ البقرہ:۱۲۴) میں تجھے تمام لوگوں کا پیشواء بنانے والا ہوں۔ اور ان کی اولاد اور ذریت کے کل انبیاء کو امام کے لقب سے ملقب فرمایا۔ "وَجَعَلْنَاھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَا اِلَیْھِمْ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءَ الزَّکٰوۃِ وَکَانُوْا لَنَا عَابِدِیْنَ" (سورہ انبیاء:۷۳) یعنی سلسلہ خلافت الٰہیہ ہی ہیں نبی۔ رسول۔ اولوالعزم رسول خاتم اور امام خلق گذرے۔ نبوت و رسالت و ولایت و امامت کا اس خلافت الٰہیہ سے علیحدہ کوئی دوسرا سلسلہ قائم نہیں کیا۔ "اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ" (سورہ آل عمران:۳۳) بیشک ہم نے آدمؑ۔ نوحؑ۔ آل ابراہیمؑ و آل عمران کو تمام مخلوقات سے چنا اور برگزیدہ و ممتاز بنایا۔ اور ان مراتب و مناصب الٰہیہ کے لئے انتخاب کیا۔ یہ سب ایک ہی سلسلہ اور ایک دوسرے کی اولاد و ذریت ہیں۔ اور اللہ سب کی سنتا ہے۔ اور سب کچھ جانتا ہے۔ سب کچھ اسی سلسلہ خلافت الٰہیہ میں ہے۔ لیکن اعلان "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً" (سورہ البقرہ:۳۰) کے جملہ سے ہے۔ "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ نَبِیًّا" "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ رَسُوْلًا" "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ اِمَامًا" کے الفاظ اور جملوں سے نہیں ہے۔ جس سے یہ امر کالشمس فی رابعۃ النھار آشکارا ہے۔ کہ اصل خلافت الٰہیہ ہی ہے۔ اور وہی مقدم ہے۔ اور نبوت، رسالت، اولوالعزمی، امامت، ولایت اور خاتمیت سب اس کے مراتب و درجات ہیں۔ کبھی یہ خلافت الٰہیہ صورت نبوتی میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور خلیفہ خدا نبی کہلاتا ہے۔ اور کبھی نبوت کے ساتھ رسالت کی جامع ہوتی ہے۔ اور خلیفہ خدا نبی کے ساتھ رسول بھی کہلاتا ہے۔ اور مسلم ہے۔ کہ ہر رسول نبی ہے۔ اور ہر نبی رسول نہیں ہے۔ اور دونوں میں اعم و اخص مطلق کی نسبت ہے۔ "اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الآیۃ الخ۔ (سورہ اعراف:۱۵۷) کبھی یہ خلافت صورت نبوت و رسالت کے ساتھ عہدۂ اولوالعزمی کو شامل ہوتی ہے۔ "فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔ صبر کرو۔ جیسا کہ اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ہے۔ اور اولوالعزم پانچ کہلاتے ہیں۔ نوحؑ، ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ۔ حضرت محمد مصطفیؐ اور یہی صاحبان شریعت ہیں۔ "شَرَعَ لَکُمْ مِنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا الآیہ" (سورہ شوریٰ:۱۳) باقی کل انبیائے مرسلین انہی شرایع کی تبلیغ کرنے والے تھے۔ اور کبھی یہ خلافت الٰہیہ صورت نبوت و رسالت و اولوالعزمی کے ساتھ امامت کو شامل ہوتی ہے اور صورت امامتی میں ظہور کرتی ہے۔ "اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ (سورہ البقرہ:۱۲۴) پس خلافت الٰہیہ خلقت کے ساتھ ایک دائمی علاقہ و واسطہ رکھتی ہے۔ اور کبھی اس کا انقطاع

نہیں ہے۔کوئی نہ کوئی خلیفہ خدا ہمیشہ موجود رہا ہے۔اور یہ سلسلہ تا ظہور حضرت خاتم النبیین برابر متصل ہے۔اور کلام و پیغام خدا بندگان خدا کو پہنچتا رہا ہے۔" وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ" (سورہ قصص:۵۱) ہم نے متصل اپنا کلام انہیں پہنچایا ہے۔کہ یہ نصیحت و عبرت حاصل کریں۔مگر لفظ "وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ۔" (سورہ احزاب:۴۰) نے یہ نص و تصریح کردی۔کہ سلسلہ انبیاء منقطع ہو گیا۔اور نبیین ختم ہو چکے۔مگر سلسلہ خلافت الٰہیہ کے انقطاع پر کوئی نص نہیں ہے۔بلکہ بقاء خلافت پر نص ہے۔" وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُو الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الاٰيه"(سورہ نور:۵۵) اللہ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے۔اور کل اعمال صالحہ بجالاتے ہیں۔کہ وہ ان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنائے۔جیسا کہ اس نے ان سے پہلے خلیفہ بنائے ہیں۔چنانچہ آدمؑ و داوٗدؑ کا ذکر بالصراحت کیا ہے۔اور سلسلہ خلفاء اللہ کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔پس بعد خاتم النبیینؐ بھی سلسلہ خلافت جاری ہے۔نبوت ختم ہوئی۔اور نبوت کے ساتھ رسالت بھی۔کیونکہ رسالت فرع نبوت ہے۔اور نبی ہی رسول کہلاتا ہے۔لہٰذا خلافت الٰہیہ تا قیام قیامت باقی ہے۔اور کبھی زمانہ خلیفہ خدا کے وجود سے خالی نہیں ہو سکتا۔اور کوئی دلیل سلسلہ خلافت الٰہیہ کے انقطاع پر قائم نہیں ہے۔بلکہ نص صریح اس کے بقاء وجود پر ہے۔اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے۔کہ بعد حضرت ختمی مرتبت سلسلہ خلافت الٰہیہ منقطع ہو گیا۔اور بعد رسول خلفاء اللہ نہیں ہوں گے۔یا نہیں ہوئے۔اور جانشینان رسول خلفاء اللہ نہیں کہلا سکتے۔تو اس کا فرض ہوگا۔کہ وہ اوّل دلیل عقلی اس پر قائم کرے۔اور بعدازں مثل ہمارے نص قرآنی اس پر پیش کرے۔کہ کونسی آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔کہ نبوت کے ساتھ خلافت الٰہیہ بھی ختم ہوگئی۔

نیز۔ابھی روشن و آشکارا ہو گیا ہے۔کہ جہاں خلافت الٰہیہ کے انقطاع پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔وہاں سلسلہ امامت کے انقطاع پر بھی کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔حضرت ابراہیمؑ سے یہ سلسلہ شروع ہوا۔اور ان کی ذریت میں تا قیام قیامت قائم ہے۔" جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقْبِهٖ" (سورہ زخرز:۲۸) انہوں نے اس کو اپنی اولاد میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کلمہ باقیہ قرار دیدیا۔اور "وَمِنْ ذُرِّيَتِي" وَلَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِيْنَ" (سورہ البقرہ:۱۲۴) نے تصریح کردی۔کہ ذریت ابراہیمؑ کے صالحین میں عہد امامت برابر جاری رہے گا۔اور یہ جعل الٰہی ہے۔اور جعل الٰہی دو فعل الٰہی کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔اور باطل نہیں بنا سکتا۔جو ایسا خیال کرے۔وہ اپنے ایمان کی طرف دیکھے۔اور اپنے اسلام کو تلاش کرے۔" وجعلناهم ائمة " (سورہ انبیاء:۷۳) بھی اسی کی تصریح ہے۔کہ ذریت ابراہیم میں یہ سلسلہ امامت برابر جاری ہے۔اور یہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔کہ خلافت الٰہیہ کبھی صورت بنوتی میں ظاہر ہوتی ہے۔اور کبھی صورت رسالتی میں اور کبھی صورت امامتی میں۔اور جب نبوت و رسالت ختم ہوگئی۔تو اب کوئی صورت سوائے امامت کے باقی نہیں ہے۔اور بقاء خلافت الٰہیہ اور عہدہ امامت کا صریح اور صاف مطلب یہی ہے۔کہ بند خاتم النبین خلفا اللہ ہوں گے اور ضرور ہوں گے۔اور وہ امام کہلائیں گے۔اور پیشوائے خلق ہوں گے۔اور لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کے وعدے کا صاف رعا یہی ہے۔کہ ہم تم مسلمانوں میں سے کچھ امام بنائیں گے۔اور ان کو اپنا

خلیفہ فی الارض قرار دیں گے۔ جیسا کہ ہم پہلے لوگوں کو خلیفہ بناتے رہے ہیں۔ اور اس سے ضرورت ولازمی طور پر ثابت ہوا۔ کہ امامت تا قیام قیامت مسلمانوں میں ضروری ہے۔ اور ہمیشہ کسی نہ کسی امام خلق کا وجود ضروری اور لازمی ہے۔ کبھی زمین امام سے خالی نہیں ہو سکتی ہے۔ اور اسی خلیفۃ الارض اور امام خلق کو حجۃ اللہ کہتے ہیں۔ اور احادیث فریقین میں بکثرت وارد ہوا ہے۔ کہ زمین کبھی حجۃ اللہ کے وجود سے خالی نہیں رہتی ہے۔ جس سے خدا اپنے بندوں پر احتجاج کرتا اور اپنی حجت تمام کرتا ہے۔ اگر ایسے حجت اللہ کا وجود دنیا میں نہ ہو۔ تو اس زمانے کے بندوں پر حجت (ا) (حجت اللہ کی مکمل بحث ہماری کتاب الصراط السوی فی احوال المھدی میں ملاحظہ ہو۔) خداوندی تمام نہ ہوگی۔ "لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ بَعْدَ الرُّسُلِ" (سورہ نساء: ۱۶۵)

اس سے یہ ثابت ہوا۔ کہ نبوت ورسالت ختم ہو چکی۔ اور یہ منصب اور عہدے گویا تخفیف ہو چکے۔ اور عام اہل اسلام کے نزدیک خلافت محمدیؐ باقی رہی۔ اور حضورؐ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد میرے خلیفہ ہوں گے۔ اور ان احادیث کا ذکر آئندہ آئے گا۔ اور حصص سابقہ میں بعض ذکر کر چکے ہیں۔ اور قاعدہ کلیہ بلکہ امر بدیہی ہے کہ قائم مقام و جانشینی اور ایسی خلافت کسی عہدہ و منصب میں ہوا کرتی ہے۔ اور جب عہدہ و منصب ہی تخفیف ہو گیا۔ تو خلافت وقائم مقامی وجانشینی کے کیا معنی؟ کیا اگر شیشن جج کا عہدہ تخفیف کر دیا جائے۔ اور یہ چیز ہی نہ رکھی جائے۔ تو پھر اس کی جگہ پر کسی قائم مقام و جانشین کی ضرورت ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ وہ جگہ ہی باقی نہیں۔ تو جانشین کیسا اور جانشینی کیسی؟ اور یہ مسلم ہے۔ کہ خلافت بعد رسولؐ باقی ہے۔ اور کل اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ لہٰذا ضروری تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ بعد ختم نبوت ورسالت بھی کوئی عہدہ از عہد ہائے خاتم النبیینؐ باقی تھا۔ اور وہ نہیں ہے مگر امامت اور ولایت۔ کیونکہ رسول عربیؐ جس طرح نبی ورسولؐ وخلیفہ خدا ہیں۔ اسی طرح وہ امام خلق بھی ہیں۔ اور عہدۂ امامت پر بھی فائز ہیں۔ اور ذریت ابراہیمؑ کی امامت نسل اسمٰعیلی میں اوّل آپ ہی کو پہنچی ہے۔ اور اس سلسلہ میں امام اوّل آپ ہی ہیں۔ اور نیز عہدہ ولایت مطلقہ کی نسبت نص قرآنی ہے۔ "اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ" الخ۔ (سورہ مائدہ: ۵۵) بس تمہارا ولی خدا ہے۔ اور اس کا رسولؐ الخ۔ گویا آں حضرتؐ حسب ذیل مناصب اور عہدے رکھتے ہیں۔ اور کل مراتب خلافت اللہ کو جامع اور حاوی ہیں۔ نبوت، رسالت، امامت اور ولایت۔ نبوت ورسالت آپ پر ختم ہوئی۔ اور آپ کے بعد کے لئے سلسلہ نبوت ورسالت منقطع ہو گیا۔ خلافت الٰہیہ اور امامت کا عہدہ جاری رہا۔ اور اسی طرح ولایت مطلقہ۔ جس کے لئے انقطاع محال عقلی ہے۔ پس ضروری ہے۔ کہ آپ کے بعد کے خلفاء اللہ اور آپ کے جانشین منصب امامت میں آپ کے جانشین اور قائم مقام ہوں۔ لہٰذا خلافت محمدیہ بھی صورت امامت ہی میں متحقق ہوگی۔ اور اس سے کسی کو مفر نہیں ہو سکتا۔ اور آئندہ ثابت کریں گے۔ اور کر چکے ہیں۔ کہ ضرورت ہے۔ کہ آپ کے جانشین ولی مطلق بھی ہوں۔ اور اس لئے امام خلق۔ خلیفۃ الرسول وہی ہونگے۔ جو ولی اللہ ہوں۔ تفصیل آئندہ آتی ہے۔

ماحصل یہ کہ ناظرین کو اس بیان سے حسب ذیل نتائج اخذ کر کے یاد رکھنے ضروری ہیں۔ اوّل خلافت الٰہیہ

من حیث الظہور حضرت آدمؑ سے شروع ہوئی ہے اور خلقت کے ساتھ مربوط و وابستہ تا یوم قیامت باقی ہے۔ اور نبوت رسالت و امامت اسی خلافت الٰہیہ کے مراتب ہیں۔ دوم جانشینان رسولؐ ضرور خلیفہ خدا اور امام خلق ہوں گے۔ اور یہ خلافت صورت امامت ہی میں ظاہر ہوگی۔ عہدہ ہائے رسولؐ میں سے امامت و ولایت مناصب خلافت الٰہیہ باقی ہیں۔ سوم آپؐ کے بعد کوئی خلیفہ نبی و رسولؐ نہ ہوگا۔ جو دعویٰ کرے۔ وہ مجنون ہے۔ اگر نبوت ہوتی۔ اور نبی ہو سکتے۔ تو وہ خلفاء رسولؐ جو آپ کے بعد آپ کے جانشین ہوئے۔ وہی نبی ہوتے۔ اور وہی دعوے نبوت کے مستحق قرار پا سکتے تھے۔ جب وہ نہ ہوئے۔ تو اور کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ چہارم یہ کہ اعلان خلافت وجود خلیفۃ اللہ اور اس کے ظہور سے اہم اور اقدم ہے۔ اور اعلان میں مصلحت بہ نسبت نفس وجور خلافت کے بھی زیادہ ہے۔ یہ مصلحت بھی ہمیشہ ملحوظ رہے گی۔ اور ہمیشہ ضروری ہے کہ خلیفۃ اللہ کا اعلان پہلے سے ہو۔ زبان قدرت سے ہو۔ اور پہلے خلیفۃ اللہ سے ہو۔ اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ ہر سابق رسول لاحق کی خبر دیتا رہا ہے۔ اور سارے کے سارے رسول مطلق کی بشارت اپنی اپنی امتوں کو دیتے آئے ہیں۔ یہی حکمت رسول اللہؐ کے بعد کی خلافت میں بھی اہم واقوام وضروری ہے۔ کہ ظہور خلافت محمدیؐ سے پہلے خلیفہ کا اعلان ہو۔ کہ کون ہے؟ کیسا ہے؟ اس کے مخصوص اوصاف کیا ہیں؟ اور اس کی علامت و شناخت کیا ہے؟ اگر کوئی کہے۔ کہ رسول کے بعد والے سلسلہ میں اس مصلحت خداوندی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ نہ خدا نے خبر دی نہ رسولؐ نے بتلایا اور پہنچوایا۔ تو وہ نبوت رسول اللہؐ میں طعن کرنے والا ہے۔ اور اعتقاد نے النبوت کا علاج اس کے لئے ضروری ہے۔ ورنہ ایمان معرض خطر میں ہے۔ اگر کسی کو اس اعلان کا علم نہ ہو۔ یا تقلید و تعصب وجود غرضیوں کے پردوں میں نہاں کر دیا گیا ہو۔ اور عصبیت کی کی وجہ سے کوئی آنکھ نہ دیکھ سکی ہو۔ یا اپنی بصیرت کی روشنی کی کمی کی وجہ سے مثل شپرہ اس آفتاب کو دیکھ نہ سکا ہو۔ تو یہ اصل وجود اور اصل شے میں قادح نہیں ہو سکتا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

حکماء و علماء کا مسلمہ ہے۔ عَدَمُ الْوِجْدَانِ لَيْسَ بِدَلِيلِ الْعَدَمِ۔ کسی چیز کا نہ پانا اور اس سے آگاہ و باخبر نہ ہونا یا اس تک نہ پہنچ سکنا اس کے موجود نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ بہت سی چیزیں ہیں۔ اور لوگ نہیں جانتے۔ بہت سی باتیں ہیں۔ اور لوگ نہیں سمجھتے۔ بہت سی اشیاء ایسی ہیں۔ جن کی حقیقت سے لوگ آگاہ نہیں ہیں۔ "وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا" (سورہ بنی اسرائیل: ۸۵) فَاحْفَظْ وَلَا تَكُنْ مِنَ السَّاهِيْنَ۔

عہدئہ رسالت اور اُس کے مراتب

جملہ علماء اسلام کا اتفاق ہے۔ کہ انبیاء بعض مرسلین ہیں اور بعض غیر مرسلین ہیں۔ اور آیات قرآنی نص صریح رکھتی ہیں۔ کما قال عزوجل "مَا مِنْ نَبِيٍّ وَّلَا رَسُوْلٍ وَلَا مُحَدَّثٍ" "اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ" (سورہ اعراف: ۱۵۷) تصریح ہے۔ کہ نبوت اور رسالت دو عہدے ہیں۔ اور کل انبیاء رسول نہیں

گذرے۔ بلکہ کچھ نبی گذرے اور کچھ رسالت پر فائز ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی مسلم ہے۔ کہ رسالت نبی کو ملتی ہے۔ اور نبی ہی رسول کہلاتا ہے۔ اس لئے نبوت و رسالت میں اعم و اخص مطلق کی نسبت ہوتی ہے۔ ہر ایک رسول نبی ضرور ہے۔ مگر ہر نبی رسول نہیں ہے۔ ہر ایک انسان حیوان ہے۔ مگر ہر ایک حیوان انسان نہیں ہے۔ علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وَاصْطَفٰی سُبْحَانَهٗ مِنْ وُلْدِهٖ أَنْبِيَاءَ أَخَذَ عَلَى الْوَحْيِ مِيثَاقَهُمْ وَعَلٰى تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ أَمَانَتَهُمْ لَمَّا بَدَّلَ أَكْثَرُ خَلْقِهٖ عَهْدَ اللّٰهِ إِلَيْهِمْ فَجَهِلُوا حَقَّهٗ وَاتَّخَذُوا الْأَنْدَادَ مَعَهٗ وَاجْتَالَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ عَنْ مَعْرِفَتِهٖ وَاقْتَطَعَتْهُمْ عَنْ عِبَادَتِهٖ فَبَعَثَ فِيهِمْ رُسُلَهٗ وَوَاتَرَ إِلَيْهِمْ أَنْبِيَاءَهٗ لِيَسْتَأْدُوهُمْ مِيثَاقَ فِطْرَتِهٖ وَيُذَكِّرُوهُمْ مَنْسِيَّ نِعْمَتِهٖ وَيَحْتَجُّوا عَلَيْهِمْ بِالتَّبْلِيغِ وَيُثِيرُوا لَهُمْ دَفَائِنَ الْعُقُولِ وَيُرُوهُمُ الْآيَاتِ الْمُقَدَّرَةَ مِنْ سَقْفٍ فَوْقَهُمْ مَرْفُوعٍ وَمِهَادٍ تَحْتَهُمْ مَوْضُوعٍ۔ (سورہ انج البلاغہ:۱) اور اللہ تعالیٰ نے اولاد آدمؑ سے انبیاءؑ انتخاب کئے۔ اور اپنی وحی پر ان سے عہد لیا۔ اور تبلیغ رسالت پر ان کو امین بنایا۔ جب کہ اکثر خلق خدا نے عہد ''الست'' کو بدل دیا۔ اور حق خداوندی سے جاہل ہو گئے۔ اور اس کے ساتھ شریک بنا بیٹھے۔ اور شیاطین نے ان کو معرفت خدا سے پھیر دیا۔ اور عبادت سے علیحدہ کر دیا۔ پس ان میں خدا نے اپنے رسول کو بھیجا۔ اور اپنے انبیاء کو متصل بھیجا۔ تاکہ وہ لوگوں سے اس عہد و میثاق اوّلی (الست) کو ادا کرائیں۔ اور خدا کی بھولی ہوئی۔ نعمت کو یاد دلائیں۔ اور تبلیغ احکام خدائی سے ان پر حجت تمام کریں۔ اور معقولات کے خزانے ان کے لئے نکالیں۔ اور زمین و آسمان کی آیات مقدرہ انہیں دکھلائیں۔ ''لَمْ يُخْلِ سُبْحَانَهٗ خَلْقَهٗ مِنْ نَبِيٍّ مُرْسَلٍ أَوْ كِتَابٍ مُنْزَلٍ أَوْ حُجَّةٍ لَازِمَةٍ أَوْ مَحَجَّةٍ قَائِمَةٍ'' کبھی حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے خلق میں مرسل یا کتاب منزل (اور اس کے مبینؑ) یا حجت لازمہ خداوندی یا مجھ واضحہ صراط مستقیم الٰہی سے خالی نہیں رکھا۔'' إِلٰى أَنْ بَعَثَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللّٰهِ لِإِنْجَازِ عِدَتِهٖ وَتَمَامِ نُبُوَّتِهٖ مَأْخُوذًا عَلَى النَّبِيِّينَ مِيثَاقُهٗ مَشْهُورَةً سِمَاتُهٗ'' الخ۔ یہاں تک کہ خاتم النبینؐ کی نوبت آئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰؐ رسول عربی کو اپنا وعدہ پورا کرنے اور اپنی نبوت تمام کرنے کے لئے بھیجا۔ جب کہ جملہ انبیاء سے اس کا عہد لیا جا چکا تھا۔ اور تمام عالم میں اس کی نشانیاں اور علامتیں مشہور ہو چکی تھیں۔'' وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ الایہ'' (سورہ آل عمران:۸۱) یاد کرو اُس وقت کو جب کہ خدائے تعالیٰ نے جملہ انبیاءؑ سے عہد لیا۔ کہ البتہ جو کتاب و حکمت تمہیں دوں۔ اور اس کے ساتھ تمہیں بھیجوں۔ اور پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تم سب کی کتابوں کی تصدیق کرے گا۔ تو تم سب کے سب ضرور اس پر ایمان لانا۔ اور اس کی نصرت کرنا۔ الایہ

بہر حال نبی بعض مرسل ہیں۔ اور بعض غیر مرسل۔ اور بعض احادیث صحیحہ سے مرسلین تین سو تیرہ ہیں۔ اور باقی کل نبی ہیں۔ وہ کسی قوم خاص پر مامور بالتبلیغ نہیں ہوئے۔ اور اس سے نبی اور رسول کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ جب کہ خداوند عالم کسی نبی کو جو اس کے علم و حکمت کا حامل ہوتا ہے۔ اور صاحب علم لدنی و موہبتی جیسا کہ ثابت ہو

چکا ہے۔ کسی خاص قوم پر بھیجتا ہے۔ اور مامور کرتا ہے۔ کہ جاؤ۔ اور ان کو میرا یہ پیغام پہنچاؤ۔ وہ رسول کہلاتے ہیں۔ ورنہ انبیاء اللہ۔ اپنے علم وحکمت واخلاق وآداب سے عملی طور پر نمونہ بن کر تعلیم دیتے رہتے ہیں۔ خواہ انہیں کوئی یہ سمجھے یا نہ سمجھے کہ یہ نبی اللہ ہیں۔ اور رسول کے لئے یہ اظہار ضروری ہے۔ کہ وہ کہے۔ کہ تمہارے پاس میں خدا کا فرستادہ آیا ہوں۔ جیسا کہ موسیٰؑ وہارونؑ سے خطاب کرکے فرماتا ہے۔ ''اِذْهَبَا اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا'' (سورہ طٰہٰ: ۴۳، ۴۴) تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ کہ وہ سرکش ہوگیا ہے۔ دوسری جگہ ہے۔ ''فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَا اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ'' (سورہ طٰہٰ: ۴۷) کہو۔ کہ ہم تیرے پالنے والے کی طرف سے رسول ہو کر آئے ہیں۔ واخبر اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ ''وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ'' (سورہ زخرف: ۶) اور کتنے ہی نبیوں کو ہم نے رسول بنا کر بھیجا۔ ''وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ'' (سورہ اعراف: ۹۴) ''وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا'' (سورہ خدیجہ: ۲۵) اور ہم نے بہت سے رسول بھیجے ہیں۔ ''اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا'' (سورہ نوح: ۱) ''وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ'' (سورہ حدید: ۲۶) ''ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ'' (سورہ مومنون: ۴۵) ''اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا'' (سورہ مزمل: ۱۵) ہم نے نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، وہارونؑ کو بھیجا۔ اور تمہارے پاس بھی رسول بھیجا جیسا کہ فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔ ''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ'' (سورہ ابراہیم: ۴) اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر اس کی قوم کی زبان میں۔ ''وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' (سورہ اعراف ۱۰۴) اور موسیٰؑ نے فرعون سے کہا۔ اے فرعون! میں پروردگار عالمین کا فرستادہ رسول ہوں۔ اور آیات اسی باب میں بہت زیادہ ہیں۔ یہ بہ نص قرآنی ثابت ہے۔ کہ کچھ انبیاء مرسلین وغیر مرسلین کا خدا نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔ اور کچھ کا ذکر نہیں فرمایا ہے۔ اور آیات اسی باب میں بہت زیادہ ہیں۔ یہ بہ نص قرآنی ثابت ہے۔ کہ کچھ انبیاء مرسلین وغیر مرسلین کا خدا نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔ اور کچھ کا ذکر نہیں فرمایا ہے۔ اور خود اس کی خبر دی ہے۔ ''وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ'' (سورہ نساء: ۱۶۴) اور کچھ رسولوں کا ہم نے تجھ سے پہلے ہی ذکر کر دیا ہے۔ اور بعض کا ہم نے تجھ سے قصہ بیان ہی نہیں کیا۔ اور ذکر ہی نہیں کیا۔ (وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ رسول صرف وہی ہیں۔ جن کا قرآن میں ذکر ہے) اور تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (سورہ البقرہ: ۲۵۳) سے ثابت ہے۔ کہ انبیاء مرسلین میں درجات کا تفاوت ہے۔ اور بعض بعض سے افضل ہیں۔ اور بظاہر آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ سلسلہ تفاضل نیچے کی طرف چلا آیا ہے۔ اور ہر ایک مفضول کے بعد فاضل آتے ہیں۔ اور نوع انبیاء میں ارتقائی ترقی حسب ضرورت زمان ومکان رکھی گئی ہے۔ جس زمانہ اور جس ملک میں جیسے رسول کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی کو بھیجتا ہے۔ اور جن علوم وفنون کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے۔ وہی دیئے ہیں۔ اور جوں جوں نوع انسانی ترقی کرتی آئی ہے۔ اور عقول انسانی کامل تر ہوتی گئی ہیں۔ تعلیم علوم ومعارف وحقائق بھی من جانب اللہ رسولوں کو زیادہ تر ہوتی گئی ہے۔ اور یہ فطری قانون ہے۔ اور اس قانون کی بناپر ضروری ہے۔

کہ ہر نبی کے بعد امت لاحق نبی پر اعتقاد رکھے۔ اور ایمان لائے۔ ورنہ کافر کہلائے گی۔ اسی بناء پر حضرت عیسیٰ کے بعد جناب محمد مصطفےٰ کے لئے ہر امت اور قوم کا فرض ہو گیا۔ کہ اس پیغمبر برحق کی تصدیق کرے۔ ورنہ منکر حکم خدا کہلائے گی۔ اور اس خلیفۃ اللہ کے انکار سے کافر ہوگی۔ لہٰذا جو اس پر ایمان نہ لائے۔ ضرور کافر کہلائے۔ احادیث مراتب رسالت کی زیادہ تشریح کرتی ہیں۔ اور یہ بھی بتلاتی ہیں۔ کہ صاحبان شرایع و مرسلین کی شرایع میں کیا اضافہ ہوتا رہا ہے۔ اور حسب ضرورت زمانی کن کن باتوں کی تبلیغ کن کن اصول پر کی گئی۔ مگر ان کی تفصیل طول کو چاہتی ہے۔ قرآن پاک یہ تشریح کرتا ہے۔ کہ بعض پیغمبر ایک ملک پر مبعوث ہوئے اور بعض ایک قوم پر اور بعض ایک معدود جماعت پر کما قال عزوجل وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ (سورہ صافات: ۱۴۷) (صٰفّٰت) حضرت یونسؑ کا ذکر ہے۔ کہ ہم نے اس کو ایک لاکھ سے کچھ زائد تعداد پر رسول بنایا تھا۔ "وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا" (سورہ اعراف: ۶۵) حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد پر مبعوث ہوئے۔ "وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا" (سورہ اعراف: ۷۳) قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام بھیجے گئے۔ نبی اسرائیل کے انبیاء مثل حضرت موسیٰ علیہا السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل پر مبعوث ہوئے۔ "وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ" (سورہ صف: ۵) اور جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ اے لوگو! مجھے کیوں اذیت پہنچاتے ہو۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔ کہ میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ "وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ" (سورہ صف: ۶) اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا پیغمبر ہو کر آیا ہوں۔ لیکن جہاں مقام ختم نبوت و رسالت پہنچتا ہے۔ وہاں قوم و دن قوم و ملک و دن ملک کی قید نہیں ہے۔ بلکہ وہاں عموم و اطلاق ہے یعنی عامتہ الناس بلکہ عامہ مخلوقات تحت نبوت ختمیہ داخل و شامل ہیں۔ اور آپ کی نبوت کسی زمانہ سے مقید و مشروط نہیں ہے۔ اور کسی مکان اور ملک سے مقید نہیں ہے۔ اور کوئی شرط خاص نہیں رکھتی ہے بلکہ مطلق ہے۔ فقال عزوجل "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ" (سورہ صباء: ۲۸) ہم نے تجھے نہیں بھیجا ہے مگر کافتہ الناس اور کل انسانوں کے واسطے "وَقَالَ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" (سورہ انبیاء: ۱۰۷) ہم نے تجھے نہیں بھیجا۔ مگر کل عوالم کے واسطے رحمت بنا کر و قَالَ تَبٰرَكَ "الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا" (سورہ فرقان: ۱) بزرگ و برتر ہے۔ وہ ذات پاک جس نے اپنے بندۂ خاص اور اپنے محبوب پیغمبر پر قرآن نازل کیا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے جملہ عالمین پر وہ بشیر و نذیر ہو۔ اور سب کو قہر و غضب خدا اور عذاب آخرت سے ڈرائے اور جو اس کو تسلیم کر لیں۔ ان کو بہشت کی بشارت دے۔ اور حدیث کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ۔ مزید تصریح اس امر کی ہے۔ کہ نبوت و رسالت خاتم النبیینؐ و افضل المرسلین جملہ عوالم کو شامل ہے۔ اور کوئی عالم اور کوئی نشاء اس سے خارج نہیں ہے۔ اور آیہ میثاق نبین سے یہ بھی ثابت ہے کہ کل انبیاء تحت نبوت خاتم النبینؐ داخل ہیں۔ اور سب کا فرض ہے۔ کہ اس پر ایمان لائیں۔ اور اس کی تصدیق کریں۔ اور اسی واسطے تعلیم انبیا ماسلف محدود و معین تھی "لَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰی عِلْمٍ

عَلَى الْعَالَمِيْنَ" (سورہ دخان:۳۲) بیشک ہم نے ان اپنے خاص اور برگزیدہ بندوں کو اپنے ایک علم خاص اور عطیہ مخصوصہ سے تمام عالمین پر شرف دیا تھا۔ اور ہر پیغمبر اپنے زمانہ میں کل مبعوث الیہم سے افضل اور اعلم ہوتا ہے۔ اور یہی وہ علم ہے۔ جس کو علم موہبتی لدنی عطیہ الٰہی کہا جاتا ہے۔ جو ان خاصان خدا سے مخصوص ہے۔ اور کل عوالم میں سے اس علم کے لئے ان کو چنا اور انتخاب کیا ہے۔ اور انہی کو اس کا اہل سمجھا ہے۔ اور عہد الست سے آزمالیا ہے۔ "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ" (سورہ انعام ۱۲۴) اور اللہ ہی جانتا ہے۔ جہاں اپنی رسالت قرار دے۔ اور جس کو نبی بنائے۔ مقام ختم نبوت میں مثل نبوت و رسالت علم یہی عام ہوتا ہے۔ اور "علیٰ عِلْم" کی قید نہیں رہتی۔ بلکہ "عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ" (سورہ نساء:۱۱۳) اے پیغمبر عربی تجھے خدا نے وہ علم سکھا دیا۔ جس کو تو نہیں جانتا تھا۔ جہاں تک دائرہ جہل وسیع ہوسکتا ہے۔ وہاں تک علم عطا کر دیا گیا ہے۔ اور جو کچھ نہیں جانتا تھا۔ سب بتلا دیا گیا ہے۔ "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ" (سورہ رحمٰن ۱،۲) اور رحمان نے تجھے وہ قرآن تعلیم دیا ہے۔ جس کی شان اسی میں مذکور ہے کہ اس میں ہر شئے کا بیان موجود ہے۔ "كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ" (سورہ یٰس:۱۲) اور ہم نے ہر شئے امام مبین میں ودیعت اور ذخیرہ کر دی ہے۔ یہ افضل پیشوایان دین اور بنی اسمٰعیل پہلا امام مبین جملہ علوم ضروریہ نوع انسانی بلکہ کل علوم ضروریہ عالم امکان کو حاوی اور جامع ہے۔ اور یہی معنی عموم اطلاق نبوت کے ہیں۔ اور اسی واسطے آپ کی نبوت نبوت مطلقہ کہلاتی ہے۔ اور آپ نبی مطلق۔ اور اول المخلوقین واول المسلمین واول المومنین اور یہ عہد الست میں سب سے اوّل "بلیٰ" سے جواب دینے والے کا درجہ اور مرتبہ ہے۔ "وَيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ" (سورہ ھود:۳) خدا بھی اسی پر اپنا خاص فضل و انعام کرتا ہے۔ جس میں کوئی فضیلت ہو۔ وَالْمَعْرُوْفُ بِقَدْرِ الْمَعْرِفَةِ۔ صاحبان علم و حکمت کا انعام واحسان بھی مستحقین کے درجات علم و معرفت کے موافق و مطابق ہوتا ہے۔ (۱)

"رحمت حق بہانہ مے جو ید"

"اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ" (سورہ اعراف:۵۶) بیشک خدا کی رحمت خاصہ نیکوکاروں سے مخصوص ہوتی ہے۔ ورنہ رحمت رحمانیہ میں تو کل مخلوقات شامل ہیں۔ اور ہر کافر و مشرک و ملحد کو بھی پہنچی ہے۔ اور خدا ان سب کی پرورش کرتا ہے۔ کہ ربّ العالمین ہے: نہ صرف رب المسلمین۔ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ اس کی یہ رحمت ہر شئے کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ افضل المرسلین میں کوئی خاص وصف تھا۔ جس سے سب پر ترجیح دی گئی۔ اور خاتم النبیین بنایا گیا۔ ترجیح بلا مرجح محال ہے۔

درجات ستہ رسالت

مقدمہ میں ظاہر کر چکے ہیں۔ کہ انسان اشرف مخلوقات و افضل مکنونات ہے۔ اور سلسلہ خلافت الٰہیہ سلسلہ خلقت سے تا روز قیامت وابستہ ہے اور کل حکماء کا اتفاق ہے۔ کہ انسان مکنونات ارضیہ میں چھ درجہ پر ہے۔ اور

(۱) پوری تفصیل خلافت الٰہیہ حصہ دوئم میں ملاحظہ ہو۔

موجودات ارضیہ مادیہ میں اس سے بالا کوئی درجہ نہیں ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ اس سلسلہ خلقت مادی کے کل درجات کو انسان جامع ہے۔" لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سَلَالَةٍ مِنْ طِيْنٍ "(سورہ مومنون:۱۲ تا ۱۴) اِلٰی ان قال" ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ" اس "ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ" پر خلقت انسانی کی تکمیل ہوئی ہے۔ اور یہیں سے یہ ماتحت نواع سے ممتاز ہوتا ہے۔ اور مادی سلسلہ ارتقاء سے علیحدہ یہی انسان کی خلقت روحانی کا مقام ہے۔ اسی روحانیت پر انسانیت کا دارومدار ہے اور انسان اپنی روح ہی کی وجہ سے انسان کہلاتا اور انسان بنتا ہے۔ نہ صورت مادی کی وجہ سے جو جملہ موجودات مادی میں مشترک ہے۔ اس انسان میں کل درجات ماتحت موجود ہیں۔ اس میں جمادیت بھی ہے۔ اور اس میں نباتیت بھی ہے۔ اس میں حیوانیت بھی ہے۔ اور انسانیت سب سے بالا۔ جو اوروں میں نہیں ہے۔ سلسلہ نبوت کو غور کرتے ہوئے ہر ذی فہم اس نکتہ پر پہنچے گا۔ کہ انواع عالم کی اس ارتقائی ترقی کے ساتھ ساتھ نبوات کی ترقی درجات ہے۔ جس طرح فطرت انسانی چھ درجوں پر کامل ہوتی ہے اور اسی طرح خاص سلسلہ نبوت چھ درجوں پر مکمل ہوتا ہے۔ اور درجہ تمام وختم کو پہنچتا ہے۔ نبوت کی ابتداء حضرت آدم ابوالبشرؑ سے ہوئی ہے۔ جو درجہ انسانیت کے پہلے درجہ کے مقابل ہیں۔ دوم درجہ صاحبان شریعت کا حضرت نوحؑ سے شروع ہوتا ہے۔ اور حضرت نوحؑ مرتبہ دوم ترقی درجات نبوت میں ہیں۔ اور پھر حضرت ابراہیمؑ۔ پھر حضرت موسیٰؑ۔ پھر حضرت عیسیٰؑ۔ پھر آخر میں حضرت محمد مصطفےٰ۔ اور ان پر آکر ان درجات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور وجود انسانی کی طرح نبوت مکمل ہو جاتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہے۔ کہ بچہ جب سن طفولیت اولیہ میں ہوتا ہے۔ اس کو کتابی اور درسی تعلیم نہیں دی جاتی۔ کیونکہ اس میں اس کی قابلیت نہیں ہوتی ہے۔ اس وقت کچھ عملی تعلیم اسے دی جاتی ہے۔ اور وہ کچھ ماں باپ۔ بہن و بھائی۔ کو دیکھ کر اور کچھ ان سے سن کر طبعی طور پر ترقی کرتا جاتا ہے۔ اور اس شش سالگی تعلیم ملفوظی کے قابل ہوتی ہے۔ تو درسی۔ کتابی تعلیم دینی شروع ہوتی ہے۔ اور پڑھنے بٹھایا جاتا ہے۔ حضرت آدم سے لے کر تا حضرت نوحؑ نوع انسانی کا سن طفولیت اور عملی تعلیم کا زمانہ تھا۔ اور اس لئے وہاں تعلیم درسی اور کتابی نہ تھی۔ حضرت نوحؑ کے زمانہ سے درسی اور کتابی تعلیم کا زمانہ شروع ہوا اور مختصر شریعت انہیں عطا کی گئی۔ اور قانون مدون بخشا گیا۔ اور جوں جوں نوع انسانی ترقی کرتی گئی۔ اس قانون میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور درجات تعلیم بڑھتے گئے۔ اور ہر ہر درجہ کے موافق نوع انسان کو علوم تعلیم ہوتے رہے اور ہر درجہ کا کورس اور نصاب اس وقت کے لحاظ سے مکمل تھا۔ مگر مابعد کے لحاظ سے ناقص۔ مقام ختم نبوت پر تکمیل ہوئی۔ اور عام تعلیم کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور ایسا استاد آ گیا۔ جو کل علوم ماسبق کے علاوہ باقی دیگر علوم ضروریہ پر بھی احاطہ رکھتا ہو۔

نشو ونمائے انسانی کا قاعدہ فطری ہے۔ کہ اول جسمانیات اور قوائے حسیہ میں ترقی ہوتی ہے۔ اور پھر حسیات کی معرفت وشناخت میں کامل ہو کر روحانیت کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ اور محسوسات سے معقولات کی طرف رجوع کرتا اور بڑھتا ہے۔ درجات نبوت اور تصرفات انبیاء اللہ یعنی ان کے آیات اور معجزات میں غور کرنے سے اس کی حقیقت اور واضح ہو جاتی ہے۔ کہ خداوند عالم نے تعلیم نبوت وتبلیغ احکام میں کسی طرح نشو ونمائے فطری

انسانی پیش نظر رکھا ہے۔اور کیوں ایسا نہ ہو۔وہی فاطر السموات والارض ہے۔وہی فطرت کا جاننے والا ہے۔اور تعلیم وتربیت وہی درست اور مؤثر ہوا کرتی ہے۔جو فطرت کے موافق ہو۔جملہ انبیائے ماسلف کی آیات اوران کے معجزات حسیات سے تعلق رکھتے ہیں۔اور وہی ہیں۔جن کو حواس ظاہر یہ ہے۔احساس اور معلوم کیا جاسکتا ہے۔خواہ طوفان کا آنا ہو۔یا کشتی کا بنانا۔ہوائے تند کا آنا۔اور بستیوں کا تباہ ہونا۔اونٹنی کا پہاڑ سے پیدا ہونا۔اوداس کا اتنا دودھ دینا کہ کل قوم حضرت صالحؑ سیراب ہو جائے۔یا آگ میں گر کر زندہ نکل آنا۔اور آگ کا گلزار ہو جانا۔خواہ اعصائے موسوی ہو یا ید بیضاء یا مُردوں کا زندہ کر کے دکھانا۔کل ایسے معجزات ہیں۔جن کا تعلق حواس ظاہریہ سے ہے خاص طور سے عقل کی ضرورت ان میں نہیں ہے۔سب حسی چیزیں ہیں۔مگر جب مقام ختم نبوت پہنچتا ہے۔تو چونکہ عقول انسانی اور روحانیت انسان اس قابل ہو چکی ہوتی ہے۔کہ اس کو عقلی اور روحانی تعلیم کامل دی جائے۔حضرت کا سب سے اکمل وافضل معجزہ کلام کو قرار دیا گیا ہے۔اور قرآن ہی سے تحدی اور مقابلہ کیا گیا ہے۔اور کلام ایسی چیز ہے۔کہ جس حقیقت و ماہیت اور اس کے کمال فصاحت و بلاغت کو بغیر عقل کی پوری توجہ کے نہیں پہنچ سکتے ہیں۔یہ وہ شئے ہے۔کہ جوں جوں علوم انسانی بڑھتے جائیں گے۔اسی قدر اس کے جوہر اور کھلتے جائیں گے۔اور جتنا اس میں غور وخوض اور تعقل و تامل کیا جائے گا۔اسی قدر اسی کا کمال اور اعجاز اور ظاہر ہوگا۔جو بالکل مشاہدہ ومحسوس ہے۔اوراس سے نبوت ورسالت حضرت ختمی مرتبت اور معنی ختمیت کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔اور صاف معلوم ہو جاتا ہے۔کہ دوسری نبوات کو آنحضرت کی نبوت سے کیا نسبت ہے۔اور خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں۔غرض ایک درجہ نبوت حضرت آدمؑ سے تا حضرت نوحؑ ہے۔دوسرا حضرت نوحؑ سے تا حضرت ابراہیمؑ۔تیسرا حضرت ابراہیمؑ سے تا حضرت موسیٰؑ۔اور چوتھا حضرت موسیٰؑ سے تا حضرت عیسیٰؑ اور پانچواں حضرت عیسیٰؑ سے تا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور چھوٹا درجہ حضرت محمد مصطفیٰؐ سے تا روز قیامت۔کہ اس کے بعد کوئی درجہ نہیں ہے۔اور یہ بالکل فطرت کے مطابق وموافق ہے۔جس طرح کہ درجہ ششم میں ابتداء خلقت انسان مکمل ہو جاتا ہے۔اور سب کچھ وقت ولادت ہی بالقوۃ اس میں موجود ہوتا ہے۔باقی عمر کے حصہ میں اس کے وہ کمالات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔جو اس میں ودیعت کئے گئے۔پس یہ زمانہ نبوت ختمیہ کے ظہور کمالات کا زمانہ ہے۔اور آخر ظہور پر پہنچ کر اس کے ظہور فعلی کی بھی تکمیل ہو جائے گی۔"وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ" (سورہ صف:۸) خدا ضرور اس نور کو درجہ کمال پر پہنچانے والا ہے اگرچہ مشرکوں کو ناگوار گزرے۔یہ بھی یاد رہے۔کہ نشو ونمائے وجود انسانی کے جو چھ درجے ہیں۔نطفہ، علقہ، مضغہ، عظام، گوشت و پوست اور خلقت روحانی انسانی۔ان کے درمیان میں بھی درجات جزئیہ ہیں۔اور نطفہ تا علقہ ایک ہی حالت میں نہیں رہتا ہے۔بلکہ ہر روز اس میں ترقی ہوتی ہے۔تغیر ہوتا ہے اور نشو ونما ہوتی ہے۔کہ علقہ بنتا ہے۔اور آلات خوردبین سے خوب مشاہدہ ہوسکتا ہے۔اور علم التشریح میں اس کی تصریح موجود ہے۔اسی طرح ہر ایک طبقہ ودرجہ سے دوسرے طبقے و درجے تک مراتب جزئیہ ہیں۔جو انہی کے ماتحت ہیں۔یہی حال نبوت کے درجات ششگانہ کے درمیان ہے۔اور ہر ایک درجہ سے دوسرے درجہ

تک نبی گذرتے رہے ہیں۔اور وہ اس درجہ کی شریعت کے مبلغ رہے ہیں۔جیسا کہ بیان ہوا۔اور سلسلہ نبوت فطرت انسانی کے موافق ومطابق ترقی کرتا رہا ہے۔اور اس میں کسی ذی عقل وفہم کو اعتراض کا موقع نہیں مل سکتا۔ خصوصاً وہ لوگ جن کو علوم معارف سے کچھ حصہ ملا ہوا ہے۔اور محض قشری نہیں ہیں۔اہل عقل پر یہ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔کہ جمادیت ونباتیت وحیوانیت اپنے اپنے مقام پر اثرات مستقلہ رکھتی ہے۔اور ہر ایک کی شان جداگانہ ہوتی ہے۔لیکن صورت ترکیب انسانی، ومرتبہ انسانیت میں پہنچ کر ان کے اثرات خاصہ مفردہ اور احکام مستقلہ مضمحل ومحو ہو جاتے ہیں۔اور کل آثار واحکام وخواص تحت روح انسانی وانسانیت ظاہر ہوتے ہیں۔یہاں جمادیت و نباتیت وحیوانیت وغیرہا اپنے علیحدہ اور مستقل آثار واحکام نہیں رکھتی ہیں۔اب جو کچھ ہے۔روح انسانی کی حکومت اور اثر ہے۔اور سب درجات اس کے ماتحت ہیں۔ان کے احکام مستقلہ نسخ ہو جاتے ہیں۔اور روح انسانی کا حکم جاری ہوتا ہے۔حتی کہ کل اثرات حیوانی انسان سے ظاہر ہوتے ہیں۔مگر روح انسانی اور عقل انسانی کے ماتحت اس صورت میں اگر کسی سے ایسی حرکات صادر ہوں۔جو عقل انسانی کے خلاف ہوں اور وہ حیوانی افعال ہوں۔تو ہر ذی عقل اعتراض کرے گا۔اور اس کو احمق بتلائے گا۔بلکہ حیوان سے بدتر کہے گا۔نہیں خود خداوند عالم بھی ایسے لوگوں کو جو خاص انسانی آثار سے آراستہ نہ ہوں۔اور حرکات حیوانی ان میں پائی جائیں۔جوان سے بدتر کہتا ہے......"اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ" (سورہ فرقان:۴۴) لہٰذا دلائل سابقہ کے ساتھ اس کو ربط دینے اور صورت تقریب پیدا کرنے سے اہل عقل اس صریحی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔کہ مقام ختم نبوت سلسلہ نبوت یا جسم نبوات میں مقام روحانیت ہے۔اور حضرت خاتم النبیین کو باقی انبیاء اللہ سے وہی نسبت ہے۔جو روح کو جسم سے ہوتی ہے۔اور یہاں آکر نبوت سابقہ کے احکام مستقلہ محو ومضمحل ہو جاتے ہیں۔اور کل منسوخ قرار پاتے ہیں۔ صرف روح کا حکم باقی رہتا ہے۔اور کل تحت حکومت واثرات وتصرفات روح ہوتی ہیں۔اور یہی معنی نسخ شرائع کے ہیں۔شریعت محمدیہ جو بمنزلہ روح ہے باقی تمام ماتحت شرائع کی ناسخ ہے۔یعنی ان کے احکام مستقلہ باقی نہیں رہتے ہیں۔کیونکہ کل اصول شرائع کو یہ مثل مرتبہ انسانیت وروح انسانی عقلی حاوی اور محیط ہے۔اور اس وجہ سے جو شخص اب ان شرائع پر عمل کرے۔وہ سفیہ ہے۔جو انسان کہلا کر حیوان بننا چاہتا ہے۔باقی انبیاء اللہ کی نبوات کا جزئیہ اور ختم نبوت کا کلیہ ہونا ثابت ہو گیا۔اور یہ بھی کہ یہ درجات نبوات سابقہ اس درجہ کی تکمیل کے لئے تھے۔وہ مقدمہ تھے۔اور یہ نتیجہ۔وہ مبادی تھے اور یہ اصل غایت نبوات۔بلکہ غایت عالم امکان وایجاد۔ جیسا کہ لب قدرت سے ظاہر ہوا ہے۔ لَوْلَاكَ لِمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔اے حبیبؐ اگر میں تجھ کو پیدا نہ کرتا۔تو اس عالم امکان ہی کو نہ بناتا۔اور اسی وجہ سے کل ماسوے اللہ تحت نبوت ختمی داخل ہے۔اور وہ وجود نذیر للعالمین ہے۔جس طرح کہ رحمتہ للعالمین ہے۔علم نبوت ختمی کل عوالم کو محیط (تصریح حصہ دوم میں دیکھو۔اور حدیث علوی کو پڑھو۔اور خلقت نور محمدیؐ میں غور کرو)۔اور اس سے واضح ہے۔کہ بعد حضرت خاتم النبیینؐ کسی دوسرے نبی کا آنا بالکل غیر معقول ہے۔

ختم نبوت کی عرضی ترقی

جس طرح خلقت اولیٰ کے بعد تمام عمر میں انسانی کمالات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ تا قیامت رسالت محمدی کے کمالات ظاہر ہوتے رہیں گے۔ اور یہ قیامت سے متصل ہو گی۔ اور جس طرح جسم انسانی کی نشو ونما کے واسطے ایک حد اور ایک وقت معین ہے۔ کہ اوّل بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ پھر بڑھتا جاتا ہے اور جوں جوں بڑھتا ہے۔ ہر سن کے موافق ایک خاص لباس اس کے لئے قطع کیا جاتا ہے۔ اور بنایا جاتا ہے۔ جو اس زمانے کے قد کے لئے موزوں ہو۔ جو لباس پانچ سال کے بچے کے لئے موزوں ہوتا ہے۔ وہ دس سال کے لئے موزوں نہیں ہوتا ہے۔ اس کے لئے اور بنانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح پچیس سال کے سن تک جسم انسانی کی طولاً نشو ونما ہوتی ہے۔ اور قد بڑھتا رہتا ہے۔ اس کے بعد طولانی نشو ونما بند ہو جاتی ہے۔ اور قد نہیں بڑھتا۔ لیکن جسم پھیلتا اور اس کے قویٰ قوی ہوتے جاتے ہیں۔ اور اس کے آثار اور کمالات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہر سن کے موافق آثار و کمالات جداگانہ ہوتے ہیں۔ جوانی میں کچھ اور کھولت میں کچھ اور سن شیب میں کچھ اور شیخوخت میں کچھ اور۔ پس اسی طرح بعد انتقال ختم المرسلین وسیّد النبیین احکام نبوت ختمی قیامت تک باقی ہیں۔ نبوات کی طولی ترقی آنحضرتؐ پر ختم ہو چکی ہے۔ اور مہر کر دی گئی ہے۔ کہ اب خاتم النبیین آچکا۔ لیکن ظہور کمالات کا زمانہ باقی رہتا ہے۔ پس اس میں جو ترقی ہے۔ وہ اس نبوت ختمی کی عرضی ترقی ہے۔ اور اس سے ثابت ہے۔ کہ خلافت محمدیؐ سلسلہ نبوات و ختم نبوت کی عرضی ترقی میں واقع ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ جسم انسانی کی عرضی ترقی میں کسی خارجی وجود اور جسم کو تعلق نہیں ہوتا ہے۔ وہی جسم عرضاً ترقی کرتا ہے۔ اور ہر زمانے میں اس سے آثار و کمالات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ پس ختم نبوت کی عرضی ترقی کسی غیر جسم میں بالکل غلط اور قطعاً غیر معقول و غیر مقصود ہے۔ اور ختم نبوت سے انکار ہے۔ کیونکہ اگر اس نبوت میں غیر کو دخل ہو۔ اور تا قیامت آثار و احکام و کمالات و اوصاف ختمی مرتبت کسی غیر وجود اور دوسرے جسم سے ظاہر ہوں۔ تو ذات ختمی مرتبت میں ختم نبوت کے کوئی معنی نہ ہوں گے آپ کی ذات پر ختم نبوت کے یہی معنی ہیں۔ کہ یہ سلسلہ تا قیام قیامت اسی وجود اقدس اور اسی ذات مقدس میں جاری رہے۔ اور اسی ذات اور اس وجود کی عرضی ترقی اور نشو ونما ہو۔ پس ضروری ہے۔ کہ سلسلہ خلافت محمدیؐ جو ختم نبوت کی عرضی ترقی ہے ذات و وجود محمدیؐ سے خارج نہ ہو۔ خانہ نبوت سے نہ نکلے۔ ان اشخاص میں ظاہر جو نفس و وجود محمدیؐ اور ذات محمدیؐ سے اتحاد تام رکھتے ہیں۔ جن کا جسم جسم محمدیؐ اور جن کا نفس نفس محمدیؐ اور جن کی روح روحِ محمدی اور جن کا خون خونِ محمدیؐ اور جن کا گوشت و پوست گوشت و پوست محمدیؐ ہو۔ اور جن کو زبان ختمی کہے۔ "لَحْمُكَ لَحْمِي وَدَمُكَ دَمِي" الخ۔ تیرا گوشت میرا گوشت ہے اور تیرا خون میرا خون۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ جس میں بہت سے راز ہائے قدرت پوشیدہ ہیں۔ یہ ایک تحقیق ہے جس سے ہزاروں نکتے حل ہوتے ہیں۔ وھٰذا فاعلمتی ربی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

مبعوث الیہم

یہ وہ پیغمبر ہے۔ جس کے ماتحت کل انواع عالم امکان وایجاد ہیں۔ اور ملائکہ مقربین وکروبین سے بلکہ کل ذوات عالم ارضی وسماوی اس کی نبوت کے تحت میں داخل ہیں۔ اور کل جن وانس اس کے تابع فرمان۔ اور کل عوالم کے احکام اس کی کتاب فرقان میں موجود ہیں۔ اور ثقلین یعنی جن وانس جو بالخصوص مکلفین ہیں۔ اور جن کے لئے خدا فرماتا ہے۔ " مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ" (سورہ ذاریات:۵۶) ''ہم نے جن وانس کو صرف عبادت ہی کے لئے خلق کیا ہے۔'' اور کل جن وانس کا آخری معلم محمد مصطفیؐ ہے۔ اور قرآن اس کی اور بہت سی آیات سے تصدیق فرماتا ہے کہ یہ ثقلین آپ سے اپنے احکام سیکھتے تھے۔ اور جس طرح انس امت محمدیؐ میں داخل ہیں۔ اسی طرح جن بھی۔ اور خدا کی بابت خبر دیتا ہے۔ " وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ" (سورہ حجر:۲۷) اور جان کو ہم نے انسان سے پہلے آتشی شعلہ سے خلق کیا ہے۔ " وَخَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنَ نَّارٍ" (سورہ الرحمٰن:۱۴،۱۵) انسان کو کھنکھناتی مٹی سے بنایا۔ اور جنوں کو مارج ناری سے۔ " وَقَالَ یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ" (سورہ رحمٰن:۳۳) اے گروہ جن وانس اگر تم استطاعت وقدرت رکھتے ہو۔ کہ اقطار و آفاق زمین وآسمان اور ہمارے ملک ارضی وسماوی سے باہر نکل جاؤ۔ تو نکل جاؤ۔ (لیکن) تم نہیں نکل سکتے ہو۔ مگر کسی کی قدرت وسلطنت سے جو تمہیں حاصل نہیں ہے۔ " واخبر عن ایمانھم۔ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا الایة" (سورہ جن:۱،۲) کہہ دو۔ کہ مجھے وحی کی گئی ہے۔ اور خبر دی گئی ہے۔ کہ جنوں کی ایک جماعت نے اس قرآن کو سنا۔ تو انہوں نے کہا۔ بتحقیق ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ جو ٹھیک راستے کی ہدایت کرتا ہے۔ اور ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اور ہم اب کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہ گردانیں گے۔ الآیہ۔ " وَاَنَّا مِنَّا الصَّالِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا" (سورہ جن:۱۱) پس بیشک ہم میں سے کچھ تو نیک اور صالح ہیں۔ اور کچھ ان کے سوا غیر صالح۔ اور ہم کئی طرح کے فرقے ہیں۔ " وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ" (سورہ جن:۱۴) اور ہم میں سے بعض مسلمان ہیں۔ اور کچھ راہ حق سے گذرے ہوئے ہیں۔ یہ بالتصریح تحت تعلیم قرآن داخل ہیں۔ اور انسانوں کے ساتھ شامل۔ کیونکہ مکلفین میں ہیں۔ اور غرض وغایت خلقت یعنی معرفت وعبادت میں انسانوں کے شریک۔

اسی نبی اور اسی خاتم النبیین سیّد المرسلین نذیر للعالمین ورحمتہ للعالمین کی خلافت وجانشینی میں ہمیں گفتگو کرنی ہے۔ جس کے ماتحت کل عوالم امکانیہ ہیں۔ اور جس کا علم ان کل عوالم سے متعلق اور سب کو شامل ہے۔ اور وہ اسی کتاب کے اندر ودیعت کیا گیا ہے۔ جو کتاب لا ریب فیہ ہے۔ اور یہ وہ حکومت وریاست ہے۔ جس کے مقابلہ میں محض دنیاوی حکومت وریاست کوئی درجہ نہیں رکھتی ہے۔ اور ان کی ادنیٰ ترین واخس ترین درجات میں شامل ہے۔ ہمیں نذیر للعالمین وخاتم النبیین وافضل المرسلین ورحمتہ للعالمین اور کل جن وانس کے پیغمبر کے جانشین کی

ضرورت ہے۔ اور وہی ہمارا مقصود ہے۔ ہمیں عیرا غیرا سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمیں قیصر و کسریٰ کی بادشاہیوں سے بحث نہیں۔ ہمیں فرعون و نمرود کے تسلط و تحکم اور قہر و جبر سے بحث نہیں۔ دیکھنا صرف یہ ہے۔ کہ بعد خاتم النبیینؐ کل مخلوقات پر حجت خدا اور کل جن وانس پر خلیفہ رسول اور ان کا پیشوا اور امام کون ہے؟

خلافت الٰہیہ کی حقیقی غرض و غایت

حصہ اوّل میں مفصل ذکر کر آئے ہیں۔ کہ خلیفہ خدا آئینہ جمال و جلال خدا اور اس کے اوصاف و کمالات کا نمونہ ہوتا ہے۔ اور خلیفہ رسول معرفت خدا کا بہترین ذریعہ و وسیلہ ہوتا ہے۔ اور نظام عالم و تربیت و تعلیم مکلفین اس کا فرض ہے۔ اور غرض ان کی حصول معرفت و عبادتِ خدا بہ بندگان خدا ہے۔ لیکن یہاں ہمیں یہ دیکھنا اور دکھانا ہے۔ کہ آخر اس معرفت و عبادت اور بندگان خدا کو خلیفۃ اللہ کی تعلیم و تربیت و بضرورت تعلیم و تربیت نوعِ انسانی نظم و نسق عالم تکلیف کیا ہے۔ اور اس کی آخری منزل کونسی ہے؟ خدا اس سے اس انسان کی تعلیم و تربیت کرا کر کیا چاہتا ہے؟ بندہ کہاں پہنچنا چاہتا ہے؟

یہ ہم مقدمہ میں ذکر کر چکے ہیں۔ خدا نے دنیا کو اس انسان کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور انسان کو اپنے لئے اور اپنی اپنی عبادت کے لئے اور اپنے برگزیدہ نفوس کو اس غرض کی تکمیل کرانے کے لئے چنا اور انتخاب کیا ہے۔ اور وہی اس کے اہل تھے۔ اور حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اصطنعتك لنفسي۔ (اے موسیٰؑ میں نے تجھے اپنے لئے بنایا ہے۔ اور خدا کے انسان کو عبادت و معرفت کے لئے مخصوص کرنے کی غرض ذات خداوندی کی طرف عائد نہیں ہوتی۔ بلکہ چونکہ حکیم جب احسان کرتا ہے۔ کامل کرتا ہے۔ اور جواد مطلق کی یہی نشانی ہے۔ خدا نے اس عالم کی تمام نعمات کو انسان کے لئے مخصوص کیا۔ لیکن یہ دنیا وار فناء ہے۔ اور اس کی نعمات فانی اور زوال پذیر اور یہاں کا ہر ایک آرام اور چین زوال پذیر۔ پس یہ انعام کامل نہیں ہوتا۔ خداوند جواد کریم نے اپنی نعمات و رحمات و انعام و اکرام کی تکمیل کے لئے عالم آخرت کو بھی جو لازوال ہے۔ اسی انسان کے لئے مخصوص کیا ہے۔ جس میں اس عالم سے فیض اُٹھانے کی قابلیت ہے۔ لیکن چونکہ وہ عالم روحانی مستری ابدی ہے۔ اور انسان اس عالم میں بغیر روحانی تکمیل کے نہیں پہنچ سکتا۔ اور روحانی تکمیل بغیر معرفت و عبادت واجب الوجود محال ہے۔ لہٰذا اپنی معرفت و عبادت اس پر فرض کی۔ تا کہ وہ روحانی کمال پر پہنچ کر اس تک پہنچے۔ اور ان دائمی اور ابدی تعلقات سے فائدہ اُٹھانے کا مستحق ہو جائے۔ اور اپنے انعام و اکرام کو اس پر کامل کر دے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے متنعم گردانے۔ پس غرض خلقت انسان و غرض فرض معرفت و عبادت سب اسی انسان کی طرف عائد ہے۔ نہ ذات خداوندی کی طرف۔ اور یہ اس کا عین انعام و اکرام اور دلیل جود و سخا کریم۔ اور اس کے بے نیاز ہونے کا بین ثبوت ہے۔ اور صاحب کمال اپنے کمال کا اظہار چاہتا ہے۔ تا کہ اس کا فیض عام ہو۔ اور جواد مطلق خود سخاوت کرتا ہے۔ اور خود اس کی ذات اس کی مقتضی ہوتی ہے۔ اسی غرض اور غایت کو انسانی فطرت میں رکھا ہے۔ اور ہر انسان جس کا دل بالکل مر نہیں گیا ہے اور روحانیت بالکل فنا نہیں ہو چکی ہے۔ نفس قطعاً سیاہ نہیں ہو گیا

ہے۔ قلب میں کچھ نور باقی ہے۔ خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق رکھتا ہے۔ خدا تک پہنچنے اور آخری زندگی کی بہبودی حاصل کرنے کا طالب ہے۔ خواہ اس زندگی کی حقیقت میں اختلاف رکھتا ہو۔ اور یہ طلب انسان کی فطرت میں طبعی ہے۔ بشرطیکہ عوارض خارجیہ غالب نہ آگئے ہوں۔ پانی بالطبع بارد ہے۔ مگر آگ سے حار ہو جاتا ہے۔ اور خلاف اثر طبعی بدن کو جلا دیتا ہے۔ مگر پھر بھی حرارت آتش رفع ہونے کے بعد اس کے بارد ہو جانے کی امید بلکہ یقین ہے۔ اور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بالکل بیدین اور ملحد کے بھی دیندار بن جانے کی امید ہے۔ کہ جیسا کہ باطل دین کے معتقد کی دین حق پر آجانے کی امید ہوتی ہے۔ اور آتے رہتے ہیں۔ "يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ" (سورہ روم:۱۹) کافروں سے مسلمان بنتے ہیں۔ "فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا" (سورہ روم:۳۰)

بنابریں اقوام عالم میں اہل ملل ونحل پر نظر ڈالنے اور ان کے حالات واعتقادات وخیالات معلوم کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ سب کے سب تین باتوں میں متفق ہیں۔ اوّل ہر فرد بشر اہل مذاہب میں سے طالب نجات آخرت ہے۔ خواہ کسی صورت میں چاہتا ہو۔ دوم ہر فرد بشر خواہ کیسا ہی نکوکار کیوں نہ ہو۔ جب بارگاہ الٰہی کا خیال کرتا ہے۔ اور اپنے نفس اور اپنی ہستی کو دیکھتا ہے۔ خداوند قہار وجبار کی باز پرس اور حساب وکتاب کو تصور کرتا ہے۔ ہول محشر اور اس دن کی گرفت اور نفسا نفسی کا خیال کرتا ہے۔ تو ضرور اپنے کو ناقص۔ گنہگار اور باز پرس وحساب و کتاب میں گرفتار پاتا ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں کسی روک ٹوک کے بغیر اور بغیر کسی باز پرس کے آخرت میں نجات پاؤں گا۔ اور بہشت میں داخل ہو جاؤں گا۔ سوم اس وجہ سے ہر فرد اہل مذاہب بارگاہ الٰہی میں کوئی اپنا ناصر و مددگار۔ شفیع وسفارشی چاہتا ہے۔ کہ جو اس کو نجات دلائے۔ اور وہاں اس کے کام آئے۔ حتیٰ کہ اکثریت پرست بتوں کو اسی لئے پوجتے تھے اور پوجتے ہیں۔ کہ یہ ان کے لئے وسیلہ ہیں۔ اور خدا کے سامنے ان کے شفیع ہوں گے۔ خدا قرآن میں اس کا ذکر فرماتا ہے۔ کہ وہ کہا کرتے تھے۔ " هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ" (سورہ یونس:۱۸) یہی بت خدا کے سامنے ہمارے شفیع ہیں۔ پس ہر فرد بشر طالب نجات ہے۔ ہر فرد بشر گنہگار ہے۔ ہر فرد بشر طالب شفیع روز جزا ہے (بحث صرف ان لوگوں سے ہے۔ ہر فرد بشر طالب شفیع روز جزا ہے (بحث صرف ان لوگوں سے ہے۔ جو خدا کے قائل ہیں۔ دہریوں سے یہاں بحث نہیں ہے)۔ اور ساتھ ہی بالفطرت انسان اپنے سے بعض نفوس کو مستغنیٰ بھی قرار دیتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ ضرور کچھ نفوس ایسے ہیں۔ جو خدا کی بارگاہ میں ہمارا وسیلہ نجات ہو سکتے ہیں۔ اس کو بھی خود ان کی فطرت بتلا رہی ہے۔ اور اسی سے ہم نے ثابت کیا ہے۔ کہ ضرورت خلفاء اللہ المعصومین فطری ہے۔ اور انہی کی شناخت وعدم شناخت سے اختلاف پڑا ہے۔ ضرورت ووجود میں اکثر متفق ہیں۔ اور تشخیص میں مختلف۔ اور اس کی وجوہات ہم مقدمہ میں ثابت کر آئے ہیں۔ کل انسان مبدء ضلالت یعنی شیطان کی گرفت میں ہیں۔ سوائے انہی خاصان خدا کے وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (سورہ سباء:۲۰) خود خداوند عالم تصدیق فرماتا ہے۔ کہ شیطان نے جو گمان کیا اور کہا تھا۔ کہ کل بنی آدم کو بہکا لوں گا۔ اور سب کی گردن میں رسّی ڈال دوں گا۔ اس نے سچ کر دکھایا۔ سب نے اسی کی پیروی کر لی۔

سوائے مومنین کی ایک جماعت کے۔ عام فطرت انسان خود کچھ نفوس کو اپنے سے مستثنیٰ کر رہی ہے۔ اور اسی واسطے شفیع کی طالب ہے۔ شیطان نے بھی "اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡھُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ" (سورہ ص: ۸۳) مگر تیرے مخلص بندے کہ وہ میری گرفت میں نہ آئیں گے۔ اور ان کو نہ بہکا سکوں گا۔ برگزیدگان خدا کو عام انسانوں سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ اور بیشک یہی برگزیدگان خدا ہیں۔ جو اغوائے شیطانی سے مستثنیٰ ہیں۔ اور یہی حقیقی شفیعان روز محشر ہیں۔ یہ خلفاء اللہ ہیں۔ نہ اور کوئی۔ ان کے سوا اگر کسی کو حق شفاعت مل سکتا ہے۔ تو انہی کی پیروی اور انہی کے طفیل سے ہے۔ اس سے ناظرین اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہوں گے۔ کہ خلافت الٰہیہ کے قائم کرنے کی آخری اور حقیقی غرض و غایت "نجات اخروی" ہے۔ اور اسی کی فطرت انسانی مقتضی اور طالب ہے۔ اور اس سے یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ دنیاوی تربیت انسانی بطور مقدمہ ہوگی۔ کیونکہ عالم دنیا میں انسانی بغیر بقاء جسم وصحت جسمانی وحصول اطمینان ترقی حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ اور معرفت وعبادت سب بقاء وصحت واطمینان پر موقوف ہے۔ پس تربیت جسمانی مقدمہ ہے تکمیل روحانی کا۔ نہ اصل غرض وغایت۔ اسی وجہ سے حکومت دنیویہ وسیاست مدن خلفاء اللہ کے فرائض میں من حیث المقدمہ داخل ہے نہ بطور اصل۔ دنیا کا نتیجہ آخرت ہے۔ اَلدُّنۡیَا مزرعة الاخرہ۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں کاشت وزراعت ہے۔ اور وہاں نتیجہ اور پھل۔ زندگی دنیا کا نتیجہ تکمیل روحانی ہے۔ اور حقیقی حکومت دنیا کا نتیجہ اصل سیاست روحانی۔ نہ جمع مال وعیش وعشرت ورنگ رلیاں۔ رُوح کو جسم سے ایسی ہی نسبت ہے۔ جیسی کہ مکین کو مکان سے۔ اور بادشاہ کو ملک سے۔ جو شخص ہمیشہ مکان کی مرمت میں لگا رہے۔ اور اسی کی تکمیل کرتا رہے۔ اور خود مکین کی خبر نہ لی۔ اور اس کی تربیت نہ کرے۔ اور اس کو آسائش نہ پہنچائے۔ اور اس کو کمال ترقی پر نہ پہنچائے۔ "تو سب اس کو احمق کہیں گے۔" جو شخص ہمیشہ پرورش جسم میں لگا رہے۔ اور روح کی خبر نہ لے۔ غذائے روحانی (معرفت وعبادت خالق) بہم نہ پہنچائے۔ اس کی ترتیب وتکمیل نہ کرے۔ وہ سفیہ واحمق ہے۔ جو شخص خلافت الٰہیہ کا مدعا حکومت دنیویہ اور جسمانی ومادی ترقی اور صرف فتوحات ملکی سمجھے۔ اور اسی کو تکمیل دیانت خیال کرے۔ وہ سب سے بڑھ کر نادان ہے۔ وہ مرکز دیانت اسلامی سے بہت دور ہے۔ حدود الٰہی سے باہر گفتگو کر رہا ہے۔ اور ان سے تجاوز کئے ہوئے ہے۔ "وَمَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَہٗ" (سورہ الطلاق: ۱) جو شخص حدود الٰہی سے تجاوز کرے۔ وہ سخت گمراہ ہے۔ الحاصل خلفاء اللہ شفیع روز محشر اور وسیلہ نجات یوم الآخر۔ گناہوں سے پاک۔ گرفت شیطانی سے بری۔ اغوا واضلال شیطانی سے بالکلیہ منزہ اور مخلص وبرگزیدہ بندگانِ خدا ہوتے ہیں۔ اور اس غرض کی تکمیل کے لئے ان کی معرفت وشناخت اور ان کی اطاعت ومتابعت نوعِ انسانی پر فرض ولازم ہوئی ہے۔ اگر وہ ایسے نہ ہوں۔ تو ان سے انسان کی فطری ضروریات پوری نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور غرض الٰہی باطل ہوتی ہے۔

اس غرض و غایت کی مزید توضیح

دین فطرت انسان میں داخل ہے۔ اور جس طرح مجاورت آتش سے پانی جو بالطبع بارد ہے حار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بعض عوارض خارجیہ سے بہت سے نفوس راہ صواب سے ہٹ گئے ہیں۔ فطرۃ انسان خیر پر پیدا کیا

گیا۔ فطرۃً انسان عالم تھا۔ یعنی عالمِ رُوحانی میں۔ اور اسی ابتداء خلقت میں اس سے عہد لیا گیا تھا۔ اور وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنۢ بَنِيٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى (سورہ اعراف ۱۷۲:) اس عہد کی خبر دے رہا ہے۔ اور انسان یہ عہد کر چکا تھا کہ وہ سوائے اس اپنے خالق و صانع کے کسی کو اپنا پرورش کنندہ اور ربّ نہ مانے گا۔ عوارض خارجیہ میں مبتلا اور رفتہ رفتہ عہد الست کو بھولتا گیا۔ حد اطاعت واقعی سے تجاوز کیا۔ اپنی رائے اور قیاس کو دخل دینے لگا۔ اور سب سے پہلے قیاس کرنے والے کے پھندے میں پھنسا۔ اور فطری راہ سے دور ہو گیا۔ رحمت الٰہی پھر بھی اس کے شامل حال رہی۔ آدم بہشت سے نکلے ہی تھے۔ اور ابھی اولاد آدم پھیلی بھی نہ تھی۔ کہ اعلان ہو گیا۔ "فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ"۔ (سورہ البقرہ:۳۸) اب تم زمین میں جا کر رہو۔ اور دشمن شیطان بھی ساتھ ہے۔ پس اگر تمہارے پاس میری ہدایت آئی۔ تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا۔ تو اس پر روز محشر کا کوئی خوف نہ رہے گا۔ اور وہ پھر غمگین نہ ہوگا۔ " وَقَالَ عَزَّوَجَلَّ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ الایہ "(سورہ بقرہ:۲۱۳)

تمام بنی آدم ایک ہی امت تھے۔ ایک ہی آدمؑ و حواؑ کی اولاد تھے۔ اور فطرۃ ایک ہی سرشت اور خلقت رکھتے تھے۔ اور سب مبدء خیر سے صادر ہوئے تھے اور وہی ان کا خالق و صانع ہے۔ ''عہد الست'' کو بھولے راہ فطری سے دور ہوئے۔ نفس امارہ نے غلبہ کیا۔ ہدایت بھیجی۔ کہ انہیں راہ صواب اور حق کی طرف لوٹائے۔ بھولا ہوا عہد یاد دلائے۔ "لَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ" (سورہ واقعہ:۶۲) تم تو نشاء ادنیٰ کے عالم تھے۔ اور سب کچھ جانتے تھے۔ اب اس کو یاد کیوں نہیں کرتے۔ " فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ"(سورہ ذاریات:۵۵) انہیں یاد دہانی کراؤ۔ کہ یہ مومنین کے لئے نافع ہو گی۔" اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ "(سورہ غاشیہ:۲۱،۲۲) پس تو ان کو یاد دلانے والا ہے۔ ان پر داروغہ و مسلط نہیں ہے۔ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے نبی بھیجے۔ اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی۔ تا کہ یہ لوگوں کا فیصلہ کریں۔ اور اختلاف مٹائیں۔ اور راہ حق دکھائیں۔ طریق صواب سمجھائیں۔ اور اس کے بعد اختلاف انہی لوگوں نے ڈالا۔ جو اس کے جاننے والے تھے۔ جس کی وجہ صرف ان کی سرکشی تھی۔ ان میں سرکشی آئی۔ عنایت پر مغرور ہو گئے۔ اپنے کو کچھ سمجھنے لگے۔ بعض نے ہماری اس ہدایت کو مانا۔ نبیوں کی پیروی کی۔ بعض نے نہ مانا اور نہ کی۔ اور جان بوجھ کے یہ اختلاف ڈال دیا۔ اور یہی سلسلہ چلا جا رہا ہے۔ اور نفسانیات اختلاف کا موجب ہو رہی ہیں۔ اور انسان اس ظلمت کدہ عالم میں تین قسم کی تاریکیوں میں گرفتار ہے۔ اوّل ہوا جس طبیعہ مادی اثرات نے غلبہ پالیا ہے۔ مادیت روحانیت پر تاریک اثر ڈال رہی ہے۔ دوم راہ صواب سے بہت گر جانے سے اُسی وجود کے مجاورت سے وساوس العادات نے تسلط کیا ہوا ہے۔ اختلاق بد اخلاق حسنہ پر غالب آ گئے ہیں۔ رحمانی اخلاق شیطانی عادات سے دبے

ہوئے معلوم ہو رہے ہیں۔ ادھر برحق خلفاء اللہ اور ہداۃ اللہ جن کو خدا نے مجسم ہدایت ارشاد فرمایا ہے۔ "امّا یاتینکم منّی ھدیٰ" (سورہ بقرہ:۳۸) کی عزت وتوقیر وریاست روحانی کو دیکھ کر حسد پیدا ہوا۔ جھوٹے مدعی ہدایت بنے۔ مصنوعی پیشوا ہے۔ اور ان جھوٹے پیشواؤں کے جال میں پھنس کر بہت سے گمراہ ہو گئے۔ اور صراط الٰہی سے علیحدہ ہو گئے۔ اور ان بُری مثالوں کی تقلید اور پیروی سے بہت نے بندگان خدا کو گمراہ بنا دیا۔ اگر انسانی خلقت وسرشت اس کے حالات اور ابتدائی واقعات پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا۔ کہ نفوس انسانی پر تین قسم کی تاریکیوں نے پردہ ڈالا ہوا ہے۔ اور حق کو پوشیدہ کیا ہوا ہے۔ اور یہ اندھیرے میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ اوّل مادی اثرات دوم بُری عادات۔ سوم بروں کی تقلیدات۔ اور سب سے بڑھ کر یہی تقلید گمراہ کنندہ ہے۔ یہ مصنوعی ہادی لیڈر اور ریفارمر ہیں۔ جو ان کو غلط راستے پر چلا رہے ہیں۔ اور نور سے ظلمت کی طرف لئے جا رہے ہیں۔ بظاہر مذہب کا رنگ جما رہے ہیں۔ اور دراصل جہنم میں لئے جا رہے ہیں۔ "وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ" (سورہ قصص:۴۱) یہ پیشوا بنائے گئے ہیں۔ جو لوگوں کو آتش جہنم کی دعوت دے رہے ہیں۔ "يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ" (سورہ بنی اسرائیل:۷۱) روز قیامت ہر فرد بشر میدان حشر میں اپنے امام اور پیشوا کے ساتھ بلایا جائے گا۔ اور اسی کے ساتھ اس کا حشر ونشر ہو گا۔ "إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ" (سورہ انفطار:۱۳،۱۴) نیکوکار بہشت میں ہوں گے۔ اور بدکار جہنم میں جھونکے جائیں گے۔ اور بدکار وجہنمی پیشواؤں اور مقتداؤں کے مقتدی ان کے ساتھ بہشت میں۔ "وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا" (سورہ نساء:۶۹) یہ کیا اچھے ساتھی اور کیسے اچھے رفیق ہیں۔ "اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا رِفَاقَتَھُمْ تَحْتَ الْجَنَّۃ"۔ خداوند رحیم وکریم اپنے لطف وکرم سے اس پر اعتقاد رکھنے والوں اس کے روز حساب وکتاب کو یاد کرنے والوں اور اس کے عہد الست نہ بھول جانے والوں کو ان ظلمت ثلثہ سے جو "ظلمات بعضھا فوق بعض" ہیں۔ اپنے برگزیدہ بندوں کے وسیلہ سے نجات دیتا اور نکالتا ہے۔ "اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ" (سورہ بقرہ:۲۵۷) (آیہ کرسی)۔ اللہ ولی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ہیں۔ ان کو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا اور ہدایت کرتا ہے۔ اپنے تک پہنچنے کا راستہ بتاتا ہے راہ نجات اور اپنی صراط دکھلاتا ہے۔ اور جو کافر ہیں۔ اور اس کے منکر ہو گئے ہیں۔ اس کی نعمتوں کے ناشکر گذار ہیں۔ اس کے عہد کو بھول گئے ہیں۔ اور خدا کو چھوڑ کر انہوں نے دوسروں کو اپنا رب فرض کر لیا ہے۔ اور انہی کے قدم بقدم چلتے ہیں۔ ان کے ولی ان کے وہ طاغوت بت ہیں۔ جو انہیں اپنے ساتھ بے راہ چلا رہے ہیں۔ اور صراط مستقیم سے بھٹکا رہے ہیں۔ یہ ان کو نور خدا سے نکال کر اور راہ خدا سے پھیر کر ظلمات کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی اہل جہنم ہیں جو اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

خداوند عالم کا ان بندوں کو ظلمات سے نور کی طرف نکالنا اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعہ سے ہے۔ وہی ہدایت مجسم ہیں۔ اور انہیں اس لئے بھیجا ہے۔ "وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى

النُّوْرِ" (سورہ ابراہیم:۵) اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات اور نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔ اور کہا۔ کہ اب تو اپنی قوم کو ظلمات سے نور کی طرف نکال۔ اور انہیں ہماری راہ نورانی کی ہدایت کر۔ "وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ" (سورہ ابراہیم:۵) اور ان کو ایام الٰہی کی یاد دلا۔ کہ ان کو سمجھیں۔ اور غور کریں۔ اور ان کی معرفت حاصل کریں۔ "اِنَّ فِي ذَالِكَ لَاٰيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ" (سورہ ابراہیم:۵) بیشک اس میں ہر بڑے صابر اور شکر گذار بندے کے لئے ہماری نشانیاں موجود ہیں۔ "وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَا اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ" (سورہ عنکبوت:۴۹) خدا ان کی آیات سے ظالم ہی دیدہ دانستہ انکار کرتے ہیں۔ "هُوَالَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ" (سورہ حدید:۹) وہی پروردگار عالمین ہے جو اپنے بندۂ خاص اور اپنے حبیب خاص پر اپنی آیات بینات نازل کرتا اور اپنی روشن نشانیاں دکھلاتا ہے۔ تاکہ وہ تم کو ظلمات سے نور کی طرف نکالے۔ اور بیشک اللہ تم پر بڑا مہربان ہے اور رحم فرماتا ہے۔ "قَدْ اَنْزَلَ للّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَسُوْلاً يَتْلُوْ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِ اللّٰهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ" (سورہ علان:۱۰،۱۱) الایہ (طلاق ۱) بیشک اللہ نے تمہارے پاس وہ رسول بھیجا ہے۔ جو مجسم ذکر خدا و یاد الٰہی ہے۔ وہ تم پر اس کی آیات صاف صاف تلاوت کرتا ہے۔ تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں۔ ظلمات سے نکال کر نور میں لے جائے۔ اور خدا کی سیدھی اور روشن راہ دکھلائے۔ بھولی ہوئی باتیں یاد دلائے۔ کیوں نہ یاد دلائے۔ کہ وہ مجسم ذکر خدا ہے۔ اور کیوں نہ قلوب کو نورانی بنا کر نورانی راہ دکھلائے۔ کہ وہ مجسم نور خدا ہے۔ "قَدْ جَآئَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلُ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" (سورہ مائدہ:۱۵،۱۶) بیشک تمہارے پاس خدا کا نور اور ایک کتاب روشن آئی ہے۔ جس کے ذریعہ خدا ان لوگوں کو جو اس کی خوشنودی پر چلتے ہیں سلامتی کے راستے دکھلاتا ہے۔ اور ان کی ہدایت کرتا ہے۔ اور وہ انہیں باذن خدا ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ اور صراط مستقیم دکھاتا ہے۔ "الٓرٰ ○ كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ مَا فِي الْاَرْضِ وَوَيْلٌ لِلْكَافِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ" (سورہ ابراہیم:۱،۲) آلرا۔ یہ کتاب ہے۔ جو ہم نے اے حبیب تیری طرف اُتاری ہے۔ تاکہ تو لوگوں کو باذن اللہ ظلمات سے نور کی طرف نکالے۔ یعنی اس عزیز حمید خدا کی صراط مستقیم کی طرف دعوت دے۔ اور راہنمائی کرے جو ملک زمین و آسمان کا مالک ہے۔ اور کافرین کے لئے عذاب شدید سے تباہی ہے۔ "هُوَالَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا" (سورہ احزاب:۴۳)۔ وہی پروردگار عالمین تم پر (اے برگزیدہ بندو اور اس کے جانشینو) اپنی خاص رحمت نازل فرمایا ہے۔ وہ اور اس کے فرشتے تم پر صلوات بھیجتے ہیں۔ تاکہ وہ تمہارے ذریعہ ان لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف نکالے۔ اور راہ حق دکھائے۔

یہاں سے حسب ذیل نتائج اخذ کیجئے۔ اوّل انسان عہد الست کو بھول گیا۔ خدا کی اطاعت و عبادت سے

دور ہوا۔ دوم ہدایت خدا انبیاء اللہ و خلفاء اللہ کی صورت میں آئی۔ سوم جوان انبیاء اللہ اور خلفاء اللہ کی پیروی کریں۔ انہی کے لئے نجات ہے۔ وہ روز قیامت غمگین نہ ہوں گے۔ چہارم انسان ظلمات ثلث میں گرفتار ہے۔ اور سب سے زیادہ گمراہ کرنے والی شے بروں کی تقلید ہے۔ پنجم خداوند عالم مومنین کو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا اور راہ حق دکھلاتا ہے۔ ششم طاغوت اور وہ بت جنہیں لوگ اپنا پیشوا بنا بیٹھے ہیں۔ اور وہ کوئی سلطان الٰہی نہیں رکھتے۔ اور آیات الٰہی سے آراستہ نہیں ہیں۔ وہ اپنے ماننے والوں کو نور حق سے نکال کر راہ خدا سے پھیر کر ظلمات کفر و فسق و فجور و راہ جہنم میں لے جاتے اور چلاتے ہیں۔ اور یہی اہل جہنم ہیں۔ ہفتم خداوند عالم اپنے برگزیدہ نفوس اور انبیا کے ذریعہ لوگوں کی ہدایت کرتا ہے۔ اور اس کام کو وہ باذن اللہ انجام دیتے ہیں۔ اور خلفاء اور جانشین خدا کہلاتے ہیں۔ ان کا کام خدا کا کام ہے۔ ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کی اطاعت خدا کی اطاعت۔ " وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہ" (سورہ نساء:۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی۔ گویا اس نے خدا کی اطاعت کی۔ ہشتم اس کی وجہ کہ ان کا کام خدا کا کام ہے۔ اور ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کی اطاعت خدا کی اطاعت یہی ہے۔ کہ وہ خدا کے فرستادہ ہیں۔ خدا کے فرستادہ ہونے پر آیات الٰہی کے سند رکھتے ہیں۔ وہ حکم خدا سے تجاوز اور تخطی نہیں کرتے اس کے علم اور اذن سے سب کام کرتے ہیں۔ اپنی رائے اور قیاس کو دخل نہیں دیتے۔ گویا جو کچھ کرتے ہیں بجائے خدا اور خدا کی طرف سے کرتے ہیں۔ اور یہی منصب خلافت کی شان ہے۔ جو انہی کے لئے موزوں اور شایاں ہے۔ نہم پیغمبر عربی نبی امی نور مجسم اور ذکر مجسم ہو کر کل نوع انسان کو ان ظلمات سے نکالنے آیا۔ آیات بینات اور کتاب مبین لیکر آیا ہے۔ اور اسی کو مجسم نور کہا گیا ہے۔ دہم نور سے مراد نور خدا و صراط اللہ ہی ہے۔ اور ظلمت راہ طاغوت اور ان کی پیروی اور اس کے اثرات جو مذکور ہوئے۔ یازدہم ظلمت سے نور کی طرف اہل ایمان اور اعمال صالح سے نکل سکتے ہیں۔ دوازدہم پیغمبر کتاب مبین اور آیات بینات ک ذریعہ ان کی ہدایت کرتا ہے۔ اور ان کو نورانی بناتا ہے۔ سیزدہم ظلمات کثیر میں اور ہر زمانہ میں مبدء ظلمات طاغوت اور امثال سور بیشمار اور نور ایک ہی ہے۔ اور ہر مظہر نور ایک ہی نور کی ہدایت کے لئے آیا ہے۔ اور نور کے مقابلہ میں ظلمت ہمیشہ موجود ہے۔ بلکہ مقام تکلیف اور عالم جسمانی میں ظلمت مظہر نور سے پہلے ہے۔ چہاردہم خدا نور ہے۔ اس کی راہ مستقیم نور ہے۔ شیطان اور اس کے مظاہر ظلمت۔ ان کے کام ظلمت۔ ان کے آثار ظلمت۔ مظہر خدا نور۔ اس راہ نور وجود محمد مصطفیٰ نور مطلق و نور مجسم نور کسی نور کی طرف ہدایت کر سکتا ہے۔ اور انوار خلفاء اللہ اور انوار اللہ کا ان تمام اوصاف سے پاک اور صاف ہونا ضروری ہے۔ جس سے وہ لوگ ملوث اور مبتلا ہیں۔ جن کے نجات دلانے یہ آئے ہیں۔ اور ان ظلمات سے ان کا منزہ ہونا واجب ہے جن سے نکالنے کے لئے یہ بھیجے گئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن پر خدا اور اس کے فرشتے صلوات بھیجتے ہیں۔ اور خدا ان کے فیضان اور صلوات کے ذریعہ لوگوں کو ظلمت سے نکالتا ہے۔ ان کے سوا اور لوگ مستحق صلواۃ و درود نہیں ہو سکتے مگر بالواسطہ اور یہ آیت صلواۃ بتلا رہی ہے کہ جملہ خلفاء اللہ جو لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف ہدایت کرنے آئے ہیں۔ مستحق صلوات ہیں۔ اور اس لئے ضروری ہے۔ کہ اس حکم میں " اِنَّ اللّٰہَ

وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" (سورہ احزاب:۵۶) بیشک اللہ اوراس کے فرشتے نبی پر صلوات بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم بھی اس پر صلوات بھیجو۔ اوراس کو تسلیم کرو۔جو حق تسلیم کرنے کا ہے۔"بس نبی کے ساتھ اوراس کے بعد کے خلفاء اللہ بھی مستحق صلوات ہیں۔اور رسول کے شریک ہیں۔اوراسی واسطے رسول اللہؐ نے فرمایا۔کہ اے مسلمانو! میرے اوپر دم بریدہ درود نہ بھیجا کرو۔اور جب اصحاب نے دریافت کیا۔دم بریدہ درود کیسا ہوتا ہے۔آپ نے فرمایا۔کہ تم یہ کہو۔کہ اللہ رسول پر درود وسلام بھیجے۔ اور خاموش ہو جاؤ۔ بلکہ یوں کہا کرو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وبَارَکْھُمْ محمدؐ اور آل محمد پر صلوات بھیج۔ الخ (بخاری شریف) فَاللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدَ اَوَّاٰلَ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلَ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ (دیکھو بخاری باب صلوات النبی)

ظلمت کی مزید تشریح اور خلیفۃ اللہ کا مقام و مرتبہ

ہم نے ظلمت مادی کا اشارہ کیا ہے۔ یہاں کچھ اور کہنا چاہتے ہیں۔اورایک آیت کو ذکر کرتے ہیں۔قال عزمن قائلہ۔"اَیَطْمَعُ کُلُّ امْرِیٍٔ مِّنْھُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّۃَ نَعِیْمٍ کَلَّآ اِنَّا خَلَقْنٰھُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ" (سورہ معارج:۳۸،۳۹) ان بنی آدم میں سے ہر شخص یہ طمع اور آرزو رکھتا ہے۔کہ جنت النعیم بہشت غیر سرشت میں داخل ہو جائے؟ ہرگز نہیں۔ہم نے انہیں اس چیز سے خلق کیا ہے۔جس کو وہ جانتے ہیں۔وہ اپنی حقیقت پر غور کریں۔کہ کس چیز سے پیدا ہوئے ہیں۔یہی انسان تو ہے۔جو عالم جسمانی کی رو سے اس کی ابتدا ایک نطفہ گندیدہ ہے۔اور اس کی انتہا جیفہ متعفنہ (بدبو مردار) اور بہشت عالم قدس و جوار قدس ہے۔ ذات خداوند عالمین قدوسیت محضہ ہے۔"ھُوَ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ" (سورہ حشر:۲۳) قدوس ذات کے جوار اور مقدس مکان میں یہ گندہ وجود یہ پلید جسم کب پہنچ سکتا ہے۔وہاں داخلہ کی اس میں کہاں قابلیت ہے۔جب تک کہ مز کے اور مطہر نہ بنے۔یہ اپنے کو داخل بہشت ہونے کی قابل نہ بنائے۔اور اپنے نفس اور جسم کو پاک نہ کرے۔"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا" (سورہ بقرہ:۲۲۲) رستگار وہی ہے۔جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا۔"یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ" (سورہ بقرہ:۲۲۲) اور خدا پاکیزہ لوگوں کو ہی دوست رکھتا ہے۔

ہماری مساجد ہمارے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہیں۔مگر قدوس ذات کی طرف منسوب ہونے اور عبادت خانہ کہلانے سے ان کی عظمت اتنی بڑھ جاتی ہے۔کہ ایک وجود مسلمان اگر جنب و نجس ہو جائے۔تو ان میں نہیں ٹھہر سکتا۔اور کسی لغویات کا کرنا ان میں منع ہے۔ان میں پاک ہی داخل ہو سکتے ہیں۔اور رہ سکتے ہیں۔پھر بہشت میں ایسے گندے وجود بغیر پاکیزہ بنے کیسے داخل ہو سکیں گے؟

خانہ کعبہ بھی بندوں ہی کا بنایا ہوا ہے۔مگر خاص اور پاک بندوں کا اس کی عظمت یہ ہے۔کہ کوئی جُنب اور نجس اس میں سے ہو کر گذر بھی نہیں سکتا۔اور مشرک کو قطعاً ممانعت ہے۔کہ مسجد الحرام میں داخل ہو۔کیونکہ وہ نجس

ہیں۔ " اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدِ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا" (سورہ توبہ:۲۸) میں مشرک نجس ہیں۔ وہ اس سال کے بعد (آئندہ) سے مسجد الحرام میں داخل نہ ہونے پائیں۔ " وَطَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْقَائِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ" (سورہ حج:۲۶) یہ خانہ کعبہ خدا کے برگزیدہ بندوں کے پاک ہاتھوں نے طواف کرنے والوں۔ اعتکاف کرنے والوں۔ رکوع وسجود بجالانے والوں اور دنیا میں عبادت خدا قائم کرنے والوں ہی کے واسطے بنایا ہے۔ اور ابراہیم واسمٰعیل کو حکم باری ہوا ہے۔ ان کے لئے ہمارے گھروں کو پاک بناؤ۔ جولوگ خانہ کعبہ اور مسجد الحرام میں بحالت نجاست ظاہری و باطنی گذر نہیں سکتے۔ اور داخل نہیں ہوسکتے۔ وہ دارالقدس بہشت بریں میں بغیر اپنے کو پاک و پاکیزہ بنائے کیسے داخل ہوسکیں گے؟ حضرت موسیٰ جیسے پیغمبر ایک وادی قدس میں جاتے ہیں۔ جس کا تعلق اس عالم دنیا سے ہے۔ ان کو حکم ہوتا ہے۔ " فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى" (سورہ طٰہٰ:۱۲) موسیٰ اپنی نعلین اُتار کے آؤ۔ کہ تم طوبیٰ کی وادی مقدس میں ہو۔ اور اس نعلین کے ساتھ یہاں قدم نہیں رکھ سکتے۔ عام لوگ کیونکر فردوس بریں میں داخل ہوسکتے۔ ہیں۔ درآنحالیکہ وہ بمقابلہ حضرت موسیٰ سراسر نجس ہیں۔ بلکہ بہت سے ایسے بھی ہیں۔ جو یقیناً حضرت موسیٰ کی جوتی سے بھی بدتر ہیں۔ حضرت کی نعلین نجس نہیں ہوسکتے۔ ہاں وادی المقدس کے قابل نہ تھی۔ جولوگ سراسر نجس ہیں۔ وہ دارالقدس میں کیسے جائیں گے۔ ان کو اپنی تطہیر اور تزکیہ واجب ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت آدم خلیفہ و نبی معصوم ہیں۔ ایک ترک اولی ان سے صادر ہوگیا ہے۔ جس پر وہ نادم ہو چکے ہیں۔ اور خدا بھی درگذر فرما چکا ہے۔ "ثُمَّ اجْتَبٰهُ" (سورہ بقرہ:۱۳۲) اور "ان اللہ اصطفٰی" (سورہ طٰہٰ:۱۲۲) کا خطاب ان سے ہوا ہے۔ کہ اللہ نے پھر ان کو مجتبیٰ اور مصطفیٰ بنالیا۔ مگر چونکہ اس عالم دنیا کا اثر ہو چکا ہے۔ یہاں کی اصلیت کا کچھ پھل کھا چکے ہیں۔ حکم ہوتا ہے۔ کہ اب تم عالم دنیا اور عالم ارضی ہی میں جاؤ۔ اب یہاں اس عالم میں اور اس بہشت میں نہیں رہ سکتے۔ زمین میں جاؤ۔ اور ایک مدت وہاں رہو۔ اور پھر یہاں کی قابلیت پیدا کر کے آؤ۔ جو کھایا ہے۔ اس سے تصفیہ و تزکیہ کرو۔ " وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ" (سورہ بقرہ:۳۶) اب تمہارے لئے زمین ہی میں ایک وقت معین تک جائے قیام وقرار اور جائے عیش و سامان دنیویہ ہے۔ دخول بہشت کی قابلیت اور انسان کی اصلیت معلوم کرنے کے لئے یہ بہت کافی ہے۔ جب ایک نبی اللہ ایک معمولی شے کے کھا لینے سے بہشت میں نہیں رہ سکتا۔ اور ضرورت ہے۔ کہ اب اس سے تصفیہ و تزکیہ کر کے وہاں جائے۔ تو عام انسان جب اس نطفہ گندیدہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ کیونکہ بہشت میں داخل ہوسکتے ہیں۔ ان میں اس کی قابلیت ہی نہیں۔ کہ اس گھر میں جاسکیں۔ وہاں کی نعمتوں سے متمتع اور مستفید ہونا اور اپنے اعمال کی جزا پانا تو دوسرا درجہ ہے۔ پہلے اس کے قابل تو ہوں۔ کہ وہاں اور جوار مقدس میں قدم رکھیں۔ بیشک وہاں تک تو مقدسین ومطہرین کی ہی رسائی ہوسکتی ہے۔

اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اس بارگاہ میں ان گنہگاروں کا وسیلہ بھی وہ وجود نہیں ہوسکتا۔ جو ان ہی جیسا ہو۔ انہی جیسی خلقت رکھتا ہو۔ وہ تو کوئی نہایت درجہ مطہر ومقدس وجود ہی ہوسکتا ہے۔ جو بارگاہ الٰہی میں پہنچ کر

ان کی شفاعت کر سکے۔ اور انہیں نجات دلا سکے۔ اور انہیں وہاں لے جا سکے۔ اور اسی سے مثل آفتاب درخشاں و نمایاں ہے۔ کہ بارگاہ الٰہی اور قدوس کے دربار میں تقرب کی پہلی شرط تقدس اور طہارت ہی ہے۔ اور سب سے مطہر تر اور مقدس تر وجود ہی اس بارگاہ میں سب سے مقرب ہوگا۔ اور اس طرح بلحاظ طہارت و تقدس اقرب فالا قرب۔ اور سب سے مطہر تر و مقدس تر وجود وجود پیغمبر خاتم النبیین ہے۔ کہ اس کو خدا مجسم طہارت فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ " طٰهٰ ○ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى " (سورہ طہٰ:۱،۲) طہٰ (طیب طاہر) اسی وجود مقدس نبی سے مراد اور اسی سے خطاب ہے۔ اور اسی وجہ سے مقام قرب نبوی " دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى " (سورہ نجم:۸،۹) ہے۔ وہاں قدم رکھا۔ جہاں کسی ملک مقرب نے بھی قدم نہیں رکھا۔ اور اسی واسطے حضرت نے خود ارشاد فرمایا ہے۔ " اَقْرَبُ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ " (خدا کا سب سے مقرب مخلوق) میں ہوں۔ اور اسی کی امیر المومنین نے تصریح کی ہے۔ اور اس کے بعد دیگر انبیاء اللہ و اولیاء اللہ مقربین ہیں۔ " وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ " (سورہ واقعہ:۱۰،۱۱) سبقت کرنے والے سابق ہی ہیں۔ اور یہی لوگ مقرب بارگاہ ہیں۔ جناب رسول اللہؐ سے کسی نے عرض کیا۔ یا نبی اللہ آپ سب انبیاء سے افضل کیسے ہوئے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ خدا نے جب تمام ارواح انبیاء و غیر انبیاء سے عہد الست لیا۔ تو جواب میں سب سے پہلے 'بلی'' کہنے والا میں ہی تھا۔ اور میرے بعد اوصیاء اور دیگر انبیاء۔ اور ہم حصہ دوم میں بالتفصیل ثابت کر چکے ہیں۔ کہ سب سے مقرب بندہ محمد مصطفٰی ہے۔ اور ان کے اور خالق کے درمیان کوئی اور نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ افضل المرسلین و خاتم النبیین ہیں۔ اور اوّل شرط تقرب قدوسیت و طہارت ہے۔ اور انبیاء اللہ صاحبان روح قدس ہوتے ہیں۔ "وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" (سورہ بقرہ:۸۷) "وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ" (سورہ مجادلہ:۲۲)۔ ہم نے ان سب کی روح قدس سے تائید کی ہے۔ اور روح قدس وہی روح ہے۔ جس کو خدائے قدوس خصوصیت سے اپنی طرف منسوب فرما کر ''من روحی و روح منہ'' فرماتا ہے۔ اور یہ وجہ اس کے روح قدس کہلانے کی ہے۔ اور اسی کی طرف ہم اشارہ کر آئے ہیں۔ کہ اس نسبت قدسیہ (روح قدس کی مفصل حقیقت ہماری کتاب کشف الاسرار میں دیکھنی چاہئے۔) مقدسہ کی وجہ سے وہ مستحق خلافت الٰہیہ ہوتی ہے۔ احادیث و روایات اس باب میں کثیر ہیں۔ مگر یہاں ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آیات قرآنی ثبوت کے لئے کافی ہیں۔

بالجملہ بارگاہ الٰہی میں مقرب وہی بندہ ہو سکتا ہے۔ جو مطہر و مقدس ہو۔ اور وہ انبیاء و اولیاء اللہ ہیں۔ اور سب سے افضل افضل المرسلین۔ اور جو بارگاہ الٰہی میں داخل اور تقرب رکھتا ہو۔ وہی وہاں شفیع بن سکتا ہے۔ اور انہی شفعاء کی تلاش فطرت انسان میں ہے۔ مگر ہوا ہس طبیعہ۔ وساوس العادات اور تقلید نوامیس الامثال نے گمراہ کیا ہوا ہے۔

اس جگہ سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ قدوس کی بارگاہ اور دار القدس بہشت میں پہنچنے کے لئے ایک ایسے مقدس و مطہر وسیلہ کی ضرورت ہے۔ بغیر اس کے ناممکن ہے۔ آدمؑ نے بھی کچھ نفوس مقدسہ ہی وسیلہ گردانے تو "تَابَ عَلَيْهِ" کا ارشاد ہوا۔ کہ پھر خدا نے اس کی طرف رجوع کی۔ اور نظر رحمت ڈالی۔ اور اس کی زاری سنی۔ " يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

أٰمَنُوْا اتَّقُو اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ“ (سورہ مائدہ:۳۵) اے ایمان والو! خدا سے ڈرو۔ تقویٰ اختیار کرو۔ اور اس کی بارگاہ میں پہنچنے کا کوئی وسیلہ تلاش کرو۔ اور اس کی راہ میں سعی کرو۔ شاید فلاح پاؤ۔ اور بلاشبہ اوّل وسیلہ عظمیٰ وجود محمد مصطفیؐ ہے۔ مگر وہ خود مابہ الایمان میں داخل ہے۔ اور اس پر ایمان لانے والا ہی آمنوا کا مصداق ہے۔ پس بعد محمد مصطفیٰ مومنین کو کسی وسیلہ کی ضرورت ہے۔ اور وہی مراد ہے۔ حصہ دوم ملاحظہ ہو۔ کہ وسیلہ مطلقہ کون کون اشخاص ہیں۔ اور کن وسائل کے ذریعہ قدوس کے جوار میں پہنچ سکتے ہیں؟ طہارت وتقدس کی ضرورت ہے۔ اور طہارت انہی نفوس قدسیہ کے ذریعہ ممکن ہے۔ یہ انسانوں کو پاک بنا کر اپنی معیت میں دارالقدس بہشت میں لے جاسکتے ہیں۔ بغیر ان کے وسیلہ کے نجات آخرت اور دخول بہشت محال ہے۔ ” بَعَثَ فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ الایہ (سورہ جمعہ:۲) اللہ تعالیٰ نے امیین اور اُن لوگوں میں جن میں کوئی رسول مقدس نہ آیا تھا۔ اور جن پر کوئی کتاب نازل نہ ہوئی تھی اپنا رسول بھیجا ہے۔ جو ان پر آیات الٰہی کی تلاوت کرتا ہے۔ اور ان کو پاک بناتا ہے۔ اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ انسان جس کی اصل بنص آیت قرآنی یہ ہے جو مذکور ہوئی۔ بغیر ان طاہرین کے ساتھ ہوئے ان سے نسبت مقدمہ پیدا کئے اور ان کی پیروی کئے بغیر ہرگز دخول بہشت اور نجات آخرت کی امید نہیں رکھ سکتا۔ بغیر اس کے نجات قطعاً محال ہے۔ یہی مقدس وجود خدا کے جانشین۔ تطہیر وتصفیہ وتزکیہ کا ذریعہ اور دخول بہشت عنبر سرشت اور نعمات ابدی کا وسیلہ ہیں۔ ” وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ“ اور یہی خلفاء اللہ کی اصلی اور حقیقی غرض و غایت ہے کہ ان انسانوں کو اس ظلمت کدہ سے نکال کر نور میں لے جائیں۔ اور اس نجاست سے پاک کر کے مطہر و مقدس و مستحق نعیم جنت الارم بنائیں۔ اور نور ہی نور کی طرف ہدایت کرسکتا اور ظلمات سے نکال سکتا ہے۔ مطہر و مقدس ہی اجسام ونفوس کو پاک ومزکےٰ ومطہر بنا کر آخرت میں نجات دلاسکتا اور بارگاہ قدوس میں شفاعت کرسکتا ہے۔ اور اس لئے ہر خلیفہ خدا کا جملہ نجاسات مادیہ سے پاک وپاکیزہ ومطہر ومقدس ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔

خلافت الٰھیہ اور تزکیہ نفس

ہم اوپر انسانی حقیقت پر کچھ لکھ آئے ہیں۔ اور حکماء نے کہا ہے۔ ” اَلنَّاسُ مَفْطُوْرُوْنَ عَلَى الْمَطَامِعِ وَدَابُهُمُ التَّخَاصُمُ وَالتَّنَازُعُ“ انسان میں خواہشات بالفطرۃ موجود ہیں۔ اور ان کی زیادتی کا نام طمع وحرص ہے۔ اور جہاں حرص وطمع آئی۔ وہاں آپس میں متنازعت ومخاصمت ضروری ہے۔ اور اسی مخاصمت ومتنازعت کو رفع کرنے کے لئے ایک قانون کی ضرورت ہے۔ اور اجراء قانون کے لئے ایک مجری قانون کی ضرورت۔ تاکہ حق کے موافق فیصلہ کرسکے۔ اور کسی کے حق میں طمع نہ کرے۔ اور قانون صحیح قانون شرع ہے۔ جیسا کہ ثابت کیا جاچکا ہے۔ اور وہ حق خلیفہ خدا کا ہے۔ اور اس لئے ضروری ولازمی وواجب ہے۔ کہ یہ مجری قانون وخلیفہ خدا ان صفات سے بری ہو۔ جس کی وجہ سے قانون بنانے اور اس کے بھیجنے کی ضرورت پڑی ہے۔ لہٰذا خلیفہ خدا میں ہوا وہوس وحرص وطمع کا

شائبہ بھی نہ ہونا چاہئے۔ ورنہ یہ خود محتاج دیگر ہوگا۔ اور یہ بھی ظاہر کر چکے ہیں۔ کہ انسان کی گمراہی غلبہ نفسانی پر ہے۔ دین و دنیا کا اختلاف نفسانیات پر ہے۔ ورنہ عقل ہادی اوّل ہے۔ خواہشات نفسانیہ نے نور عقل پر پردہ ڈالا ہوا ہے۔ پس اگر نفس خلیفہ خدا مثل ہمارے ہو۔ اور وہ ہماری طرح روحانیت پر غالب آجائے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ وہ شیطانی اثرات اور اس کے نزغات سے متاثر اور مغلوب ہو جائے۔ تو وہ خود ضلالت سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ اور جس کا نفس ان اثرات سے مزکیٰ نہ ہو۔ وہ دوسروں کو ہرگز مزکیٰ و پاک نہ بنا سکے گا۔

"او خویشتن گم است کرا رہبری کند"

جو خود حرص و طمع میں مبتلا ہو۔ وہ دوسرے مریضوں کو طمع دنیا سے نہ بچا سکے گا۔ پس خلیفۃ اللہ کا ہوا و ہوس حرص و طمع و جملہ اثرات نفسانیہ شیطانیہ سے پاک و منزہ ہونا ضروری ہے۔ اور واجب ہے۔ کہ وہ نفس کبھی اغواء شیطانی سے متاثر نہ ہو سکے۔ بلکہ شیطان قطعاً وہاں دخل نہ پا سکے۔ اور نفس نبی بالفطرۃ اسی کو دفع کرانے کی قدرت و طاقت و استطاعت رکھتا ہو۔ ورنہ اس میں ہرگز نبی اللہ و خلیفۃ اللہ بننے کی قابلیت و استعداد نہ ہوگی۔ بلکہ اس کی شان یہ ہو۔ کہ ایک بات بھی اپنی طرف اور اپنی خواہش نفس سے نہ کہے۔ اور "مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ہو" (سورہ نجم: ۳، ۴) اور یہی اصل کمال نبوت ہے۔

اس جملہ کی مزید تصریح و تشریح

یہ مسلم ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ خلیفہ صاحب علم لدنی و موہبی و مورد وحی الٰہی ہوتا ہے۔ اور پہلے دونوں حصوں میں بھی اس کی کافی تشریح آ چکی ہے۔ اور نبی اللہ و خلیفۃ اللہ کا صاحب وحی اور الہام ہونا اہل اسلام کا مسلم مسئلہ ہے۔ "اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَیَّ" (سورہ الکھف: ۱۱۰) اس کی تعریف و توصیف۔ "وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَيْهِمْ" (سورہ یوسف ۱۰۹) ہم نے تجھ سے پہلے نہیں مبعوث بہ رسالت کئے۔ مگر ایسے ہی لوگ جن کو ہم حی کرتے ہیں اور آیات اس باب میں بکثرت ہیں۔ "اِنْ يُّوْحٰى اِلَیَّ اِلَّا اَنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ" (سورہ ص: ۷۰) "قُلْ اِنَّمَا اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ" (سورہ الاعراف: ۲۰۳) "وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى" (سورہ اعراف: ۱۶۰) "وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ الخ" (سورہ نساء: ۱۶۳) "وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِ" (سورہ یوسف: ۱۵) "وَاَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ" (سورہ نساء: ۱۶۳) اور یہ امر بھی متفق علیہ اہل اسلام ہے۔ کہ شیطان انسان کی رگ و پے میں ساری ہے۔ اور اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ "وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ يُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ" (سورہ ناس: ۱ تا ۶) شیطان کا نام ہی وسواس خناس ہے۔ اور بہت سی باتیں شیاطین القا کرتے ہیں۔ اور کانوں میں پھونکتے رہتے ہیں۔ "يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ" یہ کانوں میں پھونکتے ہیں اور القاء کرتے ہیں۔ اور زیادہ تر جھوٹے ہوتے ہیں۔ کچھ باتیں سچی بھی ہوتی ہیں۔ اِدھر اُدھر کی باتیں القاء کرتے ہیں۔ بلکہ شیاطین اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں۔ "اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰى اَوْلِيٰٓئِهِمْ" شیاطین اپنے دوستوں اور شیطانی کام

کرنے والوں کو وحی کرتے رہتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ وحی رحمانی (الٰہی) بھی ہوتی ہے۔ اور وحی شیطانی بھی۔ اور ضرور ہونی بھی چاہیئے۔ کیونکہ شیطان کو مہلت دی ہوئی ہے۔ وہ ہادی دین اور خلیفہ خدا کے مقابلہ میں مظہر المصل ہے اگر برگزیدہ بندگان خدا کو تائید ربانی و وحی والہام رحمانی ہمیشہ شامل رہے اور پہنچتا رہے۔ اور گمراہ کنندہ ہستیوں کو کچھ بھی نہ ہو۔ اور اولیاء شیاطین اس سے محروم ہیں۔ تو ہدایت کا مقابلہ نہ ہو سکے گا۔ اور راہ حق اور راہ باطل اختیار کرنے والوں کا امتحان کامل نہ ہوگا۔ پس وحی رحمانی کے ساتھ وحی شیطانی بھی ضرور ہے۔ خدا اپنے خاص بندوں کو وحی کرتا ہے۔ اور شیطان بھی اپنے خاص مریدوں اور دوستوں کو وحی کرتا ہے۔ اور ان کے دلوں میں القاء کرتا ہے۔ اب لوگ کیونکر پہچانیں۔ کہ فلاں شخص جو دعوے وحی کرتا ہے۔ آیا اس کی وحی وحی شیطانی ہے یا رحمانی؟ بہت ممکن ہے۔ کہ اس کی وحی شیطانی ہو۔ نہ رحمانی۔ چنانچہ دنیا میں بہت سے جھوٹے پیغمبر بھی بنتے ہیں۔ اور بنتے رہتے ہیں۔ اور اس زمانے کی نسبت تو آنحضرتؐ کی پیشین گوئیاں ہی ہیں۔ کہ تا ظہور مہدی آخر الزمانؑ بہت سے دجال اور جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہوں گے۔ جن کی تصدیق ہو رہی ہے۔ اور اہل بصیرت جانتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی سوال ہوتا ہے۔ کہ ایک شخص جو دعویٰ کرتا ہے۔ کہ اس کو وحی ہوتی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ ہوتی ہو۔ مگر وہ وحی رحمانی نہ ہو۔ بلکہ شیطانی ہو۔ پس نبی کس طرح تمیز کرتا ہے۔ کہ یہ جو کچھ مجھ کو القاء ہو رہا ہے۔ اور دل میں اتر رہا ہے۔ جو تعلیم دیا جا رہا ہے۔ جو الہام کیا جا رہا ہے۔ من جانب اللہ ہی ہے۔ جب کہ الہام شیطانی بھی ہوتا ہے۔ مدعیان نبوت جدیدہ اس کا جواب دیں۔ وہ کیا چیز ہے۔ وہ کیا قوت ہے۔ وہ کونسی دلیل و بُرہان ربانی ہے۔ جس سے پیغمبر وسوسہ شیطانی۔ القاء شیطانی۔ وحی شیطانی سے محفوظ رہتا ہے۔ اور جو کچھ اس پیغمبر برحق کو القاء والہام ہوتا ہے اس کو یقین کامل وحق الیقین حاصل ہوتا ہے۔ کہ خدا ہی اس سے ہمکلام ہو رہا ہے؟ اور صاحب وحی والہام ربانی میں ظاہری امتیاز کیا جانا چاہیئے۔ جس سے وہ پہچانا جا سکے۔ کہ وہ پیغمبر برحق ہے۔ اور سچے اور جھوٹے مدعیان نبوت میں تمیز ہو۔ خلیفہ خدا خلیفہ الناس سے جدا دیکھا جا سکے۔ سچی اور جھوٹی وحی پہچان جائے؟ جب اہل عقل و بصیرت اس میں غور کریں گے۔ تو ضرور اس کو تسلیم کریں گے۔ کہ خلیفہ خدا و نبی اللہ میں ضرور دوسرے عام انسانوں سے امتیاز ہوتا ہے۔ اور نفس نبوتی غیر نفس عامۃ الناس ہوتا ہے۔ اور روح نبوتی جو محل وحی ہے ضرور فوق ارواح ہوتی ہے۔ اور کل ارواح طیبہ وخبیثہ اس کے ماتحت ہیں۔ روح شیطانی اس کے تحت ہے۔ اور وہ فوق پس روح شیطانی استطاعت نہیں رکھتی۔ کہ وہ روح بنوہتی پر غلبہ پیدا کر سکے۔ اور اس پر غالب آسکے۔ چہ جائیکہ اس کو الہام والقاء کر سکے۔ یا نفس نبوی میں وسوسہ ڈال سکے۔ اسی روح پاک کے ذریعہ نبی پہچانا جاتا ہے۔ کہ جو کچھ اس کو القاء ہو رہا ہے۔ جو کچھ اس سے کہا جا رہا ہے۔ یہ وحی خدا ہے۔ اور خدا ہی اس سے کلام کر رہا ہے۔ اگر یہ نہ ہو۔ تو ہرگز نبی وسوسہ شیطانی اور القاء شیطان سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور ہرگز القاء شیطانی اور وحی رحمانی میں فرق نہیں کر سکتا۔ اور اگر ایسا ہو۔ کہ اس کو بھی وسوسہ شیطانی ہو سکے۔ تو وہ نبی اللہ نہیں ہے۔ وہ لوگوں کو ہدایت نہیں کر سکتا۔ وہ لوگوں کے نفوس کا تزکیہ نہیں کر سکتا۔ وہ جھوٹا ہے۔ اور جو شخص خلیفۃ اللہ اور نبی اللہ کی نسبت یہ خیال کرے۔ کہ وہ وسوسہ شیطانی

رکھتا ہے۔ وہ خود جھوٹا ہے۔ وہ اپنے اسلام و ایمان کی خبر لے۔ " هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ○ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينَ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ " (سورہ الشعراء: ۲۲۱/۲۲۲) کیا ہم تمہیں خبر دیں۔ کہ شیاطین کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں؟ کن کو القاء کرتے ہیں۔ کن پر وحی بھیجتے ہیں؟ شیاطین ہر جھوٹے گنہگار پر نازل ہوتے ہیں۔ اور اپنے انہیں دوستوں کو وحی کرتے ہیں۔ اور اس سے معلوم ہوا۔ کہ صاحبان وحی شیطانی ضرور جھوٹے اور گنہگار ہوتے ہیں۔ اور جب ہی ان پر شیاطین آتے ہیں۔ جیسا کہ وہ جھوٹ اور گناہ میں کامل ہو کر شیطان کے دوستوں اور اولیاء میں شامل ہو جاتے ہیں۔ وحی شیطانی کے مورد اور محل ہونے سے پہلے ان کا کاذب و افاک و اثیم ہونا ضروری ہے۔ وحی شیطانی ان کے کذب و افترا اور اثم و گناہ پر فرع ہے۔ اسی طرح اس کے برعکس صاحبان وحی الٰہی کا جملہ گناہان صغیرہ و کبیرہ و کذب و افترا سے قبل نزول وحی پاک و پاکیزہ ہونا ضروری ہے۔ اور روز ولادت سے یہ طہارت و تزکیہ ان کا ضروری ہے۔ اور اسی کا نام عصمت ہے۔ جو طہارت جسمانی فطری طبعی اور طہارت نفسانی و روح قدسانی کا نتیجہ ہے۔ یہاں سے حسب ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں۔ اوّل نفوس انسانی محل حرص و طمع و ہوا و ہوس ہیں۔ اور اسی واسطے ان کی ہدایت اور ان کی اصلاح اور ان کی تزکیہ کی بذریعہ خلفاء اللہ ضرورت ہے۔ دوم اس اعتبار سے ہادی دین خلیفۃ اللہ نبی اللہ کا ان نقائص عیوب سے پاک ہونا ضروری ہے۔ سوم وحی دو قسم کی ہے۔ ایک وحی رحمانی۔ دوم وحی شیطانی۔ اور جب تک نبی اللہ کوئی قدوسی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس وحی شیطانی اور وسوسہ شیطانی سے پاک و محفوظ نہیں رہ سکتا۔ چہارم خلیفہ ضرور ایک برہان ربانی رکھتا ہے۔ جس سے حق و باطل میں تمیز کرتا ہے۔ کلام رحمانی و شیطان میں تمیز کرتا ہے۔ اور وہ برہان سلطان الٰہی ہے۔ جس سے شیاطین پر غلبہ رکھتا ہے۔ " وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ " (سورہ یوسف: ۲۴) زلیخا نے یوسفؑ کا قصد کیا۔ اور اگر یوسف بُرہان ربی نہ دیکھتے اور نہ رکھتے ہوتے۔ تو وہ بھی اس کا قصد کر بیٹھتے۔ اسی برہان زنی نے انہیں محفوظ رکھا۔ اور بہکانے والے دشمن کی زبان نے آپ کی عصمت کی صریح لفظوں میں گواہی دی۔ "عَن نَّفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ " (سورہ یوسف: ۳۲) ہاں اب تو حق کھل ہی گیا۔ میں نے ہی یوسفؑ کو بہکایا تھا۔ پس اس نے اپنے کو بچائے رکھا۔ اور وہ معصوم رہا۔ اور اسی طرح چھ شہادتیں حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت و عفت پر قرآن پاک میں موجود ہیں۔ خدا بُرا کرے اور ان لوگوں کا جو باوجود سات براہین قرآنی یوسفؑ کو مطعون قرار دیتے ہیں۔ یہ دشمنان انبیاء اللہ ہیں۔ اور ان کی معرفت نہیں رکھتے ہیں۔ پنجم نفس خلیفۃ اللہ فوق نفوس اور روح خلیفہ "اللہ فوق ارواح ہے۔ بغیر اس کے وہ قابل خلافت الٰہیہ نہیں ہو سکتا۔ اور روح خلافتی کی نسبت قدسیہ کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ ششم جھوٹے اور گنہگار لوگوں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔ اور ان کو وحی کرتے ہیں۔ اور جب تک وہ شیطانی چیلے نہ بن جائیں شیاطین ان پر یہ تسلط پیدا نہیں کر سکتے۔ فرمان باری عزاسمہ ہے۔ کہ میرے بندوں پر تجھ شیطان کو کوئی تسلط حاصل نہیں ہے۔ جب تک یہ شیطان کے بندے نہ بن جائیں۔ مورد وحی شیطانی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ عقلاً محال ہے۔ نسخہ کاملہ تامہ قدرت و صنعت پروردگار عالم جو انسان ہے۔ تحت تصرف دشمن خدا آ سکے۔ جب تک وہ ولایت خداوندی سے

نکل نہ جائے۔اور تحت ولایت شیطانی داخل نہ ہو جائے۔ " اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِینَ آمَنُواْ یُخرِجُھُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَی النُّورِ وَالَّذِینَ کَفَرُواْ أَوْلِیَآؤُھُمُ الطَّاغُوتُ یُخرِجُونَھُم مِّنَ النُّورِ إِلَی الظُّلُمَاتِ "(سورہ بقرہ:۲۵۷) اہل ایمان کو خدا اپنے نور میں رکھتا ہے۔اہل باطل کو طاغوت بہکاتے ہیں۔اور نور سے ظلمت میں لے جاتے ہیں۔" وَإِنَّ الشَّیَاطِینَ لَیُوحُونَ إِلَی أَوْلِیَآئِھِمْ " (سورہ الانعام:۱۲۱) شیاطین اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں۔" أَفَتَتَّخِذُونَہُ وَذُرِّیَّتَہُ أَوْلِیَاءَ مِن دُونِی وَھُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظَّالِمِینَ بَدَلاً ○ مَا أَشْھَدتُّھُمْ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ أَنفُسِھِمْ وَمَا کُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّینَ عَضُداً ○ "(سورہ الکہف:۵۰/۵۱)۔کیا تم لوگ شیطان اور اس کی ذریت کو اپنا ولی متصرف بناتے ہو۔اور مجھے چھوڑتے ہو۔حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ یہ تو ظالمین کے لئے بہت ہی بُرا عوض ہے۔کہ ولی حق کو چھوڑ کر ولی باطل کو اختیار کیا ہے۔اور میں نے تو ان شیاطین کو نہ اپنی زمین کی خلقت کے وقت حاضر کیا۔اور نہ آسمان کی خلقت کے وقت یہ موجود تھے۔نہ خود اپنی خلقت جسمانی ونفسانی کے وقت ان کی ارواح شاہد تھیں۔اور دیکھ رہی تھیں۔اور میں ایسے گمراہ کرنے والوں کو اپنا بازو بنانے والا نہ تھا پھر کیونکہ ولی متصرف فی العالم اور خلیفۃ اللہ بن سکتے ہیں۔ہمارے بعد ولایت انہی کے لئے ہے۔ جو اس وقت پیدا ہوئے۔جبکہ کچھ بھی نہ تھا۔نہ زمین نہ آسمان اور نہ جن نہ انسان۔وہی ہماری ولایت کے مظہر مطلق ہیں۔ إِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُولُہُ (سورہ المائدہ:۵۵)۔ ہفتم جھوٹے مدعیان نبوت وخلافت کو وحی ضرور ہوا کرتی ہے۔اور وہ دعویٰ وحی میں سچے ہوتے ہیں۔اور یہی ان کی ایک سچی بات ہے۔مگر وحی شیطانی ہوتی ہے نہ وحی رحمانی۔لوگ فرق نہیں کر سکتے۔دھوکہ کھا جاتے ہیں۔وہ انہیں بہت سی باتیں بھی وحی کی سنا دیتے ہیں۔ایک آدھ کوئی سچی بھی نکل آتی ہے۔باقی سب جھوٹی نکلتی ہیں۔" یُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَکْثَرُھُمْ کَاذِبُونَ " (سورہ الشعراء:۲۲۳) ان سچی پر کودتے اور اچھلتے ہیں۔جھوٹی کی تاویلیں کرتے ہیں۔اور بعد تکذیب اس کے معنی گھڑ لیتے ہیں۔ اور پھر اس جھوٹ کے ثبوت کے لئے کل انبیاء اللہ کو جھوٹا بتاتے ہیں۔اور کہہ دیتے ہیں۔کہ ہر ایک نبی کی کوئی نہ کوئی نہ کوئی پیشین گوئی غلط نکلتی ہے۔یہی ان جھوٹے مدعیوں اور ان کے اصحاب کے جھوٹ کی ایک سچی علامت ہے۔ کہ سچوں کو جھوٹا کہتے ہیں۔ ہشتم ان جھوٹے مدعیان نبوت کی ایک یہی شناخت ہے۔کہ کچھ باتیں ان کی سچی ہوتی ہیں۔اور زیادہ جھوٹی۔اور اس کے بالمقابل سچے انبیاء اللہ کی شناخت یہی ہوئی۔کہ ان کی کل باتیں سچی ہوں۔کل پیشین گوئیاں صادق نکلیں۔اور یہ قطعاً محال ہے۔کہ خداوند حکیم علیم ازلی کچھ بتلائے۔اور کچھ خبر دے۔اور وہ غلط ثابت ہو۔یا نبی اس کو اور اس کے معنی اور مطلب کو نہ سمجھ سکے۔اور کچھ کا کچھ سمجھ جائے۔ایسا کہنے اور کرنے والا سچا نبی نہیں ہے۔ نہم اسی بیان سے ثابت ہوتا ہے۔کہ خداوند عالم اپنے ان برگزیدہ بندوں کو اس لئے اپنی وحی والہام سے مخصوص فرماتا ہے۔کہ ان کو خود ہی تعلیم دے۔اور اسی کا دخل ہو۔خلیفہ خدا سوائے خدا کے کسی سے تعلیم نہ پائے۔چنانچہ جناب رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔" عَلَّمَنِی رَبِّی فَأَحْسَنَ تَعْلِیمِی أَدَّبَنِی رَبِّی فَأَحْسَنَ تَادِیبِی " خدا نے خود ہی مجھے تعلیم دی۔اور خوب اعلیٰ تعلیم دی۔اور اللہ نے مجھے ادب سکھایا۔اور خوب سکھایا۔سب

ان کی تعلیم کے محتاج ہوتے ہیں۔اور یہ خدا کی تعلیم کے۔اس لئے ضروری ہے۔کہ خلفاء اللہ کبھی کسی سے کوئی علم نہ سیکھیں۔اور کسی سے کچھ تعلیم نہ پائیں۔جن کا خدا معلم ہے۔وہ کسی دوسرے معلم کے پاس کیونکر جاسکتے ہیں۔اور چونکہ الہام ووحی کا تعلق روح سے ہے نہ جسم سے۔لہٰذا وحی کے لئے عالم جسمانی وعالم روحانی یکساں ہے۔پس چاہئے۔کہ یہ عالم روحانی سے تعلیم لے کر آئیں۔جو عالم جسمانی سے فوق اور شیطانی گرفت سے بالا ہے۔ورنہ اگر ان کو عالم جسمانی اور جسمانی نشوونما کے بعد وحی ہو۔عام لوگوں کے لئے وحی شیطانی سے شبہ پڑ جائے گا۔کیونکہ وحی شیطانی کا تعلق عالم جسمانی ہی سے ہے۔نہ عالم روحانی سے۔اس لئے ضروری ہوا۔کہ خلیفۃ اللہ و نبی اللہ اوّل خلقت میں علم ساتھ لیکر آئے۔اور شکم مادر سے عالم پیدا ہو۔تاکہ جھوٹے مدعیوں سے اس کو امتیاز حاصل ہو جائے۔ اور دراصل ایسا ہی ہے۔یہ خاصان خدا ماں کے پیٹ سے عالم پیدا ہوتے ہیں۔اور کسی سے تعلیم نہیں پاتے۔جو شخص دوسروں سے تعلیم پاتا رہا ہو۔اور دعوے نبوت یا امامت وخلافت کرے۔جھوٹا ہے۔اور اس کو شیطان القا کرتا اور یہ ایک نہایت بین نشان صداقت پیغمبری کا ہے۔

خلاصہ۔جملہ خلفاء اللہ کے لئے یہ علم لدنی وعصمت وطہارت لازمی ہے اور کوئی اس سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اور چونکہ ثابت ہو چکا ہے۔کہ سلسلہ خلافت عالم از ابتدا تا انتہا ہے۔اور یہ خلافت کبھی بصورت نبوت ظاہر ہوتی ہے۔اور کبھی بصورت رسالت۔اور کبھی بصورت امامت۔اور کبھی بصورت جامعیت نبوت ورسالت وامامت۔ پس جس طرح یہ خصائص نبی اللہ ورسول اللہ کے لئے ضروری ہیں۔اسی طرح امام خلق کے لئے بھی لازمی ہیں۔ اور یہی اوصافِ امامت ہیں۔وہ اس سے کسی طرح مستثنیٰ نہیں ہوسکتے۔امامت کوئی علیحدہ رشتہ نہیں ہے۔مزید تفصیل آئندہ آئے گی۔طہارت جسم وتزکیہ نفس وقدوسیت روح کا اثر عصمت وعفت ہے۔جس طرح نبی اللہ کے لئے بحیثیت نبوت ہے۔اسی طرح امام کے لئے بحیثیت امامت ہے۔اور اسی طرح وہ صاحب وحی والہام ہے۔ جو اس کا منکر ہو۔وہ حقیقت خلافت الٰہیہ سے بالکل بے خبر اور ماہیت امامت سے قطعاً جاہل ہے۔اور چونکہ آنحضرتؐ ان جملہ مراتب میں درجہ ختم مراتب پر ہیں۔جملہ اوصاف میں سب سے افضل واکمل ہیں۔اور سب سے اقرب الی اللہ ہیں۔اور اس لئے ان کی عصمت فوق جمیع انبیاء اللہ ہے۔اور یہ ذات ترکِ اولیٰ سے بھی بری ہے۔اور معصومینؑ شریک عصمت رسول اللہؐ۔اور چونکہ اقرب الخلق الی اللہ ہیں۔یہاں وحی میں امین وحی حضرت جبرئیلؑ بھی واسطہ نہیں ہیں۔" اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ○ (سورہ الرحمٰن:۱،۲) وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ○ (سورہ النمل:۶) اگر واسطہ ہیں۔تو تنزیل میں نہ تعلیم میں۔ وبینھما بون بعید۔ کلام اللہ۔کتابُ اللہ۔قرآن اور فرقان کی حقیقتوں اور ان کے معانی پر غور کرو۔رازہائے قدرت منکشف ہوں گے۔اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ○ (سورہ محمدؐ:۲۴)

تقرب محمدیؐ کی ایک اور دلیل

بارگاہ قدس میں دوسری حیثیت سے جب مسئلہ تقرب پر نظر ڈالیں۔تو تقرب کی دو اصلیں نظر آئیں گی۔

ایک من حیث الخلقت۔ یعنی مقامِ خلقت میں خالق کی جانب سے مخلوق کا مرتبہ تقرب۔ دوم مقام تکلیف میں عبد کا معبود کی طرف سے تقرب۔ مبدءِ خلقت کے لحاظ سے خالق کا اسی مخلوق کو سب سے زیادہ تقرب حاصل ہوگا۔ جو بلا واسطہ غیر مخلوق ہو۔ یعنی اوّل مخلوق خالق کی جناب میں سب سے اقرب ہوتا ہے۔ اور یہ ہم حصص سابقہ میں ثابت کر آئے ہیں۔ کہ وجود محمدی ہی سب سے پہلا مخلوق ہے۔ اور سب اس کے بعد۔ پس اس حیثیت سے اقرب الخلق الی اللہ وجود محمدی ہوا۔ دوسری حیثیت یعنی عبد کی حیثیت سے مقام تکلیف میں معبود سے تقرب۔ تو اس کی علت عبادت ہے۔ اور اس حیثیت سے بھی اوّل تقرب اسی وجود کو حاصل ہے۔ کہ یہ اوّل المومنین والمسلمین ہے۔ اوّل السابقین ہے۔ اور اوّل العابدین ہے۔ " قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ "(سورہ الزخرف: ۸۱) پس اوّل العابدین اقرب الخلق الی ربّ العالمین ہے۔ اور وہ وجود محمدی ہی ہے۔ اور احادیث وروایات تقدم خلقت نور اپنی تصانیف میں مفصل لکھ چکے ہیں۔ اور رسالہ ''البرہان'' میں ان پر مشرح بحث کی ہے۔ یہاں اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں۔ نور محمدی اس وقت تھا۔ جب کہ عالم ایجاد میں کچھ نہ تھا۔ اُوپر ذات خداوندی نور سموات والارض تھی۔ اور نیچے یہ قندیل نور الٰہی۔ اور چونکہ عین تحت نور یہ ذات تھی۔ اور کوئی واسطہ درمیان نہ تھا۔ کوئی چیز اس کے لئے مقابلہ میں حائل و مانع وحاجب نہ تھی۔ اور اس لئے یہ وجود نورانی اقدس سایہ نہ رکھتا تھا۔ اور من حیث الخلقت عین خلقت عدل ووسط میں تھا۔ اور کل عالم ایجاد اس کے انوار کی شعاعوں کے عکس۔ عالم امکان میں جو کچھ ہے۔ اسی نور کا جلوہ ہے۔ انبیاء اللہ اس نور کی شعاعیں ہیں۔ جو عالم کو روشنی بخشتے رہتے ہیں۔ اور کل اس رحمۃ للعالمین کے فیض نور سے مستفیض ہوتے ہیں۔ دیکھو حصہ دوم اور احاطہ نور محمدی اور بیان علوی۔ " تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْراً "(سورہ الفرقان:۱)۔

مناسب ہے۔ کہ یہاں اس نور ازلی کی شعاعوں کی چمک ایک صحابی رسولؐ اللہ کی زبان سے دکھلا دیں۔ جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ تو "کنتم خیر امۃ" کی تفسیر کرتے ہوئے رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا۔ اوّل جو چیز خدا نے خلق فرمائی۔ وہ میرا نور ہے۔ اس کو اپنے نور سے اوّل اوّل خلق کیا۔ اور اپنے جلال عظمت سے اشتقاق فرمایا۔ تو وہ نور مقام قدرت کا طواف کرنے لگا۔ اور اسّی ہزار سال میں جلال عظمت الٰہی تک پہنچا۔ اور پھر خدا کی تعظیمی سجدہ کیا۔ (آپ ہی اوّل الساجدین ہیں)۔ پس اس نور سے خدا نے نور علیؑ کو مشتق کیا۔ پس میرے نور نے عظمت کا احاطہ کیا۔ اور نور علیؑ نے قدرت کا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عرش۔ کُرسی۔ آفتاب۔ عقل۔ نور ابصار ونورِ بصیرت ومعرفت وقلوب عباد کو میرے نور سے خلق فرمایا۔ اور میرا نور نورِ خدا سے مشتق ہے۔ پس ہم ہی اوّل ہیں۔ ہم ہی آخر ہیں۔ ہم ہی سابق ہیں۔ اور ہم ہی تسبیح کرنے والے ہیں۔ ہم ہی شافع ہیں۔ ہم ہی کلمۃ اللہ ہیں۔ ہم ہی خاصان خدا ہیں۔ ہم ہی دوستان ربّ اعلیٰ ہیں۔ ہم ہی وجہ اللہ ہیں۔ ہم ہی جنب اللہ ہیں۔ ہم ہی دست خدا ہیں۔ ہم ہی زمین میں امین خدا ہیں۔ ہم خزانہ وحی الٰہی اور دربان باب غیب الٰہی ہیں۔ ہم معدن تنزیل ومعنی تاویل ہیں۔ ہمارے ہی گھروں میں جبرئیل نازل ہوئے۔ ہم

ہی محل قدس الٰہی ہیں۔ ہم مصابیح حکمت و مفاتیح رحمت و ینابیع نعمت ہیں۔ ہم شرف امت ہیں۔ ہم سلاطین ملک الٰہی سرداران بندگان خدا ہیں۔ ہم کافی و ضامن اور ہم ہی نگران و حامی اور حاکم و والی ہیں۔ جو ہم پر ایمان لایا۔ وہ خدا پر ایمان لایا۔ جو ہمارا منکر ہوا۔ وہ خدا کا منکر ہوا۔ ہم سبیل و سلسبیل اور ہم نہج قویم و صراط مستقیم ہیں۔ ہم ہی وجہ وصال الٰہی و وسیلہ خدائی ہیں۔ ہمارے ہی لئے عصمت و خلافت و ہدایت ہے۔ اور ہم میں ہی نبوت و رسالت و امامت ہے۔ ہم معدن حکمت و باب رحمت و شجرۂ عصمت ہیں۔ ہم کلمہ تقویٰ۔ مثل اعلیٰ۔ حجت عظمیٰ اور وہ عروۃ الوثقیٰ ہیں۔ کہ جس نے اس سے تمسک کرلیا۔ وہ نجات پا گیا۔ یہی صحابی رسولؐ یہ روایت بھی بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا۔ یا نبی اللہ خدا نے جو چیز پہلے پہل خلق فرمائی۔ وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ اے جابر۔ وہ تیرے نبی کا نور ہے۔ اللہ نے اوّل اس کو خلق کیا۔ اور پھر اس سے ہر چیز کو خلق فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے سامنے مقام قرب میں مدت تک کھڑا کیا۔ اور پھر اس کو چند قسمیں کیا۔ اور ایک قسم سے عرش۔ ایک سے کرسی۔ ایک سے حاملان عرش و خازنان کرسی کو خلق فرمایا۔ اور چوتھے حصہ اور قسم چہارم کو مقام خوف میں کھڑا کیا۔ اور پھر اس کے چار حصے کئے۔ ایک حصہ سے قلم کو پیدا کیا۔ ایک سے لوح کو۔ ایک سے جنت کو اور قسم چہارم کو مقام رجا میں رکھا۔ اور پھر اس کے بھی اجزاء ہوئے۔ ایک جزو سے عقل کو ایک سے علم و حلم کو اور ایک سے عصمت و توفیق کو خلق کیا۔ اور جزو چہارم کو مقام حیاء میں ایک مدت تک رکھا۔ اور پھر اس کی طرف نظر ہیبت سے دیکھا۔ تو اس نور کو پسینہ آیا۔ اور اس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے ٹپکے۔ پس ہر قطرہ نور محمدی سے ایک نبی و رسول کی روح کو خلق فرمایا۔ اور جب ان ارواح نے سانس لیا۔ تو ان سے ارواح اولیاء و شہدا و صالحین پیدا ہوئیں۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

جناب باقر العلومؑ سے جابر بن یزید جعفیؒ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا کہ خدا تھا۔ اور کوئی معلوم و مجہول شے نہ تھی۔ تب اوّل اوّل اللہ نے نور محمدؐ کو خلق فرمایا۔ اور ہم اہل البیت کو اس کے ساتھ اپنے نور عظمت سے خلق کیا۔ اور ہمیں ظلال سبز کی صورت میں اپنے سامنے مقام قرب میں کھڑا کیا۔'' الخ۔ ان سے بخوبی تصدیق ہو گئی۔ کہ کل انبیاءؑ و اولیاءؑ اسی نور محمدی کی شعاعیں اور اسی کے قطرات ہیں۔ اور کل مخلوقات تحت نور محمدیؐ۔ اور نور محمدیؐ عین تحت ظل الٰہی۔ پس وجود محمدیؐ فوق مخلوق و تحت خالق ہے۔ اور صراط محمدیؐ تحت صراط الٰہی۔ اور کوئی وجود خدا اور اس کے درمیان واسطہ اور حاجب و حائل نہیں ہے۔ بلکہ وہی خالق و مخلوق کے درمیان واسط کبریٰ بلکہ حجاب اکبر الٰہی ہے۔ اور علیؑ ابن ابی طالبؑ نے ارشاد فرمایا ہے۔ مُحَمَّدٌ حِجَابُ اللّٰہِ۔ محمدؐ حجاب الٰہی ہے۔ اور خود آنحضرتؐ کی احادیث سے مستنبط ہے۔ اور احادیث و آیات مذکورہ اس ثبوت کیلئے کافی ہیں۔ بعض آیات آگے چل کر اور ذکر کریں گے۔

خلافت الٰہیہ کی حقیقت اور تصرف خلیفہ مطلق

ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ خلافت الٰہیہ کی حقیقت تصرف ہے۔ اور نبی وہی ہوتا ہے۔ جو عالم کون و فساد میں

تصرف رکھتا ہو۔ اور چونکہ درجات نبوت میں ارتقائی تفاضل ہے۔ یہ حقیقت تصرف بھی درجہ بدرجہ زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور جس طرح مقام ختمیت میں آکر تمام مراتب ماتحت بحیثیت علوم نبوت درجات نبوت درجہ تمام وکمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ ضروری ہے۔ کہ منتہائے نقطہ خلافت الٰہیہ اور درجہ خلیفۃ اللہ المطلق پر پہنچ کر تصرف خلافتی بھی درجہ تمام وکمال پر ہو۔ اور کل عوالم امکان پر تصرف رکھتا ہو۔ اور کوئی وجود اس میں اس سے بالا اور برتر نہ ہو۔ اور یہی مقام ولایت مطلقہ ہے۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ اور کل مراتب اس ولایت کے تحت میں ہیں۔ اور کل مظاہر متصرفہ سے خاتم النبیینؐ فوقیت رکھتے ہیں۔ کہ آپ کی ذات مظہر جامع ذات مسجع جمیع صفات کمالیہ ہے۔ وہ ولی بالذات و بذاتہ ہے۔ وَاللّٰہُ ھُوَ الْوَلِیُّ۔ وہ علیم ہے۔ حکیم ہے۔ حی ہے۔ قیوم ہے۔ قدیر ہے۔ عزیز ہے۔ سمیع ہے۔ بصیر ہے۔ خالق ہے۔ رازق ہے۔ محی ہے۔ ممیت ہے وغیر ذالك من الاسماء۔ اور ہر اسم ایک مظہر رکھتا ہے۔ اور اسم الولی جامع جمیع اسماء صفات ہے۔ پس مظہر اسم الولی جامع جمیع مظاہر وفوق کل مظاہر ملائکہ وغیر ملائکہ ہے۔ افتتخذونہ ردریتہ اولیآء من دونی الآیہ کو تلاوت کرو۔ اور حصہ اوّل و دوم کو ملاحظہ کرو۔ معلوم ہوگا۔ کہ یہ تصرف وجود اولیٰ اور صادر اوّل ہی کو حاصل ہوسکتا ہے۔ کل انبیاء اللہ حسب درجہ نبوت ورسالت تصرف فی العالم رکھتے ہیں۔ مگر تصرف محمدیؐ فوق تصرف جمیع انبیاء اللہ ہے۔ ہر نبی ورسول آیات بینات لیکر آیا ہے۔ "ثُمَّ بَعَثْنَا مِن بَعْدِھِم مُّوسَی بِآیَاتِنَا" (سورہ الاعراف: ۱۰۳)۔ پھر ہم نے موسیٰؑ کو اپنی آیات اور نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔ "فَقُلْنَا اذْھَبَا اِلَی الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوا بِآیَاتِنَا" (سورہ الفرقان: ۳۶) ہم نے موسیٰ وہارونؑ سے کہا۔ کہ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ۔ جنہوں نے ہماری ان آیات کی تکذیب کی ہے جو ہم نے تم سے پہلے ان کی طرف بھیجی تھیں۔ "وَلَقَدْ آیْتَنَاہُ اٰیَاتِنَا کُلَّھَا"۔ اور ہم نے اس کو اپنی بہت سی آیات عطا کیں۔ "وَلَقَدْ آتَیْنَا مُوسَی تِسْعَ آیَاتٍ" (سورہ بنی اسرائیل: ۱۰۱)۔ ہم نے عصا۔ ید بیضا وغیرہ نو آیتیں موسیٰؑ کو عطا کیں۔ " وَأَدْخِلْ یَدَكَ فِي جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَاءَ مِنْ غَیْرِ سُوءٍ" (سورہ النمل: ۱۲) اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالو۔ کہ وہ بلا تکلیف کے تمہارے لئے ایک اور معجزہ ونشانی ہوکر نکلے گا۔ " ھَذِہِ نَاقَةُ اللّٰہِ لَکُمْ آیَةً" (سورہ الاعراف: ۷۳) یہ اونٹنی جو صالحؑ نے پہاڑ سے نکالی ہے۔ ایک بڑا معجزہ اور تمہارے لئے اس کی صداقت اور حقانیت کی ایک نشانی ہے۔ "وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗ اٰیَہ" (سورہ سورہ المومنون: ۵۱)۔ ہم نے عیسیٰؑ بن مریمؑ اور ان کی ماں کو اپنی نشانی بنایا۔ خلقت حضرت عیسیٰؑ ایک معجزہ ہے۔ حضرت مریمؑ کا بغیر شوہر جننا ایک معجزہ ہے۔ " وَجَعَلْنَاھَا وَابْنَھَا اٰیَةً لِّلْعَالَمِیْنَ" (سورہ الانبیاء: ۹۱)۔ ہم نے مریمؑ اور اس کے بیٹے عیسیٰؑ بن مریمؑ کو تمام عالمین کیلئے اپنی قدرت وحکمت کی نشانی بنایا ہے۔ "وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ" (سورہ النساء: ۱۷۱)۔ یہ کلمۃ اللہ ہے۔ جو مریمؑ کو عطا کیا گیا ہے۔ اور ایک رُوح قدسی ہے۔ وَمَا نُرِیھِم مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا ھِیَ اَکْبَرُ مِنْ اُخْتِھَا" (سورہ الزخرف: ۴۸)۔ ہم جو جو آیت انہیں دکھلاتے جاتے ہیں۔ وہ پہلی سے بڑھ کر ہی ہوتی ہے۔ "وَکَذٰلِكَ نُرِی اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورہ الانعام: ۷۵)۔ ہم نے اسی طرح سے ابراہیم کو باطن زمین وآسمان دکھلائے۔ ہر نبی کوئی نہ کوئی

آیت لاتا ہے۔ اور دکھلاتا ہے۔ حضرت ابراہیم مقام امامت پر فائز ہوئے۔ تو ان کو بواطن زمین و آسمان آیات ارضی وسماوی دکھلائی گئیں۔ اور انہوں نے بہت سے معجزے امت کو بتلائے۔ اور اس سے ان کی امامت کا مرتبہ و مقام معلوم ہوا۔ اور مقام ختمی میں فرمایا۔ " اَسْرَیٰ بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا" (سورہ بنی اسرائیل:۱)۔ اپنے پیارے بندے کو خدارات کے وقت مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک لے گیا۔ تاکہ ہم اپنی آیات اسے دکھلا دیں۔ "اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ" (سورہ بنی اسرائیل:۱)۔ بیشک وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ " وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی ○ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ○ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوْحٰی ○ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ○ ذُوْ مِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی ○ وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ○ (سورہ النجم:۱تا۷)۔ قسم ہے نجم ہدایت کی تمہارا پیغمبر نہ بھٹکا ہے نہ بہکا ہے۔ اور نہ وہ اپنی طرف سے کوئی بات کہتا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے۔ بوحی خدا کہتا ہے۔ اس کو سب سے قوی ذات نے پڑھایا ہے۔ "اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ" (سورہ الرحمٰن:۱،۲) وہ بڑی قوت والا ہے۔ اور سب پر حاوی ہے۔ اور وہ "بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی" (سورہ النجم:۷)۔ میں ہے۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ○ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ○ (سورہ النجم:۸،۹)۔ پھر یہ قریب ہوا۔ اور وہ جھکا۔ پس قاب قوسین کے مقام بلکہ اس سے بھی بالاتر پہنچا۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی ○ (سورہ النجم:۱۰)۔ اس نے اپنے بندے کو وحی کی۔ جو کچھ بھی کی۔ (لَا یَعْلَمُہٗ اَحَدٌ) مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ○ (سورہ النجم:۱۰)۔ جو کچھ چشم قلب نے اس مقام وحی قرب میں ادراک کیا۔ وہ ٹھیک ہی کیا۔ کیا تم شک کرتے ہو اس میں جو اس نے دیکھا؟ بیشک اس نے اپنے خادم جبرئیل کو دوبارہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس مقام نزولی میں دیکھا۔ اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب کہ سدرۃ المنتہیٰ کو انوار الٰہی گھیرے ہوئے تھے۔ اور ان کی کوئی حد وانتہا نہ تھی۔ مَازَاغَ الْبَصَرُ مَا طَغٰی اس مقام پر جہاں ملائکہ بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اور جہاں جبرئیل کے پر جلتے ہیں۔ انوار جمال وجلال الٰہی کا اس حبیب خدا نے بچشم بصری اور اس آنکھ سے مشاہدہ و معائنہ کیا۔ نہ آنکھ جھپکی۔ اور نہ اس نے دیکھے ہیں۔ غلطی کی جسمانی آنکھ (بصر) سے جو کچھ دیکھا۔ اور ٹھیک دیکھا۔ لَقَدْ رَاٰی من اٰیاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی۔ بیشک اس پیغمبر نے اپنے ربّ کی بڑی بڑی نشانیاں "آیات کبریٰ" دیکھیں۔ جملہ آیات کبریٰ کو اس نے مشاہدہ کیا۔ سب آیات سے اکبر آیت وجود محمدی ہے۔ اور انبیاء کلمۃ اللہ ہیں۔ اور محمد کلمہ علیا۔ " وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا" (سورہ التوبۃ:۴۰)۔ سب نمونہ اوصاف جمال وجلال الٰہی ہیں۔ اور یہ مثل اعلیٰ۔ " وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی" (سورہ النحل:۶۰)۔ سب محدود آیات الٰہی رکھتے ہیں۔ اور یہ جملہ آیات کو جامع وحاوی۔ جو انبیاء علیحدہ علیحدہ رکھتے تھے۔ یہ سب مجموعاً رکھتا ہے۔ جملہ انبیاء کے تصرفات و معجزات محسوسات سے لقص رکھتے تھے۔ اور اس کے معقولات سے جملہ انبیاء اللہ کے معجزات ملک ارضی تک محدود تھے۔ اور اس کے ملک سمائی تک پہنچے ہوئے ہیں۔ " اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" (سورہ القمر:۱)۔ اور یہ دلیل ہے۔ کہ احاطہ محمدی جمیع عوالم پر ہے؟ اور تصرف محمدی حدود بشری وحدود ارضی سے باہر۔ اور یہاں سے اس فضیلت محمدی کے ساتھ یہ حقیقت بھی معلوم ہوتی

وجہ سے ہلاک کردیں۔ "وَتِلْكَ الْقُرىٰ اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا" (سورہ الکہف:۵۹) اوران بستیوں کوہم نے تباہ کردیا۔ جب انہوں نے اپنے نفوس پر ظلم کیا۔ اور گنہگار ہو گئیں۔ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوْا۔ (سورہ النمل:۵۲) سوان کے گناہوں کی وجہ سے یہ ان کے گھر اُجڑے پڑے ہیں۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ۔ (سورہ النساء:۱۵۳) پس ان کی گنہگاری کی وجہ سے ان پر بجلی گری۔ اور وہ تباہ ہو گئے۔ اور جل بھن کر خاک بن گئے۔ "وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ" (سورہ النحل:۶۱) اور اگر اللہ ان لوگوں کی کرتوتوں اور ان کے گناہوں کا مواخذہ کرتا اور فوری بدلہ لیتا۔ تو آج زمین پر ایک متحرک اور ایک متنفس کو باقی نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ تو انہیں میعاد معین تک کے لئے مہلت دیتا ہے۔ پس جب ان کی اجل آئے گی۔ اور میعاد مہلت ختم ہو گی۔ وہ ایک گھڑی آگے پیچھے نہ ہو سکیں گے۔" جس کی میعاد ختم ہوتی گئی۔ وہ تباہ ہوتے گئے۔ اور جن کی ختم ہوتی جائے گی۔ وہ بھی اپنے اپنے وقت پر ہلاک وتباہ ہوتے گئے۔ اور ہوتے ہیں۔ مہلت کو غنیمت سمجھیں۔ آیا ہوا وقت نہ ٹل سکے گا۔ مگر اس مہلت پر خوش نہ ہوں۔ کہ خدا نے چھوڑ دیا ہے۔ چھوڑ نہیں دیا ہے۔ چھوڑ رکھا ہے۔ اور یہ ان کے اچھے اور نیک ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ ان کی پاپ کی کشتی پُر ہونے کا انتظار ہے۔ ہاں توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ۔ (سورہ الرعد:۷) بیشک پروردگار لوگوں کے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ توبہ نصوح کریں۔ اور اس کی توفیق انہیں نصیب ہو۔ تو معاف کر سکتا ہے۔ وانی لهم التوبة۔ فقطع دابر القوم الذين ظلموا۔ ان ظالمین کی جڑ ہی کاٹ دی۔ اور بالکل برباد کر دیا۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ۔ (سورہ الفاطر:۳۲) بعض لوگ گنہگار اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور بعض نیکوکار اور مقتصد میانہ رو۔ حد اعتدال پر رہنے والے۔ اور بعض سابقین بالخیرات فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ (سورہ العنکبوت:۱۴) قوم نوحؑ کو طوفان نے آگھیرا۔ درآنحالیکہ وہ گنہگار تھے۔ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ۔ (سورہ الانعام:۹۳) کاش تم دیکھو۔ جس وقت کہ گنہگار موت کی جان کنی میں ہوتے ہیں۔ کہ کس طرح جان نکلتی ہے۔ وَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (سورہ الانعام:۴۷) گنہگاروں کے سوا اور کون ہلاک ہو سکتا ہے؟ ہاں ایک ظلم کسی کو ستانا بھی ہے۔ جس کو عام لوگ بھی ظلم کہتے ہیں۔ وہ بھی اسی ذیل میں ہے۔ گناہ ہے اور بڑا گناہ ہے۔ وَاُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا۔ اور اذن دیدیا گیا ہے۔ ان لوگوں کو جن سے قتال کیا گیا اور ان کو ستایا گیا ہے۔ کہ وہ مظلوم ہیں۔ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا۔ (سورہ بنی اسرائیل:۳۳) جو شخص مظلوم شہید کر دیا گیا۔ ہم نے اس کے ولی الدم اور وارث کو قدرت دیدی ہے۔ کہ وہ انتقام لے لے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ (سورہ الشعراء:۲۲۷) کفر چونکہ بڑا گناہ ہے۔ بڑا ظلم ہے۔ شرک اس سے بڑا گناہ ہے۔ سب سے بڑا ظلم ہے۔ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (سورہ بقرہ:۲۵۴) کافر ہی ظالم ہیں۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ (سورہ لقمان:۱۳) اور بیشک شرک تو بہت ہی بڑا گناہ اور ظلم ہے۔ کل علماء علم تہذیب الاخلاق کا

اتفاق ہے۔ کہ ہر گناہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو ظلم ہے۔ اور اس لئے اس کی اس سے زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ ورنہ ابھی سینکڑوں آیات اس کے ثبوت کے لئے موجود ہیں۔ آیہ امامت میں ظالمین کا لفظ مطلقاً استعمال ہوا ہے۔ کوئی قید کسی خاص علم کی نہیں ہے۔ اس لئے جہاں کوئی بھی ظلم صادق آئے۔ وہ ظالم کہلائے گا۔ خواہ اوّل عمر میں ہو یا آخر عمر میں۔ یا اوسط عمر میں یا تمامی عمر میں۔ (الا یہ کہ اخلاق گناہ کا فی الواقع اس پر صحیح نہ ہو) اس لئے جو نفس کفر و شرک سے ملوث ہو کر ظالمین میں داخل ہو گئے۔ وہ قطعاً اس عہدے و منصب کے استحقاق سے خارج ہو گئے۔ اور جو کفر و شرک میں نہیں۔ مگر دوسرے گناہوں میں مبتلا ہوئے۔ وہ بھی نکل گئے۔ اور جو لوگ کفر و شرک اور ہر قسم کے گناہوں سے لدے ہوئے ہوں۔ وہ سب سے پہلے اس شرف سے مستثنیٰ ہیں۔ پس "لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ" (سورہ بقرہ:۱۲۴) عام بھی ہے کہ کسی ظالم کو یہ عہدہ نہ پہنچے گا۔ اور مطلق بھی ہے۔ کہ کسی قسم کے گناہ کرنے والے کو کسی وقت یہ عہدہ نہ ملے گا۔ خواہ وہ گناہ کفر ہو۔ یا شرک ہو۔ یا ان کے گناہ اعضاو جوارح وغیرہا سے۔ اور جب ہر قسم کے گناہ سے عمومیت و اطلاق کے ساتھ پاک ہونا اس عہدہ کی شرط ہے۔ تو معلوم اور ثابت ہے۔ کہ ذریت ابراہیمؑ کے ان صالحین معصومین کے سوا جو ہر قسم کے چھوٹے و بڑے گناہ سے پاک اور پاکیزہ ہیں۔ اور ابتدائے عمر سے آخر عمر تک مبرا و منزہ ہیں۔ بلکہ اغواء شیطانی و اثرات نفس امارہ سے مستثنیٰ ہیں۔ اور کسی کو یہ منصب عطا نہیں ہو سکتا۔ اسحاقؑ۔ یعقوبؑ۔ موسیٰؑ و عیسیٰؑ ہی جیسے اسی عہدہ جلیلہ کے وارث و مالک ہو سکتے ہیں۔ شیخ ناصر الدین عبداللہ البیضاوی اپنی تفسیر انوار التنزیل میں زیر آیہ "لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ" (سورہ بقرہ:۱۲۴) لکھتے ہیں۔ "اِجَابَۃٌ اِلٰی مُلْتَمِسِہٖ وَتَنْبِیۃ عَلٰی اَنَّہٗ قَدْ یَکُوْنُ مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ ظَلَمَۃٌ وَاَنَّھُمْ لَا یَنَالُوْنَ الْاِمَامَۃَ لِاَنَّھَا اَمَانَۃٌ مِنَ اللّٰہِ وَعَھْدَہٗ وَالظَّالِمُ لَا یُصْلِحُ لَھَا وَاِنَّمَا یَنَالُھَا الْبَرَرَۃُ الْاَتْقِیَاۤءُ مِنْھُمْ وَفِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی عِصْمَۃِ الْاَنْبِیَاۤءِ مِنَ الْکَبَائِرِ قَبْلَ الْبِعْثَۃِ وَاَنَّ الْفَاسِقَ لَا یَصْلَحُ لِلْاِمَامَۃِ۔" یعنی فرماتے ہیں۔ کہ یہ دُعائے ابراہیمؑ کی قبولیت ہے۔ اور اس میں اس بات پر تنبیہ ہے۔ کہ (دُعا تمہاری قبول ہے۔ اور تمہاری دریت میں امامت رہے گی۔ لیکن) تمہاری ذریت میں گنہگار بھی ہوں گے اور نیکوکار بھی۔ ظالم بھی ہوں گے اور عادل بھی۔ طالح بھی ہوں گے اور صالح بھی۔ اس لئے ساری ذریت امام نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ظالمین امامت کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اور اس کو نہیں پا سکتے۔ اس واسطے کہ وہ خدا کی امانت اور اس کا عہد ہے۔ اور امانت خائن کو نہیں دی جا سکتی ہے۔ اور گنہگار ظالم خائن ہے۔ وہ ہرگز اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کہ امام بن سکے۔ اور اس امانت خدا کا مستحق ہو سکے۔ پس سوائے اس کے نہیں ہے کہ اس کو ابرار اتقیاء ہی پا سکتے ہیں۔ اور اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ تمام انبیاء بعثت سے پہلے ہی سے جملہ کبائر سے معصوم ہوتے ہیں۔ اور فاسق امامت کے شایاں نہیں ہے۔ اور اس میں اس کی صلاحیت نہیں ہو سکتی۔ انتہی۔ اس عبارت اور آیت سے حضرات ناظرین یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ عصمت انبیاء میں کبائر کی تخصیص محض بے دلیل ہے۔ اور کوئی اشارہ بھی آیت میں ایسا نہیں ہے۔ جس سے یہ معلوم ہو۔ کہ صغائر (چھوٹے گناہ) سے قبل بعثت انبیاء کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ مفسر موصوف کا اجتہاد ہے۔ جس پر کوئی دلیل

نہیں۔ بلکہ نص آیت کے خلائف ہے۔اور ہم ظلم کے معنی قرآنی ہی سے مفصل بیان کر چکے ہیں۔پس کبائر وصغائر دونوں ہی قسم کے گناہوں اور ہر قسم کے عیب سے انبیاء کا مامور برسالت ونبوت ہونے سے پہلے ہی سے یعنی ابتداء ولادت ہی سے معصوم ہونا ضروری ہے۔اور اس قبل بعثت کی قید سے یہ معلوم ہو گیا۔کہ درجہ امامت پر فائز ہونے سے قبل ہی امام کو ان جملہ نقائص وعیوب کفر وشرک وفسق وفجور سے معصوم ہونا مثل انبیاء واجب ہے۔یعنی ابتداء ولادت ہی سے اور بغیر اس کے استحقاق امامت محال ہے۔یہ امانت الٰہی وعہد الٰہی ہے۔گنہگار جو خدا کے خائن اور عہد الست کو توڑنے اور "اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِيْ اٰدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ" (سورہ یٰسین: ۶۰) اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لے لیا ہے۔کہ تم شیطان کی پیروی نہ کرو۔اور اس کے قدم بقدم نہ چلو۔(شیطان کے قدم بقدم چلنا اور اس کی اطاعت کرنا اس کی عبادت کرنا ہے) اس کے حکم کے خلاف عمل کرنے والے امین خدا نہیں بن سکتے۔اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہو۔کہ امامت امانت خدا ہے۔اور آئمۃ اُمنآء اللہ ہیں۔اور امانت خدا معصومین کے سوا کسی کو نہیں مل سکتی۔اور یہی قول مجاہد اور بعض دیگر محدثین محققین کا بھی ہے۔اور آئمہ اہل البیتؑ کا یہ اعتقاد ہے۔کہ امام معصوم ہی ہوتا ہے اور غیر معصوم امام ہو ہی نہیں سکتا۔اور یہی حق ہے۔یہ آیت شان امامت ظاہر کرتی ہے۔اس کو صرف انبیاء پر محمول کرنا جہالت ہے۔امام کی عصمت کلی اس سے مثل آفتاب عالمتاب روشن ہے۔یہ معلوم ہے۔کہ ان درجات چہارگانہ میں ارتقائی تفاصل ہے۔اور ایک ایک سے بالاتر۔نبوت کے بعد رسالت کا درجہ ہے۔اور وہ نبوت سے بالا ہے۔رسالت کے بعد اولوالعزمی کا مرتبہ ہے۔اور انبیاء اولوالعزم ہی صاحبان شرائع ہیں۔اور وہ ان سب سے افضل ہیں۔جو ایسے نہیں ہیں۔اور عہدہ امامت حضرت ابراہیمؑ کے مراتب نبوت ورسالت ومقام خلت پر اضافہ ہے۔پس اس سلسلہ میں یہ منصب فوق رسالت و اولوالعزمی ہے۔اور یہ نص قرآنی ہے۔اس میں کسی کو شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔اور اس سے ثابت ہے۔کہ جو خلیفہ خدا نبی بھی ہو۔رسول بھی ہو۔صاحب شریعت اور امام بھی ہو۔اس سے افضل ہے۔جو صرف نبی ورسول اور صاحب شریعت ہو۔اور نبی ورسول وصاحب شریعت غیر صاحب شریعت سے افضل ہے۔اور صاحب رسالت صاحب نبوت سے۔اور اس لئے حضرت ابراہیمؑ کل انبیاء ماسلف سے افضل ہیں۔اور چونکہ نبوت کلی ومطلق محدود وجزئی سے افضل ہے۔اور اسی طرح رسالت وامامت مطلقہ رسالت وامامت جزئیہ سے۔لہٰذا صاحب نبوت ورسالت و امامت مطلقہ رسالت وامامت جزئیہ سے۔لہٰذا صاحب نبوت ورسالت وامامت مطلقہ کل انبیاء ماسلف سے افضل ہے۔اور وہ افضل المرسلین خاتم النبیین ہے۔پس مرتبہ امامت مرتبہ رسالت پر ایک اضافہ ہے۔قال الرضاؑ "اِنَّ الْاِمَامَةَ خَصَّ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا اِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلَ بَعْدَ النُّبُوَّةِ وَالْخُلَّةِ مَرْتَبَةً ثَالِثَةً وَفَضِيْلَةً شَرَّفَهُ لَهَا" الخ۔ بیشک امامت وہ چیز ہے۔جس سے خدائے عزوجل نے اپنے خلیل وابراہیمؑ کو بعد نبوت ورسالت اور خلت تیسرے مرتبہ پر مخصوص فرمایا۔اور آپ سے پہلے یہ منصب کسی کو عطا نہ کیا گیا تھا۔اور یہ ایک فضیلت ہے۔جس سے آپ ہی کو مشرف فرمایا ہے۔اور اشارہ کیا ہے۔کہ میں تمہیں امام بنانے والا ہوں۔اور خلیل اللہ نے خوش ہو کر کہا۔کہ میری

ذریت سے بھی؟ تو جواب ملا۔ کہ ہاں۔ مگر ظالمین کو یہ عہدہ نہ پہنچے گا۔" وَاَبْطَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اِمَامَةَ كُلِّ اِمَامٍ ظَالِمٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَصَارَتْ فِي الصَّفْوَةِ"۔ پس اس آیت سے روز قیامت تک کے لئے ہر ایک ظالم و گنہگار کی امامت کو باطل قرار دے دیا۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے برگزیدہ و پاکیزہ ہی لوگوں کے لئے مخصوص ہوگئی۔ پس نص آیہ قرآنی و نص حدیث رضوی امامت کا مرتبہ بعد نبوت و رسالت و خلت ہے۔ لیکن یہیں سے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ یہ عہد رسول ہی کو عطا کیا گیا ہے۔ غیر رسول کو امام نہیں بنایا گیا ہے۔ اور سلسلہ خلافت الٰہیہ سے نکال کر کسی دوسرے سلسلہ میں قائم نہیں کیا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہے۔ کہ جس طرح رسول نبی ہی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح ثابت ہوا۔ کہ امام رسول ہی ہوسکتا ہے۔ اور ہر رسول نبی ہے۔ پس غیر نبی و رسول میں امام بننے کی قابلیت نہیں ہے۔ اور جب نبوت ختم ہوچکی ہے۔ تو وہ شخص امام ہونا چاہئے۔ جس میں درجہ صلوح نبوت و رسالت موجود ہو۔ اور سلسلہ امامت و سلسلہ نبوت ایک ہی ہے۔ رشتہ امامت و رسالت ایک ہی ہے۔ امامت نبوت و رسالت اور خلافت الٰہیہ سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے۔ جو سلسلہ امامت کو نبوت و رسالت اور سلسلہ خلافت الٰہیہ سے علیحدہ قرار دے۔ اس کو قرآن و حدیث سے معقول اور مسلم دلیل پیش کرنی ہوگی۔ توہمات و قیاسات و اجتہادات سے نص قرآنی رد نہیں ہو سکتی ہے۔ عقل کے مقابلہ میں عقل آیت کے مقابلہ میں آیت اور حدیث کے مقابلہ میں حدیث ہی ہونی چاہئے۔

خامساً۔ حضرت ابراہیمؑ کے حالات مذکورہ فی القرآن معلوم کرنے سے یہ بھی صاف معلوم ہوجاتا ہے۔ اور خود درجہ امامت کا بالائے درجہ نبوت ہونا اس کی دلیل ہے۔ کہ علم امامت میں بھی کوئی خصوصیت علم انبیاء سے زیادہ ہونی چاہئے۔ "وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"۔ (سورہ الانعام: ۷۶) اس کی تصریح ہے۔ کہ زمین و آسمان کا علم باطنی حضرت ابراہیمؑ ہی کو عطا کیا گیا ہے اس سے پہلے خلفاء اللہ و انبیاء اللہ کو یہ علم نہ تھا۔ اور اس کا کوئی ثبوت قرآن میں نہیں ملتا۔ کہ سابقین بھی بواطن زمین و آسمان و ملکوت ارض و سماء کو جانتے تھے۔ اور ملکوت شے وہی ہے۔ جو مدار وجود شے (کشف الاسرار ملاحظہ ہو) ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ امام کو علاوہ ان علوم ضروریہ کے جو اس زمانے میں ضروری ہوں۔ علم باطن بھی ضرور ہونا چاہئے۔ خصوصاً امامت مطلقہ وہ ولایت مطلقہ میں۔ کیونکہ بغیر علم ملکوت ارض و سماء باطن زمین و آسمان تصرف دشوار بلکہ محال ہوگا۔ اور تصرف ہی حقیقت خلافت الٰہیہ ہے۔ اور امامت چونکہ فوق نبوت ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ تصرف امام فوق نبی ہو۔ اور تصرف حضرت ابراہیمؑ کی سند خود قرآن میں موجود ہے۔ کلام پاک میں خدا فرماتا ہے۔ " وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ اِلَّا"۔ (سورہ الحج: ۲۷) اے ابراہیمؑ! لوگوں کو حج کے لئے پکارو۔ وہ دور دراز ملکوں سے پیادہ و سوار تمہارے پاس حج بیت اللہ کے لئے آئیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ مامور ہوئے ہیں۔ کہ لوگوں کو آواز دیں۔ پکاریں۔ حج کے لئے بلائیں۔ اور لفظ اذاں بتلا رہا ہے۔ کہ الفاظ میں پکاریں۔ نہ باطناً طلب کریں۔ اور اذاں کے معنی عام اہل اسلام جانتے ہیں۔ اور قرآن سے یہ ثابت ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ جس وقت حضرت اسمٰعیلؑ کو لیکر مکہ میں پہنچے ہیں۔ وہاں آبادی نہ تھی۔ "رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِنَ

النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ یَشْکُرُوْنَ○" (سورہ ابراہیم: ۳۷) بارالٰہا! میں نے اپنی بعض ذریت کو اس وادی بے زراعت میں تیرے خانہ محترم کے پاس سکونت پذیر بنایا ہے۔ خداوندا کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر۔ کہ وہ یہاں آئیں۔ اور ان سے انس پیدا ہو۔ اور انہیں اپنے پھل روزی دے۔ کہ وہ تیرا شکر بجالائیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اور تو یہاں آباد نہیں ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ بلائیں کیسے؟ اور آواز کیسے دیں؟ اور الناس سے ظاہر ہے۔ کہ عامۃ الناس کو دعوت حج کا حکم حضرت ابراہیمؑ کو دیا گیا ہے۔ پس اگر اس حال میں حضرت ابراہیمؑ ان لوگوں کو اپنی آواز سنانے پر قادر نہیں ہیں۔ جو دور دراز ملکوں میں آباد ہیں۔ تو تکلیف مالایطاق ہے۔ اور خدا کبھی طاقت سے زیادہ بار نہیں ڈالتا ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا۔ ابراہیم خلیلؑ اللہ وامام الناس قادر تھے۔ کہ اپنی آواز امامتی کل مقتدین کو یہیں سے پہنچا دیں۔ اور سنا دیں۔ بلکہ نہ صرف موجودین کو بلکہ عامۃ الناس کو سنانے پر مامور ہیں۔ ان کو بھی سنا دیں۔ جو عالم وجود و شہود میں بھی نہیں آئے ہیں۔ عالم دہری میں ہیں۔ ان کو بھی سنا دیں۔ جو عالم وجود و شہود میں بھی نہیں آئے ہیں۔ عالم دہری میں ہیں۔ شکم مادر میں ہیں۔ یا پشت پدر میں ہیں۔ اور ایسا ہی ہوا۔ ضرور ہوا۔ تفاسیر و تواریخ و سیر کو اٹھائیے۔ اور دیکھئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے آواز دی اور پکارا۔ "هَلُمَّ الْحَجَّ هَلُمَّ الْحَجَّ۔" حج بیت اللہ کو آؤ۔ مخلوقات نے سنی۔ ہر ایک کے کان میں پہنچی۔ جسمانی ہی کانوں نے نہیں روحانی کانوں نے بھی سنی۔ ان کو بھی پہنچی۔ جو ماں کے پیٹ یا باپ کی پشت میں اور عالم دہری میں تھے۔ اور اسی اذان ابراہیمی اور دعوت ابراہیمی کی وجہ ہے۔ کہ حاجی جب حج کا احرام باندھتے ہیں۔ تو "لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ" کہتے جاتے ہیں۔ اور بیت اللہ کی طرف بڑھتے ہیں۔ یہ لبیک اسی دعوت ابراہیمی کی اجابت ہے۔ بلکہ احادیث معدن التنزیل تصریح کرتی ہیں۔ کہ حج کو وہی شخص جاتا ہے۔ جس نے اس وقت عالم دہری میں آواز ابراہیم پر لبیک کہا تھا۔ اور قبول کیا تھا۔ اور یہ عہد تھا۔ جو حضرت ابراہیمؑ امام الناس کے ہاتھ پر کیا تھا۔ اور یہ ہے اثر علم ملکوت زمین و آسمان کا یہی ہے۔ تصرف امام الناس۔ مامورین میں سے کوئی باقی نہ رہے جس کو امام کی آواز نہ پہنچ سکے۔ اور اسی طرح اس کے بالمقابل کوئی نہ رہے جس کی آواز امام نہ سن سکے۔ جن پر بھی مامور ہو۔ سب کی آواز ہر حال میں سُن سکے حضرت سلیمان ذریت ابراہیم میں سے ایک امام خلق ہیں۔ سینکڑوں میل سے انسان نہیں حیوان کی آواز سن لیتے ہیں۔ حیوان بھی بہت ہی چھوٹا حیوان یعنی چیونٹی کی آواز سنتے ہیں۔ اور مسکراتے ہیں۔ "قَالَتْ نَمْلَةٌ یَا اَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسَاکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمَانُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ○" (سورہ النمل: ۱۸) ایک چیونٹی نے چیونٹیوں سے کہا۔ اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ۔ سلیمان کا لشکر آرہا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ اور ان کا لشکر تمہیں پیس ڈالیں۔ فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنْ قَوْلِهَا۔ (سورہ النمل: ۱۹) سلیمانؑ ان چیونٹیوں کا یہ کلام سن کر مسکرائے۔ اگر امام میں یہ تصرف نہیں۔ تو وہ امام خلق نہیں ہوسکتا پیشوائے خلق چاہیے۔ کہ مشکل کشائے خلق ہو۔ اور مشکلکشا کے لئے ضروری ہے۔ کہ سب کی سن سکے۔ اور سب کو سنا سکے۔ اور سب کے کام آسکے۔ اور یہ ہے ایک مقام مقامات امامت سے۔ ایسے ایک واقعہ سے امام کی ضرورت اور تصرف (حکم) بمقابلہ جملہ مامورین و

مکلفین واضح ہے۔ اور تقدم امام اور علم امام کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ اور یہ کمالات واوصاف اربعہ امامت کی فصول اربعہ ہیں۔ "اَلتَّقَدُّمُ وَالْعِلْمُ وَالْقُدْرَتُ وَالْحِکْمُ"۔ (تصرف) جن کی طرف ہم حصہ دوم میں بھی اشارہ کر چکے ہیں۔ جو نبص قرآنی وبراہین عقلیہ واحادیث صحیحہ ثابت ہیں۔ اور جن کا ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

سابعاً۔ عہدۂ امامت کا عہدۂ نبوت ورسالت پر اضافہ۔ اور از دیار علم متقضی ہے۔ کہ فرائض امامت بھی رسالت سے کچھ بالا ہوں۔ اور ان فرائض کو خود الفاظ نبی۔ رسول اور امام بتلا دیں گے۔ نبی اور رسول کے فرائض کا فرق فی الجملہ معلوم ہو چکا ہے۔ یہاں صرف امامت کے فرائض کی تشخیص ضروری ہے۔ قرآن پاک سے جہاں یہ منکشف ہوا ہے۔ کہ عہدۂ امامت حضرت ابراہیمؑ سے شروع ہوا ہے۔ ان سے پیشتر نہ یہ لفظ بولا جاتا تھا۔ اور نہ اس کا اطلاق ہوتا تھا۔ گو معنی ہر نبی اللہ ورسول اللہ مقتدا اور پیشوا تھا۔ وہاں یہ بھی معلوم ہے۔ کہ انبیاء مرسلین کا یہ فرض تھا۔ کہ وہ مقتدمین ومامومین کو احکام خدا پہنچا دیں۔ اور ان کے کرنے اور نہ کرنے پر بشارت ونذارت فرمائیں۔ کہ اگر اس حکم کی پابندی کرو گے۔ تو یہ جزا خدا کی جناب سے ملے گی (دنیاوی جزا ہو یا اخروی)۔ اور اگر خدا کے اس حکم کو نہ مانو گے۔ تو یہ سزا ملے گی۔ اور یہ حسب ضرورت ومقتضائے وقت اجرا وانفاذ احکام پر مامور ہوئے تھے۔ جہاد اصطلاحی اور حفظ وشعور وسرحدات اسلامی فرائض امامت سے مخصوص ہوئے ہیں۔ امام کا فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے پیروں اور اپنے ملک کو دشمنوں کے حملوں سے بچانے کی کوشش کرے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ اقامہ حدود وحفظ شعور خاص فرائض امامت سے ہے۔ یعنی امام اس پر کلی طور پر مامور ہوتا ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ سے لے کر تا حضرت خاتمؐ کل انبیاء ومرسلین امام بھی تھے۔ اس لئے ان سب کے فرائض میں داخل تھا۔ یعنی اس پر من جانب اللہ مامور تھے۔ ورنہ یہ حق تو ہر حال میں اور ہر وقت انبیاء اللہ کو ہی ہے۔ اور تحت خلافت الٰہیہ داخل ہے۔ جیسا کہ ہم اس حصہ اور نیز حصص اوّلیہ میں ثابت کر چکے ہیں۔ مگر کسی خاص امر پر مامور ہونا یا نہ ہونا یہ دوسری مصالح الٰہیہ پر مبنی ہے۔ اور مقتضات زمان ومکان پر موقوف اور اس سے ان انبیاء کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ ماموری کسی امر پر ہمیشہ حسب ضرورت ومصلحت واقتضاء زمان ومکان ہوا کرتی ہے۔ اور انجام وہی حسب تمکین وقدرت۔ بلکہ اجراء شریعت کا ہمیشہ یہی اسلوب رہا ہے۔ اور یہی سنت اللہ ہے۔ اور اسی میں نسخ شرائع کا راز ہے۔ کہ ہر شریعت میں وہی احکام شرعی ہوتے ہیں۔ جو مصلحت واقتضاء زمان ومکان کے لحاظ سے ضروری ہوں۔ جو اس زمانے میں عمل میں لائے جانے کے قابل ہوں۔ جن کو اس زمانے اور اس ملک کے لوگ کر سکتے ہوں۔ اور ان کی انہیں ضرورت ہو۔ اور اس کو خدا ہی جانتا ہے۔ جو عالم الغیب ہے۔ جوں جوں نوع انسانی ترقی کرتی جاتی ہے۔ احکام تکالیفہ وسیاسیہ میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو نسخ شرائع کے کوئی معنی نہ تھے۔ بلکہ شریعت جامعہ مطلقہ محمدیہ میں بھی یہی حال ہے۔ اور اس کا اجرا بھی اسی اصل پر ہوا۔ یعنی بالتدریج۔ پہلے صرف "قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا" دعوت پیغمبری تھی۔ پھر ان چار باتوں پر بیعت لی گئی۔ کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانیں۔ زنا نہ کریں۔ چوری نہ کریں۔ اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں۔ پھر نماز فرض ہوئی۔ اور بعد ہجرت مدینہ میں روزہ فرض ہوا۔

وعلیٰ ہذا القیاس۔ یہی طریقہ تعلیم جو عین مطابق فطرت انسانی ہے۔ کہ انسان بالتدریج ورفتہ رفتہ تعلیمات حاصل کرتا ہے۔ اور اخلاق وآداب سیکھتا ہے۔ بعض انبیاء ومرسلین کا بعض اوقات جہاد اصطلاحی پر مامور نہ ہونا ان کے نقص کی دلیل نہیں ہے۔ جو پیغمبر عربی بعد ہجرت مامور بہ جہاد ہوئے ہیں پس مثل مرتبہ امامت فرائض امامت بھی فوق فرائض مطلق رسالت ہیں۔ " جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ "(سورہ التوبۃ:۷۳) کفار ومنافقین سے جہاد کرو۔ اوران سے سختی سے پیش آؤ۔ "فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ" (سورہ بقرہ:۱۹۴) تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو۔ جتنی کہ اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔ ''سیاست دینی ہے۔'' جو فرض امامت میں داخل ہے۔" قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ"(سورہ التوبۃ:۲۹) ان سے لڑو۔ اورانہیں قتل کرو۔ جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔" قَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ"(سورہ التوبۃ:۱۲) پیشوایان کفر سے مقاتلہ اور جہاد کرو۔" وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ" (سورہ التوبۃ:۱۹۳) ان سے لڑو۔ اور قتل کرو۔ کہ فتنہ بالکل اُٹھ جائے۔ اور اس آیت میں علت جہاد کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ یعنی رفع فتنہ وفساد۔ اور ہمیشہ جہاد اسی غرض کے لئے ہوتا رہتا ہے۔ جس کی تفصیل کا یہاں مقام نہیں ہے۔"جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ" (سورہ الانفال:۷۲)۔

حضرت علامہ طبرسی رحمہ اللہ آیہ امامت (إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اَلْمُسْتَفَادُ مِنْ لَفْظِ الْإِمَامِ أَمْرَانِ أَحَدُهُمَا أَنَّهُ الْمُقْتَدَىٰ بِهِ فِي أَقْوَالِهِ وَأَفْعَالِهِ وَالثَّانِي أَنَّهُ الَّذِي يَقُومُ بِتَدْبِيرِ الْأُمَّةِ وَسِيَاسَتِهَا وَالْقِيَامِ بِأُمُورِهَا وَتَأْدِيبِ جُنَاتِهَا وَتَوْلِيَةِ وُلَاتِهَا وَإِقَامَةِ الْحُدُودِ عَلَىٰ مُسْتَحِقِّهَا وَمُحَارَبَةِ مَنْ يَكِيدُهَا وَيُعَادِيهَا وَعَلَى الْوَجْهِ الْأَوَّلِ لَا يَكُونُ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ إِلَّا وَهُوَ إِمَامٌ وَعَلَى الْوَجْهِ الثَّانِي لَا يَجِبُ فِي كُلِّ نَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ إِمَامًا إِذْ يَجُوزُ أَنْ لَا يَكُونَ مَأْمُورًا بِتَأْدِيبِ الْجُنَاةِ وَمُحَارَبَةِ الْعَدَاءِ وَالدِّفَاعِ عَنْ حَوْزَةِ الدِّينِ وَمُجَاهَدَةِ الْكَافِرِينَ فَلَمَّا ابْتَلَى اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ بِالْكَلِمَاتِ فَأَتَمَّهُنَّ جَعَلَهُ إِمَامًا لِلْأَنَامِ جَزَاءً لَهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ وَالدَّلِيلُ عَلَيْهِ أَنَّ قَوْلَهُ "جَاعِلُكَ" عَمِلَ فِي قَوْلِهِ إِمَامًا وَالْإِسْمُ الْفَاعِلُ إِذَا كَانَ بِمَعْنَى الْمَاضِي لَا يَعْمَلُ عَمَلَ الْفِعْلِ...... فَوَجَبَ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ بِهِ اجْعَلُهُ إِمَامًا فِي الْحَالِ أَوْفِي الْإِسْتِقْبَالِ وَالنُّبُوَّةَ كَانَتْ حَاصِلَةً لَهُ قَبْلَ ذَالِكَ

یعنی فرماتے ہیں۔ کہ لفظ امام سے دو معنی لئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ امام وہ ہے جس کی افعال اور اقوال میں اقتداء کی جائے۔ اور دوسرے یہ کہ امام وہ ہے۔ جو تدبیر وسیاست امت کو انجام دے۔ اس کے معاملات کو درست کرے۔ مجرموں کو سزا دے۔ حکام کو مقرر کرے۔ مجرمین پر حدود (تعزیرات) کو جاری کرے۔ امت پر حملہ کرنے والوں اور دشمنی رکھنے والوں سے جہاد کرے۔ اور جوزہ دین سے مخالفین کا دفاع کرے۔'' پس پہلے معنی کی رو سے تو ہر ایک نبی امام ہے (کیونکہ ہر ایک نبی کے اقوال وافعال میں اس کی اقتداء کی جاتی ہے) اور دوسرے معنی کی رو سے ضروری نہیں ہے۔ کہ ہر نبی امام ہو۔ کیونکہ جائز اور ممکن ہے۔ کہ وہ تادیب وسیاست امت اور جہاد

اور دفاع پر مامور نہ ہوا ہو۔ (اور ایسا ہی ہے۔ کہ ہر نبی امام نہ تھا۔ اور نہ ان پر یہ لفظ بولا جاتا تھا) پس جب خدا نے حضرت ابراہیمؑ کا بعض کلمات سے امتحان لیا۔ اور انہوں نے انہیں کامل کر دیا۔ تو خدا نے ان کو اس کی جزا میں امام انام بنا دیا۔ اور اس کی دلیل کہ حضرت ابراہیمؑ اس وقت سے امام بنائے گئے۔ یہ ہے۔ کہ لفظ "اماما" آیت میں "جاعلك" کے جاعل (اسم فاعل) کا مفعول واقع ہوا ہے۔ اور اسم فاعل جب ماضی کے معنی میں ہو۔ تو فعل کا عمل نہیں کیا کرتا۔ اور "اِنّی ضَارِبٌ زَیْدًا اَمْس" غلط ہے۔ "اِنّی ضَارِبُ زَیْدٍ اَمْسِ" صحیح ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خدا حضرت کی امامت کی خبر نہیں دے رہا ہے۔ بلکہ معنی یہ ہیں۔ کہ میں اب یا آئندہ ابراہیمؑ کو امام بنانے والا ہوں۔ اور نبوت حضرت کو پہلے ہی سے حاصل تھی۔ پس امامت۔ رسالت و نبوت پر اضافہ ہوا۔ اور اب سے حضرت امام انام بھی بنائے گئے۔ (انتھی) اور ظاہر ہے۔ کہ حال کے صادق آتے ہوئے استقبال کے لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہی آیات سے مستفاد ہوتا ہے۔ فافھم ولا تکن من القشرین۔ ماحصل یہ ہے۔ کہ فرائض عہدہ امامت میں سیاست دین و امت بھی ہے اور مقام امامت پر پہنچ کر دیانت و سیاست عمومی جمع ہو جاتی ہیں۔ روحانی اور جسمانی حکومتیں ایک نقطہ پر آجاتی ہیں مرسلین تدبیر و سیاست امت اور اقامہ حدود و حفظ الشعور پر کلیتہً مامور ہوتے ہیں۔ بادشاہت اسلامی اور نبوت ایک ذات میں بروز کرتی ہیں۔ لیکن یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ یہ سیاست قیصر و کسریٰ کی جابرانہ حکومت نہیں ہے۔ بلکہ سیاست دینی ہے۔ یہ نبوت و رسالت سے علیحدہ سلسلہ نہیں۔ ایک ہی سلسلہ ہے۔ اور اس کے مستحق اور انجام دینے والے وہی نفوس ہو سکتے ہیں۔ جو نبی اللہ ہوں یا نبی اللہ ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اور آنحضرتؐ پر جس طرح نبوت درجہ تکمیل کو پہنچی ہے۔ اسی طرح امامت بھی۔ جس طرح آپ نذیر کل ہیں۔ اسی طرح امام کل۔ جن پر آپ رسول ہیں۔ یعنی کل ماسوے اللہ پر۔ انہی پر آپ امام بھی ہیں۔ اور کل تحت سیاست محمدی میں داخل۔ اور سیّد الکونین شہنشاہ عالمین اور عمامہ رسالتی تاج بادشاہت دین و دنیا۔ " وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورہ الروم:۲۷) تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا" (سورہ الفرقان:۱)۔

سیاست و امامت

بیان ماسبق سے امامت کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ کہ امام وہ شخص ہوتا ہے جس کے افعال و اقوال میں اس کی اقتدا کی جائے۔ اور اقامہ حدود و حفظ شعور بھی اس کے خاص فرائض میں داخل ہو۔ اور یہی سیاست دینی ہے۔ کیونکہ نبی اللہ کو امامت کا عہدہ ملا ہے۔ جو مقتدیٰ فی الاقوال والافعال ہے۔ اس لئے آئمہؑ سے کہیں بھی حدود دین اسلام سے اس میں تجاوز نہیں ہو سکتا۔ ان کے واسطے ایک ناموس الٰہی مقرر ہے۔ ایک شریعت عالم امری معین ہے۔ اس سے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ " وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا" (سورہ الجاثیہ:۱۸)۔ اے پیغمبرؐ اسی طرح ہم نے تجھے ایک شریعت امری پر قرار دیا ہے۔ اسی پر چلو۔ اور اس سے ذرہ برابر تجاوز نہ کرو۔ " فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ" (سورہ ھود:۱۱۲)۔ پس اسی پر مستقیم و ثابت قدم رہو۔ جس طرح کہ تمہیں

مامور کیا گیا ہے۔" وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ" (سورہ بقرہ:۲۲۹)۔" فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً بَعِيْدًا"(سورہ النساء:۱۱۶)۔جس نے حدود الٰہی سے تجاوز کیا۔ وہ سخت گمراہی میں پڑ گیا۔" اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ"(سورہ النحل:۹۰)۔ بالتحقیق خدا عدل واحسان اور ذوی القربیٰ کے حقوق ادا کرنے کا امر فرماتا ہے۔اور فحش۔ منکر اور بغاوت اور سرکشی کے کاموں سے نہی فرماتا ہے۔ خدا تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ کہ شاید نصیحت پکڑو۔ اور عبرت حاصل کرو۔ "وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنَّ لَا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى" (سورہ المائدہ:۸)۔اور لوگوں کی عداوت و دشمنی تمہیں ظلم و بے انصافی کی طرف مائل نہ کر دے (عدل کرو۔ عدل پرہیز گاری سے قریب تر ہے)۔ اسلامی بادشاہ (امام وخلیفہ ورسول) اپنے سخت تریں دشمن کے ساتھ بھی عدل اور حد شرع سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ وہ ملک میں انتظام قائم کرنے کے لئے جبر وتشدد سے اپنا رعب نہیں جما سکتا۔ بلکہ اس کی حقانیت وصداقت اور انصاف و عدالت اس کے رعب کا باعث ہوتی ہیں۔" وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ"۔ مجھے رعب سے منصور بنایا گیا ہے۔ جناب ختمی مرتبت کی خاص شان ہے۔ وہ رعب جباریت نہیں ہے۔ رعب حقانیت ہے۔ اور جو کچھ لسان حق وعدل کر سکتی ہے۔ وہ تیغ ظلم وتشدد نہیں کر سکتی۔ جو کچھ قلم صداقت برقم سے ہو سکتا ہے۔ وہ شمشیر ستم اور ظلم و جور کے طبل وعلم سے نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ موسویت دکھا سکتی ہے۔ وہ فرعونیت کبھی نہیں دکھا سکتی شدتِ نمرودی خلت ابراہیمی کے مقابل نہیں ہو سکتی۔ نارِ نمرودی نور ابراہیمی پر غالب نہیں آ سکتی۔ اور سحر فرعونی ید بیضا سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔ ظلم ابو جہلی وبولہبی رحم پیغمبر ہاشمی مطلبی پر فضیلت نہیں پا سکتا۔ یہ پیشوایان دین اسلام و پادشاہان روحانی اپنی روحانیت سے تصرف رکھتے ہیں۔ اور دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ جہاں دل مطیع ہوں گے۔ وہاں جسم خود تابع ہو جائیں گے۔ جسم روح کے زیر حکومت وزیر اثر ہے۔ نہ روح جسم کے تابع اور مطیع۔ بادشاہت دنیا پیغمبری کے تابع ہے۔ نہ پیغمبر حکومت مادی کے مطیع۔ حضرت ابراہیمؑ کی ذریت کے کل دینی پیشواؤں اور ان کی سیاست کو دیکھو۔ اور ان میں غور کرو۔ کہ کہاں اور کب انہوں نے تخت وتاج اور زیب وزینت سے حکومت کی ہے؟ باوجود ان کے بھی ان کا کمال صدق وحق واخلاص پرستی ہی میں تھا۔ اسلام میں سب سے بڑا بادشاہِ اسلام پیغمبرؐ اسلام ہے۔ مگر کبھی کسی حالت میں بھی اس میں دنیاوی بادشاہوں کی شان نظر نہ آئے گی۔ وہ اگر چاہتے۔ تو دنیا کے خزانے جمع کر سکتے تھے۔ اور ہر قسم کے عیش وراحت کے سامان ان کے لئے مہیا ہو سکتے تھے۔ مگر ان کی شان "اَلْفَقْرُ فَخْرِيْ" کے ساتھ جتنی نمایاں تھی۔ اتنی مسند جم پر نمایاں نہ ہو سکتی تھی۔ اس شہنشاہی کے زمانہ میں اپنے ہاتھ سے بکریاں دوہ لیتے تھے۔ زمین پر بیٹھ جاتے تھے۔ خواہ اپنا جوتا گانٹھ لیتے تھے۔ خود اپنے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے تھے۔ اور گٹھی ہوئی جوتی اور پیوند لگا کر کپڑا پہن لیتے تھے۔ اور بھوک وپیاس میں بسر کرتے تھے۔ فاقوں میں خندق کھودتے تھے۔ اور پیٹ پر بھوک کی شدت سے پتھر باندھ لیتے تھے۔ تاریخ ابوالفدا میں ہے۔ کہ رسول اللہؐ دنیا سے گئے۔ درآنحالیکہ انہوں نے تمام عمر جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائی۔ " وَيَاْتِيْ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ شَهْرٌ اَوْ شَهْرٌ اِنْ لَا يُوْقَدُ فِيْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِهٖ نَارٌ

وَكَانَ قُوتُهُمُ التَّمَرَ وَالْمَآءُ"۔ آل محمدؐ پر ایک ایک اور دو دو ماہ گذر جاتے تھے۔ اور کسی گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ اور پانی اور سوکھے چھواروں پر بسر کر لیتے تھے۔ " اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ"۔ سیّدالکونین وشہنشاہ مشرقین کی دختر نیک اختر کی شادی عروسی ایک نہایت پر حیرت و پر عبرت منظر پیش کرتی تھی۔ جبکہ اس کے جہیز میں ایک چکی۔ ایک چمڑے کا تکیہ۔ لکڑی کا ایک پیالہ۔ ایک مشکیزہ۔ ایک سبز روغنی مٹی کی گھڑیا۔ ایک یا دو کوزے مٹی کے شاہزادی کونین کا جہیز تھا۔ اور اس کو دیکھ کر اس شہنشاہ مشرقین کے یہ الفاظ "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِقَوْمٍ جُلَّ اٰنِيَتِهِمُ الْخَزَفُ" خداوندا برکت دے ان لوگوں کو جن کے کل برتن وظروف مٹی ہی کے ہوں۔ یہ ساز وسامان اور یہ تزک و شان فقیری سیاست دیانتی ہی کے شایاں ہے۔ نہ ملک سیاسی اور ملک طبعی کے۔ جناب رسالت مآبؐ کے حالات اور نشر اسلام کی کیفیات کو دیکھئے۔ اور معلوم کیجئے کہ کس طرح ؟ وہ صرف اخلاق و آداب محمدیؐ اور روحانیت محمدیؐ ہی تھی۔ جس نے دشمنوں کی زبان سے محمد صادق امین کا لقب دلایا تھا۔ بیشک وہ روحانیت محمدیؐ اور ان کا عزم واستقلال دینی ہی تھا۔ جس کا ادنیٰ کرشمہ "يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا" (سورہ النصر: ۲) تھا۔ جوق جوق کفار مومن و دیندار ہو کر دین محمدیؐ میں داخل ہو رہے تھے۔ اور ہجرت سے پہلے ہی مدینہ میں کوئی گھر نہ رہا تھا۔ جہاں "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کی صدا بلند نہ ہو چکی تھی۔ سوائے امیہ بن زید کے گھر کے۔ یہ محمدی تلوار نہ تھی جس نے پشت ہا پشت کے دشمنوں کو دوست بنا دیا تھا۔ اور رشتہ اخوت قائم کر دیا تھا۔ " اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا" (سورہ ال عمران: ۱۰۳) اس دن کو یاد کرو۔ جب تم ایک دوسرے کے دشمن جانی تھے۔ تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اور اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ وہ کونسی نعمت خدا تھی۔ جس نے دشمنوں کو بھائی بھائی بنایا؟ وہی ذات محمدیؐ جو سب نعمتوں سے بڑی نعمت اور سب آیتوں سے بڑی آیت اور خدا کی زبردست نشانی ہے۔

ایک قرض خواہ یہودی راہ میں اس شہنشاہ کونین کو پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ جب تک قرض ادا نہ کرو گے۔ نہ چھوڑوں گا۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور نماز ظہرین وہیں اس کی حراست میں ادا کی ہے۔ اصحاب کو غصہ آ گیا ہے۔ اور کہنے لگے ہیں۔ کہ اے شخص تو نے پیغمبر کو گرفتار کر کے بٹھایا ہوا ہے۔ نماز کو بھی نہیں جانے دیتا۔ حضرت فوراً اصحاب کو دباتے ہیں۔ کہ تمہیں کیا غرض ہے۔ جو اس کو ایسا کہتے ہو۔ اس کا مجھ پر حق ہے اور وہ تقاضا کا حق رکھتا ہے۔ یہودی یہ سُن کر پیروں پر گر پڑتا ہے اور مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں یہی دیکھنا چاہتا تھا۔ بیشک پیغمبر خدا کی یہی شان ہونی چاہئے۔ جو شاہان دنیا کی شان اور ان کے آن بان کے بالکل خلاف ہے۔ وہ اس کو خلافت انتظام ملکی جانتے ہیں۔ ناقص رعب سمجھتے ہیں۔ اور بیشک وہ ٹھیک کہتے ہیں۔ ان کا رعب جاہ وحشم اور جبر و تشدد ہی قائم رکھ سکتا ہے۔ وہ روحانیت وصداقت وحقانیت وعدالت کہاں رکھتے ہیں۔ جو ایک ایک ماہ کی راہ تک دلوں پر حکومت کرے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کہ اسلام تلوار سے یا گیا ہے۔ ہاں تلوار سے بچایا گیا ہے۔ اور جب حقیقی مسلمانوں کے ہاتھ سے تلوار چھین لی گئی ہے۔ تو خود اسلام ہی ذبح ہو گیا ہے۔ اور یہی

نبوت میں سیاست کا راز ہے۔" اور اسی میں اسوۂ حسنہ محمدیؐ۔" جب سے اسلام سے یہ روحانیت کم یا گم ہوئی۔ اسلام کی حقیقی اشاعت نہ نمائشی اشاعت تقریباً بند ہوگئی۔ بلا شبہ جہاں تک روحانیت فتح حاصل کر سکتی ہے۔ مادیت کبھی نہیں کر سکتی ہے۔ اور تاریخ تمدن اسلام کے مصنف کا یہ قول بالکل خلاف واقع اور حقیقت سے دور ہے۔ کہ یہ اسلام میں روحانی فتح ایک اتفاقی امر تھا۔ کہ ایسے آدمی اس زمانے میں جمع ہو گئے۔ یہ سیاست فقیرانہ حکومت شاہانہ اور طبیعت ملک کے خلاف ہے۔ اور ضروری تھا۔ کہ ایک دن اسلام کی دینی خلافت سیاسی بادشاہت سے بدل جائے۔ انتھی۔ یہ خیال مادہ پرست لوگوں کا ہی ہوسکتا ہے نہ ان کا جن میں شائبہ روحانیت ہے۔ اور دنیا کی حقیقت اور انسانی فطرت سے واقف ہیں۔ اس وقت اسلام میں روحانیت کی فتوحات اس لئے ہوئی تھی۔ کہ مسلمانوں میں روحانیت تھی۔ اور ایسے نفوس موجود تھے۔ جو خالص روحانی تھے اور اگر کسی اور زمانے میں بھی ایسے نفوس ہوتے۔ یا اسلام کی باک ایسے نفوس کے قبضہ میں ہوتی۔ تو ضرور اس وقت بھی یہی حالت ہوتی۔ اگر روحانیت و نورانیت دیانت وحقانیت۔ خلافت وعدالت عالم پر حکومت نہ کرسکتی۔ تو کبھی امامت (سیاست) نبوت سے منضم نہ کی جاتی۔

ایں خیال است محال است و جنوں

حقیقت امر یہ ہے۔ کہ سیاست ملک کی تدبیر اور حفاظت کا نام ہے۔ اور اسلامی سیاست میں ملک نہ زمین اور زخاوف زمین میں بلکہ خود اسلام ہے۔ اور سیاست دینی دین کی حقیقی ترقی اور حفاظت کا نام ہے۔ سیاست اسلام ہی جوزۂ اسلام کی حفاظت وحمایت ہے۔ جس صورت سے بھی ممکن ہے۔ دینی سیاست دان کا فرض ہے۔ کہ اگر ملک جا کر دین بچ جائے۔ تو وہ اس کو مقدم رکھے گا۔ بخلاف اس کے کہ دین جا کر ملک ہاتھ آجائے۔ کیونکہ بادشاہت شرعی کا منشاء کافہ اناء کو قانون شرع ومقتضیات شریعت پر چلانا اور حقانیت وصداقت کی راہ دکھلاتا ہے پس اگر شرع ہی نہ رہی۔ اور وہی ٹوٹ گئی۔ تو ملک شرعی و دینی بادشاہت کے کیا معنی؟ پس ہوسکتا ہے۔ کہ امام ایک وقت حفاظت دین اسلام کے لئے اپنی جان و مال سے دریغ نہ کرے۔ ہوسکتا ہے۔ کہ بعض اوقات بقائے اسلام کے لئے اپنی عزت وآبرو بھی قربان کردے۔ اگر وہ اسلام کو بچالے گیا۔ تو وہ اپنی سیاست کا حق ادا کر گیا۔ اگرچہ بظاہر حکومت دنیا کی باگ اس کے ہاتھ میں نہ رہ سکی ہو۔ اور اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ دینی پیشوا اور اسلامی بادشاہ صبر وتحمل کا مجسمہ ہو۔ نہایت خندہ رُو اور نرم خو ہو۔ اگر وہ ان اوصاف سے خالی ہے۔ اور غیظ وغضب اور درشت خوئی کا عادی۔ وہ غیظ وغضب میں حدود الٰہی سے ضرور متجاوز ہوجائے گا۔ وہ پیشوائے دین نہ ہوگا۔ بلکہ نمرود وفرعون ہوگا۔ "وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ" (سورہ ال عمران:۱۵۹) اے پیغمبرؐ اگر تو سخت مزاج و درشت جو ہوتا۔ تو یہ سب تیرے اردگرد سے بھاگ جاتے۔ فتح مکہ اور بادشاہ اسلام کا طرزِ عمل و دنیاوی سیاست اور دینی سیاست کی صاف تفریق کر رہا ہے۔ ایک دن وہ تھا۔ کہ پیغمبر اسلام بجبر مکہ سے نکالا گیا تھا۔ ایک دن وہ آتا ہے کہ پیغمبرؐ اسی مکہ اور آبائے وطن میں فاتحانہ داخل ہوتا ہے۔ دشمن مغلوب ہو چکے ہیں۔ اور اہل مکہ جو سب سے بڑھ کر دشمن پیغمبرؐ تھے۔ وہ اپنی کرتوتوں کو یاد کرتے اور خوف کھاتے ہیں۔ کہ نہ معلوم اب پیغمبر

اسلام کی بارگاہ سے ان مفتوحین ومحصورین ومقیدین کے واسطے کیا حکم ہوگا؟ طرح طرح کے خیالات دل میں آتے ہیں۔ مگر پیغمبر اسلام کا آخری فیصلہ یہ سنایا جاتا ہے۔ کہ "لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ "(سورہ یوسف ۹۲) آج تم پر کوئی سرزنش نہیں ہے۔ سب کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ جو بالکل شاہان دنیا کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

اس میں یہی راز نہیں تھا۔ کہ حضور رحمتہ للعالمین ہونے کا ثبوت دیں۔ بلکہ یہ بھی تھا۔ کہ آپ اس ذات کا مظہر ہونے کا ثبوت دیں۔ جو غیب کا جاننے والا اور دلوں کا راز داں ہے۔ اور اس لئے پیغمبر نظر صرف اجسام تک محدود نہیں ہوسکتی تھی۔ بلکہ ارواح تک دیکھتی تھی۔ صرف ظاہر پر حکومت نہ تھی۔ بلکہ باطن پر بھی تصرف تھا۔ وہ یہ جان سکتا تھا۔ کہ یہی مقید اور اسیر دشمن وہ ہیں۔ جن کی نسل سے آئندہ ہزاروں فدائیاں اسلام پیدا ہوں گے۔ پس ان کو ہلاک کر ڈالنا لاکھوں بیگناہوں کا خون بہا دینا ہے۔ "لَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ (سورۃ الفتح: ۲۵) اگر وہ مومن مرد اور مومنہ عورتیں نہ ہوتیں۔ جن کو تم نہیں جانتے تھے۔ کہ پائمال کر ڈالو۔ اور اس جہالت کی وجہ سے تمہیں ہی ان کا ضرر پہنچے (تو ہم تمہیں ضرور قتل عام کا حکم دے دیتے) لیکن ایسا نہ کیا گیا۔ تا کہ خدا جس کو چاہے۔ اپنی رحمت میں داخل کرے۔ اور اگر وہ جدا جدا ہو جاتے۔ اور مومن سے کافر علیحدہ ہو جاتے۔ تو ہم کافرین کو سخت عذاب پہنچاتے۔ اور سخت سزا دیتے۔" یہ اسی فتح اور اسی واقعہ کا ذکر ہے۔ اور ان مومنین ومومنات سے جن کو عامہ مومنین نہیں جانتے تھے۔ اور نادانستگی میں ہلاک کر سکتے تھے۔ یہی مومنین مومنات جوان کفار کی نسل سے پیدا ہونے والی تھیں۔ اور یہی معاون تنزیل کی تصریحات سے ثابت ہے۔ اور یہ دینی سیاست دان کی باطنی نظر کا پتہ دیتی ہیں۔ اور یہ علم نہیں ہوسکتا مگر بذریعہ وحی۔ اور یہ کام نہیں ہوسکتا مگر اسی وقت کہ وہ حاکم دینی (امام) مجسمہ صبر وتحمل ہو۔ اور حلیم برحق کا مظہر کامل ہو۔ انہی دو شرطوں کو امامت کی خصوصیات میں قرار دے کر خدا فرماتا ہے۔ " وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِيْنَ "(سورہ الانبیاء: ۷۳) ہم نے انہیں پیشوائے دین اور شہنشاہ اسلام بنایا ہے۔ کہ یہ ہمارے ہی امر سے ہدایت کرتے ہیں۔ اور ہمارے ہی حکم پر چلتے ہیں۔ اور اس سے ہرگز تجاوز اور درگزر نہیں کرتے ہیں۔ اور اس میں خطا اور غلطی ان کے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔ اور ہم نے ان کو وحی کی ہے اعمال وافعال خیرات کی۔ اقائمہ نماز کی۔ ادائے زکوٰۃ کی۔ اور یہ خاص ہماری ہی عبادت کرنے والے تھے۔ بغیر وحی کے امامت محال ہے۔ امام کا صاحب وحی والہام ہونا واجب ہے۔ ورنہ وہ نہیں جان سکتا۔ کہ منشاء الٰہی کیا ہے۔ اور فلاں موقع پر قدرت کیا چاہتی ہے۔ اور اسی لئے کہا جاتا ہے۔ اور بالکل صحیح ہے۔ اور خود عہدۂ امامت بتلا رہا ہے۔ کہ امام بغیر عہد الٰہی واذن الٰہی اور الہام خداوندی کچھ نہیں کرتا۔ اور امام برحق کی ضرور یہی نشانی ہونی چاہئے۔ اور ہوتی ہے۔" وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا "(سورہ الاحزاب: ۲۴)۔ ہم نے ان میں سے امام بنائے ہیں۔ جب کہ صبر میں وہ کامل ثابت ہوئے ہیں۔ اور وہ ہمارے ہی امر سے ہدایت کرتے ہیں۔ صبر وتحمل امام کی خاص صفت ہے۔ یہ اس کا کمال ہے۔ یہ

نقص نہیں۔اور یہ صبر عین شجاعت ہے۔جو شخص اپنے نفس پر ہر موقع پر قابو نہ رکھتا ہو۔وہ ہرگز اہل عقل کے نزدیک شجاع نہیں کہلاسکتا۔شجاعت صرف لڑنے ہی میں نہیں ہے۔بلکہ موقع پر لڑائی سے رکتے اور جنگ کو ٹالتے ہیں جو بھی ہے۔بلکہ وہی اصل شجاعت ہے۔اور اس شجاعت کے زیور سے ہر ایک امام برحق آراستہ ہوتا ہے۔

ایسے پیشوائے دین کو ہدایت خلق و اقامہ حدود و حفظ شعور و اجرا احکام میں صرف امر الٰہی کی پابندی ضروری ہے۔اور یہاں سے معلوم ہے۔کہ جو امام اپنی رائے پر عمل کرے۔اور اپنے نفس کے امر پر چلے۔وہ نفس امارہ کا مطیع ہے۔نہ امر حقیقی خدائے علام کا۔ایسے لوگ گو وہ پیشوا بنے ہوئے ہوں۔مگر وہ ان آئمہ برحق کی ذیل میں نہیں آسکتے۔بلکہ وہ ان کی ذیل میں ہوں گے۔"وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ" (سورہ القصص:۴۱) وہ امام اور پیشوا بنائے گئے ہیں۔جو لوگوں کو آتش جہنم کی دعوت دے رہے ہیں۔اور روز قیامت رحمت خدا ان کے شامل حال نہ ہوگی۔اور ان کی مدد نہ کی جائے گی۔اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا۔کہ اسلام میں بھی دو قسم کے پیشوا گزرے ہیں۔ایک خدا کی طرف بامر خدا دعوت دینے والے۔اور ایک آتش جہنم کی طرف لے جانے والے اور اپنی رائے اور قیاس پر عمل کرنے والے۔اس کی تصریح احادیث نبوی میں بھی موجود ہے۔تاریخ الخلفاء میں روایت ہے۔کہ رسول خدا نے فرمایا۔"اَلْائِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ اَبْرَارُهَا اَئِمَّةُ اَبْرَارُهَا وَفُجَّارُهَا اَئِمَّةُ فُجَّارُهَا"۔ پیشوا سارے قریش ہی میں سے ہوں گے۔نیک اور ابرار پیشوا نیکوں کے امام ہوں گے۔اور فاسق و فاجر امام بدکاروں کے پیشوا ہوں گے۔اور ان دونوں گروہوں کی تشخیص اہل اسلام کے اہم فرائض سے ہے۔اور اسی میں نجات کا راز ہے۔"ولکل وجهة هو موليها" "فاستبقو الخيرات" امام حق و امام باطل پیشوائے معصوم اور پیشوائے فاسق کی تمیز واجب ہے۔"وَمَنْ لَّمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً"۔جس نے اپنے امام وقت کو نہ پہچانا۔وہ جاہلیت کی موت مرا۔" اس بیان سے اس کی بھی تحقیق ہوتی ہے۔کہ سیاست دینی اور ملک شرعی میں پیشوائے دین کی صرف ایک راہ ہوگی۔کیونکہ وہ جادہ مستقیم دیانتی سے کبھی کسی آن میں بھی تجاوز نہ کر سکے گا۔اور بس ایک راہ پر چلے گا۔اور دنیادار بادشاہ کی خواہ وہ اسلام میں کیوں نہ ہو۔ہزار راہیں ہوں گی۔"وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ" (سورہ الانعام:۱)۔ظلمتیں بہت ہیں اور نور ایک۔"اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ" (سورہ بقرہ:۲۵۷)۔ایسی صورت میں اگر ایک دیندار بے دین کی چالوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔اور بظاہر مغلوب نظر آئے۔تو یہ اس کا نقص نہیں ہے۔بلکہ عین کمال دیانت ہے۔وہ صرف مصلحت دینی ہی کو پیش نظر رکھتا ہے۔اور یہی اس کی صداقت و حقانیت کی دلیل ہے۔یہی رسول اللہ کی شان تھی۔اور یہی ان کے بعد کے خلفائے برحق کی۔مثلاً صاحب تاریخ تمدن اسلامی کہتے ہیں۔کہ علیؑ اسلام کے نہایت درجہ پابند تھے۔اور اپنے افعال و اقوال میں بالکل آزاد اور صاف گو۔بے لوث۔وہ چالبازی سے آشنا ہی نہ تھے۔اور کبھی کسی حالت میں بھی حیلہ سازی کی طرف مائل نہ ہوئے تھے۔پس ان کا مقصد صرف دین ہی تھا۔اور ان کے بہترین افعال و اعمال صداقت و حق پرستی۔جب ان سے دریافت کیا گیا۔کہ مسلمانوں کو کیسا ہونا چاہئے۔تو آپ نے فرمایا۔کہ بھوک

سے پیٹ پشت کو لگے ہوئے۔ ہونٹ پیاس سے خشک اور آنکھیں خوف خدا سے روتے روتے چندھیا گئی ہوں۔ غرض دینی سیاست۔ عیش و عشرت۔ غنیٰ و شرف۔ ظلم و ستم۔ جور و عدوان۔ جبر و تشدد اور شان و شوکت و جاہ و حشمت سے بری ہے۔ وہ اس کی محتاج نہیں ہے۔ اس سیاست کا معیار صرف شجاعت اور علمیت ہی ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ سلمان فارسی جب حضرت علیؑ کی طرف سے مدائن کے حاکم ہو کر جاتے ہیں۔ تو اپنے کمال علم و معرفت کی وجہ سے کتوں سے محافظ پولیس کا کام لے لیتے ہیں۔ زیاد امیر شام کی طرف سے بصرہ کا گورنر ہو کر جاتا ہے۔ اپنا رعب جمانے کے لئے ایک شب میں پانچ سو بیگناہوں کی گردن مار دیتا ہے۔ اور ایک ہفتہ میں ہزار ہا بے خطاؤں کو تہ تیغ کرتا ہے۔ یہ جابرانہ حکومت ہے۔ اور وہ عادلانہ دینی سیاست۔ وبینهما بون لعید۔ ولکل وجهة هو مولیها۔ یہاں پر ہم بحث سیاست و امامت میں بطور محاشاۃ لکھ رہے ہیں۔ اور حقیقت امامت کی طرف اشارہ کر آئے ہیں۔ سیاست و امامت کی مزید توضیح مع رفع شبہ باب دوم میں آئے گی۔

تعریف امامت اور مرتبہ ولایت

اس بیان سے حقیقت امامت کی فی الجملہ کیفیت معلوم کرنے کے ساتھ اس کی تعریف بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ کہ بیشک "اَلْاِمَامَةُ رِيَاسَةٌ عَامَةٌ" امامت ریاست عامہ مطلقہ ہے۔ اسلئے اس میں "نِيَابَةٌ عَنِ النَّبِيِّ" کی قید جو بعض علماء نے لگائی ہے۔ اکثر آئمہ کو امامت سے خارج کر دیتی ہے۔ بلکہ حضرت ابراہیمؑ سے لے کر تا حضرت عیسیٰؑ کل آئمہ ذریت حضرت ابراہیمؑ اس قید سے خارج ہو جاتے ہیں۔ بلکہ خود اصل حقیقت کے لحاظ سے حضرات خلفاء رسول رب العالمین جو وارث امامت ہوتے ہیں۔ خارج ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کا تقرر بھی نیابۃ عن النبی نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس طرح خلافت الٰہیہ کے مالک ہیں۔ جس طرح حضرت رسول خداؐ۔ اور اسی طرح وہ امامت ابراہیمی کے وارث ہیں۔ جس طرح رسول خداؐ۔ "اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" (سورہ ال عمران: ۶۷)۔ بیشک ابراہیمؑ کے اس عہدہ کے مستحق اور اس کے سزاوار وہ لوگ ہیں۔ جو ان کے بعد ہوئے۔ مثل حضرت اسحاقؑ و یعقوبؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور یہ نبی عربیؐ۔ اور وہ مومنین صالحین امت محمدی جو ذریت ابراہیمیؑ میں سے اس عہدہ کے وارث تھے۔ اور صفت ظالمین سے منزہ تھے۔ اور "وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ" استدعا کے جواب میں "لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ" (سورہ بقرہ: ۱۲۴) صاف بتلا رہا ہے۔ کہ مطلب الٰہی یہی ہے کہ ظالمین اس کے عہدہ کے مستحق نہ ہوں گے۔ ہاں میں تیری ذریت کے صالحین کو امام بناؤں گا۔ بس جس جعل الٰہی اور نص خداوندی سے حضرت رسولؐ اس امامت پر فائز ہوئے۔ اس سے ان کے بعد کے آئمہؑ اور خلفاء اللہ فائز ہوئے۔ ہاں وہ صاحب شریعت اس لئے نہ ہوئے۔ کہ نبوت ختم ہو چکی تھی۔ اور یہاں خلافت الٰہیہ صورت امامتی میں ظاہر ہوئی ہے نہ صورت رسالتی میں۔ اس طرح اگر ریاست سے مراد حکومت ظاہری لی جائے۔ تو تمام آئمہ اس تعریف سے خارج ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کسی کو بھی ریاست عامہ مطلقہ حاصل نہیں ہوئی۔ بعض کو جزئی حاصل ہوئی۔ اور بعض کو بالکل نہیں۔ مزید توضیح باب دوم میں آئے گی۔

بیشک امامت بحیثیت تقدم۔علم۔قدرت اور تصرف (حکم) ریاست عامہ ہے۔اور امام خلق رئیس عام ہوتا ہے۔اور کل اس کے تحت حکومت و تصرف واطاعت۔لیکن اس ریاست کے حقیقی معنی یہ نہیں ہیں۔کہ کل افراد انسانی پر اس کا حکم جاری ہو۔اگر یہ ہو۔تو کہا جائے گا۔کہ ایسی ریاست تو آج تک کسی خلیفہ اور امام کو حاصل نہیں ہوئی۔ہر ایک کا حکم کسی ایک حصہ زمین پر جاری رہا ہے۔خواہ زیادہ یا کم۔اور اس میں بھی بہت سے افراد حکم سے باہر اور ریاست کے منکر بلکہ اکثر آئمہؑ اوّلین و آخرین کہ ریاست بصورت ظاہری حاصل ہی نہیں ہوئی۔لہٰذا ضرور تسلیم کرنا پڑے گا۔کہ اس ریاست ظاہر سے مراد عام حکومت دنیویہ نہیں ہے۔بلکہ وہ حکومت باطنی ہے۔جس سے امام کل ماسویٰ پر حکومت رکھتا ہے۔اور وہ تصرف رکھتا ہے۔کہ اپنی آواز عالم وہری میں روحوں اور نفسوں کو سنا سکتا ہے۔اور لبیک کہلا سکتا ہے۔اور ہر عالم میں ان کی نصرت و مدد کر سکتا ہے۔جہاں اس کو پکاریں پہنچ سکتا ہے۔اور اس تصرف اور ریاست عامہ سے وہ مشکل کشائے خلق بن سکتا ہے۔اس وقت سے جبکہ وہ عالم جسمانی میں آیا بھی نہیں ہے۔اور جہاں اس کو "یَا قَادِسَ الْحِجَازِ اَدْرِکْنِیْ" کہہ کر پکارو۔وہ تصرف ویاری کے لئے موجود ہو سکتا ہے۔بلکہ وہ اسی عالم روحانی میں ہر نبی کی نصرت کر سکتا ہے۔خصوصاً وہ امام جو اس نبی کی جگہ آئے۔جس کی شان یہ ہو۔کہ بطور فخر کہہ سکے۔کہ "میں اس وقت نبی تھا......! جبکہ آدم کا پتلا بھی نہ تھا۔" اور جس کی نبوت بعد مرنے کے بھی تا قیام قیامت باقی ہو۔اس کے قائم مقام کی شان بھی یہی ہوگی۔اور تینوں زمانوں کو شامل ہوگی۔اور وہ کہہ سکے گا۔"نَصَرْتُ الْاَنْبِیَاءَ سِرًّا وَنَصَرْتُ مُحَمَّدًا جَهْرًا"۔میں نے کل انبیاء کی پوشیدہ طور پر عالم ارواح میں نصرت کی ہے۔اور محمدؐ عربی کی کھلم کھلا میدان میں نصرت کی ہے۔ایسے ہی وجود کو ولی اللہ المطلق کہتے ہیں۔اور اسی تصرف کا نام ولایت ہے۔اور امام کی ریاست عامہ اسی ولایت کا اثر ہے۔ورنہ ریاست عامہ کوئی معنی نہیں رکھتی۔یہی وہ ریاست وولایت مطلقہ ہے۔جس سے کل جن وانس اور چرند و پرند پر حکومت کرتا ہے۔بلکہ عقول قادسہ اور ارواح مقدسہ اور نفوس عالیہ اس سے فیض پاتے ہیں۔اور ساکنان زمین و آسمان اس کے تحت نظر کرتے ہیں۔وہ رحمۃ للعالمین یا قائم مقام رحمۃ للعالمین ہونے کا ثبوت خود دے دیتا ہے۔اور دنیا کو منوا دیتا ہے۔اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔کہ امامت مطلقہ وہ درجہ ہے۔جہاں عقول حیران ہو جاتی ہیں۔اور ناممکن ہے۔کہ ہم استدلالی کھڑاؤں کے ذریعہ اس کے کنگرۂ کمال تک پہنچ سکیں۔اور یہ مرتبہ ومقام کسب واکتساب سے حاصل ہو سکے۔

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

قال الرضا۔ اَلْاِمَامُ وَاحِدُ دَهْرِهٖ لَا یُدَانِیْهِ اَحَدٌ وَلَا یُعَادِلُهٗ عَالِمٌ وَلَا یُوْجَدُ مِنْهُ بَدَلٌ وَلَا لَهٗ مِثْلٌ وَلَا نَظِیْرٌ مَخْصُوْصٌ بِالْفَضْلِ کُلِّهٖ مِنْ غَیْرِ طَلَبٍ مِنْهُ وَلَا اکْتِسَابٍ بَلْ اِخْتِصَاصٌ مِنَ الْمُفَضِّلِ الْوَهَّابِ هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ ضَلَّتِ الْعُقُوْلُ وَتَاهَتِ الْحُلُوْمُ وَحَارَتِ الْاَلْبَابُ وَخَسِئَتِ الْعُیُوْنُ وَتَصَاغَرَتِ الْعُظَمَاءُ وَتَحَیَّرَتِ الْحُکَمَاءُ وَتَقَاصَرَتِ الْحُلَمَاءُ وَحَصِرَتِ الْخُطَبَاءُ وَجَهِلَتِ

اَلْاَلِبَّاءُ وَكَلَّتِ الشُّعَرَآءُ عَجَزَتِ الْاُدَبَآءُ وَعيتَ الْبُلَغَاءُ عَنْ وَصْفِ شَانٍ مِنْ شَانِهٖ اَوْ فَضِيلَه مِنْ فَضَائِلِهٖ...... فَاَيْنَ الْاِخْيَارُ مِنْ هٰذَا وَاَيْنَ الْعُقُولُ مِنْ هٰذَا وَاَيْنَ يُوْخَذُ مِثْلُ هٰذَا۔

امام یکتائے زمانہ ہوتا ہے۔کوئی اس کے برابر نہیں ہوسکتا۔اور کوئی عالم اس کا ہم پلہ نہیں ہوتا۔اس کا مثل و نظیر نہیں پایا جا سکتا۔ وہ فضل الٰہی مخصوص ہوتا ہے۔ بلا اس کے وہ اس کو طلب کرے یا اپنی کوشش سے حاصل کرے۔ بلکہ یہ محض مفضل وہاب کا اختصاص ہے۔" ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَآءُ "(سورہ المائدہ:۵۴) "وَيُؤْتِ كُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ"(سورہ ھود:۳) اس کا خاص فضل اسی کے شامل حال ہوتا ہے۔جس میں کوئی خاص فضیلت ہو۔پس کیونکر اس کی معرفت حاصل ہوسکتی ہے۔جب تک خود خالق نہ پہنچوائے۔اور کیونکر اس کو انتخاب کر سکتے ہیں۔ جب تک خود صانع و جاعل نہ بتائے۔عقول یہاں گمراہ ہیں۔اور حلوم بے راہ۔اولے الالباب کی عقلیں حیران۔آنکھیں اس کے جمال کی طرف دیکھنے سے خیرہ۔ بڑے بڑے اس کے مقابلہ میں پست۔حکماء متحیر۔خطباء قاصر۔اہل عقل جاہل۔شعراا ور ادباء فصحاء اور بلغاء عاجز پائیں گے۔اس کے کسی وصف یا کسی فضیلت کو بیان کرسکیں۔اور اپنے عجز وقصور کے معترف۔پس کہاں لوگ اس کو انتخاب کر سکتے ہیں۔کہاں عام عقلیں خود اس کو معلوم کرسکتی ہیں۔جب تک عقل کا پتہ نہ دے اور ایسا وجود کہاں مل سکتا ہے۔جب تک خدا عطا نہ کرے۔لاریب امام خلق ایسا ہی ہونا چاہئے۔اور ضرور ایسا ہی ہوتا ہے۔وہ امام جس کے شرائط میں بقول ابن خلدون کم عقل ہونا بھی ہو۔وہ کسی گاؤں کا پٹواری ہوگا، ماسوئ اللہ کا پیشوا۔اور رحمۃ للعالمین کا قائم مقام۔وہ امام جو اعتقادی بدعت سے بھی عہدۂ امامت سے خارج نہیں ہوسکتا۔وہ کسی بتکدہ کا پجاری ہوگا نہ انبیاء کا پیشرو۔اور بیت المعمور میں سجدہ کرنے والا۔یہ امام المتقین نہیں کہلا سکتا۔اور امیر المومنین نہیں بن سکتا۔اس کو امام الفاسقین کہنا بجا اور درست ہوگا۔اور بیشک دنیا میں ایسے بھی ہوتے ہیں۔" قَدْ ضَلُّوا مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا "(سورہ المائدہ:۷۷)۔خود گمراہ تھے اور ہزاروں کو گمراہ کر گئے۔"وَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَمْنَاعُو الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوْا الشَّهَوَاتِ"(سورہ مریم:۵۹) ان کے بعد ان کی جگہ کچھ لوگ آئے۔جنہوں نے اطاعت خدا کو مٹایا۔نماز کو برباد کیا۔اور خواہشات نفسانی میں پڑ گئے۔"وَضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا"۔ان کی سعی اور کوشش ان کی ریاست وسیاست دنیا ہی میں تباہ ہوگئی۔آخرت میں سے کچھ بھی انہیں نہ ملا۔ ابرارھا ائمة ابرارھا وفجارھا ائمة فجارھا۔ قال المام الانام والبحر الطمطام النباء العظيم والعلى الحكيم۔ الامام كلمة الله وحجة الله ووجه الله ونور الله واية الله يختاره الله ويجعل فيه مايشاء۔امام خدا۔ حجت خدا۔ نور خدا۔ وجہ خدا۔ آیہ کبریٰ ہوتا ہے۔اللہ ہی اس کو اختیار وانتخاب کرتا ہے۔اور جو کچھ کمالات چاہتا ہے۔اس میں ودیعت کرتا ہے۔" وَيُوْجِبُ بِذَالِكَ الطَّاعَةَ وَالْوِلَايَةَ عَلٰى جَمِيعِ خَلْقِهٖ فَهُوَ وَلِيُّهٗ فِیْ سَمٰوَاتِهٖ وَاَرْضِهٖ"(سورہ المائدہ:۵۵) اس طرح سے خدا اس کی اطاعت ولایت کل مخلوقات پر واجب کرتا ہے۔پس وہ خدا کی زمین آسمانوں میں اس کا ولی ہوتا ہے۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ۔ پس

سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارا ولی خدا ہے۔ اور اس کا رسول اور وہ مومنین جو نماز کو دنیا میں قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ درآنحالیکہ وہ راکعین ہیں۔ "فَهٰذَ الَّذِیْ یَخْتَارُ اللّٰهُ لِوَحْیِهٖ وَیَرْتَضِیْهِ لِغَیْبِهٖ وَیُؤَیِّدُهٗ بِکَلِمَتِهٖ وَیُلَقِّهٖ حِکْمَتَهٗ وَیَجْعَلُ قَلْبَهٗ مَکَانَ مَشِیَّتِهٖ وَیُنَادِیْ لَهٗ بِالسَّلْطَنَةِ وَیُذْعِنُ لَهٗ بِالْاَمْرَةِ وَیَحْکُمُ لَهٗ بِالطَّاعَةِ"۔ پس یہی وہ امام ہے۔ جس کو خدا اپنی وحی کے لئے اختیار فرماتا ہے اور علم غیب کے لئے پسند کرتا ہے۔ "لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ"۔ وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر اس کو جو رسول مرتضٰی ہو یا از طرف رسول اللہ مرتضٰی ہو۔" اور مرتضٰی از رسول مرتضٰی از خدا ہے۔ اپنے کلمہ سے اس کی تائید کرتا ہے۔ اپنی حکمت اسے تعلیم دیتا ہے۔ "وَمَنْ یُؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا"(سورہ بقرہ:۲۶۹) اور جس کو حکمت عطا کر دی گئی۔ اس کو خیر کثیر عطا کر دی گئی۔ "اِذْ عَلَّمْتُكَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ"(سورہ المائدہ:۱۱۰) سے کتاب وحکمت کو معلوم کرو۔ یہ کتاب وحکمت خلفاء اللہ ہی کا حصہ ہے۔ اور اس کے قلب کو اپنی مشیت کا مکان محل بنایا ہے۔ اور وہی کرتا ہے۔ جو خدا چاہتا ہے۔ "وَمَا یَشَاؤُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ"(سورہ التکویر:۲۹) وہ نہیں چاہتے مگر وہی جو خدا چاہے۔ ہمیشہ تابع مشیت الٰہی ہوتے ہیں۔ اور اس لئے ان کی اطاعت عین طاعت خدا ہے۔ اور اس کی سلطنت وریاست عامہ کا اعلان کرتا ہے۔ اور اس کی امارت کا یقین دلاتا ہے۔ کہ امیر وولی الامر یہ ہے۔ اور اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ "اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ"(سورہ النساء:۵۹) خدا کی اطاعت کرو۔ اور اس کے رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔" اور اس امام ولی اللہ کو پہچانو۔ کہ بغیر معرفت اطاعت حقہ محال ہے۔ وَذَالِكَ لِاَنَّ الْاِمَامَةَ مِیْرَاثُ الْاَنْبِیَاءِ وَمَنْزِلَةُ الْاَصْفِیَاءِ خِلَافَةُ اللّٰهِ وَخِلَافَةُ رُسُلِ اللّٰهِ۔ یہ اس لئے ہے۔ کہ امامت معمولی مقام نہیں ہے۔ بلکہ یہ میراث انبیاء ومنزلت اوصیاء واصفیاء ہے۔ یہ خلافت اللہ وخلافت انبیاء اللہ ہے۔ فَهِیَ عِصْمَةٌ وَوَلَایَةٌ وَسَلْطَنَةٌ وَهِدَایَةٌ۔ پس وہ عصمت۔ ولایت۔ سلطنت اور ہدایت چاروں مراتب کو شامل ہے۔ لِاَنَّهَا رَاسُ الْاِسْلَامِ وَکَمَالُ الْاِیْمَانِ وَمَعْرِفَةُ الْحُدُوْدِ وَالْاِحْکَامِ۔ امامت راس اسلام وکمال ایمان ومعرفت حدود واحکام دین اسلام ہے۔ اور بغیر معرفت حدود اقامہ حدود محال۔ فَالْوَلَایَةُ هِیَ حِفْظُ الشُّعُوْرِ وَتَدْبِیْرُ الْاُمُوْرِ۔ پس ولایت ظاہریہ حفظ شعور اسلام وتدبیر امور امت ہے۔ فَالْاِمَامُ الْمُطَهَّرُ مِنَ الذُّنُوْبِ الْمُطَّلِعُ عَلَی الْعُیُوْبِ۔ پس امام جملہ گناہوں سے پاک اور باطنی امور کا عالم ہوتا ہے۔ مُهَیْمِنُ اللّٰهِ عَلَی الْخَلَائِقِ وَاَمِیْنُهٗ عَلَی الْحَقَائِقِ۔ خلق خدا پر خدا کی طرف سے محافظ ونگراں اور حقائق پر امین خدا ہوتا ہے۔ اور امامت امامت خدائی ہے۔ فَهُوَ شُعَاعُ جَلَالِ الْکِبْرِیَآءِ وَشَرَفُ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ۔ امام شعاع جلال کبریائی وشرف ارض وسماء ہوتا ہے۔ اَلْاِمَامُ بَشَرٌ مَلَکِیٌّ وَجَسَدٌ سَمَاوِیٌّ وَاَمْرٌ اِلٰهِیٌّ وَرُوْحٌ قُدْسِیٌّ وَمَقَامٌ عَلِیٌّ وَنُوْرٌ جَلِیٌّ وَسِرٌّ خَفِیٌّ۔ امام ملکوتی صفت انسان آسمانی اور روحانی وجود۔ امر الٰہی اور روح قدسی ہے۔ وہ ایک مقام اعلیٰ اور نور درخشندہ اور سر پوشیدہ ہے۔ مَلَکِیُّ الذَّاتِ اِلٰهِیُّ الصِّفَاتِ۔ امام ملکی ذات اور الٰہی صفات ہوتا ہے۔ اور خلافت الٰہیہ انصاف اور صاف الٰہی کا نام ہے۔ خلیفہ خدا مظہر اوصاف خدا ہوتا ہے۔ اور امام خلافت الٰہیہ

کاظہورتام۔ ''وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا'' (سورہ الانعام:۱۱۶) امام باب ایمان وکعبہ اسلام ہے۔ پس آئمہ کواکب علویہ وانوار علویہ ہیں۔ جو آفتاب عصمت فاطمیہ سے آسمان عظمت محمدیہ میں چمکے۔ یہ وہ شاخہائے نبوی ہیں۔ جو شجرہ احمدیہ سے نکلیں۔ ''وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا'' (سورہ الشّمس:۲۱) قسم ہے آفتابِ رسالت کی اور اس کی روشنی کی اور اس چاند کی جو اس کے پیچھے پیچھے ظاہر ہوا۔ اور تاریکی میں عالم کو روشن کیا۔ ''اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ'' (سورہ النور:۳۵) اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اسی کی امامؑ نے تعبیر فرمائی ہے۔ یہ نور خاص گھروں میں چمکا جو ذکر خدا کے لئے مخصوص کئے گئے تھے۔ ''فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ لِلّٰهِ'' (سورہ النور:۳۵) ان گھروں میں جن کے بلند کئے جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور جن میں سے ہمیشہ ذکر خدا بلند ہوتا ہے۔ اور اسی کا نام لیا جاتا ہے۔ اور وہ گھر خدا کے گھر سے جدا نہیں ہیں۔ '' رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَلَا بَيْعٌ'' (سورہ النور:۳۷)۔ وہ کچھ نفوس قدسی ہیں۔ جن کو یاد خدا و ذکر خدا سے کوئی دنیاوی کام مانع اور حاجب نہیں ہوسکتا ہے۔ ''وَاللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ'' (سورہ الانعام:۱۲۵)۔

رفعِ شبہ

اِس بیان سے یہ بخوبی ثابت ہوگیا ہے۔ کہ وہ خلفاء اللہ جو رسول رحمۃ للعالمین ونذیر للعالمین کی جگہ ہوئے۔ اور امامت مطلقہ اور ریاست عامہ پر فائز ہوئے۔ جملہ انبیاء ماسبق سے افضل ہیں۔ گو ان انبیاء خصوصاً جناب خلیل اللہ کو شرف ابوت حاصل ہے۔ لیکن یہاں سے یہ شبہ نہ ہو۔ کہ یہ آئمہ سیّد المرسلین خاتم النبیین سے بھی افضل یا ان کے بالکل مساوی ہیں۔ کیونکہ ہم ثابت کرچکے ہیں۔ کہ حضرت ختمی مرتبت مراتب خمسہ پر فائز ہیں۔ یعنی یہاں خلافت الٰہیہ۔ نبوت۔ رسالت۔ اولوالعزمی۔ امامت وولایت میں ظاہر ہوئی ہے۔ نبوت واولوالعزمی رسالت کے ساتھ ختم ہیں۔ اور بعد کے خلفاء اللہ صرف ولایت وامامت پر فائز۔ پس فضیلت جناب رسولؐ خدا بر آئمہ ہدی صاحب واضح ہے۔ اور اسی لئے کہا گیا ہے۔ کہ وحی حضرت پر منقطع ہوگئی۔ یعنی وحی شریعت ان کے بعد کے آئمہ کے لئے نہیں ہے۔ ورنہ مطلق وحی کا انقطاع محال ہے۔ وحی ولایتی کبھی منقطع نہیں ہوسکتی۔ وحی تشریعی ختم ہوسکتی ہے۔ وحی تعریفی کا انقطاع غیر معقول ہے۔ اور بغیر وحی والہام الٰہی حصول علم لدنی جو معیار خلافت ہے غیر معقول اور بغیر وحی امامت باطل۔ نیز اس سے ثابت ہے۔ کہ جناب رسول تقدم ذاتی رکھتے ہیں۔ اور یہ تاخر ذاتی۔ جناب رسول اصل ہیں اور یہ فرع۔ پس فضیلت جناب رسول خدا بر خلفاء مسلّم۔ نیز سب سے بڑھ کر یہ ہے۔ کہ رسول اللہ مابہ الایمان میں شامل ہیں۔ اور سب کے ساتھ آئمہ کو بھی تصدیق نبوت وایمان پر رسالت فرض ہے۔ نہ رسول کو ان پر ایمان لانا۔ یہ سب امت محمدی میں داخل ہیں۔ جس طرح اور انبیاء۔ مگر رسول خدا ان کے امتی نہیں کہلا سکتے۔ اس لئے ان کو مومنین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور رسول کو رسول اور نبی سے۔ اور اسی قدر فرق آئمہؑ اور

رسول اللہؐ میں کافی ہے۔اور ہم چھ دلیلیں آیات قرآنی سے اس باب میں رکھتے ہیں۔جن کے ذکر سے طول کا خوف ہے۔تکمیل ایمان کے لئے اسی قدر یہاں کافی ہے۔ہاں معیار خلافت اللہ یعنی علم میں یہ رسول اللہؐ کے قدم بقدم ہیں۔وہ مدینہ ہیں۔اور یہ اسی مدینہ کا دروازہؑ۔(اس کی پوری تفصیل کشف الاسرار اور الصراط السوی میں دیکھنی چاہئے)"وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا"(سورہ بقرہ:۱۸۹) گھروں میں ان کے دروازوں اور شہروں میں ان کے بابوں سے داخل ہو۔بے راہ نہ آؤ۔اور یہی ایک اشتراک جملہ انبیائے ماسلف پر آئمہؑ کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔"وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ"(سورہ یٰسین:۱۲) وَكَفٰى بِهٖ فَخْراً۔

یہ بھی خیال رہے۔کہ سلسلہ امام حضرت ابراہیمؑ سے شروع ہوا ہے اور ذریت ابراہیمی میں جاری۔اور اس کی دو شاخیں ہیں۔بنی اسحاقؑ و بنی اسمٰعیلؑ بنی اسحاقؑ میں حضرت عیسیٰؑ پر منقطع ہو جاتا ہے۔لہٰذا یہ سلسلہ محدود و منتہا ہی ہے۔اور بنی اسمٰعیل میں تا قیام قیامت باقی ہے۔جیسا کہ ثابت کیا گیا۔اور دعائے حضرت ابراہیمی حضرت اسمٰعیلؑ کی تخصیص کر رہی۔کہ آپ عرض کرتے ہیں۔"رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ"(سورہ بقرہ:۱۲۸)۔یہاں حضرت اسمٰعیلؑ ہی کے لئے دعا کی گئی۔نہ حضرت اسحاقؑ کے لئے۔اور بعد حضرت اسمٰعیلؑ اس سلسلہ میں سلسلہ امامت حضرت ختمی مرتبت سے شروع ہوا۔اور قیامت تک باقی ہے۔پس امامت کا شرف کلی اسی سلسلے میں ہے۔نہ سلسلہ اسحاقی میں۔پس جو شرف امامت آئمہ معصومین خلفاء رسول خاتم النبیین اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔وہ ہر ایک امام بنی اسحاقؑ کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ ہے۔کہ رسالت کی طرح امامت میں بھی تفاضل ہے۔اور ایک سے ایک افضل ہوتا ہے۔اور اس لئے ذریت حضرت ابراہیمیؑ کے کل انبیاء جو امام ہو گذرے ہیں۔ہر پیغمبر ماسبق سے جمیع جہات افضل نہیں ہو سکتے۔اور بنی اسحاقؑ کے جزئی امام پیغمبر اولی العزم مثل حضرت نوحؑ سے افضل نہیں کہلا سکتے۔انبیاء و بنی اسرائیل میں سے ہر ایک نبی و رسول ایک مرتبہ خاص رکھتا ہے۔اور اسی مرتبہ کے لحاظ سے اس کا عہدہ امامت ہے۔پس نبوت کے ساتھ امامت بھی ویسی ہی جزئی ہے۔پس جو فضیلت کہ ان آئمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے۔جو امام کل خلائق و جمیع عوالم پر حجت خدا ہیں۔وہ ہر ایک امام بنی اسرائیل کو حاصل نہیں ہے۔اور لفظ امام کا اشتراک مراتب امامت کی مساوات کو مقتضی نہیں۔جس طرح کہ لفظ نبوت و رسالت کا اشتراک مراتب نبوت و رسالت کی تساوی کو نہیں چاہتا۔بلکہ "فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ"(سورہ بقرہ:۲۵۳) ہے۔پس مقام و مرتبہ امامت کے سمجھنے میں لفظ امام کے اطلاق و اضافت کے ساتھ اس امام کے مرتبہ و مقام کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔جس کی طرف منسوب ہوا ہے۔فافهم وتدبر۔

☆......☆......☆

باب دوم

اَلْخَلَافَۃُ الْمُحَمَّدِیَۃُ

(عَلٰی صَاحِبِھَا اُلُوْفِ الثَّنَاءِ وَالتَّحِیَّۃِ)

ضرورت اقامہ خلافت محمدیہ

جو کچھ ہم مقدمہ کتاب اور باب اوّل میں لکھ آئے ہیں۔ اس کو پڑھنے کے بعد قاری خلافت محمدیہ کی تشخیص میں کسی مزید تحقیق و تفتیش کا محتاج نہیں رہ سکتا ہے۔ اور صاف نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ اس خلافت کا وارث اور امامت کا مستحق کون ہے۔ نہ مستحق بلکہ یہ کہ کون اس کے لئے بنایا گیا ہے۔ قدرت نے کون کون سے ایسے وجود پیدا کئے ہیں۔ کس گھر میں یہ خلافت و امامت اتری ہے۔ اور جن حضرات نے پہلے دونوں حصے پڑھے ہوئے ہیں۔ ان کو تو یہ بات پڑھنے کے بعد خلفاء۔ رسول آفتاب رسالت کے غروب ہونے کے بعد چودھویں کے چاند کی طرح تاباں اور روشن نظر آتے اور اس تاریکی میں عالم کو روشن کئے ہوئے صاف دکھائی دے جاتے ہیں۔ مگر مزید تو کے لئے ہم یہاں کسی قدر بسط سے اس مقام کو دکھلاتے ہیں۔ تاکہ تھوڑی عقل وفہم والے بھی ان چاروں کو اسی طرح دیکھ لیں۔ لیکن ان کی تشخیص کے بیان سے پہلے ایک اہم نقطہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ بعد رسول خاتم النبیین اقامہ خلافت محمدیہ کی کیا ضرورت ہے؟ یہ ضروت عقلی ہے یا شرعی؟ قرآن پاک اس کی نسبت کیا ہدایت کرتا ہے؟ نبوت و رسالت جناب رسالت مآب پر ختم ہوگئیں۔ "مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ" (سورہ الاحزاب: ۴۰) محمد تم میں سے کسی کا بھی نسبی باپ نہیں ہے۔ لیکن وہ خدا کا رسول اور خاتم النبیین ہے۔ دین کامل ہو چکا۔ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (سورہ المائدہ: ۳) آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔ اور آیہ کا نزول ہو چکا۔ شریعت رسول مقبول کی ذات پاک پر مکمل ہوگئی۔ اور محدود و محصور ہو چکی۔ "شَرَعَ لَکُمْ مِنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا الایہ" (سورہ الشوریٰ: ۱۳) تدوین شریعت حضرت نوحؑ سے شروع ہوئی۔ اور محمد مصطفیٰؐ پر ختم۔ اب سلسلہ خلافت کے قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور کیوں؟ وہ خلافت الٰہیہ ہے؟ یا خلافت محمدیہ؟ یا خلافت المسلمین؟ اگر صرف خلافت محمدی ہے۔ یا خلافت المسلمین۔ تو کونسی آیت اس پر دال ہے؟ قرآن میں اس خلافت کا مدرک کیا ہے؟ کیوں ہم بعد رسولؐ ایک سلسلہ خلافت کے قائل ہوں؟ اور کیوں اس پر اعتقاد رکھیں؟ اور کیا ہم اگر قطعاً بعد رسول اللہؐ خلافت کے قائل نہ ہوں۔ تو

اسلام سے خارج ہو جائیں گے یا نہیں؟ اگر نہیں۔ تو کیا ضرورت ہے کہ ہم بعد رسول کسی خلیفہ پر ایمان لائیں۔ اور اعتقاد رکھیں؟ کوئی خلیفہ بنے۔ بادشاہ بنے۔ ہمیں کیا؟ اگر یہ خلافۃ المسلمین ہے۔ تو اس کے اعتقاد پر دلیل عقلی قائم ہے یا دلیل نقلی۔ اگر کہا جائے کہ دلیل نقلی قائم ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ تاریخ میں اور دیگر علما نے لکھا ہے۔ تو وہ دلیل نقل کونسی ہے۔ آیت یا حدیث اور حدیث ایسے مواقع میں بغیر تائید قرآنی سند ہو گی یا نہیں؟ اگر یہ کہا جائے۔ کہ اجماع اس کی دلیل ہے۔ اور یہی اکثر علماء اسلام کا دعویٰ ہے۔ کہ نصب خلیفہ و امام پر کوئی دلیل عقلی قائم نہیں ہے۔ بلکہ دلیل شرعی ہے۔ اور وہ اجماع ہے۔ کیونکہ صحابہ رسول نے اقامہ خلافت و نصب امام پر اجماع کیا۔ اور حضرت ابی بکرؓ کو خلیفہ بنایا۔ تو کہا جائے گا۔ کہ یہ عطر بعد عروسی ہے۔ اور بعد وقوع واقعہ یہ دلیل وجود میں آئی ہے۔ اور بقول قائل اجماع متحقق ہوا ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ وقت وفات رسول یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا بعد رسول کسی خلیفہ یا امام کی ضرورت ہے۔ یا نہیں؟ تو اس وقت قبل اس کے سقیفہ کا اجلاس ہو۔ اور اس کے بعد اجماع بنایا جائے۔ کیا جواب اس کا دیا جائے گا۔ ہاں یا نہیں؟ اور ہاں کی صورت میں دلیل اس کی کیا ہو گی؟ کیا اس طالب دلیل کو یہ جواب دیا جا سکتا ہے۔ کہ ہاں وہ اجماع جو ابھی تھوڑے عرصہ کے بعد ثابت کیا جائے گا۔ اور ہمیں اس کا رجماً بالغیب علم ابھی سے حاصل ہے۔ وہ دلیل ہے اس بات پر کہ نصب امام و خلیفہ رسول خاتمؐ ضروری ہے۔ اور جو اس سے انکار کرے۔ وہ کافر ہے۔ کیا اسی کو دلیل کہتے ہیں؟ کیا اسی کا نام ثبوت ہے۔ دعویٰ آج ہے۔ اور دلیل دعویٰ کے فیصلہ ہو جانے کے بعد پیدا ہو گی۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت رسولؐ کی حیات ہی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا جب حضرتؐ اس عالمِ فانی سے روپوش ہو جائیں گے۔ حضرت کا کوئی جانشین ہو گا یا نہیں؟ اور بعد آپ کے کسی ہادی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ کوئی پیشوائے دین مقتدائے دین و دنیا چاہتے ہیں یا نہیں؟ اس وقت ایک مسلمان اس کا جواب نفی میں دے گا۔ یا اثبات میں اور بصورت اثبات کس دلیل سے؟ کیا یہی اجماع جواب سے برسوں بعد پیدا ہو گا۔ اس کو دلیل بنائے گا۔ کہ ہاں بعد انتقال رسول اللہ مسلمانوں میں اختلاف پڑے گا۔ اور دفن و کفن رسول اللہ چھوڑ کر کچھ مسلمان سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوں گے۔ اور وہ ایک خلیفہ کی خلافت پر اجماع کریں گے۔ اور ان کا ایسا کرنا عین حکم شرع ہو گا۔ اور اس لئے ان کے فعل سے یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ بیشک خلیفہ مقرر کرنا بعد رسول خدا شرعاً ضروری ہے۔ اور اس پر اعتقاد رکھنا واجب۔

اگر یہ کہا جائے۔ کہ خدا نے قرآن یعنی آیہ استخلاف میں وعدہ کیا ہے۔ کہ ہم تم مسلمانوں میں سے بھی خلیفہ بنائیں گے۔ جیسا کہ ہم پہلے بناتے رہے ہیں۔ تو یہ وہی خلافت الٰہیہ ہے۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ خلیفۃ المسلمین سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ اور کہیں خدا نے نہیں فرمایا کہ مسلمانوں نے وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ تم میں سے کسی کو خلیفہ بنائیں گے۔ پس یہ ضرور خلافت الٰہیہ ہے۔ مگر حضرت ابی بکر خود اس سے انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ مجھے خلیفہ خدا نہ کہو۔ مجھے خلیفہ رسول کہو۔ حالانکہ خلیفۃ المسلمین خلیفۃ الرسول بھی نہیں کہلا سکتا۔ خلیفۃ المسلمین مسلمانوں کی طرف سے ان کا نمائندہ (Representative) ہے۔ اور خلیفہ رسول ان کی جگہ کار رسالت انجام

دینے والا۔ اور خلیفہ خدا زمین خدا پر خدا کا جانشین اور اس کے اوصاف کا مظہر۔ خلیفۃ المسلمین مسلمانوں کا منتخب شدہ ہوگا۔ اور خلیفۃ الرسول رسول کا انتخاب کردہ۔ اور خلیفۃ اللہ خدا کا نصب کردہ۔ آیہ استخلاف میں خلیفۃ المسلمین کے وجود پر کوئی اشارہ نہیں ہے۔ کہ مسلمان جو اپنا نمائندہ بنائیں گے۔ وہ ہمارا خلیفہ ہوگا۔ اور ہماری جگہ کام کرے گا۔ ہمارے اوصاف اور کمالات کا مظہر ہوگا۔ نقطہ خیال ایک ہونا چاہیئے۔ کہ آخر کس خلافت سے بحث ہے۔ کونسی خلافت کی ضرورت ہے۔ خلافت المسلمین کی یا خلافت الرسول کی یا خلافت اللہ کی؟

اب ہم کہتے ہیں۔ کہ ضرور یہی آیہ استخلاف بعد رسول اللہ اقامہ سلسلہ خلافت پر دال ہے۔ اور اگر یہ آیت نہ ہوتی۔ تو کوئی دلیل صریح قرآن میں بعد رسول وجود خلافت پر نہ تھی۔ لیکن ہم بخوبی ثابت کر چکے۔ کہ یہ خلافت الٰہیہ ہے۔ یہ قبل رسول مقبول سے چلی آرہی ہے۔ اور بعد ختم نبوت بھی قیامت تک جاری رہے گی۔ اور یہ وہی خلافت الٰہیہ ہے۔ جس کی ضرورت پر عقل سلیم اور فطرت انسانی دونوں شاہد ہیں۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ یہ خلافت اس وقت تھی۔ جبکہ نقل ماثور کا وجود بھی نہ تھا۔ اور اجماع کا تصور بھی ذہنوں میں نہ تھا۔ بلکہ وہ ذہن ہی نہ تھے۔ جن میں اجماع کا تصور آتا۔ بلکہ یہ وہ خلافت تھی۔ جہاں ملائکہ مقربین معصومین کا اجماع سند نہ ہوا۔ ان کے مشورے نے کچھ فائدہ نہ دیا تھا۔ وہ سب مل کر اور مشورہ کر کے آئے تھے۔ اور دعویٰ کیا تھا۔ کہ ہم کو خلیفہ بنانا چاہیئے۔ نہ آدم ابوالبشر کو۔ جواب یہی ملا۔ کہ جو میں جانتا ہوں۔ تم نہیں جانتے۔ تمہیں کیا معلوم ہے۔ کہ خلیفہ خدا کون ہوسکتا ہے۔ چہ جائیکہ انسان ناقص العقل اس کو انتخاب واختیار کر سکے اور بنا سکے۔ خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے نہ لوگوں کا۔ ضرور اس پر دلیل عقلی قائم ہے۔ اور بضرورت عقل وجود خلیفۃ اللہ کی زمین پر ضرورت ہے۔ اس کے وجود سے خدا پہچانا جاتا ہے۔ اسی کی وجہ سے اس کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور اسی کے وجود سے حجت خدا قائم ہوتی ہے۔ اور وہی ضرورت عقلی اب بھی باقی ہے۔ اور بعد رسول مقبول یہ ضرورت عقلی واحتیاج فطری انسان سے سلب نہیں ہوگئی ہے۔ نبوت ختم ہوتی ہے۔ مگر ہدایت خلق ختم نہیں ہوسکتی۔ جب تک دنیا قائم ہے۔ "اِنَّمَآ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ" (سورہ الرعد:۷)۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ تو منذر و نذیر ہے۔ اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔ اسی پر آیات قرآنی شاہد ہیں۔ ضرورتِ عقل وضرورتِ فطری بتلا رہی ہے۔ اور شہادت دے رہی ہے۔ کہ سلسلہ ہدایت خلق وتعلیم وتربیت نوع انسانی من جانب اللہ ہمیشہ زمین میں قائم رہے۔ کہ لطف الٰہی ہے اور حجت خدائی۔ اور ہادی کبھی نبی ہوتا ہے۔ کبھی نبی ورسول۔ اور کبھی نبی ورسول وامام۔ اور کبھی امام۔ اور خاتم النبیین پر نبوت ورسالت ختم ہوگئی۔ مگر امامت کے ختم پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ بلکہ وجود پر ہے۔ پس خلافت الٰہیہ بصورت امامت ضروری ہے۔ کہ بعد رسول قائم رہے۔ اور بضرورت عقلی یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ یا دنیا میں نبی ورسول کا وجود ہو۔ یا خلیفہ اور امام کا۔ اور بعد رسول یا نبوت رسالت کا وجود تسلیم کرنا پڑے گا۔ یا خلافت الٰہیہ کا بصورت امامت۔ لیکن اتفاق مسلمین ہے۔ کہ بعد رسول کوئی نبی نہیں ہے۔ اس لئے ضرور ہے۔ کہ بعد رسول خلیفہ خدا امام ہو۔ پس بعد رسول نصب امام پر دلیل عقلی قائم ہے۔ نہ صرف دلیل شرعی۔ لیکن نصب امام من جانب اللہ پر نہ نصب

امام من جانب مسلمین پر۔ اس پر نہ دلیل عقلی ہے نہ نقلی۔ نہ شرعی نہ فلسفی۔ اور نہ کبھی دنیا میں آج تک ایسا ہوا ہے۔ اور نہ کوئی تاریخ دیانتی اس کا ثبوت دے سکتی ہے۔ کہ کبھی کسی زمانے میں پیشوائے دین خود امت نے بنایا ہو۔ بلکہ سلسلہ وصایت خلافت ہمیشہ انبیاء اللہ میں رہا ہے۔ اور ہر نبی کے وصی اس کے جانشین ہوئے ہیں۔ ان میں بھی کبھی کوئی مثال نہ ملے گی۔ کہ کوئی وصی پیغمبر امت کی طرف سے منتخب کیا گیا ہو۔ کسی خلیفہ کو لوگوں نے بنایا ہو۔ یہ کام سب سے پہلے اسلام ہی میں ہوا ہے۔ اور کہیں کسی ملک وملت میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اور ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کوئی اس کے خلاف ثابت نہیں کر سکتا۔ یہ بالکل نئی بات ہے۔ جو اسلام میں اختیار کی گئی ہے۔ اور جو ضرور عقل ونقل کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ اور اسی وجہ سے اہل تحقیق اور اہل حق اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور کوئی دیانت بھی اس کو قبول نہیں کر سکتی ہے۔ اور نہ کبھی کیا ہے۔

یہ بھی ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ ختم نبوت ورسالت مقتضی ہے۔ کہ رسول اللہ کے بعد کے خلفاء اللہ اس شرع محمدی کی تبلیغ کریں۔ اور اس کو جاری رکھیں۔ اس کے لئے کوئی نئی شریعت نیا قانون نیا دین نہیں ہے۔ اور وحی تشریعی منقطع ہو چکی ہے۔ اس لئے یہ خلفاء اللہ رسول مطلق کے خلیفہ بھی کہلاتے ہیں۔ اور اس سے معلوم ہے۔ کہ خلافت محمدیہ خلافت الٰہیہ سے جدا نہیں ہے۔ اور جو اوصاف خلافت الٰہیہ کے ہیں۔ وہی خلافت محمدیہ کے ہیں۔ اور خلفاء رسول خلفاء اللہ ہی ہیں۔ اور ضرور رسول اللہؐ کے برحق خلفاء نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ ہم زمین خدا میں اس کے خلیفہ ہیں۔ اور اس کو اپنے کمالات واوصاف سے ثابت کر دکھایا ہے۔ اور خلیفۃ اللہ کے نصب کے معنی سوائے جعل الٰہی اور کچھ نہیں ہیں۔ اور جعل کے معنی یہی ہیں۔ کہ خدا ان کو ایسا بنا دے۔ اور نیز اس کا اعلان کر دے۔ وحی کے الفاظ میں یا اپنے رسول برحق کی زبان سے بالتصریح بتلا دے۔ اور اسی کا نام نص ہے۔ جیسا کہ آدمؑ کے لئے کہا۔ کہ میں اس کو زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اور داؤدؑ کو کہا۔ کہ اے داؤدؑ۔ میں تجھ کو اپنا خلیفہ بناتا ہوں۔ یا حضرت موسیٰؑ کی زبانی کہا۔ کہ اے ہارونؑ تم خلیفہ ہو قوم بنی اسرائیل پر۔ اور اس لئے ہمیں بس یہی دیکھنا ہے۔ کہ وہ کونسے وجود ہیں۔ جو اوصاف خلافت الٰہیہ سے آراستہ ہیں۔ اور جن کو قدرت نے اس کے لئے بنایا اور بتلایا ہے۔ اور رسول اللہ نے تصریح کی ہے۔ اور چونکہ یہ خلافت الٰہیہ خلافت رسول بھی ہے۔ اس لئے تصریح ونص رسول کی بھی اشد ضرورت ہے۔ اور اس کی نص وتصریح عین تصریح ونص الٰہی ہے۔ کیونکہ اس کی شان ''ما ینطق عن الھویٰ'' ہے۔ ان کا قول قول خدا ہے۔ اور اس کے قول کو رد کرنا خدا کے قول کو رد کرنا ہے۔ اور ضرور ایسا ہی ہوا ہے۔ اور رسول نے اپنے اس فرض کو ادا کیا ہے۔ اور خدا کے اشارہ اور اس کے بتلانے کے موافق رسول نے اس کی تصریح کی ہے۔ ان کے نام بھی بتلائے ہیں۔ اور ان کے حسب ونسب اور ان کے خاص علائم واوصاف کا پتہ دیا ہے۔ جن سے وہ سب سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اور یہ ہمارے بیان سے بالکل واضح ہے۔ اور باب اوّل جس میں خلافت الٰہیہ کا ذکر ہے خود خلفاء رسول کا پتہ دے دیتا ہے۔ اور اس بیان اور بیان سابق سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ بعد رسول اللہ خلفاء کے نصب کی بھی وہی ضرورت ہے۔ جو اقامہ رسالت ونبوت کی تھی۔ اور خلفاء رسول کا

کام وہی ہے۔ جو پہلے خلفاء اللہ کا تھا۔ خصوصاً حضرت ابراہیمؑ سے لیکر تا حضرت خاتمؐ جو کام انجام دیا جاتا تھا۔ وہی ان خلفاء رسول کا فرض ہے۔ اور اسی غرض کے لئے ان کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ اور اس خلافت الٰہیہ کا تا قیامِ قیامت سلسلہ خلافت محمدیہ میں ظہور۔ جناب خاتم النبیینؐ کے افضل المرسلین واکمل المرسلین ہونے کے ساتھ خود خاتم النبیینؐ ہونے کی دلیل ہے۔ کہ ان کے قائم مقام انبیاءؑ کے ہم پلہ ہوئے۔ بلکہ ان سے افضل اور خلفاء رسولؐ نے انبیاء اللہ کی ضرورت سے بے پروا کر دیا۔ اور اس سے بڑھ کر خاتم النبیینؐ کی فضیلت نہیں ہو سکی۔ کہ ان کے جانشین انبیاء اللہ کی ضرورت کو پورا کر رہے ہیں۔ اور ان کے ہوتے ہوئے انبیاء اللہ کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ اور یہی اس خلافت محمدیہ کا راز ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ۔

عقلاً و نقلاً خلافت محمدّیہ بارہ ہی خلفاء میں منحصر ہے۔

حصہ دوم میں ہم بالتفصیل ثابت کر چکے ہیں۔ کہ حقیقت محمدیہ محیط عالم امکان ہے۔ اور یہی اوّل ہے۔ اور یہی آخر اور یہ آفتابِ رسالت کل عالم امکان پر چمکتا ہے۔ اور کل عوالم کی اپنی نورانی شعاعوں سے تربیت کرتا ہے۔ اور رحمتہ للعالمین کے معنی حساً سمجھا تا ہے۔ اور یہ مسلم ہے۔ کہ عالم زمانی جسمانی کی مثال عالم دہری اور عالم روحانی بھی رکھتا ہے۔ اور عالم جسمانی زمانی میں تربیت عالم کا مدار آفتاب عالم تاب پر ہے۔ اور آفتاب عالمتاب اپنے اثرات تربیت عالم حسب ضرورت واقتصاء عالم بارہ برجوں میں ظاہر کرتا ہے۔ اور دستِ قدرت نے اس کا دورہ بارہ برجوں پر منحصر رکھا ہے۔ اور ہر برج میں کچھ خاص خاص اثرات ظاہر کرتا ہے۔ جس کو علماء علم ہیئت بخوبی جانتے ہیں۔ بلکہ بعض اوصاف ہم سب مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ اور نقول کے آثار کو دیکھتے ہیں۔ اسی کی مثال عالمِ روحانی میں ہے۔ اور آفتاب رسالت اپنا دورہ بارہ ہی برجوں میں پورا کرے گا۔ اور اس کے خلاف اس کی کوئی مثال نہ ملے گی۔ اور اس کے انکار سے بہت سے مسلمہ اصول عقلیہ وفطریہ کو بدل دینا ہوگا۔ اس عالم کی مثال اس عالم میں ضرور چاہئے۔ اور ضروری ہے کہ آفتاب رسالت اپنا دور بارہ برجوں میں پورا کرے۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ اور خلافت محمدیہ بارہ ہی میں منحصر ہے۔ اور انہی پر بقائے اسلام ہے۔ اور اسی کی طرف کتاب اللہ میں تلمیح موجود ہے۔ "اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْدِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ" (سورہ التوبتہ:۳۶) بیشک شہور کی تعداد کتاب اللہ اس دن سے جب کہ زمین وآسمان کو خلق کیا بارہ ہی ہے۔ اور ان میں سے چار خاص محترم ہیں۔ ہمیشہ سے مدار عالم اسی پر ہے۔ اور اسی طرح مدار بقاء دین اسلام محمدی بارہ خلفاء محمدؐ کے اندر۔ اور اس کی حضرت نے اکثر تصریح فرمائی ہے۔ جو بالکل عقل ونقل کتاب فعلی اور کتاب قولی کے مطابق اور موافق ہے۔

مسلم بن حجاج جابر بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا یعنی روز جمعہ۔ " قَالَ لَا یَزَالُ هٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا حَتّٰی تَقُوْمُ السَّاعَةُ وَیَكُوْنُ عَلَیْهِمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَیْشٍ"۔ یہ دین برابر قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اور اس میں بارہ خلیفہ گذریں۔ جو سب کے سب قریش ہی سے ہوں گے۔"

اس روایت میں مسلمانوں کے قصرِ وکسریٰ کے ختم ہونے اور نیز قیامت سے پہلے پہلے چالیس جھوٹے مدعیوں کے پیدا ہونے کا ذکر بھی ہے۔ نیز جابر بن سمرہ سے یہ بھی روایت ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔" لَا یَزَالُ هٰذَا الدِّیْنُ عَزِیْزًا مَنِیْعًا اِلٰی اثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَه"۔ یہ دین برابر عزیز ومنیع رہے گا۔ یہاں تک اس میں بارہ خلیفہ گذریں۔ جو سارے کے سارے قریش ہی سے ہوں گے۔ نیز یوں بھی مروی ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔"اِنَّ هٰذَا الْاَمْرُ لَا یَزَالُ عَزِیْزاً حَتّٰی یَمْضِیَ فِیْهِمْ اثْنَا شَرَ خَلِیْفَةً"۔ یہ امر برابر عزیز رہے گا یہاں تک کہ ان میں بارہ خلیفہ گذریں۔ نیز مروی ہے۔" لَا یَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِیْزًا اِلٰی اثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَةً"۔ اسلام تا وجود خلفاء اثنا عشر برابر عزیز رہے گا۔ ابی نعیم کی کتاب الاولیا سے مستدرک میں منقول ہے۔ کہ ابن سمرہ نے بیان کیا۔ کہ رسول خدا فرما رہے تھے۔ کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے۔ پھر کچھ آواز نرم ہوگئی۔ جو میں نے نہ سنی۔ اور میں نے اپنے باپ سے کہا۔ کہ کیا کہا۔ اس نے کہا۔ کہ فرماتے ہیں کل قریش سے ہوں گے۔ کتاب الفردوس میں بایں الفاظ ہے۔"لَا یَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ قَائِمًا حَتّٰی یَمْضِیَ فِیْهِمْ اثْنَا عَشَرَ اَمِیْرًا کُلُّهُمْ مِنْ قُرَیْشٍ" یہاں بجائے خلیفہ امیر ہے۔ اور یہ اس کی تصریح ہے۔ کہ خلفاء اور امرا ایک ہی ہیں، اس مضمون کی احادیث وروایات بکثرت ہیں۔ جلال الدین سیوطیؒ نے اکثر مقدمہ تاریخ میں ذکر کی ہیں۔ اور یہ کل کی کل بطریق اہل سنت مروی ہیں۔ بطریق اہل تشیع اس سے بھی زیادہ ہیں۔ اور اکثر ہم ''الصراط السوی''، میں نقل کر چکے ہیں۔ یہاں اسی قدر نقل کرنا کافی ہے۔ اور ان سب کا مقصد ایک ہی ہے۔ کہ دین اسلام کا دار و مدار بارہ خلفاء رسول پر ہے۔ اور پہلی روایت تصریح کر رہی ہے۔ کہ یہ بارہ انتقال رسول سے تا روز قیامت تک ہوں گے۔ گویا بارہویں خلیفہ رسول پر دنیا کا خاتمہ ہوگا۔ اور اس کی نسبت چالیس سے زائد احادیث ہم ''الصراط السوی''، میں درج کر آئے ہیں۔ اس کے بعد ضرورت نہیں رہتی۔ کہ دین کے عزیز و منیع ہونے کے معنی میں تاویل کی جائے۔ اور زمانہ خلفاء کو خواہ مخواہ محدود کیا جائے۔ صاف ہے۔ کہ بقائے دین محمدی بارہ خلفاء محمدی پر ہے۔ اور خلافت محمدیہ بارہ ہی میں منحصر ہے۔ جو بالکل اصول عقلیہ اور فطریہ انسانیہ اور اصول مسلمہ کے موافق ہے۔ اور عالم زمان جسمانی و عالم روحانی میں صاف مطابقت ہو جاتی ہے۔ اور احادیث سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے۔ کہ یہ خلفاء قریش قبیلہ رسول ہی سے ہوں گے۔ اور مرتبہ خلافت میں سب یکساں۔ اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ کہ یہ سب قریش ہی سے ہیں۔ لیکن اس میں یہ اختلاف ہے۔ کہ قریش کی کونسی شاخ سے ہیں۔ اگر ذرا سرِّ خلافت محمدیہ ملحوظ رکھ کر غور کیا جائے۔ تو یہ مسئلہ بھی صاف حل ہو جاتا ہے۔ کہ خلافت خلافت محمدیہ ہے۔ نور محمدی ہے۔ جو ان بروج خلافت و امامت میں چمکا ہے۔ اور رسول بنی ہاشم سے ہے۔ پس خلفاء رسول بھی بنی ہاشم ہی سے ہونے چاہئیں۔ اور اس صورت میں اس حدیث کی مطابقت بھی ہو جائے گی۔ جس کو علامہ سلیمان قندوزی وغیرہا نے نقل کیا ہے۔ اور اسی کو قطب الاقطاب سید علی ہمدانی روؒ نے نقل کیا ہے۔ کہ ان خلفاء اثنا عشر کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ "کُلُّهُمْ مِنْ قُرَیْشٍ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ" سب کے سب قریش کی شاخ بنی ہاشم سے ہوں گے۔ یعنی رھط نبی سے۔ اور سرِ خلافت اللہ و خلافت محمدیہ سے آگاہ شخص اس میں کبھی شبہ نہیں کر سکتا۔

مزید توضیح

خلاصہ یہ کہ بلاشبہ مدار روز وشب پر ہے۔ اور روز وشب بارہ بارہ گھنٹے کے ہوتے ہیں۔ اور مدار شہور ایام دیانت اسلامی خلفاء رسول پر ہے۔ لہٰذا ان کا عدد عدد ساعات لیل ونہار کے مطابق ہے۔ اور چونکہ مدار سال مہینوں پر ہے۔ اور مہینے سال کے بارہ ہیں۔ اور مدار ختم نبوت تا قیامت خلفاء الرسول ہیں۔ لہٰذا ان کی تعداد مطابق ماہ ہائے سال بارہ ہی ہے۔" اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ" (سورہ التوبتہ: ۳۶) وجود زمانی حرکت آفتاب پر ہے۔ اور دورہ آفتاب بارہ بروج میں ہے۔ اور وجود محمدی آفتاب ہدایت ہے۔ لہٰذا ظہور نور محمدی بارہ ہی بروج میں ہوگا۔ اور وہی بارہ خلفا، رسولؐ ہیں۔ جن میں آفتاب رسالت کی شعاعیں تا قیامت چمکیں گی۔ آفتاب کے پیچھے ماہتاب آتا ہے۔ اور اس میں نور آفتاب ہی منعکس ہوتا ہے۔ اسی طرح عالم دیانت میں آفتاب رسالت کے بعد ماہتاب امامت ہیں۔ اور وہ آفتاب رسالت کے متبع۔ لہٰذا ان کا دورہ بھی بارہ ہی میں پورا ہوگا۔ پس امامت کا انحصار بارہ آئمہ ہدیٰ میں لازمی ہے۔

اول واصل حقیقت اسلام "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے۔ اور حروف کلمہ طیبہ بارہ ہیں پس اس حقیقت کی طرف حقیقی ہادی بارہ ہی ہوں گے۔ دوسرا کلمہ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" ہے۔ اور یہی دونوں کلمے اسلام وایمان کی اصل ہیں۔ اور اس کے حروف بھی بارہ ہی ہیں۔ اور اصل بناء ان اصول اسلام کے حامیان وحاملان دین اسلام بعد رسول مقبول خلفاء الرسول ہیں۔ پس ان کی تعداد بھی بارہ ہی ہے۔ نقباء بنی اسرائیل بارہ ہیں۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ "وَلَقَدْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِیْ إِسْرَائِيْلَ وَبَعَثْنَا مِنهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِيْباً" (سورہ المائدہ) یہ شرف بارہ نقباء کو حاصل ہوا۔ اور یہ ایک سنت جاریہ ہوگئی۔ جناب رسول اللہؐ نے جب مقام عقبہ پر اہل مدینہ سے بیعت لی۔ تو فرمایا کہ میرے پاس تم میں سے بارہ نقیب مثل نقباء بنی اسرائیل نکل آئیں۔ پس یہی خدو مرغوب ومطلوب الٰہی ہے۔ اور اسی طرح حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ میرے بعد میرے خلفاء واوصیاء کی تعداد مثل نقباء بنی اسرائیل بارہ ہے۔ اور آنحضرت نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو کچھ بنی اسرائیل میں ہوا ہے۔ وہ میری امت میں بھی ہوگا۔ بالکل برابر سرابر۔ اور وجود محمدی مثل موسیٰ ہے۔ اور اسی طرح آپ کی بشارات وارد ہوئی ہیں۔ بنی اسرائیل میں اسباط کی تعداد بھی بیان ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔" وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰى اُمَّةٌ يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا" (سورہ الاعراف: ۱۵۹)۔ پس اسباط جو ہادیان امت ہیں۔ وہ بارہ ہی ہیں۔ اور قرآن میں وارد ہوا ہے۔" وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (سورہ ال عمران: ۱۰۴) چاہئے۔ کہ تم میں سے ایک امت ایسی ہو۔ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کو ادا کرے۔ اور ہدایت کا کام انجام دے۔ اور یہی لوگ رستگار ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ حسب روایات سابقہ بعد محمد مصطفیٰ ہدایت خلق خلفاء رسول پر ہے۔ اور وہ اسی امت کے پیشوا ہیں۔ جن کو خیر امت کہا گیا ہے۔" كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (سورہ ال عمران: ۱۱۰) تم بہترین امت ہو۔

کہ امر بالمعروف کرتے ہو۔ اور نہی عن المنکر (اس کی پوری تفسیر حصہ چہارم میں آئے گی) پس عدد خلفاء رسول مثل اسباط بنی اسرائیل بارہ ہی ہیں۔ اور خلفاء اثنا عشر ہی ہادیان دین اسلام ہیں۔

یہاں اسی سلسلہ میں ایک اور سر بھی ظاہر کر دیں۔ حضرت موسیٰؑ نے جب پتھر پر عصا مارا۔ تو بارہ چشمے اس سے جاری ہو گئے۔ " فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ " (سورہ بقرہ: ۶۰) حکم ہوا۔ کہ اے موسیٰؑ پتھر پر عصا مارو۔ جب انہوں نے مارا۔ تو اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ اور ہر فرقہ اور سبط نے اپنا اپنا گھاٹ پا لیا۔ اور ایک ایک چشمہ سے سیراب و فیضیاب ہوئے۔ وجود محمدی و دریائے رحمت الٰہی ہے۔ بعد خفا وجود ظاہری چشم ہائے علم و حکمت اس وجود سے تا قیام قیامت جاری ہیں۔ اور اس فیض محمدی کا ظہور اور رحمت خدائی کا بروز وجود محمدی سے بارہ چشموں میں ہوا ہے۔ اور ہر زمانہ میں ان بارہ چشموں میں سے ایک چشمہ فیض جاری رہا ہے۔ اور دنیا نے اس سے آب زلال علم و حکمت پایا ہے۔ اور تشنگی کو بجھایا ہے۔ اور بلاشبہ یہ فیض محمدی ان کے جانشینوں ہی سے جاری ہوا ہے۔ پس عدد خلفاء رسول مثل چشمہ ہائے حضرت موسیٰ علیہ السلام بارہ ہی ہے۔ تاکہ ہر قوم تا دور زمانی ایک ایک چشمہ فیض محمدی سے فیضیاب ہوتی رہے۔

حضرت موسیٰؑ جس وقت چلے ہیں۔ اور بنی اسرائیل ان کے ساتھ ہیں۔ دریائے نیل سامنے حائل ہوا۔ بحکم خدا عصا مارا۔ تو بارہ راستے دریا میں کھل گئے۔ ہر فرقہ اسباط ایک ایک راستے سے گذر گیا۔ شیطان مع اپنے لشکر ہر امت کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اور بقاء امت محمدی قیامت تک ضروری ہے۔ شیطان اور لشکر شیطان سے بچنے کے لئے امت محمدی میں صرف بارہ ہی راستے ہیں۔ ایک بند ہوتا ہے۔ تو دوسرا کھل جاتا ہے۔ کیونکہ امت محمدی قیامت تک ہے۔ نہ صرف زمانہ محمدی تک۔ تاکہ راستے اس وقت تک محدود ہوں۔ اور بلاشبہ محمد مصطفیٰؐ اور خدا تک پہنچانے اور شیطان اور اس کے لشکر سے بچانے والے خلفاء رسول ہی ہیں۔ اور انہی کا راستہ راہ نجات ہے۔ اور حدیث باب میں اس کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ "میں شہر علم ہوں۔ اور علیؑ اس کا دروازہ میں شہر حکمت ہوں۔ اور علیؑ اس کا باب۔ جو حکمت چاہتا ہے۔ وہ اس دروازے سے آئے۔ پس آنحضرتؐ سے فیض پانے اور آنحضرتؐ تک پہنچنے کے بارہ ہی راستے اور بارہ ہی دروازے ہیں۔ ایک در بند ہوتا ہے۔ تو دوسرا کھل جاتا ہے۔ پس ہدایت امت محمدی بارہ خلفاء ہی میں منحصر ہے۔

ایک نہایت دقیق وجہ جو صاحب مطالب السئول ہی سے مخصوص اور انہی کا حصہ ہے۔ حضور انورؐ نے فرمایا ہے۔ کہ خلفاء قریش سے ہوں گے۔ آئمہؑ قریش سے ہوں گے۔ اور آنحضرتؐ کو مرکز قرار دیا جائے۔ جیسا کہ آپ ہیں۔ تو قریش کی دو شاخیں صعودی اور نزولی ہوتی ہیں۔ یعنی ایک شاخ نزولی جو آپ کی ذریت ہے۔ صعودی آپ کے آباؤ اجداد کا سلسلہ ہے تا قریش۔ اور سلسلہ قریش باتفاق علماء علم نسب نضر بن کنانہ سے۔ اولاد نضر بن کنانہ کل قریش ہیں۔ اور آنحضرتؐ سے نضر بن کنانہ تک بارہ نسب ہیں۔ بایں طور محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک ابن النضر بن کنانہ۔ اس سے

صاف معلوم ہے۔ کہ اس شرف کے درجات متصاعدہ بارہ ہیں۔ جو محیط قرشی تک منتہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے۔ کہ درجات متنازلہ بھی ذریت نبوی میں بارہ ہی ہوں۔ اور عدد آئمہ قریش ان پر پورا ہو جائے۔ اور بالکل ایسا ہی ہے۔ اور وہ بارہ یہ ہیں۔ محمد المہدی بن حسن العسکری بن علی التقی بن محمد التقی بن علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی بن الحسین بن علی والحسن بن علی وعلی بن ابی طالب۔ پس خط صعودی ونزولی دونوں مساوی ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ یہ بارہ اولاد رسول ہی سے یکے بعد دیگرے ہوں۔ لہٰذا خلافت محمدی اولاد و ذریت نبوی سے باہر نہیں جا سکتی۔ اور جس آیت کے ذیل میں ہم بارہ چشموں سے تشبیہ دے آئے ہیں۔ وہ بھی اسی کو چاہتی ہے۔ کیونکہ ایک ہی پتھر سے بارہ چشمے پھوٹے تھے۔ نہ مختلف پتھروں سے۔ پس بارہ چشمہائے علوم محمدی کا بھی منبع ومرکز ایک ہی ہو گا نہ مختلف۔ اور یہ صورت صرف اسی وقت درست آسکتی ہے۔ کہ سلسلہ خلفاء آئمہ اہل البیت ہی کو درست مانا جائے۔ بیشک بارہ چشمہائے علوم محمدی وہی ہیں۔ وہ جو خود وجود محمدی ہی سے نکلے ہیں۔ اور سب کا منبع ظاہراً باطناً ذات محمدی ہی ہے۔ اور یہ وہ اسرار ہیں۔ جن کو اہل باطن اور اہل بصیرت ومعرفت خوب سمجھتے ہیں۔ اور ہرگز اس میں شبہ نہیں کر سکتے ہیں۔ کہ خلافت محمدی بارہ خلفاء میں منحصر ہے۔ جو بالکل اقنون عقل۔ فطرتِ انسانی۔ فطرتِ عالم۔ سنت الٰہی اور سنت انبیاء اللہ کے مطابق وموافق ہے۔ "وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ"۔ (سورہ الاعراف:۲۰۵) اگر سلسلہ دیانت پر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ ہر نبی کا ایک نہ ایک وصی ضرور رہا ہے۔ اور ایک نبوت سے دوسری نبوت تک سلسلہ اوصیاء رہا ہے۔ آنحضرتؐ کا بھی کوئی وصی ضرور ہے۔ اور چونکہ نبوت حضرت ختمی مرتبت کے بعد قیامت تک کوئی نبوت نہیں ہے۔ اور یہ زمانہ حضرت تا قیامت منتہی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے۔ کہ آنحضرت کا بھی کوئی وصی ہو۔ اور پھر ہر ایک وصی کے بعد دوسرا وصی تا قیامت۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ قطب الاقطاب جناب سیّد علی الہمدانی مؤدۃ القربیٰ میں روایت کرتے ہیں۔ کہ بریدہؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہر نبی کا وصی اور وارث ہوتا ہے۔ اور میرا وصی اور وارث علی ہے۔ ابن عباس روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میں تمہیں بشارت دیتا ہوں۔ کہ خدا نے میری تائید علیؑ سے کی۔ جو سید الاولین وآخرین وسیّد الوصیین ہے۔ اور اسی کو میرا کفو بنایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہر نبی کا وصی ہوتا ہے۔ جیسے آدمؑ کے وصی شیثؑ ہوئے۔ موسیٰؑ کے یوشعؑ بن نون ہوئے۔ اور عیسیٰؑ کے شمعونؑ ہوئے۔ اور علیؑ میرا وصی ہے۔ اور میرا وصی سب وصیوں سے بہتر ہے۔ (مؤدۃ القربیٰ ینابیع المودۃ۔ مسند احمد بن حنبل وغیرہا)

اسلام میں احادیث وصایت بکثرت ہیں۔ اور حضرت علیؑ کے وصی رسول اللہ ہونے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور سلسلہ وصایت قیامت تک ضروری ہے۔ لہٰذا حضرت علیؑ کے بعد بھی اوصیاء کی ضرورت ہے۔ یکے بعد دیگرے۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ اور احادیث بحد تواتر موجود ہیں۔ کہ حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد میرے اوصیاء بارہ ہیں۔ بعدد انقباء بنی اسرائیل ینابیع) پس معلوم ہوا۔ کہ خلفاء۔ امہ اور اوصیا کی تعداد بارہ ہے۔

اوران احادیث کے جمع کی صورت سوائے اس کے کوئی نہیں ہے۔ کہ اوصیاء۔ رسول و آئمہ امت ہی خلفاء رسول ہیں۔ جوخلیفہ ہے۔ وہی وصی ہے۔ جووصی ہے۔ وہی خلیفہ ہے۔ جوامام ہے۔ وہی خلیفہ ہے۔ جوخلیفہ ہے۔ وہی امام ہے۔ پس بارہ امام ہی خلیفہ رسول اور وصی رسول ہیں۔ اور جہاں رسول اللہ کے اوصیاء کا ذکر ہے۔ اور بارہ بتلائے ہیں۔ ان اوصیا کے نام بھی بتلائے ہیں۔ وہ نام وہی بارہ اماموں کے نام ہیں۔ جومذکور ہوئے۔ پس بلاشبہ خلافت محمدی بارہ خلفاء ہی میں منحصر ہے۔ اور مسئلہ وصایت اوصیاء نبی خودایک دلیل اس انحصار کی ہے۔ اور کسی نے آج تک دعویٰ نہیں کیا ہے۔ کہ اوصیاء رسول آئمہ اہل بیت سوائے کوئی اور بھی ہیں۔ لہٰذا اس دلیل سے بھی خلفاء رسول بارہ ہی ہیں۔ وہ امام بارہ از ذریت وعترت رسول ہیں۔ اور یہ گیارہ دلیلیں بارہ خلفاء کے وجود پر ہیں۔

تخفیف عہدئہ رسالت و بقائے امامت۔

اس مقام پر یہ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ مسلمہ اہل اسلام ہے۔ کہ رسالت ختم ہوچکی ہے۔ اور عہدۂ نبوت تخفیف میں آگیا۔ بعد رسول یہ عہدۂ منصب۔ باقی نہیں رہا ہے۔ اور یہ مسلم ہے۔ کہ کوئی شخص جب کسی کا جانشین ہوتا ہے۔ تو اسی عہدہ میں جانشین ہوتا ہے۔ جواس کا ہے۔ اور جب عہدہ تخفیف ہوجائے۔ تواس کی قائم مقامی اور جانشینی کے کوئی معنی نہیں ہوسکتے ہیں۔ قاضی کا عہدہ اگر نہ رکھا جائے۔ اور تخفیف کردیا جائے۔ تو قضا میں اس کا کوئی جانشین نہیں ہوسکتا۔ جب قضاوت ہی نہ رہی۔ تو جانشینی کیسی؟ جب نبوت ہی نہ رہی۔ تو نبی کی جانشینی کے کیا معنی؟ کونسا وہ عہدہ اور منصب ہے۔ جس میں یہ رسول کی جگہ کام کریں گے؟ اس کا جواب سوائے اس کے نہیں ہے کہ نبوت ختم ہوگئی۔ مگر امامت باقی ہے۔ اور رسول اللہ نبی رسول اور امام تھے۔ پس جانشینان رسول امامت میں قائم مقام رسول ہوں گے۔ اور خلافت رسول کے معنی امامت ہی ہیں۔ خلافت محمدیہ امامت ہی میں ہے۔ اور جب یہ مسلم ہے۔ کہ خلافت محمدیہ بارہ میں منحصر ہے۔ تو ضروری ہوا۔ کہ اسی مطابقت سے امامت بھی بارہ میں منحصر ہو۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ کہ بارہ خلفاء بارہ امام ہی ہیں۔ اور بقاء امامت ذریت ابراہیمی میں تاقیام قیامت اس کی نص صریح ہے۔ پس احادیث مذکورہ بالا کا صاف مطلب یہ ہوا۔ کہ یہ دین بارہ اماموں کے وجود کے ساتھ ہے۔ اور مدار دین محمدی تا قیامت بارہ امام ہی ہیں۔ اور ہر خلیفہ رسول امام خلق ہے۔ اور کبھی زمین وجود امام سے تاقیام خالی نہ ہوگی۔ اگر کوئی زمانہ ایسا تصور کیا جائے۔ جس میں اس امام خلق کا وجود نہ مانا جائے۔ تو اس کے صریح معنی یہ ہوں گے۔ کہ دین اسلام دنیا سے اُٹھ چکا ہے۔ کیونکہ بقاء دین اسلام بارہ اماموں کے وجود پر ہے۔ دین ان کے ساتھ ہے۔ اور یہ دین کے ساتھ ہیں۔ بلکہ دین صاحب دین سے علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ پس بعد رسول اللہ حافظ دین خدا یہی خلفاء اللہ ہیں جو بارہ امام ہیں۔ اور فریقین میں بارہ اماموں کی بشارت کی احادیث موجود ہیں۔ اوران کی مطابقت بغیراس کے محال ہے۔ کہ بارہ خلفاء اور بارہ امام ایک ہی ہوں۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ اور اکثر علماء ہم نے فرائدالسبطین والمناقب وغیرہما سے وہ احادیث رسول اللہ نقل کی ہیں۔ جن میں بارہ اماموں کے نام رسول خدا نے فرمائے ہیں۔ ایک جابر بن عبداللہ الانصاری سے اور ایک ابن عباس سے اور اسی

طرح بعض احادیث دیگر صحابہ کرام سے۔ اور یہ بارہ امام مشہور و معروف ہیں (ان کی تفصیل الصراط السوی اور خلافت الٰہیہ حصہ دوم میں ملاحظہ ہو)۔ اسی کتاب ینابیع ومودۃ القربیٰ وغیرہما میں مروی ہے۔ کہ رسولؐ خدا نے فرمایا۔ "اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ وُلْدِیْ مَنْ اَطَاعَھُمْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَاھُمْ فَقَدْ عَصَا اللّٰہَ ھُمْ عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی وَالْوَسِیْلَۃُ اِلَی اللّٰہِ جَلَّ وَعَلاً" امام میری اولاد ہی سے ہوں گے۔ جس نے ان کی اطاعت کی۔ اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور جس نے ان کی نافرمانی کی۔ اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ اور وہی خدا کی محکم رسّی اور اس کی طرف پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔ بیشک یہی خلفاء اللہ ہیں۔ اور ان کی اطاعت عین اطاعت خدا۔ اگر ان کی اطاعت عین اطاعت خدا نہ ہوتی۔ تو یہ خلفاء اللہ ہی نہ ہوتے۔ جناب سلیمان مصری اس کا یوں فیصلہ کرتے ہیں۔

قَالَ بَعْضُ الْمُحَقِّقِیْنَ اِنَّ الْاَحَادِیْثَ الدَّالَّۃَ عَلٰی کَوْنِ الْخُلَفَاءِ بَعْدَہٗ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِثْنَا عَشَرَ قَدِ اشْتَھَرَتْ مِنْ طُرُقٍ کَثِیْرَۃٍ فَبِشَرْحِ الزَّمَانِ وَتَعْرِیْفِ الْکَوْنِ وَالْمَکَانِ عُلِمَ اِنَّ مُرَادَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مِنْ حَدِیْثِہٖ ھٰذَا الْاَئِمَّۃُ الْاِثْنَا عَشَرَ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَعِتْرَتِہٖ اِذْلَا یُمْکِنُ اَنْ یُحْمَلَ ھٰذَا الْحَدِیْثُ عَلَی الْخُلَفَاءِ بَعْدَہٗ مِنْ اَصْحَابِہٖ لِقِلَّتِھِمْ عَنِ اثْنَا عَشَرَ وَلَا یُمْکِنُ اَنْ نَحْمَلَہٗ عَلَی الْمُلُوْکِ الْاَمَرِیَّۃِ لِزِیَادَتِھِمْ عَلٰی اثْنَا عَشَرَ وَبِظُلْمِھِمُ الْفَاحِشِ اِلَّا عُمَرَبْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ وَیَکُوْنُھُمْ غَیْرَ بَنِیْ ھَاشِمِ لِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّھُمْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمِ فِیْ رِوَایَۃِ عَبْدِ الْمَلِکِ عَنْ جَابِرٍ وَاِخْفَاءُ الصَّوْتِ عَنْہُ یُرَجِّحُ ھٰذَا الْاَنَّھُمْ لَا یُحْسِنُوْنَ اِمَامَۃَ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَلَا یُمْکِنُ اَنْ نَحْمَلَہٗ عَلَی الْمُلُوْکِ الْعَبَاسِیَّہِ لِزِیَادَتِھِمْ عَلَی الْعَدَدِ وَلِقِلَّۃِ رِعَایَتِھِمُ الْاٰیَہُ قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ لِاٰیَہٖ وَحَدِیْثِ الْکِسَاءِ فَلَا بُدَّ مِنْ اَنْ نَحْمَلَ ھٰذَا الْحَدِیْثَ عَلَی الْاَئِمَّۃِ اثْنَا عَشَرَ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَعِتْرَتِہٖ لِاَنَّھُمْ کَانُوْا اَعْلَمَ اَھْلِ زَمَانِھِمْ وَاَجَلَّھُمْ وَاَوْرَعَھُمْ وَاَتْقَاھُمْ وَاَعْلَھُمْ نَسَباً وَاَفْضَلَھُمْ حَسَباً وَاَکْرَمَھُمْ عِنْدَاللّٰہِ وَکَانَ عُلُوْمُھُمْ مِنْ اٰبَائِھِمْ مُتَّصِلًا بِجَدِّھِمْ وَالْوِرَاثَۃِ وَاللَّدِیْنِہٖ کِذَا اَعْرَفَھُمْ اَھْلَ الْعِلْمِ وَالتَّحْقِیْقِ الخ۔

یعنی یہ حدیث خلفاء اثنا عشر بطرق مختلفہ مروی ہے۔ اور مشہور و معروف ہے۔ کہ رسول اللہ کے خلفاء بارہ ہیں۔ پس زمانے اور کون و مکان اور فطرت عالم نے خود بتلا دیا ہے۔ کہ رسول اللہؐ کی مراد خلفاء اثنا عشر ہے بارہ آئمہ اہل بیت ہی ہیں۔ کیونکہ اصحاب رسولؐ سے جو خلفاء ہوئے۔ ان پر تو یہ حدیث اس لئے صادق نہیں آتی۔ کہ وہ بارہ پورے نہیں ہوتے اور بنی امیہ کے بادشاہوں پر اس لئے صادق نہیں آتی۔ کہ وہ بارہ سے زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس لئے کہ ان کا ظلم فاحش ہے۔ اور ظالم کبھی امام اور خلیفہ رسول نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے بھی کہ وہ بنی ہاشم سے نہیں ہیں۔ اور رسول خدا نے یہ فرمایا ہے۔ کہ وہ میرے بارہ خلفاء بنی ہاشم سے ہوں گے۔ جیسا کہ جابرؓ سے مروی ہے۔ اور حضرت کا اس موقع پر آواز کو خفی کر لینا اس کو ترجیح دیتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ بنی ہاشم کی خلافت و امامت نہ چاہتے تھے (اور حسد سے کہہ دیتے تھے۔ کہ نبوت اور خلافت ایک ہی گھر میں جمع نہیں ہو سکتی ہیں)۔ اور

وہ نہیں جانتے تھے۔ کہ خلافت محمدیہ اور امامت نبوت سے جدا ہو ہی نہیں سکتی ہیں۔ اور امام یا رسول ہو سکتا ہے۔ اور اگر رسالت ختم ہو جائے۔ تو وہ ہونا چاہئے۔ جو کہ نفس رسول ہو۔ اور رسالت کا درجہ صلوح رکھتا ہو۔ اور یہ حدیث بنی عباس کے بادشاہوں پر بھی صادق نہیں آتی ہے کیونکہ ایک تو وہ بھی بارہ سے بہت زیادہ ہیں۔ دوسرے انہوں نے آیہ مودت اور حدیث کساء کی رعایت نہیں کی اور اہل بیت رسول پر (مثل نبی اللہ خوب ظلم کئے۔ (پس یہ ظالم امامت کے کہاں وارث ہو سکتے ہیں)۔ پس ہم مجبور ہیں کہ خلفاء اثناعشر سے مراد آئمہ اثناعشر لیں۔ جو اہل بیت و عترت نبی سے ہیں۔ کیونکہ وہ سب کے سب کل اہل زمانہ سے زیادہ عالم اور ان سے رتبہ میں اجل و افحم سب سے بڑھ کر پرہیزگار۔ سب سے بڑھ کر متقی اور نسب وحسب میں سب سے افضل و اعلیٰ تھے اور ان کے علوم متصل اپنے آباؤ اجداد سے چلے آتے تھے۔ اور رسول اللہ سے متصل بطور وراثت باطنی اور بطور علم لدنی حاصل تھے۔ اور اسی طرح ان کو اہل علم اور اہل تحقیق اور اہل کشف و اہل معرفت نے پہچانا ہے۔ حدیث ثقلین اس کی مزید تائید کرتی ہے۔ کیونکہ حدیث خلفاء یہ بتلاتی ہے۔ کہ بقاء دین و مدار اسلام انہی بارہ خلفاء پر ہے۔ اور حدیث ثقلین تصریح کرتی ہے۔ کہ دین اہل بیت محمدؐ کے ساتھ ہے۔ "اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ وَلَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ"۔ میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتاب اللہ۔ دوسرے میری عترت۔ میرے اہل بیت جب تک تم ان سے تمسک رکھو گے۔ کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ دین محمدی قرآن ہے۔ اور قرآن اہل بیت کے ساتھ ہے۔ نہ قرآن ان سے جدا۔ اور نہ وہ قرآن سے جدا۔ پس بقائے دین اسلام بقائے اہل بیت پر ہے۔ علم محمدی قرآن ہے۔ اور عمل کرانے والے اہل البیت۔ اور انہی دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ جس نے اس حدیث کے الفاظ کو اہل بیتی کی بجائے سنتی سے مسخ کیا ہے۔ وہ نہیں سمجھا۔ کہ کتاب اللہ کے ساتھ مبین و معلم کتاب اللہ کی ضرورت ہے۔ ورنہ کتاب اللہ اور سنت رسول خود بخود کسی کو ہدایت نہیں کر سکتی ہیں۔ اور نہ اپنے معنی خود بیان کر سکتی ہیں۔ ورنہ اختلاف کو مٹا سکتی ہیں۔ معلم کتاب اللہ چاہئے۔ جو اختلاف مٹا کر معنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ بتلائے۔ اور وہ اہل بیت نبوت و رسالت ہیں۔ جو جانشین رسول ہیں۔ اور علم کتاب اللہ من جانب اللہ اپنے سینوں میں رکھتے ہیں۔ اسی واسطے اسی حدیث ثقلین کو بعض اوقات حضرت نے خلیفہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی فرمایا ہے۔ انی مختلف فیکم۔ میں تم میں چھوڑے جاتا ہوں۔ یا تم میں اپنا قائم مقام بنائے جاتا ہوں۔ پس ممکن ہی نہیں ہے۔ کہ حدیث خلفاء اثناعشر و آئمہ اثناعشر کے سوا کسی اور پر صادق آئے۔ نہ خلافت امامت سے جدا ہو سکتی ہے۔ اور نہ آئمہ اہل بیت کے سوا کوئی خلیفہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی صورت سے یہ عدد پورا ہوتا ہے۔ اور اسی واسطے جن لوگوں نے اس حدیث کو یوں حل نہیں کیا۔ وہ آج تک اس کو حل ہی نہیں کر سکے۔ اور آج تک نہیں بتلا سکے۔ کہ وہ بارہ خلیفہ کون ہیں؟ کسی نے کسی کو بتایا۔ اور کسی نے کسی کو۔ کوئی دین اسلام کا خاتمہ کر چکا۔ اور کوئی بارھویں کا منتظر ہے (دیکھو

خلافت الٰہیہ حصہ دوم) ہم کہتے ہیں۔ کہ سلسلہ خلافت خود بتلا رہا ہے۔ کہ ان کے سوا کوئی خلیفہ رسول نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی اور کو خلیفہ فرض کیا جائے۔ تو سلسلہ خلافت الٰہیہ منقطع ہو جائے گا۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ "لَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ" (سورہ القصص:۵۱) ہم نے لوگوں پر اپنا کلام متصل بھیجا ہے۔ کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اس میں کبھی انقطاع نہیں ہوا۔ ہر ایک خلیفہ اپنے ماسبق سے وراثت باطنی متصل پاتا رہا ہے۔ اور علم لدنی کا حامل رہا ہے۔ اور یہ بات امت محمدی میں اگر ممکن ہے۔ تو صرف عترت رسول ہی کو ممکن ہے۔ اور اسی واسطے اہل کشف و معرفت اس پر اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ یہ خلافت اہل بیت سے خارج نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ اوپر قول علماء مذکور ہوا۔ بلکہ نبوت کی عرضی ترقی صاف اسی کو مقتضی ہے۔ جس کی ہم آئندہ تصریح کریں گے۔

یہاں سے یہ بھی صاف ہو گیا۔ کہ خلافت کہ خلفاء اربعہ سے مخصوص کرنا محض تحکم اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کوئی آیت یا حدیث یا دلیل عقلی و فطری خلافت محمدیہ کو چار میں منحصر و محدود نہیں کرتی۔ اور حدیث ثَلٰثِيْنَ سَنَةً۔ یعنی کہ حضرت نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہے۔ اور اس کے بعد بادشاہ جابرہ ہوں گے۔ اس کی دلیل نہیں ہے۔ کہ میرے بعد خلفاء برحق صرف چار ہوں گے۔ یا تیس برس ہوں گے۔ یہ ایک پیشینگوئی ہے۔ جس کے صاف معنی یہی ہیں۔ کہ تیس سال اسلام میں کچھ رنگ خلافت محمدی رہے گا۔ اور اس کے بعد قیصر و کسریٰ کی بادشاہی کھلم کھلا ہو جائے گی۔ اور بالکل ایسا ہی ہوا ہے۔ اور علاوہ ازیں اس حدیث میں احتمال ہے۔ اور قوی احتمال ہے۔ کہ خلافت سے مراد آنحضرتؐ کی خلافت بافصل ہو۔ یعنی خلافت اوّل تیس سال ہوگی۔ اور وہ بیشک ایسا ہی ہے۔ حضرت علیؑ کی خلافت کا زمانہ تیس سال ہے۔ یعنی ۱۱ھ انتقال رسول سے ۴۰ھ انتقال علیؑ تک تیس ہی سال ہوتے ہیں۔ اور اس کے بعد امیر شام نے بالکل خلافت کو جابرانہ حکومت بنا دیا۔ وَاِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالَ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ۔ جب دوسرے معنی کا احتمال آ گیا۔ تو استدلال اس سے باطل ہو گیا۔ پس کوئی دلیل نہیں ہے۔ کہ خلافت محمدیہ خلفاء اربعہ میں منحصر ہے۔ کبھی رسول اللہ نے نہیں فرمایا۔ کہ میرے بعد چار خلیفہ ہوں گے۔ اور بس۔ اور نہ اہل اسلام نے وقت وفات رسول اسلام یہ قطعی فیصلہ کس دلیل سے کیا تھا۔ کہ خلافت چار تک رہے گی۔ اور بس۔ یہ ایک اعتقاد ہے۔ جو مدت کے بعد لوگوں نے قائم کر لیا ہے۔ اور جب یہ اعتقاد بنا لیا۔ کہ خلفاء یہی ہیں۔ تو یہ دعویٰ کر دیا۔ اور دلیلیں بعد میں تراشی گئی ہیں۔ مگر اس پر بھی اکتفا نہیں ہے۔ پھر بھی معاویہ و یزید و ولید وغیرہم خلفاء اور امراء المومنین بنائے جاتے ہیں۔ اور ولید و یزید جیسے فساق امانت الٰہی کے منصبدار قرار دیئے جاتے ہیں۔ درآنحالیکہ ان کے فساق و فجار ہونے کا خود اقرار کیا جاتا ہے۔ اور ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ اور اس کے بعد خلفاء اربعہ کے ساتھ راشدین کا دم چھلا اضافہ کیا جاتا ہے۔ اور راشدین و غیر راشدین دو قسم کے خلیفہ بنائے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی اپنی اصطلاح اور بلا دلیل عقیدہ ہے۔ کہ بارہ خلفاء رسول میں سے چار راشد ہوں گے۔ اور آٹھ غیر راشد۔ دین الٰہی چار ہدایت یافتہ خلفاء پر قائم ہوگا۔ اور آٹھ غیر ہدایت یافتہ پر۔ خلافت الٰہیہ چار نیکوکاروں کو ملے گی اور آٹھ بدکاروں کو۔ امانت الٰہی چار امانتداروں کے سپرد ہوگی۔ اور آٹھ خائنوں کے۔ وَاِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔ یہ صرف

گھڑنت ہے۔ اس کی دلیل برہان سے کوئی تعلق نہیں۔

ہاں یوں کیوں نہیں کہا جاتا۔ پیشوا قریش میں سے دو قسم کے ہوں گے۔ ایک ابرار اور دوسرے فجار۔ ابرار ابراروں کے پیشوا ہوں گے۔ اور فجار فجاروں کے۔ اور یہ مضمون حدیث بلکہ مترجمہ حدیث ہے۔ پس چار راشدین نہیں ہیں۔ بلکہ بارہ ہی راشدین ہیں۔ اور بارہ ہی غیر راشدین ہیں۔ اور ہم دونوں سلسلوں کو حصہ دوم میں دکھلا چکے ہیں۔ ایک خلافت الٰہیہ کے وارث ہیں۔ اور دوسرے خلافت اجماعیہ قومیہ کے۔ بارہ خلفاء اللہ و خلفاء الرسول ہیں۔ اور بارہ ہی سلاطین المسلمین۔ اور دو ہی قسم کے اماموں کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور یہ دو علیحدہ علیحدہ جماعتیں ہیں۔ ”ھٰذٰنِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّھِمْ الایہ“۔ یہ دونوں متضاد فریق ہیں۔ نہ مخلوط و مرکب فساق و فجار کو گروہ آئمہ برحق سے آیہ قرآنی نے قیامت تک کیلئے جدا کر دیا ہے۔ اور ہمارا یہی دعویٰ ہے۔ کہ بعد رسول اللہ بارہ خلیفہ برحق حضرت کے جانشین ہیں۔ اور انہی پر دین کا خاتمہ ہوگا۔ اور وہ بارہ معین و معلوم ہیں۔ رسول اللہ نے ان کی تصریح فرمائی ہے۔ اسماء مبارک اس کے حصہ دوم میں مذکور ہیں۔ اور مثل عدد نقباء بنی اسرائیل ہیں۔ جو خلافت کے بارہ میں منحصر ہونے کی ایک دلیل ہے۔

دلائل خلافت خلیفہ برحق اوّل۔

بارہ اماموں اور بارہ خلفاء رسول میں سے سب سے اوّل اور سب سے اقدم اور بلحاظ تقدم سب سے افضل حضرت علیؑ ہیں۔ اور چونکہ بعد رسول بلا فاصلہ غیر حضرت کے جانشین قرار پائے ہیں۔ اس لئے خلیفہ بلا فصل کہلاتے ہیں۔ اور خلافت بلا فصل کے یہی معنی ہیں۔ اور ہم نے باب اوّل میں خلافت الٰہیہ اور خلافت نبویہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے جن اوصاف کو خلیفہ خدا و امام برحق کے لئے ضروری ثابت کیا ہے۔ وہ کل دلیلیں ہیں اس دعویٰ پر۔ کہ بعد رسول خلیفہ حضرت علیؑ ہی ہیں۔ اور ان کے بعد ان کی اولاد۔ کیونکہ یہ اوصاف اور کسی میں ثابت ہی نہیں ہو سکتے۔ کسی کو قدرت نے ان اوصاف و کمالات پر خلق ہی نہیں کیا۔ اور اس واسطے جس شخص نے بھی ان اوصاف کو مدنظر رکھا ہے۔ اور خلافت الٰہیہ و خلافت نبویہ کے راز کو سمجھا ہے۔ وہ سب اس پر متفق ہیں۔ کہ خلافت الٰہیہ بعد رسول اللہ اس خاندان سے علیحدہ ہو ہی نہیں سکتی ہے۔ وہ کون ہے۔ جو عالم کون و فساد میں تصرف رکھتا ہو۔ اور خلافت الٰہیہ کے حقیقی معنی اس میں صادق آئیں؟ وہ کون ہے؟ جو خدا کا سب سے مقرب بندہ ہو۔ اور اقرب الخلق اے اللہ رسول اللہ کا جانشین ہو سکے؟ وہ کون ہے؟ جو قدوس کی بارگاہ میں مقام صداقت پر بیٹھ سکے۔ ”فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ“ (سورہ القمر: ۵۵) وہ کون طاہر و مطہر و مقدس و مزکیٰ وجود ہے؟ جو نوع انسانی کو نجاست کفر و شرک و ضلالت و جہالت سے پاک کر سکے؟ وہ کون نور خدا ہے؟ جو بندگان خدا کو ظلمات سے نکال کر نور میں لے جائے۔ تاریکی کفر و شرک سے روشنی میں لائے؟ وہ کون حرص و ہوا سے پاک و معصوم وجود ہے۔ جو انسان کی ہوا و ہوس طبیعہ سے نکال کر روحانیت کے صحرا میں لا کھڑا کرے؟

وہ کون مجسمہ خلق ہے؟ جو ” انك لعلٰى خلق عظيم “ کا قائم مقام ہو کر لوگوں کو تخلقوا باخلاق اللّٰہ وتادبو

باٰداب اللّٰہ کا سبق عملی پڑھائے۔ اور وساوس العادت کی کشاکش سے بچائے۔ وہ کون؟ ماٰمور من اللہ و وارث امر الٰہی و ولی الامر ہے؟ جو نفس امارہ کی حکومت سے انسان کو بچا کر "أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ" (سورہ النساء: ۵۹) کا سچا اور حقیقی درس دے۔ اور اپنے تصرف فی العالم سے ولی الامر کے معنی فقیری کے بوریے پر بیٹھے ہوئے سمجھا جائے۔ اور وہ کون نمونہ الٰہی ہے۔ جو ملکی الذات والٰہی الصفات ہو کر دنیا میں حقانیت وصداقت کی مثال قائم کر کے گم گشتگان وادی ضلالت کو تقلید نوامیس الامثال سے محفوظ رکھے۔ وہ کون ہے۔ جو عصمت وطہارت کا مجسمہ اور ہوا وہوس سے پاک جو ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھے۔ اور اقامہ دین میں اپنے نفس تک کو ہلاک کر دے؟ وہ کون ہے۔ جو نذیر للعالمین ورحمتہ للعالمین کی تمام عوالم میں قائم مقامی کر سکے۔ اور زمین آسمان میں حجت خدا اور مشکل کشا مشہور ومعروف ہو؟ وہ کون ہے؟ جو بحیثیت تقدم وجود وقدرت۔ علم اور تصرف (حکم) جمیع عوالم پر ریاست عامہ رکھتا ہو۔ اور ہر عارف کی زبان پر اس ولی اللہ کا نام ہو۔ یہ آل محمدؐ ہیں۔ اہل بیت رسول ہیں۔ عترت نبی ہیں۔ ذریت فاطمہ ہیں۔ کوئی بادشاہ ہے۔ ہوا کرے۔ کوئی سلطان ہے۔ تو ہوا کرے۔ کوئی پولیٹیشن ہے۔ تو ہو۔ کوئی خلیفۃ المسلمین اور ان کا نمائندہ ہے۔ ہوا کرے۔ وہ کون ہے۔ جو روز قیامت ہمارے کام آئے۔ احکم الحاکمین ورب العالمین کی جبروت وقہاریت کے دربار میں ہمیں بچائے۔ اور ہماری شفاعت کرے۔ اور عہد شفاعت ملکیت میں رکھتا ہو۔ " وَلَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا "(سورہ مریم: ۸۷) نہیں مالک شفاعت ہوسکتا ہے اس دن مگر وہ ہی امام برحق جو عند اللہ عہد لے چکا ہے۔ اور راہ بہشت میں روز محشر ہمارا پیشرو بنے۔ جیسا کہ دنیا میں پیشوا تھا۔ " يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ "(سورہ بنی اسرائیل: ۷۱) روز قیامت ہر شخص کو ہم اس کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے۔ وہ کون صاحب وحی والہام ہے؟ جس کے پاس امر الٰہی ہمیشہ نازل ہوتا رہے۔ اور مدبرات الامر اس ولی الامر کے ماتحت ہوں۔ جو کہ سکے۔ اور مجمع عام میں علے رؤس الاشہاد بکمال قوت دعویٰ کر سکے۔ "أَنَا خَلِيفَةُ رَبِّ الْعَالَمِينَ" میں خلیفہ رب العالمین ہوں۔ "سَلُونِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي فَإِنِّي أَعْلَمُ بِطُرُقِ السَّمٰوٰتِ مِنْ طُرُقِ الْأَرْضِ" پوچھو مجھ سے جو تمہارا دل چاہے۔ زمین کی خبر پوچھو۔ آسمان کا علم دریافت کرو۔ میں زمین کے راستوں کی نسبت آسمان کے راستوں کا زیادہ واقف ہوں۔ کون ہے۔ جس کی شان یہ ہو۔ اَلْحُجَّةُ مَنْ لَا يَقُولُ لَا أَدْرِي۔ حجت خدا وہ ہے۔ جو کسی سوال کے جواب میں یہ نہ کہے۔ کہ میں نہیں جانتا۔ جو کچھ پوچھیں۔ اس کا عالم ہو۔ کیا غیر آل محمد کسی میں یہ وصف پایا جا سکتا ہے؟ یا بغیر اس وصف کے کوئی حجت خدا کہلا سکتا ہے؟ اور اگر ایسا حجت خدا بعد رسول نہیں ہے۔ تو اس زمانے کے لوگوں پر حجت خدا کس طرح تمام ہوتی ہے؟ کیا جواب دے گا۔ اگر یہ نہ ہو۔ اور بندگانِ خدا کہیں کہ تو نے ہم پر ہادی نہ بھیجا تھا۔ کسی کو اپنی حجت قرار نہ دیا تھا۔ وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ۔ قیصر و کسریٰ کی تدبیر سیاسی کے جاننے والے۔ دنیا کی بادشاہت میں ملکی حیل کے عالم وعارف اپنے جبر وتشدد باشراست و خشونت سے لوگوں کو تابع حکم بنانے والے اور اپنے سامنے دم مارنے کی مہلت نہ دینے والے دنیا میں بہت ہوں گے۔ پہلے بھی اور اب بھی۔ مگر وہ وجود جو مدبر السموات والارض کا خلیفہ کہلا سکیں۔ وہی وجود ملیں گے۔ جن کو عارفین

نے کہا ہے۔ اور سچ کہا ہے۔ اَسْرَارُ اللّٰهِ الْمُوْدَعَةُ فِی الْھَیَاکِلِ الْبَشْرِیَّةِ۔ یہ خدا کے اسرار تھے۔ جو صور بشری میں ودیعت کیئے گئے تھے۔ قدوسی اور ملکوتی بندے تھے۔ جو لباس بشری میں آئے تھے۔ بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَھُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ۔

از جملہ آفرینش کون و مکاں
مقصود خدا علی و اولاد علی است

خلافت و امامت علوئ پر پہلی فلسفی دلیل۔

یہ مسلمہ حکماء وفلاسفر ہے۔ اور اصول عقلیہ کے مطابق۔ کہ اوّل مخلوق ومصنوع۔ اکمل واشد واشرف واقویٰ ہوتا ہے۔ کیونکہ نسبت خالق اس کے ساتھ اتم نسب ہے۔ اور اس کے اور خالق کے درمیان فاصلہ نہیں ہے۔ اور یہ ثابت ہے۔ کہ وجود محمدی اوّل مخلوق ہے۔ پس وہ اکمل واقویٰ وجود فوق مخلوق وتحت خالق ہے۔ کوئی وجود اس کو قطعاً نہیں پہنچ سکتا۔ اور یہ بھی مسلم ہے۔ کہ خلیفہ اپنے مستخلف کا آئینہ ہوتا ہے۔ اور نقص خلیفہ نقص مستخلف کی دلیل۔ پس ضروری ہے۔ کہ کامل کا خلیفہ کامل ہی ہو۔ عالم کا جانشین عالم ہی ہوا کرتا ہے۔ اور شجاع کی جگہ بہادر ہی لیا کرتا ہے۔ دیکھو حصہ اوّل۔ اور اس مقدمہ سے معلوم ہوے۔ کہ مثل ونظیر اوّل مخلوق محال ہے۔ کوئی دوسری مخلوق جو خلقت میں درجہ دوم پر ہو۔ اس کے مقابل نہیں ہوسکتا۔ چہ جائیکہ وہ وجود جو خلقت میں بدر جہا پست ہو۔ پس کون ہے۔ جو اکمل مکونات حضرت رسالت مآبؐ کی جگہ آئے۔ اور حقیقی معنی میں آنجناب کا قائم مقام ہو سکے؟ "قُلْ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ" ای فَاْتُوْا مِنْ مِثْلِ مُحَمَّدٍ بِسُوْرَةٍ "(سورہ بقرہ:۲۳) پس خلافت محمدیہ کا وجود ہی محال ہے۔ نہ کوئی وجود قوت وکمال میں مثل محمدؐ ہوسکتا ہے۔ اور نہ اس کی جگہ قائم مقام بن سکتا ہے۔ الا وہ وجود قائم مقام محمد ہوسکتا ہے۔ جو مثل اس کے اول المخلوق ہو۔ یا اوّل مخلوق ہونے میں اس کا شریک ہو۔ اور وہ وجود نہیں ہے مگر علیؑ بن ابی طالبؑ اور اس کی اولاد۔ اور وہی وجود نفس رسول کہلا سکتا ہے۔ اور یہ ایک فلسفی دلیل ہے خلافت علیؑ ابن ابی طالبؑ پر۔ اگر اوّل المخلوقین واوّل المسلمین کا کوئی جانشین ہوسکتا ہے۔ تو وہی جو اسی کے نور کا جزو ہو۔ اور اسی کا نفس ہو۔ اگر علی اس وصف سے متصف نہیں ہے۔ تو یا خلافت محمدیہ کے مصداق سے بالکلیہ انکار کرنا ہوگا۔ یا کوئی مثل محمد فرض کرنا ہوگا؟ اور یہ دونوں محال ہیں۔ پس خلافت علوی کا تسلیم کرنا عقلاً واجب ہے۔ ورنہ بہت سی آیات اور سینکڑوں احادیث کا محض اپنی نفسانیت کے لئے انکار کرنا پڑے گا۔ اتحاد نور علیؑ و نبی کی احادیث ملاحظہ ہوں۔ اور آیہ مجیدہ "وصنوان وغیر صنوان" اور اس کی تفسیر (حصہ اوّل ملاحظہ ہو) ایک جڑ کے دو تنے اور ایک نور کی دو شمعیں یا ایک شمع کی دو لوئیں کون ہیں؟ نبی اور اہل بیت نبی۔ اس سے یہ تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ وہ وجود جو مثل نبی ہے۔ بوجہ اتحاد نوری نفس رسول نہیں ہے۔ تو پھر نفس رسول کا مصداق کوئی اور پیدا کیجئے۔ اور "اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ" (سورہ ال عمران:٦١) کے معنی بتلائیے۔ ایک نہیں یہ سارے کے سارے نفس نبی ہیں۔ یہ ایک ہی نور ہے۔ جو مختلف مظاہر میں ظاہر ہوا ہے۔ اور صحیح معنی میں کہا گیا ہے۔ "اَوَّلُنَا

مُحَمَّدٌ وَاٰخِرنَا مُحَمَّدٌ وَاَوسَطُنَا مُحَمَّدٌ وَكُلُّنَا مُحَمَّدٌ" قُلْ تَعَالَوا نَدْعُ اَبْنَائِنَا وَاَبْنَائِكُمْ وَنِسَائِنَا وَنِسَائِكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ"(سورہ ال عمران:۶۱)۔

دوسری ضمنی فلسفی دلیل۔

آیت قرآنی بتلاتی ہے۔ کہ اوّل اول نور علی و نبی ایک ہی خلق کیا گیا۔ اور احادیث کثیرہ اس باب میں مروی ہیں۔ اور صاف الفاظ میں اتحاد و نور نبیؐ و علیؑ کا ثبوت دے چکے ہیں۔ ہوسکتا تھا۔ کہ خدا ان سب انوار کو علیحدہ علیحدہ خلق فرماتا اور سب اس اعتبار سے اس شرف میں شریک ہوتے۔ اور ایک ہی دفعہ کن کہہ کر چودہ نور پیدا کر دینا۔ اس میں کیا علت اور کیا مصلحت تھی۔ کہ اوّل ایک خلق کیا۔ اور پھر اس کی تشقیق کی۔ اور نور علی کو نکالا۔ اور جدا کیا۔ اور پھر انوار و دیگر اہل البیت کو؟ حکیم کا فعل کبھی حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ از ر یہ مصلحت اس میں نہیں تھی۔ کہ ایک جز و حامل رسالت مطلقہ ہو۔ اور دوسرا ٹکڑا مورد امامت کبریٰ۔ تو بتلایا جائے۔ کہ ایک نور کے دو ٹکڑے کر کے ایک کو نبی بنا دیا۔ دوسرے ٹکڑے کا کیا فائدہ ہوا؟ کیا اس کو خلاف حکمت حکیم ازلی نہ کہا جائے گا؟ ضرور کہا جائے گا۔ اور اس لئے ضرور ماننا پڑے گا۔ کہ مصلحت وہی تھی۔ جو ہم نے ثابت کی۔ اور جس کا خود رسول اللہ نے بارہا اقرار کیا ہے۔ کہ میرے نور کے دو ٹکڑے کئے۔ مجھے نبوت کے لئے مخصوص فرمایا۔ اور علی کو ولایت کے لئے۔ ظہور رسالت مطلقہ نبیؐ سے ہو۔ اور ظہور ولایت مطلقہ علیؑ سے۔ وہ رسول اللہ مشہور ہوئے۔ اور یہ ولی اللہ۔ اور اس نے ثابت کر دیا۔ کہ رسالت سے ولایت جدا نہیں۔ اور نہ اقرار رسالت اقرار ولایت سے جدا ہوسکتا ہے۔ اور جو اقرار ولایت نہیں رکھتے۔ کیونکہ وہ رسالت مطلقہ کے ماننے والے کہے جاسکتے ہیں؟ اور یہی ثابت کر رہا ہے۔ کہ اس نور کے ٹکڑوں میں جدائی نہیں۔ تو خلافت میں فاصلہ کیا معنی رکھتا ہے؟ نفس محمدی اور جز محمدی اور اکمل وجود کے ہوتے ہوئے کیونکر ممکن ہے۔ کہ کوئی دوسرا درمیان میں حائل و حاجب ہو جائے۔ اور یہ تشقیق نور محمدی عقلاً ثبوت خلافت علوی کو مقتضی ہے۔ اور اسی میں کل آئمہ معصومینؑ شامل ہیں۔ کیونکہ نور اہل البیت نور محمدی سے مشتق ہے۔ اور نور محمدی نور خدا سے مشتق ہے۔ اور اس اشتقاق کی تصریح آنحضرتؐ نے متعدد طرق سے فرمائی ہے۔ حدیث ثقلین جو ستر بہتر طرق سے مروی ہے۔ اور جس کی تفصیل ایک مکمل کتاب کو مقتضی ہے۔ اس میں جہاں حضرت نے اہل بیت کا ذکر کیا ہے۔ وہاں پہلے لفظ عترت فرمایا ہے۔ "عترتی اھل بیتی" اور عترت کے معنی معلوم ہیں۔ کہ شق و تشقیق ہی ہیں۔ عتر کے معنی لغت میں کاٹنا شق کرنا اور ذبح کرنے کے ہیں۔ عتائر مشک کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں۔

وَمَا عُتِرَ الظِّبَاءُ يُجْتَنَى	قَوْمٌ
وَلَا الْخَمسُوْنَ قَصَّمُوا	طَالِبُوْهَا

شاعر کا مشہور شعر ہے۔ اسی عتر سے عترت مشتق ہے۔ یعنی انسان کی وہ اہل قرابت جو اس سے جدا ہوئی ہوں۔ اور اس سے نکلی ہوں۔ پس عترت رسول وہی ہے۔ جو جز و نور محمدی ہو۔ نور محمدی سے مشتق ہو۔ اور حدیث میں اہل بیت عترت کا بیان ہے۔ اور اس حدیث نے جہاں عترت کے معنی بتلائے وہاں اہل بیت کی تشخیص کر دی ہے۔

کہ اہل بیت نبی عترت نبی سے ہیں۔ نہ غیر۔ نہ ازواج اس میں شامل ہو سکتی ہیں۔ اور نہ اور کوئی جسمانی تعلق سے نہ روحانی تعلق سے۔ بیشک اہل بیت وہ ہیں۔ جو شریک بیت نبوت اور وارث رسالت ہیں۔ اور عترت نبی اور خاص ذریت رسول ہی سے ہیں۔ پس خلافت محمد یہ کیلئے عترت رسول ہی روز اول سے خلق کی گئی ہے۔ اور یہی مقصود ہے۔

تیسری دلیل۔

ہم باب اوّل میں ثابت کر آئے ہیں۔ کہ انسان دو قسم کی فطری ترقی رکھتا ہے۔ ایک طولی ترقی۔ کہ ایک مدت معین تک۔ مثلاً پچیس برس قد بڑھتا رہتا ہے۔ اور اس کے بعد قد کا بڑھنا اور لمبا ہونا بند ہو جاتا ہے۔ اور اب آخر عمر تک طول کے لحاظ سے ہمیشہ اس کے لئے اتنا ہی لمبا لباس کافی ہوتا ہے۔ جتنا کہ اس عمر میں اور جدید قطع کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور ایک عرضی ترقی ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ اس کا جسم عرض میں بڑھے۔ یہ ترقی بہت عرصے تک رہتی ہے۔ بلکہ اکثر آدمی آخری عمر میں جا کر کافی موٹے ہو جاتے ہیں۔ یہی فطری ترقی نبوت میں ہے۔ اور ختم نبوت نبوت کی طولی ترقی کا اختتام ہے۔ اور خلافت محمد یہ نبوت محمدی کی عرضی ترقی ہے۔ اور اس کی حد بارہ درجہ پر ہے۔ جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ اور ثابت ہو چکا ہے۔ کہ کسی شے کی اس فطری طولی اور عرضی ترقی میں کسی خارجی چیز کی خارجی شمولیت نہیں ہوا کرتی۔ وہی جسم طولاً یا عرضاً بڑھتا ہے پس عرضی ترقی اسی جسم کے عرض میں بڑھنے کا نام ہے۔ نہ اس کے ارد گرد لحاف رضائی۔ کمبل لپیٹ کر موٹا کر دینے کا۔ پس خلافت محمد یہ نبوت محمد یہ کی عرضی ترقی ہے۔ یہ عرضاً نشو و نمائے محمدی ہے۔ اور محمدی دست و بازو کا عریض ہونا ہے۔ لہٰذا اس میں کسی خارجی صحبت کا دخل نہیں ہوتا۔ اگر یہ نبوت بصورت خلافت غیر محمد میں ظاہر ہو۔ تو وہ محمدی عرض نہ ہوگا۔ بلکہ خارجی عرض ہوگا...... اگر خلافت محمد یہ ان اجزائے محمدی میں ظاہر ہو۔ جو اس نور کے ٹکڑے اور فلذۃ الکبد ہیں۔ اور جن کے لئے صحیح معنی میں کہا گیا ہے۔ "لَحْمُكَ لَحْمِي وَدَمُكَ دَمِي" الخ۔ میرا خون تیرا خون ہے۔ میرا گوشت تیرا گوشت ہے۔ تو یقیناً ان میں خلافت محمد یہ کا ظہور حقیقی معنی میں محمدی ترقی ہے۔ اور آنحضرت پر نبوت ختم ہو جانے اور تا قیامت ہدایت خلق و نذارت و بشارت و امامت و ولایت کے باقی اور قائم رہنے کا مطلب یہی ہے۔ کہ اب ہدایت خلق محمد سے جدا نہ ہو گی۔ پس ضروری اور واجب ہے۔ اور یہی عقل کا حکم ہے۔ کہ خلافت محمدی خون محمدی سے جدا نہ ہو۔ پس ناممکن ہے۔ کہ خلافت محمد یہ غیر آل محمد کسی میں ظہور کرے اگر ایسا نہ ہو۔ تو وجود محمدی پر ختم نبوت کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ بالضرور خلافت محمدی آل محمدؑ ہی کے لئے ہے۔ اور عترت رسولؐ سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی ہے۔ اور اوّل اس سلسلہ میں علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ اور وہی خلیفہ بلا فصل۔ اور یہ ایک ایسی فلسفی دلیل ہے۔ جس کو کوئی عارف رد نہیں کر سکتا۔

چوتھی دلیل

خدا کا بندے سے تعلق دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک خدا کی جانب سے بندے کے ساتھ اور ایک بندے کی جانب سے خدا کے ساتھ۔ اوّل تعلق خالقیت و مخلوقیت ہے۔ خدا خالق ہے۔ اور بندہ مخلوق۔ اور خالق کو مخلوق سے

ایک رابطہ اور نسبت۔ اور یہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ یہ تعلق سب سے اکمل اوّل مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اوّل مخلوق سب سے اقرب الی الخالق ہوتا ہے۔ دوسرا تعلق جو بندے کی جانب سے خدا کے ساتھ ہے۔ اور جس سے اس کا قرب و بُعد معلوم ہوتا ہے۔ کہ کونسا بندہ کتنا بارگاہ خدا میں مقرب ہے۔ وہ عبدیت و معبودیت کا تعلق ہے۔ بندہ عبد ہے۔ اور خدا معبود۔ اور اس سلسلہ میں اقرب الی اللہ وہی بندہ ہوگا۔ جو عبادت خدا اور شان عبودیت میں سب سے بڑھا ہوا ہو۔ اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اس میں بھی سبقت لے جانے والے محمدؐ ہی ہیں۔ اوّل المخلوقین بھی ہیں۔ اور اوّل العابدین بھی۔ اب ان کے بعد مثل ان کے مقرب خدا وہی ہوگا جو آپ کا ہم پلہ ہو۔ جو اس قرب میں حضرتؐ کے ساتھ ہو۔ اور اس لئے وہی قائم مقام رسول اوّل العابدین ہو گا۔ ”اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ“ (سورہ حجرات: ۱۳) خدا کے نزدیک سب سے مقرب بندہ وہی ہے۔ جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا اور متقی ہو۔ اور جس مقام سے آنحضرتؐ کا اوّل العابدین ہونا ثابت ہے۔ وہی سے علیؑ کا بھی اوّل العابدین و اوّل الساجدین ہونا ثابت ہے۔ اور اتحاد نوری اس کی دلیل ہے جب رسول اللہؐ نے عبادت کی ہے۔ علیؑ نے بھی کی ہے۔ اس وقت دونوں جدا نہ تھے۔ اور اسی میں کل اہل بیت شریک ہیں۔ انہوں نے اس وقت سے تسبیح و تہلیل و تقدیس خدا کی ہے۔ جبکہ ملائکہ بھی اس سے واقف نہ تھے۔ اور دنیا میں کوئی گھڑی خالی نہیں ہوتی۔ کہ یہ تسبیح و تقدیس و تہلیل نہ کرتے ہوں۔ جب یہ اوّل دنیا میں آتے ہیں۔ تو آتے ہی کہتے ہیں۔ ” اَشْهَدُ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُو الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ“۔ اور یہاں سے معلوم ہے۔ کہ ان کے لئے اوّل مسلمان ہونے نہ ہونے کی بحث اور ان کا مقابلہ دوسروں سے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ ظہور رسالت کے وقت اوّل کون اسلام لایا۔ ان کے لئے اسلام لانا کیا معنی۔ وہ کون عالم۔ کون نشاء۔ کون وقت اور زمانہ تھا۔ جب یہ مسلمان نہ تھے۔ اسلام لانے یا نہ لانے کا سوال ان کی نسبت ہونا چاہئے۔ جو مسلمان نہ تھے۔ کفر و شرک میں گرفتار تھے۔ کہ وہ کب اسلام لائے۔ یہ تو وہ انوار ہیں۔ جو اوّل مبدء خلقت سے ایمان رکھتے ہیں۔ اور اوّل العابدین اول الساجدین اوّل المسلمین اور ” امرت ان اکون اول من اسلم “ میں داخل ہیں۔ اسلام ہی کی تاریخ کو دیکھئے۔ پہلے پہلے کون مومن ہوا؟ نام کسی کا لے دیا جائے۔ مگر یہ بتاؤ۔ کہ جب کوئی اسلام کا نام بھی نہ لیتا تھا۔ اس وقت نبی کے ساتھ ساتھ چھپ کر نماز کو کون ادا کیا کرتا تھا۔ جو رکن اسلام ہے؟ اور اہل مکہ خصوصاً قریش حیرت سے ان کی نماز کو دیکھتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ یہ محمدؐ ایک بچے کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔ یہ وہ وجود ہیں۔ جو کسی وقت ذکر خدا اور عبادت سے خالی نہیں۔ ان کے لئے وہ وقت اور وہ زمانہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ جب یہ وصف اسلام سے خالی اور عاری ہوں۔ یہ اسلام لانے والے نہیں۔ یہ اسلام کو دنیا میں لانے والے ہیں۔ ملائکہ کو اسلام سکھانے والے ہیں۔ ان کے سوا کوئی قابلیت نہیں رکھتا کہ رسول کا قائم مقام اور جانشین ہو سکے۔

پانچویں دلیل

شاید ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ خیال کرے۔ کہ یہ تو صرف ایک صفت تقرب ہے۔ (گو در اصل کل اوصاف کو

جامع ہے)۔پس ممکن ہے کہ علیؑ عبادت کے لحاظ سے بڑھے ہوئے ہوں۔اور اقرب الخلق الی اللہ کے ساتھ ساتھ ہوں۔مگر یہ مطلق مقرب کی دلیل نہیں۔مقرب وہ ہے۔کہ جو ہر حیثیت سے مقرب ہو۔اس لئے ہم یہاں دوسری صورت سے اس کی تفصیل کئے دیتے ہیں۔قال سبحانہ وتعالیٰ "وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ○ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ○ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ○"(سورہ الواقعہ:۹ تا ۱۱)لوگوں کے تین گروہ ہوں گے۔اصحاب یمین یا اصحاب میمنہ (نیکوکار لوگ یمن و برکت والے)۔اصحاب شمال یا اصحاب مشئمہ (بدکار لوگ۔شوم و بدبخت)۔اور سابقین۔اور سابقین ہی سب سے مقرب بندے ہیں۔ایک مومنین ایک ظالمین و ناصبین اور ایک خاصان خدا و اولیاء اللہ۔"ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ○ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ○"(سورہ الواقعہ:۹ تا ۱۱)ان سابقین میں ایک جماعت اولین اور امم سابقہ میں سے ہے۔اور تھوڑے سے نفوس آخرین اور امت محمدی میں سے۔اور اس قلیل نے تشخیص کردی۔کہ امت محمدی میں سے بہت تھوڑے نفوس سابقین میں داخل ہیں۔دوسرے آیات ان کی تعبیر کردیتے ہیں۔کہ یہ سابقین کون ہیں؟ جو مقرب ہیں۔"وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُم بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ"(سورہ سبا:۳۷)تمہاری اولاد اور تمہارے مال تو ایسے ہیں نہیں۔جو تمہیں ہمارا مقرب بنادیں۔خدا نہ مال کا طالب ہے اور نہ اس کو دوست رکھتا ہے۔اور نہ زیادہ مال والا مقرب بن سکتا ہے۔اگر یہ راہ خدا میں صرف بھی کر دے۔کیونکہ اس تک تو نہ کسی کا مال پہنچتا ہے۔اور نہ جان پہنچتی ہے۔وہاں تو نیت کا سوال ہے۔اور تقویٰ دیکھا جاتا ہے۔"وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ"(سورہ الحج:۳۷)ممکن ہے۔کہ ایک شخص کی نیت زیادہ صاف ہو۔اور اخلاص کامل رکھتا ہو۔اور تقویٰ میں بڑھا ہوا ہو۔اور اس کمال اخلاص و صدق نیت اور سچی پرہیزگاری اور خوف خدا و خشیتہ اللہ سے اس کا ایک اور ہم یا دیندار لوگوں کے سیکڑوں بلکہ ہزاروں سے بڑھ جائے۔چالیس ہزار کیا چالیس لاکھ پر سبقت لے جائے۔اسی آیت کے ذیل میں خدا فرماتا ہے۔"إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ"(سورہ سبا:۳۷)مگر وہ جو ایمان لایا۔اور اس نے عمل صالح کئے۔پس یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمالوں کی دوچند جزا ملے گی۔اور وہ بہشت کے خزانوں میں امن سے بیٹھے گے۔"فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ○ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةُ نَعِيمٍ ○"(سورہ الواقعہ:۸۸،۸۹) مقربین وہ ہیں۔جو بہشت کی سند حاصل کرچکے ہوں۔اور ان سے بڑھ کر مقرب وہ ہیں۔جو لوگوں کو مقرب اور بہشتی بنادیں۔چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے خدا فرماتا ہے۔"وَجِيهاً فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ"(سورہ ال عمران)۔کہ وہ دنیا میں ذی عزت و ذی وجاہت تھا۔اور وہ مقربین سے تھا۔اور ان سے بڑھ کر وہ مقرب ہیں۔جو نہ صرف بہشت میں پہنچادیں۔بلکہ اُن کے نامہ اعمال کو پڑھتے اور مشاہدہ کرتے ہیں۔اور یہ کتاب ان کے سامنے ہو۔"كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ○ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ○ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ○ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ○"(سورہ المطففین:۱۸ تا ۲۱)کتاب ابرار علیین میں ہے۔اور علیون ایک کتاب مرقوم ہے۔جس کو مقربین خدا پڑھتے اور مشاہدہ کرتے ہیں۔اور یہ وہ لوگ ہیں۔جو ان پر شہید قرار دئے گئے ہیں۔"كُنتُ شَهِيداً

مَا دُمْتُ فِيهِمْ "۔قول حضرت عیسیٰؑ ہے۔ جو منجملہ مقربین ہیں۔اس امت میں بھی شہید علی الناس موجود ہیں۔ "وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً "(سورہ بقرہ:۱۴۳)اسی طرح سے ہم نے تم کو بھی امت وسط قرار دیا ہے۔تا کہ مثل انبیاء سلف تم لوگوں پر شہید اوران کے اعمال کے نگراں اوران پر حاضر وناظر رہو۔اور رسول تم پر شہید ونگراں ہو۔یہی مقربین۔ "قَلِيلٌ مِنَ الْآخِرِينَ" ہیں۔سابقین کا وصف ان کی تشخیص کرر ہا ہے۔امت محمدی میں سابقین سوائے محمدؐ و آل محمدؐ اور کون ہوسکتا ہے۔اور اس کا ثبوت دلائل سابقہ میں آچکا ہے۔اور محمد مصطفیٰؐ سب سے سبقت کرنے والے ہیں۔خود حضرتؐ نے تصریح کی ہے۔جب آپ سے دریافت کیا گیا۔کہ یارسول اللہؐ آپ کو افضل المرسلین وخاتم النبیین کیوں بنایا گیا۔تو آپ نے فرمایا۔کہ جب خدا نے ارواح سے عہد "الست" لیا۔تو سب سے پہلے جس نے "بلے" کہا۔وہ میں ہوں۔اور بعدازاں میرے اوصیاء اور باقی انبیاء یہیں سے اس کی تصدیق ہوئی۔کہ سبقت اُس عالم سے لی جائے گی۔نہ صرف اس عالم کی۔اوراس لحاظ سے محمدؐ و آل محمدؐ کے مقام سبقت کو کوئی ملک ومقرب ونبی مرسل بھی نہ پہنچ سکے گا۔ اور "السابقون المقربون" میں آل محمدؐ ہی محمد کے ساتھ شریک وشہید ہیں۔اور کسی قرب میں جدا نہیں۔تسبیح میں ہو یا تہلیل میں ہو۔تقدیس میں ہو تحمید میں ہو۔عبادت میں ہو یا ریاضت میں ہو۔زہد میں ہو۔یا تقویٰ میں ہو۔ خلقت میں ہو۔عہد "الست" میں ہو۔عالم روحانی میں ہو یا عالم جسمانی میں۔ہر جگہ اور ہر اعتبار سے یہ مقربین ہیں۔اور کوئی تقرب ان سے خارج نہیں۔مطلق مقربین ہونا ان کے لئے ثابت بلکہ مقرب مطلق ہونا مبرہن۔ بلکہ یہی مالک کوثر وتسنیم ہیں۔ "عَيْناً يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ" (سورہ المطففین:۲۸) یہی لوگوں کو مقرب بنانے والے ہیں۔اور خدا نے بتصریح فرمایا ہے۔ "قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ "(سورہ الشوریٰ: ۲۳) کہہ دواے پیغمبر! کہ میں تم سے اور کوئی اجر رسالت نہیں چاہتا۔مگر صرف یہ کہ تم مقربین کو دوست رکھو(ان کی دوستی سے تم بھی مقرب بن جاؤ گے)۔ان کی دوستی اس لئے فرض کی گئی ہے۔کہ ان کی دوستی سے لوگ مقربین خدا میں داخل ہو جائیں۔کیونکہ یہ خود مقرب ہیں۔اور مقرب کا مقرب مقرب ہوتا ہے۔یہ مقرب کون ہیں؟ جن کی دوستی باعث تقرب خدا ہے۔وہی ہو سکتے ہیں۔جو اقرب الخلق الی اللہ واوّل السابقین المقربین سے اتحاد و مماثلت ومشابہت رکھتے ہوں۔اور وہ نہیں ہیں مگر آل محمدؐ۔اور اس واسطے رسول اللہؐ نے " اِنّ ذوی القربیٰ" کی تفسیر اپنے ذوی القربیٰ سے کی ہے۔کہ یہ ذوی القربیٰ جن کی مؤدت فرض ہے۔میرے ذوی القربیٰ ہیں۔اور اس ذوی القربیٰ کے لفظ میں عجب سر الٰہی ہے۔دعویٰ ودلیل ساتھ ہے۔اور یہاں سے معلوم ہو جاتا ہے۔کہ ذوی القربیٰ رسول کی محبت ومؤدت اس لئے واجب کی ہے۔کہ وہ مقرب خدا ہیں۔ذوی القربیٰ رسول ہیں۔اور ذوی القربیٰ خدا۔نہ وہ خدا سے جدا۔نہ وہ ان سے جدا۔رسول مقرب کا مقام "قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ" (سورہ النجم:۹) ہے۔اور وصی رسول کا مقام "فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ" (سورہ القمر:۵۵) مقام صداقت میں اپنے بادشاہ مقتدر کے پاس۔اور یہ تقرب ثابت کررہا ہے۔کہ ان کے ہوتے ہوئے اور کوئی خلافت محمدیہ کا مستحق نہیں ہوسکتا ہے۔اور

سابقین مقربین پر کوئی سبقت نہیں لے جا سکتا ہے۔ اصحاب الیمین سابقین کے مقام کو نہیں پہنچتے ہیں اصحاب الشمال اس میں کہاں دخل پا سکتے ہیں۔ عدل وانصاف سے کام لو "اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى" (سورہ المائدہ:۸) اور محبت ذوی القربیٰ سے منہ نہ پھیرو۔ مختصراً اسی جملہ کو سمجھ لو۔ کہ رسول اللہ سب سے بڑھ کر مقرب خدا ہیں۔ اور اہل بیت محمدؐ۔ محمدؐ کے مقرب اور محمدؐ کا مقرب خدا کا مقرب۔ پس اہل بیت محمد محمدؐ کے ساتھ سب سے بڑھ کر مقرب خدا ہیں۔ اور خلافت محمدی انہی کا حق ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام ان میں اوّل ہیں۔ لہٰذا وہی خلیفہ اوّل ہیں۔

چھٹی دلیل

پانچویں دلیل جو چوتھی عقلی دلیل کی ضمنی دلیل ہے۔ قرب کو دکھلانے کیلئے ذکر کر آئے ہیں۔ یہاں اب ایک اور زبردست فلسفی دلیل ذکر کرتے ہیں۔ جس سے خلافت محمدیہ الٰہیہ کی شان مثل آفتاب فی مرابقہ النہار درخشاں و تاباں نظر آئے گی۔

سلسلہ ارتقاء عالم اجسام کو دیکھتے ہوئے یہ معلوم ہوگا۔ اور ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔ کہ ہر ایک درجہ تکون مادی دوسرے سے بالا ہے۔ اور اس لئے مکونات ارضیہ میں سے ہر نوع جماد ہو۔ یا نبات یا حیوان اپنی ترقی اور کمال کا ایک محدود درجہ رکھتی ہے۔ یعنی جماد کی منتہائی ترقی یہ ہے۔ کہ وہ نبات سے مشابہ ہو جائے۔ اور ایک ایسا مرتبہ نظر آئے۔ جو جماد محض ہو۔ اور نہ نبات محض ذوجہتین ہو۔ اور عالم برزخی رکھتا ہو۔ جیسے کہ مونگا اور نبات کی منتہائی ترقی یہ ہے۔ کہ وہ حیوان سے مشابہت پیدا کرے۔ جیسے کہ اسپنج وغیرہ۔ اور حیوان کی منتہائی ترقی وکمال یہ ہے۔ کہ وہ انسان سے جسمانی مشابہت پیدا کرے۔ جیسے کہ بعض حیوانات مثل بوزینہ۔ گویا افق نباتی تک جمادی ترقی ہے۔ اور افق حیوانی تک نباتی اور افق انسانی تک حیوانی۔ اور کوئی ان آفاق سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اور انسان معلوم ہے۔ کہ فوق مکونات ارضیہ ہے۔ اور علاوہ ارتقاء مادی کے ایک مقام روحانی بھی رکھتا ہے۔ جو "ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ" (سورہ المومنون:۱۴) کا مقام ہے۔ کہ یہاں اس ترقی ارتقائی مادی کو بدل دیا ہے۔ اور ایک نئی خلقت عطا کر کے سب سے ممتاز بنایا ہے۔ یہ صاف بتلا رہا ہے۔ اور مسلمہ کل عقلاء وفلاسفرز ہے۔ کہ انسان سے بالا کوئی نوع مادی نہیں ہے۔ بلکہ مقام روحانیت کو پیش نظر رکھ کر کہا گیا ہے۔ اور صحیح کہا گیا ہے۔ کہ انسان اشرف مخلوقات ہے۔ ملائکہ سے بھی مشرف تر ہے۔ پس انسانی ترقی وکمال کے لئے کوئی افق اس سے فوق۔ جاری وحائل نہیں ہے۔ اس لئے اس کی ترقی کے لئے کوئی حد معین نہیں ہو سکتی۔ اور جب یہ معلوم ہے۔ کہ اس سے بالا بس ذات خالق وصانع ہی ہے۔ تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ انسانی ترقی کی حد حد واجب الوجود ہی سے متصل ہے۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ عقل اسی کو مقتضی ہے۔ اور عقل اسی کا ثبوت دیتی ہے۔ بلکہ مقام "قاب قوسین او ادنیٰ" اس کا بین ثبوت دے رہا ہے۔ کہ حد امکان ذاتی حد واجبی سے مل گئی ہے اور اس سے بالا ترقی کا کوئی درجہ نہیں رہا ہے۔ اس سے بالا ذات واجب ہی ہے۔ اور اسی واسطے ذات محمدی فوق مخلوق وتحت خالق ہے۔ اور یہ مسلم ہے۔ کہ کمال اس شے کا نام ہے۔ جس سے ذات کامل متصف ہو۔ اور ذات کامل نہیں ہے مگر ذات واجب الوجود۔ پس کمال نہیں ہے مگر اوصاف واجب الوجود۔ ذات کامل ذات

غنی ہے۔اور کل محتاج ناقص۔ "اَللّٰهُ غَنِیٌّ وَ کُلُّنَا فُقَرَآءُ بِاَبِه"۔پس انسان جو فوق جمیع مکونات ہے۔اس کے کامل بننے اور کمال میں ترقی کرنے اور اپنی تکمیل کرنے کے اور کوئی معنی سوائے اس کے ہو ہی نہیں سکتے۔کہ وہ اتصاف باوصاف الٰہی میں ترقی کرے۔اور جس قدر جو اس اتصاف میں متصف تر ہوتا جائے گا۔اسی قدر اس کامل سے قریب تر ہوتا جائے گا۔بلکہ دوسری طرف سے لیجئے۔جو جس قدر اس ذات سے قریب تر ہوگا۔اسی قدر کامل تر۔اور اسی وجہ سے اکمل ذوات ذات محمدی ہے۔کہ مظہر تام کمالات الٰہی ہے۔اور آل محمد اقرب الخلق الی المحمدؐ ہیں۔پس وہ بھی اقرب الخلق الی اللہ ہوئے۔اور ذات علوی اکمل ذوات۔ہاں شرف تقدم واصلیت ذات محمدی کو حاصل رہے گا۔لہٰذا ثابت ہوا۔کہ کامل انسان اور اقرب الی اللہ اتصاف باوصاف الٰہی کامل ہوگا۔اور ذات محمدی اور ذات علوی ایسی ہی ہے۔لیکن چونکہ ذات محمدی ظہور نبوت کے لئے اخص تھی۔اور ذات علوی ظہور ولایت کے لئے۔نبوت حجاب اکبر الٰہی ہے۔اور ولایت منصبہ ظہور اوصاف۔نبوت مدینہ علوم واسرار الٰہی ہے۔اور ولایت باب ظہور۔لہٰذا ظہور اوصاف ذات ولایت مآب سے ایسا ہوا ہے۔کہ عقول متحیر ہوگئی ہیں۔اور عارفین کو صدق دل سے کہنا پڑا ہے۔

فَذَاتٌ لِمَخْلُوْقٍ وَوَصْفٌ لِخَالِقٍ
وَقَدْ حَارَتِ الْاَلْبَابُ اٰيَةَ خَيْرَةٍ

(لابن ابی الحدید)

اور امام شافعی کو یہ کہنا پڑا ہے

كَفٰى فِيْ فَضْلِ مَوْلَانَا عَلِيٍّ
وُقُوْعُ الشَّكِّ فِيْهِ اَنَّهُ اللّٰهُ

علیؑ کی فضیلت میں یہی کافی ہے۔کہ اس میں یہ شک پڑا ہوا ہے۔کہ وہ کہیں خدا تو نہیں ہے۔کیوں یہ شک ہے؟ اس لئے کہ مظہر تام اوصاف خدائی ہے۔اور منتہائی مشابہت کی وجہ سے خدائی کا شبہ ان عقول کو ہونے لگا ہے۔جو اصل اور اتصاف عرضی میں تمیز نہ کرسکیں۔اور یہ منتہائی قرب وکمال کی دلیل ہے۔اور اس لئے کہا ہے اور سچ کہا ہے۔"لَنَا مَعَ اللّٰهِ حَالَاتٌ نَحْنُ فِيْهَا هُوَ وَهُوَ فِيْهَا نَحْنُ وَمَعَ ذَالِكَ هُوَ هُوَ وَنَحْنُ نَحْنُ"۔ہمیں اللہ کے ساتھ کچھ حالات ہیں۔جن میں کبھی وہ ہم میں درخشاں نظر آتا ہے۔اور متجلی دکھلائی دیتا ہے اور کبھی ہم اس میں فناء نظر آتے ہیں۔اور اپنی ہستی سے بے خبر ہوتے ہیں۔مگر باوجود اس کے وہ وہی ہے۔اور ہم ہم ہی۔وہ خالق ہم مخلوق۔وہ واجب ہم ممکن۔وہ قدیم ہم حادث۔"اَيْنَ التُّرَابُ رَبُّ الْاَرْبَابِ" یہ ایک تعبیر ہے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے۔ایک مثال ہے قرب واتصال دکھانے کے لئے۔ورنہ اس کی ذات "لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ" ہے۔ہاں قرب اس سے بڑھ کر ہو نہیں سکتا۔اور محبوب حقیقی کا عکس اس میں ضرور نظر آتا ہے۔غضب کیا ہے مرزا مرحوم نے۔

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغول حق ہوں بندگی بو تراب میں

پس ذات احدیت کہ نور السماوات والارض ہے۔ آفتاب احدیت سے۔ اور ذات محمدی اس کے مقابل آئینہ کمال۔ اور ذات علوی جو جسمانیت و نورانیت میں ذات محمدی سے اتحاد رکھتی ہے۔ ایک ماہتاب ہے۔ جو آفتاب رسالت کے بالکل مقابل اور سب سے اقرب ہے۔ جو عکس آفتاب رسالت کا اس میں پڑے گا وہ کسی دوسرے میں نہیں پڑسکتا۔ کیونکہ بوجہ نورانیت روحانی مادۂ اخذ موجود ہے اور بوجہ نورانیت وصفائے جسمانی مادۂ ضبط موجود ہے۔ اور استفادہ کے لئے اسی اخذ وضبط کی ضرورت ہے۔ اور وہ علیؑ سے بڑھ کر کسی میں نہیں ہوسکتا۔ پس آفتاب رسالت کا کامل عکس ذات علوی ہی میں نظر آئے گا۔ اور ضرور علیؑ کی مثال ماہتاب کی ہوگی۔ اور اسی میں یہ قابلیت ہوگی۔ کہ بعد غروب آفتاب رسالت تاریکی میں عالم کو روشن کرسکے۔ اور اس کی جگہ لے سکے۔

شمس کند چوں غروب ماہ نماید طلوع
بعد نبی مرتضٰی ماز غلامان او

"وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا" (سورہ الشّمس: ۱ تا ۳) قرآن پاک میں ذات محمدی کو آفتاب رسالت ہی کہا گیا ہے۔ اور اس سے ہماری اس کامل و مکمل فلسفی دلیل کا بین ثبوت ملتا ہے۔ "یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا" (سورہ الاحزاب: ۴۵) اے رسولؐ ہم نے تجھے شہید اور بشیر۔ نذیر۔ داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے۔ ذات محمدی پانچ وصف رکھتی ہے۔ شہید و شاہد ہے۔ بشیر ہے۔ نذیر ہے۔ داعی الی اللہ باذنہ ہے۔ اور سراج منیر ہے۔ اور کلام پاک میں غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ سراج سے مراد مسجد کے حجرے کا تاریک چراغ نہیں ہے۔ جو اپنا منہ بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اور چراغ تلے اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔ بلکہ سراج سے مراد آفتاب ہے۔ اور قرآن میں آفتاب کو سراج کہا گیا ہے۔ اور اس باب میں چند آیتیں موجود ہیں۔ "وَجَعَلَ فِیْهَا سِرَاجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا" (سورہ الفرقان: ۶۱) ان میں خدا نے ایک سراج اور ایک قمر روشن کیا ہے وہ سراج جو آسمان میں روشن ہے۔ آفتاب ہے نہ چراغ۔ سورۂ نوح میں ہے۔ "وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا" (سورہ نوح: ۱۶) یہاں تصریح کردی ہے۔ کہ خدا نے آفتاب کو سراج بنایا ہے پس یہ سراج آفتاب سے نہ چراغ۔ سورۂ نباء میں ہے۔ "وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا" (سورہ النبا: ۱۳) خدا نے آفتاب کو دہکتا ہوا سراج بنایا ہے۔ پس ضرور ذات محمدی وہ آفتاب رسالت ہے۔ جو کل عالم امکان کو روشن کرتا ہے۔ اور آفتاب کے نور سے کامل فیض پانے کے لئے وہی شرطیں اولاً ضروری ہیں ایک تو استعداد تام ہو۔ دوسرے جہت و مقابلہ۔ اور استعداد تام بغیر مجانست و مشابہت محال ہے۔ کیونکہ حکماء کے نزدیک تاثیر و تاثر کے ارتباط میں جنسیت شرط ہے۔ یعنی مؤثر اور متاثر میں اگر کوئی مجانست و مشابہت نہ ہو۔ تو وہ اثر قبول نہ کرے گا۔ خواہ کسی قسم کا اثر ہو۔ ایک آہنی سوئی اگر مٹی میں چھبوئی جائے گی۔ تو اثر کرے گی۔ اور اگر پتھر میں چھبوؤ۔ تو نہ چبھے گی۔ اور اس میں اثر نہ کرے گی۔ اگر انسانی جسم میں فطرۃً وخلقۃً نمک، شکر یا ترشی وغیرہ اجزا موجود نہ ہوتے۔ تو کبھی یہ خارج سے نمک شیرینی و ترشی کو قبول نہ کرسکتا۔ یہ اس کے موافق نہ پڑتے۔ کیونکہ ان چیزوں سے کوئی مشابہت و مناسبت اس کو نہ ہوتی۔ ہر شے خارج سے وہی اثر قبول کرسکتی ہے۔

جس کا اس میں مادہ موجود ہو۔ پس نور کے اثر کو قبول کرنے کا مادہ نوری میں ہے۔ جب تک ایک وجود میں کچھ نورانیت نہ ہو۔ وہ نورانی نہیں بن سکتا۔ اگر ایک وجود میں بالکل حرارت نہ ہو۔ وہ خارج سے اثر حرارت قبول کر کے حار نہیں بن سکتا۔ پس رسالت کا فیض تام حاصل کرنے کے لئے اول شرط ہے۔ کہ وجود نورانی ہو۔ اور جتنا جو نورانی ہوگا۔ اسی قدر اثر تام اور جلد تر قبول کرے گا۔ اور جو استعداد تام علی میں ہو سکتی ہے۔ وہ دوسرے میں نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مادہ ایک ہی ہے۔ اور اتحاد حاصل ہے۔ یہ پورا پورا اثر لے سکتا ہے۔ اور جہت و مقابلہ بوجہ قرب واتصال روحانی وجسمانی علیؑ کو بدرجہ اتم حاصل ہے۔ پس آفتاب رسالت کا کامل مظہر ماہتاب امامت علیؑ ہی ہے۔ وہ بعد رسول قائم مقام رسول۔ جس طرح آفتاب کی غیبت میں ماہتاب۔

عالم مثال میں اسے خوب دیکھ بھال لو۔ آفتاب پتھر پر بھی چمکتا ہے اور الماس پر بھی۔ خرمہرہ پر بھی اور گوہر پر بھی۔ عکس دیکھو۔ کہ کہاں اتم نظر آتا ہے۔ ہر شے اپنی استعداد و قابلیت کے موافق عکس لیتی اور فیض اُٹھاتی ہے۔ آنکھ میں نور ہے۔ آفتاب کی روشنی میں وہ درخشاں ہو جاتی ہیں۔ اور سب کچھ دیکھنے لگتی ہیں۔ مگر شپرہ چشم اندھی رہتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس میں استعداد نہیں ہے اس کی نورانیت نہایت کمزور ہے۔ یہی حال تمام عالم امکان کا ہے۔ اور یہی باران رحمت کا۔ ''در باغ لالہ روید و در شور بوم خس۔'' یہ آفتاب باران کا نقص نہیں مکتسب کی قابلیت و استعداد کا نقص ہے۔

مسئلہ قرب اور بعد

اس بیان قابلیت و استعداد سے جو مسلمہ اہل عقل ہے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے۔ کہ قرب و بعد بصورت عدم قابلیت کچھ تفاوت نہیں رکھتا ہے۔ اگر قابلیت ہے۔ دور سے فیض پا سکتا ہے۔ اگر قابلیت نہیں ہے۔ قریب سے بھی کچھ نہیں لے سکتا ہے۔ ایک سنگ سخت اگر چشمہ آفتاب سے بالکل قریب بھی ہو۔ تو فضول ہے۔ اور اگر آئینہ شفاف لاکھوں میل دور ہو۔ تو بھی وہ درخشاں ہو جائے گا۔ یہ بعد اس کو کچھ مضر نہ ہوگا۔ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ قرب و بعد استعداد و قابلیت ہی کا نام ہے۔ اس کے سوا اگر جسمانی قرب واتصال میں ضرورت ہے۔ تو جہت و مقابلہ کی۔ ورنہ محض قرب کچھ مفید نہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ درحقیقت آفتاب رسالت سے فیض پانے کے لئے قرب و بعد روحانی و جسمانی مضر و مفید ہے۔ نہ صرف جسمانی۔ اور آفتاب رسالت روحانی آفتاب ہے۔ صرف جسمانی۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ کہ جس سے کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا۔ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویاں ان سے کمال قرب جسمانی رکھتی تھیں۔ جو کسی ساتھی اور دوست ہم صحبت کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ مگر فائدہ نہ دیا وہی کی وہی رہیں۔ پسر نوحؑ جسمانی قربت سے فیض نہ پا سکا۔ کہ صالح بر حق سے فیض کی صلاحیت نہ رکھتا تھا۔ عمل غیر صالح ہی رہا۔ اسی آفتاب رسالت کو جو ظاہراً بھی نور مطلق ہے ''قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ'' بلکہ مظہر اوصاف جمال و جلال ہونے کی جہت سے عین بُرہان توحید الٰہی ہے۔ ''وَقَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا'' (سورہ النساء: ۱۷۴) ابولہب و ابوجہل باوجودیکہ قرب رکھتے تھے اور ہمیشہ دیکھتے تھے۔

پہچان بھی نہ سکے۔ اور ایسے ہی بہت سے تھے۔ بلکہ ابولہب تو رشتہ بھی رکھتا تھا۔ اُویس قرنی نے رسول اللہ کی زیارت بھی نہ کی تھی۔ اور چشم بصری سے اس نور کو دیکھا بھی نہ تھا۔ مگر دور ہی بیٹھے بیٹھے عارف کامل بن گئے۔ اور اس بدد کامل کے فریفتہ ہو گئے۔ پس اس سے صاف معلوم ہے۔ کہ یہ قرب و بعد جو محض قرب صحبت ہے کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ قرب روحانی چاہیئے۔ اس نور کو چشم بصارت نہیں دیکھ سکتی چشم بصیرت ہونی چاہیئے۔ یہاں ظاہری ٹیپ ٹاپ مفید نہیں۔ آئینہ دل شفاف ہونا چاہیئے۔ تا کہ اس کا عکس پڑے۔ ورنہ مکہ و حبش یکساں ہیں۔ اور بصرہ و یمن قرب و بعد میں مساوی۔ اور اچھا کہا ہے ؎

حسن از بصرہ بلال از حبش اویس ازقرن
زمکہ ہیچو ابوجہل میشود پیدا

شمس رسالت یا چراغ ہدایت۔

اس حقیقت شمسی کے معلوم کرنے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اس آفتاب رسالت کو مسجد کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ سے تشبیہ دینا نہایت سخت غلطی ہے۔ جس کی روشنی قریب قریب زیادہ ہوتی ہے۔ اور دور جا کر بالکل ماند اور آخر کا مفقود۔ اگر اس آفتاب رسالت کو اس چراغ اور اس نبوت کو ایسی روشنی سے تشبیہ دی جائے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ معاذ اللہ نبوت محمدی روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ اور نبوت کے کم ہونے کے معنی ناقص ہونا ہی ہیں۔ اور پھر رفتہ رفتہ آگے چل کر اس کا بالکلیہ معدوم و مفقود ہو جانا اس کی دلیل ہے۔ کہ نبوت محمدی ختم نبوت نہیں ہے۔ جو قیامت تک باقی ہے۔ اور یوم الساعۃ سے اتصال رکھتی ہو۔ پس ایسی تشبیہ دینے والا شخص اپنی دلیل علیل کو مضبوط بنانے کی خاطر نبی اور نبوت کو ناقص ثابت کرنے والا ہے۔ اور صریح الفاظ میں ختم نبوت کا منکر ہے۔ بلکہ اس کے زوال اور انعدام اور فقدان کو حسی کر کے دکھلاتا ہے۔ (دیکھو شکل نمبر ۱)
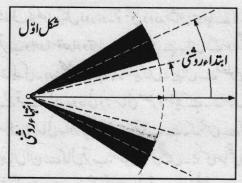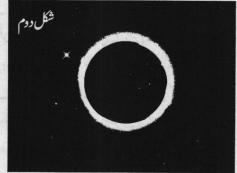
یہ سراج منیر مسجد کے طاق کے چراغ کی طرح صرف ایک ہی طرف میں روشنی دینے والا نہیں ہے۔ جیسا کہ اس شکل میں دکھلایا گیا ہے۔ بلکہ وہ آفتاب عالمتاب کل عالم کو ہر طرف روشن کرنے والا ہے۔ ہر طرف ضیاء بار ہے۔ اور یکساں اور مساوی۔ قریب بعید کو یکساں روشن کرتا ہے۔ (دیکھو شکل دوم)۔ ہاں حسب استعداد و قابلیت

اخذ ضیاء میں افراد و اجسام۔ ابصار و قلوب مختلف و متفاوت ہیں۔ خدا جانے اس جدت طراز نے ایک شمع ہدایت کے لئے ایک طرف اور ایک گوشہ کو روشن کرنے کے لئے کیا معنی لئے ہیں۔ اور اس کو وہ چراغ کیوں بنایا۔ جس کے نیچے خود اندھیرا رہتا ہے۔ اور چراغ تلے اندھیرا مشہور ضرب المثل ہے۔

علاوہ اس شکل میں تشبیہ روشنی سے تشعشع شعاع کے مسئلہ میں فلسفی اور سائنسی غلطی کی گئی ہے۔ تشعشع نور کی مثال ایسی ہرگز نہیں ہوتی ہے۔ جیسی اس شکل اوّل میں دکھلائی گئی ہے۔ فطرت اس کے خلاف شہادت دے رہی ہے۔ اور معاملہ بالعکس ہے۔ جملہ فلاسفر متفق ہیں۔ کہ آنکھ میں ایک نور ہے۔ اور پتلی کا تل وہ آئینہ ہے۔ جس سے یہ نور چمکتا ہے۔ اس سے اوّل شعاع باریک صورت میں نکلتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ پھیلتی جاتی ہے۔ اس کی تشبیہ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ جھاڑو کی سینکیں بندش کی جگہ ایک جگہ اکٹھی اور بندھی ہوتی ہیں۔ اور آگے سے پھیلی ہوئی اور کھلی ہوئی جدا جدا ہوا کرتی ہیں۔ جھاڑو کی سینکوں کو خوب مضبوط باندھ کر آگے سے خوب وَ۔ اور شعاع بصری کو مشاہدہ کرو۔ اسی وجہ سے دور ہیں کے شیشہ میں خطوط شعاع بند کر کے آگے دور ئے جاتے ہیں۔ اور اسی اصول پر دور میں بنائی جاتی ہے۔ (دیکھو شکل سوم) پس تشبیہ شکل اوّل بالکل غلط اور خلاف فطرت ہے۔ یہی حال اس لالٹین کی روشنی کا ہے۔ جس کا ایک شیشہ ہو۔ اور باقی اطراف بند۔ خواہ شیشہ مربع ہو یا مستطیل۔ اور خواہ مدور۔ اس سے بھی شعاعیں اسی طرح پھوٹیں گی۔ جس طرح کہ آنکھ سے۔ ریلوے ملازمین کی لالٹینیں اور موٹر اور سائیکل کے لیمپ آج کل ہر فرد بشر ملاحظہ کرتا ہے۔ ان کو اور ان کی روشنی کے تشعشع کو دیکھو۔ معلوم ہوگا۔ کہ شکل اوّل سے نور محمدی کے تشعشع کو دکھلانے والا معمولی مشاہدات سے بھی بے خبر ہے۔ یا عمداً ایسی غلطی کی ہے۔ اور اپنا مطلب زبردستی دھوکہ سے منوانا چاہا ہے۔ مگر محقق کی یہ شان نہیں ہونی چاہئے۔ (دیکھو شکل چہارم)

شکل سوم

شکل چہارم
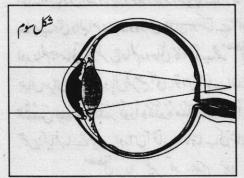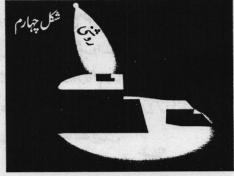
ہمیں تعجب ہے۔ کہ اگر نور محمدی و نور رسالت کو لیمپ ہی سے تشبیہ دینی تھی۔ تو کم سے کم کیوں ایک گلوبدار فرشی لیمپ سے تشبیہ نہ دی۔ جو ایک حد تک صحیح ہو سکتی۔ اور آیہ مجیدہ "اللّٰہُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُورِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ" (سورہ النور: ۳۵) سے مناسب بھی ہو جاتی۔ کہ خدا اپنے نور کی مثال خود بیان فرما رہا ہے۔ اللہ نور زمین آسمان ہے۔ اس کی نور کی مثال مشکوۃ کی

ہے۔ جس میں ایک مصباح (شمع) ہو۔ اور وہ مصباح شیشہ میں ہو۔ اور شیشہ مثل ایک ستارۂ درخشاں شفاف و روشن۔ ایک نور خدا۔ دوسرے نور جسمانی محمدی نور علیؑ نور۔ ایک نوری علوی جسمانی دوسرے عکس نور محمدی نور علیؑ نور۔

علیؑ بر دوش احمد چشم بدوُو
عیاں شد معنی نورٌ علیٰ نور

شکل پنجم

(دیکھو شکل پنجم) آیہ مبارکہ میں آنحضرتؐ کے پانچ وصف بتلائے گئے ہیں۔ شہادت۔ بشارت۔ نذرات۔ دعوت حق اور سراجیت ونورانیت ذاتی۔ یہ بھی عجیب لطف ہے۔ کہ جرم آفتاب عالم جسمانی بھی پانچ اوصاف رکھتا ہے۔ (البدر التمام ملاحظہ ہو)۔ جس ذات میں آفتاب رسالت کا پورا عکس پڑے گا۔ ضرور وہ بھی ان اوصاف خمسہ آفتاب رسالت سے متصف ہوگا۔ اور عکس کے اس کے سوا کوئی معنی ہی نہ ہوں گے۔ کون ہے؟ جس میں یہ اوصاف خمسہ آفتاب رسالت منعکس ہوں۔ کون ہے شہید علی الناس؟ کون ہے بشیر ونذیر۔ کون ہے داعی الی اللہ۔ اور باذن اللہ کی قید کو ملحوظ رکھ کر بتلایا جائے۔ کہ اذن خدا اور دعوت باذن اللہ کے کیا معنی ہیں؟ کیا وہ شخص جو صاحب وحی والہام نہ ہو۔ وہ داعی باذن ہوسکتا ہے؟ اور کون؟ مثل سراج منیر ماہ منیر۔ سراج منیر کا تو پتہ دے دیا۔ اور عالم جسمانی کی طرح عالم روحانی کا آفتاب محمد مصطفیٰؐ ہوئے۔ مگر اس تشبیہ والے صاحب نے قمر منیر کا پتہ نہ دیا۔ جہاں سراج منیر ہے وہاں قمر منیر بھی۔ تو اس کتاب اللہ میں موجود ہے۔ اور عالم اجسام میں بھی روشن ہے۔ "جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَاءً وَّالۡقَمَرَ نُوۡراً وَّقَدَّرَہٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَالۡحِسَابَ" (سورہ یونس) سنیئے حضرت شمس تبریز کیا فرماتے ہیں۔ اور اس آفتاب وماہتاب کی شان روشن کیونکر دکھاتے ہیں۔

مصطفیٰؐ را غیر او ہمدم نبود — درحقیقت راز دار مصطفیٰؐ است
مصطفیٰؐ و مرتضیٰؑ ہر دو یکے است — تانگوئی توزیک دیگر جدا است
دو چراغ اندوز ایشاں یک شعاع — نور ایشاں کے زیک دیگر جدا است
گر جدا دانی علیؑ از مصطفیٰؐ — دشمن جانت خدائے کبریا است

رسالت کو لیمپ بنانے والے اور اس روشنی کو لازمی طور پر روز بروز گھٹانے والے نے خدا جانے اس جدت

طرازی اور فلسفیت میں کہا کمال دکھلایا ہے۔ خلافت تعلیم محمدی کے موافق ہے۔ اور رسالت کو ایک لیمپ بنایا ہے۔ اور اس کے قریب روشنی زیادہ دکھلائی ہے۔ اور تیس سال میں اس روشنی کو ختم کر دیا ہے۔ کہ یہ زمانہ بہ نسبت پچھلے زمانہ کے زیادہ روشن تھا۔ مگر مقصود معلوم نہیں ہوا۔ اوّل تو ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ یہ تشبیہ ہی غلط ہے۔ نور نبوت کبھی بھی گھٹنے والا نہیں ہے۔ وہ اس وقت سے ازل تک مساوی ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین ہے۔ وہ لوگوں کا بنایا ہوا مصنوعی لیمپ نہیں ہے۔ جو کسی کمپنی کے کارخانہ سے نکلا ہو۔ بلکہ صناء عالم کا پہلا نمونہ کامل آفتاب ہے۔ یہ اس وقت میں بھی اس طرح درخشاں تھا۔ جبکہ اجسام بشری کا وجود بھی نہ تھا۔ اور آئندہ بھی اسی طرح درخشاں رہے گا۔ تا اینکہ دنیا کا خاتمہ ہو جائے۔ علاوہ ازیں خلفاء اربعہ کو ایک درجہ کی روشنی میں دکھلایا ہے۔ حالانکہ اسی قرن اوّل میں تمام صحابہ موجود تھے۔ پس اگر شیشہ صحیح ہے۔ تو جو روشنی نبوت کی رابعہ کو پھر پہنچی۔ وہی باقی صحابہ کو پہنچنی چاہئے۔ اور اگر یہ قرب زمان اور روشنی دلیل صداقت ہے۔ تو سب صحابہ کو خلیفہ رسول کہلانا چاہئے۔ باقی کیوں نہ ہوئے۔ وہ وجہ ترجیح نہیں بتلائی۔ جس کی وجہ سے باوجود جملہ صحابہ کے روشنی رسالت میں یکساں شریک ہونے کے یہی چار آفتاب رسالت کا عکس کہلائے۔ اور بس آفتاب انہی میں چمکا یا سب سے بڑھ کر چمکا۔ اگر فرق استعداد و قابلیت ہے۔ اور وہی ہونا چاہئے۔ تو استعداد نہیں دکھلائی گئی۔ کہ کیا تھی۔ جو باقی صحابہ پر حضرت ابی بکر اولاً اور حضرت عمر کو ثانیاً اور حضرت عثمان ثالثاً اور حضرت علیؑ کو رابعاً ترجیح دیتی تھی؟ اس کا ثبوت کہاں ہے؟ پھر اگر یہ چاروں ایک درجہ روشنی رسالت میں تھے۔ جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے۔ وجہ تقدم و تاخر یک دیگر کیا ہے۔ چاروں ایک وقت میں یکساں خلیفہ ہونے چاہئیں۔ علاوہ ازیں امیر معاویہ بھی تو رسالت کی روشنی کی تیزی ہی میں داخل تھے۔ اور وہ قائل کے مذہب میں خلیفہ رسول بھی ضرور ہوئے۔ اور دھڑلے سے ہوئے۔ کشت خون سے ہوئے۔ حیلہ اور دھاء سے ہوئے۔ وہ کس دلیل سے اس روشنی میں داخل ہونے پر بھی راشدین کی فہرست سے خارج ہو گئے؟ اگر قابلیت و استعداد کا سوال ہے۔ تو اس کا ذکر اور ثبوت پہلے دینا تھا۔ بلکہ مروان صاحب اس روشن نبوت کے زمانے میں موجود تھے۔ اور وہ خلیفہ بھی ہوئے۔ گو مطرود رسول اللہ تھے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ یہ حضرات اس وقت موجود تھے۔ جبکہ آفتاب رسالت کا غروب بھی نہ ہوا تھا۔ پس ان میں مقدم و مؤخر اور افضلیت و مفضولیت کی کیا دلیل ہے۔ کیا یہ قرب و بعد خلافت اور روشنی رسالت اس کو ظاہر نہیں کر رہا۔ کہ اوّل میں شعاع محمدی سب سے زیادہ تھی۔ دوم میں ان سے کم اور سوم میں ان سے کم اور چہارم میں ان سے کم۔ پھر چاروں کا یکساں ہونا کیا معنی؟ اور چار میں خلافت راشدہ کا انحصار کیوں کر ہوا؟

فلسفی صاحب کا فلسفہ

فلسفی صاحب جانتے ہیں۔ کہ مسئلہ خلافت اصل مابہ النزاع ہے۔ اور مدعی کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ جس ترتیب سے وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ اسی طرح خلافت برحق ہوئی۔ مگر اس ہوئی کا کوئی ثبوت نہیں۔ خصم یہ پوچھتا ہے۔ کہ جو لوگ اس ترتیب سے بمراتب ثلثہ مسند خلافت محمدیہ پر بیٹھے۔ یہ اس کے اہل تھے یا نہیں؟ وہ جائز طور پر وہاں بیٹھے یا ناجائز طور پر۔ اس اپنے دعویٰ کے ثبوت میں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ بیٹھے۔ اور اس لئے وہ جائز طور پر بیٹھے۔ کیا یہ

دلیل شاعر کے اس شعر اور اس کے ثبوت کا مصداق نہیں ہے۔

پیٹھ جو اُونچی اُونٹ کی تو کچھ اُونٹ کی اُونچائی سے نہیں
نہیں ہے ہی پیٹھ اُونچی اُونٹ کی تو آپ پیٹھ اُونچی اُونٹ کی

فلسفی صاحب کو دلیل و مدلول کا فرق بھی نہیں معلوم عین دعویٰ کو دلیل بنایا ہے۔ اور اس کا نام فلسفی دلیل رکھا ہے۔ سبحان اللہ۔ مصادرہ علی المطلوب کے معنی بھی خوب آتے ہیں۔ وہ خلیفہ ہوئے۔ کیونکہ وہ خلیفہ ہوئے۔ مگر اہل عقل و بصیرت اور جن کو علوم حکمیہ سے کچھ حصہ ملا ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ ''یہ ایک واقعہ ہے۔'' جس کے حق و ناحق ہونے کا ثبوت درکار ہے۔ اور یہی اصل نزاع ہے۔ بحث اس جگہ بیٹھنے یا دعویٰ کرنے میں نہیں ہے۔ بحث اس میں ہے۔ کہ جائز بیٹھے یا بیجا اس کا حق رکھتے تھے یا نہیں؟ اور اگر حق رکھتے تھے۔ تو جملہ صحابہ کرام کی صفت صحابیت سے جو مشترک و عام ہے ان میں فصل ممیّز کیا تھی۔ نیز اس روشنی رسالت سے آئینہ خلفاء کو جو محروم کیا ہے۔ اس کی کیا دلیل ہے۔ روشنی لیمپ نبوت چار ہی تک کیوں پہنچی۔ کیا نور محمدی چار ہی پر ختم ہوگیا۔ کیا نبوت محمدی صرف تیس سال ہی باقی رہی۔ اور اس کے بعد یہ آفتاب گم ہوگیا۔ دین محمدی کا بقاء بار خلفاء پر ہے۔ ضیاء نبوت چار پر کیوں ختم ہو گئی۔ اس کا بار ثبوت لیمپ ساز فلاسفرز یا کاریگروں کے ذمہ ہے؟ اور ہم اب اس سے آگے چلتے ہیں۔

ساتویں دلیل

''هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ'' (سورہ الجمعۃ:۲) وہی خدائے پاک ہے۔ جس نے امیین میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا ہے۔ جو ان پر آیات اللہ کی تلاوت کرتا ہے۔ اور ان کو پاک اور مزکیٰ بناتا ہے۔ اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔'' الخ۔ پیغمبر خاتم النبیین کے تین کام ہیں۔ ایک تلاوت آیات اللہ۔ دوم تزکیہ نفوس انسانی۔ سوم تعلیم کتاب و حکمت۔ اور ترتیب یہ بتلا رہی ہے۔ کہ تعلیم کتاب بعد تزکیہ نفس ہے۔ اور تلاوت عام و مطلق ہے۔ اور تعلیم کتاب و حکمت خاص و اخص۔ مقید بقید تزکیہ۔ اور ہم باب اول میں ثابت کر آئے ہیں۔ کہ آخری غرض و غایت خلافت الٰہیہ تطہیر انسانی و تزکیہ نفوس ہی ہے۔ تا کہ وہ عالم قدس میں جائے۔ اور جوار قدوس میں متنعم ہونے کے قابل ہو جائے۔ اور بغیر تطہیر و تزکیہ انسان کا قابل دخول بہشت ہونا محال ہے۔ اور ان انسانوں کو جن کی خلقت نطفہ گندیدہ سے ہوئی ہے۔ پاک و مزکیٰ وہی بنا سکتا ہے۔ جو خود اس لوث سے پاک ہو۔ ورنہ وہ خود محتاج تطہیر غیر ہوگا۔ وعلی ہذا القیاس۔ ایک سلسلہ غیر متناہی چلا جائے گا جو محال ہے۔ پس اس وجود کا جو خلیفہ خدا ہو کر تطہیر و تزکیہ اجسام و نفوس انسانی کے لئے آئے۔ بالفطرۃ پاک ہونا ضروری ہے۔ اس کو دست قدرت نے پاک بنایا ہو۔ اور وہ اپنی طہارت سے دوسروں کو پاک بنا کر بہشتی بنا سکے۔ اور خدا کے مقرب بندوں میں داخل کرے۔ قدوس کی بارگاہ میں مقرب وہی ہے۔ جو طاہر و متطہر ہو۔ اور معبود وہ ہے۔ جو نجس ہو۔ نجس مثل مشرکین (بعد الخلق الی اللہ ہے۔ اور طاہر وجود جس کی شان طٰہٰ ہے (قرب الخلق اے اللہ۔ یہی ضرورت خلیفۃ اللہ بعد ختم نبوت بھی تا قیامت باقی ہے۔ اور بعد رسول اللہ بھی

ایسے مطہر نفوس کی ضرورت ہے۔ جن کو دستِ قدرت نے پاک بنایا ہو۔ اور وہ دوسروں کو پاک کرسکیں۔ اور بوجہ تطہیر کامل الٰہی کبھی کسی قسم کی لوث نجاسات کفر و شرک و فسق و فجور اور عادات قبیحہ سے ملوث نہ ہوسکیں۔ امت محمدی میں سوائے ان اہلبیت نبوت و رسالت کے جن کو ارادۃ اللہ نے عالم تکوین میں پاک و مزکیٰ بنایا ہے۔ اور "اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا" (سورہ الاحزاب: ۳۳) فرمایا ہے۔ اور کوئی نہیں ہے۔ اس میں کوئی عاقل عارف شبہ نہیں کرسکتا۔ مطہر و مزکیٰ بنانے کے لئے پاک وجود کی ضرورت ہے۔ اور امت محمدی میں بلاشبہ کچھ نفوس ایسے مطہر ہونے ضروری ہیں۔ اور قرآن جن کی خبر دے رہا ہے۔ اور نبی مطہر نے بارہا جن کا پتہ دیا ہے۔ اور افعال طاہرہ مطہر سے عالم پر پانی عصمت و طہارت کو ثابت کردیا ہے۔ وہ صرف آل محمدؐ و اہل بیت نبوت و رسالت ہیں۔ اور اہل بیت کے معنی بار بار رسول اللہ نے فرمائے ہیں۔ کہ وہ عترت نبی ہیں۔ ازواج ان اہل بیت طاہرین میں ہرگز داخل نہیں ہیں۔ اور ہم رسالہ اہل البیت میں چودہ دلیلیں کتب صحاح فریقین سے ان اہل بیت کی تشخیص پر دے چکے ہیں۔ اور اس بحث میں طول کی ضرورت نہیں ہے۔ "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" (سورہ النجم: ۳) نے اگر کسی کو اہل بیت کہا ہے۔ تو وہ یہی ہیں۔ عترت رسول یہی ہیں۔ ازواج رسول کی شرافت زوجیت یا ان کی حرمت امہات المومنین ہونے میں کون بحث کرسکتا ہے۔ مگر عترت رسول میں کون ذی عقل شخص ہے جو ان ازواج کو شامل کرے گا۔ اس میں نور محمدی کے اجزا ہی شامل ہوں گے۔ اور وہی ہیں۔ اور جب کبھی علماء اسلام نے اہل بیت کے فضائل و مناقب میں کچھ لکھا ہے۔ وہی پنجتن پاک محمدؐ۔ علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ و حسینؑ اور اولاد حسینؑ کے معصومینؑ ہی کی شان میں لکھا ہے۔ اور یہ مسئلہ اہل اسلام میں مسلم رہا ہے۔ اب کوئی قیل و قال کرے۔ تو کیا کرے۔ اہل بیت نبوت وہی پاک و مزکیٰ نفوس جو وارث علوم نبوت ہیں۔ اور بلاشبہ بعد رسول اللہ یہی مطہرین انسانوں کو پاک و مزکیٰ بنا کر قابل دخول بہشت بنانے والے خلفاء اللہ و خلفاء الرسول ائمۃ الہدیٰ ہیں۔ چونکہ یہ خود مطہر و مزکیٰ بتطہیر الٰہی ہیں۔ اس لئے علم کتاب و حکمت رکھتے ہیں۔ اور بعد رسول لوگوں کو پاک کرکے کتاب و حکمت پڑھا سکتے ہیں۔ خلافت الٰہیہ کی غرض بندگان خدا دھکا تا نہیں ہے۔ کیونکہ ان کو انسان کامل بنایا ہے۔ ہمیں وہ استاد چاہئیں۔ جو کامل بنادیں۔ اور قدوس کی بارگاہ میں پہنچا دیں۔ ورنہ اپنی سخت گیریوں سے خلق خدا کا خون چوسنے اور خون خشک کرنے والے اور ان کی گردن پر سوار ہونے والے بہت سے اب بھی موجود ہیں۔ مدعی بہت ہیں۔ مگر ہمیں وہ چاہیے۔ جو بارگاہ الٰہی میں دعویٰ سے بخشوا سکے اور سند دکھا سکے یہ بھی یاد رہے۔ کہ کسبی و اکتسابی طہارت خلافت الٰہیہ کا مدار نہیں ہوسکتی۔ موہبتی اور تکوینی چاہئے۔ اور مقام کن فیکون میں ہو۔ وہ یہی خاص مطہرین ہیں۔ ورنہ کسبی و اکتسابی یعنی تکلیفی طہارت تو سب ہی سے خدا چاہتا ہے۔ اور ارادہ رکھتا ہے۔ اور لوگ غسل و وضو کرکے نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اور "قُرْبَةً اِلَى اللّٰهِ" کی نیت کرکے کھڑے ہوتے ہیں۔ کہ مقرب بن جائیں۔ اور خدا بھی چاہتا ہے۔ کہ وہ ایسا کریں۔ "وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْسَ الشَّيْطَانِ" (سورہ الانفال: ۱۱) اور وہ تم پر آسمان سے پانی نازل کرتا ہے۔ تاکہ اس سے تمہیں پاک

کرے۔اور تم سے رجس شیطانی (جنابت وغیرہ) دور کرے۔مگروہ تطہیر جس سے خدا نے اہل بیت کو مخصوص فرمایا ہے۔اور سب میں سے جس کے لئے انہیں چنا ہے آب وخاک کے ذریعہ نہیں ہے۔دست قدرت سے ہے۔وہ عالم اجسام میں نہیں عالم امر وتکوین امری میں ہے۔"اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ" (سورہ یٰسین:۸۲) وہ تطہیر تکوینی ہے اور یہ پانی والی تطہیر تکلیفی ہے۔یعنی ہر ایک شخص مکلّف پر فرض ہے۔کہ عبادت کے لئے آپ کو ظاہر کرے۔اور پاک ہو کر کھڑا ہو۔تطہیر تکوینی کا اثر یہ ہے۔کہ وہ شکم مادر سے پاک پیدا ہو گا۔ظاہراً و باطناً اور کبھی کوئی گناہ نہ کرے گا۔جو نجاست ہے۔وہ کبھی کافر و مشرک نہ ہو گا۔امیر المومنین وہی ہو سکتا ہے۔جو کبھی کافرین میں نہ رہا ہو۔امام المتقین وہی بن سکتا ہے۔جس نے کبھی غیر خدا کو سجدہ نہ کیا ہو۔یاد رکھو۔کہ "طٰہٰ" کا جانشین مطہر ہی ہو گا۔اور طاہر و مطہر وجود کے ہوتے غیر طاہر کو ترجیح دینا غیر معقول ہے۔

آٹھویں دلیل

"فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ" (سورہ بقرہ:۳۸) مفصل ثابت کیا گیا ہے۔کہ ہادی کی ضرورت ہے۔اور وہ ضرورت فطری ہے۔ضرورت مطلق ہے۔بعد رسول اللہ یہ ضرورت نوع انسانی سے سلب نہیں ہوئی۔قرآن محمدی نے قیامت تک جدید شریعت سے بے پروا کر دیا۔نہ یہ کہ ہدایت خلق کا راستہ بند ہو گیا۔" وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ" (سورہ الرعد:۷) اس کی نص صریح ہے۔انسان بالفطرت ہادی کا طالب ہے۔اور اسی کی تلاش میں رہتا ہے۔ہر کس و ناکس ہر مذہب و ملت کا آدمی ہادی کی تلاش میں رہتا ہے۔یا کسی کو بنا لیتا ہے۔یا کسی کو ڈھونڈتا ہے۔کیونکہ کمال چاہتا ہے۔اور کمال فعلی میں ناقص پیدا ہوا ہے۔"اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا" (سورہ النحل:۷۸) تمہیں شکم مادر سے اس حال میں نکالا ہے۔کہ تم جاہل تھے۔اور کچھ نہیں جانتے تھے پس محمد مصطفیٰؐ کے بعد بھی خلق خدا کو ہادی کی ضرورت ہے۔یہ ہادی ایسا نہ ہونا چاہیئے۔جو خود محتاج ہدایت غیر ہو۔اور جا بجا ٹھوکریں کھائے۔مسائل دوسروں سے پوچھے۔کیا عالم کے ہوتے ہوئے جاہل کو ہادی بنایا جا سکتا ہے؟ اور اندھا اندھے کو راستہ دکھا سکتا ہے؟"اَفَمَنْ یَّھْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْٓ اِلَّآ اَنْ یُّھْدٰی فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ" (سورہ یونس:۳۵) کیا وہ شخص مستحق ہے۔کہ اس کی اقتداء اور پیروی کی جائے۔اور اس کو امام بنایا جائے۔اور ہادی مانا جائے۔جو راہ حق کی ہدایت کرتا ہے۔اور حق دکھلاتا ہے۔یا وہ شخص جو خود نہیں جانتا۔کہ حق کیا ہے۔اور راہ حق کیا ہے۔جب تک کہ کوئی اسے راستہ نہ بتائے۔اور راہ حق نہ دکھلائے۔پس تم اگر عقل رکھتے ہو۔تو خود ہی بتلاؤ۔کہ تم کیا رائے دیتے ہو؟ اور کیونکر ہادی الی الحق کو چھوڑ کر اس کے پیچھے لگتے ہو۔جو خود محتاج ہدایت غیر ہے۔کیونکر ایسا حکم لگاتے ہو؟ کوئی دلیل بھی رکھتے ہو یا صرف تقلید آبائی ہے؟ اس میں غور کرو۔کہ ہادی خلق خود فطرۃً و خلقۃً ہدایت یافتہ نہ ہو۔تو کیونکر وہ ہدایت کرے۔اور کیونکر لوگوں کا ہادی بنے گا۔جب تک کہ کسی دوسرے سے ہدایت پائے گا۔لوگ گمراہ ہو چکیں گے۔بلکہ جب وہ بھی مثل دیگر بندگان خدا محتاج ہدایت غیر ہے۔تو کونسی وجہ ترجیح وہ رکھتا ہے۔جس کی وجہ سے اس کو سب کا ہادی اور

پیشوا بنا دیا جائے۔ اور سب پر اس کو فضیلت دی جائے؟ ہادی مہتدی کو مستہدی پر کوئی فضیلت ہونی چاہیے۔ اور وہ وہی ہے۔ جو ہم نے بیان کی ہے۔ کہ ہادی وہ ہوگا۔ جو من جانب اللہ خلیفۃً وفطرۃً ہدایت یافتہ ہو۔ نہ اسباب ظاہریہ سے۔ اسباب باطنیہ سے ہدایت یافتہ ہو۔ اور ہدایت کے اقسام نہیں ہیں ایک ہدایت اولیٰ۔ فطری تو وہ ہے۔ جو ہر شے رکھتی ہے۔ "رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی" (سورہ طٰہٰ:۵۰) ہمارا پروردگار وہ ہے۔ جس نے ہر شے کو اس کے مناسب خلقت عطا کی ہے۔ اور پھر اس کو ہدایت کی ہے۔ یہ وہ ہدایت ہے۔ جس کو ہر حیوان بھی رکھتا ہے۔ اور اپنی ضروریات کا علم ساتھ لاتا ہے۔ دوم ہدایت بذریعہ عقل و آثار قدرت ہے۔ "سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ" (سورہ الشوریٰ:۵۳) ہم اپنی آیات اور نشانیاں آفاق عالم اور خود ان کے نفسوں میں دکھلاتے رہتے ہیں۔ یہ ہدایت ذوی العقول سے مخصوص ہے۔ اگر انسان میں اوّل عقل ہادی نہ ہوتی۔ تو ہادی دین کی ہدایت کو کبھی قبول نہ کر سکتا۔ بلکہ ہادی کو پہچان ہی نہ سکتا۔ تیسری ہدایت بالہادی یعنی بذریعہ خلیفہ خدا ہے۔ جس سے ہدایت پانے پر عام مکلفین مامور ہیں۔ اور جب اس کو ہادی بنایا ہے۔ اور باقی کو اس سے ہدایت لینے پر مامور کیا ہے تو اس کا اس قسم کی ہدایت سے اور دوسروں سے ممیز ہونا ضروری ہے۔ چوتھی قسم کی ہدایت ہدایت توفیقی ہے۔ یعنی جب بندہ۔ خدا اور سول ہادی کو پہچان کر راہ الٰہی پر چلتا اور اعمال حسنہ میں جدوجہد کرتا ہے۔ تو خدا اس کی توفیقات علم و معرفت زیادہ کرتا جاتا ہے۔ اور اسباب خیر مہیا کر دیتا ہے۔ "وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا" (سورہ العنکبوت:۶۹) جو لوگ ہماری راہ میں سعی کرنے والے ہیں۔ ہم ضرور اپنے راستے انہیں دکھلا دیں گے۔ "وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ الْهُدٰی" (سورہ محمدؐ:۱۷)۔ جو لوگ رسول سے ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔ ہم ان کی اور راہنمائی کرتے ہیں۔ اور چشم بصیرت کھولتے رہتے ہیں۔ نور معرفت عطا کرتے رہتے ہیں۔ توفیق اعمال صالحہ شامل حال رکھتے ہیں۔ یہ ہدایت نیکوکاروں سے مخصوص ہے۔ اور بدکار اس سے محروم ہیں۔ "وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَیُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ۔ پانچویں ہدایت خاص ہدایت موہبتی الٰہی ہے۔ جو بروح قدس ہوتی ہے۔ " وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" (سورہ الشوریٰ:۵۲) یہ صاف معلوم ہے۔ کہ یہ ہدایت بذریعہ ایک روح نورانی ہے۔ جس سے خدا جس کو چاہتا ہے۔ ہدایت کرتا ہے۔ اور یہی اپنے پیغمبر کو عطا کی۔ اور ہدایت فرمائی ہے۔ اور جو اس طرح ہدایت یافتہ ہو۔ اور یہ ہدایت رکھتا ہو۔ وہی ہادی خلق ہوتا ہے۔ "وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" (سورہ الشوریٰ:۵۲) اور بیشک تو ہی لوگوں کو ہدایت کرتا ہے صراط مستقیم کی طرف۔ صاف ہے۔ کہ ہم نے تجھے اس طرح ہدایت کی ہے۔ اور اس وجہ سے تو لوگوں کو ہدایت کرتا ہے۔ بغیر اس کے ہدایت حق حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور یہی خلفاء اللہ کا مرتبہ و مقام ہے۔ عام لوگ اس سے خارج ہیں۔ " اَلَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ" (سورہ

السجدہ:۷تا۹) وہی خدائے عالم الغیب والشہادۃ ہے جس نے ہر شے کو احسن خلق کیا ہے۔اور انسان اوّل کی ابتدا طین سے کی ہے۔اور خاک سے بنایا ہے۔اور پھر اس کی نسل کو ایک ادنیٰ قطرہ آب سے قرار دیا۔اور اس انسان اوّل کو درست بنا کر اس میں اپنی روح پھونک دی۔اور تمہارے لئے کان۔آنکھ اور دل بنائے۔اور تم لوگ بہت کم اس کا شکر بجالاتے ہو۔

حضرت آدم ابوالبشر اوّل ہادی ظاہر کی خلقت خلقت نطفی سے علیحدہ ہے۔ان کا ذریعہ علم ومعرفت روح الٰہی ہے۔اور ان کی نسل جو مکلّف ہے۔اس کے ذرائع علم کان۔آنکھ اور دل ہیں۔وہ خلقت آنی ہے۔یہ تدریجی وہاں علم آنی ہے۔یہاں تدریجی۔وہاں ہدایت فطرت کے ساتھ آتی ہے۔یہاں بالکسب تدریجی۔پس ہادی وہ ہے۔جو ماں کے پیٹ سے ہادی پیدا ہو۔اور امت محمدی میں ایسا شخص سوائے اس کے نہیں ہوسکتا۔جو ہادی کامل کا جزو نور محمدی ہو۔مثل اس کے خلقۃً طاہر پیدا ہوا۔علم وہدایت ساتھ لیکر آیا ہو۔اور کبھی غیر خدا کے آگے سر نہ جھکایا ہو۔اور تطہیر الٰہی کا یہی منشا ہے۔اور نہیں ہیں مگر علیؑ اولاد علیؑ۔پس بعد رسول اللہؐ ہادی خلق وپیشوائے امت آل محمدؐ ہی ہیں۔اور علیؑ ان میں اول۔

نویں دلیل

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔" وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى وَمَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى "(سورہ النجم:۱تا۴)۔قسم ہے ستارہ کی جبکہ وہ اترا۔تمہارا پیغمبر نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ بے راہ۔اور وہ ہوائے نفس اور خواہش سے کچھ نہیں کہتا ہے۔جو کچھ وہ کہتا ہے۔بس وحی الٰہی ہی ہے۔جو اس کو کی گئی ہے۔اوصاف خاصہ نبوت میں سے ہے۔کہ نبی تابع ہوائے نفسانی نہ ہو۔ورنہ وہ کار ہدایت انجام نہ دے سکے گا۔بلکہ تمام امت کو اپنی ہوا وہوس کا نشانہ بنائے گا۔اور دل بخواہانہ زیادتیاں کرے گا۔مقدمہ میں ہم ثابت کر چکے ہیں۔کہ عقل اوّل ہادی ہے۔اور عقلاء میں اختلاف اور اہل عقل کی گمراہی ہوائے نفسانی ہی کی وجہ سے ہے۔اگر یہ نہ ہوتا۔تو کبھی دو عقلوں میں اختلاف نہ ہوتا۔بلکہ "اَلْعَقْلُ يَجْرِىْ عَلٰى طَرِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ"(عقل ایک ہی راہ پر چلتی ہے)صادق آتا...... بلکہ مفصل ثابت کر چکے ہیں۔کہ انسان باوجود صحت عقل بدراہ ہوجاتا ہے۔عقل ایک کام کو برا بتلاتی ہے۔وہ یقین رکھتا ہے۔کہ بُرا ہے۔مگر ہوائے نفسانی سےاس کا مرتکب ہوجاتا ہےانسان کو گمراہ کرنے والی یہی ہوا ہے۔جو ہر انسان میں موجود ہے۔اور یہاں یہ عقل پر غالب آئی۔انسان گمراہ۔بے راہ۔بدراہ۔بدکار۔بداخلاق۔بدمزاج ہوا۔عقل ہادی ہے۔اور ہوائے نفس مضل۔ہادی خلق اگر مثل دیگر بنی نوع انسان ہوا وہوس میں مبتلا ہو۔تو وہ ہادی نہ ہوگا۔مضل ہوگا۔ہادی کبھی مضل نہیں ہوسکتا"وَاِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ"(سورہ یوسف:۵۳)بیشک نفس بدی اور برائی ہی کا حکم کرتا ہے۔"اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ"مگر جہاں خدا اپنا رحم شامل حال کرے۔وہیں اس سے نجات مل سکتی ہے۔اس ہوائے نفس سے محفوظ وہی وجود ہوسکتا ہے۔جو رحمت خاصہ کا مورد ہو۔ورنہ کل انسان اسی میں گرفتار ہیں۔خدا فرماتا ہے۔"وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ (سورہ ص:۲۶)اور تو ہوائے نفس کی

پیروی نہ کر۔ اپنی خواہش پر نہ چل۔ کہ وہ تجھے گمراہ کردے گی۔ اور قعر جہنم میں پہنچائے گی۔ "وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ" (سورہ القصص: ۵۰) اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے۔ جو اپنی ہوا اور خواہش کی پیروی کرے۔ اور جو اس کی خواہش اور رائے ہو۔ وہی کرے۔ اور خدا کی طرف سے خاص ہدایت نہ رکھتا ہو۔ ہادی خلق چاہیئے۔ کہ ہدایت خدائی رکھتا ہو۔ اور اپنی رائے پر ہدایت یا حکومت نہ کرے۔ اور اپنی خواہش کے موافق کام نہ کرے۔ بلکہ تابع مشیت الٰہی رہے۔ جو خدا چاہے۔ وہ کرے۔ اور اس لئے ضرور ہے۔ کہ وہ ہوا و ہوس سے منزہ و مبرا محل مشیت الٰہی و مورد امر الٰہی ہو۔ "وَيَهْدُوْنَا بِاَمْرِنَا" میں داخل۔ "وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِىْ اٰتَيْنَاهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِيْنَ ○ وَلَوْ شِئْنَاهُ لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ" (سورہ الاعراف: ۱۷۵۔۱۷۶) اے پیغمبرؐ! ان لوگوں کو اس شخص کا قصہ تو بتاؤ۔ جس کو ہم نے اپنی بعض نشانیاں بھی عطا کی تھیں۔ مستجاب الدعوات اس کو بنا دیا تھا۔ (بلعم باعور۔ قوم حضرت موسیٰؑ میں سے ایک مشہور شخص ہے۔ کتب تفاسیر ملاحظہ ہوں)۔ پس ان سے الگ ہو گیا۔ شیطان اس کے پیچھے لگ گیا۔ پس گمراہوں میں سے ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے۔ تو ان آیات کی بدولت ان کا درجہ بلند کر دیتے۔ (اگر وہ ثابت قدم رہتا)۔ لیکن وہ تو دنیا ہی کی طرف جھک پڑا۔ اور اپنی ہوائے نفس اور خواہش کا تابع بن گیا۔ "فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ" (سورہ الاعراف: ۱۷۶) پس اس کی مثال تو کتے کی سی ہے۔ اس پر حملہ کرو۔ تب بھی بھونکے گا۔ اور نہ دھتکارو۔ تب بھی بھونکے گا۔ ہوائے نفس کا تابع انسان سگ دُنیا ہوتا ہے۔ نہ ہادی خلق۔ کیونکر ممکن ہے۔ وہ سگہائے دنیا جنہوں نے اپنی خواہشات نفسانیہ کے پورا کرنے کے لئے لاکھوں خون ناحق کئے۔ ہزاروں کی پردہ دری کی۔ ہزاروں کو ناحق سزائیں دیں۔ ہزاروں کا مال کھایا۔ ہادی خلق ہو سکیں؟ ہرگز نہیں یہ سلسلہ ان خاصان خدا میں رہا ہے۔ جو اس صف سے فطرۃً پاک ہوتے ہیں۔ "وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا" (سورہ الکھف: ۲۸) اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی۔ اور اپنی رائے پر چلا۔ اور اس کا معاملہ حد دین اور راہ صواب سے تجاوز کر گیا۔ "وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدٰى"۔ جس نے ہوائے نفس کی پیروی کی۔ ہلاک ہوا۔ نہیں بلکہ جس نے ہوائے نفس کی پیروی کی مشرک ہو گیا۔ "اَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ اَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ" (سورہ الفرقان: ۴۳) کیا تم نے اس کو دیکھا۔ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا؟ جو جس کی اطاعت کرتا ہے اور جس کے حکم پر چلتا ہے۔ وہی اس کا معبود و مطاع ہے۔ اور دین یہی ہے۔ کہ محض حکم خدا کی اطاعت کی جائے۔ اور کسی کو اس میں شریک نہ گردانا جائے۔ جس نے دین میں رائے کو دخل دیا۔ اور اپنی خواہش کے موافق چلا۔ وہ مشرک ہے۔ وہ خدا پرست نہیں خود پرست ہے۔ نجات اسی انسان کے لئے ہے۔ جو اپنے نفس کا تزکیہ کرے۔ اور نفس کو ہوا اور خواہشات سے روکے۔ "فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ○ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِىَ الْمَاْوٰى ○ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى ○" (والنازعات: ۳۷ تا ۴۱)۔ لیکن وہ شخص جس نے حد سے تجاوز کیا۔ اور حیوۃ دنیویہ کو دین پر مقدم رکھا۔ تو بس اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے لیکن وہ شخص جو مقام ربوبیت الٰہی سے ڈرا۔ اور جس

نے نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بس اس کا ٹھکانا بہشت ہی ہے۔ نفس کو ہوا سے روکنے والا مومن بہشتی ہے۔ اور نفس کو ہوا سے پاک کرنے اور قابل بہشت بنانے والا ہادی خلق ہوا و ہوس سے بالکل منزہ و مبرا۔ اور یہ وصف ہادی خلق و پیشوائے دین کے لئے ضروری اور لازمی ہے۔ اور یہاں سے یقیناً معلوم ہے۔ کہ دین میں اپنی رائے پر عمل کرنا شرک ہے۔ اور خطائے رائے جس کو خطائے اجتہادی کہا جاتا ہے۔ کبھی قابل درگذر نہیں ہوسکتی۔ اگر رائے کی غلطی کو معاف سمجھا جائے۔ تو علاوہ اس کے کہ ان تمام آیات کی تکذیب لازم آتی ہے۔ دنیا سے کفر و شرک کا نام اُٹھ جاتا ہے۔ اور کسی کو بعد میں کافر و مشرک نہیں کرسکتے۔ ایک شخص اپنی رائے سے بتوں کو پوجنا اچھا جانتا ہے۔ دوسرا آفتاب پرستی کو ترجیح دیتا ہے۔ تیسرا آگ کو پوجنے کی رائے رکھتا ہے۔ اگر یہ ان کی غلطی اجتہادی غلطی ہے۔ تو جس طرح دوسرے بندوں کی اجتہادی غلطی معاف سمجھی جاتی ہے۔ ان کی بھی سمجھنی چاہئے۔ اور ایسا کرنے سے کفر و اسلام ایک ہوجاتے ہیں۔ اور دراصل اس اجتہادی غلطی رائے پرستی اور ہوا پرستی نے دنیا کو گمراہ کیا ہے۔ اور اسلام میں یہ اختلاف ڈالا ہے۔ اور ایک اسلام کے تہتر فرقے کردیئے ہیں۔ جس میں سے ایک ناجی اور بہتر ناری ہیں۔

ہم یہاں سوال کرتے ہیں۔ کہ اگر ہادی خلق اور پیشوائے دین بھی ہم ہی جیسا ہوا و ہوس کا پتلا اور دل نجواہانہ کام کرنے والا ہو۔ تو کیونکر وہ نفس امارہ کی حکومت سے باہر رہے گا۔ کیونکر ہمیں اس پر اعتبار و اعتماد ہوسکے گا۔ کہ ہمیں نفسانیت کا شکار کرکے گمراہ نہ کردے گا۔ اور ہوا پر چل کر شیطان کا تابع نہ ہوجائے گا؟ کیونکہ جہاں ہوا پرستی آئی۔ شیطان پیچھے لگا۔ اور چونکہ ہدایت امت محمدی میں امامت کے ساتھ سیاست بھی داخل ہے۔ اور سیاست عدل کو مقتضی ہے۔ اگر سیاست دین عادلانہ ہو۔ تو جابرانہ ہوگی۔ اور وہ دین نہ ہوگا۔ بیدینی ہوگی۔ اور خدا فرماتا ہے۔ "فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰىٓ اَنْ تَعْدِلُوْا" (سورہ النساء: ۱۳۵) ہوا و ہوس کی پیروی نہ کرو۔ کہ مبادا حق سے پھر جاؤ۔ جو ہوا پر چلے گا۔ وہ عدل نہ کرسکے گا۔ مقدمہ میں ہم اس کو بھی ثابت کرچکے ہیں۔ کہ خواہش نفس ہی حاکموں کو عدالت سے روکتی ہے۔ اور بے انصافی کراتی ہے۔ اور شب و روز اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ پس ایسے شخص پر جو اس ضلالت میں شریک ہوکر ہادی دین اور پیشوا ہونے کا دعویٰ کرے۔ کیونکہ ہمیں اطمینان ہو۔ کہ یہ عدل کرے گا۔ اور حق سے کسی طرح تجاوز نہ کرے گا؟ کسی وقت اور کسی حالت اور کسی صورت میں دین پر دنیا کو مقدم نہ رکھے گا۔ کسی وقت میں نفس امارہ کا تابع ہوکر شریعت کی حدود سے نہ بڑھے گا؟ اور اس اطمینان کے بغیر کیونکر دین و دنیا کی حکومت خلافت و امامت کی باگ اس کے ہاتھ میں دی جاسکتی ہے۔ کونسی وجہ ہے؟ کونسی دلیل ہے؟ ضرور ہمیں پاک نفس کی ضرورت ہے۔ جو ان اوصاف رذیلہ سے پاک ہو۔ اور "ما ینطق عن الھوی" کا سچا جانشین ہو۔ مثل رسول کبھی اپنی خواہش پر عمل نہ کرے۔ اور ہوائے نفس پر نہ چلے۔ بلکہ کبھی ایک حرف بھی اپنی طرف سے نہ کہے۔ جو جو کہے۔ خدا کی طرف سے بولے۔ ایسا وجود امت محمدی میں بعد محمد گون ہے؟ کیا بغیر نفس رسول بغیر مطہر و مزکیٰ وجود بغیر جز و نور محمدی بغیر عترت رسول و وارث خلافت و امامت و داخل خانہ نبوت و رسالت کوئی اور ہوسکتا ہے؟ کیا کسی اور میں یہ صفت ثابت کی جاسکتی ہے۔ کہ وہ بالکل نفس اَمارہ کے خواص سے پاک و منزہ ہو؟ ہرگز نہیں۔ یہ مطہرین میں ہی ہوسکتی ہے۔ یہی صفت عصمت ہے۔ جو

سوائے ان اہل بیت طہارت و عصمت وعفت کے اور کسی میں پائی ہی نہیں جاسکتی ہے۔ جو ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے اور خواہشات نفسانیہ سے پاک۔ دوسروں کی احتیاج کو اپنی حاجت پر ترجیح دینے والے۔ اپنے نفس کے ساتھ بھی عدل کرنے والے" وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ"(سورہ الحج:۹) وہ اپنے نفس پر دوسروں کو مقدم رکھتے ہیں۔ اگر چہ خود حاجت مند ہوں) کا مصداق ہوں۔" وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا" (سورہ الدہر:۸) وہ اس حال میں بھی مسکین ویتیم واسیر کو کھانا دیتے ہیں۔ جبکہ خود ان کو ان کی اشد ضرورت ہو۔ اور وہ چاہتے ہوں۔ خود روزہ پر روزہ رکھیں۔ اور دوسروں کو بھوکا نہ دیکھ سکیں۔ اور نفسانیت سے اتنے پاک ہوں۔ کہ مغلوب دشمن اور قاتل کو اس کے تھوک دینے پر اس لئے چھوڑ دیں۔ کہ اس وقت اس کے قتل میں نفسانیت اور انتقام کا خیال شامل نہ ہو جائے۔ اور اخلاص میں فرق آجائے۔ یہ لوگ ہیں طیب و طاہر اور ہوائے نفسانی سے پاک۔ انہی کو خدا نے خلافت و امامت و ہدایت و ولایت کے لئے خلق کیا ہے۔ وھو اعلم بما لا تعملون۔ اور یہ ہے شان خلیفہ اول علیؑ بن ابی طالبؑ کی۔

اے دل غلام شاہ جہاں باش و شاہ باش	پیوستہ در حمایت لطف الٰہ باش
از خارجی ہزار بیک جو نمی خرم	گو کوہ تا بکوہ منافق سیاہ باش
آنرا کہ دوستی علی نیست کافر است	گو زاہد زمانہ و گو شیخ راہ باش
امروز زندہ ام بولائے تو یا علیؑ	فرد ابروح پاک اما ماؑ گواہ باش
حافظ طریق بندگی شاہ پیشہ کن	وانگاہ در طریق چو مردان راہ باش

دسویں دلیل

اس پر متفرع ہے۔ ہوا پرستی شرک ہے۔ اور وہ شخص ہادی دین نہیں ہوسکتا۔ وہ امام نہیں بن سکتا۔ جو اس وصف سے متصف ہو۔ تو کیا ممکن ہے۔ کہ وہ شخص خلافت الٰہیہ کے لئے موزوں اور مستحق ہو۔ جس کو یہ لوگ انتخاب کریں۔ جو ہوا و ہوس میں مبتلا ہیں؟ ہر گز ممکن نہیں۔ دنیا کا قاعدہ اور انسان کا خاصہ ہے کہ جو یہ چاہتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے۔ اسی کو اختیار کرتا ہے۔ اور خواہشات مختلف ہوتی ہیں۔ اور ہر شخص اسی کو پسند کرتا ہے۔ جس کو وہ اپنی خواہش کے موافق پاتا ہے۔ اور اس کی خواہش کے موافق وہی ہوسکتا ہے۔ جس میں اس کی سی باتیں اور اس جیسے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اسی پر دوستی و الفت اور اس پر جماعت اور سوسائٹی کے بننے کا مدار ہے۔ ایک جماعت اور ایک سوسائٹی والے ضرور ایک صفت میں شریک ہوتے اور جہت جامعہ رکھتے ہیں۔ غرض ہر جنس اپنی جنس کو پسند کرتی ہے۔ اپنے ہم مشرب کو ہر شخص محبوب و دوست رکھتا ہے۔ ایک عالم ایک عالم کو پسند کرتا ہے۔ جاہل جاہل سے مانوس ہوتا ہے۔ اور صناع صناع کو۔ بہادر بہادر کو۔ اور بزدل بزدل کو۔ چور چور سے مانوس ہوتا ہے۔ اور ڈاکو ڈاکو سے۔ سیٹھ سیٹھ سے۔ مفلس مفلس سے۔ شرابی شرابی سے۔ جواری جواری سے۔ اور جب یہ لوگ کسی کو انتخاب و اختیار کریں گے۔ اپنے ہم مشرب اور اپنے جیسے کو ترجیح دیں گے۔ اس کو انتخاب کریں گے۔ جس کو اپنے مطلب کا سمجھیں گے۔ اور اگر اپنا

افسر بنائیں گے۔ تواس کو بنائیں گے۔ جس سے ان کی خواہشات پوری ہوں۔ اور جس کے گرد جمع ہو جائیں گے۔ اسی کو کھڑا کر دیں گے۔ اور اسی کو بنا دیں گے۔ آج کل تو یہ شب و روز مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور اس انتخاب کے مسئلہ سے نائی۔ چوہڑا۔ حلوائی سائیس۔ کوچمین۔ بہرا ہر ایک حکومت و ریاست کا رکن بلکہ وزیر منتخب ہوسکتا اور بن سکتا ہے۔ بلکہ بن جاتا ہے۔ اور اگر تاریخ عالم پر نظر ڈالی جائے۔ تو ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ جس کے گرد لوگ جمع ہو گئے۔ اسی کو جو چاہا بنا دیا ہے۔ اور اس طرح لوگ حاکم و بادشاہ بن گئے ہیں۔ چرواہے۔ گڈریے۔ غلام بادشاہت کرتے رہے ہیں۔ جو نہ کوئی خاص علم رکھتے تھے نہ کوئی ہنر و کمال۔ پس وہ انتخاب جس کو ایسے لوگوں سے تعلق ہو۔ جن کی یہ شان ہے۔ اس کو صداقت حقانیت سے کوئی ربط نہیں۔ اگر چہ عقلاً ممکن ہے۔ کہ بعض اوقات بطور اتفاق ایسا اتفاق ہو جائے۔ کہ کوئی صاحب علم و کمال منتخب ہو جائے۔ مگر ضرور نہیں۔ ہر شخص ہر قوم ہر سوسائٹی ہر جماعت اپنا ہم رنگ ہم مشرب ہم خیال ہم پیالہ و ہم نوالہ چاہتی ہے۔ اور ہر قوم ہر ملت ہر جماعت ہر سوسائٹی کی خواہش جدا اور غرض جدا ہوتی ہے۔ اور اگر دین میں ایسے لوگوں کے انتخاب پر دینی پیشوا کا مدار ہو۔ تو جتنی جماعتیں ہوں گی۔ اتنے ہی پیشوا وہ حتی الامکان بنالیں گی۔ یزیدی خواص کے لوگ یزید کو پسند کریں گے۔ اور حسینی اوصاف کے نفوس حسینؑ کو آقا بنائیں گے۔ فرعونی مشرب فرعون کے ساتھ ہوں گے۔ اور موسوی خصلت موسیٰؑ کے ساتھ۔ نمرود منش نمرود کے تابع بنیں گے۔ اور خلیل الٰہی طینت خلیل خدا سے مربوط ہوں گے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے۔ مشاہدہ اور تجربہ میں آنے والی بات ہے۔ اس کو تمام دنیا کے عقلاء و فلاسفرا کٹھے ہو کر بھی باطل نہیں کر سکتے۔ جب تک وہ یہ ثابت نہ کر دیں۔ کہ انسان ہوائے نفس سے خالی ہے یا کل انسان ایک ہی خواہش رکھتے ہیں۔ اور سب خطاء نفس سے بری ہیں۔ اور اگر یہ محال ہے۔ تو اس حقیقت کا رد کرنا بھی محال ہے۔ ہمیشہ اسی حقیقت کے لحاظ سے اختلاف پڑا ہے۔ اس سے دنیا میں بیدینی پیدا ہوتی ہے۔ اس وجہ سے انبیاء اور خاصان خدا کی نافرمانی کی گئی۔ کہ وہ ان کی خواہشات کے موافق نہ ہوتے تھے۔ ان کی نفسانی تمنائیں پوری نہ ہوتی تھیں۔ ان کا نفس ان برگزیدگان کو اعلیٰ مرتبہ حکومت روحانی پر نہ دیکھنے دیتا تھا۔ جسد کی آگ انہیں جلاتی تھی۔ اور حد سے تجاوز کراتی تھی۔ " ثُمَّ اخْتَلَفُوْ مِنْ بَعْدِ مَاجَاءَ هُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (سورہ بقرہ: ۲۱۳) اپنی سرکشی کی وجہ سے آیات بینات کے بعد وہ مختلف ہو گئے۔ اور آیات الٰہی کی تکذیب کی۔ کیا مشیت الٰہی اور رضائے الٰہی لوگوں کی خواہشات کی موافقت کر سکتی ہے؟ اور کیا جو کچھ ایسے لوگ کر گزریں۔ وہی رضائے خدا ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اگر خدا لوگوں کی رائے پر چلے۔ اور ان کی خواہشات کے موافق نظام عالم میں عمل کرے۔ تو نظام عالم ہی درہم برہم ہو جائے۔ نہ زمین رہے نہ آسمان۔ اور نہ اہل زمین و آسمان۔ "أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ○ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُم بِالْحَقِّ وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ○ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَاهُم بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَن ذِكْرِهِم مُّعْرِضُونَ ○ " (سورہ المومنون: ۶۹ تا ۷۱) کیا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا ہی نہیں ہے۔ تو وہ اس کے منکر ہو گئے ہیں؟ یا وہ کہتے ہیں۔ کہ اس کو جنون ہے۔ نہیں بلکہ وہ حق لیکر آیا ہے۔ اور اکثر لوگ حق سے کارہ

ہوتے ہیں۔ (حق سے رغبت کرنے والے تھوڑے ہیں۔ اور حق سے کراہت کرنے والے بہت) اور اگر حق بھی لوگوں کی خواہشوں کے تابع ہوتا۔ جو وہ چاہتے۔ وہی حق بھی ہوا کرتا۔ (اور وہی خدائے برحق کرتا۔ وہی رسول برحق کیا کرتا)۔ تو زمین و آسمان اور کل موجودات ارضی و سماوی برباد ہو جاتیں۔ اور کچھ بھی نہ رہتا۔ بلکہ ہم نے تو ان کو وہ رسول دیا ہے۔ جو مجسم ذکر ہے۔ پھر بھی لوگ اس ذکر سے اعراض کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خواہشات نفسانیہ سے ہٹا کر حق کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وَاَکْثَرُھُمْ لِلْحَقِّ کٰرِھُوْنَ (سورہ المومنون:۷۰) "وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ یَجْھَلُوْنَ" (سورہ الانعام:۱۱۱) وَاَکْثَرُھُمْ کٰذِبُوْنَ" (سورہ الشعراء:۲۲۳) "وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ" (سورہ یوسف:۱۰۶) زیادہ تر لوگ۔ حق سے کارہ۔ بے ایمان۔ جاہل۔ عقل سے کام نہ لینے والے۔ کاذب۔ ناشکرے اور فاسق ہیں۔ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ۔ اور اکثر ایمان لانے والے مشرک ہیں۔ اور کسی نہ کسی طرح کے شرک خفی میں گرفتار ہیں۔ کیا ممکن ہے۔ کہ خدائے برحق ان کی خواہشات پر چلے۔ کیا ہوسکتا ہے۔ کہ پیغمبر برحق ان کی پیروی کرے۔ اور یہ جو چاہیں۔ وہی وہ چاہے۔ اور وہ خدا اور رسولؐ کی مرضی ہو؟ کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ کتاب برحق ان کی خواہشات کے تابع ہو جائے؟ کیسے ممکن ہے۔ کہ ایسوں کا انتخاب اور پسند کیا ہوا امام پسندیدہ خدا ورسول اور امام برحق ہو جائے؟ ہرگز نہیں حق کبھی لوگوں کی خواہش کے موافق نہیں ہوسکتا ہے۔ "وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ" (سورہ الجاثیہ:۱۸) جاہلوں کی خواہشات پر مت چلو۔ "بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَھْوَآئَھُمْ" (سورہ الروم:۲۹) یہ ظالم گنہگار وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ "وَاِنَّ کَثِیْرًا لَیُضِلُّوْنَ بِاَھْوَآئِھِمْ (سورہ الانعام:۱۱۹) اور بیشک بہت سے لوگ اس ہوا پرستی سے گمراہ ہوتے ہیں۔ اور پھر دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ "وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآئَھُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ" (سورہ بقرہ:۱۲۰) اور اگر اے پیغمبر! تو ان لوگوں کی خواہشوں پر چلے۔ بعد اس کے تجھے ہم نے علم عطا کر دیا ہے۔ تو پھر خدا کی طرف سے تیرا کوئی ولی و نصیر نہیں ہے۔ "وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآئَھُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّکَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ" (سورہ بقرہ:۱۴۶) اور اگر اے پیغمبر تو ان کی خواہشات پر چلے بعد اس کے تجھے علم دیا جا چکا ہے۔ تو اس وقت بیشک تو ظالمین میں سے ہے۔ اگر پیغمبر ان لوگوں کی خواہشات پر چلے۔ تو وہ ظالم و گنہگار ہے۔ اور خدا کی ولایت اور نصرت سے خارج۔ پس اگر رسول خدا نے اس مسئلہ ہدایت خلق و امامۃ الناس و سیاست امت کو لوگوں کی خواہش پر چھوڑ دیا۔ اور خود کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ تو ضرور پیغمبر معاذ اللہ گنہگار ہوا۔ نص الٰہی۔ اور اگر خدا نے بھی اسی سلسلہ کو پسند کر لیا۔ تو اس نے اغراء بالشر کیا۔ لہٰذا بالکل غلط ہے۔ کہ یہ مسئلہ لوگوں کے انتخاب اور ان کی خواہشات کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جائے۔ اور لوگوں کا انتخاب مرضی خدا سمجھا جائے۔ جب تک یہ قرآن موجود ہے۔ تب تک ان آیات خصوصاً بالصراحۃ آیہ مجیدہ "وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَھْوَآئَھُمْ" الآیہ سے انکار میں کیا جائے گا۔ عہدۂ خلافت محمدیہ و امامت الناس و سیاست امت کا ان لوگوں کے حق میں فیصلہ نہ ہوگا۔ جن کو لوگوں نے انتخاب کیا ہے۔ اس میں کبھی حق کی رضامندی نہیں سمجھی جائے گی۔ اس کو کبھی مرضی رسول نہ کہا جائے گا۔ وہ کبھی کتاب برحق کے موافق

ومطابق نہ کہلائے گا۔اور یہ مسلم ہے۔کہ اسلام میں اس خلافت کے دو سلسلے ہیں۔ایک سلسلہ اجماعی ہے۔جو لوگوں نے قائم کیا ہے۔اور دوسرا ان کے بالمقابل ہے۔جس کو خدا نے قائم کیا ہے۔اور جب سلسلہ اولیٰ باطل ہے۔تو لابد سلسلہ ثانیہ یعنی سلسلہ خلافت الٰہیہ نعیہ مسلم و برحق اور اس سے کسی کو انکار ہو ہی نہیں سکتا ہے۔اوّل اوّل دو بزرگ قوم مدعی خلافت نظر آتے ہیں۔حضرت ابوبکرؓ دوسرے حضرت علیؑ۔ایک کہتا ہے۔کہ مجھ کو لوگوں نے منتخب کیا ہے۔اس لئے میں خلیفۃ المسلمین ہوں۔اور دوسرا کہتا ہے۔کہ خدا مجھ کو اس کے لئے جعل فرمایا ہے۔اور رسول نے اعلان فرمایا ہے۔لہٰذا میں خلیفۃ اللہ ہوں۔میں آئندہ اوصاف محمدی اور مظہر اوصاف خداوندی ہوں۔میں طاہر و مطہر ہوں۔میں نور خدا و برادر رسول ہوں۔میں باب علم محمدی اور خزانہ علوم الٰہی ہوں۔اور سبیل علوم مجھ ہی سے رواں ہوتی ہے۔اور میں ہوائے نفس سے پاک و منزہ۔" مَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى" کا نفس اور اس کے گوشت و پوست کا ٹکڑا ہوں۔کس کا دعویٰ صحیح مانا جائے گا؟ حضرت علیؑ کا نہ حضرت ابوبکرؓ۔اجماع قوم میں (اگر وہ ثابت بھی ہو جائے) کبھی رضائے الٰہی نہیں ہو سکتا ہے۔اور ایسا ہو جانا جیسا کہ مشہور ہے اس کی دلیل نہیں ہے۔کہ رضائے الٰہی اسی طرح تھی۔ورنہ فرعون کا دعویٰ الوہیت مرضی الٰہی ہو گا۔کیونکہ اس نے دعویٰ کیا۔اور وہ مدت تک اپنے خیال میں خدا بنا رہا۔لوگ اس کو مانتے رہے۔انسان مکلّف ہے۔اور اپنے افعال میں فاعل مختار۔اور ایک وقت معین تک اس کو مہلت دی ہوئی ہے۔جب تک مہلت کا زمانہ ختم نہ ہو۔خدا نہیں پکڑتا۔اگر ایسا کرتا۔تو دنیا میں کسی کافر و مشرک کا وجود نہ ہوتا۔" وَلَا يَرۡضٰى لِعِبَادِهِ الۡكُفۡرَ" (سورہ الزمر:۷)۔کیونکہ خدا اپنے بندوں سے کفر پسند نہیں کرتا ہے۔کفر مرضی خدا نہیں ہے۔مگر واقع ہے۔ہو رہا ہے۔" وَاَكۡثَرُهُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ"۔زیادہ تر لوگ کافر ہیں۔"وَلٰكِنۡ يُّؤَخِّرُهُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ لَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّلَا يَسۡتَقۡدِمُوۡنَ" (سورہ النحل:۶۱) لیکن وہ تو ان کو ایک میعاد معین تک کے لئے مہلت دیتا ہے۔جس وقت ان کی میعاد پوری ہو جائے گی۔ایک ساعت کی مہلت نہ ہو گی۔اور نہ ہوتی ہے۔ہر ایک اپنی اجل پر چل دیتا ہے۔خواہ کسی طرح جائے۔ "اِنَّمَا نُمۡلِىۡ لَهُمۡ لِيَزۡدَادُوۡۤا اِثۡمًا" (سورہ ال عمران:۱۷۸)۔حضرت ابوبکرؓ اس میں شک نہیں کہ شیوخ عرب سے ہیں۔اور منتخب کرنے والوں میں بھی کئی شیوخ عرب جمع تھے۔مگر نہ حضرت ابوبکرؓ ایسے ہیں۔جو معیار خلافت الٰہیہ پر پورے اُتر آئیں۔اور نہ انتخاب کنندہ کوئی حق رکھتے تھے۔اور نہ کتاب اللہ ان کو ایسی اجازت دیتی ہے۔اور نہ وہ معصوم عن الخطا تھے۔جو ان کا خطا سے بری ہونا سمجھا جائے۔لہٰذا کسی طرح ان کا انتخاب حقانیت کی دلیل نہیں ہو سکتا۔اور جب وہ خلیفہ برحق ثابت نہ ہوئے۔تو پھر خلیفہ بلافصل علیؑ ہی رہے۔کیونکہ اس وقت تیسرا مدعی نہیں ہے۔جس کو مانا گیا ہو۔اور یہی ہمارا مدعا ہے۔نہ شیوخ عرب کے مطاعن لکھنا۔یہ ہمارا نہ مقصد ہے۔اور نہ مسلک۔وَالۡحَقُّ اَحَقُّ اَنۡ يُّتَّبَعَ۔حق بات سب کو ماننی چاہئے۔

گیارھویں دلیل

اس سے دست و گریباں ہے۔حضرت آدمؑ سے لیکر خلافت الٰہیہ جعل الٰہی پر موقوف رہی ہے۔کبھی کسی کے اجماع و انتخاب اختیار کو اس میں دخل نہیں ہوا۔اور کوئی مذہب اس کا قائل نہیں۔کسی قوم و ملت میں پیشوائے دین کا

انتخاب لوگوں پر نہیں رکھا گیا۔ اور اسی کو خداوند عالم بالتصریح ارشاد فرماتا ہے۔ "رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ" (سورہ القصص: ۶۸) تیرا پروردگار ہی جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے۔ اور جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے۔ اختیار و انتخاب اور پسند کرتا ہے۔ لوگوں کو اس میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ پاک و برتر ہے ذات خداوندی اس سے جو اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ خلق اور انتخاب دونوں ایک ہی ہیں۔ اور دونوں خدا سے تعلق رکھتے ہیں۔ بندوں کو اس کار خدائی میں دخل نہیں ہے۔ اور جو اس میں شریک ہو۔ اور کسی خلیفہ خدا یا امام الناس کو اختیار و انتخاب کرے۔ وہ خدائی میں شریک بنتا ہے۔ اور ذات خداوندی شریک سے پاک و منزہ ہے۔ اپنی رائے اور خواہش سے پیشوائے دین اور خلیفہ خدا انتخاب کرنا صریح شرک ہے۔ "اَرَئَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ" سورہ احزاب میں خدا فرماتا ہے۔ "وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا○" (سورہ الاحزاب: ۳۶) کسی مومن اور مومنہ کو جب خدا اور رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں۔ تو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور جو خدا اور رسول کی معصیت کرے۔ وہ کھلم کھلا گمراہ ہے۔ یہ آیت صاف بتلا رہی ہے۔ کہ خدا اور رسولؐ کے فیصلہ کے بعد کسی مومن یا مومنہ کو اپنے معاملات میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ جو حکم خدا ہے۔ وہی فیصلہ خدائی ہے۔ اور اس کی پابندی ہر مومن کا فرض۔ اور جو اس کے خلاف کرے۔ اور اپنے معاملات میں دخل دے۔ اور حکم خدا اور رسول سے تجاوز کرے۔ وہ کھلم کھلا گمراہ ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہے۔ کہ خدائی معاملات میں کسی مومن کو دخل ہو۔ اور "شاورهم فی الامر" کی تعلیم یہ ثابت نہیں کرتی۔ کہ دین کو خود بنائیں۔ اور شریعت کو اپنی رائے اور مشورہ پر چلائیں۔ اور خدائی امور کو شوریٰ سے فیصل کریں۔ "اَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ" فرمایا ہے۔ یعنی ان کے آپس کے معاملات آپس کے شوریٰ سے ہوا کرتے ہیں۔ یہ نہیں لکھا۔ کہ خدا کے معاملات لوگ شوریٰ سے طے کیا کرتے ہیں۔ "اَمْرُهُمْ" (ان کا امر) ہے نہ "اَمْرُ اللّٰهِ" (خدا کا امر)۔ اور "اَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ" (سورہ الشوریٰ: ۳۸) بھی بحکم آیہ "مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ" (سورہ الاحزاب: ۳۶) اس وقت تک ہے۔ جب تک کہ خدا و رسول کا فیصلہ وہاں معلوم نہ ہو۔ ورنہ اپنے معاملات میں بھی اپنے شوریٰ پر عمل نہیں ہوسکتا۔ مومنین کے کل معاملات خدائی فیصلہ پر ہیں۔ اور اس کے احکام کے تابع ہیں۔ اور مسلم و مومن کے یہی معنی ہیں۔ کہ ہر امر میں تابع و مطیع امر الٰہی رہے۔ نہیں اس سے تخلّف و تجاوز نہ کرے۔ اور یہ بالکل مسلم حقیقت ہے۔ دین اسی کا نام ہے۔ اسلام اسی کا نام ہے۔ اور یہ چونکہ مسلم ہے۔ کہ حضرت ابی بکر کی خلافت اجماعی ہے۔ اور یہ انتخاب حضرت ابو بکر اور بعد از اں شوریٰ۔ ان آیات قرآنی کے بالکل خلاف ہے۔ لہٰذا خلافت حضرت ابی بکر برحق ثابت نہیں ہوتی۔ ورنہ ثابت کیا جائے۔ کہ خلافت الٰہیہ و امامۃ الناس "امر اللّٰہ" نہیں "امر الناس" ہے۔ اس سے خدا کو تعلق نہیں۔ لوگوں کو تعلق ہے۔ اور نیز یہ کہ اس میں خدا اور رسول نے کوئی فیصلہ قطعاً نہیں کیا ہے۔ بغیر ان امور کے طے ہوتے۔ اجمل و شوریٰ کچھ مفید نہیں ہوسکتا۔ اور چونکہ بالمقابل ان کے صرف حضرت علیؑ کی خلافت ہے۔ لہٰذا وہ خلافت بلافصل ثابت ہو

گی۔حق یہ ہے۔کہ انسان دراصل روح انسانی کا نام ہے۔یعنی ایک باطنی حقیقت ہے۔اور عام لوگ باطن کا علم نہیں رکھتے۔غیب کو نہیں جانتے۔انسان کی باطنی خوبی اور برائی برسوں تجربہ کے بعد بھی انسان کو معلوم نہیں ہوتی۔ یہ بھی ہوتا ہے۔کہ ایک شخص آج نیک ہے۔اور کل کو بد ہو جائے۔اور ہو جاتا ہے۔انجام کار اور باطن کا حال صرف خدا ہی جانتا ہے۔چنانچہ ہم اشارہ کر آئے ہیں۔کہ آدم کو جب خدا نے خلافت کے لئے چنا۔اور اختیار کیا۔تو ملائکہ کو اس عہدہ جلیلہ پر رشک ہوا۔سب نے اجماع کیا۔شوریٰ کیا۔اور بارگاہ الٰہی میں درخواست مع عذر پیش ہی کر دی۔مگر وہی جواب ملا۔جس کو ہم لائے ہیں۔یعنی ارشاد باری ہوا۔کہ جو میں چاہتا ہوں تم نہیں جانتے،تم نہیں سمجھ سکتے۔کہ لائق خلافت الٰہیہ کیسا وجود ہوتا ہے۔اور ان کو اپنے عجز وقصور کو تسلیم کرنا پڑا۔جب اس معاملہ میں ملائکہ مقربین معصومین کا اجماع وشوریٰ سند نہ ہوا۔اور خدا نے قبول نہ کیا۔تو عوام الناس اور ہوا و ہوس کے پتلون کا اجماع یا شوریٰ کیونکر بارگاہ الٰہی میں مقبول سمجھا جا سکتا ہے؟اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔کہ حضرت موسیٰ اپنی قوم میں ستر شخص مناجات الٰہی کے لئے چن کر لے چلے۔کل قوم میں سے ستر انتخاب کئے۔مگر نظر الٰہی میں وہ ایسے نکلے۔کہ ان پر غضب الٰہی کی بجلی گری۔"وَاخْتَارَ مُوْسٰی مِنْ قَوْمِہٖ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِمِیْقَاتِنَا فَلَمَّا اَخَذَتْھُمُ الرَّجْفَۃُ قَالَ رَبِّ لَوْشِئْتَ اَھْلَکْتَھُمْ مِنْ قَبْلُ وَاِیَّایَ اَتُھْلِکُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَھَآءُ مِنَّا اِنْ ھِیَ اِلَّا فِتْنَتُکَ"(سورہ الاعراف: ۱۵۴)اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی ہماری میقات کے لئے اختیار وانتخاب کئے۔پس جب ان کو زلزلہ نے آن لیا۔تو موسیٰ نے کہا۔اے خدا اگر تو چاہتا تو ان کو اور مجھ کو اس سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا۔کیا بعض بیوقوفوں کے کہنے پر ہم سب کو ہلاک کر دے گا؟بس یہ تو تیرا امتحان ہے۔اس سے جس کو چاہتا ہے۔ہدایت کرتا ہے۔اور جس کو چاہتا ہے۔نہیں کرتا۔جو امتحان میں پاس ہو۔وہی ہدایت پاتا ہے۔یہاں سے صاف واضح ہے۔کہ ایک پیغمبر برحق کا انتخاب بھی رضاء الٰہی کے موافق نہیں ہو سکتا ہے۔کیونکہ ہر ایک پیغمبر عالم الغیب نہیں ہے۔اور اگر کچھ غیب جانتا بھی ہو۔تو ضروری نہیں۔کہ ہر ایک کے دل سے آگاہ اور غیب حکمی جانتا ہو۔یہ حسب درجات وضرورت ومصلحت ہوتا ہے۔پس عام لوگوں کا انتخاب کیونکر رضا الٰہی ہو سکتا ہے؟یہ بالکل غلط ہے۔بس انتخاب انتخاب الٰہی ہے۔عالم الغیب ہی اس کو پسند کر سکتا ہے۔جس نے بنایا ہے۔وہی جانتا ہے۔وہی انتخاب واختیار کرتا ہے۔ لوگوں کا انتخاب کردہ وہ وجود نہیں ہو سکتا ہے۔جس کو خدا نے اس کے لئے بنایا ہے۔اور ان ہوا و ہوس کے تیلیوں کا یہ فعل ہرگز اس کی سند نہیں ہے۔کہ جن کو انہوں نے انتخاب کیا ہے۔انہی کو خدا نے اس کے لئے بنایا تھا۔اور یہ ایک دلیل ہے۔جس کو کوئی ذی ہوش رد نہیں کر سکتا انجمن شوریٰ یا جماعت اجماع کو اگر کوئی حضرت موسیٰ جیسے پیغمبر اولوالعزم سے بڑھ کر جانتا ہے۔تو اس انتخاب کو انتخاب موسیٰ سے بڑھ کر سمجھ سکتا ہے۔اور اس کو مرضی الٰہی بتلا سکتا ہے۔ورنہ محال ہے۔اور کسی کی مجال نہیں ہے۔کہ وہ خلیفہ اور امام بنا سکے۔

شوریٰ اور حضرت علیؑ

یہ معلوم ہے۔کہ حضرت ابی بکر کی نسبت اجماع کا دعویٰ کیا گیا ہے۔حضرت عمر کی نسبت حضرت ابوبکر کی

طرف سے اعلان ولی عہدی اور حضرت عثمانؓ کے لئے چھ ممبروں کی کیبنیٹ (مجلس شوریٰ) گویا یہاں چھ مسلمان خدا کے قائم مقام خلیفہ بنانے والے بنائے گئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں چوتھے نمبر پر حضرت علیؑ پر اجتماع کیا گیا ہے۔ اور اسی اصول کے موافق ان اعتقادات والوں نے ان کو خلیفہ تسلیم کیا۔ اور ان کی اطاعت ان پر فرض ہوئی۔ مگر امیر معاویہ نے شام میں علم بغاوت بلند کیا۔ اور دھاء اور حیلہ سے اس نے مسلمانوں کو اپنی طرف توڑ لیا۔ اور آخر کار عمر خاص کی چالاکی سے خلافت کا عام اعلان کر دیا گیا۔ اور اس وقت سے ان باغیوں اور کل ایسے خیالات کے مسلمانوں کے نزدیک حضرت علیؑ خلافت سے معزول کر دئے گئے۔ اور امیر شام دشمن اسلام ابوسفیان کے فرزند خلیفۃ الرسول امیر المومنین بنا دئے گئے۔ اور اب تک وہ مسلم خلیفہ مانے جاتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے ایک خط میں اسی الزام سے ان لوگوں کو مجوج کیا ہے۔ اور معاویہ کو ایک خط اس مضمون کا دوران اختلاف میں لکھا ہے۔ جس کے بعض فقرات کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ جن اصول پر پہلے خلفاء کی لوگوں نے بیعت کی۔ اسی پر میری کی ہے۔ اور اس لئے اس قاعدہ کے موافق کسی کو اس کے رد کا حق نہیں ہے۔ اور حق شوریٰ مہاجرین وانصار ہی کے لئے ہے۔ یعنی اگر وہ شوریٰ ان کے اصول کے موافق حق کہتا۔ اور اجماع درست تھا۔ تو اسی طرح ان کے نزدیک تو میری اطاعت و بیعت ان پر واجب ہوگئی۔ اور جو نقص بیعت کرے۔ وہ مسلمانوں سے خارج کیا جاتا ہے۔ اس لئے تو اے معاویہ یا میری بیعت میں داخل ہو۔ اور میری اطاعت میں داخل ہو۔ اگر اجماع وشوریٰ تیرے نزدیک حق ہے۔ ورنہ پہلے تینوں خلفاء کی خلافت سے انکار لازم آئے گا۔ اگر شوریٰ واجماع دلیل خلافت تیرے اور تیرے ہم خیالوں کے نزدیک نہیں ہے۔ اس خط میں حضرت نے دراصل شوریٰ کو باطل کر دکھایا ہے۔ کہ یا ان لوگوں کو اپنے کو اسلام سے خارج کرنا پڑے گا۔ کہ اس کی اطاعت سے باہر ہوگئے۔ جس کو اجماع نے خلیفہ فرض کیا ہے۔ یا تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ اگر ایسے شخص کی اطاعت فرض نہیں ہے۔ اور جو اس کی اطاعت سے مثل امیر شام وغیرہ خارج ہو جائے۔ وہ مسلمان رہتا ہے۔ بلکہ امیر المومنین بن سکتا ہے۔ تو جو لوگ پہلے خلفاء کی اطاعت وبیعت سے علیحدہ رہے۔ اور ان کو نہ مانا۔ وہ حق پر ہیں۔ مسلمان ہیں۔ اور ان تینوں کی خلافت حق نہیں ہے۔ ان دونوں میں جس کو چاہے اختیار کر۔ یا پہلوں کی خلافت سے ہاتھ دھو۔ یا میری بیعت فرض عین جان۔ جیسی کہ پہلے تینوں کی جانتا ہے۔ اس سے یہ کسی طرح بھی نہیں نکلتا۔ کہ وہ فعل برحق ہے۔ اجماع دلیل خلافت الٰہیہ ہے۔ یہ الزام ہے ان لوگوں پر جنہوں نے اجماع اور شوریٰ کو دلیل حقانیت قرار دیا۔ اور انہی اصول پر علیؑ کی بیعت کر کے اس کو توڑ دیا۔ اور اطاعت سے باہر ہو گئے۔ خود خلافت کا دعویٰ کیا۔ اور انہیں چھوڑ کر دوسروں کا ساتھ دیا۔ نہ یہ کہ حضرت علیؑ نے شوریٰ اور اجماع کی حقانیت کا اقرار کیا ہے۔ پس حضرت علیؑ کے اس فقرہ کو شوریٰ اور اجماع کی حقانیت کی دلیل قرار دینا خوش فہمی کی دلیل ہے۔ اسی کتاب نہج البلاغہ میں جہاں حضرت علیؑ کا یہ خطبہ ہے۔ یہ فقرات خطبہ شقشقیہ کے موجود ہیں۔ جو مشہور و معروف ہے۔ کہ ابوبکر نے اس خلافت کی خلعت کو بناوٹ سے پہن لیا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا۔ کہ میرا مقام اس خلافت میں ایسا ہے۔ کہ قطب رحائے خلافت میں ہی ہوں۔ الخ۔ مزید احتجاج کا ذکر آئندہ ہوگا۔ اجماع وشوریٰ

کبھی دلیل خلافت الٰہیہ وامامۃ الناس وسیاستہ الامتہ نہیں ہوسکتے۔ دلیل نص الٰہی وجعل الٰہی۔ عصمت وطہارت و تصرف فی عالم الکون والفساد ہے۔ اور وہ مظہر العجائب کی شان ہے۔ مصنوعی خلافت واجماعی خلافت کا خلیفہ معزول ہوسکتا ہے۔ جب لوگ چاہیں۔ اسے خلافت سے خارج اور معزول کردیں۔ جیسا کہ ہوتا رہا ہے۔ مگر خلافت الٰہیہ ایسی چیز نے جس کو کوئی چھین لے یا جس سے کوئی معزول کردے۔ نہ نبوت سے کوئی معزول ہوا کرتا ہے نہ خلافت سے۔ مصنوعی باتوں میں یہ کاریگریاں ہوا کرتی ہیں۔ الٰہی کاموں میں کس کو دخل ہے۔ " لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ " (سورہ الروم: ۳۰) جس کو خدا نے خلیفہ خلق کیا ہے اس کی خلقت کو کون تبدیل کرسکتا ہے۔ بعض لوگوں کا ماننا یا نہ ماننا ان کے ایمان اور کفر کا سوال ہے۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو خالق ہی کو نہیں مانتے۔ تو اس کی خالقیت وربوبیت والوہیت میں کیا کوئی فرق آجاتا ہے؟ اور کیا فرعون کے دعوے خدائی کرنے اور چارسو سال تک لوگوں پر اپنے خیال میں خدائی کرنے سے خدا الوہیت سے معزول ہوگیا تھا؟ اور کیا فرعون وہامان کو فوراً ہلاک نہ کرنے سے ان کی حقانیت اور خدا کا ضعف ثابت ہوگیا تھا؟ وہ قادر ہے۔ اور حلیم۔ جن وانس اس کی حکومت سے باہر نہیں نکل سکتے۔ اور نہ اس کو جلدی ہے نہ اس کے نزدیک اس کی خدائی کی عمر چارسو سال ہی ہے۔ اور اس کی خلافت کا زمانہ بعد رسول صرف تیس سال (دیکھو حصہ اوّل)۔

بارھویں دلیل

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ "وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ" (سورہ الانعام: ۱۹) اے پیغمبر کہہ دو۔ کہ) مجھ کو یہ قرآن نازل کیا گیا ہے۔ تاکہ اس سے میں تم کو ڈراؤں۔ اور نیز وہ شخص اس سے ڈرائے۔ اور نذارت کرے۔ جس کو یہ قرآن پہنچے۔ اور جو اس کا وارث ہو۔ بلاشبہ مابہ النبوۃ خاتم النبیین قرآن ہی ہے۔ "تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا" (سورہ الفرقان: ۱) کل عوالم پر رسول اسی قرآن سے نذیر ہے۔ اور اس سے حسب ذیل امور ثابت ہیں۔ جو کچھ رسول اللہ من جانب اللہ لائے ہیں۔ قرآن ہے۔ مابہ النذارت وبشارت قرآن ہے۔ کل عوالم کی ضروریات کا علم اسی قرآن میں ہے۔ جس کی شان "تبیاناً لکل شئی" ہے۔ خدا نے رسول کو جس قانون کے ذریعہ اس عالم پر حکومت کرنے بھیجا ہے۔ بعد رسول جو شخص رسول کی جگہ ہادی خلق ہوگا۔ وہ بھی اس قرآن سے ہدایت کرے گا۔ اسی کو پہنچائے گا۔ اس سے ان کو پاک وپاکیزہ بنائے گا۔ اور اس سے جن وانس اور کل عوالم پر حکومت کرے گا۔ "مَنْ بَلَغَهُ الْقُرْاٰنُ فَهُوَ يُنْذِرُكُمْ بِهٖ" "مَنْ بَلَغَ" کا مفہوم ہے۔ اور قرآن سے ہدایت نذرات وبشارت۔ سیاست وحکومت تطہیر وتزکیہ نفوس بغیر علم کامل قرآن ناممکن ہے۔ قرآن کلام اللہ ہے۔ اور اس کا معلم حقیقی ولی اللہ۔ " اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ "(سورہ الرحمٰن: ۱،۲) خدا نے قرآن پڑھایا ہے۔ " وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ "(سورہ النساء: ۱۱۳) پس نبوت رسول خدا پر ختم ہوگئی ہے۔ اور ہدایت خلق اسی مابہ النبوۃ قرآن کے ذریعہ تاقیامت باقی ہے۔ پس بعد رسول خلیفہ رسول کا عالم قرآن ہونا ضروری ہے۔ وارث علم قرآن ہونا لازمی ہے۔ اور جو اس قرآن کا وارث اور اس کا حقیقی عالم ہے۔ وہی جانشین

رسول ہے۔ کلام خدا ہی رسول چھوڑ گئے ہیں۔ جس میں بجائے رسول قائم مقام رسول ہونے کی ضرورت ہے۔ اس قرآن کی قیامت تک تبلیغ کی ضرورت ہے۔ اور نبوت کا کام خلافت محمد یہ کوادا کرتا ہے۔ اب ہمیں دیکھنا ہے۔ کہ بعد رسول قرآن کا حقیقی عالم اور اس کے جملہ علوم کا وارث اس کے ذریعہ جن وانس پر حکم کرنے والا۔ اس کے ذریعہ کل عوالم و جمیع ماسویٰ اللہ پر تصرف رکھنے والا کون ہے؟ ہمارا دعویٰ یہاں یہ ہے۔ کہ عام مسلمان یا عرب یا عام عربی دان علماء اس کے عالم حقیقی نہیں ہوسکتے۔ " وَلَهُ وُجُوهٌ۔ اوّلاً" یہ کلام اللہ ہے۔ اور کلام اللہ وہ حقائق معنویہ ہیں۔ جو قلب پیغمبر پر اتری ہیں۔ "نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ○ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ○ "(سورہ الشعراء: ۱۹۳، ۱۹۴) "وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ "(سورہ النمل: ٦) اور الفاظ قرآن وہ ہیں جو بالہام خدا زبان محمدی سے ادا اور قرأت ہوئے ہیں۔ اور مسلمؑ ہے۔ کہ معانی مقدم میں الفاظ پر بایں معنی کہ اوّل انسان کے ذہن میں معانی آتے ہیں۔ تصور کرتا ہے۔ سوچتا ہے۔ ان کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے۔ اب یہ سمجھنے والے کی فہم عقل ادراک پر موقوف ہے۔ کہ وہ ان قالبون ان الفاظ میں ان معانی کا حقیقی جلوہ دیکھ لے۔ یا فرضی و مصنوعی۔ اور اس لئے ضروری نہیں ہے۔ کہ ہر شخص جو بات سنے ضرور اس کے اصلی معنی جو متکلم کا مقصود اور اس کے ذہن میں تھے۔ سمجھ ہی لے۔ کبھی کل سمجھ لیتا ہے۔ کبھی بعض اور کبھی کچھ بھی نہیں۔ اسی واسطے علماء کاملین کا کلام سمجھانے کے لئے بڑے بڑے اساتذہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور پھر بھی معلّمین واساتذہ میں معانی کے سمجھنے میں اختلاف رہتا ہے۔ اور سب کچھ بیان کرنے کے بعد بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ کہ "المعنی فی بطن الشاعر۔" معنی تو شاعر کے پیٹ میں ہیں۔ ہم ان الفاظ سے یہ سمجھتے ہیں۔ یہی ہر کلام کا طریقہ ہے۔ جس قدر بڑا عالم ہوتا ہے۔ اسی قدر اس کی کتاب اور اس کے کلام کا سمجھنا مشکل ہوا کرتا ہے۔ اور کامل اساتذہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ انسانوں اور ان کے کلام کا حال ہے۔ جو نہ عالم ازلی ہیں۔ نہ عالم الغیب ہیں۔ نہ علیم و حکیم مطلق ہیں۔ پھر کلام اللہ کی نسبت کیا خیال ہے۔ کیا ممکن ہے۔ کہ ان الفاظ سے ہر عربی داں عالم ان حقائق کو سمجھ جائے گا۔ جو مقصود الٰہی ہیں؟ ثانیاً ہر ایک کتاب میں ایک علم یا چند علوم ہوتے ہیں۔ جو زیادہ تر ہم انسانوں ہی کے خیالات کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ مگر کوئی علم بغیر اس علم کے عالم استاد کے پڑھانے نہیں آیا کرتا ہے۔ اور اس بنا پر سلسلہ درس و تدریس جاری ہے۔ ہر علم کی کتاب وہی شخص سمجھا سکتا اور پڑھا سکتا ہے۔ جو اس علم کی اصطلاحات خاصہ سے واقف اور ان کا پورا عالم ہو۔ اور چونکہ درجات علم میں تفاوت ہوتا ہے۔ جتنا کامل عالم ہوگا۔ اتنا ہی کامل استاد اس علم کا ہونا چاہئے۔ یہ ہمارے علوم اور ہماری کتابوں کا حال ہے۔ جن میں سے شاید سودان حصہ مطابق واقع ہوتی ہیں۔ اور نو حصے غلط خیالات۔ پھر اس کتاب کی نسبت کیا رائے ہوگی۔ جو کل علوم کا ذخیرہ ہے۔ اور نہایت مختصر الفاظ میں اور تین تین لفظ کی ایک ایک آیت سے آٹھ آٹھ سو حکم نکلتے ہیں۔ کل چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتوں میں کل علوم اور کل عوالم امکانیہ کے احکام ودیعت کئے گئے ہیں۔ جملہ علوم واسرار نبوت کا اس میں خاتمہ کر دیا ہے۔ کیا یہ بغیر ایسے شخص کی تعلیم کے حاصل ہو جائے گی۔ جو خدائی اصطلاحوں کا عالم نہ ہو۔ اور ان علوم سے واقف نہ ہو۔ جو اس

کتاب میں ودیعت کیئے گئے ہیں؟ بالکل خلاف فطرت۔ خلاف عقل۔ خلاف مشاہدہ تجربہ ہے۔ اس کا جاننے والا اس کا پڑھانے والا۔ اُس سے احکام نکالنے والا۔ اس سے ہدایت کرنے والا۔ اس سے جن وانس پر حکومت رکھنے والا خلیفہ رسول چاہئے کہ ان کل علوم کا عالم ہو۔ ان کل اسرار کا خزانہ ہو۔ جو اس میں رکھے گئے ہیں۔

ثالثاً۔ قرآن کی حقانیت۔ صداقت اور اس کے کلام اللہ ہونے کی دلیل یہ ہے۔ کہ وحدہ لاشریک خالق عالم ''وَ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْض'' (سورہ الشوری) کا کلام ہے۔ اس میں سرِ وحدت ہویدا ہے۔ اور اس میں کہیں اختلاف نہیں ہے۔ ''وَلَوْ كَانَ مِنْ غَيْرِ عِنْدِاللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا'' (سورہ النساء:۸۲) اگر یہ غیر خدا کا کلام ہوتا۔ تو اس میں بہت اختلاف پایا جاتا۔ چونکہ اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے یہ کلام خدا ہے۔ اور یہ اختلاف مٹانے کو آیا ہے۔ ''وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِيْهِ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ'' (سورہ النحل:۶۴) اور ہم نے نہیں نازل کیا اس کتاب کو مگر اس لئے۔ کہ تو بیان کردے لوگوں سے وہ باتیں جس میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔ اور یہ رفع اختلاف ہدایت اور رحمت ہے اہل ایمان کے لئے۔ اس سے یہ صریح نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ جو لوگ اس کتاب اللہ کے عالم ہوں گے۔ ان سب کا ایک ہی راستہ ہوگا۔ ان میں بالکل اختلاف نہ ہوگا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ علماء میں سخت اختلاف ہے۔ جتنے منہ اتنی ہی باتیں جتنے عالم اتنی ہی تفسیریں۔ جوں جوں علماء ومفسرین بڑھتے جاتے ہیں۔ اختلاف بڑھتا جاتا ہے۔ پس دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ماننی پڑے گی۔ یا تو یہ حقیقی عالم قرآن نہیں ہیں۔ یا قرآن میں خود اختلاف موجود ہے۔ لیکن دوسری شق باطل ہے۔ خلاف اسلام ونص آیت قرآن ہے۔ لہٰذا شق اوّل صادق۔ کہ یہ علماء عالم قرآن نہیں ہیں۔ اپنے اپنے علم وفہم کے موافق جو کچھ سمجھ میں آتا ہے۔ بیاں کردیتے ہیں۔ وہ اگر تقلید کی پٹی بھی بندھی ہوئی ہو۔ تو پھر جو اپنا عقیدہ اور خیال ہوتا ہے۔ وہی توڑ مروڑ کے ثابت کردیتے ہیں۔ ''وَلَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتَابَ اِلَّا اَمَانِيَّ'' (سورہ بقرہ: ۷۸) یہ کتاب اللہ نہیں جانتے۔ یہ جو کچھ بیان کرتے اور لکھتے ہیں۔ ان کی اپنی خواہشات اور آرزوئیں ہوتی ہیں۔ جن کا تفاسیر وتصانیف میں بیان کردیتے ہیں۔ اور آج کل تو لوگوں کا یہی رویہ ہے۔ کتاب اللہ سے عقائد کو صحیح نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے خیالات اور عقائد سے کتاب اللہ کو مطابق بناتے ہیں۔ گمراہ ہوتے ہیں۔ اور گمراہ بناتے ہیں۔ اور ایک کتاب اللہ کے ماننے والے ہزاروں جزئی فرقہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور تہتر کے تہتر سو بن گئے ہیں۔ یہ حقیقت قرآن سے منزلوں دور ہیں۔ بڑے بڑے کامل عربی داں امام عربیت کا یہی حال ہے۔ علامہ زمخشریؒ کامل عالم عربیت ہیں۔ تفسیر کتاب اللہ لکھتے ہیں۔ امام فخر الدین رازیؒ اس کی رد لکھنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور ان کے بیان اور تفسیر کو خلاف کتاب اللہ ومقصود الٰہی جانتے ہیں۔ عوام کالانعام کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

رابعاً۔ علماء تو علماء بڑے بڑے صحابی اور کامل عربی دان عرب رسول اللہ کے زمانے میں بعض مطالب و مقاصد کتاب اللہ کو نہ سمجھ سکتے تھے۔ اور مجبور ہوتے تھے کہ ان اہل علم سے پوچھیں۔ جن کو خدا نے علم عطا کیا ہوا تھا۔ چنانچہ خدا خبر دیتا ہے۔ ''وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا

قَالَ اٰنِفًا "(سورہ محمدؐ:۱۶) اے رسول اُن لوگوں میں سے جو تمہارے پاس بیٹھتے اور تمہاری زبان سے کلام اللہ سنتے ہیں۔بعض ایسے بھی ہیں۔جو خوب کان لگا کر سنتے ہیں۔اور جب باہر جاتے ہیں۔تو ان لوگوں سے کہتے ہیں۔جن کو علم عطا ہوا ہے۔کہ اس وقت رسول اللہ نے کیا فرمایا۔ہم نہیں سمجھے۔بعض اوقات صحابی بھی نہیں سمجھتے تھے۔اور اسی وجہ سے خود صحابیوں میں قرآن فہمی میں اختلاف موجود ہے۔اور اس اختلاف کے معرکہ رہے ہیں۔اور آج تک ان کے اثرات موجود ہیں۔ہاں اس سے یہ بھی معلوم ہے۔کہ اسی زمانہ رسول میں کچھ لوگ عالم قرآن موجود تھے۔جن کو علم عطا کیا ہوا تھا۔اور وہ موہبت الٰہیہ تھی۔ان سے لوگ پوچھتے تھے۔اور اپنی تسلی کر لیتے تھے۔حضرت عمر جیسا شخص عالم عربیت ایک مدت تک بلکہ تا آخر عمر آیہ کلالہ اور اس کے معنی سمجھنے میں حیران رہا۔رسول اللہ سے خود دریافت کیا۔رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔" یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ اِنِ امْرُؤٌ ھَلَکَ وَلَیْسَ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَہٗٓ اُخْتٌ فَلَھَا نِصْفُ مَا تَرَکَ "(سورہ النساء:۱۷۷) لوگ کلالہ کی بابت تم سے فتویٰ چاہتے ہیں۔کہہ دو۔اے پیغمبر کہ خدا کلالہ کی بابت تمہیں فتویٰ دیتا ہے۔اور بتلاتا ہے۔کہ اگر کوئی شخص مر جائے۔اور اس کے اولاد نہ ہو۔اور اس کی بہن موجود ہو۔تو وہ اس کے ترکہ سے فرضاً نصف کی مالک ہوگی۔اس سے اطمینان نہ ہوا۔تو حذیفہ یمانی سے کہا۔کہ آپ رسول اللہ سے دریافت کریں۔انہوں نے دریافت کیا۔اور یہی جواب سنا اور سنا دیا۔پھر حضرت نے اپنی بیٹی حفصہ ام المومنین سے کہا۔کہ تو خلوت میں رسول اللہ سے کلالہ کے معنی پوچھنا۔انہوں نے پوچھا۔اور رسول اللہ نے جواب دیا۔کہ ہم نے ان کو بتلا دیئے ہیں۔آخر کوئی سو ورق اس مسئلہ میں خود لکھے۔اور مرتے وقت لوگوں کو دکھلائے اور پھاڑ دیئے۔اور کہا کہ اتنا کچھ لکھا ہے۔مگر اطمینان نہیں ہوا۔ریش مبارک ہاتھ میں پکڑی۔اور حسرت سے فرمانے لگے۔الکلالہ الکلا الکلالہ کے معنی مجھے کل سرخ اونٹوں سے بہتر ہیں۔دیکھو تفسیر در منثور۔اور لفظ کلالہ۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔کہ آدمی کو یہ بھی خیال نہیں رہتا۔کہ فلاں مضمون اور فلاں مسئلہ کی نسبت فلاں آیت قرآن میں ہے۔جس وقت حضور انور سرور کائنات نے وصال فرمایا۔حضرت عمر نہایت بیتاب تھے۔اور درہ لئے پھرتے تھے۔کہ رسول اللہ مرے نہیں ہیں۔بلکہ وہ زندہ ہیں۔راستے میں حضرت ابوبکر مل گئے۔کہنے لگے۔اے عمر یہ کیا کر رہے ہو۔کیا تم نے نہیں سنا ہے۔کہ خدا فرماتا ہے۔" انك میت واھم میتون "۔اے حبیب تو بھی میت ہے۔اور یہ بھی میت۔اس وقت کہا۔کہ گویا آج تک میں نے یہ آیت سنی ہی نہ تھی۔اور پڑھی ہی نہ تھی۔اور پھر لوگوں کو منع نہ کیا۔کہ رسول اللہ کو مردہ نہ کہیں۔پس معلوم ہوا۔کہ کل قرآن کی حقیقت سے آگاہ ہونا کل صحابہ کا بھی کام نہیں۔چہ جائیکہ علماء اس کی حقیقت پر حاوی ہو جائیں۔ہر شخص اپنے علم وفہم کے موافق سمجھ لیتا ہے نہ کل حقائق۔

خامساً۔قرآن فہمی کا مدار علماء نے علوم عربیت پر رکھا ہے۔اور علوم عربیہ صرف ونحو و معانی و بیان وغیرہ کل وہ علوم ہیں۔جو بعد نزول قرآن مدون و مرتب ہوئے ہیں۔اور بہت سے قواعد نحو و معانی و بیان وغیرہ قرآن ہی کی آیات سے مستنبط کئے ہیں۔اور اکثر قواعد ضوابط واصول نحو و بیان و معانی پر آیات قرآن سے استدلال کیا ہے۔پس قواعد وضوابط واصول علوم عربیہ کی صحت قرآن پر موقوف ہے۔پس کیونکر ہو سکتا ہے۔کہ معانی قرآن کی صحت نحو

وغیرہ سے ہوجائے۔ حالانکہ آج تک خود ان علوم کے مسائل محقق نہیں ہیں۔ بہت سے مسائل میں اختلاف ہے آئمہ نحو بھی ان اصول وضوابط وقواعد کی نسبت آخری اور یقینی فیصلہ نہیں دے سکے۔ اور یہ امر اہل عقل وبصیرت کے نزدیک مسلم ہے۔ کہ قواعد نحو وغیرہ زبان کے تابع ہوتے ہیں۔ اور زبان ملکۃ ہے۔ نہ زبان ان ہمارے بنائے ہوئے قواعد کے تابع ہے۔ اور ان سے بنائی گئی۔ یہ علوم عربیہ اسلام کے ظہور کے مدت بعد مدوّن ہوئے ہیں۔ اور زبان حضرت اسمٰعیلؑ کے وقت سے عام عرب میں بولی جاتی تھی۔ اور دراصل خالق لغت وزبان بھی وہ ہے۔ جس کا یہ کلام ہے۔" وَاِنَّ اِخۡتِلَافَ اَلۡسِنَتِکُمۡ وَاَلۡوَانِکُمۡ وَمِنۡ اٰیَاتِ اللّٰہِ"۔ یہ لغات اور زبانیں بھی قدرت کی خاص نشانیاں ہیں۔ پس خالق السنہ وخالق لغات کا کلام ان ہمارے بنائے ہوئے قواعد کے کیونکر تابع ہوسکتا ہے؟ کل علوم عربیہ وغیر عربیہ اس کتاب اور اس کلام کے تابع ہیں۔ اور کتاب بس یہی ہے۔ ذالک الکتاب لاریب فیہ۔ پس ناممکن ہے کہ علوم ظاہریہ والے علماء حقائق کتاب اللہ پر حاوی ہوجائیں۔ یہاں علوم ظاہریہ کے سوا کچھ اور چیز کی بھی ضرورت ہے۔ قواعد نحویہ کی صحت قرآن سے مطابقت پر ہے۔ اگر قرآن کے معانی کی صحت قواعد نحویہ پر ہو۔ تو توقف شے علیٰ نفسہ لازم آئے گا۔ فتدبر فیہ۔

سادساً۔ یہ کتاب اللہ ہے۔ اور کتب آسمانی کو اگر ہر شخص سمجھ لیا کرتا۔ تو ان کے ساتھ ان کے معلّمین کے آنے کے چنداں ضرورت نہ ہوتی۔ "لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا وَاَنۡزَلۡنَا مَعَھُمُ الۡکِتَابَ وَالۡمِیۡزَانَ" (سورہ الحدید: ۲۵) اور ہمیشہ ہر نبی کے بعد ایک محافظ کتاب اللہ جانشین ووصی نبی نہ مقرر ہوا کرتا۔ احادیث فریقین موجود ہیں۔ کہ جتنے نبی گذرے ہیں۔ اتنے ہی ان کے وصی بھی گذرے ہیں۔ بلکہ یہ بھی احادیث ہیں۔ کہ ایک ایک نبی کے کئی کئی وصی ہوتے ہیں اور خود کتاب اللہ یہ بتلا رہی ہے کہ کتاب اللہ سے حکم نکالنا اور مسائل استنباط کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ بلکہ انبیاء اور ان کے اوصیاء ہی کا کام ہے۔ "وَاَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰاۃَ فِیۡھَا ھُدًی وَّنُوۡرٌ یَحۡکُمُ بِھَا النَّبِیُّوۡنَ الَّذِیۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِیۡنَ ھَادُوۡا وَالرَّبَّانِیُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ کِتَابِ اللّٰہِ وَکَانُوۡا عَلَیۡہِ شُھَدَآءَ" (سورہ المائدہ: ۴۴) اور ہم ہی نے توریت اُتاری ہے۔ جس میں ہدایت اور نورانیت ہے۔ جس سے خدا کے مطیع ومنقاد بندے انبیاء اللہ بنی اسرائیل کو حکم دیتے رہے ہیں۔ اور اللہ والے ربانی لوگ اور کامل علماء جو کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے۔ اور وہ اس پر شہید تھے۔ اس آیت کریمہ سے امور ذیل مستنبط ہوتے ہیں۔ (۱) کتاب اللہ سے ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ کہ حکم کرے اور فتویٰ دے۔ (۲) کتاب اللہ سے اوّل حکم کرنے والے انبیاء اللہ ہیں۔ دوم ربانیوں۔ سوم احبار۔ (۳) یہ لوگ محافظ کتاب اللہ ہیں۔ اور اس پر شاہد بنائے گئے ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام عام لوگوں کی تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "اَلنَّاسُ عَلٰی ثَلٰثِ طَبَقَاتٍ عَالِمٌ رَبَّانِیٌّ وَمُتَعَلِّمٌ عَلٰی سَبِیۡلِ نِجَاتٍ وَالۡبَاقِیۡ کَالۡھَمَجِ اَتۡبَاعُ کُلِّ نَاعِقٍ"۔ آدمی تین قسم کے ہیں۔ ایک علماء ربانی۔ دوم وہ متعلّم جو راہ حق اور سبیل نجات پر ہیں۔ اور باقی حرنکس ہیں۔ جہاں گندگی دیکھی۔ اور آواز ریح بد بلند ہوئی۔ وہیں جمع ہوگئے۔ اور متعلّم علیٰ سبیل نجات معلوم ہے۔ کہ وہ لوگ ہیں جو علماء ربانی سے علوم حاصل کریں۔ ورنہ نجات ناممکن ہے۔ اور ربانی وہ

لوگ ہیں۔ جو ربّ کی طرف سے علوم حاصل کرتے ہیں۔ اور تعلیم الٰہی سے عالم ہوتے ہیں۔ نہ تعلیم کسی سے۔ اور پھر وہ اس علم الٰہی سے نوع انسان کی تربیت کرتے ہیں۔ اور انبیاء اللہ کے بعد یہ درجہ خلفاء الرسول اور اوصیاء رسول ہی کا ہے اور کون ہے۔ جو علم لدنی ربی رکھتا ہو۔ اور جو کچھ حاصل کریں۔ وہ ان کے وسیلہ سے۔ نہ بلا واسطہ وسیلہ۔ یہ تو بس نبی و وصی نبی ہی کی شان ہے۔ اور اس سے معلوم ہو گیا۔ کہ احبار اور دیگر علماء کاملین کو بذات خود کتاب اللہ سے حکم کا حق حاصل نہیں ہے۔ بلکہ ربانیین کے علوم سے اور ان سے سیکھ کر اور ان کے بیان کے موافق۔ پس دراصل کتاب اللہ سے حکم کرنا نبی اللہ و وصی نبی ہی کا حق ہے۔ اور وصی نبی کا بھی اس لئے ہے۔ کہ وہ عالم ربانی و معلّم بتعلیم ربی ہوتا ہے۔ یعنی کتاب اللہ کی تعلیم دراصل خدا ہی دے سکتا ہے۔ اور وہ اس نے انبیاء اور اوصیاء کو دی ہے۔ جو ربانیین ہیں۔ اور علماء کا کام یہ ہے۔ کہ انبیاء اور اوصیاء کے کلام کو ان لوگوں تک پہنچا دیں۔ جو ان کے کلام کو سمجھ نہیں سکتے۔ یہ کام مجتہدین و مفتیان اسلام کا ہے۔ اور اس حقیقت سے کسی اہل علم کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ انبیاء اللہ اور تابعین کے حکم کے خلاف یا ان کے بالمقابل کسی دیندار عالم دین کو فتویٰ دینے کا حق حاصل نہیں ہے۔

پس جب توریت سے انبیاء اللہ اور اوصیاء ہی حکم کر سکتے ہیں۔ تو قرآن شریف سے کون لوگ حکم کر سکیں گے؟ ہمہ۔ شما۔ نحو۔ خیرا؟ نہیں اس کے لئے بھی نبیؐ کے بعد علماء ربانی ہی کی ضرورت ہے۔ بلکہ ان سے کامل تر ربانیین کی۔ توریت میں ہدایت و نور ہے۔ اور قرآن مجسم ہدایت و نور ہے۔ "ذَالِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ" (سورہ بقرہ:۱) "وَقَدْ جَآئَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا" (سورہ المائدہ: ۱۷۵) اس حقیقت نورانی پر کون مطلع ہو سکتا ہے۔ جب تک نور السماوات والارض رب العالمین سے تعلق خاص نہ رکھتا ہو۔ اور اس سے علم اخذ نہ کرتا ہو۔ کتاب الرب کو علماء ربانی ہی خوب جانتے ہیں۔

سابعاً۔ کتب ثلثہ۔ توریت۔ زبور۔ انجیل مسلم ہے۔ کہ بطور اعجاز نازل نہیں ہوئی ہیں۔ یعنی ان کتب کے نفس الفاظ و آیات معجزہ نہیں ہیں۔ ان کی عبارت سے تحدی نہیں کی گئی ہے۔ ان کی حقانیت و صداقت کی دلیل خود اسلوب کلام نہیں ہے۔ بلکہ اور چیزیں مثل ید بیضاء و عصا۔ مگر قرآن پاک جو کتاب اللہ و کلام اللہ ہے۔ بطور اعجاز نازل ہوا ہے۔ اور اس کی نفس عبارت کو معجزہ قرار دیا گیا ہے۔ کہ کوئی فرد بشر اس کی ایک آیت نہیں بنا سکتا۔ اور اس کی حقانیت و صداقت کی دلیل خود ہی کلام ہے۔ نہ اور کوئی شے۔ خود ہی مدلول ہے اور خود ہی دلیل۔ اور یہ وصف قرآن ہی سے مخصوص ہے۔ اور مسلم ہے۔ کہ اعجاز کی حقیقت کو معجز نما ہی جان سکتا ہے۔ نہ ہر شخص۔ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے۔ کہ وہ اس کتاب کا کامل عالم ہے۔ اور کل حقائق پر احاطہ رکھتا ہے۔ تو وہ ضروری معجز نما ہو گا یا وصی نبی صاحب اعجاز۔ ورنہ جھوٹا مدعی۔ اور جب نبوت ختم ہے۔ تو ضرور نبی کے بعد عالم کتاب اللہ وصی نبی صاحب اعجاز ہی ہو گا۔ اور یقیناً ایسا ہی ہے۔ اور ہر اہل عقل تسلیم کرے گا۔ کہ جس دل اور جس سینہ میں یہ کتاب اعجاز ہو گی۔ اگر وہ صاحب اعجاز نہ ہو۔ تو پھر کون صاحب اعجاز ہو گا؟ قرآن معجزہ ہے۔ اور نبی جس کے لئے قرآن آیا ہے۔ معجز نما۔ پس اس کے بعد جس شخص کے سینے میں حقیقت قرآن ہو۔ وہ ضرور معجز نما ہو گا۔ ورنہ قرآن معجزہ نہ رہے گا۔ قرآن

خود اس کی تصریح فرماتا ہے۔ "مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذَ الَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ" (سورہ العنکبوت: ۴۸) اے پیغمبر تو نہ تو اس سے پہلے کوئی کتاب پڑھتا تھا۔ اور نہ تو اپنے ہاتھ سے اس کو لکھتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو باطل پرستوں کو شک کا صحیح موقع مل جاتا۔ بلکہ یہ تو آیات بینات ہیں سینوں میں ان لوگوں کے جن کو علم عطا کیا ہوا ہے۔ اور ہماری آیات کا انکار تو ظالم گنہگار ہی کرتے ہیں۔ ذرا الفاظ میں غور کیجئے۔ قرآن انہی سینوں میں آیات بینات ہے۔ اس کی آیات انہی قلوب میں معجزات باہرات ہیں۔ جو "اُوْتُوا الْعِلْمَ" کا مصداق ہیں۔ جنہوں نے علم کسب و اکتساب اور تعلیم رواجی سے نہیں حاصل کیا ہے۔ بلکہ ان کو عطا کیا گیا ہے۔ ان کو بخشا گیا ہے۔ دوسرے سینوں میں یہ آیات بینات نہیں ہیں۔ وہاں شک وشبہات اور اشکالات ہی نظر آئیں گے۔ بہر حال جن سینوں میں قرآن پاک کا صحیح حقیقی اور کامل علم ہو۔ وہ ضرور صاحب اعجاز ہے۔ قرآن معجزہ ہے۔ اور حقیقی عالم قرآن معجزنما۔ اعجاز کی حقیقت کو صاحب اعجاز ہی جان سکتا ہے۔ ان کے غیر کو ناممکن ہے۔ کہ اس معجزہ کو سمجھ سکیں۔ اگر وہ اس معجزہ کو سمجھ سکیں۔ اس پر احاطہ اور وقوف تام پیدا کر سکیں۔ تو یہ معجزہ ہی نہ رہے گا۔ یہ الفاظ اور معانی دونوں جہتوں سے اعجاز ہے۔ اور کوئی فرد بشر اس پر قادر نہیں ہے۔ سب اس کے آگے عاجز ہیں۔ اگر لوگ اس کو سمجھ لیں۔ اور اس کے کامل عالم ہو جائیں۔ تو پھر تحدی کیسی اور اعجاز کیسا؟ اس کو سن کر بڑے بڑے علماء فصحاء و بلغاء متحیر رہ جاتے ہیں۔ اور برسوں ایک ایک آیت میں فکر کرتے ہیں۔ اور حل نہیں کر سکتے ہیں۔ کیا کوئی بتلا سکتا ہے۔ کہ کیا تھی؟ اور کس ہاتھ میں عصا موسیٰ اژدہا بن سکتی ہے۔ عصا سے موسیٰ کے لئے دست موسیٰ و ید بیضا چاہئے۔ جہاں اس کے اثرات ظاہر ہوں۔ اعجاز محمدی کے لئے صاحب اعجاز چاہئے۔ جس سے قرآن کا اعجاز نمایاں ہو۔ اور یہی آیت خود بتلا رہی ہے۔ کہ امت محمدی میں سوائے محمدؐ کچھ نفوس ہیں۔ جن کے سینوں میں قرآن بطور آیات بینات موجود ہے۔ ضرور وہی اس کے عالم حقیقی اور معلم واقعی ہیں نہ عام علماء۔

ثامناً۔ خدا قرآن پاک کی نسبت فرماتا ہے۔ "اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ○ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ○ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ○" (سورہ الواقعہ: ۷۷تا۷۹) بیشک یہ قرآن کریم ہے کتاب مکنون میں۔ اس کو نہیں مس کرتے ہیں لیکن مطہر و مقدس نفوس۔'' مسلمہ اہل اسلام ہے۔ کہ کتاب اللہ کے حروف و نقوش کو بغیر طہارت صحیحہ شرعیہ (وضو وغسل) ہاتھ لگانا حرام ہے۔ اور اس آیت سے یہ استنباط کیا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ کتاب اللہ کی حقیقت نقوش خطوط نہیں ہیں۔ اور نہ قلب محمدی پر یہ خطوط و نقوش نازل ہوئے تھے۔ بلکہ معانی یعنی حقائق نورانیہ جن کو آنحضرتؐ کی زبان نے ان الفاظ میں بحکم وحی ادا کیا ہے۔ جس وقت کہ ان نقوش خطوط کتاب اللہ کو غیر مطہرین ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ تو اس حقیقت کتاب اللہ کو جو اس نفس طیب و طاہر و مزکیٰ و مقدس میں ہے۔ جس کو طہٰ کا خطاب دیا گیا ہے۔ جو مؤید بروح القدس ہے۔ عام نفوس کس طرح مس کر سکتے ہیں؟ عام لوگ کس طرح ان حقائق پر مطلع ہو سکتے ہیں؟ یہ حقیقت پاک ہے۔ پاک وجود میں اتری ہے۔ اور اس سے پاک ہی وجود اس کو لے سکتے ہیں۔ نجس وجودوں نجس

نفسوں میں یہ پاک حقیقت کیسے اُتر سکتی ہے؟ یہ حقیقت نورانیہ ہے۔ اور وجودِ نوری میں اُتری ہے۔ اس کو نورانی وجود ہی اخذ کر سکتے ہیں۔ عام نفوس و قلوب کبھی اس حقیقت نورانیہ قرآنیہ پر مطلع نہیں ہو سکتے۔ جنس جنس سے اتصال ارتباط پیدا کرتی ہے۔ نور نور سے مل سکتا ہے نہ ظلمت۔ خدا مقام تعلیم محمدی میں فرماتا ہے۔ "وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ" (سورہ ال عمران: ۱۶۴) پیغمبران کو پاک و مزکیٰ بناتا ہے۔ اور پھر کتاب اللہ و حکمت الٰہی تعلیم دیتا ہے۔ تعلیم محمدیؐ کے لئے بھی شرط ہے۔ کہ مزکیٰ نفوس ہوں۔ غیر مزکیٰ نفوس کے لئے تعلیم نہ ہو گی۔ بلکہ فقط تلاوت۔ اور تلاوت سے ضروری نہیں۔ کہ وہ عالم واقعی بھی ہو جائیں۔ ہاں ان الفاظ سے کچھ تصورات معنویہ اپنے اپنے ذہنوں میں تصور کرتے ہیں۔ جو ان کی عقل و فہم بلکہ ان کے علم و اعتقاد و معرفت کے موافق ہوتے ہیں۔ اوّل تصفیہ و تزکیہ نفس کی ضرورت ہے۔ پھر علم قرآنِ حسب تعلیم پیغمبر حاصل ہو سکتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ قرآن حقیقت محمدی سے اتحاد تام رکھتا ہے۔ ان کے قلب میں اترا ہے۔ ان کی روح کو عطا ہوا ہے۔ پس جب تک کوئی شخص حقیقت محمدیہ کے ساتھ نسبت مقدسہ نہ رکھتا ہو گا۔ وہ عالم قرآن نہ ہو سکے گا۔ قرآن کا اوّل حقیقی معلم بس خدا ہی ہے۔ اور تعلیم الٰہی کی ایک شرط تقویٰ کامل ہے۔ "وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ" (سورہ بقرہ ۲۸۲) خدا سے ڈرو۔ تقویٰ اختیار کرو (خدا تمہیں پڑھائے گا) قرآن متقین ہی کا ہادی ہے۔ "هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ"، پس جو شخص اس متقی کامل پیغمبر اسلام سے جتنا قرب و اتصال باطنی و اتحاد روحانی و نورانی رکھتا ہو گا۔ اسی قدر کتاب اللہ کا عالم ہو گا۔ اور تعلیم الٰہی اس کو ہو گی۔ عام لوگ یا عام علماء کبھی کتاب اللہ کے واقعی عالم نہیں کہلا سکتے ہیں۔ اس کے علم کے لئے کامل نورانی وجود ربانی عالم اور مطہر و مقدس نفس چاہیے۔

تاسعاً۔ کتاب اللہ خود بتلاتی ہے۔ "مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ" الخ (سورہ ال عمران: ۷)۔ بعض آیات قرآن محکم ہیں اور بعض متشابہ۔ اور متشابہات آیات محتاج تاویل ہیں۔ ان کے معانی وہ مراد نہیں ہیں۔ جو ظاہری الفاظ سے مفہوم ہوتے ہیں۔ بلکہ اور حقیقت رکھتی ہیں۔ جس کی طرف تاویل ضروری ہے۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آیات محکمات میں بھی مفسرین علماء اختلاف رکھتے ہیں۔ ایک کچھ معنی بتلاتا ہے۔ دوسرا کچھ۔ پھر آیات متشابہات کا کیا حال ہو گا۔ ان کی حقیقت واقعیہ کو کون جانے گا۔ اور خدا فرماتا ہے۔ "لَا يَعْلَمُ تَاوِيلَهُ إِلَّا اللّٰهُ" (سورہ ال عمران: ۷) اس کی تاویل تو خدا ہی جانتا ہے۔ اور یہ مسلم ہے۔ کہ ان متشابہات کی تعلیم خود متکلم ہی جانتا ہے کہ اس نے کیا مقصود رکھا ہے۔ پس وہ جانتا ہے۔ یا جس کو وہ تعلیم دے۔ لہٰذا اگر راسخون فی العلم عالم تاویل کہے جائیں۔ اور "اللہ" پر وقف نہ کیا جائے۔ تو بھی علماء راسخون تاویل کتاب اللہ کے جاننے والے وہی ہوں گے۔ جن کو خدا نے تعلیم دی ہے۔ اور راسخون فی العلم کے معنی بھی یہی ہیں۔ جن کا علم کامل و تام ہو۔ اور اس میں شک و شبہ و غلطی و خطا و تغیر و تبدل نہ ہو۔ اور علم واقعی علم الٰہی ہے۔ علماء راسخین غیر ان کے نہیں ہو سکتے ہیں۔ جو معلم بتعلیم الٰہی اور علماء ربانی ہیں۔ عام علماء اگر علماء راسخین ہوتے۔ تو ان کے علم میں ہرگز اختلاف نہ ہوتا۔ ان کی تفاسیر میں شبہات و شکوک و اشکالات نہ ہوتے۔ پس ہر عالم تاویل کتاب اللہ کو نہیں جان

سکتا۔ نبی اللہ اور علماء ربانی ہی جانتے ہیں۔ اور وہی کتاب اللہ کے عالم و معلم ہو سکتے ہیں۔

عاشراً۔ ہمیں کتاب اللہ کے معلم و مبلغ میں بحث ہے۔ اور دیکھنا یہ ہے کہ کتاب اللہ سے تعلیم دینے والا اور اس سے حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ کسی کتاب کا معلم اس کے پڑھانے سے پہلے اس کتاب اور ان علوم کا عالم ہونا چاہئے۔ یا پڑھانے کے زمانہ میں اس کتاب کو پڑھ پڑھ کر علم حاصل کرنا چاہئے؟ کیا ایسا شخص جس کو پہلے سے اس کا علم نہیں ہے۔ اور پڑھانے بیٹھا ہے۔ وہ معلم کتاب کہلا سکتا ہے۔ یا متعلّم از کتاب؟ ''او خویشتن گم است کرا رہبری کند'' کا صحیح مصداق ہے یا نہیں؟ ضروری ہے۔ اور مسلمہ اہل عالم ہے۔ موافق عقل وفطرت انسان ہے۔ کہ معلم قبل سے عالم ہو۔ پس کتاب اللہ کا معلم قبل سے ان علوم کا جاننے والا ہو۔ وہ اس کتاب اللہ کے الفاظ سے علم حاصل نہ کرے۔ بلکہ کتاب اللہ کا علم حاصل کرائے۔ وہ پڑھے نہیں پڑھائے۔ ہر علمی کتاب کو اس علم کا عالم پڑھا سکتا ہے۔ جو اس کتاب میں ہے۔ اور کتاب کے پڑھانے سے پہلے اس کا عالم ہونا ضروری ہے۔ پس جس کتاب میں کل علوم و حقائق و اسرار خدائی ہوں۔ اس کا معلم چاہئے۔ کہ قبل تعلیم ان کل علوم کا عالم بتعلیم الٰہی ہو؟ پیغمبر کو عالم پیدا کیا گیا ہے۔ اور کتاب اس کو دی گئی ہے۔ کہ لوگوں کو پڑھائے۔ پس بعد پیغمبر بھی جو شخص اس کی جگہ مبلغ عن الرسول و ہادی خلق و امام الناس و رئیس امت ہو۔ پہلے سے عالم علوم کتاب اللہ ہو۔ ہمیں قرآن پاک سے ایسے وجودوں کا پتہ ملتا ہے۔ جو قبل تعلیم نہیں قبل اجراء احکام عالم قرآن تھے۔ '' الَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُوْنَ ○ وَإِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِيْنَ ○'' (سورہ القصص: ۵۲، ۵۳) اور وہ لوگ جن کو ہم نے علم کتاب پہلے سے دیا ہے۔ وہ سب اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب ان پر اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ تو فوراً کہہ اٹھتے ہیں۔ کہ بیشک یہ ہمارے رب کی طرف سے کتاب برحق ہے۔ بیشک ہم تو پہلے ہی سے مسلمین ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں؟ کیا اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جن کو پہلے کوئی کتاب دی جا چکی ہے۔ یعنی یہود۔ نصاریٰ۔ مجوس۔ صائین؟ جیسا کہ بعض علماء نمایا کہہ دیا کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہے۔ تو چاہئے کہ کل یہود کل نصاریٰ کل مجوس کل صائین یعنی جملہ اہل الکتاب قرآن پر پہلے ہی سے قبل نزول ایمان رکھنے والے ہوں۔ اور پہلے ہی سے اسلام لائے ہوئے ہوں۔ فوراً کتاب اللہ سنتے ہی سب اس کی تصدیق کریں۔ اگر یہ اوصاف ان کفار کے ہیں۔ تو یہ اہل اسلام سے لاکھوں درجہ بڑھ کر ہیں۔ یہ بالکل خلاف واقع ہے۔ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ ان سے مراد یہ اہل کتاب ہوں۔ اور ان کے علماء کی قید بھی بلا دلیل ہے۔ اہل الکتاب سب کہلاتے ہیں۔ نہ صرف ان کے علماء۔ اور احادیث معاون العلوم اس کے خلاف تصریح کرتی ہیں۔ آیات کی ابتداء وانتہاء اس کو باطل قرار دیتی ہے۔ یہ دشمنان اسلام کا مقولہ ہو سکتا ہے۔ دیندار کبھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہود و نصاریٰ محمد رسول اللہؐ اور کتاب خدا پر پہلے ہی اسلام و ایمان لائے ہوئے تھے۔ نہ تاریخ اس کی تصدیق کرتی ہے۔ کسی یہودی یا نصرانی فرضی عالم کو پیش کر دینا آیات کے الفاظ کی تصدیق نہیں ہے۔ مزید بحث اس کی بشرط ضرورت آئندہ آئے گی۔ بلکہ یہ وہی لوگ ہیں۔ جن کے سینوں میں قرآن آیات بینہ ہے۔ جو اس

امت مسلمہ سے ہیں۔ جن میں ایک فرد پیغمبر ہے۔ جس کے لئے ابراہیم خلیل اللہ نے دعا کی تھی۔ یہ وہ عالم ہیں۔ جو ماں کے پیٹ سے قرآن پڑھے آتے ہیں۔ اور عالم پیدا ہوتے ہیں۔ یہ وہ مزکیٰ و مطہر نفوس ہیں۔ جو د جود محمدی سے اتحاد رکھتے ہیں۔ اور چونکہ قرآن حقیقت محمدی ہے۔ اس لئے وہ قرآن سے اتحاد روحانی وذاتی رکھتے ہیں۔ یہ وہ نورانی بندے ربانی علماء ہیں۔ جن کے سینوں میں نور قرآن نور علیٰ نور کا مصداق بن جاتا ہے۔ اور بالکل عقل و فطرت انسان کے موافق ہے۔ کتاب اللہ کا معلم چاہئے۔ کہ پہلے ہی سے ان علوم وحقائق کا عارف ہو۔ جن کی تعلیم اس کتاب سے دے گا۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ اور یہ دس دلیلیں ہیں اس بات پر کہ کتاب اللہ کا عالم ہر عالی عربی دان ہر صحابی رسول نہیں ہوسکتا ہے۔ " وتلك عشرة كاملة "(سورہ بقرہ:۱۹۶)۔

تقریب

پیغمبر بشیر ونذیر بکتاب اللہ ہے۔ اس کتاب اللہ سے ہدایت وحکم کرنے والا ہے۔ بعد پیغمبر بھی جو شخص اس کی جگہ ہدایت خلق امامۃ الناس سیاست امت کا مدعی ہوگا۔ وہ اس کتاب اللہ سے حکم کرے گا۔ اس سے حکومت کرے گا۔ اس سے سیاست کرے گا۔ اس سے فتویٰ دے گا۔ اس سے بشارت دے۔ اور اس سے ڈرائے گا۔ "قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ"(سورہ الانعام:۱۹) اور اس کتاب اللہ سے حکم کرنے کے لئے اوّل اس کے عالم ہوئے اور ان جملہ علوم پر احاطہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ جو اس میں بیان ہوئے ہیں۔ جس کی شان "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" ہے۔ اور ان دلائل سے معلوم ہے۔ کہ ہر صحابی یا عربی داں عالم اس کا عالم نہیں ہے۔ بلکہ خاص نفوس اس کے عالم ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا ہر صحابی رسول اللہ میں بعد رسول اللہ خلافت وامامت کی شان نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ہے۔ جو کتاب اللہ کا عالم کامل عالم ربانی ہو۔ اور یہ شان بعد رسول اوّلاً حضرت علیؑ ہی کی ہے۔ لہٰذا بعد رسول اللہ وہی خلیفہ و جانشین رسول اللہ وخلیفہ خدا وامام الناس وبادشاہ اسلام وامیر المومنین وپیشوائے متقین ہیں۔ اوّل اس لئے کہ حصول علم کتاب اللہ کی اوّل شرط طہارت وتزکیہ نفس ہے۔ بغیر اس کے علم کتاب اللہ کا حصول محال ہے۔ ہزاروں یہود و نصاریٰ کتاب اللہ کو پڑھتے ہیں۔ مگر علم کتاب اللہ سے محروم ہیں۔ حالانکہ عربیت کے زبردست عالم ہیں۔ علی علیہ السلام بنص آیات مطہر ومزکیٰ ومقدس وجود ہیں۔ شکم مادر سے طاہر ومزکیٰ پیدا ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان میں یہ شرط بدرجہ اتم موجود ہے۔ بس وہی سب سے بڑھ کر اس کے عالم ہوسکتے ہیں۔ اور چونکہ ماں کے پیٹ سے طاہر پیدا ہوئے۔ اور کتاب اللہ طاہرین سے نسبت ارتباط رکھتی ہے۔ لہٰذا شکم مادر ہی سے عالم پیدا ہوئے ہیں۔ اوّل کتاب اللہ کی تلاوت کرکے رسول اللہ کو سنائی۔ دیکھو حصہ اوّل ودوم۔ فریقین میں یہ روایت موجود ہے۔ کہ علیؑ نے دنیا میں آتے ہی پیدا ہوتے ہی کتاب اللہ کی تلاوت کی۔ حالانکہ اس وقت تک رسول اللہ نے تلاوت بھی نہ کی تھی۔ لوگوں کو سنائی بھی نہ تھی۔ پس علیؑ ان میں سے نہیں ہیں۔ جنہوں نے تلاوت قرآن سے علم قرآن حاصل کیا ہو۔ بلکہ وہ مطہر ومقدس و مزکیٰ نفس ہیں۔ جنہوں نے تعلیم ربانی سے حاصل کیا۔ روحانی تعلیم پائی۔ محمد کی نسبت مقدسہ سے علم حاصل کیا ہے۔ دوسرے لوگ اگر بصحبت نبیؐ مزکیٰ ومطہر بھی بنیں۔ تو وہ درجہ بدرجہ بنیں گے۔ اور بقدر طہارت وتزکیہ علم حاصل کرتے

جائیں گے۔ علیؑ کے مقابلہ کو نہ پہنچ سکیں گے۔ اور اس شرط میں کل عترت اہل بیت نبوت و رسالت شریک ہیں۔ کیونکہ طاہرین ہیں۔ اور سب شکم مادر سے عالم پیدا ہوتے ہیں۔ کسی سے تعلیم نہیں پاتے ہیں۔ کسی سے کوئی علم نہیں سیکھتے۔ یہ کتاب اللہ کی تلاوت کر کے علم نہیں پڑھتے۔ علم پڑھے ہوئے آتے ہیں۔ اور کتاب اللہ پڑھاتے ہیں۔ اور یہی معلم کتاب اللہ و مبین کتاب اللہ ہو سکتے ہیں۔ احادیث حصہ دوم میں ذکر کر چکے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ مبین قرآن ہے میرے بعد۔ اور مروی ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہؐ الرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○" (سورہ الرحمٰن ا تا ۴) کے معنی دریافت کئے۔ کہ انسان کون ہے۔ جس کو بیان سکھایا گیا ہے۔ حضرتؐ نے علیؑ کو بلوا کر سامنے بٹھا دیا۔ کہ دیکھ اس آیت کا معنی علیؑ ہے۔ اس کو بیان سکھایا گیا ہے۔ دوم۔ علم نور ہے۔" العلم نور یقذف اللّٰه فی قلب من یشاء۔ علم ایک نور ہے۔ خدا جس کے قلب میں عطا کر دیتا ہے اور القاء فرما دیتا ہے۔ نور خدا گنہگار و معصیت کار کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِنْ اِلٰهٖ
وَنُوْرَ اللّٰهِ لَا يُعْطٰى لِعَاصٖ

اللہ نور ہے۔ رسول اللہ نور ہیں۔ کتاب اللہ نور ہے۔ اور نور نور ہی پر نازل ہو سکتا ہے۔ ہر شے ایک ظرف چاہتی ہے۔ اور ظرف کا مطابق و موافق و مناسب و متشابہ و مجانس مظروف ہونا ضرور اور اولیٰ و انسب ہے۔ نور کے لئے ظرف بھی نورانی ہی چاہئے۔ اعلیٰ درجہ کا عطر کسی مٹی کی ٹھلیا میں اگر رکھا جائے۔ تو سب لوگ احمق بنائیں گے۔ اگر دُرِ یتیم مٹی کی کلھیا میں رکھا جائے۔ تو لوگ پاگل کہیں گے۔ علیؑ نور ہے۔ جزو نور محمدی ہے۔ اور محمدؐ نور خدا۔ علم نور خدا۔ علم خدائی بعد محمدؐ علیؑ ہی میں اتر سکتا ہے۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ درجہ دوم پر اسی نور خدا کے حامل علیؑ ہی ہیں۔ اور وہ قائم مقام و نائب و مناب و جانشین رسول ہیں۔

سوم ذات واجب الوجود علیم مطلق ہے۔ منبع علم کل عوالم امکانیہ میں وہی ہے وہیں سے علم نکلا ہے۔ اور ہر جاہل ممکن بالذات کو پہنچا ہے۔ علم عین ذات خدا ہے۔ جو نور مطلق ہے۔ اور مجرد محض بسیط بحت ہے۔ اور تجرد خود دلیل علم ہے۔ " اَلتَّجَرُّدُ وَالْاِحْكَامُ وَاِسْتِنَادُ كُلِّ شَيْءٍ اِلَيْهِ دَلَائِلُ الْعِلْمِ" اور جو وجود اس سے اقرب ہوگا۔ اس میں علم زیادہ منعکس ہوگا۔ جو دجود جتنا روحانی اور نورانی ہوگا۔ اسی قدر مجرد تر اور اس قدر اس ذات سے قریب تر ہو گا۔ اور عالم تر۔ اور سب سے اقرب الی اللہ ہر اعتبار سے ذات محمدی ہے۔ اور پھر ذات علوی۔ اور کوئی صحابی اس مقام میں اس مرتبہ محمدی و علوی کو نہیں پہنچ سکتا ہے۔ پس بعد محمدؐ علیؑ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں نہ اور کوئی فلسفی اس کو رد نہیں کر سکتا کہ اقرب الی اللہ سب سے اعلم ہوتا ہے۔

شرط حصول علم الٰہی و تعلیم الٰہی تقویٰ ہے۔ اور علیؑ نہ صرف متقی بلکہ امام المتقین ہیں۔ اور صالح المومنین ہیں۔ پس ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ہو سکتا ہے۔ کتاب اللہ اہل تقویٰ کی اوّل ہادی ہے۔ اور علی امام متقین۔ علیؑ سے بڑھ کر کوئی کتاب اللہ کا بعد رسول اللہؐ عالم نہیں ہے۔

چہارم۔ خدا نے وعدہ کیا ہے۔ بلکہ خبر دی ہے۔ "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا"
(سورہ الفاطر: ۳۲) پھر ہم نے وارث بنایا ہے۔ اس کتاب کا اپنے بندوں میں سے ان کو جن کو ہم نے چن لیا ہے۔
اور مصطفیٰ بنایا ہے۔ مصطفیٰ کا مادہ صفا ہے۔ اور مصطفیٰ مصطفیٰ تریں وجود۔ اور یہ صفت انبیاء اور اوصیاء ہی کی ہے۔
"اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرَاهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ ○ ذُرِّیَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ
سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ" (سورہ ال عمران: ۳۳، ۳۴)۔ اور امت محمدی میں صرف آل مصطفیٰ ہی شریک صفت اصطفاء ہیں اور
مثل محمد مصطفیٰ۔ مصطفیٰ۔ مجتبیٰ۔ مرتضیٰ وجود رکھتے ہیں۔ اور کوئی اس میں ان کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ اور کوئی
مسلمان آل محمدؐ و ذریت نبی کو وصف اصطفاء سے خارج نہیں کر سکتا۔ بیشک یہی طیب و طاہر و مزکیٰ و مقدس نفوس
رکھتے ہیں۔ پس بعد محمدؐ و بعد ختم نبوت و بعد انقطاع وحی شریعت وارث کتاب محمدی نورانی۔ اس کی عترت اور
ذریت کے برگزیدہ و مصطفیٰ طاہرین مطہرین و معصومین وجود ہی ہو سکتے ہیں۔ اور ضرور وہی ہیں۔ علیؑ ان سب میں
اقدم ہیں۔ لہٰذا اوّل وارث قرآن وہی جناب ہیں۔ اور وارث قرآن خلیفہ رسول و ہادی دین و امام خلق ہے۔ پس
علیؑ بعد رسولؐ اوّل خلیفہ ہیں۔

پنجم۔ علم حقیقی واقعی وہی ہے۔ جو بہ تعلیم الٰہی ہو۔ اور تعلیم الٰہی بذریعہ وحی و الہام ہوتی ہے۔ پس حقیقی واقعی
اور صحیح علم وہی رکھتا ہے۔ جو مورد وحی و الہام ہو۔ اور وحی و الہام ربانی انہی نفوس کو ہوتا ہے۔ جو پاک و مطہر مزکیٰ و
معصوم ہوں۔ اور ثابت کر چکے ہیں۔ کہ گنہگار اور جھوٹے لوگوں پر شیطان نازل ہوتے ہیں۔ اور ان کو وحی کرتے
ہیں۔ رحمانی وحی معصومین کے لئے۔ اور شیطانی وحی عاصیین کے لئے۔ امت محمدی میں اگر کوئی مورد وحی و الہام
ربانی ہو سکتا ہے۔ تو وہ اہل بیت رسالت ہی ہیں۔ اور اکثر علماء اہلسنّت نے بھی تصدیق کی ہے۔ کہ علیؑ صاحب علم
لدنی موہبتی الٰہی تھے۔ مثل امام غزالی و اکثر بلکہ کل صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اسی کے قائل ہیں۔ یعنی واقعی
صوفی نہ مصنوعی مدعی۔ صاحب کبریت احمر نے اس کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ اور ہم رسالہ اہل بیت میں بھی
اس کی تشریح معہ حوالہ کر چکے ہیں۔ امت محمدی میں کوئی ان کے سوا نہیں۔ جو وحی و الہام کا دعویٰ کر سکے۔ اور اس پر
درست اتر سکے۔ اور جناب امیرؑ کا وقت ولادت قرآن پڑھ کر سنا دینا اور نبوت کی شہادت دینا یہ خود دلیل ہے۔ کہ
علیؑ مورد وحی و الہام تھے۔ ورنہ شکم مادر سے عالم قرآن پیدا ہونے کے کیا معنی؟ پس بلا شبہ بعد رسول اللہ ﷺ علم
رسول اللہؐ کے وارث حقیقی علیؑ اور اولاد علیؑ ہی ہیں۔ حتیٰ کہ جناب سیدہؑ کے لئے حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ عالمہ غیر
معلّمہ ہیں۔ بلا پڑھائے ہوئے عالم ہیں۔ صاحب شرح بخاری تصدیق کرتے ہیں۔ کہ حسن وہ شخص تھے۔ جو سن صبا
اور طفولیت میں لوح محفوظ الٰہی کا مطالعہ کرتے تھے۔ امام حسینؑ کے لئے رسول خداؐ نے فرمایا ہے۔ کہ حسینؑ کا علم میرا
علم ہے۔ اور میرا علم حسینؑ کا علم۔ اور ہم ہونے والی بات کو ہونے سے پہلے ہی سے جانتے ہیں۔ اور ان بزرگواروں
کی ہزاروں پیشینگوئیاں موجود ہیں۔ جو ان کی علم روحانی باطنی کا ثبوت دے رہی ہیں۔ اور صاحب وحی و الہام
ثابت کر رہی ہیں۔ علم قرآن انہی کے سینوں میں ہے۔ اور دعویٰ سے انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ یہ آیت ہماری شان

میں نازل ہوئی ہے۔" بَلْ هُوَ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ "(سورہ العنکبوت:۴۹) پھر ان کے سوا جانشین رسول کون ہوسکتا ہے۔ اور جب تک کوئی شخص تعلیم الٰہی نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ بندگان خدا پر حجت خدا ہادی خلق امام الناس ہوسکتا ہے۔ بلکہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ علم امامت فوق علوم مطلق نبوت ہے۔ اور مسلمانوں کا امام انبیائے ماسلف سے علوم میں بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ علم کسی علم ناقص زوال وتغیر پذیر ہوتا ہے۔ وہ دراصل علم نہیں ہے۔ بلکہ تقلید ہے۔ جو استاد نے کہا ہے۔ شاگرد نے رٹ لیا ہے۔ علم تو وہی ہے۔ جو ذات علیم کی طرف سے قلب پر اُترے۔ عارفین اس کو خوب جانتے ہیں۔ اور جناب امیرؑ نے فرمایا ہے کہ علم زمین میں نہیں ہے۔ جو اُگ آئے آسمان میں نہیں ہے۔ جو برس پڑھے۔" بَلْ هُوَ مَجْبُوْلٌ فِيْ قُلُوْبِ الْعَارِفِيْنَ تَادَّبُوْا بِاٰدَابِ الرُّوْحَانِيِّيْنَ يَظْهَرْ عَلَيْكُمْ "۔ بلکہ وہ عارفین کی سرشت کے ساتھ ان کے دلوں میں اُتارا گیا ہے۔ روحانیین کے آداب واخلاق اختیار کرو۔ تم پر بھی ظاہر ہو جائے گا۔ علم علم باطنی روحانی ہی ہے۔ اور امت محمدی میں علم باطنی روحانی کے اوّل مالک علیؑ ہی ہیں۔ اور بعد ان کے اولاد اور باقی ان سے علوم حاصل کرنے والے۔ اور کل علماء اسلام کا اتفاق ہے۔ کہ جملہ علوم اسلامی ظاہری اور باطنی۔ غریبہ ومروجہ ومدونہ کا مبدء اور منبع علیؑ ہی ہیں۔ اور اس کا ثبوت کتب میں موجود ہے۔ مطالب السئول۔ فصل الخطاب۔ ینابیع المودت۔ مسند امام احمد ملاحظہ ہوں۔ اور اسی طرح کتب تواریخ۔ اسلام ودیانت اسلام صحابہ کرام کیسے ہی ہوں۔ چونکہ وہ پہلے نجاست کفر وشرک وضلالت وغیرہ میں مبتلا چکے ہیں۔ علم روحانی باطنی وعلم الٰہی کے حامل نہیں ہوسکتے۔ یوں ان کی بزرگی میں کس کو بحث ہے۔

ششم۔ باتفاق اہل اسلام رسول خدا نے علیؑ ہی کو باب علم کہا ہے۔ اور فرمایا ہے۔"اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ۔ اور کوئی اس میں ان کا سہیم وشریک نہیں ہے۔ اور یہ صاف وراثت علم محمدی کی دلیل ہے۔ کہ وہ اوّل علیؑ ہی کے لئے ہے۔ اور خلافت علم محمدی ہی میں ہے۔"اَنَا مَدِيْنَةُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا وَمَنْ اَرَادَ الْحِكْمَةَ فَلْيَأْتِهَا مِنْ بَابِهَا"(سورہ بقرہ:۱۸۹) میں حکمت کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ جو حکمت چاہتا ہے وہ دروازے سے آئے اور علیؑ سے حاصل کرے۔" وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا" اس بناء پر علیؑ دعوے کرتے ہیں۔ اور بجا کرتے ہیں۔ کہ میرے پہلوؤں میں دریائے علم ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ کاش اس کے لینے والے ہوتے۔ اور فائدہ اٹھاتے۔ میں زمین کے راستوں کی نسبت آسمان کے راستوں کا زیادہ عالم ہوں۔ یہ کیا ہے؟ علم قرآن ہی ہے۔ سب کچھ اس میں موجود ہے۔ پس خلیفہ رسولؐ چاہیئے۔ کہ باب مدینہ محمدی ہو۔ اور بلاشبہ علیؑ اوّل خلیفہ وباب مدینہ ہیں۔ اور اسی طرح مثل بارہ بروج کے بارہ باب علم محمدی خلفاء ہیں۔ اور آفتاب علم رسالت انہی بارہ برجوں میں جو اس کے جانشین وقائم مقام میں چمکا ہے۔ ہر خلیفہ وامام باب علم محمدی ووارث علم نبوتی ورسالتی ہے۔ غیر آئمہ اہل بیت نبوت ورسالت کوئی خلافت محمدیہ کا وارث اور خلیفۃ اللہ وامام الناس نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر عقل وعلم ومعرفت ہو۔ تو صرف یہی ایک ایسی فضیلت اور ایسی دلیل ہے۔ جس کا جواب نہیں ہوسکتا۔ اور کوئی عاقل باب علم وحکمت کو چھوڑ کر دوسرے دروازہ پر نہیں جاسکتا۔ اور نہ علم پر جہل کو مقدم کرسکتا ہے۔

ہفتم۔کل امت محمدی میں سے کوئی فرد بشر یہ دعویٰ نہیں کرسکتا ہے۔کہ علم نبوت بالوراثت اسے ملا ہے۔اور حقیقی تعلیم محمدی اس کو پہنچی ہے۔کلی شرط طہارت وتزکیہ وتقدس وتقویٰ کامل ہے۔کتب تواریخ وسیر واحادیث اور تفاسیر کواٹھا کر دیکھئے۔تو ہر شخص صحابی وتابعی یہ کہتا ملے گا۔"سَمِعْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ رُوِیَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ" رسول اللہ سے میں نے یہ سنا۔(الفاظ احدیث جومقام سماعت ہیں۔نہ علم رسول اللہ کہ مقام قلب ہے)۔رسول اللہ سے یہ مروی ہے۔رسول خدا نے یوں فرمایا۔کوئی نہ کہے گا۔کوئی دعویٰ نہ کرے گا۔کہ رسول اللہؐ نے مجھے یوں پڑھایا۔رسول اللہؐ نے مجھے یہ علم عطا کیا۔صرف ایک علیؑ ہی ایسے نکلیں گے۔جوعلیٰ روس الاشہاد یہ کہہ سکیں۔اوردعویٰ کرسکیں۔" عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلْفَ بَابٍ مِنَ الْعِلْمِ یَفْتَحُ مِنْ کُلِّ بَابٍ اَلْفُ بَابٍ"رسول خداؐ نے مجھے وہ ہزار باب علم تعلیم دیئے ہیں۔کہ ہر باب سے ہزار ہزار ابواب علم اور منکشف ہوئے ہیں۔ایک دفعہ نہیں مکرر۔اورکل علماء محققین وعارفین نے اس کونقل کیا ہے۔پس تعلیم کتاب وحکمت حقیقتاً علیؑ کے لئے تھی۔اوراسے دوسروں کے لئے۔علیؑ ہی علم وحکمت محمدی کا اوّل خزانہ تھے۔اور چونکہ علم وحکمت محمدی علم الٰہی سے ہے۔آپ بارہا فرمایا کرتے۔کہ خزینۂ دار علم الٰہی میں ہوں۔خزینہ دار علم الٰہی کے ہوتے ہوئے اورکون جانشین وقائم مقام مدینہ علم الٰہی ہوسکتا ہے۔؟اوراگرکوئی یہاں دعویٰ کرکے بیٹھ بھی جائے گا۔توخزانہ محمدی تواس کو ہاتھ نہ آئے گا۔وہ توعلیؑ ہی کے پاس رہا۔پس وہ ہرحال میں خلیفہ رسول ہے۔خواہ مسند خلافت پر بظاہر بیٹھا ہو۔یابور سے مسجد پر۔خلافت الٰہیہ وخلافت محمدیہ اس سے سلب نہیں ہوسکتی ہے۔یہ چھن اور غصب ہونے والی شے نہیں ہے۔مال ودولت چھن جایا کرتا ہے۔علم وحکمت نہیں چھنا کرتے۔

رَضِیْنَا قِسْمَۃَ الْجَبَّارِ فِیْنَا لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُهَّالِ مَالٌ
فَاِنَّ الْمَالَ یَفْنِیْ عَنْ قَرِیْبٍ وَاِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَا یَزَالُ

علم بھی ہمیشہ باقی ہے۔خلافت بھی ہمیشہ باقی ہے۔

ہشتم۔ستر طریق سے حدیث ثقلین مروی ہے۔جس میں کتاب اللہ کوعترت واہل بیت کے ساتھ لازم وملزوم قرار دے کر رسول اللہؐ نے وراثت کتاب اللہ کا فیصلہ کردیا ہے۔کہ کتاب اللہ اوراہل بیت کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔اسی حال میں میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں گے۔اورجوان سے تمسک رکھے گا۔کبھی گمراہ نہ ہوگا۔کیونکر گمراہ ہوسکتا ہے۔قرآن پرعمل کررہا ہے۔اورباب علم محمدی سے علم قرآن سیکھ رہا ہے۔اورکیونکر کتاب اللہ اہل بیت سے جدا ہوسکتی ہے۔وہ ان کے وجود میں ہے۔علم کا تعلق روح سے ہے نہ جسم سے۔علم قرآن ارواح طیبہ اہل بیت کے ساتھ ہے۔اورعلم کی ذاتِ عالم سے جدائی محال۔اوراس لئے قرآن کی اہل بیت سے مفارقت محال عقلی ہے۔(مزید تشریح کے لئے احادیث حصہ اوّل ودوم میں دیکھو)۔اور"اِنِّیْ مُخْلِفٌ فِیْکُمْ" کے فقرے نے فیصلہ کردیا۔کہ آپ نے فرمایا۔میں اہل بیت کوقرآن وعلم قرآن دے کراپنا جانشین اورخلیفہ تم میں بنائے جاتا ہوں۔اوراس مقام پراس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔اوربارہ خلفاء الرسول وخلفاء اللہ کی

خلافت و امامت پر یہ وہ بارھویں دلیل ہے۔ جس کو کل دنیا کے منصف مزاج علماء توڑ نہیں سکتے۔ جو ضمناً اٹھارہ دلیلوں کو شامل ہے۔ تامل درکار ہے۔ "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ" (سورہ المائدہ: ۵۴)۔

رفع شبہ

قرآن فہمی کی بحث میں بعض حضرات اس آیہ مبارکہ کو پیش کیا کرتے ہیں۔ "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ" (سورہ القمر: ۱۷) اور اس سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ ہم نے قرآن کو آسان بنایا ہے۔ لہٰذا قرآن آسان ہے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ دوسرا اعتراض یہ کرتے ہیں۔ کہ جب قرآن کو ہم سمجھ ہی نہیں سکتے ہیں۔ تو اس کا فائدہ کیا ہے۔ اور کس کے لئے آیا ہے۔ دونوں باتیں نافہمی کی دلیل ہیں۔ کیونکر ہر ذی علم جانتا ہے۔ کہ ذکر کے معنی فہم نہیں ہیں۔ خدا نے یہ فرمایا ہے۔ کہ ہم نے قرآن ذکر کے لئے آسان کر دیا ہے۔ نہ یہ کہ ہم نے قرآن فہمی کے لئے آسان کر دیا ہے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ ساتھ آب اس کی مزید توضیح کرتا ہے۔ یعنی خدا فرماتا ہے۔ "فهل من مدکر" (سورہ القمر: ۱۷) کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے۔ پس معلوم ہو۔ کہ ذکر کے معنی یہاں نصیحت کے ہیں۔ جو قرآن میں غور کرے گا۔ تو یقیناً معلوم کر لے گا۔ کہ یہ کلام بشر نہیں ہے۔ کلام اللہ ہے۔ باوجود نہایت آسان الفاظ و فصاحت کلامی اس کے معانی میں متحیر رہنا اور حقائق کو نہ سمجھ سکنا ہی اس کے اعجاز کی دلیل ہے۔ انسان مجبور ہوتا ہے۔ کہ اس کو فوق کلام بشر یعنی کلام خدا تسلیم کرے۔ پھر اس سے مجبور ہوتا ہے۔ کہ اس کے معلم کی طرف رجوع کرے۔ جو خدا کے یہاں سے اس کا علم لیکر آیا ہے۔ یعنی پیغمبرؐ۔ "اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ" (سورہ بنی اسرائیل: ۹) اس سے یہ نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ اسی سے یادِ خدا دل میں پیدا ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ ہر ایک کو اس کی حقیقت کا علم ہو جاتا ہے۔ اور کل حقائق و معانی اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ لوگ اس کے سمجھنے سے عاجز رہتے ہیں۔ تو اس کو اعجاز تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرا شبہ یا اعتراض بھی اصول دیانت سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کون کہتا ہے۔ کہ قرآن لوگوں کے لئے بھیجا گیا ہے؟ قرآن صاحب قرآن پیغمبرؐ کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اور پیغمبر قرآن سے لوگوں کی ہدایت کے لئے۔ فائدہ اس کا معلوم ہو چکا ہے۔ قرآن کے ساتھ اس کا معلم ہمیشہ موجود ہے۔ قرآن قلب محمدی پر اُتارا گیا ہے۔ نہ لوگوں پر۔ بس یہ اسی کے لئے آیا ہے۔ جس کے سینہ میں اترا ہے۔ جو شخص یہ دعوے کرے۔ کہ قرآن اس کے لئے آیا ہے۔ تو وہ مدعی نبوت ہے۔ کیونکہ مابہ النبوت نہیں ہے مگر قرآن۔ مدلول نبوت نہیں ہے مگر قرآن۔ قرآن خود مدلول نبوت ہے۔ اور دلیل نبوت۔ اور جس کے لئے قرآن آیا ہے۔ وہ نبی برحق ہے۔ اگر عام لوگوں کے لئے آیا ہے۔ اور وہی ان کے لئے کافی ہے۔ اور وہ اس کو تمام و کمال سمجھ سکتا ہیں۔ اور اپنی ضروریات دینی پوری کر سکتے ہیں۔ تو پھر پیغمبر کس لئے آیا ہے؟ اور پھر اس کے بعد اس کے خلفاء کس لئے قائم کئے گئے ہیں؟ سلسلہ خلافت کی تا قیام قیامت کیا ضرورت ہے؟ اہل بیت نبوت و رسالت کو کیوں قرآن سے توام قرار دیا گیا ہے۔ کہ یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ اور جو ان دونوں سے تمسک رکھے گا۔ وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ یہ اس لئے کہ پیغمبر قرآن سے ہدایت کرتے تھے۔ بعد پیغمبر اہل بیت پیغمبر قرآن سے ہدایت

کرنے والے ہیں۔ پیغمبر کے قلب پر قرآن نازل ہوا۔ اہل بیت پیغمبر کے سینوں میں اس کا علم ودیعت کیا گیا۔ "بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ" (سورہ العنکبوت:۴۹)۔

قرآن وجود پیغمبر سے ایک اتحاد خاص رکھتا ہے۔ اور اس لئے قرآن کا علم حقیقی پیغمبرؐ کے اتحاد و اتصال باطنی پیدا کئے بغیر محال ہے۔ جو قرآن کا حقیقی علم چاہتا ہے۔ اس کو چاہئے۔ کہ پیغمبرؐ کا صحیح اتباع کر کے اتحاد و اتصال باطنی کرے۔ روحانیت محمدی سے فیض پائے۔ ورنہ الفاظ قرآن کے معنی متصور تو ہر ایک عربی داں کے ذہن میں ہوتے ہیں۔ لیکن وہ حقائق قرآن نہیں ہیں۔ وہ اس کے تصورات ذہنیہ ہیں۔ جو ان الفاظ سے اس نے حسب استعداد و فہم واعتقاد و معرفت اور روحانیت حاصل کئے ہیں۔ وَالْعَاقِلُ تَكْفِيهِ الْإِشَارَةُ۔

آنکہ مصباح ضمیرش نور چشم اولیا است
وانکہ بر ابواب علمش مہر ختم انبیا است

عقل او دیباچہ فہرست ابواب علوم
عدل او سرنامہ احکام دیوانِ قضا است

ہم بصورت سر شہر و انت منی آفتاب
ہم بمعنی بر سر تخت سلونی بادشاہ است

درشکار بیشہ دیں آنکہ برشیران روم
قوت سرپنجہ اش غالب بود شیر خدا است

آبروئے باغ عدل از منبع مولا علی است
فتح باب دیں زمفتاح علی با بہا است

در بیان قرب دو گیسو بموئے فرق نیست
در کسے فرقے نہد چوں شانہ درخور وقفا است

تیرھویں دلیل

قال اللہ عزوجل۔ "وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ" (سورہ الانبیاء:۷۳) اسی آیت مبارک کو ہم حقیقت امامت کے ذکر میں لکھ چکے ہیں اس میں اماموں کی نسبت امامت کی تین خاص صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ اوّل ہدایت بامر اللہ۔ دوم وحی فعل خیرات۔ سوم خاص عبادت خدا۔ اور تینوں صفتیں آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ جس شخص کو امر خدا بوحی رحمانی نہ پہنچتا ہو۔ وہ ہادی بامر اللہ نہیں ہوسکتا ہے۔ پس ہادی بامر اللہ کو مورد وحی والہام ہونا ضروری ہے۔ تاکہ امر خدا اس کو معلوم ہوتا اور اس کو پہنچتا رہے۔ اور جو صاحب وحی ہوگا۔ وہی ہر امر کا عالم ہوگا۔ اور جو ان دو صفتوں سے موصوف ہوگا۔ وہ سوائے خدا کسی کی اطاعت نہ کرے گا۔ کسی کا مطیع نہ ہوگا۔ ورنہ وہ امین خدا نہیں ہوسکتا۔ خدا قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ "اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ" (سورہ التوبۃ:۳۱) ان (یہودیوں) نے اپنے علماء اور زہاد کو خدا کے مقابلہ میں اپنا رب بنالیا۔ ایک تازہ مسلمان یہودی نے حضرتؐ سے عرض کیا۔ کہ اے رسول خدا اس کے کیا معنی ہیں۔ میں تو خود یہودی رہا ہوں ہم میں سے کوئی بھی علماء و زہاد کو خدا نہیں جانتا۔ فرمایا۔ یہ مطلب نہیں ہے۔ جو تم سمجھے ہو۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ ان علماء نے حلال خدا کو اپنے فتوؤں سے حرام کیا۔ اور حرام کو حلال۔ اور تم نے ان پر عمل کیا۔ تو تم نے انہی علماء کی عبادت کی۔ اور تم کو خبر بھی نہ ہوئی۔ پس جو شخص کسی امر میں کسی کی اطاعت کرے۔ اور عبادت میں اس کے فتوے پر عمل کرے۔ وہ اسی کا پوجنے والا ہے۔ اور ایسا شخص جو کسی

امر میں غیر اللہ کی اطاعت نہ کرے۔اور کبھی اور کسی وقت میں بھی۔ وہ صاحب وحی و معصوم ہی ہوسکتا ہے۔ ہزاروں شیطان کے چیلے اور اس کے مطیع ہیں۔ شیطانی کام کرتے ہیں۔ مگر اس کو خدا نہیں جانتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ شیطان کے تابع ہیں نہ خدا کے۔ یہ تینوں وصف امت محمدی میں صرف آئمہ معصومین اہل بیت نبوت ورسالت ہی میں پائے جاتے ہیں۔ جو ماں کے پیٹ ہی سے علم الٰہی بوحی الٰہی لے کر آتے ہیں۔ وہ بامر اللہ ہدایت کرتے ہیں۔ اور سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہیں کرتے ہیں۔ کسی امر میں غیر اللہ کی پیروی نہیں کرتے ہیں۔ اور یہ سب صاحب وحی ہونے سے جانتے ہیں۔ کہ امر خدا یہ ہے۔ اور مشیت خدا اس میں ہے۔ اور ارادہ باری یہ چاہتا ہے۔ اس کے بغیر کبھی امام وبندگان خدا پر حجت خدا نہیں ہوسکتا۔ وہ امامت جو میراث انبیاء اللہ ہے۔ اس کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی۔ وہ امامت جو امانت خدا ہے۔ اس کے بغیر میسر نہیں ہوسکتی۔ دوسری آیت میں خدا فرماتا ہے۔ "جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا" یہاں ان ہادیان برحق کی ایک خاص صفت صبر بیان کی گئی ہے۔ بلکہ ظاہر الفاظ وال ہیں۔ کہ صبر ہی متحقق ہونے کی وجہ سے وہ امام خلق ہوئے ہیں۔ یہ صفت صبر ازل سے انہیں کیلئے مخصوص تھی فی الحقیقت ہدایت خلق نہایت اہم کام ہے۔ اور بڑے بڑے جاہلین اور اشد کافرین سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جانوروں کی تربیت کر کے آدمی بنانا ہوتا ہے۔ اور تعلیم وتربیت میں نہایت درجہ صبر وتحمل کی ضرورت ہے۔ ورنہ وہ کار ہدایت انجام نہ دے سکے گا۔ امام خلق چاہئے۔ کہ خدائے حلیم کا مجسم مظہر کامل ہو۔ اور ہر مصلحت دینی کے موقع پر نفس پر کامل تصرف رکھتا ہو۔ اور کیسے ہی مصائب وشدائد اس پر پڑیں۔ وہ حکم خدا کو نہ چھوڑے۔ اور مصلحت دینی سے منہ نہ موڑے۔ اس وصف میں وہ معصومین ہی کامل اتر سکتے ہیں۔ جو مؤید من اللہ ہوں۔ اور یہ ایک ایسا وصف ہے۔ جس سے حضرات آئمہ معصومین مشہور ومعروف ہیں۔ پس ان کے سوا بعد رسول اللہ خلفاء الرسول وآئمۃ الناس اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اور علیؑ ان میں اوّل ہیں۔ اسی واسطے حضرت محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام فرماتے ہیں۔ یہ امام ہم ہیں۔ جن کے یہ اوصاف ہیں۔ اور ہمیں جملہ افعال چیز کی وحی ہوئی ہے۔ نہ صرف علم خیرات عطا ہوتا ہے۔ بلکہ ہر فعل خیر ان کو بوحی الٰہی کرنا ہوتا ہے۔ اور یہی امامت کی خصوصیت ہے۔ بلکہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیات ہم ہی آئمہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جن انبیاء بنی اسرائیل کا اوپر ذکر آیا ہے وہ ذریت ابراہیمی میں سے امامت ابراہیمی کے وارث ہیں۔ اور یہ آئمہ ذریت محمدی بھی بنی اسمٰعیل میں سے اسی امامت ابراہیمی کے وارث ہیں۔ پس جس طرح یہ آیت ان آئمہ بنی اسرائیل کی شان میں ہے۔ (ان کی شان میں بھی ہے) نیز چونکہ یہ اوصاف ان کے بحیثیت امامت بیان ہوئے ہیں۔ نہ بحیثیت ان کی شخصیت یا خاص نبوت کے۔ اور بعد رسول اللہ یہ امامؑ ہیں۔ اور ان اوصاف سے متصف۔ لہٰذا وہ اس آیت کا ضرور مصداق ہیں۔ اور خلیفہ خدا و امام امت ضروری ہے۔ کہ صاحب وحی والہام ہو۔ ایضاً خدائے عزوجل فرماتا ہے۔ "تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ" (سورہ القدر: ۴) اس آیہ مجیدہ میں خداوند عالم خبر دیتا ہے۔ کہ ملائکہ اور روح شب قدر میں جملہ امور الٰہی لیکر

نازل ہوتے ہیں۔ اور یہاں تین چیزیں مسلم اور ضروری ہیں۔ اوّل امر۔ اور وہ خدا ہے۔ دوم امر۔ جس کو فرشتے اور روح لاتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں مقتضی ہیں۔ سومی چیز کو اور وہ مامور شخص ہے جس کے پاس لاتے ہیں۔ بعض ضروری ہے کہ کوئی مامور من اللہ زمین پر ہو۔ جس کے پاس ملائکہ امر خدا لیکر نازل ہوتے ہیں۔ کیونکہ تنزیل مراد جانب خدا ضرور کسی غرض و غایت کے لئے ہوگی۔ خدائے جو ارنزول کیا ہے وہ مصلحت عباد تعلیم نوع انسانی و تربیت عالم سے ضرور متعلق ہوگا۔ پس ضروری ہوا۔ کہ کوئی شخص امین پر ایسا ہو۔ جس کے پاس امر خدا نازل ہو۔ اور وہ ان کو باذن اللہ جاری کرے۔ یا اس کے بندوں تک پہنچائے۔ اور جو کچھ حکم دیا گیا ہے۔ اس پر عمل کرے۔ زمانہ رسالت میں رسول اللہ پر یہ امر خدا نازل ہوتا تھا۔ بعد رسالت کس پر نازل ہوتا ہے؟ اور جب یہ معلوم ہے کہ اس کی غرض اجراء اور تعلیم و تربیت نوع انسان و عالم ارضی ہے۔ تو بعض مفسرین کی یہ تاویل کہ خانہ کعبہ کی چھت پر ملائکہ امر خدا لے کر شب قدر میں نازل ہوتے ہیں۔ بعض بے معنی ہے۔ خانہ کعبہ میں ملائکہ تو ضرور نازل ہوں گے۔ اور امر خدا لائیں گے۔ مگر کس پر؟ خانہ کعبہ نہ خود امر خدا کو جاری کر سکتا ہے۔ اور اس کی چھت احکام خدا بندگان خدا تک پہنچا سکتی ہے۔ نہ اس میں ہدایت خلق کی صفت ہے۔ نہ تعلیم و تربیت انسان کی پس محض زمین پر احکام و اوامر کا نازل کرنا بالکل بے فائدہ ہوگا۔ اور خدا کی شان اس سے بالا ہے۔ ضرور وہاں یہ امر کسی انسان پر نازل ہوگا۔ اور خود خدا قرآن ہی میں اس کی تصریح کرتا ہے۔ " يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ " (سورہ النحل: ۲) خدا ملائکہ اور روح کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔ نازل کرتا ہے۔ یہ بھی بتلا دیا گیا ہے۔ کہ کیسے نفوس پر خدا کے فرشتے نازل ہوا کرتے ہیں۔ اور امر خدا لایا کرتے ہیں۔ " اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ " (سورہ حم السجدہ: ۳۰) بیشک جن لوگوں نے خدا ہی کو اپنا رب مانا ہے۔ اور اسی اعتقاد پر ثابت قدم ہیں۔ انہی پر فرشتے نازل ہوا کرتے ہیں۔ کمال استقامت بر دین اور خالص اطاعت و عبادت خدا جس میں کوئی شائبہ نقص نہ ہو۔ اور کبھی شیطانی پیروی نہ کی ہو۔ صرف معصومینؑ ہی کا حق ہے۔ اور پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں۔ کہ گنہگاروں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔ وہ گنہگار جو دوستان شیطان کہلاتے ہیں۔ ان کے مقابلے ملائکہ انہی پر نازل ہوتے ہیں۔ جو صراط الٰہی پر مستقیم ہیں۔ اور کسی گناہ میں ملوث ہو کر اولیاء شیاطین میں داخل نہیں ہوئے ہیں۔ اور یہ شان امت محمدی میں صرف آئمہ اہل بیت کی ہے۔ ان کے سوا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ کہ کوئی صاحب وحی و الہام و مورد امر الٰہی ہے۔ پس بعد رسولؐ اللہ یہ وہ امامؑ ہیں۔ جو مامور من اللہ و منصوص من اللہ ہیں۔ جن کو امر خدا عطا ہوتا رہتا ہے۔ اور اوّل ان میں علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ شب قدر کے بقاء الیٰ یوم القیامت اور نزول ملائکہ میں بیشمار احادیث مروی ہے۔ اور ایک کافی تعداد صاحب در منثور نے ان احادیث کی اپنی تفسیر میں درج کی ہے۔ مقام ملاحظہ ہو طول کی وجہ سے ہم ترک کرتے ہیں۔ بلکہ خود آیت کے الفاظ اور صیغہ "تَنَزَّلُ" بتلاتے ہیں۔ کہ یہ سلسلہ نزول ملائکہ بامر الٰہی ہمیشہ جاری ہے۔ رسول اللہ پر منقطع نہیں۔ اور اوصاف امامت کے ساتھ فی الجملہ امر اللہ کے معنی بھی معلوم ہیں۔ نہ امر فعل خیرات منقطع ہو سکتا ہے۔ اور نہ مقام ولایت میں امر تدبیری کو

انقطاع ہے۔ نہ ولی اللہ کے وحی تعریفی منقطع ہو سکتی ہے۔ پس نہ صرف بعد انتقال رسول خدا کسی مامور من اللہ صاحب وحی والہام کی ضرورت ہے۔ بلکہ ہر زمانے میں تا قیامت ایسے مامور کی ضرورت ہے۔ اور چونکہ بقاء دین اسلام بارہ خلفاء پر ہے۔ لہٰذا یہ سلسلہ بارہ سے متجاوز نہیں ہو سکتا۔ بارہ خلفاء میں سے ایک نہ ایک کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے۔ جس پر امر خدا نازل ہوتا ہے۔ اور وہی خلیفہ رسول ہے۔

چودھویں دلیل

"قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ○"(سورہ ال عمران:۶۴)

اے پیغمبر کہہ دو۔ کہ اے اہل کتاب آؤ۔ اسی کلمہ کی طرف جس کے تم بھی مدعی ہو (توحید) اور ہم بھی قائل۔ اور ہمارے تمہارے درمیان متفق ہے۔ کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ اور ہم میں سے بعض دوسروں کو خدا کے مقابلہ میں رب نہ بنالیں۔ اور اگر یہ لوگ روگردانی کریں۔ تو تم کہہ دو۔ کہ تم گواہ رہو۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ (اور سوائے خدا کے کسی کی عبادت کو درست نہیں جانتے ہیں)۔ کسی کو کسی امر میں اس کا شریک نہیں بناتے ہیں۔ لوگوں کو معبود اور رب نہیں مانتے ہیں۔ نہ شرک فی الذات کرتے ہیں۔ نہ شرک فی الصفات۔ نہ شرک فی العبادت اور نہ شرک فی الاطاعت۔ اور جو کوئی ان چاروں قسم کے شرکوں میں سے کسی کا مرتکب ہو۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ خدا کی ذات میں کوئی شریک نہیں۔ خدا کی صفات میں کوئی شریک نہیں اس کی عبادت میں کوئی شریک نہیں۔ اس کی اطاعت میں کوئی شریک نہیں سوائے ایک خدا کے کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ یہی توحید ہے اور یہی "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کے حقیقی معنی ہیں۔ اور یہی حقیقت دین اسلام ہے۔ اور اسلام توحید کو کامل کرنے آیا ہے۔ اگر خدا کے مقابلہ میں یا خدا کے ساتھ کوئی اور بھی مطاع مانا جائے۔ جس کی اطاعت فرض ہو۔ تو صریح شرک لازم آئے گا۔ ہاں بظاہر اگر کسی کی اطاعت کا حکم دیا جا سکتا ہے۔ تو صرف اسی کا۔ جس کی اطاعت عین اطاعت خدا ہو۔ نہ کہ وہ شریک اطاعت خدا ہو۔ جیسا کہ خدا نے اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اور کل اہل اسلام کے نزدیک اطاعت رسول خدا فرض ہے۔ کیا یہ شرک ہے؟ اگر نہیں۔ تو کیوں؟ اس لئے کہ اس کی اطاعت عین اطاعت خدا ہے۔ اس لئے کہ رسول کا قول عین قول خدا ہے۔ "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" اور اس کا فعل عین فعل خدا ہے۔ "وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى "(سورہ الانفال:۱۷) محمد ید عمالہ الٰہی ہے۔ "اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ"۔ (سورہ الفتح:۱۰) بیشک اے ہمارے رسولؐ جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ وہ دراصل خدا ہی سے بیعت کرتے ہیں (نہ غیر اللہ کی بیعت جائز ہے اور نہ اطاعت) اور وقت بیعت خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ چونکہ قول پیغمبر عین قول خداوندی ہے۔ اور فعل محمدی عین فعل الٰہی۔ ارشاد ہوا ہے۔ "وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"(سورہ النساء:۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی۔ تو اس نے خدا ہی کی اطاعت کی۔ اور اس اطاعت رسول کی یہ شان ہے۔ کہ اگر بندہ عبادت میں بھی مشغول ومصروف ہو۔ تو اس کو توڑ دے۔ اور امر رسول

پر عمل کرے۔ اور اس کی بات سنے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ "اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ" (سورہ الانفال: ۲۴) قبول کرو۔ اور مان لو خدا کی بات اور رسول اللہ کی بات۔ اس کو فوراً جواب دو۔ حدیث کتاب صحاح میں موجود ہے۔ کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ اور رسول خدا نے ان کو پکارا اس نے جواب نہ دیا۔ اور بعد ختم نماز حاضر خدمت ہوا۔ آپ ناراض ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ کیوں جواب نہ دیا تھا۔ عرض کیا۔ کہ نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمایا۔ کیا تو نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا۔ "اِسْتَجِيْبُوْا" الایہ۔ جس حال میں بھی ہو۔ حکم رسول کی اطاعت کرو۔ "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" (سورہ الاحزاب: ۶) بیشک کیوں نہ ہو۔ اس کو اطاعت ایسی ہی ہونی چاہئے۔ جیسے کہ وہ مومنین کی جان کا بھی ان سے زیادہ مالک ہے۔ اور ان پر تصرف رکھتا ہے۔ مگر قرآن ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ رسول اللہ کی طرح اولی الامر کی اطاعت بھی خدا نے واجب کی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ "اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ" (سورہ النساء: ۵۹) اس آیت میں تین اطاعتیں ہیں۔ خدا کی رسول خدا کی اور مثل رسول خدا اپنے اولی الامر کی۔'' اور چونکہ صیغہ "اَطِيْعُوْا" مکرر نہیں لایا گیا ہے۔ جو تکرر معنی پر دال ہو سکے۔ اس لئے رسول اور اولی الامر کی اطاعت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بعینہٖ مثل رسول بعد رسول اولی الامر کی اطاعت ہر مسلمان پر بحکم آیہ مجیدہ فرض ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ رسول کی اطاعت اس لئے فرض ہے۔ اور صحیح ہے۔ کہ وہ عین اطاعت خدا ہے۔ ورنہ شرک صریح لازم آتا ہے۔ پس اسی طرح اگر اولی الامر کی اطاعت عین اطاعت خدا نہ ہو۔ تو یقیناً شرک ہے۔ اور بدتریں شرک ہے۔ اور وجہ بھی نص الٰہی معلوم ہو چکی ہے۔ کہ کیوں رسول اللہ کی اطاعت عین اطاعت خدا ہے۔ اس لئے کہ وہ معصوم مطلق ہے۔ کسی قول وفعل میں حکم خدا سے سختی نہیں کرتا ہے۔ جو خدا کہتا ہے۔ وہی کہتا ہے۔ جو خدا چاہتا ہے۔ وہی کرتا ہے۔ اس کا قول وفعل قول وفعل خدا ہے۔ لہٰذا اگر اولی الامر کی بھی بعینہٖ یہی شان نہ ہو۔ تو ممکن نہیں اس کی اطاعت مثل پیغمبر فرض ہو۔ اور وہ اطاعت خدا کہلا سکے۔ اور ایسی اطاعت معصومین ہی کی ہو سکتی ہے۔ اور چونکہ اولی الامر کی اطاعت بعد رسول اللہ ہے۔ اور معلوم ہو چکا ہے۔ اور آیہ استخلاف صاف وال ہے۔ کہ بعد رسول اگر کسی کا درجہ ہے۔ تو خلفاء ہی کا درجہ ہے۔ اور بعد رسول اللہ اگر کسی کی اطاعت فرض ہے۔ تو خلفاء ہی کی ہے۔ پس اولی الامر اور خلفاء ایک ہی ہیں۔ اور ولایت امر اور خلافت دونوں ایک۔ پس بعد رسول اللہؐ وہ خلفاء اولی الامر ہیں۔ اور ان کی اطاعت فرض ہے۔ جو مثل رسول معصوم ہوں۔ اور عصمت نہیں ہے مگر ذریت نبی وعترت رسول کے لئے۔ لہٰذا بعد رسولؐ اللہ آل رسول ہی اولی الامر ہیں۔ جن کی اطاعت عین اطاعت خدا اور رسولؐ ہے۔ اور انہی کی اطاعت مثل خدا اور رسولؐ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور اولی الامر کے معنی خود اسی لفظ سے معلوم ہیں۔ کہ "امر" سے مراد امر خدا ہی ہو سکتا ہے۔ اور وہ اولی الامر جن کی اطاعت مثل خدا اور رسول فرض ہے وہی نفوس ہو سکتے ہیں۔ جو بعد رسول امر الٰہی کے مالک ہوں۔ خواہ امر تدبیری ہو یا امر تکلیفی۔ امر سے مراد حکم ہو۔ یا امر سے مراد شغل وکار۔ کل شامل ہے۔ اور جنس امر الٰہی مراد ہے۔ اور صاحب امر الٰہی وہی ہیں۔ جن پر امر نازل ہوتا ہے۔ اور جو بامر اللہ ہدایت کرتے ہیں۔ جن پر ملائکہ امر الٰہی لیکر نازل ہوتے ہیں۔ جن کو ہر فعل خیر کی وحی ہوتی ہے۔ اور وہ موافق وحی الٰہی اس کو انجام دیتے ہیں۔ اور صراط مستقیم الٰہی پر

ہمیشہ استقامت رکھتے ہیں۔ کسی امر میں اطاعت خدا سے باہر نہیں ہوتے ہیں۔ اگر ایسے نہ ہوں۔ تو کبھی ان کی اطاعت فرض نہیں ہوسکتی ہے۔ پس ضرور بعد رسول اللہ اولی الامر۔ خلفاء الرسول آئمہ اہل بیت نبوت ورسالت ہی ہیں۔ اور یہ وہ دلیل ہے۔ جس کو کوئی مسلمان انکار کر ہی نہیں سکتا۔ ورنہ اس کو توحید سے ہاتھ دھونا اور اسلام کو سلام کرنا پڑے گا۔ اگر اولی الامر سے مراد عام شاہان اسلام لئے جائیں۔ جو کل کے کل غیر معصوم۔ جائز الخطا اور اکثر جائز و جابر ہوتے ہیں۔ تو ضرور شرک فی الاطاعت لازم آئے گا۔ ایک اطاعت کو دوسرے کی اطاعت باطل کر دے گا۔ کیونکہ اگر خدا کی اطاعت کی جائے۔ تو ظالم و جابر بادشاہ کی اطاعت نہ ہوسکے گی۔ اور ایسے بادشاہ کی اطاعت کی جائے۔ تو خدائے عادل کی اطاعت نہ ہوسکے گی۔ ورنہ ہر بادشاہ کو معصوم غیر جائز الخطا ماننا پڑے گا۔ جو محال ہے۔ اور اس لئے اولی الامر سے بادشاہ مراد لینا محال ہے۔ اور یہاں سے دو باتیں واضح ہیں۔ ایک یہ کہ خلافت ولایت امر ایک ہی شے ہے۔ خلفاء الرسول ہی اولی الامر ہیں۔ پس اگر خلافت خلفاء اربعہ ہی پر ختم ہوگئی۔ تو یہ آیت بھی اس وقت منسوخ ہوگئی۔ اور اس زمانے کے مسلمان اس آیت کے حکم سے نکل گئے۔ کیونکہ نہ اولی الامر موجود ہیں۔ اور نہ اطاعت فرض ہے۔ حالانکہ احکام قرآنی تا قیام قیامت باقی ہیں۔ جب تک کوئی حکم بالصراحۃ منسوخ نہ ہوگیا ہو۔ اور آج کل کے مسلمان بھی اسی طرح اطاعت اولی الامر پر مامور ہیں۔ جس طرح کہ اس وقت کے مسلمان تھے۔ جس وقت رسول خداؐ نے آنکھیں بند کیں۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ بعد رسول اللہ بھی اگر کسی کی اطاعت کی ضرورت ہے۔ اور بعد رسول آئمہ خلافت رسول ہے۔ تو تحدید زمان پر کیا دلیل ہے؟ کہ وہ صرف تیس سال خلفاء اربعہ تک ہے۔ یا ولید بن یزید بن عبد الملک پر جس کو تاریخ الخلفاء میں اس سلسلہ خلافت کا بارھواں خلیفہ کہا گیا ہے؟ اس وقت کیوں سلسلہ خلافت قائم کیا گیا۔ اور آج کیوں نہیں؟ وصال محمدی کے بعد خلیفہ رسول کی کیا ضرورت تھی۔ اب کیوں نہیں ہے؟ اور اگر ہے۔ اور ضرور ہے۔ نص آیت ہے۔ تو پھر وہ کون خلیفہ رسول و اولی الامر ہے۔ جس کی اطاعت آج بھی مثل خدا اور رسول خدا فرض ہے۔ اور چونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ خلافت محمدیہ بارہ خلفاء میں منحصر ہے۔ تو ان بارہ خلفاء میں سے اب کونسا خلیفہ ہے۔ اور کہاں؟ بلاشبہ جس خلافت محمدیہ کی وقت وفات ضرورت تھی۔ آج بھی ہے۔ اور ضرور ہے۔ اور وہی خلیفہ رسول اولی الامر ہے۔ پس یا آج اطاعت اولی الامر فرض نہیں رہی۔ یا بارہ خلفاء رسول میں سے کوئی خلیفہ ضرور روئے زمین پر موجود ہے۔ اور اس کی اطاعت فرض ہے۔ اس کے بغیر اس صورت سے آیت کے معنی کسی طرح صادق نہیں آسکتے ہیں۔ اور ولایت الامر کسی طرح خلافت الرسول سے جدا نہیں ہوسکتی۔ جب ثابت ہے۔ کہ امامت و خلافت ایک ہی ہے۔ تو ولی الامر اور امام الناس و خلیفہ ورسول ایک ہی ہے۔

دوسرے یہ کہ ولی الامر شاہان دنیا کسی طرح نہیں ہوسکتے۔ جو نہ صرف غیر معصوم ہوتے ہیں۔ بلکہ اکثر شاہان اسلام نہایت فاسق و فاجر گذرے ہیں۔ اور امام وہ ہے۔ جس کا ہر قول و فعل سند ہوتا ہے۔ ولی الامر وہ ہے۔ جس کا قول و فعل عین قول و فعل خدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر ایسے اشخاص کی اطاعت فرض ہو۔ تو توحید شرک سے اور دین بیدینی سے بدل جائے گا۔ اور عین فسق و فجور دین سمجھا جائے گا۔ پانچواں بادشاہ اور ولی الامر اس خیال والوں کے

نزدیک یزید ہے۔ اور بارھواں ولید ہے۔ یزید کا فسق و فجور اور محرمات سے نکاح۔ لہو ولعب۔ جور و بے انصافی۔ ظلم وستم مشہور عالم ہے۔ اگر یہ ولی الامر ہے۔ تو اس کی اطاعت فرض ہے۔ اور عین اطاعت خدا ہے۔ عین عبادت خدا ہے۔ پس ارتکاب محرمات وفسق و فجور عبادت خدا ہوئی۔ اگر یہی اسلام ہے۔ تو اسلام سے کفر بہتر معلوم ہوتا ہے۔ اور اس اسلام پر کفر ہنستا ہے۔ ولید بارھواں خلیفہ امام وولی الامر لکھا گیا ہے۔ اور ساتھ علامہ موصوف نے لکھا ہے۔ "اِنَّہٗ کَانَ فَاسِقًا شَارِبًا لِلْخَمْرِ مُتَھَتِّکًا لِحُرُمَاتِ اللّٰہِ اَرَادَ الْحَجَّ لِیَشْرَبَ عَلٰی ظَھْرِ الْکَعْبَۃِ۔ وہ بڑا شراب خوار تھا۔ حرمات الٰہی کی توہین کرنے والا تھا۔ ایک دفعہ اس نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا۔ تاکہ خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب پیئے۔ اس نے قرآن کو تیر مار کر پارہ پارہ کیا۔ اس نے اپنی لڑکی سے زنا کیا۔ دیکھو خلافت الٰہیہ حصہ دوم۔ تاریخ الخلفاء وغیرہ۔ کیا یہی بادشاہ ولی الامر ہیں؟ کیا یہی خلیفہ رسول ہیں اور خلیفہ خدا ہیں؟ کیا یہی امام ہیں؟ کیا انہی کی اطاعت عین اطاعت خدا ہے؟ کیا انہی پر بقاء دین اسلام ہے؟ کیا یہی مورد وحی وامر الٰہی اور صراط الٰہی پر استقامت رکھنے والے ہیں؟ کیا یہی بامر اللہ وباذن خلق خدا کو ہدایت کرنے والے ہیں؟ کیا یہی زمین خدا پر حجت خدا ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ولایت الامر خلافت اللہ۔ خلافت الرسول اور امامت الناس ہے۔ اور وہ بعد رسول اللہ امت محمدی میں صرف آئمہ اہل بیتؑ ہی کے لئے ہے۔

پندرھویں دلیل

"وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَھُمْ وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ" (سورہ یٰسین: ۱۲) پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ کتاب اللہ جمیع علوم ضرور یہ عالم امکان کو شامل ہے۔ یعنی قرآن پاک اور یہاں امام کی شان یہ بتلائی گئی ہے۔ کہ کل علوم وکل اشیاء کا اس کے اندر احصاء ہے۔ کل پر وہ حاوی ہے۔ اور بالکل ظاہر ہے۔ کہ یہ صفت اسی کی ہوسکتی ہے۔ جو کل علوم کتاب مبین کا عالم ہو۔ کل علوم اس کے سینے میں ہوں۔ اور یہ وصف امت محمدی میں اوّل علیؑ کا ہے۔ اور بعد ان کی اولاد کے آئمہؑ کا جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ پس بعد رسول اللہ وہ امام مبین ہیں۔ کل کتاب قولی وفعلی امام مبین میں ہے۔ اور ہر امام مبین کل علوم وکل اشیاء کا احصاء رکھتا ہے۔ بلکہ صدر آیہ (نکتب ما قدموا واثارھم) بتلاتا ہے۔ کہ کل اعمال کا علم امام مبین کو ہوتا ہے۔ اور ضرور امام مبین کی یہی شان ہے۔ اور ایسا ہی وجود حجت خدا ہوا کرتا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ ممکن نہیں۔ کہ خدا کسی کو اپنے بندوں پر حجت قرار دے۔ اور روئے زمین وآسمان کے علوم واخبار اس سے پوشیدہ رکھے۔ ایک روز حضرت علیؑ ایک وادی سے گذر رہے تھے۔ اور سلمان محمدیؓ ہمراہ تھے۔ وادی میں چیونٹیاں بیشمار تھیں۔ ان کی کثرت سے متعجب ہو کر کہنے لگے۔ کہ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا۔ جو ان کی شمار جانتا ہو۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں ایسا شخص موجود ہے۔ جو ان کی شمار جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کتنے نر ہیں اور کتنے مادہ ہیں، اور کتنے بچے ہیں۔ اور جوان ہیں۔ اور کتنی بڑھیاں۔ پوچھا کون ہے؟ فرمایا۔ کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے۔ "وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ" (سورہ یٰسین: ۱۲) یعنی امام مبین کی یہ شان ہے اور میں امام مبین ہوں، لہٰذا یہ علم رکھتا ہوں۔ "لَارَیْبَ" اللہ کے پڑھائے ہوئے ایسے

ہوتے ہیں۔'' یہی امامت فخر نبوت ہے۔علوم علوی کی نسبت ہم آئندہ بھی کچھ ذکر کریں گے۔ بہرحال آیت وال
ہے۔عالم علم لدنی اور کل علوم پر حاوی ہی امام خلق ہوتا ہے۔اور یہ وصف امت محمدی میں آئمہ اہل بیت کا ہے پس
وہی بعد رسول امام مبین ہیں۔اور مبین کا لفظ خود ان کی حقیقت کی طرف اشارہ کررہا ہے۔کہ ان کی امامت لوگوں
کے ثبوت کی محتاج نہیں ہے۔کتاب مبین کی طرح خود روشن اور اپنی دلیل آپ ہی ہے۔'' فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ''
(سورہ بقرہ:۲۳) کیا ذریت رسولؐ کے سوا امت محمدی میں کوئی اور ایسا ہے۔جو امام مبین ہونے کا دعویٰ کرسکے؟
جس پر یہ لفظ امام مبین صادق آئے؟ اور کتاب مبین کی حقیقت جامعہ کلیہ اس کے وجود میں ہو۔ پھر کون ہے۔جو
بعد رسول اللہ امام الناس قائم مقام رسول اور امیر المومنین بن سکے؟

سولھویں دلیل

قال اللہ عزوجل ''وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيراً'' (سورہ بقرہ:۲۶۹) جس کو حکمت عطا کردی
گئی۔اس کو خیر کثیر دے دی گئی۔فی الحقیقت اس سے بڑھ کر خیر کیا ہوسکتی ہے۔انبیاء اللہ علیہم السلام کو علم حکمت ہی عطا
ہوتا تھا۔''يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ'' (سورہ بقرہ:۲۶۹) اور اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو
چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے۔یہ وہ خاص عطیہ الٰہیہ ہے۔کہ خاص خاص بندوں ہی کو عطا ہوتا ہے۔اور انبیاء اور اوصیاء
ہی کی شان ہے۔''وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ''(سورہ لقمان:۱۲) ہم نے ہی لقمان کو حکمت عطا کی۔(حکمت طب
کے معنی نہیں ہیں۔ حکمت حکمت ہی ہے)۔ آنحضرتؐ کے لئے ارشاد ہوا ہے ''وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ
الْخِطَابِ''(سورہ ص:) اور ہم نے اس کو حکمت اور فصل الخطاب عطا کیا ہے۔''ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ
الْحِكْمَةِ''(سورہ بنی اسرائیل:۳۹) یہ وہ حکمت ہے۔جس کی خدا تجھے وحی کرتا ہے۔اور حقیقی حکمت وہی ہے۔ جو
خدائے حکیم تعلیم دے۔''فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ''(سورہ النساء:۵۴) ہم نے ان آل ابراہیم
کو کتاب و حکمت عطا کی ہے۔حکمت عطیہ الٰہیہ ہے۔حکمت کا معلم حکیم ازلی ہے۔اور بعد اس کے رسول خدا جو مظہر
حکیم علی الاطلاق اور عالم کتاب اللہ ہیں۔پیغمبر کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔کہ آیا
کتاب خدا اور حکمت دو چیزیں ہیں یا ایک ہی؟ اگر دو ہیں۔تو اس کے معنی یہ ہیں۔کہ کتاب اللہ حکمت سے خالی ہے۔
اور جو کتاب حکمت سے خالی ہو۔وہ کتاب اللہ منزل من الحکیم نہیں ہوسکتی۔حکیم مطلق کا کلام کیونکر حکمت سے خالی ہوسکتا
ہے۔قرآن پاک میں خدا فرماتا ہے۔'' وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعاً مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ''(سورہ الحجر:۸۷) ہم نے
تجھے سبع مثانی سورہ فاتحہ اور قرآن عظیم عطا کیا۔کیا قرآن عظیم اور سبع مثانی جدا جدا ہیں؟ اور سبع مثانی قرآن سے الگ
ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ سبع مثانی کی تفسیر قرآن عظیم ہے۔اور جو کچھ سبع مثانی سورۂ فاتحہ میں ہے۔ وہ کل قرآن مبین
ہے۔نہیں جو کچھ کل قرآن میں ہے۔ سبع مثانی میں ہے۔پس '' والقرآن العظیم'' سبع الثانی کا عطف تفسیری ہے۔اسی
طرح دراصل '' والحکمۃ'' کتاب پر عطف تفسیری ہے۔اور مطلب یہ ہے۔کہ کتاب اللہ نہیں ہے مگر عین حکمت و کل
حکمت۔اور یہ بالکل یقینی ہے۔کلام حکیم قطعی حکمت ہونا چاہئے۔اور حکمت کی تعریف علماء نے یہ کی ہے۔''اَلْحِكْمَةُ

عِلْمٌ بِاَحْوالِ اَعْیَانِ الْمَوْجُوْدَاتُ عَلٰی مَاھِیَ عَلَیْھَا بِقَدْرِ الطَّاقَۃِ الْبَشْرِیَّہِ"۔ یعنی کل موجودات حقیقیہ کی ماہیت کو بقدر طاقت بشری جاننا حکمت کہلاتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ یہ بقدر طاقت بشری کی قید بشر کے واسطے ہے۔ کیونکہ علوم کسبی کے ذریعہ ضرور نہیں ہے۔ کہ کل موجودات عالم کے حقائق کو کماحقہ ہی معلوم کر سکے۔ بلکہ قطعاً محال ہے۔ ان حقائق کا جاننے والا ان کا خالق ہی ہے۔ اور ان کا عالم وہی ہوسکتا ہے۔ جس کو وہ تعلیم دے۔ پس حکمت دراصل کل موجودات کی حقیقت کا جاننا ہے۔ اور کتاب اللہ چونکہ عین حکمت ہے۔ اور تعلیم حکیم ازلی ہے۔ اس لئے وہ ضرور کل حقائق موجودات کو حاوی ہے۔ اور جو شخص اس کتاب اللہ کا پورا پورا عالم ہو۔ وہ انسان سچا حکیم اور کل حقائق کا جاننے والا ہے۔ اور جس میں کتاب اللہ کے حقائق کا علم گن گن کر ودیعت کیا گیا ہے۔ وہ امام مبین ہے۔ اور وہ امام مبین جو کتاب اللہ کا بتعلیم الٰہی و بوراثت محمدی عالم ہے۔ اور جس میں یہ کل حقائق موجود ہیں۔ وہ علیؑ حکیم ہی ہے۔ اور اس کے حکیم ہونے میں کوئی ذی عقل مسلمان شبہ نہیں کر سکتا۔ اس کی تصریح پروردگار عالم یوں فرماتا ہے۔ "وَاِنَّہٗ فِیْٓ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ" (سورہ الزخرف:۴) بیشک شان یہ ہے۔ کہ ہمارے نزدیک ام الکتاب میں علیؑ حکیم ہے۔ یا ام الکتاب میں ہمارے نزدیک علیؑ ہی حکیم ہے۔ حضرت صادقؑ آل محمدؑ فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت حضرت علیؑ ہی کی شان میں ہے۔ اور ان کے سوا کون عنداللہ حکیم ہوسکتا ہے۔ وہ علیؑ ہے۔ اور علی اعلیٰ سے مشتق ہے۔ وہ حکیم ہے۔ کہ حکمت اللہ کا حقیقی عالم ہے۔ اور کل حقائق بطور ملکات اس کے سینے میں ہیں۔ اور کتاب حکمت اس کو عطا کی گئی ہے۔ پیغمبرؐ کا کام تعلیم کتاب و حکمت ہے۔ اور جانشین پیغمبر منصب پیغمبری کا وارث۔ لہٰذا بعد پیغمبرؐ اوّل بجائے پیغمبر تعلیم کتاب حکمت دینے والا اور علم الٰہی پڑھانے والا خلیفہ خدا و خلیفہ رسول بلا فاصلہ غیر علیؑ ہی ہے۔ اور اس کے بعد اس کے نور کے ٹکڑے۔ آپؑ ہی نے فرمایا ہے۔ اور بجا فرمایا ہے۔ کہ اگر میں مسند فتویٰ پر بیٹھوں۔ تو اہل توریت کو توریت سے فتویٰ دوں۔ اہل انجیل کا انجیل سے فیصلہ کروں۔ اور اہل زبور کو زبور سے حکم دوں۔ اور اہل قرآن کو فرقان سے۔ اور میں ان کتب سابقہ کا ان تمام علماء توریت وانجیل و زبور سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ بلکہ ان کے انبیاء سے بھی زیادہ۔ صاحب کبریت الاحمر سنی المذہب فرماتے ہیں۔ " فَانْظُرْ اِلٰی جَامِعِیَّۃِ لِعِلْمِ خَاتِمِ الرُّسُلِ وَ بِعُلُوْمِ شَرَایِعِ الْاَنْبِیَاءِ السَّابِقِیْنَ"۔ دیکھو یہ بزرگوار کے ساتھ جامع ہے علم خاتم الانبیاء وعلوم شرائع انبیاء سابقین کو۔ "وَلَیْسَتْ ھٰذِہٖ الْجَامِعِیَّۃُ بِمُطَالَعَۃِ کُتُبِھِمْ بَلْ جَامِعِیَّۃٌ مِنَ الْوَرَاثَۃِ وَالْعِلْمِ اللَّدُنِّیْ وَالْاِلْھَامَاتِ الْاِلٰھِیَۃِ"۔ یہ جامعیت اس جنابؑ کو ان کی کتابوں کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے سے حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ بوراثت باطنیہ "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا" (سورہ الفاطر:۳۲) اور علم لدنی اور الہامات الٰہیہ کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے۔ اور بیشک صاحب وحی والہام و معلم بتعلیم الٰہی ہی ان علوم پر احاطہ پیدا کر سکتا ہے۔ وھذہ المرتبۃ للانسان الکامل۔ اور یہ مرتبہ انسان کامل کا ہے...... والانسان الکامل جامع جمیع المظاھر الالھیۃ وھو نبینا وورا ثہ۔ اور انسان کامل وہ ہے۔ جو جامع جمیع مظاہر الٰہی مظہر اکمل واتم ہو۔ اور وہ انسان کامل جو مظہر کامل ہے۔ ہمارا نبی اور اس کا وارث و وصی علیؑ ہے۔ پس وارث تخت خلافت محمدیہ علیؑ حکیم ہی ہے۔ اور اس انسان کامل کے ہوتے ہوئے کسی ناقص کو حق خلافت محمدیہ نہیں ہے۔ اگر رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلم کتاب وحکمت ہیں۔ تو ضرور ان کے بعد ان کا خلیفہ علیٰ حکیم ہے۔ ورنہ آنحضرتؐ سے تعلیم کتاب وحکمت کی نفی کرنی پڑے گی۔ اور آیت کی صاف تکذیب ہوگی۔

سترھویں دلیل

قال اللہ عزوجل "وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا" (سورہ الرعد: ۳۱) اگر کوئی قرآن وحقیقی کتاب اللہ جو قابل قرأت ہے کہ اگر اس کو پہاڑوں پر پڑھا جائے۔ تو چل نکلیں۔ زمین پر پڑھا جائے۔ تو طے الارض ہو جائے۔ اور مردوں پر پڑھا جائے۔ تو وہ بول اُٹھیں۔ بلکہ کل امور اللہ ہی کے لئے۔ یہ کتاب اللہ کافی ہو۔ کل اس کے ذریعہ ہو جائیں۔ تو وہ یہی قرآن ہے نہ اور کوئی۔ یہی قرآن ہے۔ جس سے رسول اللہ کل عوالم وجمیع ماسوے اللہ پر نذرات فرماتے اور تصرف رکھتے ہیں۔ یہی کتاب اللہ ہے۔ جو اسماء حسنیٰ اللہ کو جامع ہے۔ اور جس کے ذریعہ پیغمبر عرش تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہی قرآن ہے۔ جس سے رسول اللہ درختوں کو اپنے پاس بلا لیتے ہیں۔ یہی کتاب اللہ حضرت کے سینے میں ہے۔ اور حضرت لعاب دہن سے اندھوں کو اچھا کر دیتے ہیں۔ "قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ" کہہ کر مُردوں کو زندہ کر دیتے ہیں۔ "وَفِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ" ہر ایک مرض کی شفاء روحانی ہو یا جسمانی۔ اسی کتاب میں ہے۔ "لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ" (سورہ الحشر: ۲۱) اگر یہ قرآن ہم پہاڑ پر نازل کرتے تو خوف خدا وخشیۃ اللہ سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ "وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ" (سورہ الحشر: ۲۱) یہ وہ مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں سے بیان کرتے ہیں۔ کہ شاید وہ اس میں غور وخوض کریں۔ پس ضروری ہوا۔ کہ جس سینہ میں یہ کتاب ہو۔ جو اس کا عالم حقیقی ہو۔ وہ ضرور صاحب اعجاز ہوگا۔ اگر چاہے۔ اس کے ذریعہ مردے زندہ کر دے۔ اگر چاہے۔ پہاڑوں کو حرکت دیدے۔ اگر چاہے۔ چشم زدن میں طے الارض کر کے مشرق سے مغرب میں پہنچ جائے۔ چاہے فرش سے عرش پر باذن اللہ چلا جائے۔ جس امر کو چاہے۔ اس کتاب کے ذریعہ انجام دے سکتا ہے۔ اور کل امور اسی کے دست تصرف میں ہیں۔ "قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ" (سورہ المومنون: ۸۸) کل اور قدرت قادر میں ہیں۔ کتاب اللہ کا حقیقی عالم ان کو کر سکتا ہے۔ اور اس کے مظہر سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ جناب امیرؑ ہی سے ایک شخص نے سوال کیا۔ کہ حضرت سلیمانؑ کو یہ اعجاز عطا ہوا تھا۔ کہ ہوا وجن وچرند وپرند ان کے تابع تھے۔ ہوا پر ایک ماہ کی راہ شام وصبح طے کر لیتے تھے۔ آپ کے پیغمبر کو کیا عطا ہوا۔ آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور ارشاد کیا۔ کہ ہم اسی کتاب کے وارث ہیں۔ اور اسی کتاب اللہ سے ہم جو چاہیں باذن اللہ کر سکتے ہیں۔ فی الحقیقت قرآن اور کتاب اللہ کی یہی شان ہے۔ حضرت آصف برخیا وصی حضرت سلیمانؑ صرف "عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ" رکھتے تھے۔ اور روایت میں ہے۔ کہ صرف ایک اسم اعظم یاد تھا۔ چشم زدن میں تخت بلقیس ملک سبا سے اُٹھا لائے۔ "وَقَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ" (سورہ النمل: ۴۰) جو کام جنوں سے نہ ہو سکا۔ وہ آصفؑ نے کتاب اللہ اور اسم اعظم کی برکت سے کر دیا۔ جس کے پاس کل کتاب اللہ کا علم ہو۔ اس کی کیا شان ہوگی؟ وہی تصرف فی العالم۔ اور یہی معنی

ولایت کے ہیں۔ اور ولی اللہ کی یہی شان ہے۔ اور ہم ثابت کر آئے ہیں۔ کہ حقیقت خلافت الٰہیہ تصرف فی عالم الکون والفساد کا نام ہے۔ جو یہ تصرف نہ رکھتا ہو۔ وہ خلیفہ خدا نہیں ہے۔ البتہ مراتب تصرف میں حسب درجات خلافت فرق ہے۔ ولی مطلق کامل مظہر ولی بالذات واجب الوجود ہوتا ہے۔ اور یہ تمام اوصاف بعد پیغمبر علیؑ ابن ابی طالبؑ اور ان کی اولاد ہی میں پائے جاتے ہیں۔ علی عالم کتاب حکمت اللہ ہیں۔ علیؑ صاحب اعجاز ہیں۔ اور علماء کرام و صوفیائے عظام نے بیشمار معجزے حضرت کے نقل کئے ہیں۔ اور بعض عالم میں مشہور و معروف ہیں۔ رد شمس بھی آپ کے اعجازات کا ایک نمونہ ہے۔ مصنف مدینۃ المعاجز نے پانچ سو چھپن معجزے جمع کئے ہیں۔ یہ بھی ہم لکھ چکے ہیں۔ اور قصص سابقہ میں بھی ذکر آچکا ہے۔ کہ نبص الٰہی ولی خدا وہ ہے۔ جو کل مخلوق سے وجود میں اقدم ہو۔ "مَآ أَشْهَدتُّهُمْ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ أَنفُسِهِمْ" (سورہ الکہف:۵۱) اسی کی مسند ہے۔ اور علی مثل نبی اقدم موجودات ہیں۔ اور خلقت زمین و آسمان ان کے سامنے ہوئی ہے۔ پس بعد خدا اور رسولؐ ولی علیؑ اور آئمہ اہل بیت نبوت و رسالت ہی ہیں۔ اور اسی کو پروردگار عالمین نے بالتشریح فرمایا ہے۔ "اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ" (سورہ المائدہ:۵۵) سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ تمہارا ولی اور تم پر متصرف علی الاطلاق اوّل خدائے بزرگ و برتر ہے۔ کہ تمہارا خالق و صانع و معبود برحق ہے۔ اور پھر اس کا رسول ولی و متصرفِ امور ہے۔ اور وہ اہل ایمان جو نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور حالت رکوع میں آئمہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وہ متصرف فی الامور ہیں۔ عبادتِ خدا میں ہوتے ہیں۔ اور بندگان خدا کے کام بھی انجام دیتے ہیں۔ وہ خالق و مخلوق میں واسطہ فیض اور امت وسط ہیں۔ خدا سے لیتے ہیں۔ اور بندوں کو پہنچاتے رہتے ہیں۔ یہ ایک علیؑ ہی نہیں۔ بلکہ کل وہ آئمہ جو نور محمدی سے پیدا ہوئے ہیں۔ مقام ولایت میں شریک ہیں۔ اور اسی لئے بصیغہ جمع فرمایا ہے۔ کل ولی ہیں۔ کل حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ کل امت وسط ہیں۔ (دیکھو حصہ دوم)۔ کیا کوئی ہے۔ جس نے نماز میں سائل کی حاجت پوری کی ہو؟ کمال خشوع و رجوع قلب کی وجہ سے دربار خدا میں حاضر ہو۔ وہاں سوال سائل سنے۔ اور وجود جسمانی کے ذریعہ عالم جسمانی میں سائل کو انگشتری عطا کر دے۔ کیا کوئی ہے۔ جو اس ولایت کا دعویٰ کر سکے؟ اور متصرف عالم ہو۔ ہزار ہا معجزے رکھتا ہو۔ مظہر العجائب مشہور و معروف ہو۔ خدا کے بعد رسول ولی اور مولیٰ ہے۔ اور مثل رسول اللہ علیؑ ولی مولائے کل "وَالنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" نبی مومنین کی جانوں کا ان سے زیادہ مستحق اور مالک اور ان پر تصرف و تولیت رکھنے والا ہے۔ یہی حق بعد رسول علیؑ ولی اللہ کو حاصل ہے۔ اور یہ وہ ولایت ہے۔ کہ تمام مراتب اس کے تحت ہیں۔ حکومت دنیویہ اس کے پست ترین درجات میں سے ہے۔ اور ایسوں ہی کی اطاعت اور بیعت واجب ہو سکتی ہے۔ جس میں یہ کمال اور یہ قدرت ہو۔ اور لوگوں کی ہر ضرورت اور ہر مصیبت میں کام آسکے۔ دنیا میں بھی اور عقبیٰ میں بھی۔ ولایت کے تین درجے ہیں۔ اطاعت کے بھی تین درجے ہیں۔ ولی۔ خدا ہے۔ رسول ہے۔ اور یہ مومنین جن کی صفت مذکور ہوئی مطاع خدا ہے۔ رسول ہے۔ اور یہ ولی الامر۔ جو مالک ولایت و مالک شفاعت ہیں۔ "لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ

عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا" (سورہ مریم: ۸۷) جن کی اطاعت اگر عین اطاعت خدا و رسول نہ ہو۔ تو نہ ان کی اطاعت جائز ہے۔ اور نہ ان کی بیعت۔ بیعت انہی صاحبان ولایت کی ہے۔ اور اسی کا رسول اللہؐ نے خم غدیر پر اعلان کیا۔ بیعت لی۔ اور سب کو فرمایا۔ کہ جس کا میں مولیٰ ہوں۔ اس کا یہ علیؑ بھی مولیٰ ہے۔ مولیٰ کے معنی ہم نے قرآن سے بتلائے۔ جو کوئی اور معنی یہاں گھڑے۔ وہ کوئی اور قرآن بنائے۔ اور خدا اور رسول کے لئے بھی کوئی اور معنی بنائے۔ اور کوئی اور آیت پیش کرے۔ جس میں ولایت علیؑ کو ولایت رسول اور ولایت خدا سے علیحدہ دکھلایا گیا ہو۔ یا کوئی اور ولی بتلا دیا جائے۔ جس کی بیعت اس طرح لی گئی ہو۔ کوئی اور صاحب اعجاز پیدا کر دیا جائے۔ جس پر ولایت کے حقیقی معنی صادق آتے ہوں۔ یوں تو مولا غلام کو بھی کہتے ہیں۔ تو کیا خدا اور رسول خدا تمہارے غلام ہیں؟ معاذ اللہ! پھر معروف ولی اللہ کے معنی میں کیوں تصرف کیا جاتا ہے؟ کل اولیاء اللہ جانتے ہیں۔ کہ علیؑ قطب الاقطاب و سیّد الاولیاء ہیں۔ اگر کوئی ولایت جزئیہ پر فائز ہوا ہے یا ہوگا۔ تو علیؑ ہی کے فیض سے۔ ولایت کے معنی لغت میں دوستی نہیں ہیں۔ محبت اور شے ہے مودّت اور چیز ہے۔ الفت اور ہے اور انس اور۔ کہاں ولایت کہاں محبت کہاں ولی اور کہاں محبّ۔ ہاں ولی دوست ضرور ہوتا ہے۔ اور مولا اور آقا کی یہی شان ہے۔ کہ اپنے غلاموں پر مہربان ہو کر ان کی پرورش کا خیال رکھے۔ ان کی خوشی سے خوش ہو۔ اور ان کے رنج سے رنجیدہ۔ وہ مالک ہے۔ آقا ہے۔ مولا ہے۔ کیوں نہ اپنے بندوں پر اپنے غلاموں پر اپنے ماتحتوں پر مہربان ہو۔ "اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ" (سورہ بقرہ: ۲۵۷)۔ اللہ ولی ہے مومنین کا۔ کہ ان کو ظلمت سے نور کی طرف نکال کر لے جاتا ہے۔ ظلمت سے نور میں لانا صرف دوستی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی قدرت بھی تو ہو۔ ہم بفرض محال خلاف واقع تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض کئے لیتے ہیں۔ کہ مولیٰ کے معنی دوست کے ہیں۔ مگر پھر بھی اس سے مضر نہیں۔ کہ یہ دوستی وہی دوستی ہے۔ جو خدا و رسول کو حاصل ہے۔ اور علیؑ تمہارا ایسا ہی دوست ہے۔ جیسا کہ خدا اور رسول۔ سچا اور صادق دوست بعد رسول علیؑ ہی ہے۔ پھر علیؑ جیسے دوست کو سندی دوست کو خدا و رسول کے مصدقہ دوست کو چھوڑ کر ہم دوسروں کی دوستی میں کیوں جائیں؟ جن کی بابت ہمیں علم نہیں۔ کہ وہ ہمارے حقیقی دوست ہیں یا نہیں ہیں۔ وہ دنیا ہی میں ہمیں دھوکا دے دیں گے۔ یا ایسے دوست نکلیں گے۔ جو آخرت میں کام آئیں۔ جہاں سارے دوست اور عزیز و قریب بھاگیں گے۔ اور بات نہ پوچھیں گے۔ وہاں خدا اور رسول ہی کام آئیں گے۔ یا وہ دوست کام آئے گا۔ جو مثل خدا اور رسول ہمارا دوست ہے۔ جس کو ہر حال میں ہمارا خیال ہے۔ اور جس کی شان ایسی ہے۔ اور مصدقہ خدا اور رسول ہے۔ کہ وہاں کام آسکے۔ جہاں کوئی کام نہ آئے گا۔ بیشک علی دوست ہے حقیقی دوست ہے۔ اسی کو دوست بنایئے۔ اور غیروں کے ساتھ نہ جایئے۔ ان کی دوستی کا کیا بھروسہ ہے۔ وہ تمہارا دوست ہے۔ تم بھی اس کو دوست رکھو۔ اسی طرح جس طرح خدا و رسول کو۔ اس کی دوستی خدا اور رسول کی دوستی سے ملی ہوئی ہے۔ ہاں بیشک یہ وہ دوست ہے۔ جس کی دوستی عین خدا و رسول کی دوستی ہے۔ اور جس کی عداوت خدا اور رسول کی عداوت ہے۔ اس دوست کے سوا تمہارے کام آنے والا کوئی دوست نہیں ہے۔ اس کو اپنی کل چیزوں سے زیادہ دوست رکھئے۔ ویسا دوست رکھئے۔ جیسا کہ خدا اور رسول کو۔ "قُلْ

اِنْ کَانَ آبَاءَ کُمْ" الایہ۔ کہہ دوائے پیغمبرؐ! کہ اگر تمہارے آباؤ اجداد تمہارے بیٹی بیٹے تمہارے بھائی بند تمہاری بیویاں تمہارے مکانات تمہاری تجارت وکسب اکتساب اگر تمہیں خدا ورسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہوں۔ تو عذاب خدا کے امیدوار رہو۔ اور تم ایسے فاسقین کو خدا کبھی ہدایت نہیں کرتا۔ وہ کبھی مطلوب تک نہیں پہنچاتا۔ کل دنیا کی چیزوں کے مقابلہ میں خدا ورسول کی محبت زیادہ ہونی چاہیئے۔ کہ وہ تمہارے حقیقی دوست ہیں۔ ایسی ہی محبت علیؑ اور مولائے کل ولی اللہ کی ہونی چاہیئے۔ اور خدا ورسولؐ سے محبت کرنے کے اس کے سوا کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے۔ کہ ان کے احکام کی پابندی اور ان کی فرماں برداری کی جائے۔ جو خدا اور رسول کے کہنے پر نہ چلے۔ اور وہی نہ کرے۔ جس میں وہ خوش ہوں۔ وہ کبھی خدا ورسول کو دوست رکھنے والا نہیں کہلا سکتا۔ یہی اس مولائے کل کی دوستی کے معنی ہوں گے۔ کہ اس کے احکام کو مانو۔ اس کے قدم بقدم چلو۔ وہ کرو۔ جس میں وہ خوش ہو۔ یہی اصل بحث سے ہمارا مقصود ہے۔ کہ علیؑ وہ بزرگوار ہیں۔ جن کی پیروی اور جن کی اطاعت اور جن کی معرفت بعد رسول اللہ فرض ہے۔ اور جو مسلمان علیؑ کو ان معنی میں دوست نہ رکھے۔ جس معنی میں خدا اور رسول کو دوست رکھنا چاہیئے۔ وہ فاسق العقیدہ ہے بنص الٰہی۔ وہ مستحق عذاب خدا ہے۔ وہ کبھی ہدایت نہیں پا سکتا۔ پس بعد رسول خدا علیؑ ہی بجائے رسول خدا مولائے کل ہے۔ اسی کی اطاعت ومحبت سب پر واجب ہے۔ وہی تمہارا اولی ہے۔ وہی بقول تمہارے سچا دوست مصدقہ خدا اور رسول دوست ہے۔

"جو ہے علیؑ کا دشمن وہ ہے خدا کا دشمن"

جس طرف جایئے۔ جو راہ اختیار کیجئے۔ اہل حق کے نزدیک اہل انصاف کی نظروں میں علیؑ کی اطاعت بعد رسول واجب ثابت ہوگی۔ کہئے اور صدق دل سے کہئے۔ " اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَشْهَدُ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰهِ"۔ کیوں اس کلمہ سے احتراز ہے؟ کیوں اس میں شبہ کیا جاتا ہے؟ لِمَا تَقُوْلُوْنَ بِمَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔

اٹھارھویں دلیل

ولایت علیؑ وخلافت الٰہیہ علیؑ کے علم وقدرت کا صاف پتہ دیتی ہے۔ علم میں علیؑ سب سے افضل ثابت ہو چکے ہیں۔ اور قدرت میں علیؑ سب سے بڑھ کر ہیں۔ شجاعت علیؑ مشہور وزبان زد خلائق ہے۔ ہر کوئی مانتا ہے۔ اپنے اور پرائے تسلیم کرتے ہیں۔ مسلم وغیر مسلم مقر ہیں۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ خلافت وامامت کے فرائض میں اقامہ حدود وحفظ سفور وحمایت خواہ اسلام شامل ہے۔ اور اسی کا نام سیاست دینی ہے۔ اور یہی ملک شرعی ہے۔ یعنی بقانون الٰہی امت کی سیاست وتدبیر کرنا۔ اور سیاست عقلاً دو ہی چیزوں کو مقتضی ہے۔ ایک علم دوسرے قدرت و شجاعت۔ اسی کو خدا نے معیار قرار دیا ہے۔ اور سیاسی حاکم عند اللہ وعند الرسول وہی شخص ہو سکتا ہے۔ جو علم وشجاعت میں سب سے بڑھ کر ہو۔ قال عز من قائلہ۔ " وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا" (سورہ بقرہ: ۲۴۷) جالوت کے مقابلہ میں بنی اسرائیل جب لڑنے سے انکار کر رہے تھے۔ تو ایک عذر یہ پیش کیا۔ کہ ہمارا کوئی بادشاہ تو ہے نہیں۔ ہم کیسے لڑیں۔ اس پر ان کے نبی نے کہا۔ (شموئیل) اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر

بھیجا ہے۔ کہنے لگے۔ کہ اس کو ہم پر بادشاہت کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔ ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے مستحق ہیں۔ اس کو تو کچھ وسعت مال حاصل نہیں۔ وہ بڑا دولت منداور خزانوں والا نہیں ہے۔ جو بادشاہ کہلائے۔ ان کے نزدیک بادشاہت دینی بھی شان وشوکت۔ جاہ وحشم وفوج وخدم اور مال ودولت کا نام ہے۔ "قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ" (سورہ بقرہ: ۲۴۷) ان کے پیغمبر نے کہا۔ وہ اس کئے تمہارا بادشاہ ہے۔ کہ اللہ نے اس کو اس کے لئے چنا ہے۔ اور برگزیدہ کیا ہے۔ اور اس کو وسعت علم وشجاعت عطا کی ہے۔ اور خدا جس کو چاہتا ہے۔ بادشاہت عطا کرتا ہے۔ اور خدا بڑی وسعت اور علم والا ہے۔ اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں۔ اوّل یہ کہ شرعی بادشاہ وہ ہے۔ جس کو خدا چنے۔ اور خود نام لے کر انتخاب کرے۔ یا نبی کو وحی کرے۔ کہ فلاں کہ بادشاہ بناؤ۔ دوم یہ کہ اس کو علم عطا کرے۔ سوم شجاعت عطا کرے۔ چہارم خدا کے سوا کسی کو بالاستحقاق اور "یُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَہٗ" بادشاہت دینے کے یہی معنی ہیں۔ اس کو صاحب علم وشجاعت پیدا کرے۔ اور اس کام کے لئے اس کو اختیار و پسند کرے۔ اور یہاں سے صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ بعد رسول اللہ امامت ناس اور سیاست امت کا حق حضرت علی علیہ السلام ہی کو حاصل ہے اوّل خدا نے ان کو اسی کام کے لئے انتخاب کیا ہے۔ اور خود علیؑ حکیم فرمایا ہے۔ لسان صدق فرمایا ہے۔ ولی الامر بنایا ہے۔ رسول اللہؐ سے اعلان کرایا ہے۔ اور اس کی بیعت کروائی ہے۔ اور علم وشجاعت میں نہ کل امت محمدی بلکہ سوائے محمدؐ کل انسانوں سے افضل۔ خود قدرت نے حکمت اللہ پڑھائی ہے۔ ماں کے پیٹ سے نہیں جب سے نور خلق کیا علم عطا کر کے بھیجا ہے۔ ہر ایک جنگ کو علیؑ کے ہاتھ پر فتح کیا ہے۔ بلکہ اپنی قدرت کا مظہر کامل بنا کر بھیجا ہے۔ کیا دُنیا میں کوئی ہے۔ جو علم وشجاعت میں علیؑ کا مقابلہ کر سکے۔ اور ملک شرعی وسیاست دینی کا مالک و مستحق بن سکے؟ دنیا علی کی تلوار کا لوہا مانے ہوئے ہے۔ کل علماء علیؑ کے تبحر علمی کے مقر اور معترف ہیں۔ اور کل علوم اسلامیہ علیؑ کی طرف منسوب ہیں۔ پس یہ آیت بھی نص صریح ہے علیؑ کی خلافت بلافصل پر۔ اور کوئی نہیں جو اس معیار امامت و بادشاہت شرعی پر پورا اتر سکے۔ بادشاہت اسلامی کا دار ومدار علم وشجاعت پر ہے نہ مال ودولت پر۔ علم الٰہی وتدابیر الٰہیہ کے عالم ہونے پر ہے نہ اپنے حیلوں اور چالوں اور پالٹیکس اور پالیسی پر۔ ملک طبعی اور ہے۔ ملک سیاسی اور ہے۔ اور ملک شرعی اور سیاست دینی اور ہے۔ اس کے لئے مظہر خدا اور رسول کی ضرورت ہے۔ مظہر علم وقدرت کی ضرورت ہے۔ اور علیؑ ایسے ہی ہیں۔

حیدر صفدر علیؑ ابن ابی طالب کہ ہست	اولیا را پیشواؤ انبیا را یادگار
در معارک سر فگن در طاق کعبہ بت شکن	گاہ بر دلدل گہے بردوش پیغمبر سوار
ہم برائے کشتی آل محمدؐ بادباں	ہم برائے چشمہ فیض الٰہی آبشار
آنکہ از من کنت مولا رتبہ اوشد عیاں	آنکہ شد از انت منی منصب او آشکار
آنکہ اصحاب نبی را از علومش اکتساب	آنکہ آل مصطفیؐ را از وجودش افتخار

پلہ میزان زورش لافتیٰ اِلّا علیؑ جوہر شمشیر اولا سیف اِلّا ذوالفقار
مومناں راحب او از فتنہ محشر پناہ عاملاں را نام اور از لشکر شیطاں حصار
مصطفیٰ شہر علوم و مرتضیٰ باب علوم ہر کسے از در نشد در شہر کے یا بدگذار
گفت چوں پیغمبر برحق کہ حق ہمراہ اوست
اہل حق راشد امام و دور حق داشد مدار

انیسویں دلیل

قال اللہ عزوجل۔ "قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ" (سورہ ال عمران:۳۱) کہہ دو اے پیغمبرؐ! اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو۔ اس کے محبت کے قائل ہو۔ اس کے محبّ صادق ہو۔ تو میری پیروی کرو۔ خدا تمہیں محبوب بنالے گا۔ یہاں مومنین کو خدا نے اپنے محبوب خدا ہو جائے گا مفہوم آیت یہ ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ کہ پیغمبر ہمارا محبّ صادق ہے۔ اگر تم بھی محبّ ہو۔ تو اس کے قدم بقدم چل کر دکھلاؤ۔ اور چونکہ محبّ خدا خدا کی مرضی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اور اس کی رضاء میں خوش ہوتا ہے۔ اس لئے وہ محبوب خدا ہے کیونکہ خدا اسی کو دوست رکھتا ہے۔ جو اس کی رضا میں راضی ہو۔ اس کی مرضی پر چلے۔ چونکہ رسول ایسا ہی محبّ صادق بلکہ عاشق صادق ہے۔ اس لئے محبوب خدا ہے۔ جو ایسا صادق محبّ ہو کر محبوب کے قدم بقدم چلے گا۔ وہ بھی محبوب خدا ہوگا۔ یقیناً اسوۂ حسنہ محمدی محبوبیت خدا کی موجب ہے۔ جو آں حضرت کا مطیع، تابع، پیرو اور کل اعمال و اخلاق میں حضرتؐ کے قدم بقدم ہوگا۔ وہ وہی اوّل اسوۂ حسنہ محمدی کا مصداق ہوگا۔ اور وہی بعد رسول پیروی کا مستحق ہوگا۔ اور جس کی نسبت خدا اور رسول کی سند و تصدیق ہو۔ کہ وہ محبوب خدا و محبوب رسول خدا ہے تو وہ یقیناً رسول اللہ کا سچا پیرو اسوۂ حسنہ محمدی بدرجہ اکمل واتم رکھنے والا خدا اور سول کا سچا محبّ بن کر عاشق ثابت ہوگا۔ خدا نے اپنے محبوبوں کے چند اوصاف بیان کئے ہیں۔ "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ" (سورہ المائدہ:۴۲)۔ خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ "فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ" (سورہ ال عمران:۷۶) خدا متقیوں کو درست رکھتا ہے۔ "وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ" (سورہ الٰ عمران:۷۶) خدا صابرین کو دوست رکھتا ہے۔ "وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ" اور خدا نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔ "وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ" (سورہ بقرہ:۲۲۲) اور خدا متطہرین و پاک و پاکیزہ نفوس کو دوست رکھتا ہے۔ اور جن میں اوصاف ذیل ہوں۔ ان کو دشمن رکھتا ہے۔ "إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا" (سورہ النساء:۳۶) "إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا" (سورہ النساء:۱۰۷) "إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ" (سورہ القصص:۷۷) "إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ" "إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُتَكَبِّرِينَ" "إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ" بیشک خدا حد سے گزرنے والوں۔ حدود الٰہی سے تجاوز کرنے والوں۔ فخر و ناز سے چلنے والوں۔ خائن اور گنہگاروں۔ مال دنیا پر خوش ہونے والوں اور اترانے والوں۔ مفسدین۔ ظالمین۔ متکبرین اور کافرین کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ "وَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ" دین میں اسراف کرنے والوں اور گنہگاروں کو محبوب نہیں رکھتا۔ "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم

بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ“ (سورہ الصف:۴)۔ بیشک خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ جو اس کی راہ میں اس طرح جم کر لڑتے اور جہاد کرتے ہیں۔ کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی آہنی دیوار ہیں۔

علیؑ ابن ابی طالبؑ ان کل اوصاف سے متصف ہیں۔ جو حُبِّ الٰہی کی شرائط ہیں۔ وہ متقی ہیں۔ منصف و عادل ہیں۔ محسن و نیکوکار ہیں۔ بلکہ معصوم برحق ہیں۔ مطہر و پاک و پاکیزہ ہیں۔ اور ان کل اوصاف سے بری ہیں۔ جو عدم حب الٰہی کا موجب ہیں۔ نہ وہ متکبر ہیں۔ نہ وہ مفسد ہیں۔ نہ وہ دنیا پر اترانے والے ہیں۔ نہ وہ مسرف و گنہگار ہیں۔ نہ وہ ظالم و جبار ہیں۔ نہ وہ خائن و آثم ہیں۔ خدا ان کو دوست رکھتا ہے۔ جو اس کی راہ میں جم کر لڑتے ہیں۔ اور کبھی میدان سے قدم نہیں ہٹاتے ہیں۔ یہ وہ صف ہے۔ کہ جن میں کوئی مومن کوئی صحابی علیؑ کے مقابلہ میں کھڑا نہیں ہوسکتا...... وہ صرف علیؑ ہی ہیں۔ جو کبھی کسی معرکہ سے نہیں بھاگے۔ کوئی اس وصف میں ان کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے جنگ خیبر کے موقع پر رسول خداؐ نے اس کی تصدیق کی ہے۔ کہ میں کل علم اسلام و رایت دین اس کو عطا کر دوں گا۔ جو کرار غیر فرار ہے۔ کبھی فرار نہیں کیا ہے۔ اور اس صفت میں وہ منفرد ہیں۔ اگر کوئی دوسرا بھی اس صفت میں ان کا شریک ہوتا تو یہ وصف ان کی تمیز کا موجب نہ ہوتا اور ان کی تخصیص نہ کرتا۔ جب کسی کی تعریف کرنا معرفت کرانی منظور ہوتی ہے۔ تو اس کے اوصاف خاصہ بیان کئے جاتے ہیں۔ جن میں وہ سب سے ممتاز اور منفرد ہو۔ پس علیؑ ہی کرار غیر فرار ہیں۔ اور وہی محبوب خدا محبوب رسول خدا ہیں۔ اور حدیث کا فقرا اسی طرح موجود ہے۔ کہ وہ ایسا کرار غیر فرار ہے کہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا و رسول خدا اس کو دوست رکھتے ہیں۔ وہ اس وقت تک اب قلعہ خیبر سے نہ مڑے گا۔ جب تک کہ خدا اس کے ہاتھ پر فتح نہ دے گا۔ یہ ایک نہایت زبردست سند ہے۔ علیؑ کے محبوب خدا و رسول ہونے کی اور یہی سند ہے۔ آپ کے اسوۂ حسنہ محمدی میں کامل و اکمل ہونے کی اور یہی سند ہے۔ علی کو نبی کے ساتھ معیت تامہ حاصل ہونے کی۔ کیونکہ اسوۂ حسنہ کے معنی سوائے معیت تامہ کے اور کچھ نہیں ہیں۔ اور ان لوگوں کے اوصاف جو نبی کے ساتھ ساتھ قدم بقدم چلنے والے اور اس کی تام و کامل معیت میں ہوں۔ اسوۂ حسنہ کے پورے عامل ہوں۔ یہ ہیں۔ ”مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا“ (سورہ الفتح:۲۹) محمدؐ رسول خدا ہیں۔ اور وہ لوگ جو ان کی معیت میں ہیں۔ وہ کفار پر بڑے سخت ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے پر مہربان۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی ہی چاہتے رہتے ہیں۔ ان کی پیشانیوں پر سجدہ کا نشان ہے یہی ان کی مثال ہے۔ توریت میں بھی اور انجیل میں بھی۔ وہ سرسبز کھیتی کی مانند ہیں۔ جس کی بوٹی نکلی۔ اور مضبوط ہو کر اپنی ساق پر کھڑی ہوگئی۔ تا کہ کفار ان سے رنجیدہ ہوں۔ اور دیکھ کر جلیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں میں سے ان لوگوں سے جنہوں نے اعمال نیک کئے ہیں۔ مغفرت اور اجر

عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ اس آیت میں ان لوگوں کے جو رسول کی معیت میں ہیں۔ چار وصف بیان کئے ہیں۔ اوّل وہ کفار پر سخت ہوتے ہیں۔ دوم آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہوتے ہیں۔ تیسرے وہ نہایت درجہ عبادت گذار کہ جب تم انہیں دیکھو۔ تو راکع وساجد ہی پاؤ گے۔ ان کی پیشانیوں پر سجدہ کا نشان ہوگا۔ چوتھے یہ کہ وہ ہمیشہ فضل خداوندی اور اس کی خوشنودی کے طالب رہتے ہیں۔ اور سرسبز کھیتی کی طرح کفار کے حسد کے موجب ہوتے ہیں۔ اور اللہ نے مومنین صالحین کے لئے اجر کا وعدہ کیا ہی ہے۔ بیشک ایسے نفوس ہی خاص اجر الٰہی کے مستحق ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام ان چار وصفوں میں کامل اترتے ہیں۔ کفار پر ان کی سختی وشدت نمایاں ہے۔ اور کافروں کا کوئی گھر نہیں تھا۔ جس میں علیؑ کی تلوار نے ماتم برپا نہ کیا ہو۔ اسی وجہ سے اکثر کینہ ور عرب اسلام سے منسوب ہونے کے بعد بھی علیؑ سے بغض وحسد اور کینہ رکھتے تھے۔ اور اولاد علیؑ کے دشمن تھے۔ مومنین کے ساتھ نہایت درجہ مہربان تھے۔ راتوں کو طعام پشت پر رکھ رکھ کر غریبوں اور مسکینوں کو پہنچاتے تھے۔ آپ بھوکے رہتے تھے۔ دوسروں کو کھلاتے تھے۔ آپ پیاسے رہتے تھے۔ دوسروں کو پلاتے تھے۔ آپ نہ پہنتے تھے۔ دوسروں کو پہناتے تھے۔ ایک شب میں دو دو ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ ہر دم خوشنودی خدا کے طالب رہتے تھے۔ اور اس کی رضا کے لئے جان تک کو بھی عزیز نہ رکھتے تھے۔ غرض بدرجہ اتم یہ اوصاف ان میں موجود تھے۔ اور اسوۂ حسنہ محمدی کی کامل مثال ان میں موجود تھی۔ اور بیشک جس کو آنحضرتؐ سے معیت حاصل ہو۔ وہ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ پھر معیت بھی کیسی۔ تقدم خلقت میں معیت۔ نورانیت میں معیت۔ روحانیت میں معیت۔ جسمانیت میں معیت۔ عالم ارواح میں معیت۔ عالم اجسام میں معیت۔ دعوتِ حق میں معیت۔ طہارت میں معیت عصمت میں معیت۔ علم وحکمت میں معیت۔ شجاعت میں معیت۔ ہدایت فطری میں معیت۔ نزول ملائکہ میں معیت۔ ولایت میں معیت۔ محبت و مؤدت میں معیت۔ سلام وصلوۃ میں معیت۔ حرمت صدقات میں معیت۔ ہر عالم میں رسول اللہ کے ساتھ رہے۔ بچپن سے رسول اللہ کی گود میں کھیلے۔ سفر وحضر میں رسول کی معیت میں رہے۔ اگر ان میں اسوۂ حسنہ محمدی نہ پائے جائے۔ تو اور کس میں پائی جائے گی۔ چونکہ اس اسوۂ حسنہ کے لئے بھی استعداد وقابلیت کی ضرورت ہے۔ اور علی چونکہ عصمت وطہارت ونورانیت میں نبی سے اتحاد رکھتے ہیں۔ اس لئے جو قابلیت اسوۂ حسنہ کی ان میں ہے۔ اور کسی میں نہیں۔ اور جس کو اسوۂ حسنہ محمدی حاصل ہو۔ وہی محبوب خدا اور رسول ہے۔ اور بعد رسول اللہ وہی مطاع ومقتدائے خلائق رسول اللہ کی جگہ ان کا نمونہ ہی بیٹھ سکتا ہے۔ خلیفہ مستخلف کا آئینہ ہی ہوتا ہے۔ علیؑ وہ شخص ہیں۔ جن کو محبوبِ خدا رسول ہونے کی سند خدا اور رسول کی طرف سے ملی ہوئی ہے۔ اور محبوب خدا کی جگہ محبوب خدا ہی بیٹھے گا۔ علیؑ کے مقابلہ میں کوئی دوسرا متبع رسول۔ "فَاتَّبِعُونِیْ" کا صحیح اور کامل مصداق اور "یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ" کا مورد نہیں ہوسکتا۔ ہم یہاں یہ بھی کہہ دیں۔ جن حضرات نے خلاف اسلوب عرب بلکہ آیہ مجیدہ "وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ" الآیہ کو مسخ کرکے یہ معنی لئے ہیں۔ کہ "معہ" سے مراد حضرت ابوبکر ہیں۔ اور اشداء علی الکفار سے مراد حضرت عمر ہیں۔ اور رحماء بینہم سے عثمان بن عفان۔ اور اس راکع وساجد سے مراد حضرت علیؑ۔ انہوں نے آیہ کو مسخ کرنے

کے علاوہ صحابہ کی بھی توہین کی ہے۔ اوّل تو دیگر صحابہ کرام کو اسوۂ حسنہ محمدی سے نکال دیا ہے۔ اور صرف ان چار کے لئے ثابت کی ہے۔ دوسرے ان کو بھی کامل اسوۂ حسنہ سے دراصل خارج کر دیا ہے۔ کیونکہ اسوۂ حسنہ کے تو یہ معنی ہیں۔ کہ کل حسنات محمدی میں آپ کی پیروی کی جائے۔ اور کامل پیروی ہو۔ یہاں صرف ایک ایک وصف محمدی ایک ایک خلیفہ میں دکھلایا ہے۔ اور باقی اوصاف سے عاری رکھا ہے۔ اس لئے اب بعض علماء اہل سنت نے ان مہمل معنی کو چھوڑ کر نئی راہ ایجاد کی ہے۔ مگر اس ایجاد بندہ میں وہ اس سے بھی بڑھے ہوئے نکلے ہیں۔ وہ " اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اور تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا " کو اسلام کی۔ تین جانشین مراد لیتے ہیں۔ یعنی " اشداء علی الکفار "۔ اسلام کے قوت اور شدت کا زمانہ۔ اور رحماء سے ضعف کا زمانہ۔ اور راکع ساجد سے عبادت کا زمانہ۔ مگر اس نئی بدعت میں بھی پرانی ہی لکیر کے فقیر رہے ہیں۔ اور رسول اللہ پر ہاتھ بھی صاف کر دیا ہے۔ اور نہایت لغو معنی بیان کئے ہیں۔ سچ ہے۔ ایک دروغ کے لئے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ مگر پھر بھی کچھ نہیں بنتا۔ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ کے وقت میں اور ان کے انتقال کے وقت اسلام میں ضعف تھا۔ اور بعد رسول اللہ مسلمان مرتد ہو گئے تھے (ہمارے ناظرین اس کو خوب ملحوظ خاطر رکھیں)۔ حضرت ابی بکر نے اپنی شدت وقوت دکھائی۔ اور مدنی مسلمانوں کا خون بہایا۔ اور لڑ کر اسلام کی قوت قائم کی۔ اور اسی سے ان کے مذاق کے موافق کفار کی بڑی بڑی سلطنتیں اسلام کے قبضہ میں آ گئیں۔ پس قیصر وکسریٰ کے خزانے مسلمانوں کے ہاتھ میں آ پڑے۔ اور لوٹ میں فارس کی بعض شاہزادیاں بھی آئیں۔ اور ایک شہزادی کا نکاح امام حسینؑ سے حضرت عمر نے کرایا۔ آیت کے معنی ختم ہو گئے۔ خلفاء کی خلافت حق ثابت ہو گئی۔ اور اسلام کا ضعف وقوت وعبادت سب حضرت ابی بکر میں مدغم ہو کر آیت صادق آ گئی۔

خدا رسولؐ کی تعلیم وتربیت اور اثر تعلیم وتربیت کا ان کے متبعین صادقین میں ذکر کرتے ہوئے ان کے اوصاف بیان کرتا ہے۔ کہ جو رسول اللہ کے ساتھ ہیں۔ رسول اللہ کی معیت انہیں حاصل ہے۔ ان کے یہ اوصاف اربعہ ہیں۔ یہ کہاں فرماتا ہے۔ کہ رسول اللہ کے زمانے میں اور ان کے انتقال کے وقت اسلام ضعیف ہوگا۔ اور پھر حضرت ابی بکر کے ساتھ یہ مل کر اس کو قوت دے دیں گے؟ کیا تعلق اس مضمون کو اس آیت سے کیا نسبت۔ معیت رسول اللہ اور اسوۂ حسنہ محمدی کو قیصر وکسریٰ کے خزائن اور لوٹ کی لونڈیوں سے؟ کیا رحماء بینھم کے یہ معنی ہیں کہ اہل مدینہ قتل کر دیئے جائیں۔ اور بے گناہ آگ میں جلائے جائیں۔ جو نماز پڑھتے ہوں۔ اور روزہ رکھتے ہوں۔ صرف حضرت ابی بکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہوں۔ کیا تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا " (تم ان صحابہ کو رکوع سجدہ ہی میں دیکھو گے) کے یہ معنی ہیں۔ کہ قیصر وکسریٰ کے خزانوں سے مالا مال ہو کر جب دنیا سے ان کے دل ان کے گھروں اور ان کی جیبوں کی طرح پر ہو جائیں گے۔ یہ سب کچھ ہوا۔ کہ حضرت ابی بکر نے مسلمانان مدینہ کو قتل بھی کیا۔ اور ان کی صوم وصلوٰۃ کو قبول نہ کیا۔ کسی صحابی کا مشورہ نہ مانا۔ یہ بھی صحیح ہے۔ کہ ان حضرات کے زمانے میں فتوحات ہوئیں۔ مسلمان مال و دولت میں بڑھے۔ اور کافی خونریزیاں کیں۔ بیشک روم وایران کی سلطنتیں تباہ

ہوئیں۔ مگر اس آیت سے اس کو کیا نسبت ہے۔ اس آیت میں کونسی پیشگوئی اس واقعہ کی طرف۔ یہ معنی تو صرف موجد کے دماغ اسی میں ہیں۔ آیت کے الفاظ میں تو کہیں پتہ نہیں لگتا۔ والمعنی فی بطن الشاعر سے ہمیں بحث نہیں خیر ہمیں اس سے بھی مطلب نہیں۔ کہ کوئی کیا کہتا ہے۔ کیونکہ ہماری کتاب مناظرہ کی کتاب نہیں ہے۔ یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ جو آیت کے معنی کرتے ہوئے آپڑا۔ ورنہ ہمارا مقصد تو اتنا ہی ہے کہ حضرات صحابہ کرام کچھ ہوا کریں۔ انہوں نے بہت کچھ کیا ہے۔ کیا کریں۔ مگر اسوۂ حسنہ محمدی کی قابلیت جو علیؑ کو حاصل ہے۔ اور کسی کو نہیں۔ اور جس درجہ کامل و اکمل۔ معیار اتباع رسول و معیت رسول پر علیؑ اترتے ہیں۔ اور اس درجہ پر نہیں اترتے ہیں۔ ہم اسوۂ حسنہ محمدؐی کا کچھ آئندہ بھی ذکر کریں گے۔ یہاں اسی قدر کافی ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورہ ال عمران:۳۱)۔

بدوستی ولی و نبی اساس نہاد	جہان و ہر چہ درد ہست خالق جبار
اگر ذات نبی و ولی بدے مقصود	جہاں بکتم عدم افتےؒ ہچواوّل بار
نوشتہ بردر فردوس کا تبان قضا	نبیؐ رسول و ولی عہد حیدر کرار

بیسویں دلیل

"اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ" (سورہ الاعراف:۱۵۷) نجات اسی کے لئے ہے۔ جو رسول نبیؐ امی کی پیروی کرے۔

خلافِ پیغمبرؐ کے رہ گزید	کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

اور اس کو ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں۔ اور اس میں کسی مسلمان کو اختلاف بھی نہیں ہوسکتا۔ صرف دیکھنا یہ ہے۔ کہ بعد رسولؐ اللہ کسی کی پیروی کی ضرورت ہے یا نہیں۔ کسی کا اتباع واجب ہے یا نہیں۔ کسی کی اطاعت فرض ہے یا نہیں؟ اور یہ سب کچھ بھی ثابت کر دیا گیا ہے۔ ضرور ہے۔ اور اس کو بھی ثابت کر دیا گیا۔ کہ کس کی ہے۔ اس آیت میں بھی خدا اس کی تصریح فرماتا ہے۔ بلکہ یہ واضح کرتا ہے۔ کہ صرف رسول کی پیروی کافی نہیں ہے۔ بلکہ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ (سورہ الاعراف:۱۵۷) نجات ان کے لئے ہے جو رسولؐ نبی امی کی پیروی کرتے ہیں......اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں۔ جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ رسول اللہ کی پیروی کا تو سب مسلمان دعوے کرتے ہیں۔ اور ان کے لائے ہوئے قرآن پر بھی عمل کرنے کے مدعی ہیں۔ لیکن وہ نور کون ہے۔ جو رسول اللہ کے ساتھ ساتھ نازل ہوا ہے۔ اور اس کو معیت تامہ کاملہ ہر حال اور ہر زمان و مکان میں رسول اللہ کے ساتھ حاصل ہے۔ کیا وہ نور سوائے نور علیؑ و نور اہل بیت نبی کوئی اور ہوسکتا ہے؟ کیا امت محمدی میں نور اللہ و نور رسول اللہ کوئی اور بھی ہے۔ بالکل محقق و مسلم ہے۔ کہ علیؑ نور محمدی ہے۔ نور محمدؐی کا ٹکڑا ہے۔ اور ہم معیت علیؑ کو دکھلا چکے ہیں۔ حصہ دوم میں بھی مفصل ثابت کر چکے ہیں۔ پس بنص الٰہی رسولؐ اللہ کے ساتھ اس نور پر بھی ایمان لانا اور رسول اللہ

کی جگہ اس کی پیروی کرنا فرض ہے۔ اور چونکہ بعد رسول اللہ صرف خلیفہ رسول ہی کی پیروی فرض ہے۔ لہٰذا بعد رسولؐ اللہ خلیفہ برحق رسول جس کی پیروی بنص قرآنی مسلمانوں پر فرض ہے۔ وہ نور ہے۔ جو رسول اللہؐ کے ساتھ ساتھ نازل ہوا ہے۔ اور خود "نُورٌ عَلَىٰ نُورٍ" (سورہ النور:۳۵) اور وہ علی اور اولاد علی ہیں۔ جو نور محمدی ہیں۔ پس وہی جانشین رسول ہیں۔

مزید توضیح

اس آیہ امی میں نبی امی کے ساتھ اس نور کی پیروی کا حکم ہے۔ جو اس کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ "وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِيَ أُنزِلَ مَعَهُ" (سورہ الاعراف:۱۵۷) بعض مفسرین کا یہ خیال ہے۔ کہ اس نور سے مراد قرآن ہے۔ اور رسول اللہؐ کے ساتھ قرآن کی پیروی بھی ضروری ہے۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ قرآن کی پیروی سب پر فرض ہے۔ اس سے کسی کو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن شکل یہ ہے۔ کہ اس صورت میں قرآن اور رسول بالکل دو جدا جدا چیزیں ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ قرآن سینہ رسول میں ہے۔ قرآن باطن رسول ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہؐ کی پیروی سے مراد حدیث رسول کی پیروی ہے۔ اور قرآن کی پیروی سے مراد نصوص آیات کی پیروی ہے۔ لیکن آیت بتلا رہی ہے۔ کہ اصل اتباع اتباع رسول ہے۔ اور وہ اوّل اور مقدم ہے۔ اور اس کے بعد اس نور کی پیروی ہے۔ جو اس کے ساتھ نازل ہوا۔ تاویل بالا کی صورت میں صاف لازم آتا ہے۔ کہ حدیث نبوی اصل اور قرآن فرع ہو۔ حدیث مقدم ہو۔ اور قرآن مؤخر ہو۔ اور یہ خلاف ہے۔ کل اہل اسلام کے نزدیک قرآن مقدم ہے۔ حدیث سے۔ نہ بالعکس۔ علاوہ ازیں اس نور کا وصف "اُنزِلَ مَعَہٗ" وہ نور ہے۔ جو رسول کی معیت میں اترا ہے۔ یہ وصف بظاہر قرآن پر صادق نہیں آتا۔ کیونکہ حقیقت قرآن نہ الفاظ ہیں۔ نہ نقوش و خطوط اور نہ تصورات ذہنیہ۔ بلکہ حقیقت قرآن حقیقت نوریہ ہے۔ روح نورانی محمدی عین قرآن ہے۔ ہم باب اوّل میں اس حقیقت کو ثابت کر چکے ہیں۔ اور تعلیم قرآن اوّل خلقت میں ہوئی "اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ○ خَلَقَ الْاِنسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○" (سورہ الرحمٰن:۱تا۴) تعلیم قرآن خلقت انسان سے مقدم ہے۔ اور تنزیل قرآن مفسرین کے نزدیک اس وقت ہے۔ جبکہ آپ کا سن عالم جسمانی زمانی میں چالیس سال کو پہنچ گیا ہے۔ پس قرآن کے لئے "انزل معه" (اس کے ساتھ نازل کیا گیا) کیونکر صادق آئے گا؟ پھر تعلیم قرآن بلا واسطہ من جانب اللہ ہے۔ "انك لتلقى القرآن من لدن عليم حكيم"۔ اور نزول قرآن بواسطہ حضرت جبرئیلؑ ہے۔ "نزل به الروح الامين على قلبك فانه نزل على قلبك باذن الله"۔ پس اس صورت میں بھی مقام تنزیل کے لئے معیت نزول صادق نہیں آتی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے۔ اور نہایت غور طلب ہے۔ کہ رسول اللہ بذریعہ قرآن ہدایت خلق کے لئے آئے ہیں۔ اور قرآن کا یہ معجزہ ہے۔ اور یہی اس کی حقانیت کی دلیل بھی ہے۔ کہ اس میں اختلاف نہیں ہے۔ پس ان کے ماننے والوں میں اختلاف نہ ہونا چاہیئے۔ مگر مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔ وہی مسلمان جو رسول اللہؐ پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کو مانتے اور عمل کرتے ہیں۔ سخت ترین اختلافات میں مبتلا ہیں۔ سب قرآن کو مانتے ہیں۔ مگر مختلف ہیں۔ ہدایت پر نہیں ہیں۔ بہتر فرقے ناری میں

اور ایک فرقہ ناجی ہے۔اس سے بالہدایت ثابت ہے۔ کہ مسلمان کسی ایک چیز کو نہیں مانتے۔ جو ان کو ماننی چاہئے۔ اور وہ بحکم آیہ مصدرہ نہیں ہے۔ مگر وہ نور جو رسول اللہؐ کے ساتھ نازل کیا ہے۔ کل مسلمان قرآن کی پیروی کر رہے ہیں۔ رسول اللہؐ کی پیروی کر رہے ہیں۔ اس نور کی پیروی نہیں کر رہے۔ جس کی پیروی کا اتباع رسول کے ساتھ حکم دیا گیا ہے۔ پس یہ نور ہرگز قرآن نہیں ہے۔ ورنہ اختلاف نہ ہوتا۔ بہتر فرق اسلام قرآن کے ماننے والے ناری نہ ہوتے ایک رکن کے اتباع کو چھوڑا ہوا ہے۔ اس لئے اختلاف ہے۔ اس لئے رسول اور قرآن کے ماننے والے بھی ناری ہیں۔ اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اس اتباع رسول اور قرآن میں تو کل فرق اسلامی متفق ہیں۔ کل تہتر فرقے مساوی ہیں۔ اختلاف اس نور کی اتباع میں ہے۔ تہتر فرقوں میں ایک فرقہ امامیہ ایسا ہے۔ جو اس اتباع رسولؐ و قرآن کے ساتھ اتباع امامؑ کا بھی قائل ہے۔ اور امامت اس کے نزدیک اصول دین میں داخل ہے۔ پس بہتر فرقے مشترک ہیں۔ اور ایک جدا۔ بہتر فرقے علیؑ کی اطاعت کے منکر ہیں۔ اور ایک اثنا عشری قائل۔ بہتر کا حکم ایک جیسا ہوگا۔ اور اس ایک کا جدا۔ لہٰذا بہتر سے جدا ہو کر نجات اسی کے لئے ہوئی۔ اس سے اس نور کے معنی معلوم ہونے کے ساتھ کہ وہ قرآن نہیں ہے اس کی تشخیص بھی ہوگئی۔ کہ وہ علی ہی ہے۔ پس اتباع رسول اللہؐ کے بعد اتباع علیؑ بحکم آیہ مجیدہ الٰہی فرض ہے۔ اگر اس کا اتباع بھی کیا جائے۔ تو کل اہل اسلام کے لئے نجات حاصل ہو۔ اور اختلاف رفع ہو جائے۔ "وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِيَ أُنزِلَ مَعَهُ" (سورہ الاعراف: ۱۵۷)۔

اگر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ اس نور سے مراد تو نور قرآن ہی ہے۔ مگر اختلاف اس کے ماننے والوں میں اس کے معنی سمجھنے میں ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے مطلب کے معنی لے لیتا ہے۔ بیشک یہ صحیح ہے۔ اور ہم مانتے ہیں۔ بلکہ ثابت کر آئے ہیں۔ لیکن یہ خیال ایک عالم علم لدنی مبین قرآن کی معیت کو قرآن کے ساتھ ثابت کرنا ہے۔ کہ کوئی شخص ہمیشہ ایسا ہو۔ جو حقیقی معنی قرآن بیان کر کے اختلاف مٹاتا رہے۔ لہٰذا اس تاویل سے بھی ہمارا ہی مقصود ثابت ہے۔ یعنی قرآن کے ساتھ ایک ایک مبین قرآن کا اتباع ضرور ہے۔ ورنہ رفع اختلاف ناممکن۔ جیسا کہ بالتفصیل ثابت ہو چکا ہے۔

نکتہ: "وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِيَ أُنزِلَ مَعَهُ" (سورہ الاعراف: ۱۵۷) سے یہ ثابت ہوا۔ کہ اس سے وہ نور مراد ہے۔ جس کو رسول اللہؐ سے معیت خلق ونزول فی العالم الجسمانی حاصل ہے۔ اور وہ نور علیؑ سے اور نور علیؑ و اولادِ علی ایک ہی ہے۔ پس یہ بہت سے نور ہو گئے۔ اور یہاں سے "وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ" (سورہ الفتح: ۲۹) کے معنی کی اور توضیح ہوگئی۔ کہ یہ علیؑ اور اولادِ علیؑ ہی ہیں۔ اور یہ وہ رسول اللہؐ کے نمونے اور اسوۂ حسنہ کے مصداق ہیں۔ جن کا اتباع کل دوسرے مسلمانوں پر فرض ہے پس یہ آیت "مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ" (سورہ الفتح: ۲۹) آئمہ اہل البیت انوار محمدی کی پیروی اور ان کی اطاعت پر وال ہے۔ نہ خلفاء واربعہ کی خلافت پر۔ فتد بر فیہ۔

اکیسویں دلیل

"فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ○ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ○ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ○" (سورہ الزمر:۳۲ تا ۳۴) اس سے بڑھ کر ظالم و گنہگار کون ہے۔ جس نے خدا پر جھوٹ بولا۔ اور جھوٹا دعویٰ کیا۔ اور حق و صدق کی تکذیب کی۔ جب اس کے پاس آیا۔ کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے؟ (کیوں نہیں ضرور ہے)۔ اور وہ جو صدق کو لے کر آیا۔ اور جس نے صدق کی تصدیق کی۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جو دراصل متقی ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہ ہے۔ جو کچھ وہ چاہیں۔ اور یہ نیکوکاروں کی جزا ہے۔ جو شخص خدا پر جھوٹ بولے۔ خدا نے اس کو مقرر نہیں کیا ہے۔ اور وہ دعوے کرے۔ کہ مجھ کو خدا نے مقرر کیا ہے۔ یا ایک فتویٰ دے۔ اور کہے۔ کہ یہی خدا کا حکم ہے۔' ور وہ دراصل خدا کا حکم نہیں ہے۔ اور جو شخص سچائی کی قدر نہ کرے۔ سچ اور سچے کی تکذیب کرے۔ وہ سب سے بڑھ کر ظالم و کافر ہے۔ جو شخص سچائی کو لائے۔ حق لے کر آئے۔ اور جو شخص اس کی تصدیق کرے۔ وہ متقی ہے۔ وہ چاہے۔ خدا اسے دے گا۔ اور یہی ایسے نیکوکاروں کی جزاء ہے۔ اس میں تو کوئی شبہ کرنے کی جگہ ہی نہیں ہے۔ کہ پیغمبر صادق امین حق و صدق کو لانے والے ہیں۔ "هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ" (سورہ التوبۃ:۳۳) اور ان کے اوّل المتقین و محسنین ہونے میں بھی کسی کو شبہ نہیں۔ اور ان کے بعد جو شخص ان کی تصدیق دل سے اور قولاً و فعلاً کرنے والا ہو۔ وہ ان متقین میں سے ہے۔ اور جو شخص اس میں جتنا کامل ہو گا۔ اتنا ہی متقی تر۔ اور رسول متقی سے قریب تر۔ اور جو شخص اس میں سبقت کرے گا۔ وہ سب سے مقدم۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ "وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ○ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ○" (سورہ الواقعہ:۱۰،۱۱) سابقین سب سے مقرب ہیں۔ پس تقدم۔ تصدیق سب سے مقدم ہے۔ جو شخص رسول اللہ کی اس وقت تصدیق کرے۔ وہ اس صادقؑ کے ساتھ ہے۔ اور وہ جو چاہے۔ خدا سے لے سکتا ہے۔ جو مانگے۔ اُسے مل سکتا ہے۔ جو دعا کرے قبول ہو سکتی ہے۔ یہ صرف آخرت ہی سے متعلق نہیں دنیا سے بھی ہے۔ یہاں بھی جو چاہے۔ ملے گا۔ جملہ موصولہ اسی کو مقتضی ہے۔ اسی عمومیت و اطلاق کو چاہتا ہے۔ لیکن مقام تصدیق میں یہ ضروری ہے۔ کہ عالم کی تصدیق اور جاہل کی تصدیق میں فرق ہوتا ہے۔ اوّل تو کسی کی واقعی تصدیق وہی شخص کر سکتا ہے۔ جو اس شے کا عالم ہو۔ جس کا وہ مدعی ہو کر آیا ہے۔ جس کی تصدیق کرنی ہے۔ ایک حکیم کی تصدیق حکیم ہی کر سکتا ہے۔ کہ ہاں یہ حکیم ہے۔ ایک طبیب کی طبیب کر سکتا ہے۔ ایک فلاسفر کی فلاسفر کر سکتا ہے۔ ایک صناع کی صناع کر سکتا ہے۔ اگر ایک فلسفی کی تصدیق علم فلسفہ سے جاہل کرے۔ تو یہ تصدیق نہیں بلکہ مزاح ہے یا حماقت وعلیٰ ہذا القیاس ۔

صائب دو چیز می شکند قدر شعر را
تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس

بے معرفت ناشناس لاعلم جاہل کی تصدیق ہی نہیں ہے۔ دوسرے ایسے کی تصدیق سند و حجت نہیں ہو سکتی۔

دوسروں پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوگا اور کوئی اس کی تصدیق کی تصدیق نہ کرے گا۔ یہ فطری اصول ہیں۔ اور ہر قوم و ملت میں موجود ہیں۔ ہر روز مشاہدے میں آتے ہیں۔ اور ایک ایک علم اور ایک ایک فن کی نسبت یہ ہے۔ کہ اس علم اور اس فن کا آدمی ہی ان کا مصدق ہو سکتا ہے۔ پس جو وجود مجمع علوم اور کل اسرار اللہ کا خزانہ ہو کر کل انبیاء و مرسلین و غیر مرسلین کے کمالات کا جامع ہو۔ اور افضل المرسلین و خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ کرے۔ اس کی تصدیق کون کرے گا؟ اور کس کی تصدیق اس ذات کی واقعی تصدیق سمجھی جائے گی؟ کون ہے؟ جو اسی وقت اس ذات مجمع اوصاف و کمالات و مظہر تام ذات مسجع جمیع صفات کی تصدیق کرے۔ جبکہ وہ کھڑا ہو کر اوّل اوّل دعویٰ کرے۔ کہ میں پیغمبر خدا ہو کر آیا ہوں۔ اور تمہیں اس کی دعوت دیتا ہوں۔ درآنحالیکہ ایک مدت عمر تک انہی لوگوں میں بڑھا پلا ہو۔ اور رات دن اس کو دیکھتے رہے ہوں۔ اور جانتے ہوں۔ کہ اس نے کہیں تعلیم بھی نہیں پائی ہے۔ کیا کوئی اس مجمع کفار و مشرکین میں ہے۔ جو اس دعوئے محمدی کی تصدیق کرے اور تصدیق سند ہو سکے۔ لوگ اس کو وقعت کی نگاہ سے دیکھ سکیں؟ ہرگز نہیں۔ جو صدیوں سے توحید و دین سے عاری ہیں۔ علوم و فنون سے جاہل ہیں۔ وہ کیونکر تصدیق کر سکتے ہیں۔ کہ بیشک یہ پیغمبر ہی ہے۔ اور خدا کا فرستادہ ہے۔ یہ اپنے اندر خدائی علوم رکھتا ہے۔ اسکی تصدیق وہ کر سکتا ہے۔ جو علم نبوت سے واقف ہو۔ اسرار نبوت کا عالم ہو۔ اور ذات محمدی کو پہچانتا ہو۔ اور دراصل ایسا ہی ہے۔ جب دعوت ذوالعشیرہ کا وقت آیا۔ رسول خدا کو حکم ہوا۔ کہ سب سے پہلے اپنی قریبیوں کو دعوت دو۔ "وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" (سورہ الشعراء: ۲۱۴) قریش کو جمع کر کے آپ نے اعلان نبوت کیا...... اور خدا کا پیغام پہنچایا...... تو سب خاموش اور حیران تھے...... دَم سادھے ہوئے تھے۔ صرف ایک سب سے کم عمر لڑکا ہی تھا۔ جو تینوں مرتبہ اُٹھا۔ اور کہا۔ میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور آپ کے ساتھ اس کار خیر میں شریک ہوں۔ اور آپ نے فرمایا۔ تو ہی میرا بھائی میرا وزیر اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے (تفصیل حصہ اوّل و دوم میں ملاحظہ ہو)۔ ایشیائی اور یوروپین مؤرخ دونوں اس واقعہ کی تصدیق کر رہے ہیں۔ گبن و کارلائل اس کو لکھ رہے ہے۔ کہ اوّل اوّل تصدیق علیؑ ہی نے کی۔ اور انہی کو حضرت نے فرمایا۔ کہ تم میرے بھائی میرے وزیر اور میرے خلیفہ ہو۔ لوگوں سے کہا۔ کہ اس کی سنو۔ اور اس کی اطاعت کرو۔ اور معترضین نے حضرت ابو طالبؑ سے مزاح کیا۔ کہ تمہارے بیٹے کی اطاعت کا حکم تم کو دیا ہے۔ تاریخ سے یہ واقعہ کبھی مٹ نہیں سکتا۔ اگرچہ بعض وہ مؤرخین جنہوں نے تاریخ کے رنگ میں مناظرہ لکھا ہے۔ اس کو صاف اُڑا جائیں۔ مگر دنیا سے ان تاریخوں کو نہیں مٹا سکتے۔ جو دنیا کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ مصنف "خلافت محمدیہ" نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ یہ واقعہ ہے۔ اور ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ علیؑ ہی سب سے اوّل تصدیق رسالت کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہ عالم تھے۔ ماں کے پیٹ سے عالم پیدا ہوئے تھے۔ صاحب علم لدنی تھے۔ صاحب الہام تھے۔ نورِ محمدیؐ تھے۔ نفس رسولؐ تھے۔ جزو پیغمبری تھے۔ وہ ہر زمان و مکان میں محمدؐ کے ساتھ تھے۔ وہ جانتے تھے۔ اور پہچانتے تھے۔ کہ رسول اللہؐ کیا ہیں؟ محمدؐ کون ہیں؟ اور ان میں کیا ہے؟ عالم کی تصدیق عالم ہی کیا کرتا ہے۔ اور نبی کی تصدیق نبی کرتا ہے۔ یا علم نبوت کا عالم کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم خلیلؑ نبی و

رسول وامام تھے۔ ان کے مصداق حضرت لوطؑ ہیں۔ قرآن میں ذکر ہے۔ "وَاٰمَنَ مَعَهٗ لُوْطٌ" اور لوطؑ حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لائے۔ یعنی لوطؑ نے ابراہیمؑ کی نبوت ورسالت کی تصدیق کی۔ کیونکہ وہ عالم نبوت تھے۔ اور واقعی یہ ایسا ہی مقام ہے۔ کہ یا نبی یہاں کھڑا ہوسکتا ہے یا وہ۔ جس میں صلاحیت نبوت ہو۔ یعنی وصی نبی خلیفہ نبی۔ جناب قطب الاقطاب سید علی ہمدانیؒ لکھتے ہیں۔ کہ انس بن مالک صحابی روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خدا نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء سے برگزیدہ بنایا۔ میرے لئے ایک وصی انتخاب واختیار کیا۔ پس میرے ابن عم وصی کو میرا وصی بنایا۔ اور اس سے میرے بازو کو قوی کیا۔ جس طرح کہ موسیٰؑ کے بازو کو ان کے بھائی ہارون سے قوی کیا۔ " وَهُوَ خَلِيْفَتِيْ وَوَزِيْرِيْ وَلَوْ كَانَ بَعْدَ النُّبُوَّةِ لَكَانَ نَبِيًّا" پس وہی میرے بعد میرا خلیفہ اور وزیر ہے۔ اور اگر میرے بعد نبوت ہوتی۔ تو وہ (مثل ہارون) نبی بھی ہوتا۔ اس مضمون کی روایات بہت ہیں۔ جو وال ہیں۔ کہ علیؑ میں مرتبہ صلوح نبوت تھا۔ اور اس کی دلیل ان کا عالم علم لدنی ہونا اور ماں کے پیٹ سے قرآن کی تلاوت کرتے پیدا ہونا ہے۔ پس اوّل مصدق رسول اللہ حضرت علیؑ ہی ہوسکتے تھے۔ اور وہی ہیں۔ اور تصدیق کے معنی ہی ایمان ہیں۔ علیؑ دنیا میں اوّل مصدق نبوت واوّل من آمن محمد ہیں۔ اور انہی کی تصدیق کافی ہے۔ اگر اور کوئی بھی اس وقت مصدق نہ ہو۔ تو کوئی ہرج نہیں۔ اسی کو خداوند عالم نے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ "قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ" (سورہ الرعد: ۴۳) اے پیغمبرؐ! ان لوگوں سے کہہ دو۔ کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ اور شہید واقعہ اللہ کافی ہے۔ جس نے مجھے ان کمالات کا بنا کر بھیجا ہے اور وہ جس کے پاس علم الکتاب ہے۔ اور علیؑ کا عالم علم الکتاب ہونا بدلائل کثیرہ ثابت ہو چکا ہے۔ پس ان کا خدا کے ساتھ شاہد نبوت ہونا مسلم ہے۔ " وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ" (سورہ الرعد: ۴۳) کا عالم یہودیوں کو بنانا بے دینی ہے۔ "الکتاب" صاف بلا قید آنا۔ اور قرائن اس کے خلاف نہ ہوں۔ تو اس سے مراد قرآن ہی ہوا کرتی ہے۔ اور اصل الکتاب وہی ہے۔ وَذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (سورہ بقرہ: ۲) اور جہاں الرسول آئے۔ اس سے آنحضرتؐ ہی مراد ہوتے ہیں۔ اور اس کی تصدیق کہ علی شاہد ومصدق نبوت ہے۔ اور بھی ہے۔ " اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ" (سورہ ھود: ۱۷) کیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے بینہ لے کر آیا ہو۔ اور حجۃ باہرہ رکھتا ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کا گواہ بھی جو اسی میں سے ہو پیچھے آجائے (اس کی نبوت کا انکار ہوسکتا ہے؟) شَاهِدٌ مِّنْهُ میں ایک عجیب لطیف اشارہ ہے۔ کیونکہ منہ کی ضمیر کا مرجع یا رب ہوسکتا ہے۔ یا "من" (رسولؐ)۔ تو معنی "شَاهِدٌ مِّنْهُ" کے یہ ہوئے۔ کہ وہ شاہد بھی اسی رب کی طرف سے ہے۔ یا شاہد اسی رسول میں سے ہے۔ اور اس کا ایک جزو ہے۔ ہر حال میں یہ شاہد وشہید ومصدق نبوت محمدی علیؑ ہی ثابت ہوتے ہیں۔ اور ان کے بعد کا درجہ رکھتے ہیں۔ من اللہ شاہد وہی ہیں۔ من الرسول شاہد وہی ہیں۔ خود اسی نبی کا ٹکڑا ہیں۔ گویا یہ شاہد خود نبی ہی میں سے ہیں۔ اور ضرور ہے۔ گویا نہیں فی الحقیقت ہے۔ اور روایات موجود ہیں۔ کہ یہ آیت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جس طرح "قُلْ كَفٰى" (سورہ الرعد: ۴۳) والی آیت دیکھئے۔ ینابیع المودۃ ومودۃ القربیٰ وغیرہما۔ (ابن ابی حاتم۔ ابو

نعیم۔ابن عساکر۔ابن مردو بھی اس کے قائل ہیں۔اور تفسیر درمنثور جلالالدین سیوطیؒ ملاحظہ ہو۔) یہاں سے ثابت ہوا۔کہ علیؑ اوّل المومنین اور اوّل المسلمین ہیں۔اور اوّل المومنین اس لئے تو وہ ہیں ہی۔کہ نفس رسول اللہؐ ہیں۔اور عالم نورانی روحانی میں کل مخلوقات سے پہلے اسلام لانے والے اور خدا کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ یہاں اوّل المسلمین اس لئے بھی ہیں۔کہ ہر بچہ اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے۔اور ماں باپ اس کو اپنا مذہب سکھا کر کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔خواہ یہودی یا نصاریٰ یا مسلمان۔اور سن بلوغ تک بچہ فطرت اسلامیہ پر کہلاتا ہے۔قرآن یہی کہتا ہے۔کہ ہر بچہ فطرت دین پر پیدا ہوتا ہے۔اور دین فطرت انسان میں ہے۔اور تعلیم اور صحبت ہی اس کو بے دین بناتی ہے۔یا تقلید دین فطری سے ہٹاتی ہے۔علیؑ اسی اصول کی رو سے اسلام پر پیدا ہوئے ہیں۔اور فطری دین پر ہیں۔اسی صغرسنی میں حضرت رسول اوّل المسلمین کی تربیت میں آگئے ہیں۔انہیں کی صحبت میں رہتے ہیں۔ تعلیم۔تربیت اور صحبت اگر کسی کی ہے۔تو نبی کی۔حقیقت ایمان کی۔عین اسلام کی۔اور سن بلوغ ورشد سے پہلے ہی وہ مصدقین نبوت میں داخل ہوتے ہیں۔اور مومنین میں شامل ہیں۔کبھی کفر وشرک کی علیؑ کو ہوا ہی نہیں لگی۔وہ وقت وہ زمانہ وہ موقع پیدا ہی نہیں ہوا۔جس میں علیؑ اسلام سے خارج ہوں۔پھر ان کا اسلام لانا اور نہ لانا کیا معنی رکھتا ہے؟ وہ اوّل المومنین ومصدقین رسول ہیں۔اسلام لانے کی بحث ان کے لئے ہے۔جو پہلے کافر ومشرک تھے۔ان میں سے ممکن ہے۔کہ حضرت ابی بکر اول ہوں۔یعنی بوڑھوں میں۔اس سے ہمارا کوئی نقصان نہیں۔مگر علیؑ تو اس امت مسلمہ سے ہیں۔جن میں کا ایک فرد رسول اللہؐ ہیں۔اور جس کے لئے حضرت خلیل اللہؑ نے دعا کی تھی۔علیؑ آل رسول وعترت رسول امت مسلمہ۔نور رسول اللہ اہل بیت نبوت رسالت سے ہیں۔ان کے ساتھ کسی کے اسلام لانے اور نہ لانے کا کیا مقابلہ؟ ہاں اصحاب کا اصحاب سے مقابلہ درست ہے۔اور ان میں یعنی مردوں میں حضرت ابی بکر اوّل ہو سکتے ہیں۔گو یہ محل بحث ہے۔مگر ہمیں اس میں بحث نہیں۔اب رہی تصدیق قولی وفعلی۔تو نبوت کی تصدیق قولی سے یہ مراد نہیں۔کہ کوئی کہہ دے کہ رسول اللہ رسول برحق ہیں۔بلکہ نبوت حضرت تا قیامت باقی ہے۔اور مصدق نبوت وہ ہے۔کہ جو دعوی رسول اللہ نے کیا ہے۔اس کو منکر کے لئے ثابت کر سکے۔اور اس طرح نبوت کی تصدیق کرے۔ایک شخص آکر دریافت کرے۔کہ تمہارے رسول نے دعویٰ کیا ہے۔کہ قرآن میں کل علوم وفنون ہیں۔بھلا فلاں علم کہاں ہے۔فلاں مسئلہ کہاں ہے؟ زمین کی خبر پوچھے۔آسمان کی خبر پوچھے۔ گذشتہ کی پوچھے۔آئندہ کی پوچھے۔جو سوال کرے۔اس کا جواب دے۔اور منکر کو لاجواب کردے یا منوا دے۔ کسی سوال کے جواب میں عاجز نہ ہو۔یہ سچا اور واقعی مصدق نبوت خاتم النبیینؐ ہے۔یہ صفت علیؑ ہی میں تھی۔ واقعات بتلاتے ہیں۔کہ علیؑ ہی نے ایسا کیا ہے۔بعد رسول اللہ بہت سے منکرین نبوت آئے ہیں۔اور ایسے ہی سوالات کئے ہیں۔اور زمین وآسمان کی باتیں پوچھی ہیں۔گذشتہ وآئندہ کی خبریں دریافت کی ہیں۔سب کا جواب علیؑ نے دیا ہے۔بلکہ جب کوئی ایسا شخص آتا تھا۔حضرات صحابہ کرام حضرت علیؑ کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے اور اسی طرح تصدیق فعلی بھی حضرت علیؑ ہی نے کی ہے۔اور جو معجزہ نبوت خاتم النبیین ان سے مانگا ہے۔علیؑ نے

دکھایا ہے۔ ہر نبی کا معجزہ دکھایا ہے۔ کیونکر نبی خاتم جامع جمیع کمالات ومعجزات انبیاء تھے۔ اور ختم کے یہی معنی ہیں۔ بعد رسول اللہ اس کی تصدیق فعلی وقولی کرنے والے علیؑ ہی تھے۔ تمام صحابہ کرام ایسی ضرورتوں میں علیؑ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ جس کے سینے میں کتاب اللہ کا علم حقیقی واقعی ہوگا۔ اس کی یہی شان ہوگی۔ پس حقیقی مصدق نبوت اور سب سے پہلے مصدق نبوت اول المومنین واکمل المومنین وافضل المومنین بلکہ روز ازل (مودۃ القربیٰ) رسول خدا نے فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہو۔ کہ علیؑ کا نام امیر المومنین کب رکھا ہے۔ تو کبھی اس کی فضیلت کا انکار نہ کریں۔ علیؑ کا نام اس وقت امیر المومنین رکھا گیا جب آدم پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ یعنی جب سے رسول اللہ نبی ہیں۔ اسی وقت سے علی ولی اللہ امیر المومنین ہیں۔ اور اس میں کسی کو شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ممکن ہی نہیں۔ کہ نور محمدی وصف رسالت سے متصف ہو۔ اور علیؑ جو نور محمدی ہیں۔ وہ وصف امامت سے عاری ہوں۔) سے امیر المومنین کہلانے والے علیؑ ہی ہیں۔ "وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ○ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ○" (سورہ الواقعہ: ۱۰، ۱۱) نبوت و نبی سے قریب علیؑ ہی ہیں۔ اور بعد رسول اللہ خلافت کا وعدہ اہل ایمان کے صالحین کے لئے ہے۔ علیؑ اوّل المومنین واوّل الصالحین وصالح المومنین ہیں۔ پس وہی بعد رسول رب العالمین خلیفۃ اللہ وخلیفہ رسول نذیر للعالمین ہیں۔

قلب تو کے شود منور از علوم کبریا	تا نشناسیش یقین مالک ملک انما
مالک انما علی منشی قل کفٰی علیؑ	عالم سرہا علیؑ است زانکہ علیؑ است باصفا
زندہ جاودان علیؑ آمر کن فکان علیؑ	راحت جسم و جاں علیؑ زانکہ علی است ایلیا

بائیسویں دلیل

قال اللہ تبارک وتعالیٰ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ "إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ" (سورہ المنافقون: ۱)۔ جب منافقین تیرے پاس آتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ ہے۔ اور اللہ جانتا ہے۔ کہ بیشک تو اس کا رسول ہے۔ (مگر) اللہ گواہی دیتا ہے۔ کہ منافقین اپنے اس قول میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ وہ تجھے دل سے رسول خدا نہیں سمجھتے ہیں۔ صرف زبان سے ایسا کہتے ہیں۔ ان کا یہ ادعا غلط ہے۔ تاریخ اسلام شاہد ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے جس وقت انتقال فرمایا۔ تین قسم کے اشخاص اپنے بعد چھوڑے۔ ایک وہ لوگ جو کھلم کھلا اسلام کے خلاف تھے۔ یعنی کفار ومشرکین۔ اور ایک وہ لوگ جو صادق الاسلام مخلص الایمان تھے۔ اور ایک وہ لوگ جو کاذب الاسلام تھے۔ یعنی منافقین۔ اور اس کو سند کہ سارے اہل اسلام کامل الایقان وصادق الاسلام ومخلص الایمان نہ تھے۔ اوّل یہ ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ "مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ" (سورہ الاحزاب: ۲۳) ومنین میں سے کچھ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اس عہد کو سچ کر دکھایا۔ جو انہوں نے خدا سے کیا تھا۔ دین واسلام عہد الٰہی ہی کا نام ہے۔ خود وہ عہد الست ہو یا عہد بیعت وطاعت رسولؐ ہو۔ اور مومنین کاملین کی یہی صفت ہے۔ کہ جب بھی وہ کوئی عہد کریں۔ اس کو پورا کریں۔ "وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا" (سورہ بقرہ: ۱۷۷) لیکن سارے اہل اسلام ایسے نہیں

ہیں۔ یہی آیت خود بتلا رہی ہے۔ خداوند عالم جہاد سے فرار کرنے والوں کا سورۂ احزاب میں ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ "وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا" (سورہ الاحزاب: ۱۵)۔ اور حالانکہ انہوں نے پہلے یہ خدا کے رسول کے ہاتھ پر عہد کیا تھا۔ کہ وہ میدان سے پشت نہ پھرائیں گے (مگر بھاگ گئے)۔ اور عہد خدا کی ضرور باز پرس ہے۔ یہ ضرور نقص ایمان ہے۔ اسی واسطے خدا فرماتا ہے۔ کہ مومنین میں سے بھی تھوڑے لوگ ہیں۔ جو عہد الٰہی میں پورے اترتے ہیں۔ "فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا" (سورہ الاحزاب: ۲۳)۔ بعض ان میں سے اپنی اجل پوری کر چکے۔ اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ بعض منتظر ہیں۔ اور انہوں نے کوئی تبدیلی عہد و ایمان میں نہیں کی۔ جس سے عہد الٰہی میں کچھ تغیر واقع ہو گیا۔ وہ کمال ایمان کے درجہ اور صداقت سے گر گیا۔ دوم خدا فرماتا ہے۔ "مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ" (سورہ ال عمران: ۱۵۲) یہ لوگ جو جہاد کو جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو محض خوشنودی خدا کے لئے جاتے ہیں۔ اور بعض دنیا کی طلب میں جاتے ہیں۔ اور مال غنیمت کی طمع انہیں لیے جاتی ہے۔ یہ ناقص الایمان لوگ ہیں۔ صادقین نہیں ہیں۔ سوم خدا فرماتا ہے اور مسلمانوں کے آخری نتیجہ کا پتہ دیتا ہے۔ "اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا" (سورہ مریم: ۷۱، ۷۲) تم مسلمانوں میں سے ہر ایک شخص کنارۂ جہنم پر ضرور حاضر و وارد ہو گا۔ یہ خدا کی قضائے حتمی ہے۔ جو بدل نہیں سکتی ہے۔ پھر وہاں سے ہم صرف اہل تقویٰ کو نجات دیں گے۔ اور گنہگاروں کو اسی میں پڑا چھوڑ دیں گے۔ نجات اہل تقویٰ ہی کے لئے ہے۔ اور سارے مسلمان اہل تقویٰ نہیں تھے اور نہیں ہیں۔ اس کی تصدیق اس حدیث مشہور و معروف سے بھی ہوتی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے "میرے بعد میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے" جو سوائے ایک فرقہ کے کل کے کل ناری ہیں۔ پس سارے اہل اسلام متقی، مخلص الایمان، صادق الاسلام نہیں تھے اور نہیں ہیں۔ اس آیت میں خدا ان کے آخری نتیجہ کی خبر دے رہا ہے۔ کہ صرف ایک فرقہ متقی نجات پائے گا۔ اور باقی جہنم میں جائیں گے۔ حدیث نبوی بالکل آیت کے مطابق ہے۔ اور بیشک "مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" کی یہی شان ہے۔ چہارم خدا فرماتا ہے۔ "اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ۚ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ" (سورہ ال عمران: ۱۴۴) کیا اگر پیغمبر مر جائے۔ یا قتل کر دیا جائے۔ تو تم ایڑیوں کے بل پیچھے کو لوٹ جاؤ گے؟ اور جو ایسا کرے۔ وہ خدا کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اور ہم ان کو جو ایسا نہ کریں گے۔ اور شاکرین رہیں گے ضرور جزا دیں گے۔ یہ آیت بھی اہل اسلام کی خبر دے رہی ہے۔ کہ سب صادق الاسلام نہیں تھے۔ کیونکہ اگر وہ کامل الایمان و صادق الاسلام ہوتے۔ تو ان کے انقلاب کی توقع بیجا ہے۔ کیا کسی کامل الایمان کو خدا فرما سکتا ہے۔ کہ کیا تم بے ایمان ہو جاؤ گے؟ کیا تم دین سے پھر جاؤ گے؟ یہ جب ہی فرما سکتا ہے جب ان میں یہ احتمال ہو۔ اور جب ان سے یہ توقع ہو۔ ضرور اہل اسلام میں ارتداد و انقلاب کا احتمال تھا۔ بلکہ "سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ" بتلا رہا ہے۔ کہ کچھ ضرور ایسے تھے۔ جو منقلب ہو

گئے۔اور کچھ شاکر رہے۔ ورنہ "سیجزی اللہ الشکرین" کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ حالات اہل اسلام بتلا رہے ہیں۔ کہ اکثر دین سے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹتے جا رہے ہیں۔ گو بظاہر منہ اسلام ہی کی طرف سے اور "اِنقَلَبتُم عَلیٰ اَعقَابِکُم" کا یہی مطلب ہے "نہ کھلم کھلا ارتداد" صاف اسلام سے انکار اور کفر کا اقبال اور اظہار امت محمدی میں کبھی نہیں ہوا۔ ظاہراً مسلمان ہی رہے ہیں۔ باطناً وعملاً دین سے ہٹ گئے ہیں...... یہ حقیقت ہے...... یہ واقعہ ہے...... یہ مشاہدہ ہے...... اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔ پنجم کتب صحاح خصوصاً صحیح بخاری کے باب الفتن میں احادیث موجود ہیں۔ کہ بعض صحابہ حوض کوثر پر جائیں گے۔ اور وہاں سے دھکیل دیئے جائیں گے۔ رسول خداؐ کہیں گے کیوں! یہ تو میرے اصحاب ہیں! جواب ملے گا۔ تمہیں معلوم نہیں۔ کہ انہوں نے تمہارے بعد دین میں کیا کیا احداث کیا۔ کیا کیا بدعتیں ئی ہیں۔ حضرت فرمائیں گے۔ تباہی تباہی ہو میرے ایسے اصحاب کے لئے۔ (دیکھو صحیح بخاری باب الفتن)

یہ بھی اہل اسلام کے آخری نتائج اور انجام کی خبر ہے۔ کہ سارے اہل اسلام ناجی نہیں ہیں۔ صادق الاسلام و مخلص الایمان نہیں ہیں۔ بلکہ سارے صحابہ کرام بھی مخلص الایمان ثابت نہیں ہوتے ہیں۔ یہ حدیث خاص صحابیوں کی آخری حالت اور ان کے انجام کی خبر دے رہی ہے۔ اور بعد رسول اللہؐ دین میں بدعت پیدا کرنے والے منافق ہی ہو سکتے ہیں۔ اور ایسے ہی صحابیوں کو منافق کہہ سکتے ہیں۔ خواہ وہ درباطن یہود ہوں یا نصاریٰ۔ یعنی جو خیال اور اعتقاد ان کا اصلی تھا۔ اسی پر ہوں گے۔ ظاہراً اسلام کا قرار کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی تھے۔ اور اکثر ان میں یہودی تھے۔ انہیں نے دین میں بدعات پیدا کیں۔ اور اہل اسلام کو برباد کیا۔

اس سے "صِحَابَہٗ کُلُّھُم عَدُولٌ" کا مقولہ غلط ثابت ہوا۔ اگر کل عدول ہوتے۔ تو حوض کوثر سے ان کا دھتکار نہ بتلائی جاتی۔ اور اسی سے صحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اہتدیتم بھی باطل ہے۔ کیونکہ جب سب خود ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔ اور ان میں سے بعض کے لئے نجات نہیں ہے۔ تو وہ دوسروں کے لئے کیسے ہادی بن سکتے ہیں۔ ہادی وہ بنے۔ جو سندی و مصدق ہدایت یافتہ صادق الاسلام۔ مخلص الایمان۔ قطعی نجات یافتہ ہو۔ حالانکہ یہ کالنجوم والی تو بات ہی غلط ہے۔ اس کو کوئی مسلمان بھی تسلیم نہیں کرتا ہے۔ اگر اس حدیث کو اہل اسلام تسلیم کریں۔ تو کم سے کم یہ مذہبی بحث مباحثہ کا تو خاتمہ ہو جائے۔ کیونکہ جب صحابہ کل کے کل ہدایت یافتہ ہیں۔ جس نے جس کی اقتدا کر لی۔ وہ ہدایت یافتہ ہے۔ ناجی ہے۔ اور یہاں سے سنی شیعہ اور خلافت کا اختلاف بالکل اُٹھ جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت علیؑ علاوہ اہل بیت نبوت و رسالت میں ہونے کے صحابہ بھی ہیں۔ اور اُدھر حضرت ابی بکر صحابہ میں سے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی بھی صحابی ہیں۔ ابوذر غفاری بھی صحابی ہیں۔ مقداد بھی صحابی ہیں۔ عمار یاسر بھی صحابی ہیں۔ حذیفہ یمانی بھی صحابی ہیں۔ جابر بن عبداللہ الانصاری بھی صحابی ہیں۔ سعد بن عبادہ بھی صحابی ہیں۔ حضرت بنی ہاشم میں سے حضرت عباس۔ حضرت عبداللہ بن عباس حضرت فضل بن عباس وغیرہم صحابہ ہیں۔ اور یہ مسلم ہے۔ کہ جہاں حضرت عمر اور ان کے بعض ہمراہیوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابی بکر کی بیعت کی۔

بہت سے صحابہ نے مثل سلمان فارسی و بوذر غفاری و مقداد و عمارہ حضرت عباس و عبداللہ بن عباس وغیرہم نے حضرت علیؑ کی بیعت کی۔ یہ حضرت علیؑ کو ہر سال میں امام برحق مفترض الطاعۃ جانتے تھے۔ اور اس پر قائم تھے۔ یہ لوگ ہمیشہ حضرت ابی بکر کی بیعت کے منکر رہے۔ کسی حال میں اس حدیث کا ماننے والا ان پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ جنہوں نے حضرت علیؑ کو خلیفہ مانا۔ اور ان کی بیعت کی۔ خود بھی صحابی ہیں۔ اور اوّل اوّل بیعت کرنے والے بھی خود صحابی ہیں۔ جو جس کے ساتھ ہو لیا وہ ناجی ہے۔ علی کے ساتھ ناجی ہیں۔ سب کو کیوں مجبور کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت ابی بکر ہی کو پہلا خلیفہ مانیں۔ کسی نے کسی کو بنا لیا۔ کسی نے کسی کو۔ حدیث میں "بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ" ہے نہ "بِاَحَدِہِمْ اِھْتَدَوْا" اور اس اعتبار سے ہر صحابی کو حق ہے۔ کہ وہ بیعت لے۔ اور دعوے خلافت کرے۔ اور ہادی بنے۔ اس حدیث کے بنانے والے کبھی اعتراض نہیں کر سکتے ہیں۔ ہاں جو لوگ اس کو نہیں مانتے اور خلاف قرآن و احادیث صحاح سمجھتے ہیں۔ وہ اس کے قائلین پر اعتراض کر سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک آیات مذکورۂ قرآنی اور احادیث صحیح بخاری کتاب الفتن کے بالکل خلاف ہے۔ علی الظاہر بھی دیکھا جائے تو اس حدیث کے ماننے سے ایک دین کے ہزاروں دین بنتے ہیں۔ جتنے صحابی ہیں سب کی ٹولی جدا جدا ہو سکتی ہے۔ اگر وہ چاہیں۔ اس حدیث کی رو سے سب حق پر ہوں گے۔ علاوہ ازیں اگر ہر ایک ستارہ کو راہنما بنا لیا جائے۔ تو سچے دین کا راستہ نہ ملے گا۔ کوئی ستارہ کسی طرف ہے اور کوئی کسی طرف۔ کوئی حرکت مستقیمہ رکھتا ہے کوئی حرکت رجعیہ ارتدادیہ۔ کوئی حرکت متحیرہ۔ کیونکہ ہر ایک سے کعبہ اسلام کا سیدھا راستہ معلوم ہوگا؟ اور وہ بھی تاریک راتوں میں اختلاف کے گھنگھور باداں ہیں۔ راہنما ستارے بھی خاص ہی خاص ہیں۔ جو حرکت مستقیمہ منضبطہ رکھتے ہیں۔ اور خاص ایک ہی سمت میں واقع ہیں۔ اور کعبہ الاسلام اور قبلۃ الانام کا صاف پتہ دیتے ہیں۔ ایک ستارہ اگر کبھی غائب ہوتا ہے۔ تو دوسرا اس کی جگہ قائم مقام ہوتا ہے۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے۔ "وَبِالنَّجْمِ ھُمْ یَھْتَدُوْنَ"۔ لوگ (النجم) ایک نجم ہدایت سے ہدایت پاتے ہیں۔ وہ بِالنُّجُوْمِ ہم یَھْتَدُوْنَ نہیں ہے۔ وہ ستارہ جو ہادی ہو سکے۔ ایک وقت میں ایک ہی ہوتا ہے دوسرا اسی کی جگہ آتا ہے۔ وہ سب ایک سمت ایک جہت ایک راہ پر ہوتے ہیں۔ ایک ہی حرکت مستقیمہ رکھتے ہیں۔ اور کوئی ان میں سے گمراہ کرنے والا نہیں ہوتا۔ سب مسلم معیار ہدایت و راہنمائی ہوتے ہیں۔ اور یہ صفت اوّلاً صرف اہل بیت نبوت رسالت ہی کے لئے ہے۔ اور احادیث بکثرت کتب اہل سنت میں موجود ہیں۔ کہ حضرت نے فرمایا۔ " اھل بیتی کالنجوم حماغات نجم طلع نجم " میرے اہل بیت مثل ستاروں کے ہیں۔ ہرگاہ ایک ان میں سے غائب ہوا فوراً دوسرے نے طلوع کیا۔ "اَھْلُ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِاَھْلِ الْاَرْضِ کَمَا اَنَّ النُّجُوْمَ اَمَانٌ لِاَھْلِ السَّمَآءِ" میرے اہل بیت اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ جس طرح کہ ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں۔ یہ وہ ستارے ہیں۔ کہ قیام و قوام وجود ارض و اہل ارض انہی سے ہے۔ اگر ان میں سے کوئی نہ رہے۔ تو زمین منخسف ہو جائے۔ فرماتے ہیں "جب ستارے نہ رہیں گے تو آسمان نہ رہیں گے اور جب میرے اہل بیت زمین سے اُٹھ جائیں گے تو زمین ہی نہ رہے گی" دیکھئے ینابیع المودۃ وغیرہا۔

(متعدد مصنفین و مورخین نے اس کو نقل کیا ہے۔اور ہم رسالہ اہل البیت میں بہت کچھ لکھ آئے ہیں) بہرنہج رسول اللہؐ نے جس وقت اسلام کو چھوڑا ہے۔مسلمان صادقین وکاذبین سے مخلوط تھے۔"وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ "(سورہ التوبتہ:۱۰۱)اوران اعراب میں سے جوتمہارے گروہیں منافقین بھی ہیں۔اور خوداہل مدینہ میں سے ایسے منافقین ہیں۔جونفاق پرسخت اڑے ہوئے ہیں۔اے پیغمبرتم انہیں نہیں جانتے۔کہ وہ کیسے اور کس باطن کے آدمی ہیں۔ہم انہیں خوب جانتے ہیں۔ہم انہیں دومرتبہ عذاب میں گرفتار کریں گے۔اور پھروہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔اور یہ جوکہا جاتا ہے۔کہ منافقین اب چلے گئے تھے۔یا وہ سب مومن ہو گئے تھے۔اور اس آیت کو پیش کرتے ہیں۔"لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ○ مَّلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ○ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ○"(سورہ الاحزاب:۶۰ تا۶۲)۔اگرمنافقین وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے۔اور جومدینہ میں جھوٹی خبریں اُڑایا کرتے ہیں۔اپنی ان شرارتوں سے باز نہ آئے۔تو ہم ان کے خلاف تجھے اُٹھادے گے۔اوران سے جنگ اوران کے قتل پر برانگیختہ کر دے گے۔پھر یہ تیرے پاس نہ رہ سکیں گے۔مگر بہت کم۔لعنت کے مارے جہاں جائیں گے پکڑے جائیں گے۔اورخوب قتل کئے جائیں گے۔یہی سنت الٰہی ہے ان لوگوں میں جوان سے پہلے ہو چکے ہیں۔اور سنت الٰہی کو کوئی بدل نہیں سکتا۔اس سے کوئی استدلال اس مقصد پرنہیں ہوسکتا۔کہ اسلام میں اس حکم کے بعد منافقین کا وجود ہی نہیں رہا تھا۔وہ کونسی تاریخ کونسا موقع ہے۔جب رسول اللہؐ کوان کے خلاف کھڑا کیا گیا۔اوران کے قتل عام کا حکم دیا گیا تھا؟اور حضرتؐ نے ان سے باذن خاص الٰہی جہاد کیا تھا؟اوروہ سب قتل کروائے گئے تھے۔جہاں لعنت مارے گئے پکڑے اورقتل کئے گئے؟وہ دن وہ گھڑی ابھی تک عالم واقعہ میں نہیں آئی۔جس میں یہ واقعہ واقع ہوا ہو۔کیونکہ آیت میں حکم مشروط ہے۔کہ اگرمنافقین باز نہ آئیں گے۔تو ہم تجھ کوان کے خلاف حکم قتل دیں گے۔اور چونکہ ایسا واقع نہیں ہوا۔کہ حضرت کوان کے قتل عام کا حکم دیا گیا ہوتو معلوم ہوتا ہے کہ شرط پوری نہ ہوئی اوروہ لوگ باز آگئے اور شرارت چھوڑ دی۔جھوٹی چیزیں اُڑانی ترک کردیں۔اب اس میں بحث ہے۔کہ باز کس چیز سے آگئے۔منافقین کا وجود چھپانے والے کہتے ہیں۔کہ منافقیت سے باز آنا مراد ہے۔مطلب یہ ہے۔کہ اگر یہ منافقیت سے باز نہ آئیں گے۔اور کامل صادق الایمان والاخلاص نہ ہو جائیں گے۔تو ہم ان کے خلاف حکم دے دیں گے۔مگر یہ وہ بات ہے۔جو عقل میں آنے والی نہیں۔اوّل تو اس میں ایک زبردست اعتراض اسلام اور تعلیم اسلام پرآتا ہے۔کہ گویا نہایت جبراورتلوار کے زور سے اسلام منوایا جاتا ہے۔جومنکرین اسلام اعتراض کرتے ہیں۔اس کو یہ مقولہ ثابت کرتا ہے۔حالانکہ کبھی اسلام بزورشمشیر رسول اللہ کے زمانے میں نہیں یا گیا۔اور ہر جہاد میں شرطیں پیش کی جاتی تھیں۔یا اسلام یا صلح اور جزیہ حفاظت اسلام یا قتال۔اگر بزورشمشیر اسلام نا ہی منظور

ہوتا۔تو کبھی صلح کی شرط پیش نہ کی جاتی۔ ہرگز اسلام اس طرح بزور شمشیر نہیں منوایا گیا۔جیسا کہ منافقین کی نسبت اس آیت کے تحت میں کہا جاتا ہے۔حکم خدا یہ ہے۔"لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ "(سورہ بقرہ:۲۵۶) دین میں جبر و اکراہ نہیں ہے۔"قُلۡ ھٰذِہٖ سَبِیۡلِیۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ "(سورہ یوسف:۱۰۸) بصیرت کے ساتھ دعوت اسلام ہے۔اسلام تلوار سے منوایا اور یا نہیں گیا۔ہاں اسلام تلوار سے بچایا گیا ہے۔دوسرے منافقین وہ کفار ہیں۔جو رعب اسلامی سے ڈر کر اور مقابلہ نہ کر سکنے کی وجہ سے زمرۂ مسلمین میں بظاہر شامل ہو گئے تھے۔اور دراصل وہی کافر کے کافر رہے۔اور اسلام میں رہنے نے بھی کوئی اثر ان میں نہ کیا۔بلکہ جب موقع پایا۔اسلام کے خلاف کوشش کرتے رہے۔اور جھوٹی خبریں اُڑا اُڑا کر اور فساد و شرارت کر کر کے اسلام و اہل اسلام کو زک پہنچانے کے کوشاں رہے۔اور اسی وجہ سے اس توبیخ کی ضرورت ہوئی۔پس یہ وہ سنگ دل اور پختہ مغز کفار ہیں۔جو رسولؐ کے معجزات سے ایمان لائے نہ کتاب اللہ کی آیات سے اسلام لائے۔اور نہ اسلام کے رعب و سلطنت سے ایمان لائے۔جب کچھ بن نہ پڑا۔تو اپنے اور اپنے کفر کو بچانے کے لئے یہ صورت منافقیت اختیار کی۔کہ وہ زبانی کہہ دیں۔کہ وہ مسلمان ہیں۔اور رسولؐ کے پاس بیٹھ کر شہادت دے دیں۔کہ وہ ان کو رسول اللہ جانتے ہیں۔اب محض اس دھمکی سے کیونکر وہ خالص الایقان و صادق النیت مومن بن جائیں گے۔یہ خوف قتل ان کو سچا اور پکا مومن کیسے بنا دے گا؟ خوف قتل ہی سے پہلے بھی انہوں نے یہ صورت اختیار کی تھی۔کہ کہہ دیں۔کہ وہ مسلمان و مومن ہیں۔اب وہ یہی کہہ دیں گے۔کہ وہ مسلمان و مومن ہیں۔آج کیا نئی بات اس دھمکی سے پیدا ہو جائے گی؟ جو ان کے دل میں سچی حب ایمانی پیدا کر دے گی۔یہ قطعاً غلط و باطل ہے۔مطلب صرف یہی ہے۔کہ اگر یہ اپنی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں اور جھوٹی خبریں اُڑانے سے باز نہ آئیں گے۔تو ہم ان کے خلاف جہاد کا حکم دے دیں گے۔مگر چونکہ حکم ایسا نہیں دیا گیا۔لہٰذا معلوم ہوا۔کہ وہ اپنی شرارتوں سے باز آ گئے۔پھر "لَا یُجَاوِرُوۡنَکَ "(اے پیغمبرؐ! وہ تیرے ہمسایہ میں رہ ہی نہ سکیں گے) کیا مفید ہوا۔اگر ان اور ایسے اشد کفار منافقین کے لئے قتل عام کا حکم بھی دیدیا جاتا تب بھی یہ ایمان نہ لاتے۔قتل ہوتے ...... بھاگتے ...... مگر ایمان پر نہ آتے یہی آیت کا صاف مفہوم ہے۔یہاں "یہ پاس نہ رہ سکیں گے مگر کم۔" بھی فائدہ بخش نہیں ہے۔خوب پاس نہ رہتے رسول اللہؐ کے ہمسایہ مدینہ میں نہ رہتے۔ملک عرب وسیع تھا۔کہیں اور چلے جاتے۔کسی اور ملک میں رہتے۔یہ سختی ان کو راسخ العقیدہ نہیں بنا سکتی تھی۔اور خالص حب دین ان میں نہیں پیدا کر سکتی تھی۔سختی سے خالص ایمان کا پیدا ہونا متعذر بلکہ محال ہے۔پس یہ بالکل غلط اور باطل ہے۔کہ منافقین کا وجود ہی نہ رہا تھا۔ہم اس باب میں بہت کچھ لکھ سکتے ہیں۔اور بہت کھلی باتیں کر سکتے ہیں۔اور دو سو کے قریب آیات منافقین کے حالات میں موجود ہیں۔مگر ہم اس قدر لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔اور اصل نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔

اسلام اس حالت میں ہے۔کہ ایک طرف کفار ہیں۔ایک طرف منافقین۔ایک طرف مومنین صادقین ہیں۔جو تھوڑے ہیں۔"مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیۡہِ "(سورہ الاحزاب:۲۳) اور

اسلام میں بعد پیغمبر ایک ایسے ہادی ایک ایسے پیشوا ایک ایسے مقتدا کی ضرورت مسلم ہے جو انہیں صراط محمدی پر لے چلے اور وہ گمراہ نہ ہونے دے۔ صدق مستقلات عقلیہ میں ہے اور ہر فرد ہر مذہب وملت سچے کی تلاش میں ہے۔ خواہ اس کے پہچاننے میں اس نے غلطی کی ہے۔ یا صحیح شناخت حاصل نہیں کی ہے۔ مگر ہر ایک صدق اور صادق کا طالب ضرور ہے۔ اسلام نے یہی تعلیم دی ہے۔ "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو اَ تَقُو اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ" (سورہ التوبتہ:۱۱۹) اے ایمان والو! خدا سے ڈرو۔ اور صادقین (سچوں) کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور یہ بالکل فطرت کے موافق ومطابق ہے۔ یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ ہے۔ کہ آیا ایسی حالت میں حضرت رسول مقبول ہادی امم اس امت کو ایسی پریشانی اور اس کشمکش میں چھوڑ گئے؟ یا کسی ایسے صادق ہادی و پیشوا اور مقتدا کا پتہ دے گئے۔ اور بتلا گئے۔ جس کے ساتھ ہو کر امت نجات پائے۔ اگر صورت اوّل ہے۔ تو ضرور کہا جائے گا۔ کہ معاذ اللہ رسول اللہ نے وہ کام نہ کیا۔ جو ان کو کرنا تھا۔ اور جس سے ان کی امت نجات پا سکتی تھی۔ ترک واجب کیا۔ بلکہ "اَعَوْذُ بِاللّٰہِ الشَّرِ" دوسرے کیا ممکن ہے۔ کہ امت خود فوراً ایسے صادق کو انتخاب کرے۔ جس کے ساتھ ہو کر وہ آخرت میں نجات پائے۔ اور صراط محمدی سے نہ ڈگمگائے؟ اگر ایسا ہے۔ تو کیا دلیل ہے؟ کیونکر ہم پہچانیں۔ کہ وہ قطعی اور یقینی صادق کون ہے۔ جو یقیناً ہمارا مقتدا ہو سکے۔ اور ہم بری الذمہ ہو کر نجات پا جائیں۔ جبکہ یہ مسلم ہے کہ اہل اسلام میں منافق بھی موجود ہیں۔ ناقص الایمان بھی موجود ہیں۔ اور نجات پانے والے بہت کم ہیں۔ ہلاک ہونے والے زیادہ۔ صادقین بہت تھوڑے۔ اور جیسا کہ ان مسلمانوں کے بعد رسولؐ اللہ منقلب ہو جانے کا بھی احتمال قوی ہے۔ اور خدا خبر دے رہا ہے۔ جبکہ اسلام میں اہل اسلام کے نزدیک انقلاب کے مصداق ناکثین وقاسطین ومارقین موجود ہیں۔ اور خارجین انہی سے نکلے ہیں۔ جو اتفاق اہل اسلام خارج از اسلام ہیں۔ یہ مسلمان ہی میں سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور عامہ مسلمین کے نزدیک ان کے علاوہ بھی شروع خلافت میں اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ اور حضرت ابی بکرؓ نے ان کو قتل کرایا۔ اور ان سے لڑے۔ پس ایسا صادق کون ہے۔ جس کی صداقت وحقانیت واقتداء وہدایت قطعی اور یقینی ہو؟ اور امت محمدی اس کے ساتھ ہو کر یقیناً بری الذمہ ہو جائے؟ ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ ان مسلمانوں میں کوئی بھی سچا مسلمان نہیں ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ ان میں بعض کے صادق ہونے کا احتمال ہے۔ مگر ہم یقینی صادق چاہتے ہیں۔ اور خود آیہ مجیدہ کو "وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ" (سورہ التوبتہ:۱۱۹) بتلا رہی ہے۔ کہ کل اہل ایمان صادقین کی معیت پر مامور ہیں۔ پس ان اہل ایمان واسلام میں سے یقینی اور قطعی اور سندی ومصدقہ صادقین کوئی ہیں۔ جن کی معیت واجب ہے۔ اور ایسے سندی صادقین امت محمدی میں سوائے اہل بیت عصمت وطہارت اہل بیت نبوت و رسالت کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ معصومین کے گمراہ ہو جانے۔ بھٹک جانے۔ منقلب ہو جانے۔ مرتد ہو جانے ناقص الایمان ہونے۔ محدث اور بدعتی ہو جانے کا کبھی احتمال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ معصومین کے گمراہ ہو جانے۔ بھٹک جانے۔ منقلب ہو جانے۔ مرتد ہو جانے ناقص الایمان ہونے۔ محدث اور بدعتی ہو جانے کا کبھی

احتمال نہیں ہوسکتا۔ معصوم ہی یقینی ہوسکتا ہے۔ اور امت محمدی میں معصومین کا وجود ہے۔ اور ضرور ہونا چاہئے۔ ورنہ امت ہمیشہ متحیر رہے گی۔ اور حجت خدا تمام نہ ہوگی۔ خدا اور رسول نے ان کی خبر دی ہے۔ اور خدا نے ان کے اوصاف بتلائے ہیں۔ رسول خدا نے ان کی خبر دی ہے۔ ان کی خلافت وامامت وولایت ووصایت کا بارہا ذکر کیا ہے۔ پس یقینی نجات بعد محمد مصطفیٰ معصومین ہی کے ساتھ ہو کر ہو سکتی ہے۔ دوسری طرف خطرہ ہی خطرہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ احتمال نجات ہوسکتا ہے نہ یقین۔ مگر صادقین کو یقیناً چھوڑ کر احتمال بھی نہیں رہتا۔ اور اس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اور عترت وذریت نبی واہل بیت نبی کی صداقت وحقانیت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ مصدقہ ومتفقہ صداقت وحقانیت ہے۔ "وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ" صادقین کے بہت سے اوصاف ہیں۔ مگر ہم یہاں اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور اکثر حصہ اوّل میں ذکر آئے ہیں۔ ان اہل بیت معصومین صادقین میں مقدم علیؑ ہیں پس وہی بعد رسول مقتدا و پیشوا ہیں۔ اور انہی کی شان میں خدا فرماتا ہے۔ "وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا" (سورہ مریم: ۵۰) ہم نے امت پیغمبر آخر الزماں میں لوگوں کے لئے لسان صدق علیؑ کو بنایا ہے۔ رسول شہر علم ہیں۔ علیؑ باب علم۔ رسول کتاب مبین خدائی ہیں۔ علیؑ امام مبین وبیان کتاب مبین۔ رسولؐ صدق مجسم وصادق امین ہیں۔ علیؑ لسان صدق۔ "وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ" (سورہ التوبۃ: ۱۱۹)۔

تئیسویں دلیل

"تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا" (سورہ الفرقان: ۱) حقیقت خلافت اللہ کو ثابت کرتے ہوئے ہم لکھ آئے ہیں۔ کہ پیغمبر خاتم النبیینؐ نبی مطلق کل عوام وجمیع ماسویٰ اللہ پر پیغمبر ہیں۔ اور کل موجودات تحت نبوت ورسالت وامامت وولایت محمدی ہیں۔ خصوصاً جن کہ مکلفین میں سے ہیں۔ اور آیات سورۂ جن سے یہ بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ جن بہت سے ایسے ہیں۔ جو رسولؐ اللہ وکتاب اللہ پر ایمان لائے۔ قرآن سنا۔ اور اس کی تصدیق کی۔ اور نبوت چونکہ ختم ہے۔ اس لئے یہ بھی تا قیامت اسی نبوت محمدیہ کے تحت میں ہیں۔ اور نبوت محمدیہ بصورت خلافت محمدیہ وامامت ہے۔ پس جس طرح وہ تحت نبوت تھے۔ اسی طرح وہ تحت خلافت محمدیہ بھی ہیں۔ اور کوئی عقلی یا نقلی دلیل قائم نہیں ہے۔ کہ بنی الجان بعد انتقال حضرت ختمی مرتبت حضرت کی نبوت وخلافت سے خارج ہو گئے۔ کیونکہ اس کے خلاف تصریحات قرآنی موجود ہیں۔ پس بعد رسول اللہ جو خلیفہ رسول انسانوں پر خلیفہ ہے۔ وہی جنوں پر خلیفہ ہے۔ جس طرح انسان اس کی امت ورعیت میں داخل ہیں۔ اسی طرح جن بھی۔ جس طرح انسان اپنی ضروریات دینی ودنیوی وسیاسی میں خلیفہ خدا وخلیفہ رسول خداؐ کے محتاج ہیں۔ بنی جان بھی ہیں۔ جس طرح انسان کے فیصلہ جات وقضایا خلیفہ پر ہیں۔ ایسے ہی بنی الجان کے بھی۔ جس طرح انسانوں کی فریاد رسی خلیفہ رسول کا فرض ہے۔ ایسے ہی بنی الجان کی امداد وفریاد رسی ان کا فرض ہے۔ قطعاً کوئی دلیل اس کے خلاف عقلی ونقلی کتاب وسنت سے قائم نہیں ہے۔ اور اس سے معلوم ہے۔ کہ خلیفہ رسول بننے کی قابلیت و استعداد ایسے شخص میں ہوسکتی ہے۔ جو علم وقدرت دونوں میں جنوں سے بڑھ کر ہو۔ جس کا علم صرف انسانوں کے

مسائل میں فتویٰ فیصلہ نہ دے سکے۔ بلکہ جنوں کے معاملات و مسائل وقضایا بھی طے کر سکے۔ جس کی تلوار صرف انسانوں ہی کو زیر نہ کر سکے۔ بلکہ جنوں کی شرارتوں کو بھی دبا سکے۔ اور ان کو بھی زیر کر سکے۔ نبی کی ایک صفت شہید علی الخلق بھی ہے۔ اوّل خدا شہید علی العالمین ہے۔

" أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ " (سورہ حٰم السجدہ: ۵۳) دوم اس کی طرف سے شہید نبی ہوتا ہے۔ جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ " فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا " (سورہ النساء: ۴۱) یہ پیغمبر کل پیغمبروں اور شہیدوں پر شہید ہے۔ اور معنیَ شہید حاضر علی الواقع ہیں۔ یعنی عالم واقعات پر قبل وقوع۔ حاضر و ناظر۔ اور اس سے زیادہ صریح الفاظ میں خدا فرماتا ہے۔ " قل اعملوا فسيرى الله عملكم ورسوله "۔ جو عمل چاہو کرو۔ تمہارے کل اعمال کو خدا اور اس کا رسول دیکھتے ہیں۔ اور یہی صفت خلیفہ۔ رسول و امام کی بھی ہے۔ بلکہ اصل امامت ہی سے اس صفت کا تعلق ہے " وكذالك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض " سے ظاہر ہے۔ کہ علوم باطنیہ وحقائق زمین و آسمان کا علم امامت مطلقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ امام کے حق میں خدا فرماتا ہے۔ " يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ " (سورہ بنی اسرائیل: ۷۱)۔ روز قیامت ہم ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ محشور کریں گے۔ انسان کے ساتھ حشر میں امام ہوگا۔ امام کے ساتھ ہر شخص کا حشر ہوگا۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے۔ " وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ " (سورہ ق: ۲۱)۔ روز قیامت ہر نفس اس طرح آئے گا۔ کہ اس کے ساتھ اس کا کھینچے والا (سائق) اور شہید ہوگا۔ سائق عمل ہے جو اسے جہنم یا بہشت کی طرف کھینچے گا۔ اور آیت سابقہ کو پیش نظر رکھ کر شہید کے معنی سوائے امام کے کوئی اور نہیں ہو سکتے۔ ورنہ منافات لازم آئے گی۔ اگر شہید کے معنی امام کے سوا کچھ اور لئے جائیں۔ کیونکہ پہلے خدا بتلا چکا ہے۔ کہ حشر امام کے ساتھ ہے۔ پس شہید امام ہے۔ اور امام شہید ہے۔ اور معنی شہید میں بھی خدا نے اپنے اور اپنے رسولؐ کے ساتھ ان مومنین کو شامل کیا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ یہ شہداء امت محمدی میں سے ہیں۔ " قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ " (سورہ التوبتہ: ۱۰۵) عمل کرو۔ کہ تمہارے عمل کو خدا اور رسول اور کچھ خاص معین و معبود مومنین دیکھتے ہیں۔ " ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ " (سورہ التوبتہ: ۹۴)۔ پھر تم قیامت میں دخائے عالم الغیب والشہادۃ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور وہ وہاں تمہارے اعمال کی تمہیں خبر دے گا۔ اس سے صاف معلوم ہے۔ کہ یہ رویت اعمال دنیا میں ہی ہے۔ دنیا میں خدا اور اس کے مظاہر رسول اور مومنین خاص جن کی صفت شہید ہے۔ یعنی امام اعمال عباد کو دیکھتے ہیں۔ اور احادیث میں اس کی تصریحات ہیں کہ رسول اللہ پر اعمال عباد پیش بھی ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح امام پر۔ اور اس جماعت مومنین رائی اعمال خلق و شہداء علی الناس کا خدا اس طرح ذکر کرتا ہے۔ " وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (سورہ بقرہ: ۱۴۳) جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح ہم نے تم کو " امت وسط " بنایا ہے۔ تا کہ تم کل لوگوں پر شہید ہو۔ اور رسول تم پر شہید رہے۔ شہید کے معنی

اور شہید کی تعریف و توصیف کے بعد اب کسی ذی عقل کو شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس امت وسط سے وہی مومنین مراد ہیں۔ جو رائی اعمال خلق ہیں۔ جو مثل رسول شہید خلق ہیں۔ اور جن کے ساتھ لوگوں کا حشر ہوگا۔ اور بعد رسول امام ہیں۔ چونکہ وہ تحت نبوت رسول ہیں۔ رسول ان پر شہیدوں گراں ہے۔ اور وہ کل امت پر شہید اور چونکہ امت وسط ہیں واسطہ فیض الٰہی ہیں۔ خالق اور مخلوق کے درمیان ہر امر الٰہی انہی کے ذریعہ لوگوں تک پہنچتا ہے۔ اس لئے اُس طرف سے بھی ضروری ہے۔ کہ اعمال عباد انہی کے ذریعہ دربار خداوندی میں پیش ہوں۔ بیشک جو کل عوالم پر خلیفہ خدا ہو۔ ان پر حکومت و تصرف رکھتا ہو۔ ان کا بشیر و نذیر و ہادی ہو۔ وہ کسی ایسی ہی نورانی اور روحانی قوت و طاقت والا ہو سکتا ہے۔ جو اپنی روحانیت و نورانیت سے چشم زدن میں ہر عالم میں پہنچ سکے۔ اور اپنے نور کی شعاعوں میں ان کو دیکھ سکے۔ اس کا نام حجت خدا ہو سکتا ہے۔ بیشک یہی صفت رسول اور جانشین رسول وصی رسول کی ہے۔ اور ان کی روحانیت و نورانیت کل روحانیین کی روحانیت سے قوی تر ہے۔ کہ اوّل مخلوق و مصنوع الٰہی ہیں۔ اور جس سینے میں کتاب اللہ کا علم حقیقی واقعی ہو جو نور محض ہے موجود ہو۔ وہی حاجت روائے خلق۔ مشکلکشائے خلق۔ شہید علی الناس۔ رائی اعمال عباد ہو سکتا ہے۔

غرض نبی امت پر شہید ہے۔ اور جانشین نبی بھی اس طرح امت پر شہید ہے۔ اور امت نبی میں بنی الجان بھی شامل ہیں۔ پس ضروری ہے۔ کہ خلیفہ رسول ان پر شہید ہو۔ اور اس کی قوت ان سے بڑھی ہوئی ہو۔ اور ایسا وجود جو جنوں بلکہ دیگر روحانیت سے قوی تر ہو۔ اور اپنی روحانیت سے تمام عوالم کی سیر کر سکے۔ اور اس نورانیت کی روشن شعاعوں میں عالم کا مشاہدہ کر سکے۔ وہ سوائے نفس رسول و نوری محمدیؐ۔ عترت و ذریت پیغمبریؐ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ پس یہی بعد رسوؐل کل جن و انس پر اور کل عوالم پر حجت خدا ہیں۔ صحابہ کہاں یہ درجہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ جن و انس پر تصرف رکھتے ہوں؟

ایک روز جناب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کوفہ میں منبر رسول پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ کہ عظیم الشان اژدہا مسجد میں داخل ہوا۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ اس کو آنے دو۔ اور راستہ دے دو۔ لوگ ہٹ گئے۔ وہ قریب منبر آیا۔ اور تین مرتبہ سانس لیا۔ حضرتؑ سے کچھ عرض کیا۔ اور حضرت سر اللہ فی العالمین نے جواب دیا۔ اور وہ واپس چلا گیا۔ لوگوں نے اس راز کی حقیقت پوچھی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ جن ہے۔ انصار میں سے ایک شخص نے جس کا نام "جابر بن سمیع" ہے بلا کسی اذیت کے اس کے بچے کو مار ڈالا ہے۔ یہ فریاد لے کر آیا تھا۔ میں نے قاتل کے حق میں اس کے بچے کا خون اس سے بخشوا لیا۔ یہ سُن کر ایک لمبے قد کا آدمی کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے کہا کہ ہاں فلاں مقام پر میں نے آج ایک سانپ مار ڈالا۔ اور جب سے میں نے اس کو مارا ہے۔ ہر جگہ جہاں میں جاتا ہوں چیخ و پکار کی آواز سے ٹھہر نہیں سکتا ہوں۔ اور اس کو ایک ہفتہ ہو گیا۔ اب میں جامع مسجد میں آ کر ٹھہرا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اسی مقام پر جا کر اپنا اُونٹ ذبح کر دے۔ پھر تجھ پر کوئی خوف نہیں ہے۔ ایسے واقعات متعدد جناب امیرؑ کے متعلق ہیں۔ زمانہ رسول اللہؐ میں چند مواقع ہیں۔ جہاں حضرت مظہر العجائب والغرائب سر

اللہ فی العالمین امیر المومنینؑ جنوں سے لڑنے بھیجے گئے۔ بیر علم۔ وادی جن۔ قاع جن کے واقعات مروی و مستند ہیں۔ اور اسی طرح ان کی اولاد کا۔ حاملان اسرار الٰہی کے ساتھ ایسے بہت سے واقعات پیش آئے ہیں۔ بنی الجان حسینؑ کی نصرت کو کربلاء میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے قبول نہیں کی۔ اور کہا۔ تمہارے ہاتھ سے میں نانا کی ان باغی امتوں کو ہلاک کرانا نہیں چاہتا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ یہ اسرار الٰہیہ ہیں۔ ان کا لطف اہل معرفت اور اہل کشف و کرامات صاحب باطن صاحب دل ہی اٹھا سکتے ہیں۔ ان کو روحانیین ہی سمجھتے ہیں۔ قشتر مین ان کو ادراک نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ مادی اور نیچری۔

ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز امام حسن علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ مشرق و مغرب عالم میں خدا کے دو شہر ہیں۔ جن کی فصلیں آہنی ہیں۔ اور ہر فصیل میں ستر ہزار دروازے ہیں۔ ستر ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ہم ان سب کو جانتے ہیں۔ اور اس وقت میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے سوا کوئی ان پر حجت خدا نہیں ہے۔ حضرت امام موسیٰؑ کاظم فرماتے ہیں۔ کہ وہ امام ہے۔ جو کل زبانیں جانتا ہو۔ حضرت صادقؑ آل محمد فرماتے ہیں۔ خدا کے بارہ ہزار عالم ہیں۔ ہر ایک ہمارے سبع سموات وسبع ارضین سے بڑا ہے۔ (بہت عالم اب عام تحقیق میں آرہے ہیں) اور میں ان پر حجت خدا ہوں۔ ایک یمنی نجومی حضرت محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سی نجوم کی باتیں ہوتی رہیں۔ آخر میں آپ نے نجومی سے پوچھا۔ کہ تیرے شہر میں کوئی عالم بھی ہے؟ کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ اس کا علم کتنا ہے؟ عرض کیا۔ وہ طائر سے فال اور سنگریزوں سے شگون لیکر ایک ساعت میں تیز رفتار سانڈنی سوار کی ایک ماہ کی راہ طے کر لیتا ہے۔ (یعنی اتنی دور تک کی باتیں ان علوم کے ذریعہ معلوم کر لیتا ہے)۔ حضرت نے فرمایا۔ تو عالم مدینہ تمہارے عالم سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ عرض کیا۔ عالم مدینہ کا علم کتنا ہے؟ فرمایا۔ بغیر فال اور شگون مذکور ایک چشم زون میں آفتاب کی مسافت طے کر لیتا ہے۔ بارہ برج۔ بارہ بر۔ بارہ بحر۔ بارہ عالم طے کر جاتا ہے۔ لاریب باب علم مدینہ الٰہی کی روحانی سیر ایسی ہی ہونی چاہئے۔ نذیر للعالمین کا نائب ایسا ہی ہونا چاہئے۔ رحمتہ للعالمین کا جانشین ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ مشکلکشائے خلق و حجت خدا کی شان یہی ہے۔ اسی واسطے عارفین نے ان خاصان خدا و برگزیدگان الٰہ کی نسبت لکھا ہے۔ "اَسْرَارُ اللّٰہِ الْمُوْدَعَۃِ فِی الْھَیَاکِلِ الْبَشَرِیَّہ"۔ یہ تو بشری صورتوں میں اسرار الٰہی ہیں۔ آج بھی دنیا کے عارفین و اہل کشف انہی سے کسب اسرار الٰہی کرتے ہیں۔ یہی نفوس قدسیہ کل عوالم پر حجت خدا۔ امام الناس۔ ہادی خلق۔ خلیفہ خدا و خلیفہ رسول اللہ ہو سکتے ہیں۔ زمین پر بھی ہدایت کر سکتے ہیں۔ آسمان پر بھی ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ کہ وہ اس کو انجام دے سکے۔

کار ہر کس نیست رفتن ہمو عیسیٰؑ بر فلک
کارہائے این چنیں ہمت بلنداں میکنند

روحی و روح المومنین لہم الفدا۔ محی الدین العربی جناب امیر المومنینؑ سر اللہ فی العالمین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے اور آپ پر درود بھیجتے ہیں (والصّلوٰۃ والسلام) عَلٰی سِرِّ الْاَسْرَارِ۔ مَشْرِقِ الْاَنْوَارِ۔ اَلْمُھَنْدِسِ فِی الْغُیُوْبِ

الْهَاهُوْتِيَةِ اَلسَّبَاحِ فِي الْبِحَارِ اللَّاهُوْمِيَّةِ۔ اَلسَّيَاحِ فِي الْغَيَا فِي الْجَبَرُوْتِيَّةِ اَلْمُصَوِّرِ لِلْهُوْلِي الْمَلَكُوْتِيَّةِ اَبُوَالِي لِلْوِلَايَةِ النَّاسُوْتِيَةِ اَنْمُرْذَجَ سِرِّ الْوَاقِعَ وَشَخْصِ الْاِطْلَاقِ۔ اَلْمُتَطَبَّعَ فِي مَرَايَا الْاَنْفُسِ وَالْاٰفَاقِ سِرِّ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنِ۔ سَيِّدُ الْاَوْصِيَاءِ وَالصِّدِّيْقِيْنِ۔ اَلظَّاهِرُ بِالْبُرْهَانِ اَلْبَاطِنِ بِالْقُدْرَةِ وَالشَّانِ۔ بَسْمَلَةِ كِتَابِ الْمَوْجُوْدِ۔ فَاتِحَةِ مُصْحَفِ الْوُجُوْدِ۔ مَادَةِ الْعُلُوْمِ الْفَيْرِ الْمُتَنَاهِيَّةِ۔ حَقِيْقَةِ النُّقْطَةِ الْبَائِيَةِ۔ اَلْمُتَحَقِّقِ بِالْمَرَاتِبِ الْاَنسانِيَةِ۔ حَيْدَرِ اٰجَامِ الْاَبْدَاعِ اَلْكَرَّارِ فِي مَعَارِكِ الْاِخْتِرَاعِ۔ اَلْبَبَّرِ الْجَلِيْ وَالنَّجْمِ الثَّاقِبِ اِمَامِ الْاَئِمَّةِ عَلِيِ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ (عَلَيْهِ السَّلَامُ)۔وہ! ہم حقیقت خلافت محمدیہ سے ''سر الخلافۃ الالٰھیہ'' کی طرف نکل گئے۔اور کہاں سے کہاں چلے گئے۔اب ہم پھر پہلے مسلک کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ موقع عارفین وروحانیین صاحبان دل کے لئے چھوڑتے ہیں۔

آفتاب وجود اہل صفا — قرآن امام مبیں ولی خدا
آں امامیکہ قائم است بحق — در زمین و زمان و ارض و سمأ
عالم وحدت است مسکن او — اونبروں در صفات مافیہا
اوست جان حقیقت انساں — جملہ فانی و جاں بود ہرجا
جنبش او بود زحی قدیم — گردش او بود بگرد لقا
نقد آں کنج علم بے پایاں — ہست مقصود آں علیؑ جہرا
بود باجملہ انبیاء درسر — بود یا مصطفیٰؐ علیؑ جہرا
در شریعت در مدینہ علم — درحقیقت امیر ہر دوسرا
سر او دید سید کونین — در شب قرب در مقام دنیٰ
از علیؑ می شنید نطق علیؑ — میر علی جز علیؑ نبود آنجا
رہردان طالبند او مطلوب — ناطقان صامت انداد گویا
علم جاوید شدبرش روشن — کرد تحقیق سرما اوحیٰ
گفت با امتاں زراہ یقیں — کہ علیؑ ہست رہنمائے شما
صادقان جملہ رہ بدود اوند — کو امیر است و ہادی و مولا
اوّل و آخر او بود در دیں — ظاہر و باطن او بود بخدا
ماہمہ ذرہ ایم او خورشید — ماہمہ خطرہ ایم او دریا

چوبیسویں دلیل

قال اللہ تبارک وتعالیٰ۔''اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا'' (سورہ المزمل:۱۵) بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے۔جو تم پر شاہد (شہید) ہے۔جیسا کہ ہم نے

فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔ مسلمہ اہل اسلام ہے۔ کہ یہ رسول مثیل موسیٰؑ۔ رسول نبی اسمٰعیلؑ۔ رسول امی عربی ہی ہے۔ اور چونکہ کل مسلمانوں کے نزدیک یہ مسلم ہے۔ کہ رسول عربی مثیل موسیٰؑ ہیں۔ اس لئے تمثیل موسوی کی تفصیل کی یہاں چنداں ضرورت نہیں ہے۔ یہ ضرور ہے کہ تشبیہ و تمثیل رسالت میں ہے۔ نہ شخصیت و شخصی خصلت میں۔ یعنی اس کے معنی یہی ہیں۔ کہ وہ رسول ہیں۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ رسول تھے۔ نہ یہ کہ وہ فضیلت میں بھی مثل موسیٰؑ ہی ہیں۔ نہیں وہ حضرت موسیٰؑ سے بدرجہا افضل ہیں۔ نہ مشبہ ہمیشہ افضل ہوا کرتا ہے۔ الشمس کالمراۃ فی کف الاشل۔ آفتاب ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ رعشہ والے آدمی کے ہاتھ میں آئینہ۔ آئینہ کے مشبہ بہ ہونے سے آئینہ آفتاب سے افضل نہیں ہوگیا۔ بہرحال ازروئے رسالت و تمثیل ضروری ہے۔ جو جو باتیں حضرت موسیٰؑ میں ازروئے رسالت تھیں۔ وہی حضرت رسول میں ہونی ضروری ہیں۔ اور زیادتی ختم رسالت اس سے بالا رہے گی۔ یہاں کل تمثیلات کو نہیں دکھلاتے۔ وہ تو متفق علیہ ہیں۔ بعض باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ حقیقت خلافت محمدیہ واضح تر ہو جائے۔ جس وقت حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا۔ کہ فرعون کے پاس جاؤ۔ " قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ○ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ○ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ○ يَفْقَهُوا قَوْلِي ○ وَاجْعَل لِّي وَزِيراً مِّنْ أَهْلِي ○ هَارُونَ أَخِي ○ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ○ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ○ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيراً ○ وَنَذْكُرَكَ كَثِيراً ○ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيراً ○ قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَى ○" (سورہ طٰہٰ: ۲۵ تا ۳۶)۔ پروردگارا! میرا سینہ کھول۔ میرے امر کو آسان کر۔ میری زبان کی گرہ کھول دے۔ کہ میری بات سمجھیں اور میرے اہل میں سے میرا ایک وزیر اور قوت بازو بنا دے۔ یعنی میرے بھائی ہارونؑ کو۔ اس سے میری کمر قوی کر دے۔ اور اس کو میرے اس امر رسالت میں شریک بنا دے۔ تاکہ ہم دونوں مل کر خوب تیری تسبیح کریں۔ اور خوب تیرا ذکر کیا کریں۔ بیشک تو ہماری حالت دیکھ رہا ہے۔ ارشاد باری ہوا۔ اے موسیٰؑ تمہارا سوال قبول ہوا۔ اور جو کچھ تم نے مانگا۔ دیا (تمہارا سینہ کھول دیا گیا۔ زبان کھول دی گئی۔ اور امر آسان کر دیا گیا۔ مشکل حل کر دی گئی۔ تمہارے بھائی ہارون کو جو تمہارے اہل بیت سے ہیں تمہارا وزیر اور قوت بازو بنا کر تمہارا شریک نبوت کر دیا گیا)۔ چنانچہ موسیٰؑ اور ہارون دونوں ہی بحکم خدا رسول ہو کر فرعون کے پاس ہدایت کے لئے گئے۔ حکم خدا تھا۔ "اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ○ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ○" (سورہ طٰہٰ: ۴۳، ۴۴)۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ کہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ اور دونوں اس سے نرم گفتگو کرو۔ ممکن ہے کہ وہ نصیحت پکڑے یا ڈر جائے۔ غرض حضرت موسیٰؑ کے ساتھ حضرت ہارونؑ ان کی دعا کے موافق شریک نبوت کئے گئے۔ وزیر و قوت بازو بنائے گئے۔ اور دونوں اکٹھے طاغیوں باغیوں سرکشوں کی طرف بھیجے گئے۔ اور حضرت موسیٰؑ اگر کہیں باہر جاتے۔ تو حضرت ہارونؑ ان کے خلیفہ رہتے۔ اور وہ فرما جاتے "وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ" (سورہ الاعراف: ۱۴۲)۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا۔ کہ اے ہارون میری قوم میں میرے خلیفہ رہو۔ اور حضرت موسیٰؑ کا میقات سے واپس آ کر بنی اسرائیل کو گوسالہ پرست دیکھ کر حضرت ہارونؑ پر خفا ہونا ان کے درجہ و مرتبہ کو کم

نہیں۔ بھائی کا بھائی پر حق ہوتا ہے اور ناز رکھتا ہے۔ خصوصاً چھوٹے بھائی پر۔ اور حضرت موسیٰؑ کا حضرت ہارونؑ پر ناراضگی کا اظہار اسی واقعہ (گوسالہ پرستی) کی عظمت دکھاتا تھا۔ اور حضرت موسیٰؑ امر دینی میں نہایت غصہ ور تھے۔ اس سے نہ حضرت ہارونؑ کی نبوت جا سکتی ہے۔ نہ خلافت اور نہ ان کے مرتبہ میں فرق آتا ہے۔ نہ وزارت اور اخوت میں یہ ایک غلط فہمی ہے۔ جو کہے کہ اس سے حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کی توہین کی ہے۔ کہ ڈاڑھی پکڑ لی۔ جو شخص پیغمبروں کے دینی جوش اور ان کے سر تبلیغ و ہدایت جانتا ہے۔ وہ اس میں اسرار نبوت و ہدایت پاتا ہے۔ بہر حال حضرت موسیٰؑ کے مثیل حضرت محمدؐ عربی کو ہم اس مثال رسالت میں دیکھتے ہیں۔ تو ان کے لئے الآیہ موجود ہے۔ "اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ○ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ○ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ ○ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○" (سورہ الم نشرح: ۱ تا ۴) اے محمدؐ! کیا ہم نے تمہارا سینہ نہیں کھول دیا؟ اور کیا۔ ہم نے تمہارے بار کو ہلکا نہیں کر دیا۔ جس نے تمہاری پشت توڑ رکھی تھی۔ اور تمہارا ذکر بلند نہیں کیا؟ ضرور کیا۔ یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن کیا حضرت مثیل موسیٰؑ کا ان کے اہل بیت میں سے کوئی وزیر نہیں بنایا گیا؟ اس کو شریک تبلیغ رسالت نہیں کیا گیا۔ اس سے پشت محمدی قوی نہیں کی گئی۔ اور کسی قوت بازو بھائی سے بازو قوی نہیں کیا گیا؟ اگر نہیں تو تمثیل کہاں درست ہوئی۔ حضرت مثیل موسیٰؑ کیسے ہوئے؟ کیا کوئی اور مثیل موسیٰؑ ہوگا؟ ماننا پڑے گا۔ کہ ضرور حضرت کے اہل بیتؑ میں سے آپ کے بھائی علیؑ کو آپ کا وزیر اور قوت بازو شریک تبلیغ اور خلیفہ و جانشین بنایا گیا۔ حضرت نے انہی الفاظ میں اس کی دعا کی۔ کتب میں اس دعا کا ذکر موجود ہے۔ خصوصاً کتب مناقب میں۔ اور روز اوّل اظہار بعثت ہی حضرتؐ نے اس کا اظہار کر دیا۔ اور لوگوں کو بتلا دیا۔ اور قریش کو دعوت اوّل دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ میں خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ اور تمہیں اس طرف دعوت دیتا ہوں۔ فَأَيُّكُمْ يُوَازِرُنِي عَلَى هَذَا الْأَمْرِ عَلَى أَنْ يَكُونَ أَخِي وَوَصِيِّي وَخَلِيفَتِي فِيكُمْ۔ پس تم میں سے کون ہے۔ جو اس امر تبلیغ و ہدایت خلق میں میرا قوت بازو بنے۔ اور میری پشت قوی کرے۔ اور وہ میرا بھائی میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ بنے۔ سارے خاموش رہے۔ سب قریش دینی عبدالمطلب جمع تھے۔ صرف علیؑ ہی نے اُٹھ کر جواب دیا۔ کہ میں اس میں آپ کا ساتھ دیتا ہوں۔ اور رسول اللہؐ نے فرمایا "اِنَّ هٰذَا اَخِي وَوَصِيِّي وَخَلِيفَتِي فِيكُمْ" "فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْهُ" اے لوگو!...... یہ علیؑ میرا بھائی میرا وصی اور تم پر میرا خلیفہ ہے۔ اس کی ہی بات سنو۔ اور اس کی اطاعت کرو۔ (ابن اثیر) پس مثیل موسیٰؑ محمد مصطفیٰؐ کے بھائی علیؑ جو ان کے اہل بیت سے ہیں۔ اسی دن سے شریک نبوت اور قوت بازو۔ وزیر اور خلیفہ قرار پائے۔ اور دونوں بھائیوں نے سرکشان عرب کو ہدایت کرنا شروع کیا۔ اور جب ایک جنگ کے موقع پر حضرت خود تشریف لے گئے۔ تو حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بنا گئے۔ اور ان کے اصرار پر فرمایا۔ "اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ"۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو۔ کہ تم مجھ سے ایسے ہو۔ جیسے کہ ہارونؑ موسیٰؑ کے لئے تھے۔ جو منزلت اور درجہ ہارونؑ کا موسیٰؑ کے ساتھ تھا۔ وہی تمہارا میرے ساتھ ہے۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ لہٰذا تم نبی تو نہ ہو گے۔ باقی کل امور میں تم مثل ہارونؑ ہو۔ یہ حدیث "اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ

ھَارُوْنَ مِنْ مُّوسٰی" مشہور ومعروف ہے۔ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ نے بھی لکھا ہے۔ اور اکثر کتب احادیث وسیر میں موجود ہے۔ یہ حدیث عین مطابق آیت قرآنی ہے۔ اس حدیث کا انکار آیت کا انکار اور حضرت کے مثیل موسیٰ ہونے سے انکار ہے۔ ورنہ کوئی ہارون محمدی بتلانا چاہئے۔ تاکہ تمثیل پوری۔ بلاشبہ حضرت علیؑ مثل حضرت ہارون شریک تبلیغ وہدایت خلق اور حضرت کے قوت بازو اور کل دشمنوں کو زیر کرنے والے اور آپ کے بھائی اور وزیر اور خلیفہ ہیں۔ اور یہ خدا اور رسول کی نص ہے۔ خلافت علیؑ ابن ابی طالبؑ پر جیسے اور نصوص مذکورہ وغیر مذکورہ کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ اور خلافت بلافصل وبافصل کی بحث بھی یہاں نہیں چلتی۔ حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ میں کوئی اور حائل وحاجب وفاصل نہیں ہے۔ حضرت ہارونؑ دوسرے۔ تیسرے یا چوتھے نمبر پر خلیفہ نہیں ہیں حضرت موسیٰؑ کی زندگی ہی سے خلیفہ ہیں۔ بھائی ہیں۔ وزیر ہیں۔ اسی طرح حضرت علیؑ بھائی ہیں۔ وزیر ہیں۔ خلیفہ ہیں۔ اگر حضرت علیؑ کو خلیفہ بافصل لیا جائے اور چوتھا خلیفہ مانا جائے۔ تو پھر تمثیل ہارونؑ موسوی غلط ہو جائے گی۔ اور تشبیہ صادق نہ آئے گی۔ موسیٰؑ کی غیبت میں ہارون ہیں۔ اور محمد مصطفیٰؐ کی غیبت میں ہارون محمدیؐ علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ پس حضرت علیؑ کو بافصل خلیفہ کہنا صاف ان آیات سے انکار کرنا ہے۔ خود حدیث ذوالعشیرہ میں کہیں قبلیت و بعدیت وبعدیت نہیں ہے۔ یہی فرمایا ہے۔ کہ یہ علیؑ میرا بھائی میرا وزیر اور تم پر میرا خلیفہ ہے۔ فصل وبلافصل کیسا۔ حضرت علیؑ کی اس خلافت الٰہیہ میں کوئی شریک نہیں ہے۔ پھر فصل وبلافصل کیا معنی؟ وہی خلیفہ ہیں۔ اور ان کے بعد ان کی اولاد شیعہ فضول لفظ بلافصل بڑھا کر دوسروں کو چڑاتے ہیں۔ ہم خلافت محمدیہ میں محاشتاً بعض جگہ بلافصل کا لفظ بغرض تو ذکر کرتے آئے ہیں۔ ورنہ ان کی ضرورت نہیں ہے۔ تعجب ہے۔ کہ ان احادیث کو تسلیم کرنے والے پھر خلافت محمدی میں بحث کرتے ہیں۔ مخالفین روایت دعوت ذوالعشیرہ کو نقل کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ رسول اللہؐ نے علیؑ کو تبلیغ اسلام میں اپنا خلیفہ بنایا تھا مگر اس کا یہ مطلب نہیں تھا۔ کہ آپ نے بعد انتقال حکومت کا خلیفہ بنایا تھا مگر اس کا یہ مطلب نہیں تھا۔ کہ آپ نے بعد انتقال حکومت کا خلیفہ بنایا تھا۔ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے۔ یہ تو تسلیم ہے۔ کہ علیؑ کو رسول اللہؐ نے تبلیغ اسلام میں اپنا جانشین بنایا۔ ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ بعد رسول اللہؐ تبلیغ اسلام اور ہدایت خلق کے لئے باتفاق علماء جانشین وخلیفہ رسولؐ کی ضرورت ہے۔ اور بتصریح پیغمبری بقاء وتائید دین اسلام وجود خلیفہ ہی پر ہے۔ اور علیؑ ایسے ہیں۔ کہ زمانہ رسول اللہ میں تبلیغ دین اسلام میں جانشین رسول ہیں۔ (جس طرح حضرت ہارونؑ جانشین موسیٰؑ تھے) پس وہی بدرجہ اولیٰ بعد انتقال رسول اللہ ہادی دین اسلام ہیں۔ اس سے بھی یقیناً امامت وخلافت علوی ثابت ہے۔ اور ان کے پیشوائے برحق ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہوسکتا ہے۔ حالانکہ یہ صرف مخالف کا اعتقاد ہے۔ جو لفظ خلیفتی کی تاویل کی ہے۔ ورنہ لفظ عام اور مطلق ہے۔ اور رسول اللہؐ نے یہ فرمایا ہے۔ کہ "یہ علیؑ تم پر میرا خلیفہ ہے۔" یہ کس لفظ سے نکلا۔ کیونکر مفہوم ہوا۔ کہ میرے زمانے میں تبلیغ دین میں میرا خلیفہ ہے۔ اور میرے انتقال کے بعد حکومت میں میرا خلیفہ نہیں ہے۔ یہ معنی تو شاعر کے پیٹ ہی میں ہوں گے۔ روایت کے الفاظ تو کہیں نہیں ہیں۔ نہ یہاں قبلیت وبعدیت کی بحث ہے۔ اور نہ اسلام اور حکومت کی۔ دین

اسلام میں جو جانشین رسول اللہؐ ہے۔ وہی حکومت میں جانشین رسولؐ اللہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس حکومت کے وہ بانی ہیں۔ وہ اسلامی حکومت نہیں ہے۔ بلکہ اسلام سے خارج ہے۔ اور اسی لئے ہادی اسلام و مبلغ اسلام شریک ہدایت خلق۔ وزیر پیغمبر کو اس کا مستحق نہیں جانتے ہیں۔ "لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ" (سورہ الکافرون:۶) حکومت اپنے بادشاہوں کے لئے رہنے دیجئے۔ یونہی سہی۔ ورنہ دراصل تو تمدن وتدین امامت ونبوت دو چیزیں نہیں ہیں۔ اگر حکومت رسالت سے علیحدہ ہے۔ تو حکومت میں خلافت رسالت کے کچھ معنی ہی نہیں ہیں۔ جو تبلیغ دین اسلام میں خلیفہ رسول ہے۔ وہ وہی حاکم وامیر اسلام امام امت ہے۔ یہ بھی بطور تنزل ہے۔ حکومت اسلامی مراتب امامت میں سے ایک ادنیٰ امر یہ ہے۔ اور قطعاً امامت وخلافت محمدیہ حکومت پر موقوف نہیں ہے۔ بہر کیف آیات سورۂ طٰہٰ وسورۂ الم نشرح۔ حدیث منزلت۔ روایت دعوت۔ ذوالعشیر ہ نہایت صریح اور واضح نصوص ہیں۔ خلافت علیؑ ابن ابی طالبؑ برادر رسول ووزیر محمدؐی پر۔ اور جو کہتے ہیں۔ کہ خدا اور رسول نے کسی کی خلافت کی تصریح نہیں کی۔ اور نص نہیں فرمائی۔ وہ صاف ان آیات کے منکر ہیں۔ خدا اپنے رسول پر اپنے احسانات وانعامات گنا رہا ہے۔ اور بصیغہ ماضی فرماتا ہے۔ کیا ہم نے تمہارا سینہ نہیں کھول دیا۔ کیا ہم نے تمہارا بوجھ ہلکا نہیں کر دیا۔ جس نے تمہاری پشت توڑ رکھی تھی۔ اور کیا ہم نے تمہارے ذکر کو بلند نہیں کیا۔ بیشک تنگی اور سختی کے بعد راحت وآسانی ہے۔ بیشک ایسا ہی ہے۔ پس جب تم فارغ ہو جاؤ۔ تو نصب کر دو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف مائل ہو۔ کل اہل علم جانتے ہیں۔ کہ "وِزْرٌ" کے معنی بار۔ بوجھ کے ہیں۔ لفظ وزیر اس سے مشتق ہے۔ وزیر بادشاہ کی طرف سے بادشاہت کا بوجھ اُٹھانے والا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو وزیر کہتے ہیں۔ حضرت ہارون حضرت موسیٰؑ سے بار رسالت کے بٹانے اور اس کے اٹھانے والے تھے۔ وزیر حضرت موسیٰؑ ہوئے۔ یہاں خدا نے رسول کو خبر دی ہے۔ احسان جتایا ہے۔ کہ ہم نے تمہارے بار کو ہلکا کر دیا۔ یعنی تمہارے بار کا اٹھانے والا تمہارا وزیر بنا دیا ہے۔ جملہ اہل اسلام سے سوال ہے۔ کہ وہ بتلائیں۔ کہ ان آیات کے مطابق وموافق وہ کونسا وزیر پیغمبرؐ ہے۔ جو زمانہ پیغمبری میں خدا نے خود مقرر کیا۔ اور رسول اللہؐ نے اس کی خبر دی۔ کہ فلاں میرا وزیر ہے؟ اگر رسول اللہؐ کی حیات ہی میں کوئی وزیر مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ تو یہ آیات معاذ اللہ جھوٹی ثابت ہوتی ہیں۔ کیا غیر از علیؑ اسلام میں کسی وزیر محمدی کا پتہ چلتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ علیؑ ہی وزیر محمدی ہیں۔ ان کو خدا نے وزیر بنایا۔ ان کے ذریعہ بار محمدی اُٹھایا۔ وزر محمدیؐ وزیر محمدی سے ہلکا ہوا۔ اسی واسطے روایت ذوالعشیر ہ میں رسول اللہؐ نے لفظ یوارزنی فرمایا ہے۔ کون میرا بار اُٹھوائے گا۔ اور اس بوجھ میں میرا شریک ہوگا۔ وزیر موسوی خلیفہ موسیٰؑ تھے۔ وزیر محمدی خلیفہ محمدؐ ہوئے۔ اور فرمایا۔ یہ علیؑ میرا بھائی میرا وزیر اور تم پر میرا خلیفہ ہے۔ اس سے بڑھ کر تصریح خدا اور رسول خلافت محمدی پر اور کیا ہو سکتی ہے؟ وزیر موسیٰؑ ان کے سامنے انتقال کر گئے۔ ورنہ وہی بعد موسیٰؑ بھی خلیفہ موسیٰؑ ہوتے۔ یہاں ایک راز ہے۔ ایک عجیب نکتہ ہے۔ نبوت موسیٰؑ ختم نبوت نہیں ہے۔ آپ کے بعد بار نبوت اٹھانے والے بہت سے پیغمبر آنے والے تھے۔ وزیر موسیٰؑ شریک تبلیغ وہدایت موسیٰؑ حضرت ہارونؑ کا زندہ رکھنا ضروری نہ تھا۔ مگر نبوت محمدیہ ختم نبوت ہے۔ قیامت تک یہ نبوت باقی ہے۔ یہاں ضروری اور لازمی تھا۔ کہ

شریک تبلیغ اور بار نبوت اٹھالینے والا وزیر باقی رہے۔ اور بعد رسول اللہ قائم مقام و جانشین رسول ہو۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ "فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ○ وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ ○" (سورہ الم نشرح ۷،۸) وذالك فضل الله يوتيه من يشاء"۔

اس موقع پر یہ کہہ دینا بھی ضروری ہے۔ کہ جب حضرت علیؑ کے لئے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ آپ خلیفہ رسول ہیں۔ اور خلافت اللہ وخلافت محمدیہ حضرتؐ کے بعد آپ ہی کا فرض ہے۔ اور خلافت مال میں بھی ہوتی ہے۔ خلافت اہل میں ہوتی ہے۔ اور خلافت منصب وعہدہ میں۔ اور جو مطلقاً خلیفہ ہے۔ وہ سب باتوں میں خلیفہ ہے۔ خلیفہ فی المال بھی ہے۔ اور خلیفہ فی الاہل بھی ہے۔ خلیفہ فی المنصب بھی ہے۔ پھر حضرت رسالت مآب کا حضرت علیؑ کو ایک جنگ کے موقع پر بقول بعض اہل سنت اپنے اہل وعیال کی نگرانی اور خبر گیری کے لئے اپنا جانشین اور خلیفہ بن جانا منافی خلافت سیاسی وامامتی نہیں۔ بلکہ مثبت ہے۔ اور وقت ہجرت حضرتؐ کو لوگوں کی امانات جو رسول اللہ کے پاس تھیں سپرد کرنے اور اپنی صاحبزادی اور جو آپ کی اہل میں ہیں ان کو لانے اور ان کی نگرانی وحفاظت کے لئے حضرت علیؑ ہی کو خلیفہ بنایا ہے۔ خلافت فی المال وخلافت فی الاہل کی مثبت ہے۔ جو خلافت فی المنصب میں داخل وشامل ہے۔ یہ نقص نہیں کمال ہے۔ عزت وناموس کا معاملہ نہایت اہم ہوتا ہے۔ اس کو اہل حمیت وغیرت ہی جانتے ہیں۔ دنیاوی اصول کے مطابق بھی سیاست میں تو کسی کو بھی جانشین بنایا بھی جاسکتا ہے۔ مگر اہل وناموس میں جانشین اور گھر وبار کا مالک تو اسی کو بنایا جاسکتا ہے۔ جو مثل اپنے نفس کے ہو۔ جس پر اعتماد کلی ہو۔ جس کی عفت عصمت مستند ہو۔ پس یہ علیؑ کی منتہائی فضیلت ہے۔ کہ حضرت اہل وعیال پر بھی خلیفہ حضرت ہی کو بناتے تھے۔ حتی کہ احادیث و روایات موجود ہیں۔ کہ حضرت اپنی ازدواج کو بوقت ضرورت وحسب مصلحت طلاق دیدینے کا حکم دیدیا تھا۔ یہ علیؑ کے نفس رسول وحقیقی قائم مقام رسول ہونے کی ایک نہایت بین دلیل ہے نہ نقص خلافت۔

پچیسویں دلیل

پہلے بھی مسلم ومتفق ہے۔ اور ہم اسی کتاب میں مفصل ثابت کر چکے ہیں۔ کہ رسول اللہؐ ہدایت خلق کے لئے قانون الٰہی کتاب اللہ چھوڑ گئے ہیں۔ اور خلیفہ رسولؐ کے فرائض اوّلیہ میں سے کتاب اللہ کی تعلیم اور اس سے حکم کرنا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔ "فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" (سورہ الانبیاء:۷)۔ اگر تم خود بینات الٰہیہ اور ذبر انبیاءؑ کو نہیں جانتے۔ تو اہل ذکر سے پوچھو۔ وہ تعلیم دے دیں گے۔ گویا اس آیت میں امور دینی میں اہل ذکر کی اطاعت ومتابعت کا صریح حکم دیا گیا ہے۔ اور جو اہل الذکر ہیں۔ وہی بعد رسول مطاع ومتبوع و مقتدا وپیشوائے دین ہیں۔ اہل الذکر کے معنی اگر تقلیدی نظر سے دیکھے جائیں۔ تو شاید بہت گھڑ لئے جائیں۔ مگر خود قرآن اہل الذکر کے معنی صاف بتلا رہا ہے۔ ذکر کے معنی مصدری بھی ہیں۔ اور اسمی بھی اور علمی بھی۔ جہاں اعلام کے طور پر ذکر آیا ہے۔ وہاں صرف دو ہی چیزوں کا نام ذکر رکھا گیا ہے۔ اوّل ذکر رسولؐ اللہ کو کہا گیا ہے۔ "قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ○ رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ ○" (سورہ الطلاق:۱۰،۱۱) بتحقیق

کہ خدا نے تمہاری طرف ایک ذکر نازل کیا ہے۔ جو رسول ہے۔ وہ تم پر آیات الٰہی مفصل تلاوت کرتا ہے۔ اور حدیث میں تصریح ہے۔ کہ ذکر نام ہے جناب رسول خدا نہ کا۔ جو کتاب اللہ کی تلاوت کرنے آئے ہیں۔ دوم ذکر نام ہے، ود کتاب اللہ کا۔" اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ" (سورہ الحجر:۹) ہم نے تمہاری طرف (کتاب) اُتاری ہے جو ذکر ہے۔ اور بیشک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ باتفاق محققین اسلام ذکر قرآن کا نام ہے۔ اور اس سے اہل الذکر کے معنی خود ہی معلوم ہوئے۔ کہ اہل الذکر کون ہیں؟ یعنی اہل القرآن۔ اور اہل القرآن کون ہیں؟ یعنی اہل محمدؐ۔ آل محمدؐ اہل بیت نبوت و رسالت۔ اور اس سے صاف معلوم ہو گیا۔ کہ بعد رسول امت کو انہی سے کتاب کے پوچھنے اور علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور ہم اہل بیت محمدؐ و آل محمدؐ کے عالم علم قرآن ہونے کی کئی دلیلیں دے چکے ہیں۔ اور ثابت کر چکے ہیں۔ کہ وہ نفوس جن کے سینے میں قرآن بطور آیات بینات موجود ہیں۔ اہل بیت ہی ہیں۔ جو قرآن کے ساتھ ہیں۔ اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ اور وہ ماں کے پیٹ سے عالم پیدا ہوتے ہیں۔ "بَلۡ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِىۡ صُدُوۡرِ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ‌ وَمَا يَجۡحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوۡنَ" (سورہ العنکبوت:۴۹) اور اس اوتوا العلم کے معنی بھی خود ہی معلوم ہو گئے۔ کہ وہ لوگ ہیں۔ جو علم کو بطور کسب و اکتساب حاصل نہیں کرتے۔ کسی سے پڑھتے لکھتے نہیں۔ بلکہ خدا کی طرف سے علم عطا کیا جاتا ہے۔ اور اوتوا العلم والی زمانہ محمدیؐ میں معروف تھے۔ اس وقت بھی جو بات کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ ان سے پوچھ لیا کرتے تھے۔ "حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوۡا مِنۡ عِنۡدِكَ قَالُوۡا لِلَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا‌" (سورہ محمد:۱۶) بعد انتقال رسول اللہ بھی عام مسلمانوں کا یہی فرض ہے۔ کہ وہی اوتوا العلم (علم الٰہی) والوں سے پوچھیں۔ ان کی پیروی کریں۔ ان سے علم حاصل کریں۔ جو باب علم محمدی ہیں۔ اب بھی یہی فرض ہے۔ یہ آیت بھی نص ہے۔ کہ آل محمدؐ سے علم قرآن حاصل کرو۔ اور ان کی اقتداء کرو۔

امام جن و انس علیؑ بود کہ علیؑ	زکل خلق فزوں است از صغا کبار
زنام اوست معلق سما و کرسی و عرش	زذات اوست مطبق زمین مسیں ہنجار
علیؑ امام و علیؑ ایمن علیؑ ایماں	علیؑ امین و علیؑ سرور و علیؑ گفتار
علیؑ علیم و علیؑ عالم و علیؑ اعلم	علیؑ حکیم و علیؑ حاکم و علیؑ گفتار
بحق دین محمدؐ بخون پاک حسینؑ	بحق مردم نیک و مہاجر و انصار
کہ نیست دین ہدے را بقول پاک رسولؐ	امام غیر علیؑ بعد احمدؐ مختار
بدشمنان منشیں حافظا تو لاکن	نجات خویش طلب کن بجان ہشت و چہار

تذنیب

یہ ہیں ہماری پچیس دلیلیں خلفاء اثناء عشر کی خلافت پر۔ جن میں سے ہر ایک سر دفتر دلیل ہے۔ اور ایک بھی قابل رد و انکار نہیں ہے۔ بغیر تکذیب آیات اللہ کسی کا بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ اور پنجتن پاک کے نام پر ہر ایک کی طفیل

بالفعل ہم نے پانچ پانچ دلیلیں دی ہیں۔ اور ہر ایک دلیل کئی کئی آیات کو شامل ہے۔ جن میں سے ہر ایک اپنے مقام پر مستقل دلیل ہے۔ مگر ہم نے اختصار کو مدنظر رکھا ہے۔ کچھ تلافی حصہ چہارم میں کریں گے۔ ابھی بہت سے دلائل قرآنیہ باقی ہیں۔ "قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَداً ○" (سورہ الکھف: ۱۰۹)۔ ان کلمات اللہ کی تشریح وتفسیر کون کرسکتا ہے۔ یہ جو کچھ لکھا ہے۔ انہی نورانی نفوس قدسیہ کی برکت ہے۔

خدا کے نور سے پیدا ہوئے ہیں پانچوں تن
محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ حسینؑ و حسنؑ

یہ وہ پنجتن پاک ہیں۔ جو وقت نزول آیہ تطہیر کسا، پیغمبری میں ایک جگہ جمع تھے۔ اور اس لئے آل عبا بھی کہلاتے ہیں۔ کل اہل اسلام میں مشہور ومعروف ہیں۔ یہ وہ پنجتن پاک ہیں۔ جو وقت مباہلہ کفار نجران کے مقابلہ میں گئے۔ اور کفار نجران ان پانچ انوار قدسیہ کو دیکھ کر مبہوت رہ گئے۔ اور دیکھتے ہی ان کا اسقف کہنے لگا۔ کہ میں وہ صورتیں موافق ومطابق مکاشفہ یوحنا دیکھتا ہوں۔ کہ اگر یہ پہاڑ پر دعا کریں۔ تو ریزہ ریزہ ہو جائے۔ یا اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔

اب پنجتن کی اصطلاح بھی چودھویں صدی میں نئی قائم ہوئی ہے۔ اس زمانے میں بعض جدت طراز صاحبان کے نزدیک پنجتن کی اصطلاح رسولؐ خدا اور خلفاء اربعہ کے لئے تراشی گئی ہے۔ ہمیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ ولا مناقشۃ فی الاصطلاح۔ اصطلاح میں کبھی بحث نہیں ہوا کرتی پہلے لوگ زنگی۔ حبشی۔ غلام کا نام کافور رکھتے تھے۔ اب بھی لوگ اپنے فقیر بیٹے کا نام بادشاہ اور شاہ جہاں رکھ دیتے ہیں۔ حضرات خلفا ثلثہ کو اسی طرح پنجتن میں ان کے مقلدین کے نزدیک شامل کیا جاسکتا ہے۔ یعنی نئی اصطلاح قائم کی جاسکتی ہے۔ اور بھی پنجتن کی نئی اصطلاحیں ہوسکتی ہیں۔ خلافت اجماعیہ کے پہلے پانچ خلیفہ حضرات ثلثہ۔ میر معاویہ اور امیر یزید بھی پانچ تن ہیں۔ اور اگر ایک عورت شامل ہونی ضروری ہو۔ تو حضرت ابوسفیان۔ معاویہ ہندہ۔ یزید اور مروان معروف پنجتن پاک کے مقابلہ میں ہوسکتے ہیں۔ حضرت طلحہ۔ زبیر۔ حضرت عائشہ۔ معاویہ اور یزید بھی پنجتن پاک کے مقابل پانچ تن ہیں۔ اور بھی ہوسکتے ہیں۔ مگر رسول اللہؐ کے ساتھ عصمت وطہارت میں شریک تو علیؑ وفاطمہؑ وحسنینؑ ہی ہیں۔ پنجتن بہت ہوسکتے ہیں۔ مگر "پنجتن پاک"، تو یہی پانچ تن آل عبا واصحاب کساء ہی کہلائیں گے۔ حضرات ثلثہ پنجتن کی اصطلاح میں آسکتے ہیں۔ پنجتن پاک کی اصطلاح میں نہیں آسکتے۔ جو ایک مدت وراز کفر وشرک میں مبتلا رہے۔ وہ پاک رسول کے ساتھ کیونکر پاک ہوسکتے ہیں۔

نتیجہ دلائل طیبہ و آیہ استخلاف۔

باب اوّل میں حقیقت خلافت الٰہیہ وامامت حقہ اور اس باب دوم میں ان پچیس لاجواب دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے خلافت محمدیہ کے وارثین حضرات آئمہ معصومینؑ خصوصاً اوّل الخلفاء الراشدین حضرت امیر

المومنین کی خلافت و امامت کا ثبوت دے چکے۔ اور ثابت کر چکے۔ اب آیہ استخلاف "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ وَلَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ" (سورہ النور:۵۵) "اللہ تعالیٰ نے تم امت محمدی میں سے مومنین صالحین سے وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ اس نے انہیں خلیفہ زمین بنایا۔ جو ان سے پہلے تھے۔ اور اس دین پر انہیں قدرت و تمکین عطا کرے گا۔ جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کرنے والے ہیں۔ اور کسی کو میرا شریک نہیں بناتے ہیں۔ اور اس کے بعد جو انکار کرے۔ وہی فاسق ہے" کو پڑھ کر فیصلہ کر لیجئے۔ کہ کیا اس خلافت الٰہیہ کا مالک و وارث۔ مستحق۔ سزاوار ان بارہ خلفاء راشدین کے سوا اور کوئی ہو سکتا ہے؟ کیونکہ اس میں ان باتوں پر غور کرنا ہے۔ اوّل یہ وعدۂ خدا ہے۔ دوم یہ وعدہ امت محمدی میں سے مومنین صالحین سے ہے۔ صالحین و گنہگار اس سے خارج ہیں۔ وہ اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ سوم یہ سب خلیفہ فی الارض ہوں گے۔ نہ کسی ایک ملک یا ایک براعظم یا ایک جزیرہ پر۔ چہارم یہ ویسے ہی خلیفہ خدا ہوں گے۔ جیسے کہ ان سے پہلے بنائے گئے ہیں۔ قرآن میں یہ وعدہ ہے۔ اور قرآن میں جن خلفاء کا ذکر ہے۔ کہ خدا نے انہیں ان سے پہلے خلیفہ بنایا۔ اور بالصراحۃ ذکر ہے۔ بالاسم ذکر ہے۔ وہ تین خلیفہ ہیں۔ اوّل حضرت آدمؑ۔ دوم حضرت داؤدؑ۔ سوم حضرت ہارونؑ۔ اور ویسے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ کل انبیاء اللہ وارث خلافت الٰہیہ سب خلفاء اللہ ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ حضرت آدم جو خلیفہ فی الارض ہیں۔ نہ وہ کہیں کے بادشاہ تھے۔ نہ وہ مالک تاج و تخت تھے۔ نہ جاہ و حشم رکھتے تھے۔ اور نہ طبل و علم۔ نہ انہوں نے بہت سے ملک فتح کئے تھے۔ مگر خلیفہ فی الارض تھے۔ خدا نے انہیں علم عطا فرما کر اور تصرف فی العالم عنایت کر کے تعلیم و تربیت عالم کے لئے اپنا جانشین بنایا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر خلفاء اللہ اسی معنی میں خلفاء تھے۔ اور حکومت اس کے تحت میں ہے۔ اگر کسی کو اس کا موقع مل جائے۔ تو ان کا منصب ہے۔ جو مصالح الٰہیہ پر موقوف ہے۔ مگر ان کے خلیفہ ہونے کی شرط حصول سلطنت و حکومت نہیں ہے۔ نہ مال و دولت نہ فتوحات۔ ورنہ نہ تو حضرت آدمؑ خلیفہ رہیں گے۔ اور نہ حضرت داؤدؑ۔ نہ حضرت ہارونؑ۔ بلکہ کل انبیاء اللہ جو خلفاء اللہ ہیں خلافت کے ساتھ نبوت سے بھی عاری ہو جائیں گے۔ چہارم خدا ان مومنین صالحین اور ان خلفاء کو اس دین پر قدرت و تمکین عطا کرے گا۔ کہ بآسانی تمام ارض (کل روئے زمین) پر اس کو جاری کر سکیں۔ اس دین پر قدرت دے گا۔ جو ان کے لئے اس نے پسند کیا ہے۔ اور صورت اس کی یہ ہو گی۔ کہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ وہ کیسے لوگ ہیں؟ جو خدا ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں گردانتے ہیں۔ اس کے بعد جو ان کا انکار کرے۔ وہ فاسق ہے۔ اس آیت میں "اٰمَنُوْا" کی ضمیر مضمر ھم۔ "عَمِلُوْا" میں ضمیر مضمر ھم۔ "لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ" کی ضمیر ھم۔ "مِنْ قَبْلِهِمْ" کی ضمیر ھم۔ "لَيُمَكِّنَنَّ اور لَيُبَدِّلَنَّهُمْ" کی ضمیر۔ "يَعْبُدُوْنَنِيْ وَلَا يُشْرِكُوْنَ" کی ضمیر سب "الَّذِيْنَ" کے صلہ اور

شامل اور ان خلفاء اللہ کے اوصاف میں۔ اور مِنکُم میں ''کم'' کی ضمیر کے مخاطبین باقی اہل اسلام ہیں۔ جن میں سے اور جن پر یہ خلفاء ہوں گے۔ اب اس میں غور کر لو۔ کہ آیا یہ خلفاء اثنا عشر ہی اس کا مصداق ہیں یا کوئی اور۔ یہ صالحین ہیں۔ صادقین ہیں۔ کاملین ہیں۔ سابقین ہیں۔ طاہرین معصومین ہیں۔ خلافت معصومین ہی کا حق ہے۔ خلافت امام میں ہے۔ اور امامت سے ظالمین ہمیشہ سے محروم ہیں۔ اور ان کے سوا کل صحابہ کسی نہ کسی ظلم میں آلودہ نظر آتے ہیں۔ جو مدت تک کفر و شرک میں رہے ہوں۔ وہ ان صالحین و معصومین اور سابقین کے ذیل میں نہیں آسکتے۔ یہ ایسے ہی خلفاء اللہ ہوئے ہیں۔ جیسے کہ آدمؑ و داوٗدؑ و ہارونؑ وغیرہم۔ اسی کا انہوں نے دعویٰ کیا ہے۔ اور اس کو ثابت کر دیا ہے۔ خدا نے ان کو ان اوصاف پر خلق کیا ہے۔ جو خلافت الٰہیہ کے معیار ہیں۔ اور صاف بذریعہ پیغمبر اور بذریعہ وحی بتلا رہا ہے۔ کہ یہ خلیفہ ہیں۔ جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں۔ اور اس طرح یہ وعدہ خلافت مسلمانوں سے پورا کر دیا۔ کل روئے زمین پر یہی حجت خدا۔ یہی مقتدا ہیں۔ یہی معلم الٰہی ہیں۔ ماننا یا نہ ماننا یہ مکلفین و مبعوث الیہم کا فرض ہے۔ جو انہیں تسلیم کرے گا۔ وہ اپنے لئے۔ جو نہ کرے گا اپنے لئے۔ اور یہاں ماننے والوں کی قلت و کثرت اس خلافت میں تغیر پیدا نہیں کر سکتی۔ یہ وہ بزرگوار ہیں۔ جو خالص عباد الرحمٰن اور خاص ''وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ'' کے مصداق ہیں۔ یہ کل کے کل اوصاف و کمالات خلافت الٰہیہ و خلافت محمدیہ و امامت الناس و سیاست الامت سے متصف تھے۔ ان کا خدا نے اظہار کیا۔ ان کو رسول اللہؐ نے علی الاعلان بیان کیا۔ ان کے نام بتلائے۔ ان کے کام بتلائے۔ ان کو دکھلایا۔ اور لوگوں کو پہنچوایا۔ اور خدا کے کسی کو خلیفہ بنانے کے یہی معنی ہیں۔ یہ وعدہ کل خلفاء محمدی سے ہے۔ اور خلافت محمدی بارہ میں منحصر ہے۔ اور ان بارہ کا خاتمہ قیامت پر ہے۔ دین محمدی تا قیامت ان بارہ پر قائم ہے۔ اس لئے جو وعدے ہوئے ہیں۔ ان کے یہ معنی نہیں۔ کہ وہ ہر ایک میں جدا جدا متحقق ہوں نہیں من حیث المجموع ہیں۔ خواہ ان میں سے کسی کے ہاتھ پر ہو۔ پس تمکن بر دین و رفع خوف و تبدیل امن بھی حقیقی معنی میں ان کے لئے حاصل ہو جائے گا۔ نہ دین اسلام ختم ہو گیا۔ نہ ان خلفاء اللہ کا خاتمہ ہو گیا۔ نہ خدا کہیں چلا گیا۔ رسول خدا سے خدا نے وعدہ کیا ہے۔ ''هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ'' (سورہ التوبۃ: ۳۳) مگر دین محمدی کو ابھی تک ایسا غلبہ حاصل نہیں ہوا۔ کہ کل ادیان پر دین محمدی کا ظاہر بظاہر غلبہ آجائے۔ کل مذاہب عالم موجود بلکہ کروڑوں انسان ان باطل مذاہب کے پابند اور ان کے ماننے والے ہیں۔ کہاں غلبہ دین محمدی کو حاصل ہوا ہے؟ کون اس کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ تو کیا اس سے دین محمدی باطل ہو گیا؟ اور آنحضرتؐ سچے پیغمبر نہ رہے؟ ہرگز نہیں۔ ضرور ہیں۔ کیونکہ نبوت حضرت کی قیامت تک متصل ہے۔ اور اس عرصہ میں غلبہ کا امکان ہے۔ بلکہ یقینی ہے۔ یہی حال خلافت کا ہے۔ اور دونوں دراصل ایک ہی ہیں۔ خلفاء دین محمدی کو یہ قدرت حاصل ہونا کہ کل روئے زمین پر جس پر کہ وہ خلیفہ ہیں اس دین کو جاری کر سکیں۔ جو ان کے لئے پسند کیا ہوا ہے۔ اور دین محمدی کو تمام ادیان پر ظاہر بظاہر غلبہ ہونا جس کو ''لیظھرہ'' واضح کر رہا ہے ایک ہی وقت میں ہیں۔ یہ وعدہ محمدی اسی وقت پورا ہو گا۔ جبکہ ''لَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ کَرْهًا" صادق آئے گا۔ ہر فرد بشر مسلمان ہوگا۔ اور بغیر اسلام لائے اس کو چارہ نہ ہوگا۔ یہی دن اس کے خلفاء کے دین پر قدرت پانے اور کل عالم میں دین محمدی نے اور خوف کے مطلقاً اُٹھ جانے کفار کے مٹ جانے اور امن کلی حاصل ہو جانے کا ہے۔ یہ زمانہ ابھی مہلت کفار کا ہے۔ ابھی وہ خلفاء اللہ مظلوم ہیں۔ مستضعف ہیں۔ مگر بعض ان میں سے موجود ہیں۔ دین محمدی موجود ہے۔ شرع موجود ہے۔ خلافت موجود ہے۔ اور انشاء اللہ تمکین بر دین کا وقت قریب ہے۔ "اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ"۔ اور اس کو یہ آیت اور واضح کر دیتی ہے۔ اور صاف پتہ دیتی ہے۔ "وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ○ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ○ (سورہ القصص: ۵،۶) اور ہم ارادہ رکھتے ہیں۔ کہ ان لوگوں پر احسان رکھیں۔ اور اپنا فضل و انعام کریں۔ جو زمین میں مظلوم و ضعیف ہو کر رہے ہیں۔ اور ہم انہیں امام بنائیں۔ اور کل زمین کا وارث بنائیں۔ اور انہیں زمین میں قدرت و تمکین عطا کریں۔ اور فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ عذاب چکھائیں۔ جن سے وہ بچتے تھے۔ خلفاء المسلمین میں سے کون خلیفہ ہے۔ جس کے زمانے میں فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو عذاب چکھایا گیا؟ وہ فرعون و ہامان اور ان کے لشکر کون؟ کہاں تھے؟ کب وہ مغلوب و مفتوح ہوئے؟ کب یہ وعدہ پورا ہوا؟ وہ زمانہ شاہان اسلام کی حکومت میں کب آیا۔ جس میں وہ دین جوان کے لئے خدا نے پسند کیا تھا۔ تمام روئے زمین پر غالب آیا۔ اور ان کی قدرت حاصل ہوئی۔ کہ وہ تمام دنیا میں بلا رکاوٹ الٰہی دین کو جاری کر سکیں۔ یہ وعدہ صرف قرن اوّل کے مسلمانوں سے نہ تھا۔ بلکہ کل اہل اسلام سے تھا۔ اور ہے۔ ورنہ آیت اسی زمانے کے لوگوں کیلئے مخصوص اور اس وقت منسوخ سمجھی جائے گی۔ اور اس وقت اس سے بحث فضول ہوگی۔ "منکم" کی ضمیر "کم" کے مخاطب کل اہل اسلام ہیں تا قیام قیامت۔ اور اس لئے آج ہم بھی اس کے مخاطب ہیں۔ کہ تم میں سے ہم خلیفہ بنائیں گے۔ ہم میں سے ہم پر آج کون خلیفہ خدا ہے؟ کیا غیر از مہدی منتظرؑ کوئی ایسا اور خلیفہ خدا آج ثابت ہو سکتا ہے؟ پس ضرور دین محمدی ایک دن غالب ہوگا۔ خلفاء اللہ اور خلفاء محمدی کو قدرت و تمکین بر دین حاصل ہوگی۔ اور دنیا میں دین اسلام ہی نظر آئے گا۔ اور اس وقت وہ خلفاء جن کی شان "اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ" (سورہ الحج: ۴۱) وہ لوگ کہ اگر ان کو ہم زمین میں قدرت دے دیں۔ تو وہ نماز کو روئے زمین پر قائم کر دیں۔ زکوٰۃ ادا کریں۔ اور نیکی کا کام کریں۔ اور منکر سے روکیں۔ اپنے اس دین مرتضٰی و دین مرتضوی کو جاری کر سکیں گے۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ صاحبان دین اور ہیں۔ اور امت اور عام محکومین دین اور۔ اور یہ معلوم ہے۔ کہ اگر خدا کسی کے لئے دین کامل کر دے۔ اور اس کو ان کے لئے اور ان سے پسند کرے۔ تو ضرور اس کے یہی معنی ہوں گے۔ کہ وہ کامل دین خدا رکھتے ہوں گے۔ اور علماً و عملاً کوئی دینی کمی ان میں نہ ہو۔ اور ایسے شخص اسلام میں وہی ہو سکتے ہیں۔ جو کامل علم قرآن رکھتے ہوں۔ جن میں شک و شبہ و اشکالات و مشبہات نہ ہوں۔ اور کامل عمل ان کو اس پر حاصل ہو۔ جب خدا اس کو کامل کر سکتا ہے۔ اور جب ہی خدا اس کو پسند کر سکتا ہے۔

اور ایسا ہی دین خدا کا کامل کیا ہوا دین ہوسکتا ہے۔ مگر مسلمانوں کو دیکھتے ہیں۔ تو وہ آج تک بھی کمال دین نہیں رکھتے۔ نہ علماً نہ عملاً۔ ہزاروں اختلاف موجود ہیں۔ بلکہ دین مسخ نظر آرہا ہے۔ کیونکہ تمام مسلمانوں کو کامل دیندار کہا جاسکتا ہے؟ کیا کوئی منصف ایسا کہہ سکتا ہے؟ پس اگر خدا نے دین ان کے لئے کامل کر دیا ہے۔ تو ان کے ازروئے دین ناقص ہونے اور سینکڑوں متضاد فرقے ہونے کے کیا معنی ہیں؟ کون مسلمان ہے۔ جو کامل علم قرآن اور اس پر کامل عامل ہونے کا اب یا پہلے دعویٰ کر سکے؟ دین خدا اپنے انبیاء اور اوصیاء کے لئے کامل کرتا ہے۔ اور عالم لوگ ان کاملین سے دین سیکھتے اور ان کی پیروی کرتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹوں سے فرماتے ہیں۔ "یَا بَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ" (سورہ بقرہ: ۱۳۲) اے بیٹو! خدا نے تمہارے لئے دین کو چنا اور مصطفیٰ بنایا ہے۔ تم نے مرنا مگر اسلام ہی پر۔ دین خدا ہمیشہ کامل ہے۔ مگر کامل دیندار وہ ہے۔ جس کیلئے خدا دین کامل کر دے۔ جس کو دین عطا کر دے۔ اور یہ کاملین انبیاء و اوصیاء انبیا رہی ہو سکتے ہیں۔ اور وہی ہوتے ہیں نہ عام امت۔ پس آیہ مجیدہ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" میں "لکم" کا مصداق عامہ مسلمان نہیں ہو سکتے۔ بلکہ خاص وہی خلفاء اللہ مراد ہیں۔ جن کا دین دین مرتضیٰ ہے۔ اور اس دین مرتضیٰ پر قدرت نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ اور وہ انہیں کے ہاتھ پر ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔ اب غور سے "اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" "وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" کو پڑھو۔ اور اس کے حقیقی معنی میں غور کرو۔ اس کا مصداق سوائے خلفاء اثنا عشرؑ جن کا سلسلہ دین محمدی کے ساتھ قیامت تک متصل ہے اور کوئی ثابت نہیں ہوسکتا۔ "ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذَّاکِرِیْنَ"۔

بعض حضرات کا خیال ہے۔ کہ آیہ استخلاف میں اسلام کا ضعف اور خوفِ اعداء اور اس کے بعد رفع خوف اور حصول امن کا وعدہ خلفاء کے ہاتھ پر دیا گیا ہے۔ اور یہ چونکہ خلفاء اربعہ (بلکہ ثلثہ کہئے۔ چوتھے کو کب امن نصیب ہوا) کے زمانے میں ہوا۔ اس لئے وہی آیت کے مصداق ہوگئے۔ اور اس کا ثبوت یوں بنایا گیا ہے۔ کہ اوّل ظہور اسلام کے وقت جب حضرت مکہ میں تھے۔ اسلام ضعیف تھا۔ اور خوفِ اعداء حاصل تھا۔ اور واقعہ ہجرت اس ضعف اور خوف کی دلیل ہے۔ اور مدینہ میں جا کر اسلام کو قوت حاصل ہوئی۔ اور خوف رفع ہوگیا۔ لہٰذا خلفاء اربعہ (ثلثہ) کی خلافت برحق ثابت ہوگئی۔ انہی سے رفع خوف ہوا۔ وہ اس آیت کے اس ترتیب سے مصداق ہوئے۔ آیہ مجیدہ کا مصداق تو ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں۔ مگر یہاں یہ دکھانا ہے۔ (کہ مدعی نے) اس تاویل اور اس معنی سے اصل دعوئے خلافت خلفاء ثلثہ کو باطل کر دیا ہے۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ مکہ میں مسلمان مظلوم تھے۔ تھوڑے تھے۔ دشمنوں کا خوف تھا۔ کفار طرح طرح کی اذیت دیتے تھے۔ اور آخر کار واقعہ ہجرت نے اس خوف اور ضعف کا ثبوت دیدیا۔ اور بعد ہجرت یقیناً مسلمان قوی ہوگئے۔ وہ ضعف جاتا رہا۔ خوف جاتا رہا۔ یہاں تک کہ کل عرب مغلوب ہوگیا۔ حدود روم تک فتح ہوگئی۔ دولت بھی آئی۔ سلطنت اسلامی قائم ہوگئی۔ اور وہ خوف امن سے بدل گیا۔ جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور جو باقی رہ گئے تھے اور ایمان نہ لائے تھے۔ وہ خوف

اسلام سے ظاہراً اسلامی لباس میں داخل ہو گئے۔ اور منافق بن کر جان بچائی۔ دور دور کی سلطنتوں کے سفرا آئے۔ یقیناً وقطعاً وہ خوف وضعف جو مکہ میں تھا۔ جاتا رہا۔ اور یہ امن حاصل ہوا۔ مسلمانوں پر جو ظلم پہلے ہوتے رہے تھے۔ اس کی تلافی ہوئی۔ اور مسلمان اسی مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ اس کی خدا نے مبارک باد دی۔ اور اس کو فتح نمایاں کہا۔ "إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُّبِيناً" (سورہ الفتح:۱) لیکن یہ ضعف وخوف اور یہ امن وفتح دونوں پیغمبرؐ اسلام کی زندگی سے متعلق ہیں۔ اور انہی کی حیات میں یہ سب کچھ ہو لیا۔ مگر آیہ استخلاف میں تو وعدہ خلفاء رسول کی بابت کیا گیا ہے۔ نہ رسول کی بابت۔ پس اگر یہ تاویل صحیح ہے۔ تو خلافت صرف ختمی مرتبت کی ثابت ہوئی۔ نہ خلفاء ثلثہ یا اربعہ کی۔ وہ جنابؐ اس کا مصداق نہ کہ خلفاء اربعہ۔ اگر دوسرے مسلمان اس میں بوجہ نصرت نبیؐ میں شریک کئے جائیں۔ تو بلا استثناء کل شریک ہیں۔ نہ صرف حضرات خلفاء ثلثہ۔ ہاں اگر خصوصیت ہو سکتی ہے۔ تو اس جرنیل اسلام کی۔ جس کے ہاتھ پر اسلام کی ہر ایک فتح زمانہ محمدی میں ہوئی۔ یعنی شیر خدا علیؑ مرتضیٰ۔ پس اس آیت کو خلفاء ثلثہ کی خلافت سے کوئی تعلق نہ ہوا۔ صرف رسول اللہؐ کی خلافت سے تعلق ہوا۔ حالانکہ دعویٰ یہ ہے۔ کہ یہ آیت آنحضرتؐ کے خلفاء کی شان میں ہے۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ دعویٰ خلفائے اربعہ کی خلافت کا کیا گیا ہے۔ اور ثابت رسول اللہؐ کی رسالت وخلافت کی ہے۔ اور اس خلافت کے مصداق سے ثبوت میں خلفاء کو علیحدہ ہی کر دیا۔ چلئے سب کچھ ہو لیا۔ ضعف بھی ہو لیا۔ خوف بھی ہو لیا۔ اور امن بھی رسولؐ کو حاصل ہو لیا۔ اب ضعف کے لئے اس کی کیا بحث؟ ان سے ہاتھ اٹھائیے۔

شادم کہ بارفیقاں دامن فشاں گذشتی
گومشت خاک ماہم برباد رفتہ باشد

مجھے تعجب ہے اس شخص سے۔ جو بکمال حیرت یہ دعویٰ کرتا ہے۔ کہ ان آیات نے خلافت خلفاء اربعہ کا صاف فیصلہ کر دیا۔ کیونکہ مکہ میں مسلمان مظلوم تھے۔ اور خدا نے ان مظلومین کے لئے وعدہ کیا تھا۔ کہ اگر ہم ان کو زمین میں قدرت دے دیں۔ تو نماز کو قائم کریں۔ زکوٰۃ ادا کریں۔ امر بالمعروف کریں۔ نہی عن المنکر کریں۔ مدینہ میں خدا نے ان کو حکومت دی۔ اور انہوں نے نماز کو قائم کیا۔ اور زکوٰۃ ادا کی۔ اور ان مہاجرین میں چاروں خلفاء تھے۔ لہٰذا چاروں کی خلافت برحق ثابت ہوئی۔ انتہی۔ کیا مکہ میں صرف یہ چاروں یار ہی تھے؟ کیا مظلوم صرف یہ چار ہی تھے؟ کیا ہجرت کے بعد مدینہ میں پہنچ کر حکومت وخلافت ان کو ہی ملی یا رسولؐ اللہ کو؟ اس وقت حاکم وبادشاہ اسلام رسول اللہؐ تھے یا چار یار؟ کیا رسول اللہؐ کے زمانے میں اقامہ صلوٰۃ وادائے زکوٰۃ وامر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں ہوئی؟ (اور خلفاء کے زمانے میں ہوئی۔) کیا ایسے خیال سے معاذ اللہ آنحضرتؐ کی نبوت باطل قرار نہیں پاتی۔ یا کم سے کم یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ رسول اللہؐ اپنے زمانے میں اقامہ صلوٰۃ وادائے زکوٰۃ امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ کر سکے؟ کیا "إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُّبِيناً" (سورہ الفتح:۱) رسول اللہؐ کے لئے نہیں آیا۔ چار یاروں کے لئے آیا ہے؟ کیا واقعی آنحضرتؐ کے زمانے میں دین الٰہی نہیں ۔ بلکہ خلفاء کی خلافت کے زمانے میں

؟ کیا دین اسلام صرف ملکوں کے فتح کرنے اور مال غنیمت لوٹنے ہی کے لئے آیا ہے؟ کیا اسلام اور بادشاہت دنیویہ ہم معنی ہیں؟ کیا خلافت محمدیہ بادشاہت ہی کا نام ہے؟ اور جب حضرت علیؑ کو تمہارے خیال کے مطابق فتوحات نصیب ہوئیں نہ دولت نہ امن۔ پھر کیونکر وہ ان خلفاء میں داخل کئے گئے؟ جن کے لئے خدا نے فتوحات کا وعدہ کیا ہے؟ چاروں خلفاء کے زمانے میں سلسلہ جنگ برابر قائم رہا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ بھی اور غیر مسلمانوں کے ساتھ بھی۔ تو امن کے معنی جنگ ہیں؟ جنگ جاری ہے۔ اور زمانہ امن کا کہلاتا ہے۔ عجیب منطق ہے۔ ہجرت رسول اللہ کریں۔ فتح مبین رسول اللہ کو حاصل ہو۔ خلافت اصحاب ثلثہ کی ثابت ہو؟ خوب۔ ہم فرض کرتے ہیں۔ کہ مظلوم مسلمانوں سے خدا نے نصرت و فتح کا وعدہ کیا تھا۔ اور وہ بعد انتقال رسول اللہؐ آپ کے خیال کے موافق پورا ہوا۔ ان مظلوم مہاجرین کو فتح دی گئی۔ مظلومیت میں تو سارے مسلمان شریک ہیں۔ ہجرت میں شریک ہیں۔ اسلام میں شریک ہیں۔ وعدہ سب سے تھا۔ بادشاہ یہ تین یا چار بنے۔ ان میں ان اوصاف مشترک کے ساتھ کونسی صفت ممیّزہ تھی۔ جس نے ان کو خصوصیت سے اس کا مصداق بنا دیا؟ اس وعدے میں ان چاروں کے ساتھ کل مسلمان شریک ہیں۔ اور ایک وقت میں ان چار میں سے دو مدعی خلافت ہیں۔ ایک ابوبکرؓ اور ایک علیؑ۔ اس آیت میں کونسی دلیل ہے۔ جو ابوبکرؓ کو اس وقت خلیفہ ثابت کرتی ہے۔ اور علیؑ کو نہیں کرتی؟ درآنحالیکہ علیؑ بلا مبالغہ سیکڑوں ممیّزات رکھتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ ابوبکر چونکہ ہو گئے۔ اور مسلمانوں نے مان لیا۔ تو وہی خلیفہ ہو گئے۔ تو اوّل دعویٰ بحث اس ہو جانے میں نہیں ہے۔ بحث اس میں ہے۔ کہ اس ہونے کی کیا اصلیت ہے۔ جائز ہوئے یا بیجا۔ حق سے اس جگہ بیٹھے یا ناحق۔ وہ اس کے اہل تھے یا نہیں؟ ورنہ اس سے کس کو انکار ہے کہ ایک واقعہ ایسا ہوا تھا۔ حضرت ابی بکر بادشاہ بنے تھے۔ لوگ ان کے ساتھ ہوئے تھے؟ اس میں غور کیجئے۔ اور بادشاہت کے لئے نبوت کو پائمال نہ کیجئے۔ اور ہمارے اتنے ہی بیان سے استدلال اصلاً باطل ہو گیا۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اور ہم حصہ اوّل میں بھی اس پر بہت کچھ لکھ آئے ہیں۔ کچھ حسب ضرورت حصہ چہارم میں ذکر کریں گے۔ اور کسی قدر باب سوم میں۔ یہ ہے ہمارا دعویٰ اور ہمارا ثبوت خلافت خلفاء آئمہ اثناعشرؑ کی شان ہیں۔ اور یہ کہ حضرت علیؑ ہی بعد رسولؐ خلیفہ برحق و امام امت و مقتدائے مسلمین ہیں۔ اوّل خلافت الٰہیہ و خلافت محمدیہ انہی کا حق ہے۔ مگر حسب تصریح خدائی اس میں بھی شک نہیں ہے۔ کہ حضرت علیؑ چوتھے خلیفہ ہیں۔ اوّل حضرت آدمؑ کی خلافت کا ذکر ہے۔ دوم حضرت داؤدؑ کی۔ سوم حضرت ہارونؑ کی اور چہارم مثل ہارونؑ۔ وزیر و برادر مثیل موسیٰؑ حضرت علیؑ کی۔ اس لحاظ سے خلافت الٰہیہ کا چوتھا خلیفہ حضرت علیؑ کو کہہ سکتے ہیں۔ اور حضرتؐ نے بھی بعض اوقات ایسا فرمایا ہے۔ اور یہی ثبوت دیا ہے۔ چلئے چار خلفاء کی اصلاح اہل سنت میں بھی ہے۔ وہ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان اور حضرت علیؑ کو چار یار کہتے ہیں۔ ہم حضرت آدم ابی البشرؑ۔ حضرت داؤدؑ۔ حضرت ہارونؑ اور حضرت علیؑ کو خلفاء اربعہ مذکورہ فی القرآن کہتے ہیں۔ ولا مناقشة فی الاصطلاح۔ ان کا وہ مسلک اور ہمارا یہ "لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝" (سورہ الکافرون:۶) حیدریم قلندرم مستم۔ بندۂ مرتضیٰ علی ہستم۔

قول محمدی شنو۔ راہ محمدی برو　　روئے محمدی بہ بیں تا برسی بہ منتہاء

شاہ ولایتم علیؑ جام شہادتم علیؑ　　عین ہدایتم علیؑ راہ نمائے اتقیاء

ناصر انبیاء علیؑ حاصل اولیاء علیؑ　　واصل کبریا علیؑ تا ممکنی تو ماجرا

نکتہ ہادہو علیؑ خازنِ لاو ہو علیؑ　　واہمہ شے ہو علیؑ زانکہ علیؑ است از خدا

شمس علیؑ است در ولم نور علیؑ است حاصلم　　من بعلیؑ چہ واصلم یافتہ ام سرِّ خدا

باب سوم

(العلیؑ والاصحابؓ)

اِس باب میں ہمیں کچھ زیادہ کہنا نہیں ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ باب دوم میں جو کچھ لکھ چکے ہیں۔ وہ خود علیؑ اور اصحاب کے فیصلہ کے لئے کافی ہے۔ دوم ہمارا مسلک چونکہ یہ نہیں ہے۔ کہ لوگوں کے نقائص ثابت کریں۔ اس لئے اس باب کو طول دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بحث صرف حقانیت وصداقت میں ہے۔ دعویٰ خلافت و امامت میں ہے۔ اگر ہم توحید کو لکھیں۔ تو اوّل تو اس کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ کہ فرعون ونمرود یا فرعون کے وزیر ہامان کا ذکر کریں۔ اور بفرض محال اگر ضمناً ان کا ذکر آ بھی جائے۔ تو ہمیں ان کے شخصی نقائص وعیوب گنانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ صرف یہی کافی ہے۔ کہ یہ دعویٰ الوہیت و ربوبیت میں جھوٹے تھے۔ الوہیت و ربوبیت شان خالق وصانع عالم ہے۔ نہ مخلوق ذلیل کی۔ اگر ہم نبوت کی بحث کریں۔ تو قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ کہ آنحضرتؐ کی نبوت کے اثبات میں "مسیلمۃ الکذاب" کے ادعائے نبوت کا بھی ذکر کریں۔ اور کریں تو نہ اس کے ذاتی عیب کیا ہیں۔ بس یہی کافی ہے۔ کہ آنحضرتؐ ان دلائل سے پیغمبر برحق تھے۔ اور وہ اس دعوے میں جھوٹا تھا۔ اور اس کے لئے یہی کافی ہے۔ "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِباً أَوْ كَذَّبَ "(سورہ الانعام:۲۱)۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔ جو خدا پر جھوٹ موٹ افترا تراشے۔ کہ خدا نے اس کو نبی یا پیغمبر یا امام بنایا ہے۔ اسی طرح اثبات امامت وذکر خلافت الٰہیہ اور ذکر خلفاء اثنا عشر کے ساتھ اصحاب کے ذکر کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اور ہم اس کو اچھا نہیں سمجھتے۔ کہ ان کے ذاتی عیوب بیان کریں۔ اور مطاعن گنائیں۔ ہاں بس اسی قدر کہ وہ اس دعوئے امامت میں حق پر نہ تھے۔ اس عہدۂ خلافت الٰہیہ کے مستحق نہ تھے۔ حقیقت خلافت الٰہیہ و امامۃ الناس ان میں نہ تھی۔ اس معیار پر وہ پورے نہ اترے تھے۔ اور اس کے لئے یہ دو باب کافی سے بھی زیادہ ہیں۔ حصہ اوّل و دوم مزید برآں۔ تیسرے ہم اگر بوجہ اس کے کہ لوگ خلافت میں اصحابؓ کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور ہمیں محاشاۃ ضروری ہے تو کسی قدر حصہ چہارم میں کریں گے۔ یہاں ہمیں صرف بعض امور کا ذکر کرنا ہے اور علیؑ اور اصحاب کبار کی بحث اور ان کے مقابلہ کا فیصلہ تو مدت ہوئی علماء محققین ورؤساء مذاہب کر گئے ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے اس طرح اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ ایک روز ان کے ایک صحابی نے اصحاب رسولؐ کی نسبت سوال کیا۔ آپ نے ان اصحاب اور ان کے فضائل ومناقب کا ذکر کیا۔ جو اس کے قابل تھے۔ اور مخصوص فضائل رکھتے تھے۔ اور خاموش ہو گئے۔ سائل نے پوچھا۔ اور علیؑ! آپ نے علیؑ کا ذکر نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں اصحاب کا ذکر کر رہا ہوں۔ علیؑ تو اہل بیت نبوت ورسالت سے ہیں۔ "وَلَا يُقَاسُ بِهِمْ اَحَدٌ" "اہل بیتؑ کے ساتھ کسی کا قیاس نہیں

کیا جا سکتا۔'' اور امام شافعی فرما ہی گئے ہیں۔ کہ علیؑ تو وہ ہیں۔ جن کی خدائی میں شبہ ہو رہا ہے۔ کہ کہیں علیؑ خدا تو نہیں ہے۔ پھر ان کی خلافت و امامت کی بحث کیسی۔ دراصل امام موصوف کا یہ مقولہ اس حقیقت خلافت الٰہیہ کو ثابت کر رہا ہے۔ جو ہم ثابت کر آئے ہیں۔ انسانی کمال یہ ہے۔ کہ وہ خدا سے قریب تر ہو۔ اور جو خدا سے قریب تر ہوگا۔ اسی قدر اس میں انعکاس انوار جلال و جمال الٰہی زیادہ ہوگا۔ اسی قدر اس میں تجلیات صفات جلالیہ و جمالیہ الٰہیہ اشد و اکد و اقویٰ ہوں گی۔ علیؑ چونکہ منتہائے کمال اور انتہائی قرب پر بعد رسول اللہؐ پہنچے ہوئے ہیں۔ اس قدر تشابہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ لوگ خدائی کا شبہ کر بیٹھے۔ اور بعض نے اپنی جہالت سے خدا مان لیا۔ حدیث قدسی میں ہے۔ کہ بندہ برابر نوافل کی مواظبت سے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں۔ کہ وہ اس سے سنتا ہے۔ میں ہی اس کی آنکھ بن جاتا ہوں۔ کہ وہ اس سے دیکھتا ہے۔ میں ہی اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں۔ کہ اس سے حملہ کرتا ہے۔ میں اس کا پیر بن جاتا ہوں۔ کہ اس سے وہ چلتا ہے۔ یہ محض عبادت کاملہ کا اثر ہے۔ جو شخص خلقت و عبادت و کرامت و شرافت میں سب سے مقدم ہو۔ وہ کیا ہوگا؟ پھر علیؑ کے عین اللہ۔ اذن اللہ و ید اللہ و وجہ اللہ ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ شافعی نے کوئی نادر بات نہیں کہی۔ فضیلت کا اظہار کیا ہے۔ بیشک وہ ید اللہ تھے۔ وجہ اللہ تھے۔ خود رسول اللہؐ نے حدیث خیبر میں تصدیق فرمائی ہے۔ کہ علیؑ دست خدا ہے۔ کیونکہ آخری فقرے میں حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ ''وہ کرار غیر فرار اس وقت تک واپس نہ ہوگا۔ جب تک کہ خدا اس کے ہاتھ پر قلعہ کو فتح نہ کرے گا۔'' یہ نہیں فرمایا۔ کہ وہ اس وقت تک واپس نہ ہوگا جب تک وہ فتح نہ کریگا مطلب صاف ہے کہ فتح خدا عطا فرمائے گا مگر ہاتھ علیؑ کا ہوگا اور جو فتح علیؑ کے ہاتھ پر ہوگی۔ وہ خدا کی طرف منسوب اور خدائی فتح کہلائے گی۔ پس علیؑ دست خدا ہے۔ خدا اپنے اس ہاتھ سے فتح کرتا ہے یقیناً علیؑ مثل رسولؐ فوق مخلوق و تحت خالق ہے۔ اس کا مقابلہ کس سے کیا جائے؟ صرف علیؑ نہیں۔ بلکہ کل آئمہ طاہرینؑ و حجج اللہ اسی شان کے ہیں۔ اور ابن ابی الحدید نے اس کو ظاہر کیا ہے۔ خدا کی کوئی آیت ان سے بڑھ کر نہیں ہے۔ یہ خدا کی وہ آیات کبریٰ ہیں۔ کہ کل آیات اللہ ان سے پست ہیں۔ ملائکہ ان کے تحت ہیں۔ اور یہ کمال کی حد ہے۔ صحابہ کرامؓ یہاں کہاں آسکتے ہیں۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ '' وَاِنْ تَفُقِ الْاَنَامَ وَاَنْتَ مِنْهُمْ فَاِنَّ الْمِسْكَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ''۔ اگر تو کل مخلوقات سے فوقیت رکھتا ہے۔ تو کوئی تعجب و حیرت کی بات نہیں ہے۔ مشک بھی ہرن کا خون ہی ہوتا ہے۔ مگر وہ اس کے اور کل اجزاء پر بدرجہا فضیلت و فوقیت رکھتا ہے۔ کہ کوئی مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ باقی نجس۔ حرام۔ بیکار محض اور اس (مشک) کا ایک ذرہ موتیوں میں تلنے والا۔ پاک پاکیزہ۔ حلال طیب۔ ہزاروں مرضوں کی دوا۔ مفید خلائق اور ہر ایک دماغ کو معطر کر دینے والا۔ پھر علیؑ انہی مخلوقات میں ہو کر سب سے فوق ہو۔ تو کوئی تعجب نہیں۔ ضرور ہے۔ انسان مٹھی بھر خاک ہے۔ مگر مخلوقات سے اشرف ہے۔ اور کل مخلوقات و مصنوعات کا نمونہ۔ ان کی مثال۔ ان کے خواص اس میں مع شے زائد موجود ہیں۔ پھر یہ انسان کامل جو مظہر جامع جمیع مظاہر ولی امر و نفس رسول ہے۔ کل انسانوں کے کمالات کا مثل رسول مجموعہ اور مخزن ہو۔ تو کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے۔ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ

وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَة" (سورہ القصص:٦٨) خدا جو چاہتا ہے۔ خلق کرتا ہے۔ اور جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے انتخاب کرتا ہے۔ بالکل زیبا اور مناسب ہے اگر کہا جائے۔

پشت دو تائی فلک راست شد از خرمی — تا چو تو فرزند زاد بادر ایام را
حکمت محض است اگر لطف جہاں آفریں — خاص کند بندۂ مصلحت عام را
دولت جاوید یافت ہرنکو نام زیست — کز عقبتش ذکر خیر زندہ کند نام را
وصف ترا گر کند و زکند اہل فضل — حاجت مشاطہ نیست روئے دل آرام را

جس کی خدا جا بجا تعریف کرے۔ اور "وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ" (سورہ الزخرف:۴) "وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا" (سورہ مریم) "فهذا صراط علی مستقیم۔" "بلغ ما انزل الیك فی علیؑ" فرماتے ہیں۔ اور چار جگہ اپنی کتاب میں نام لیکر ذکر کرے۔ اور بقول حضرت امام احمد بن حنبل تین سو آیات اس کی شان میں ہوں۔ اس کا وصف ہم کیا کر سکتے ہیں۔

فَذَاتٌ لِمَخْلُوقٍ وَوَصْفٌ لِخَالِقٍ — وَقَدْ حَارَتِ الْأَلْبَابُ آيَةٌ حَيْرَة
کون حیدرؑ کا مرتبہ سمجھا — کوئی بندہ کوئی خدا سمجھا

ذاتی کمال اور نسبی شرافت

کمال دراصل وہی ہے۔ جو ذاتی ہو۔ اور اسی کو اہل کمال دیکھتے ہیں۔ "پدرم سلطان بود" کو کوئی عقلمند نہیں پوچھتا۔ اسلام میں اس کا بہت خیال رکھا ہے۔ "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ" (سورہ حجرات:۱۳) اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مادہ سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنا دیئے ہیں۔ تاکہ پہچانے جاؤ۔ بیشک خدا کے نزدیک معزز و مکرم تو وہی ہے۔ جو سب سے بڑھ کر متقی ہو۔ پھر جو امام المتقین ہو۔ اس کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ "لِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ" (سورہ المنفقون:۸)۔ عزت بس خدا کے لئے ہے۔ اس کے رسولؐ کے لئے اور مومنین کے لئے۔ جس میں کمال ایمان نہ ہو۔ وہ کیسا ہی عزت دار بن جائے۔ کہیں کا بادشاہ ہو جائے۔ کسی قوم کا پیشوا کہلائے۔ تخت و تاج حاصل کرے یا فتوحات۔ مومنین کاملین و صالحین کی عزت کو نہیں پہنچ سکتا۔

جواں مردی و لطف است آدمیت — ہمیں نقش ہیولانی مپندار
بدست آوردن دنیا ہنر نیست — یکے را گر توانی دل بدست آر
"کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی"

لوگوں نے دراصل عزت کے معنی غلط سمجھے ہوئے ہیں۔ روپیہ پیسہ۔ جاہ و حشمت۔ مال و دولت اور حکومت و ریاست کو عزت و کمال جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ چیزیں ہیں۔ جو کاملین و اہل عزت کی نظر میں ہمیشہ ذلیل رہی ہیں۔ اور اس پر لات مارتے رہتے ہیں۔ "وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ" (سورہ

الانعام:۳۲)۔ سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ زندگی دنیا تو بس لہو ولعب و زینت اور آپس کا فخر اور مال و اولاد کی کثرت کا مقابلہ ہے۔ پھر اسلام میں اس عزت کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ اسلام جاہ و حشمت و تاج تخت و مال و دولت کو کیا سمجھتا ہے۔ اسلام کی نظر میں سب سے بڑا عزت دار اور دراصل شہنشاہ دین و دنیا وہ فقیر ہے۔ جو کہتا ہے۔ "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" (فقیری ہی میرا فخر ہے)۔ بہر حال کمال وہی ہے۔ جو ذاتی کمال ہے۔ نہ یہ کہ فلاں کا باپ کیسا کامل تھا۔ اور اصول کمال عقلاً چار ہیں۔ حیات۔ قدرت۔ علم اور ارادہ۔ جو ان میں کامل ہے۔ وہی دراصل انسان کامل ہے۔ باقی کل اوصاف ان کے تحت میں ہیں۔ اور اس لئے ذات کامل صرف واجب الوجود ہی ہے۔ باقی کل ناقص۔ ہاں پھر کامل وہ ہے۔ جو اس سے قریب تر ہو۔ اور مقام تکلیف میں قرب کی صورت صرف ایمان کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے۔ اور یہی غرض انسان کو مکلّف بنانے کی ہے۔ کہ یہ اس ایمان کے ذریعہ قرب خدا حاصل کر کے کامل بنے۔ اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ بالذات کامل تو صرف خدا ہی ہے۔ باقی کے لئے مقام تکلیف میں کسب کمال ہے۔ اور کسب کمال میں استعداد و قابلیت کا فرق نمایاں ہے۔ ایک اُستاد کے پاس ایک ہی جماعت اور ایک سبق میں بہت سے شاگرد شریک ہوتے ہیں۔ مگر ہر ایک یکساں اس علم میں کامل نہیں ہوتا۔ ہر ایک اپنی اپنی قابلیت و استعداد کے موافق کسب کمال کرتا ہے۔ اور یہ وہ بدیہی مقدمات ہیں۔ جن کا کوئی ذی عقل انکار کر ہی نہیں سکتا۔ دنیا میں تحصیل علوم میں تفاوت و تغایر درجات اسی استعداد کی بنا پر ہے۔ ہاں بعض اوقات اسباب ممد و غیر ممد شامل ہو جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی جس میں قابلیت و استعداد تام نہ ہو۔ وہ اسباب کے ہوتے ہوئے بھی ناقص رہتا ہے۔ اسباب کی امداد انہی کو مفید ہوتی ہے۔ جس میں قابلیت و استعداد تام ہو۔ پھر استعداد کے درجات ہیں۔ استعداد بعید۔ استعداد متوسط۔ استعداد قریب۔ اور کمال فعلی استعداد قریب سے اقرب ہوتا ہے۔ جس میں استعداد استعداد قریبی ہو گی۔ اس میں حصول کمال فوری ہو گا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ اس استعداد میں یقیناً وقطعاً شرافت و قابلیت نسبی شامل ہے۔ اور توارث مال کی طرح توارث صفات مسلمہ عقلائی ہے۔

آخرش گرگ زادہ گرگ شود
گرچہ با آدمی بزرگ شود

اسی واسطے کہا گیا ہے۔ کہ "افعی را کشتن و بچہ اش را نگاہ داشتن۔ کار خردمنداں نیست۔" کیونکہ سانپ کا بچہ سانپ ہی ہو گا۔ اور زہر ہی اُگلے گا۔

نیش عقرب نہ ازپے کین است
مقتضائے طبیعتش ایں است

بچھو کی کتنی ہی تربیت کرو۔ وہ ڈنک مارنے سے باز نہ آئے گا۔ اِلّا یہ کہ اس کا ڈنک ہی نکال کے پھینک دیا جائے۔ النمرۃ اخت النمرۃ والفتاوۃ اخت السمرۃ۔ تیندوی تیندوی ہی کی بیٹی ہے۔ اور قتادہ ببول کی بہن۔ مشہور عام و خاص ہے۔ بلکہ مستند و محقق۔ الولد سر لابیہ۔ باپ کے آثار و خواص بیٹے میں ضرور پائے جاتے ہیں۔ یہ

بھی مشہور ہے۔

ماں پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا

تعلیم وتربیت جو اثر خاندانی شرفاء کے بچوں میں دکھلا سکتی ہے۔ قدیم اراذل کے بچوں میں کبھی نہیں دکھا سکتی ہے۔

پر تو نیکاں نگیر و آنکہ بنیادش بدست

تربیت نا اہل راچوں گردگاں برگنبد است

قال صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ "لَا تُضِیعُو الْحِکْمَةَ عِنْدَ غَیْرِ اَھْلِھَا" نااہلوں کے پاس علم وحکمت کو ضائع نہ کرو۔ ڈاکوؤں۔ چوروں۔ زانیوں۔ زنازادوں۔ بدمعاشوں۔ جرائم پیشہ لوگوں کو سدھانا۔ آدمی بنانا۔ اخلاق و آداب سکھانا۔ انسانیت کا جامہ پہنانا نہایت دشوار ہے۔

بسکہ مشکل ہے ہر ایک کام کا آساں ہونا

آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

یہ مضمون بھی حدیث صحیح میں آیا ہے۔ جبل ٹلے اور جبلت نہ ٹلے۔ "اِذَا سَمِعْتُمْ جَبَلاً زَالَ عَنْ مَکَانِهٖ فَتَصَدِّقُوْهُ وَاِذَا سَمِعْتُمْ رَجُلًا زَالَ عَنْ جِبِلَّتِهٖ فَلَا تُصَدِّقُوْهُ"

شست و شو سے گو ہوا اُجلا رذیل

جامہ اصلی میں دھبہ رہ گیا

وقال صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ "اَلْوَضِیْعُ اِذَا رُفِعَ تَکَبَّرُ وَاِذَا حُکِّمَ تَجَبَّرَ"۔ کمینہ جب بڑھ جائے گا۔ تو تکبر کرے گا۔ اس کا ظرف اس منصب وعہدہ عالیہ کا متحمل نہ ہو سکے گا۔ پھوٹ نکلے گا۔ اور حاکم بنا دیا جائے گا۔ تو جبر و تشدد کرے گا۔ اور لوگوں کو ظلم وستم و جور وتشدد کا نشانہ بنائے گا۔ خصوصاً جو شے اصلاً پلید ہو۔ اس کو کسی طرح پاک کر ہی نہیں سکتے ہیں۔ اور اس لئے حدیث میں آیا ہے۔ حرامزادہ دشمن خدا اور سولؐ بوئے بہشت نہ سونگھے گا۔

ہیچ صیقل نکو نداند کرو آہنی را کہ بد گہر باشد

چوں بود اصل جوہرے قابل تربیت را درد اثر باشد

سگ بدریائے ہفتگانہ بشو چونکہ تر شد پلید تر باشد

خر عیسیٰؑ گرش بمکہ برند چوں بیاید ہنوز خر باشد

اسلام ان فطرت کے خلاف کہاں تعلیم دے سکتا ہے۔ چہ جائیکہ ان کے خلاف خود کاربند ہو۔ اس نے ہمیشہ اس اصل کو مدنظر رکھا ہے۔ اور اسی واسطے فرماتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ" (سورہ ال عمران: ۳۳،۳۴)۔ سلسلہ ہدایت خلق وحکومت دینیہ کو ہمیشہ ذریت انبیاءؑ ہی میں رکھا ہے۔ "وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْکِتٰبَ" (سورہ العنکبوت: ۲۷) اور اس

نے ہمیشہ نبوت اور کتاب نبوت کی وراثت حضرت نوحؑ اور نوحؑ کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں قرار دی ہے۔"وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ" (سورہ العنکبوت:۲۷)" وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ "(سورہ الزخرف:۲۸) ہمیشہ نبوت وکتاب نبوت ذریت ابراہیمؑ میں قرار دی گئی۔اور ابراہیمؑ نے اس کو اپنے اعقاب میں کلمہ باقیہ الیٰ یوم القیامۃ بنا دیا ہے۔ اور اسی واسطے فرمایا ہے۔" ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا"(سورہ الفاطر:۳۲) پھر ہم نے یہ کتاب قرآن بطور وراثت باطنیہ انہی بندوں کو دی ہے۔جن کو ہم نے مصطفیٰ بنایا ہے۔کیونکہ جو استعداد وقابلیت ان میں ہے۔اور کسی میں نہیں ہوسکتی ہے۔

شمشیر نیک ز آہن بدچوں کند کے

ناکس بہ تربیت نشود اے حکیم کس

"وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ" (سورہ النور:۲۶)

سلسلہ ذریت انبیاءؑ

اس سلسلہ ذریت انبیاءؑ کے یہ معنی ہیں۔کہ مثلاً اوّل حضرت آدمؑ نبی ہوئے۔ان کی اولاد ہوئی۔اس اولاد میں سے حضرت شیثؑ حضرت کے وصی و وارث علوم واسرار نبوت ہوئے۔باقی اولاد یہاں سے جدا ہوگئی۔پھر حضرت شیثؑ کی اولاد میں سے ایک وارث نبوت و کتاب ہوا۔باقی یہاں سے الگ ہوگئے۔اسی طرح مثلاً حضرت ادریسؑ کا ایک وارث ہوا۔اور سلسلہ اسی اصول کے موافق حضرت نوحؑ تک پہنچا۔حضرت کے تین بیٹے ہوئے۔سام۔حام۔یافث۔سام وارث نبوت ووصایت ہوئے۔باقی دونوں یہاں سے جدا ہوگئے۔اسی طرح اسی اصول پر یہ سلسلہ حضرت ابراہیمؑ تک پہنچا۔یہاں حضرت کے دو بیٹے ہوئے۔حضرت اسحٰقؑ وحضرت اسمٰعیلؑ۔یہ دونوں نبی ہوئے۔ایک سلسلہ بنی اسرائیل کہلایا۔اور حضرت عیسیٰؑ تک یہ سلسلہ آیا۔ایک بنی اسمٰعیل۔اور حضرت خاتم النبیینؐ تک یہ سلسلہ آیا۔اور حضرت خاتم النبیینؐ سے ان کی ذریت میں یہ سلسلہ قیامت تک۔پس یوں تو کل انسان اولاد انبیاء ہی ہیں۔کیونکہ حضرت آدم صفی اللہؑ کی ہی اولاد سے ہیں۔مگر ذریت مصطفیٰ کے معنی یہ ہیں۔اور اس کو خدا فرماتا ہے۔"إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيْمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ ۝ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ (سورہ ال عمران:۳۳،۳۴) اس صورت میں مثلاً جناب رسول خداؐ ایک لاکھ چوبیس ہزار برگزیدگان کے برگزیدہ فرزند ہیں۔اور ہمیشہ نور جسمانی محمدی کسی نبی یا وصی نبی کی پشت میں رہا ہے۔ایک حدیث طویل کے ذیل میں فرماتے ہیں۔"هٰكَذَا يَنْقُلُ اللّٰهُ نُوْرِيْ مِنْ طَيِّبٍ اِلٰى طَيِّبٍ وَمِنْ طَاهِرٍ اِلٰى طَاهِرٍ اِلٰى اَنْ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ اِلٰى صُلْبِ اَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَمِنْهُ اَوْصَلَهُ اِلٰى اُمِّيْ اٰمِنَةَ"یعنی اسی طرح خدا میرا میرے نور کو منتقل کرتا آیا۔طیب سے طیب کی پشت میں طاہر سے طاہر کی پشت میں یہاں تک کہ مجھے میرے باپ عبداللہ بن عبدالمطلب کی پشت میں پہنچایا۔اور وہاں سے میری ماں آمنہ کے شکم میں۔وقال علیہ السلام۔اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب آدمؑ میں زمین پر اُتارا۔اور سفینہ نوحؑ میں میں پشت نوحؑ میں تھا۔اور جب ابراہیمؑ آتش میں ڈالے

گئے۔ تو ان کی پشت میں۔ " ثُمَّ لَمْ یَزَلِ اللّٰہُ یُنْقِلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الْکَرِیْمَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاہِرَۃِ حَتّٰی اَخْرَجَنِیْ مِنْ بَیْنَ اَبَوَیْنِ لَمْ یَلْتَقِیَا عَلٰی سَفَاحٍ قَطُّ "۔ پھر اسی طرح خدا مجھے اصلاب کریمہ سے ارحام طاہرہ میں نقل کرتا لایا۔ یہاں تک کہ مجھے میرے والدین سے پیدا کیا۔ جو کبھی بھی سفاح (زنا) کے ساتھ آپس میں اکٹھے نہیں ہوئے۔ شرعی نکاح پر جمع ہوتے رہے۔ قال صلی اللہ علیہ والہ وسلم " لَیْسَ فِیْ اٰبَائِیْ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ بِسَفَاحٍ کُلُّنَا بِنِکَاحٍ " میرے آباء واجداد میں آدمؑ سے لے کر اس وقت تک کبھی زناء نہیں آیا۔ ہم سب نکاح شرع ہی سے پیدا ہوئے ہیں۔ " وَقَالَ خَرَجْتُ مِنْ نِکَاحٍ وَلَمْ اَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ اِلٰی اَنْ وَلَدَنِیْ اَبِیْ وَاُمِّیْ۔ ایضا وَمَا وَلَّدَنِیْ فِیْ مِنْ سَفَاحِ الْجَاہِلِیَۃِ شَیْءٌ وَمَا وَلَدَنِیْ اِلَّا نِکَاحٌ کَنِکَاحِ الْاِسْلَامِ۔ آدمؑ سے لے کر تا ایں دم میں کسی پشت ونسل میں زناء سے پیدا نہیں ہوا۔ کبھی میرے آباؤ اجداد وامہات میں جاہلیت کی رسومات نہیں آئیں۔ اور جاہلیت کے زنا سے پیدا نہیں ہوئے۔ میں ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔ یعنی تمام میرے آباؤ اجداد و امہات جن کی پشت وشکم میں رہا ہوں۔ اور دنیا میں آیا ہوں۔ ان میں کبھی جاہلیت نہیں آئی۔ کبھی ان میں زنا نہیں ہوا۔ سب اسلامی نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔ " اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ "۔ " خدا کے نزدیک دین بس اسلام ہی ہے۔ " ہر پیغمبر دین اسلام ہی کی تبلیغ کرتا تھا۔ جس کی تکمیل محمد مصطفیؐ پر ہوئی۔ یہ ذریت طاہرہ طیبہ انبیاء ہے۔ جس میں سلسلہ خلافت الٰہیہ رہا ہے۔ اور طاہرین کی یہی نشانی ہے۔ اور یہاں سے معلوم ہے کہ جو شخص حضرت کے آباء کو کسی پشت ونسل میں کافر و بیدین کہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ کاذب ہے۔ ان طاہرین کا دشمن ہے۔ اور اسی طرح آباء علیؑ۔ کیونکہ یہ ایک ہی سلسلہ ہے۔ اور نور علیؑ ومحمدؐ صلب عبدالمطلب میں منقسم ہوا ہے۔ ایک حصہ صلب عبداللہؑ میں آیا اور ایک صلب ابی طالبؑ میں۔ کیا جس صلب میں نور محمدی وعلوی ہو وہاں کفر کا دخل ہو سکتا ہے؟ لا واللہ محال ہے قطعاً محال ہے۔ بالکل خلاف واقع ہے۔ سلسلہ خلافت وصایت ذریت اسحاقؑ میں مسلسل حضرت عیسیٰؑ تک پہنچا۔ اور یہی سلسلہ ذریت اسمٰعیلؑ میں برابر رہا۔ یہاں تک اس سلسلہ میں حضرت ہاشم سیّد العرب وصی ہوئے۔ اور نور محمدی ان کی پیشانی پر بدرجہ کمال نمایاں ہوا۔ اور پھر حضرت عبدالمطلب وصی حضرت اسمٰعیلؑ ہوئے۔ پھر حضرت ابو طالبؑ۔ اور پھر حضرت رسول مقبولؐ۔ اور یہاں دونوں شاخیں وصایت کی مل گئیں (مزید تفصیل حصہ چہارم میں آئے گی۔ انشاء اللہ) اور حضرت رسول مقبولؐ کے وصی حضرت علیؑ ہوئے۔ اور ان کے حسنؑ اور ان کے حسینؑ۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ نور محمدی نے مشکوٰۃ نور الٰہی حضرت فاطمہ طاہرہ طیبہؑ میں ظہور کیا۔ اور علیؑ و فاطمہ مزدوج ہوئے۔ " نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٌ " کا مصداق ہوئے۔ اور دو نورانی موتی ان سے پیدا ہوئے۔ حسنؑ اور حسینؑ۔ اور پھر حسینؑ سے نو گہر آبدار۔ کیا اچھا کہا ہے۔

زد چو مشیت از ازل غوطہ بہ بحر ایزدی	درج قدر برآمداز رشمہ سحاب احمدی
نور را دہ بر قدر تافت زفیض سرمدی	یافت دو در شاہوار از صدف محمدی
آں برضا عقیق شد ایں بہ قضا زیر جدی	نہ گہرش زیک صدف ساخت عیاں علیؑ علیؑ

سلسلہ ذریت انبیاء طیبہ طاہرہ یہ ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اخذ تعلیم و تربیت اسلام وکسب مکارم اخلاق محمدی و ضبط فیض انوار فیوضات الٰہی بنور احمدی کی جو استعداد و قابلیت بلکہ استعداد قریب ان میں ہوسکتی ہے۔ وہ دوسرے میں کبھی نہیں ہوسکتی ہے۔ اور اصحاب کبارؓ میں سے اس فضیلت و شرافت کے مقابلہ میں کہ سیکڑوں پشت سے یہ سلسلہ طیبہ و طاہرہ مقدسہ چلا آرہا ہے۔ (کوئی کھڑا ہو ہی نہیں سکتا) یہاں کسی نجاست و ضلالت کے اثر کا گمان بھی نہیں ہوسکتا۔ " فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ " (سورہ الروم: ۳۰) یہاں کفر و شرک دخل نہیں پاسکتا۔ یہاں بد اخلاقی جگہ ہی نہیں لے سکتی۔ بالکل سچ ہے۔ امام احمدؒ کا مقولہ اور عین مطابق آیات احادیث ہے۔ اور ہم ثبوت کافی سے زیادہ دے چکے ہیں کہ علیؑ ان اہل بیت طہارت و عصمت میں سے ہیں۔ جن کے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ افضلیت و مفضولیت کا سوال باقی اصحاب کے درمیان و فِيْمَا بَيْنَهُمْ ہوسکتا ہے۔ اہل بیت طہارت و عصمت ان سے مستثنیٰ اور جدا ہیں۔

ایں زمیں را آسمانے دیگر است

پس بلاشبہ شرافت نسبی و نسلی مسلم ہے۔ اور ضرور دین و اخلاق و آداب اور انسانیت میں مؤثر ہے۔ اور زبردست اثر رکھتی ہے۔ اور جو بیٹا اپنے باپ کے آثار و خواص کا ملاً رکھتا ہے۔ اور پشتہا پشت سے یہی کمال چلا آرہا ہو۔ اس کا فخر آبائی بجا و درست ہے۔ اگر شاعر با کمال کہتا ہے۔ تو درست کہتا ہے۔

عمر گذری ہے اس دشت کی سیاحی میں

پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مداحی میں

رسول اللہؐ نے خود اس پر فخر کیا ہے۔ ہاں اگر بیٹا وہ کمال بالکل نہ رکھتا ہو۔ اور باپ کے کمال پر فخر کرے۔ تو یہ فخر وہ ہے۔ جس کو "پدرم سلطان بود" کی مثال واضح کرتی ہے۔ اور جس کو عقلاء پسند نہیں کرتے ہیں۔ توارث صفات مسلم ہے۔ بیٹا باپ کی صفات کا وارث ہوتا ہے۔ اور ضرور ہوتا ہے۔ اگر اچھی ہیں تو اور بری ہیں تو اور چور کا بیٹا چور ہوگا۔ جب تک خاص تربیت سے اس کو نہ روکا جائے۔ ایک کافر کا بیٹا کافر ہوگا۔ اور مومن کا بیٹا مومن۔ جب تک کہ خاص تغیر پیدا نہ ہو۔ اور ایک مومن زادے کو اخلاق پیغمبر اور احکام اسلام سکھلانا جتنا آسان ہوگا کافر زادے کو نہیں ہوسکتا۔ " اَلْعَادَةُ كَالطَّبِيْعَةِ الثَّانِيَةِ"۔ عقلاء کا مسلمہ ہے۔ عادت دوسری طبیعت بن جایا کرتی ہے۔ اور طبیعت کا بدلنا دراصل محال ہے۔ عادت کا بدلنا اگر محال نہیں تو سخت دشوار اور متعذر ضرار ہوتا ہے۔ بڑی سخت کوشش کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے ہر منصب میں شرافت ذاتی و خاندانی دونوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اور شرافت نسبی بھی ذاتی ہی ہے۔ کہ وہ بچہ ان اوصاف و کمالات سے متصف ہے۔ اور یہی حکم اسلام میں ہے۔ جیسا کہ ثابت ہوا۔ اور علماء محققین کاملین سنی و شیعہ نے اس عہدۂ خلافت و منصب امامت میں شرافت نسبی کو شرط قرار دیا ہے۔ علامہ ابن خلدون انبیاءؑ اور ان کے اوصیاءؑ کا ذکر کرتے ہوئے اور انبیاءؑ کی علامات بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ایک علامت ان کی یہ ہے۔ کہ (اَنْ يَّكُوْنُوْا ذَوِيْ حَسَبٍ فِيْ قَوْمِهِمْ) "وہ اپنی قوم میں بڑے حسب و نسب

والے ہوں۔'' اور اس کی سند میں ہرقل کا مقولہ لکھا ہے۔ کہ جب اس کو رسول عربی کی بعثت کا حال سنایا گیا۔ تو اس نے کہا۔ وہ اپنی قوم میں کیسا ہے؟ کہا گیا۔ کہ بڑی حسب نسب والا ہے۔ کہا۔ کہ ہاں انبیاء ہمیشہ ذوی حسب ہوتے ہیں۔ انتہی۔ اور تاریخ شاہد ہے۔ کہ کوئی نبی یا وصی نبی اراذل اقوام سے مبعوث نہیں ہوا۔ بلکہ ہمیشہ یہ سلسلہ طیبین اور طاہرین میں چلا آیا ہے۔ جس کا ہم تینوں حصوں میں ثبوت دے چکے ہیں۔ کیونکر ممکن ہے۔ کہ یہ خصوصیت سلب ہو جائے۔ اور اسلام میں ایک نئی بدعت پیدا ہو۔ ہرگز نہیں۔ یہ سلسلہ خلافت کبھی ذریت طیبین وطاہرین سے باہر نہیں ہوسکتا۔ اور مصنف خلافت محمدیہ کا یہ مقولہ کہ ''شرافت نسبی کوئی چیز نہیں ہے'' محض بے اصل ہے۔ ''اَلسَّعِيْدُ سَعِيْدٌ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ وَالشَّقِيُّ شَقِيٌّ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ'' کی حقیقت یہی ہے۔ ''سالے کہ نکواست از بہارش پیدا۔''

مقابلہ علیؑ اور اصحابؓ

اس کے بعد ہمیں راہ نہیں ملتی۔ کہ کس بات میں اوّل المخلوقین۔ اوّل السابقین۔ اوّل المسلمین۔ اوّل المومنین۔ صالح المومنین۔ معصوم۔ طاہر۔ طیب۔ عالم۔ عارف۔ کامل۔ شجاع۔ حیدر۔ باب علم وخزینہ اسرار الٰہی۔ صاحب وحی والہام وعلم ولدنی جو اسلام پر پیدا ہوا۔ اسلام میں پرورش پائی۔ پیغمبر اسلامؐ کی گود میں بڑھا اور پلا۔ شریک تبلیغ وہدایت ہوا۔ کبھی ایک چشم زدن کے لئے غیر اللہ کے آگے سرنہ جھکایا۔ اور نہ قدرت نے اسے موقع دیا۔ کہ وہ ایک دن کے لئے غیر مسلم رہے۔ غیر اللہ کو سجدہ کرے۔ کفر وشرک وجاہلیت کی عادات قبیحہ میں مبتلا ہو۔ اور معصوم بنا کر اس سے بدل جانے اور ان عادات کے کسی زمانے اور وقت میں پھر جانے کے احتمال کو بھی بالکلیہ اس سے مٹا دیا۔ اس کا مقابل کون ہے؟ اس کا ساتھی تو رسول ہی ہوسکتا ہے۔ جس کا وہ نفس ہے۔ اصحاب اس کے ساتھ کہاں کھڑے ہوسکتے ہیں۔ تاریخ ابو الفداء دیکھئے۔ کہ رسول اللہؐ نے مہاجرین وانصار میں عقد اخوت باندھا۔ اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنا دیا۔ دو مہاجر آپس میں بھائی نہیں بنائے گئے۔ مگر حضرت علیؑ کو حضرتؐ نے اپنا بھائی بنایا۔ حالانکہ دونوں مہاجر ہیں۔ کیوں؟ اس لئے۔ کہ اور کوئی نہ تھا۔ جو رسول اللہؐ کا بھائی بن سکتا۔ علیؑ ہی رسولؐ کے کفو تھے۔ اور علیؑ ہی فاطمہؑ کے کفو اور زوج بن سکتے تھے۔ ورنہ فاطمہؑ بغضة الرسول کا کوئی کفو نہ تھا۔

استعداد و قابلیت کا فرق اور تدریجی تعلیم اسلام

اسلام فطرت کے موافق ہے۔ کیونکہ فطرتی دین ہے۔ فطرت کا اقتضاء ہے۔ کہ تعلیم حسب قابلیت دی جائے پہلے بچے کو حروف مفردہ پڑھائے جائیں۔ پھر مرکبہ۔ پھر فقرات۔ پھر عبارات۔ اور پھر علوم وفنون شروع کراتے ہیں۔ جوں جوں اس کی استعداد وقابلیت بڑھتی ہے۔ تعلیم بڑھتی جاتی ہے۔ تعلیم دین اسلام بھی اسی طرح ہوئی ہے۔ کیونکہ ناممکن تھا۔ کہ جو لوگ پشتوں سے جاہل اور بے دین چلے آرہے تھے۔ عادات قبیحہ کے سخت عادی تھے۔ ''اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا'' (سورہ التوبۃ: ۹۷) تھے۔ عرب کفر میں بھی نہایت سخت تھے اور جب منافق بنے۔ تو نفاق میں بھی کمال ہی کر دیا۔ ان کو اگر ایک دم سے کل احکام اسلام۔ کل معارف دین۔ کل فرائض

عبادت تعلیم دیئے جاتے۔ تو کبھی قبول نہ کر سکتے۔ اور کبھی کل عبادات کو فوراً بجا نہ لا سکتے۔ عادات رفتہ رفتہ ہی چھڑائی جاتی ہیں۔ اور تعلیم جستہ جستہ ہی دی جاتی ہے۔ اسی واسطے تعلیم قرآن میں تنزیل رکھی گئی ہے۔ "وَقُرْآناً فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنزِيلاً" (سورہ بنی اسرائیل:۱۰۶) "وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِن قَبْلِ أَن يُقْضَى إِلَيْكَ وَحْيُهُ" (سورہ طٰہٰ:۱۱۴) قرآن سنانے میں جلدی نہ کرو۔ جب تک کہ ہم حکم نہ دیں۔ کہ اب سناؤ اور پہنچاؤ۔ چنانچہ پہلے پہل رسول اللہؐ صرف اسی قدر تعلیم دیتے تھے۔ "قُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوا۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" کہو۔ نجات پاؤ گے۔ پہلے فقط توحید کا اقرار لیا گیا۔ پھر بیعت عقبہ کے موقع پر بیعت انہی مسلمانوں سے لی گئی۔ یعنی چار باتوں پر۔ خدا کے سوا کسی کو معبود نہ مانیں بتوں کو چھوڑ دیں۔ چوری نہ کریں۔ زناء نہ کریں۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں۔ اور بس۔ جب اس میں پختہ ہوگئے۔ تو نماز سکھائی گئی۔ وہ اوّل دو دو رکعت۔ پھر چار چار رکعت پڑھوائی۔ روزے بعد ہجرت ۲ھ میں فرض کئے گئے۔ قبلہ بھی کعبہ کو اسی وقت بنایا۔ کیونکہ لوگ بیت المقدس کی طرف عبادات کے عادی ہو رہے تھے۔ یعنی یہود و نصاریٰ کے اسلام میں داخل ہوتے ہی بیت المقدس کا چھوٹنا دشوار تھا۔ شراب بھی ہجرت کے بعد اور مدت بعد علی الاعلان حرام کی گئی۔ یہ نہیں۔ کہ معاذ اللہ کسی زمانہ سابق میں شرعاً حلال تھی۔ اور اب حرام کی گئی۔ بلکہ مدعا یہ کہ اب سے ان عادات والوں کو روکنا شروع کیا۔ پھر بھی بہت سے مسلمان تھے۔ جن کے زناء کے مقدمات رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ اور اسی طرح شراب بھی سارے مسلمانوں نے ایک دم سے نہیں چھوڑ دی تھی۔ بلکہ رفتہ رفتہ جو عادات کے چھٹنے کا عام طریقہ ہے۔ بہت کم اور خاص ہی آدمی ہوئے ہیں۔ جو عادات کو فوراً نفس پر سخت جبر کر کے چھوڑ دیتے ہیں۔

صاحب المستطرف۔ "الامام الاوحد العالم العلام اللوزعی الفهامة الشیخ شهاب الدین احمد الابشهی" رحمہ اللہ۔ لکھتے ہیں۔ قد انزل اللّٰه تعالٰی فی الخمر ثلث أیات الاولٰی قوله تعالٰی "يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا" (سورہ بقرہ:۲۱۹) فكان من المسلمين من شارب ومن تارك الى ان شرب رجل فدخل فی الصلوة فهجر فنزل قوله تعالٰی "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَقْرَبُواْ الصَّلاَةَ وَأَنتُمْ سُكَارَى" (سورہ النساء:۴۳) فشربها من شربها من المسلمين وتركها من تركها فشربها عمر رضی اللّٰه عنه فاخذ ملجی بغیر وشبح بدراس عبدالرحمان ابن عوف ثم قعد ینوح علی قتلی بدر بشعر الاسود بن یعفر۔ بقول ؎

وكائن بالقليب قنيب بدر	من الفتيان والعرب اكرام
ايو عدفی بن كبشته ان سخيا	وكيف حياة اصداء وهام
ايعجزان يردالموت عنی	وينشرنی اذا بليت عظامی
الامن مسنع الرحمٰن عنی	يانی تارك شهر الصيام
فقل لله يمنعی شرالی	وقل لله يمنعی طعامی

فبلغ ذالك رسول اللّٰه فخرج مغضبایجرداه فرفع شیئا کان فی یده فضربه به فقال اعوذ باللّٰه من غضب اللّٰه وغضب رسوله فانزل اللّٰه تعالیٰ " إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ" (سورہ المائدہ:۹۱)۔

یعنی خدا نے شراب (خمر) کے ذکر میں تین آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ اوّل یسئلونك الایہ۔ لوگ تجھ سے شراب کا سوال کرتے ہیں۔ اور جوئے کو پوچھتے ہیں۔ ان سے کہہ دو۔ کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہیں اور ان کا گناہ منافع سے بہت بڑا ہے۔ بعض مسلمانوں نے چھوڑ دی اور بعض پیتے رہے۔ پس ایک روز ایک شخص نے شراب پی اور نماز پڑھنے لگا تو بہک گیا اور کچھ کا کچھ پڑھ گیا۔ تو خدا کا یہ قول نازل ہوا۔ "نماز میں شراب کی حالت میں نہ جایا کرو۔ کہ تم سمجھتے نہیں۔ کہ کیا کر رہے ہو۔" پھر بعض پیتے رہے اور بعض نے چھوڑ دی۔

"چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی"

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب پی۔ اور بدر کے کنوئیں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف آ گئے۔ ایک اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اُٹھا کر ان کے سر میں ماری۔ اور اسود بن یعفر کے یہ شعر پڑھنے لگے۔ اور بدر کے مقتولوں کو رونے لگے۔ یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچ گئی۔ حضرت غضبناک نکلے۔ اور آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی (چھڑی وغیرہ تھی)۔ وہی اُٹھا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماری۔ تو آپ نے کہا۔ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدا اور اس کے غضب سے۔ اس وقت یہ تیسری آیت نازل ہوئی۔ کہ شیطان تو چاہتا ہے۔ کہ شراب و جوئے کے ذریعہ تم میں عداوت ئے۔ اور ذکر خدا و نماز سے تمہیں باز رکھے۔ پس کیا تم اس سے باز آنے والے نہیں ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہم باز آ گئے۔ ہم باز آ گئے۔ اسی طرح کی ایک روایت حضرت سلمانؓ و ابوذرؓ سے مروی ہے۔ کہ ایک روز حضرت ابی بکر اپنی بیوی کے پاس کھڑے کچھ شعر پڑھ رہے تھے۔ جن کا مضمون قریب قریب اسود بن یعفر کے اشعار کے تھا (ہم نے اشعار نقل نہیں کئے۔ کہ کوئی غرض ان سے ہمیں نہ تھی)۔ ہم پہنچ گئے۔ اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ حضرت عمر نے سفارش کی کہ حضور نشے کی حالت میں یہ اشعار منہ سے نکل گئے۔ خدانخواستہ ان کا عقیدہ تو یہ نہیں ہے۔ اور حضرت نے درگذر فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس کل عادات کا یہی حال ہے کہ رفتہ رفتہ چھوٹا کرتی ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت عمر نے کبھی شراب نہیں پی۔ ہاں شراب نبیذ پی لیتے تھے۔ سو وہ مذہب امام ابوحنیفہ میں جائز ہی ہے وہ کوئی قابل اعتراض نہیں۔ مورخین لکھتے ہیں۔ كَانَ شَدِيداً عَلٰى مَنْ يَشْرَبُ الْخَمْرَ وَوَضَعَ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً عَلٰى شَارِبِ الْخَمْرِ۔ حضرت عمر شراب خواروں پر نہایت سخت تھے۔ اور انہوں نے شاربین خمر پر اسّی دُرّے مقرر کئے۔ اسی طرح پھر کبھی حضرت ابی بکر کی بابت نہیں سنا گیا۔ کہ انہوں نے ایسا کیا ہو۔ بلاشبہ یہ بھی

ایک کمال ہے۔ اور ضرور کمال ہے۔ چالیس چالیس سال کی عادات کو ترک کر دینا معمولی کام نہیں ہے۔ یہ ضرور فیض محمدی ہی کا اثر تھا۔ اور کیوں نہ ہو۔ پیغمبر عربی کامل معلم و اتالیق تھے۔ یہ حضرت کی صحبت میں رہتے تھے۔ صحبت کا لحاظ ضروری تھا۔ مگر طیبین طاہرین کی شان جو کبھی کفر و شرک و جاہلیت میں آلودہ ہی نہیں ہوئے۔ پشتوں در پشتوں سے پاک و پاکیزہ چلے آرہے ہیں۔ اصلاب طاہرہ و ارحام طیبہ میں رہے ہیں کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ اور یہاں سے کسب و اکتساب کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ وہ فطرۃً اس کو کسب کرنے کی استعداد رکھتے ہیں۔ اور یہاں اکتساب ہوتا ہے۔ کسب سراسر خیر ہی خیر ہے۔ اور اکتساب شر بھی ہوتا ہے۔ "لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ" (سورہ بقرہ:۲۸۶) جو ان نفوس نے کسب کیا۔ وہ ان کے لئے خیر ہی خیر ہے۔ اور جو ان نفوس نے اکتساب کیا۔ وہ ان کے خلاف ہے۔ "لَهَا" اور "عَلَيْهَا" کا فرق اہل علم خوب جانتے ہیں۔ پس کسب کمال محمدی و انوار قرآن کی جو قابلیت و استعداد حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں تھی اصحاب کبار میں نہ تھی۔ اسی استعداد و تام روحانیت و نورانیت و قابلیت ذاتی فطری کی وجہ تھی۔ کہ آپ پیدا ہوتے ہی حافظ کلام اللہ آئے۔ اور حضرت عمرؓ مدت تک سورۂ بقر یاد فرماتے رہے۔ حضرت علیؑ کل علوم قرآن کے عالم ہوئے۔ اور حضرت عمرؓ کلام اللہ کے معنی سمجھنے کی آخر عمر تک کوشش کرتے رہے۔ یہی حال بعض دیگر اصحاب کرام کا بھی تھا۔ یہ علیؑ ہی کی قابلیت تھی۔ کہ ایک اشارہ محمدی میں ہزار ہا ابواب علوم ان کو آجاتے تھے۔ ایک چشم زون کے لئے رسولؐ سے سرگوشی کی۔ اور فرمایا۔ رسول اللہؐ نے مجھے ایسے ہزار ابواب علوم تعلیم دے دیئے۔ کہ ہر باب سے ہزار ہزار باب علم منکشف ہوتے ہیں۔ کہاں وہ نفس جو ایک چشم زون میں ہزار ہا باب پڑھ جائے۔ اور قرآن پڑھتا ہوا دنیا پر آئے۔ کہاں وہ جو رفتہ رفتہ تھوڑا تھوڑا علم قرآن حسب استعداد و قابلیت سیکھیں۔ بیشک اصحاب میں بہت سے ایسے ہیں۔ جنہوں نے بہت کچھ حاصل کیا۔ بہت کچھ سیکھا۔ اور ضرور یہ کمال ہے۔ کہ کفر سے اسلام میں اپنی سعی سے داخل ہوئے۔ مال و دولت بھی بعض نے رسول پر خرچ کیا۔ مگر خلافت الٰہیہ کی شان ان میں نہیں آسکتی۔ وہ معصومین وطاہرین ہی کے لئے ہے ظالم کا امانت میں حق ہی کیا ہے۔ اور کفر ظلم ہے۔ شرک ظلم ہے۔ پس جو کافر و مشرک رہ چکے۔ وہ ظالمین میں شامل ہو گئے۔ قبل و بعد کی کوئی قید آیت میں نہیں ہے۔ صاف "لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ" (سورہ بقرہ:۱۲۴) ہے۔ کل اصحاب کبار اس "ظالمین" کی جگہ میں آجاتے ہیں۔ حضرت معصومین اس سے مستثنیٰ رہتے ہیں۔ اور اس لئے حضرت علیؑ سے کسی کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ محاشاۃً کچھ حضرت ابوبکر کا مقابلہ حضرت علیؑ سے کرتے ہیں۔ اور قبل اسلام۔ قبل ہجرت۔ قبل وفات رسول اور قبل وفات خود چاروں زمانوں کے متعلق مقابلہ کرتے ہیں۔

حضرت علیؑ قبل اسلام

اصل میں تو حضرت علیؑ کے لئے اسلام سے قبلیت و بعدیت ہی نہیں ہے۔ اسلام تو علیؑ کے وجود کے ساتھ ہے۔ حقیقت اسلام پیغمبر اسلامؐ ہے۔ وہ علیؑ کے ساتھ ہے۔ تعلیم اسلام قرآن ہے۔ وہ علیؑ کے ساتھ ہے۔ دین اسلام فطرت انسانی ہے۔ اور وہ علیؑ کے ساتھ ہے۔ علیؑ پر کبھی باتفاق اہل اسلام کفر طاری ہی نہیں ہوا۔ پھر قبلیت و بعدیت

اسلام کیسی؟ مطلب ہمارا یہ ہے۔ کہ قبل بعثت واظہار نبوت ختمی مرتبت علیؑ کیا شان ہے۔ مگر اس زمانے میں حضرت کا سن دس یا زیادہ سے زیادہ تیرہ سال ہے۔ اصطلاحاً دنیا میں تو داخل ہی نہیں ہیں۔ جو دنیاوی سوانح اور کارنامے یہاں درج ہو سکیں۔ ہاں علیؑ اس وقت ایک چاند کی مانند ہیں۔ جو شمس رسالت کے ساتھ ساتھ پھرتا نظر آتا ہے۔ اور جس بے سایہ کے پرتو میں رہتا ہے۔ اور جب یہ آفتاب رسالت اس کو گود میں لئے ہوتا ہے۔ تو قرآن السعدین نظر آتا ہے۔ جب ایک حجرے میں ہوتے ہیں۔ تو ایک برج میں شمس وقمر جمع ہو جاتے ہیں۔ علیؑ اس وقت بھی نور ہے۔ نور کی صحبت میں ہے۔ نور کے پرتو میں ہے۔ اسلام کی گود میں ہے۔ اسلام کی تعلیم میں ہے۔ اسلام کی تربیت میں ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کی حرکات وسکنات کا مطالعہ کر رہا ہے۔ اور قدرت کا تماشا دیکھ رہا ہے۔ قلب شفاف ونوری ہے۔ کبھی باطنی چمکارا پڑتا ہے۔ روحانی کرشمہ نظر آتا ہے۔ رسولؐ سے کچھ چپکے سے کہتا ہے۔ اور حضرت فرماتے ہیں۔ '' اِنَّكَ تَرٰی مَا اَرٰی وَتَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ '' اے علیؑ تو بھی وہ دیکھتا ہے۔ جو میں دیکھتا ہوں۔ اور بیشک تو وہ سنتا ہے۔ جو میں سنتا ہوں۔ کل اہل اسلام جانتے ہیں۔ کہ علیؑ کو بچپن سے رسول اللہؐ ہی نے پالا ہے۔ قحط سالی میں حضرت ابو طالب کی اولاد حضرت عباسؓ ورسول خداؐ نے تقسیم کر لی تھی۔ ابن ہشام وغیرہ مؤرخین لکھتے ہیں۔ اور خصم کو بھی اقرار ہے۔ کہ علی کو رسولؐ خدا اپنے گھر اپنے پاس بغرض تربیت لے آئے تھے۔ اس میں ایک خاص راز ہے۔ ہمیشہ قاعدہ ہے۔ کہ ولی عہد کی تعلیم کا خاص بندوبست ہوا کرتا ہے۔ خاص معلمین واساتذہ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کامل اتالیق معین کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی وہی اہتمام ہے۔ اس وقت حضرت علیؑ کم سن ولی عہد کی شان رکھتے ہیں۔ دستِ قدرت نے ان کی تعلیم وتربیت کا خاص انتظام کیا ہے۔ اور خود شہنشاہ دین ودنیا ہی کے سپرد کیا ہے۔ اور کون تھا۔ جو ولی عہد رسالت کو اس وقت تعلیم دے سکتا؟ علیؑ اسی وقت سے رازہائے سیاست دینی سے واقف ہو رہے ہیں۔ یہ خصوصیت صرف علی ہی کو حاصل ہے اور ولی عہد شہنشاہ کونین کی گودی میں پل رہا ہے۔ کبھی کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور کبھی جھولا ہلا رہے ہیں۔ کبھی ساتھ ساتھ لئے جا رہے ہیں۔ اور کبھی راز کی باتیں سنا رہے ہیں۔ وہ معلم کامل جو تیس سال اصول ہدایت پر کامل غور کر چکا ہے۔ اور عنقریب علی الاعلان عملاً کار ہدایت شروع کرنا چاہتا ہے۔ اور اس حالت میں بچوں کو راستوں میں کھیلتے دیکھ کر قبل اس کے یہ آیت منزلہ سنائے۔ "وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ" (سورہ الانعام: ۳۲) الا یہ فرما رہا ہے۔ کہ '' اے بچو! ہم کھیلنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ '' علیؑ کا اتالیق ہے۔ کیا حال ہوگا اس ولی عہد کا جو استعداد تام رکھتا ہے؟ فیض کامل ہے۔ مبدء فیض فیاض ہے۔ اور وجود مستفیض مستعد وقابل؟ لوح نفس صاف۔ بیشک کامل عکس پڑے گا۔ اور کامل جانشین بنے گا۔ اور اسی کی یہ شان ہوگی۔ کہ دعوت اسلام کے وقت جب سب خاموش ہوں گے۔ یہ بول اُٹھے گا۔ کہ اے رسول اللہؐ میں ہی تمہارے ساتھ ہوں۔ اور اسی کام میں شریک اسی دن سے دینی بھائی بھی بن جائے گا۔ عہدۂ وزارت بھی پائے گا۔ اور خلافت کے اس عہدے کا خطاب بھی اسی دن مل جائے گا۔ اسی دن کے لئے اس کو پالا تھا۔ اور قدرت نے یہ انتظام کیا تھا۔ وَفِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْ عَنِ الْحِكْمَةِ۔

ورموز سلطنت خویش خسرواں دانند۔

حضرت ابی بکرؓ قبل اسلام

چونکہ حضرت ابی بکرؓ اس وقت کفر و شرک میں ہیں۔ لہٰذا دینی پہلو سے یہاں ان میں نظر ہی نہیں کی جا سکتی۔ ابھی دین اور اسلام سے ان کو کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ ہاں اس سے قطع نظر کر کے ان میں بہت سی باتیں ہیں۔ آپ شیوخ عرب سے ہیں۔ ایک بڑے جتھے سے تعلق رکھتے ہیں۔ تجارتی امور اور لین دین سے خوب واقفیت ہے۔ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں کی بکریاں بھی اپنے ہاتھ سے وہ دیا کرتے تھے۔ لوگوں کا سودا سلف بھی بازار سے لا دیا کرتے تھے۔ اہل قبیلہ ان کی عزت کرتے تھے۔ کیونکہ یہ ان کے کام آتے تھے۔ اور قریش کے خیر و شر سے خوب واقف تھے۔ مہمان نواز بھی تھے۔ مگر ان تمام باتوں میں کوئی خاص خصوصیت ایسی نظر نہیں آتی۔ جو ان کو خلافت اللہ کے استحقاق سے قریب تر کر دے۔ علیؑ اس عمر تک جو کچھ بھی ہیں۔ اخلاق و آداب محمدی کا نمونہ ہیں جس کی شان "اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ "بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ" میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔ پھر علیؑ کا مقابلہ جو شاگرد خاص متمم مکارم اخلاق ہیں کیونکر ہوگا۔ اس وقت علیؑ نور ہیں۔ ابی بکرؓ ظلمت۔ حضرت علیؑ مسلم ہیں۔ حضرت ابی بکرؓ کفر میں۔ حضرت علیؑ ولی عہد ہیں۔ گہوارۂ نبوت و رسالت میں تربیت پا رہے ہیں۔ اور حضرت ابی بکر کفر و کفرستان میں۔ ہاں ان کافروں میں اچھے ہیں۔ اور بہت سی نیک اور اچھی خصلتیں رکھتے ہیں۔

حضرت علیؑ قبل ہجرت

یہ تو معلوم ہو چکا ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے پیغمبر اسلامؐ کی گود میں تربیت پائی ہے۔ اور وقت دعوت اوّلی شریک تبلیغ ہو کر رسوؐل کے قوت بازو بن گئے ہیں۔ دعوت اسلام شروع ہے۔ رسوؐل کسی قدر خاموشی سے اسلام رہے ہیں۔ علیؑ پر تو جسم محمدیؐ کی طرح ساتھ ساتھ ہیں۔ کبھی کعبہ میں کبھی کوہ حرا پر اور کبھی رسول اللہؐ کے ساتھ دیوار کعبہ کے سایہ میں نماز پڑھتے دیکھے جاتے ہیں۔ کفار مکہ یہ دیکھ کر تعجب کرتے ہیں۔ کہ یہ محمدؐ اس لڑکے کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔ کبھی کھڑا ہوتا ہے۔ کبھی جھکتا ہے۔ کبھی نیچے گر پڑتا ہے۔ شعب ابی طالب میں رسولؐ خوف کفار سے چھپ گئے ہیں۔ اور اس وقت بعض اصحاب خصوصاً حضرت ابی بکر اسلام لا چکے ہیں۔ رسول اللہؐ ایک شب خفیہ طور پر خانہ کعبہ میں جاتے ہیں۔ ہمراہ صرف ولی عہد ہی کو لیتے ہیں۔ اور بت شکن کے ساتھ سنت ابراہیمی ادا کرتے ہیں۔ اور چھپ جاتے ہیں۔ مگر کفار بعد میں سمجھ جاتے ہیں۔ اور علیؑ کو دیکھ کر کہتے ہیں۔ کہ اسی سرخ چشم کا یہ کام ہے۔ "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِيْهِ" ابراہیمؑ کی ذریت سے ہیں۔ آثار ابراہیمی ہر طرح نمایاں ہیں۔ حضرت رسول اللہؐ سے جدا مال و دولت رکھتے ہی نہیں ہیں۔ جو ان پر خرچ کریں۔ جان ہے۔ وہی ہر وقت حاضر ہے۔ مگر کبھی کوئی موقع ہی نہیں آیا۔ جو وہ کام آتی۔ اور علیؑ سے کوئی خاص کام لیا جاتا۔ کفار نے جب بہت تنگ کیا۔ تو رسول مکہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ اور مدینہ کا قصد کیا۔ اسی کا نام ہجرت ہے۔ خفیہ نکلنے کا موقع ہے۔ کفار نے خانہ رسولؐ پر جاسوس چھوڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ فکر ہے۔ کہ موقع پا کر بستر ہی پر رسوؐل کو قتل کر دیں۔ ہر وقت جاسوس تاک میں

ہیں۔رسولؐ کو اتنی فرصت درکار ہے۔کہ بستر پر نہ ہوں۔اور محفوظ جگہ جا کر چھپ جائیں۔آخر ولی عہد کو بلا لیا۔اور واقعہ سنایا۔فوراً عرض کیا۔یا رسول اللہؐ کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔آپ تشریف لے جائیے۔حضرت تشریف لے گئے۔غار میں جا چھپے۔اہل وعیال پر ولی عہد کو خلیفہ کیا۔مال اور لوگوں کی امانات پر ولی عہد خلافت کو قائم مقام اور نائب مناب بنایا۔علیؑ بے فکر بلا تکلیف اُس بستر رسولؐ اور جائے رسولؐ سو رہے۔جس کو کفار گھیرے ہوئے تھے۔نہ کسی ثواب وجزا کی طمع میں۔بلکہ محض خوشنودی خدا اور رسولؐ اور اپنا فرض ادا کرنے کے لئے۔آخر یہ خوشنودی کا پروانہ خدا کی جناب سے حاصل کیا۔"وَمَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ"بعض لوگ وہ بھی ہیں جو خوشنودی خدا کے لئے اپنی جان بیچ دیتے ہیں۔"اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ" (سورہ التوبۃ:۱۱۱) خدا فرماتا ہے۔کہ مومنین کی جان و مال کو خدا نے بہشت کے عوض خرید لیا ہے۔بہشت مومنین کی ملکیت ہے۔اور جان و مال مومنین خدا کا مال۔اب اس پر ان کو کوئی حق حاصل نہیں ہے۔کہ اس کے دینے میں بخل کریں۔وہ راہ خدا میں لڑتے اور قتل کرتے اور قتل ہو جاتے ہیں۔مومنین نے جان و مال بہشت کے عوض بیچا۔اور امیر المومنین نے جان صرف خوشنودی خدا کے لئے بیچی۔نہ بہشت کے عوض۔یہاں اخلاص محض ہی ہے۔حضرت ابی بکرؓ اگر کچھ مال راہ خدا میں صرف کر دیں۔تو خدا کا مال ہے۔کرنا چاہئے۔اور اچھا کام ہے۔مگر علیؑ کے لئے یہ سند ہے۔کہ اس نے محض خالصتاً اللہ خوشنودی خدا کے لئے جان بیچی اور دیدی۔مگر چونکہ خالصتاً خدا کا مال ہو چکی تھی۔خدا نے خود حفاظت کی۔یہ دوسرا خطاب اور دوسرا خوشنودی کا پروانہ ہے۔جو خدا سے ملا۔اور ولی عہدی کی شان کچھ اور بڑھی۔اگر کسی کے پاس ایک ہی روپیہ ہو۔اور وہی خالصتاً توجہ اللہ راہ خدا میں صرف کر دے۔اور اپنے لئے کچھ نہ رکھے۔اور ایک کے پاس لاکھ روپے ہوں۔اس میں سے ہزار راہ خدا میں دیدے۔بڑھا ہوا کون ہے؟ وہ ایک والا۔کیونکہ وہ جہد المقل ہے فقیر کی منتہائی کوشش ہے۔اور اگر وہ لاکھ والا لاکھ ہی خرچ کر دے۔اور کچھ ایک پیسہ ایک کوڑی اپنے لئے نہ رکھے۔تو وہ اس کے برابر ہے۔کیونکہ جو جس کے پاس تھا۔وہ اس نے دیدیا۔"وَلَمْ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا"(سورہ بقرہ:۲۸۵) ہر نفس پر اتنی ہی تکلیف ہے۔جتنی کہ اس میں استطاعت ہے۔لیکن خدا کی خوشنودی مال و دولت پر نہیں ہے۔نہ مال کی کثرت وقلت پر ہے۔بلکہ تقویٰ و نیت پر ہے۔"وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ"(سورہ الحج:۳۷) خدا کو تو نہ مال پہنچتا ہے۔نہ دولت۔اس کو تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔علیؑ خوشنودی کا پروانہ تقویٰ کی سند نیت کا صلہ پا چکے۔غرض شروع اسلام سے ہجرت تک چار خصوصیتیں حضرت علیؑ کو حاصل ہوئیں۔بت شکنی۔جان فروشی اور بستر رسولؐ پر خواب نوشین۔اہل وعیال رسولؐ پر خلافت۔مال وامانات رسولؐ پر خلافت۔ان میں حضرت ابی بکرؓ شریک نہیں ہیں۔

حضرت ابی بکر قبل هجرت

حضرت ابی بکر اسلام لائے۔اور حضرتؐ کے ساتھ رہے۔کہا جاتا ہے۔کہ بہت سا مال آپ نے حضرتؐ کے ساتھ صرف کیا۔اور بعض مصیبت زدہ غلاموں کو خرید کر آزاد کر دینا بھی بیان کیا گیا ہے۔اور یہ وہ امور ہیں۔جو

محاسن شمار ہوتے ہیں۔ تاریخ تمدن اسلامی والا لکھتا ہے۔ جب ابوبکر اسلام لائے۔ تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ جو اس وقت ایک خاص ثروت شمار ہوتی تھی۔ انہوں نے سب اسی میں خرچ کر دیا مع اس کے جو تجارت سے کماتے تھے۔ اور بازار سے لاتے تھے۔ ہجرت کی شب رسول خداؐ نے حکم دے دیا۔ کہ مثلاً نو بجے سب اپنے اپنے دروازے بند کر لیں۔ کوئی باہر نہ نکلے۔ اور حضرت کفار سے چھپ کر غار ثور کی طرف چلے۔ حضرت ابی بکر پھر بھی پیچھے پیچھے ہو لئے۔ اور غار میں حضرتؐ ساتھ ہی لے گئے اسی وجہ سے آپ کو یار غار کہا جاتا ہے۔ ہجرت کے وقت آپ نے اپنی اُونٹنی بھی رسول خداؐ کے ہاتھ بیچ ڈالی۔ اور حضرتؐ کے ساتھ ہجرت کی۔ علیؑ اہل وعیال رسولؐ کو لیکر اور امانات ادا کر کے پیچھے سے راہ میں آملے۔ کفار دیکھتے ہی رہ گئے۔ اس کے بعد سن ہجری شروع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ بعض تواریخ میں یہ بھی ہے۔ کہ حضرت ابی بکر مالی حیثیت سے بہت مفلس تھے۔ اور ان کے بعض اطفال اس حال میں دیکھے گئے ہیں۔ جو ان کی منتہائی غربت وافلاس کو ظاہر کرتے ہیں۔ مگر ہمیں اس میں بحث نہیں ہے۔ مال کا ہونا کوئی محال بات نہیں ہے۔ اور نہ ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے رسول اللہؐ پر کچھ خرچ کیا۔ جو ان سے ہو سکا۔ جو انہوں نے مناسب سمجھا۔ اور مصلحت سمجھا کیا۔ مگر علیؑ کی خصوصیات مذکورہ کا اس سے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس سے خلافت اللہ سے کوئی خصوصیت پیدا ہوتی ہے۔ ان سے بھی مالدار صحابی تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف بڑے دولتمند تھے۔ اور لوگوں اور صحابیوں نے بھی مال اپنی حیثیت کے موافق خرچ کیا ہے۔ مگر خلافت الٰہیہ اور امامۃ الناس وسیاست الامت وملک شرعی ایسی سے نہیں ہے۔ جو ایک دینار یا ہزار دینار یا چالیس ہزار یا ساٹھ ہزار درہموں میں بکتی ہو۔ یا باتیں الگ ہیں۔ وہ علیحدہ۔ خلافت اللہ کی حقیقت کچھ اور ہے۔ اور مال کی حیقت کچھ اور۔ معیار خلافت الٰہیہ علیحدہ ہے۔ جو حضرت ابی بکرؓ میں کسی طرح ثابت نہیں۔ حضرت آدمؑ خلیفہ بنائے جاتے ہیں۔ تو اس لئے نہیں کہ عالمِ روحانی میں انہوں نے بہت سا مال خرچ کیا تھا۔ اور ملائکہ اس لئے خلافت سے محروم رکھے جاتے ہیں۔ کہ انہوں نے مال نہیں خرچ کیا تھا؟ بلکہ اس لئے کہ خلافت الٰہیہ کی حقیقت آدمؑ میں پائی جاتی تھی۔ اور وہ اسی لئے پیدا کئے گئے تھے۔ حضرت ابی بکر اگر فرشتہ بھی ہوں۔ تو بھی خلافت الٰہیہ کے وارث نہیں ہو سکتے۔ خدا نے فرمایا ہے۔ "وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُم بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَى" (سورہ سبا:۳۷) تمہارے اموال واولاد میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو ہم سے کچھ بھی قرب پیدا کر سکے۔ چہ جائیکہ مقام خلافتِ اللہ پر پہنچا سکے۔

این سعادت بزورِ بازو نیست

ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے۔ کہ ان حضرات اصحاب سے افعال خیر مطلقاً نہیں ہوئے۔ ضرور ہوئے۔ اور خدا ان کو ان کی نیت کا پھل ضرور دے گا۔ "فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ○ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ○" (سورہ الزلزال:۷،۸) مگر پھل یہ نہیں ہے۔ کہ سب کو خلافت ہی مل جائے۔ وہ تو اور ہی خصوصیت چاہتی ہے۔ یہ باتیں تو عام صحابہ میں مشترک ہیں۔ یہ حضرت ابی بکر کو خاص ممتاز فضیلت نہیں دیتی ہیں۔ کہ سب کے امیر

وہ بن سکیں۔ وجہ ترجیح ہونی چاہئے۔ ہجرت سے قبل تکلیفیں کل صحابہ نے اٹھائیں۔ خصوصاً ان بیچاروں نے جو جتھے والے نہ تھے۔ یا غریب الوطن تھے۔ جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی اذیتوں میں گرفتار تھے۔ اگر خلافت ان تکالیف کا صلہ ہے۔ تو پہلے ان کا حق ہے۔ جو مکہ میں ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ ترجیح بلا مرجح محال ہے۔ اور خلاف عقل ونقل۔ "ویوت کل ذی فضل فضله والمعروف بقدر المرفة"۔

حضرت علیؑ قبل وفات پیغمبریؐ

یعنی ہجرت سے حضرت کے وصال تک کے عرصے میں حضرت علیؑ کی حالت اور شان بھی اسلام کے عروج وشیوع کا زمانہ ہے اسی میں اسلام نے سیاسی صورت بھی پیدا کر لی ہے۔ مخالفین اور حملہ آوروں کا دفاع کیا جاتا ہے۔ سیاسی اور فوجی خدمات انجام دی جاتی ہیں۔ فتوحات اسلامی ہو رہی ہیں۔ اس لئے یہ اتنا وسیع مضمون ہے۔ کہ ہزار صفحات بھی اس کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا یہاں نہایت ہی اختصار سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ یہاں ہم اتنا ہی لکھنا چاہتے ہیں۔ اسلام کے عنفوان کے زمانے میں اس کی نشوونما کے ساتھ ساتھ ولی عہد اسلام بھی جوان ہو چکا ہے۔ اور تاریخ اسلام اور اس زمانے کے کارنامہائے اسلامی وپیغمبری پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اس وقت ولی عہد کی شان ایک جرنیل بلکہ وزیر جنگ کی ہے۔ اب شمشیر حیدری ہے۔ اور مخالفین اسلام کی گردنیں۔ جہاں جہاں ذوالفقار صفدری کفار کے قطرات خون گراتی ہے۔ وہیں اسلام کی بنیاد قائم ہوتی جاتی ہے۔ اور ہر ایک اہم معرکہ اس سے سر ہوتا ہے۔

جنگ بدر اور علیؑ

اسلام کی یہ پہلی شاندار لڑائی ہے۔ اس میں بڑے بڑے بہادران قریش جمع ہیں۔ اور دشمن قریشیوں کا اعلان ہے۔ کہ مہاجرین قریش ہی ہمارے مقابل آئیں۔ انصار مدینہ نہ آئیں۔ قریش کی طرف سے بہادر نکلے۔ عتبہ۔ شیبہ۔ ولید اور ادھر سے تین بہادر نکلے۔ علیؑ۔ حمزہؓ۔ عبیدہؓ۔ علیؑ کے مقابل ولید آیا۔ حمزہؓ کے عتبہ اور عبیدہؓ کے شیبہ۔ علیؑ نے فوراً اپنے مقابل کو خون میں نہلایا۔ حمزہؓ نے اپنے مبارز کو خاک وخون میں غلطان کیا۔ عبیدہؓ زخمی ہو گئے۔ علیؑ کی تلوار شیبہ کے سر پر چلی۔ اور وہ بھی اپنے ساتھیوں سے جاملا۔ اور کفار پر اسلام کا رعب چھا گیا۔ دشمن کے ستر آدمی قتل ہوئے۔ جن میں سے چھتیس کو علیؑ نے قتل کیے۔ بڑے بڑے جباران قریش علیؑ ہی کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ یہ جنگ ۲ھ میں ہوئی۔ علیؑ کی خدمت کل اہل اسلام سے نمایاں رہی۔

جنگ احد اور علیؑ

۳ھ یکم شوال کو لشکر اسلام مشرکین کے حملہ اور ان کی تیاری کی خبر سُن کر کوہ احد کے قریب پہنچ گیا۔ لشکر اسلام کے تین علم تھے۔ ایک علم حضرت علیؑ کے ہاتھ میں دیا گیا۔ ایک سعد بن عبادہ کو ملا۔ تیسرا احباب بن منذر کو طلحہ بن ابی طلحہ کفار کے لشکر کا علمدار تھا۔ یہ جنگ بھی اسلام میں خاص یادگار ہے۔ اور کئی خصوصیتیں رکھتی ہے۔ اسلامی کمانڈر انچیف نے موقع جنگ پر غور کر کے ایک دستہ فوج ایک درہ پر معین کر دی ہے۔ کہ دشمن عقب سے حملہ آور نہ

ہو سکے۔اورابوسفیان سردار کفار پورا مسلح اور لشکر کثیر جمع کر کے آیا ہے۔اسلام صرف ایک ہزار جانباز رکھتا ہے۔جن میں صرف ایک سوزرہ پوش ہیں۔جنگ شروع ہوئی۔کفار مبارز طلب نکلتے تھے۔اور بہادران اسلام کے ہاتھوں قتل ہورہے تھے۔کفار اپنا سامان چھوڑ کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے۔اور مسلمان لوٹ کے لئے گرے۔درّہ کی محافظ فوج نے ابن جبیر اپنے افسر کا حکم نہ مانا۔گھاٹی چھوڑ کر لوٹ کے لئے دوڑی۔خالد بن ولید نے پیچھے سے حملہ کر دیا۔مسلمانوں کے حواس باختہ ہو گئے۔اور بھاگنا شروع کر دیا۔صرف چودہ مسلمان میدان احد میں رہ گئے۔حضرت علیؑ۔ابوبکرؓ۔عبدالرحمٰن۔سعد وقاص۔طلحہ۔زبیر۔ابوعبیدہ جراح۔حباب بن منذر۔عاصم بن ثابت۔حارث بن صمہ۔سہیل بن حنیف۔سعد بن عبادہ۔محمد بن سلمان۔ابودجانہ۔مگراب لڑائی کا رنگ اور تیز ہو گیا۔مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر کفار کے دل بڑھ گئے۔اور شدت سے حملہ کیا۔اس موقع پر چھ مسلمان اور بھاگے۔صرف آٹھ رہ گئے۔رسولؐ پکارتے تھے۔اور کوئی نہ سنتا تھا۔بھاگ بھاگ کر مسلمان پہاڑوں پر چڑھے جاتے تھے۔قرآن میں ہے۔"اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰکُمْ" (سورہ ال عمران) طلحہ۔زبیر۔حارث۔ابودجانہ۔حباب۔عاصم۔سہل اور علیؑ باقی رہ گئے۔(دیکھو حصہ اوّل) مگر کہاں لشکر کفار اور کہاں یہ چند جرار۔کفار کا حوصلہ بڑھتا گیا۔اور آخر مجبور ہو کر ان میں سے بھی چھ کو میدان چھوڑنا پڑا۔اور صرف علیؑ اور ابودجانہ باقی رہ گئے۔رسول مقبول بنفس نفیس جنگ میں مصروف تھے۔زخمی ہو چکے تھے۔دندان مبارک پر ضرب لگی۔خون جاری ہوا۔ابودجانہ انصاری بھی جان توڑ کر لڑے۔اور خوب داد شجاعت دی۔مگر زخموں سے چور چور ہو کر آخر گر پڑے۔اور جرنیل اسلام علیؑ ابن ابی طالبؑ نے ان کو اُٹھا کر رسولؐ کے پاس لا کر ڈال دیا۔میدان میں خون برس رہا تھا۔رسول کو کفار چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔کفار خوش تھے۔کہ آج اسلام اور رسول اسلام کا خاتمہ کر کے چھوڑیں گے۔ان کی آنکھ میں کھٹکنے والا صرف ایک ہی کا نٹا رہ گیا تھا۔علیؑ سے پہلے وہ پیغمبر اسلام کا خاتمہ چاہتے تھے۔اور یہی ان کی ایک غلط فہمی تھی۔یہ ممکن ہی نہ تھا۔کہ علیؑ کی زندگی میں وہ رسولؐ پر فتحیاب ہو سکیں۔عجیب رن پڑ رہا تھا۔علیؑ ہر طرف فوج کو دھکیلتے اور مارتے چلے جاتے تھے۔ہر طرف حملہ کرتے تھے۔مگر رسول تنہا تھے۔واپس آتے اور رسول کو دیکھ جاتے۔آئے تو رسولؐ نے سوال کیا۔اے علیؑ تم کیوں نہیں بھاگے؟ فرمایا۔"لَا نَکْفُرُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ یَا اَکْفُرُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ"۔"ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاؤں؟ مجھے آپ سے اقتداء ہے نہ ان لوگوں سے۔" ملاء اعلیٰ میں یہ منتظر خاص توجہ سے دیکھا جا رہا تھا۔اور لب قدرت سے صدا آتی تھی۔دیکھو۔بھائی (علیؑ) بھائی کے ساتھ کیسی غمخواری کر رہا ہے۔جبرئیلؑ آتے ہیں۔اور کہتے ہیں۔"هٰذِهٖ لَمُوَاسَاۃٌ" بیشک ہمدردی و غم خواری اسی کا نام ہے۔رسولؐ فرماتے ہیں۔کیوں نہ ہو۔"هُوَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ" وہ مجھ سے ہے۔میں اس سے ہوں۔ایک نور ایک خون ایک گوشت ایک پوست۔جبرئیل عرض کرتے ہیں۔"وَاَنَا مِنْکُمَا" میں تم دونوں سے ہوں۔

پھر علیؑ کے حملے شروع ہوئے۔علیؑ نے کفار کا قلع قمع کیا۔اور یہاں سب قدرت سے ملائکہ کی زبانی یہ خطاب پایا۔رسول محبت سے علی کی طرف دیکھتے ہیں۔اور کہتے ہیں۔کہ اے علیؑ تم بھی سن رہے ہو۔کہ ایک فرشتہ کہہ

رہا ہے۔" لَافَتیٰ اِلَّاعَلِی لَاسَیفَ اِلَّاذُوالفِقَار ""پس جواں مرد علیؑ ہی ہے اور تلوار ذوالفقار" آخر کار علیؑ نے کفار کو اتنا پسپا کیا۔ کہ بھاگے ہوئے مسلمان واپس آنے لگے۔ اور اسلامی شکست علیؑ کی بدولت فتح سے بدل گئی۔ اور یہ وہ فضیلت ہے۔ کہ جس کے مقابل دنیا میں کوئی فضیلت ہو نہیں سکتی۔ کل تواریخ اور کل مورخین اسلام متفق ہیں۔ کہ اس جنگ میں علیؑ ہی نے سب سے زیادہ جرأت و شجاعت دکھلائی۔ اور یہاں بھی زیادہ مقتولین علیؑ ہی کے ہاتھ سے ہوئے۔ غزوہ بنی نضیر علیؑ ہی کے ہاتھ سے سر ہوا۔ غزوہ بنی مصطلق میں علیؑ ہی سرخرو رہے۔ صلح حدیبیہ میں علیؑ ہی نے کارنمایاں کیا۔ حضرت عمر نے سفارت سے انکار کر دیا۔

جنگ احزاب یا جنگ خندق اور علی علیہ السلام

اس جنگ کا بھی قرآن میں خاص اہمیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں کفار کی تعداد کم سے کم دس ہزار تھی۔ اور بڑی تیاری سے مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اسلام کے سپہ سالار نے یہاں جنگ کے لئے خندق کھود کر سیاسی نقطہ نگاہ کا ثبوت دیا۔ اور کامیابی ہوئی۔ کفار کا سب سے بڑا بہادر عمرو بن عبدود اپنے جوہر دکھانے لشکر سے نکلا۔ اور مبارز طلب ہوا۔ کوئی بہادر اسلام اس کے مقابلہ کو نہ نکلا۔ تین مرتبہ پیغمبرؐ اسلام نے سوال کیا۔ اور تینوں مرتبہ وزیر۔ بھائی اور جانشین بولا۔ "یارسولؐ اللہ! میں۔" رسول اللہؐ نے اپنے دستِ مبارک سے تلوار باندھی۔ زرہ پہنائی۔ اور عمامہ سر پر رکھا۔ اور علیؑ خراماں خراماں دشمن کی طرف بڑھے۔ اِدھر اسلام کا جرنیل سب سے بڑا بہادر۔ اُدھر کفار کا سب سے مشہور بہادر شجاع عرب۔ کفر مجسم۔ رسول اللہؐ کی زبان سے ایسے ہی موقع پر یہ فقرہ موزوں ہو سکتا تھا۔ "بَرَزَ الْاِسْلَامُ کُلُّہٗ اِلَی الْکُفْرِ کُلِّہٖ"۔ اسلام مطلق و کل اسلام۔ حقیقت دین اسلام۔ عین دین اسلام کفر مجسم کی طرف نکلا ہے۔ خداوندا اس کی مدد کرنا۔ عبیدہ کو تو نے بدر میں اُٹھالیا۔ اور حمزہ کو احد میں میرے پاس علیؑ ہی رہ گیا ہے۔ اس کی حفاظت کرنا۔ آخر عمرو مع دیگر بہادران کفار کے مارا گیا۔ اور میدان علیؑ کے ہاتھ رہا۔ اور یہاں یہ فتح مند جرنیل اسلام۔ شاہزادۂ کونین۔ ولی عہد خلافت نے شہنشاہ دین و دنیا کی زبان "لاینطق عن الھوی" کی زبان۔ خدا کی زبان گویا سے یہ خطاب پایا۔ " لِمُبَارَزَۃِ عَلِیٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ"۔ بیشک خندق کے دن علیؑ کا جہاد میری امت کے قیامت تک کے کل اعمال سے افضل ہے۔ بیشک اعمال امت محمدی آثار محمدی آثار دین اسلامی ہیں۔ اور بقاء اسلام۔ حفاظت اسلام۔ حمایت اسلام آج علیؑ ہی کے ہاتھ سے ہوئی ہے۔ یہ جرنیل اسلام ضرور ایسے ہی خطابات کا مستحق ہے۔ یہ بھی الفاظ مروی ہیں۔ " لِضَرْبَۃِ عَلِیٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اِفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ الثَّقْلَیْنِ"۔ خندق کے دن علیؑ کی ضرب جن وانس کی عبادت سے افضل ہے (دیکھو تاریخ بغدادی۔ روضۃ الصفا۔ طبری۔ اعثم کرفی وغیرہا)

دشمن کی زبان سے علیؑ کی تعریف و توصیف۔

کفار کا مشہور تریں بہادر عمر بن عبدود مارا جاچکا ہے۔ اسلام کی فتح ہو چکی ہے میدان فوجوں سے خالی ہو رہا ہے۔ عمرو کی بہن بھائی کی لاش پر آتی ہے۔ دیکھتی ہے کہ قاتل نے اس مقتول کی نہایت قیمتی زرہ نہیں اُتاری ہے۔

جو تمام عرب میں مشہور تھی۔ بیساختہ زبان سے نکلتا ہے۔"مَا قَتَلَهٗ اِلَّا كُفُوٌ كَرِيْمٌ"۔ "اس کو کسی شریف ہمسر نے ہی قتل کیا ہے۔" اور جب اس کو معلوم ہوا۔ کہ اس کے بھائی کا قاتل علیؑ ہے تو وہ بجائے بُرا کہنے یا کوسنے کے یہ شعر پڑھنے لگی ۔

لَوْكَانَ قَاتِلُ عَمْرٍو غَيْرَ قَاتِلِهٖ لَكُنْتُ اَبْكِيْ عَلَيْهِ اٰخِرَ الْاَبَدِ

لٰكِنَّ قَاتِلَهٗ مِنَ الْاَلْبَابِ بِهٖ مَنْ كَانَ يُدْعٰى قَدِيْمًا بَيْضَةَ الْبَلَدِ

کہتی ہے۔ کہ "اگر اس شریف النفس انسان کے سوا عمر کا قاتل کوئی اور ہوتا۔ تو میں اس کو ابدالآباد رویا ہی کرتی۔ لیکن اس کا قاتل تو وہ شریف بہادر کریم النفس انسان ہے۔ جس کو کبھی کوئی عیب لگایا ہی نہیں جا سکتا۔ جو ہمیشہ سے شہر کا سردار اور مدینہ کا تاج پکارا جاتا ہے۔" علیؑ آج ایسے نہیں ہیں۔ بلکہ ہمیشہ ہی سے۔ مسلمان ہی ان کی عزت نہیں کرتے۔ بلکہ کفار بھی کرتے تھے۔ "وَالْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ" اس جنگ میں علیؑ نے وہ عزت و کمال کا تمغہ رسولؐ خدا سے پایا ہے۔ جو قیامت تک کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوسکتا۔ قیامت تک کوئی مسلمان علیؑ کی ہمسری نہیں کرسکتا۔ وہ کونسا غزوہ یا سریہ ہے۔ جہاں علیؑ کا نام نہ آتا ہو۔ دوست و دشمن کی زبان پر "علیؑ علیؑ علیؑ" ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ جب لب قدرت سے رسولؐ کو ندا پہنچ رہی ہے۔ نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَّكَ فِي النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَيَنْجَلِيْ بِعَظَمَتِكَ يَا اللّٰهُ بِنُبُوَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِوَلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ اَدْرِكْنِيْ۔

جنگ خیبر اور علیؑ ۷ ہجری۔

اِس کی تفصیل میں ہمیں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خیبر کے قلعہ قموص پر اصحاب باری باری علم اسلام لے کر جاتے اور پسپا ہو کر واپس آرہے ہیں۔ کفار کا دم بڑھتا جاتا ہے۔ اور آخر پیغمبر اسلام سپہ سالار اسلام نے یہ اعلان کردیا ہے۔ "لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا كَرَّارًا غَيْرَ فَرَّارٍ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ لَا يَرْجِعُ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ"۔ اسلام کا جرنیل۔ شاہزادہ۔ آشوب چشم میں گرفتار ہے۔ اس لئے ہر ایک امیدوار بنا ہوا ہے۔ کہ شاید کل اے علم اسلام ملے اور یہ فضیلت اس کے ہاتھ آئے...... مگر نہیں۔ یہ فضیلت تو علیؑ ہی کے لئے مخصوص تھی...... بلائے گئے۔ لعاب دہن پیغمبر نے آنکھوں کو شفا بخشی۔ اور "رایت اسلام" آج سے رسول اسلامؐ نے علیؑ کو بخش دیا۔ عطا کردیا۔ عطیہ رسولؐ خدا کب واپس ہوسکتا ہے۔ علیؑ آج سے رایت اسلام کے مالک و وارث قرار پائے۔ یہ شاہزادہ رسالت ولی عہد خلافت جرنیل اسلام کی خدمات نمایاں کا شاندار انعام تھا۔ فتوحات کیں۔ اسلام کو یا۔ اسلامی پھریرہ تمام عرب میں لہرایا۔ رسول خداؐ سے رایت اسلام پایا۔ بالاستحقاق پایا۔ دلیل برہان سے پایا۔ دعویٰ سے پایا۔ یہ صرف عنایت محمدی ہی نہ تھی۔ حق بھی تھا۔ ہوا بھی وہی جو پیغمبر خداؐ نے فرمایا۔ کہ وہ باقی علمدار و اصحاب مثل حضرت ابی بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان (طبری۔ روضۃ الصفاء) واپس نہ ہوگا۔ پسپا نہ ہوگا۔ اس وقت

تک قدم نہ ہٹائے گا۔ جب تک خدا اس کے ہاتھ پر فتح نہ دے۔ قلعہ فتح کر کے ہی دست خدا پیچھے ہٹا۔ نہ صرف قلعہ خیبر فتح کیا۔ باب خیبر اُکھاڑا۔ ہاتھ میں اُٹھایا۔ پل بنایا۔ اور امت محمدی کو پار لگایا۔ اور روز ید اللّٰہی تمام عالم کو دکھلایا۔ کوئی دنیا میں ہے جو علیؑ کی اس فضیلت کا مقابلہ کر سکے؟ ہرگز نہیں۔ مَخْصُوْصٌ بِالْفَضْلِ كُلِّهٖ۔

پتھر پہ علم کو جا کے گاڑا کس نے؟ مرحب سے پہلوان کو پچھاڑا کس نے؟
اصحاب پیمبر تو سب ہی تھے موجود بولو! درِ خیبر کو اُکھاڑا کس نے؟

ولمّا تلاقی المسلمون بخیر وانهزم الثانی منه کاوّل
وخاطرهما قائدالجیش هادیا واضطرب الابطال کالمتخیّل
فتاوی لا عطی رایتی لمحارب هزبرٍ مِکّرٍ مقدم و معقّل
جسرر محام لا یوب عن الوغا یفلق هامات العدیٰ بالمنصّل
حبیب لرب العالمین ونوره محبٍّ لمعبود وخل لمرسل
فقاز علی رایة الفتح غدوةً واقلع باب الحصن مثل الخزئیل

اب روز بروز اسلام بڑھ رہا تھا۔ اور کفار زیر ہو رہے تھے۔ ہر موقع پر ذوالفقار چمکتی تھی۔ اور ان کے سروں پر بجلی کی طرح گرتی تھی۔ اور کبھی دم لیتی تھی۔

خلاف راہ صواب است در عکس لامی اولے الالباب ذوالفقار علیؑ در نیام وزبان سعدی در کام۔ اور آخر ایک دن آ گیا۔ کہ یہ اسلام کا جرنیل شاہزادہ اور ولی عہد خلافت کے ساتھ لشکر اسلام اسی شہر مکہ میں داخل ہو گیا۔ جہاں سے خوف زدہ ہو کر مسلمان نکلے تھے۔ اور ہجرت پر مجبور ہوئے تھے۔ اور "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا" (سورہ الفتح: ۱) کی خوشگوار صدا زبان قدرت سے رسول عربیؐ نے سن لی۔ مسلمان خوش ہوئے۔ اور اسلام کے سارے کھٹکے رفع ہو گئے۔ علیؑ نے دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر جو کہا تھا۔ اور وعدہ کیا۔ یعنی نصرت وحمایت واشاعت اسلام اس کو کر دکھایا۔ اور حق وزارت ادا کیا۔ ہارونی منزلت میں رسولؐ کا قوت بازو بن کر ثابت کیا۔ کہ رسولؐ کی پشت اسی پشت و پناہِ دین اسلام سے قوی ہوئی۔

خاص اعلان خلافت

آخر کار تبلیغ اسلام ختم ہوئی۔ تمام مشکلیں آسان ہوئیں۔ تمام مہمیں سر ہوئیں۔ رسول کا بوجھ ہلکا ہوا۔ سختی کے بعد آسانی نظر آئی۔ تکلیف کے بعد راحت دکھائی دی۔ اور قدرت خدا کا جلوہ نظر آیا۔ کہ ایک دن تھا۔ کہ یہی یتیم عبداللہ مکہ کی گلیوں میں کس مپرسی کی حالت میں پھرتا تھا۔ کوئی اس کو نہ پہچانتا تھا۔ اور کوئی اس کی نصرت نہ کرتا تھا۔ آج وہی شہنشاہ دین و دنیا فاتحانہ مکہ میں موجود ہے۔ ہر طرف "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" "وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" کی صدائیں بلند ہیں۔ اسلام کا بول بالا ہے۔ "وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا" (سورہ التوبۃ: ۴۰)۔ اعلاء کلمۃ اللہ ہو رہا ہے۔ ذکر محمدی ہر طرف بلند ہے۔ ان سب باتوں کا خدا ذکر کرتا ہے۔ اور اپنے

احسان دکھلاتا ہے۔ أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ○ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ○ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ ○ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً ○ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً ○ (سورہ الم نشرح: ۱ تا ۶)

مشکلے نیست کہ آساں نشود

مرد باید کہ ہراساں نشود

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ○ وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ ○" (سورہ الم نشرح: ۷،۸) پس جب تو کار تبلیغ سے فارغ ہو جائے۔ تو اپنی جگہ ولی عہد کو نصب کر دے۔ اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر۔ اور وصال و بقاء کے لئے تیار ہو جا۔"يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ○ وَادْخُلِي جَنَّتِي ○" (سورہ الفجر: ۲۷ تا ۳۰)۔ اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف رجوع کر۔ برضا و رغبت جوار الٰہی میں آ۔ تو بھی خوش اور راضی۔ اور خدا بھی تجھ سے خوش اور راضی۔ میرے بندوں میں داخل ہو اور بہشت میں آ جا۔

یہ حکم خدا دے چکا تھا۔ یہ امر پہنچا چکا تھا۔ رسول تبلیغ سے فارغ ہو کر حجۃ الوداع کو تشریف لے گئے۔ بیت اللہ و حرم خدا سے رخصت و وداع ہونے لگے۔ بڑا مجمع اہل اسلام کا ساتھ تھا۔ علیؑ یمن گئے ہوئے تھے۔ ادھر سے آملے۔ اور رسول اللہؐ نے علیؑ کی طرف سے قربانی ادا کی۔ حج سے فارغ ہوئے۔ تعلیم اسلام ختم ہوئی۔ حکم پہنچا۔ "يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" (سورہ المائدہ: ۶۷)۔ اے رسولؐ پہنچا دو وہ حکم جو تم کو دیا گیا ہے۔ اور تم پر نازل کیا گیا ہے۔ پس اگر تم نے اس کو نہ ادا کیا۔ تو تم نے میری رسالت ہی نہیں ادا کی۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔

اس آیت میں لوگ کچھ بحث کریں۔ مگر ہمیں تو صرف یہ کہنا ہے۔ کہ رسول اللہؐ کی شان یہ ہے۔ کہ جو حکم ان کو بھیجا جائے۔ اور وہ اعمال سے تعلق رکھتا ہو۔ یعنی روزہ و نماز۔ حج و زکوٰۃ وغیرہ۔ تو اس میں تاخیر و سختی اور تخلف قطعاً محال ہے۔ اگر کسی عبادت کا حکم دیا جائے۔ اور رسول اسے نہ کرے۔ تو وہ رسول نافرمان خدا ہے۔ رسالت سے خارج ہے۔ پس یہ تو ناممکن ہے۔ کہ کوئی امر عبادتی جو عمل پیغمبری یا فرائض امت سے تعلق رکھتا ہو۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ رسول پر نازل کیا گیا ہو۔ اور رسول نے اس کو نہ کیا ہو۔ یا امت کو نہ پہنچایا ہو۔ اور یہ آیت چند خبریں بتلا رہی ہے۔ اوّل رسولؐ پر کوئی حکم نازل کیا گیا ہے۔ دوم "فَإِن لَّمْ تَفْعَلْ" اس کی فعلیت کو ظاہر کر رہا ہے۔ یعنی وہ کوئی ایسا امر ہے۔ جس کو کرنا ہے۔ فعل پیغمبری سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ کہ رسولؐ نے ابھی اس کو ادا نہیں کیا ہے۔ سوم وہ کوئی ایسا امر ہے۔ کہ اس کو ادا نہ کیا۔ تو رسول اللہؐ نے گویا کار رسالت ہی نہیں کیا۔ اختتام و انجام کار رسالت اس کی تکمیل فعلی پر موقوف ہے۔ نہ صرف تبلیغ قولی پر۔ کیونکہ خدا یہ نہیں فرمایا۔ "فَإِن لَّمْ تُبَلِّغْ" اگر اے رسول تم نے اس کو نہ پہنچایا۔ تبلیغ نہ کی۔ تو کوئی کار رسالت نہیں کیا۔ بلکہ "إِن لَّمْ تَفْعَلْ" فرمایا ہے۔ اگر اس کو فعلاً و عملاً ادا نہ کیا۔ تو کوئی کار رسالت نہ کیا۔ چہارم وہ کوئی کام ہے۔ جس میں خطرہ ہے۔ اور خدا رسول سے فرماتا ہے۔ کچھ پروانہ کرو۔ خدا تمہیں بچائے گا۔ نماز رسول پڑھتے اور سب کو سکھا چکے ہیں۔ "صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي" اسی طرح تم سب نماز پڑھو۔ جس

طرح مجھ کو پڑھتے دیکھتے ہو۔ زکوٰۃ وصول کرتے ہیں۔ اور مسلمان ادائے زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ اس کے احکام جانتے ہیں۔ جہاد سے خوب واقف ہیں۔ حج کے احکام سے واقف ہیں۔ اور کر چکے ہیں۔ اور رسول اللہ کا آخری اور الوداعی حج ہے نہ ابتدائی۔ پس ناممکن ہے۔ کہ ان احکام عبادتی میں رسول خدا نے کوئی آج تک نہ پہنچایا ہو۔ چہ جائیکہ خود نہ کیا ہو۔ عبادت میں تخلف و تاخیر محال ہے۔ وہ کوئی ایسا ہی کام ہو سکتا ہے۔ جس میں تاخیر جائز ہے۔ نہیں بلکہ وہ وقت فراغ تبلیغ سے متعلق ہے۔ اور وقت و موقع و مصلحت و فرصت کی ضرورت ہے۔ اور اس کی تبلیغ ہو چکی ہے عمل باقی ہے۔ لوگوں سے خطرہ ہے۔ اس لئے موقع کے منتظر ہیں۔ ان سب باتوں پر جو ذی عقل غور کرے گا۔ تو صاف اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ یہ امر سیاست رسالتی سے متعلق ہے۔ اور وہ سوائے نصب جانشین و قائم مقام و حافظ دین اسلام اور کوئی نہ تھا۔ احکام دین و عبادات یا خاص احکام حج پہنچانے میں رسول اللہ کو کس سے خوف ہو سکتا تھا؟ جب کہ اسلام غالب آچکا ہے۔ ملک عرب تمام فتح ہو چکا ہے۔ افواج اسلامی سرحد روم تک پہنچ چکی ہیں۔ دنیا میں رعب و دبدبہ اسلام ظاہر ہو چکا ہے۔ اب احکام دین مکہ میں جاری کرنے سے پیغمبر اسلام کو کیا خوف ہو سکتا تھا۔ وہ بھی ایسا کہ خود آپ بھی عمل نہ کریں۔ ضرور یہ ایک ایسا امر تھا۔ جس سے صرف اہل اسلام یعنی منافقین اسلام ہی سے خطرہ تھا۔ جو چاہتے تھے۔ کہ پیغمبر اسلام کی آنکھیں بند ہوں۔ تو ہم اسلام کو پھر مٹا دیں۔ اور اگر کوئی حامی و محافظ اسلام رسول اللہ کی جگہ قائم ہو گیا۔ تو ہماری کوشش رائیگاں جائے گی۔ اور ان کی سرتوڑ اور خفیہ کوشش یہی ہوگی۔ کہ کوئی ایسا شخص جانشین رسول نہ ہو جائے۔ جو مثل رسول غم خوار اسلام ہو۔ جو اسلام کے ایک ایک حرف پر جان فدا کر دے۔ ایک ایک ذرہ ملک اسلام پر کنبہ کو قربان کر دے۔ خود مٹ جائے مگر اسلام کو نہ مٹنے دے۔ ہم بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ مسئلہ اعلان تقرری ولی عہد خلافت ہی ایسا مسئلہ تھا۔ جس پر تبلیغ رسالت موقوف تھی۔ اور یہ بالکل صاف اور بدیہی ہے۔ کہ دین اسلام قیامت تک کے لئے ہے۔ اور پیغمبر اسلام کو وصال کا حکم ہو رہا ہے۔ پس اگر کوئی داعی اسلام۔ ہادی دین۔ پیشوائے خلق۔ محافظ اسلام۔ مبین قرآن۔ معلم قرآن۔ حقیقی مبلغ اسلام خدائے اسلام اور پیغمبر اسلام کی طرف سے مقرر نہ ہو گیا۔ اور قیامت کے لئے اس کا انتظام نہ کیا گیا۔ تو قیامت دین محمدی کے باقی رہنے کے کوئی معنی ہی نہ ہوں گے۔ دین بغیر صاحب دین علیحدہ کوئی حقیقت نہیں ہے۔ دین صاحب دین کے وجود سے وابستہ ہوتا ہے۔ دین صاحب دین ہی لاتا ہے۔ اور بقائے دین صاحب دین کے ساتھ ہے۔ ہم امت محمدی ہیں نہ صاحب دین الٰہی۔ اگر صاحب دین نہیں۔ تو دین بھی نہیں۔ خود بخود نہ کبھی لوگوں نے آج تک ہدایت پائی۔ اور نہ علوم سیکھے ہیں۔ اور نہ کبھی کسی کتاب اللہ نے خود بخود بغیر مبین و معلم لوگوں کو علوم سکھائے۔ اور دیندار بنایا ہے۔ یقیناً ضرورت ہے۔ فطرۃً ضرورت ہے۔ عقلاً ضرورت ہے۔ شرعاً ضرورت ہے۔ "اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" (سورہ الرعد: ۷) کہ قیامت کے لئے حفاظت اسلام کا انتظام ہو۔ بعد پیغمبر ہادی اسلام نصب کیا جائے۔ اور یہ کام خدا اور رسول ہی کا کام ہے۔ جس کو ہم باب اوّل میں ثابت کر چکے ہیں۔ ضرور یہی حکم تھا۔ کہ یہی امر نازل ہوا تھا۔ کہ سب کچھ ہو لیا۔ سب مشکلیں حل ہو گئیں۔ جب تبلیغ سے فارغ ہو جاؤ۔ تو قائم مقام نصب کر دو۔ اور ہمارے پاس آجاؤ۔ بغیر اس کے تکمیل

رسالت نہیں ہوسکتی ہے۔ مگر خدا نے اپنی طرف سے اور رسول خداؐ نے اپنی زندگی میں کوئی ہادی اسلام۔ صاحب دین۔ حافظ اسلام مقرر نہیں کیا۔ تو دین محمدی کے بعد محمدؐ باقی رہنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ کہہ دیجئے۔ کہ دین محمدی انتقال محمدی کے وقت ان کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ مگر نہیں ایسا نہیں ہے۔ وہ دین کو ساتھ نہیں لے گئے۔ وہ چھوڑ گئے۔ علم دین قرآن ہے۔ اس کو چھوڑ گئے۔ معلم دین ہادین اہل بیتؑ ہیں ان کو چھوڑ گئے۔ اور فرما گئے۔ کہ میں دین و قرآن ساتھ نہیں لئے جاتا ہوں۔ تم میں دو بڑی چیزیں قرآن اور اہل بیتؑ چھوڑے جاتا ہوں۔ جب تک تم ان سے تمسک رکھو گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اور یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ دین قرآن ہے۔ اور صاحب دین عترت رسولؐ۔ اور علیؑ ان میں مقدم۔ پس اوّل بعد رسولؐ صاحب دین و حافظ دین و ہادی دین علیؑ ہی ہیں۔ انہی کے نصب کا حکم تھا۔ وزیر پیغمبرؐ بارِ رسالت بعد پیغمبرؐ اُٹھا سکتا تھا۔ اور انہی کے علی الاعلان و علیٰ رؤس الاشہاد مقرر و نصب ہو جانے پر "اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" (سورہ المائدہ:۳) کے معنی صادق آسکتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے۔ جس سے رسول اللہؐ کو خطرہ تھا۔ اور رسولؐ جانتے تھے۔ کہ اسلام میں ایسے لوگ ہیں۔ جو علیؑ سے کاوش رکھتے ہیں۔ اسلام کی بقا نہیں چاہتے ہیں۔ اور نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ کہ نبوت و خلافت ایک ہی خاندان بنی ہاشم میں جمع ہو جائیں۔ مگر قدرت یہ کر چکی تھی۔ یہی الفاظ آیت سے مستنبط ہیں۔ یہی اس کا مقصد ہے۔ اور وہ امر جس کی فعلی تبلیغ کا حکم اس میں ہے "فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ" (سورہ الم نشرح:۷) ہے۔ کوئی دوسرا پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ اور کسی پر یہ معنی صادق نہیں آسکتے۔ اور کسی میں خوف نہیں ہوسکتا۔ یہی ہوا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ رسول اللہؐ نے حج آخری سے واپس ہوتے ہوئے تمام مسلمانوں کو جمع کیا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کا مجمع ہوا۔ پالانوں کا منبر بنایا گیا۔ آخری عام خطبہ پڑھا گیا۔ علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا۔ اور فرمایا۔ اَلَسْتُ اَوْلٰی بِكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اے مسلمانو! کیا میں تم پر تمہاری جانوں سے زیادہ متصرف اور ان کا مالک نہیں ہوں؟ سب نے "بلیٰ" کہا۔ اور تین دفعہ یہ اقرار کیا۔ پھر فرمایا۔ فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ "پس جس مسلمان کا میں مولا اور آقا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا اور آقا ہے۔" علیؑ انہی معنی میں مولا ہے۔ جن میں رسول اللہؐ مولیٰ ہیں۔ اور اس کے معنی خدا نے خود بتائے ہیں۔ "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" (سورہ الاحزاب:۶) رسول اللہؐ نے انہی معنی کا اقرار لیا ہے۔ اور اسی کا اثبات علیؑ کے لئے کیا ہے۔

زیں سبب پیغمبرؐ با اجتہاد — نامِ خود دان علیؑ مولا نہاد

گفت ہر کس را منم مولا و دوست — ابن عم من علیؑ مولائے اوست

کیست مولا آنکہ ازادت کند — بند رقیت زپایت برکند

مولا وہی ہے۔ جو قید جہنم سے آزاد کرا دے۔ اور ہم پچیس دلیلوں سے علیؑ کا مولائے کل و آقائے کل و خلیفہ خدا و خلیفہ رسولؐ ہونا ثابت کر آئے ہیں۔ صرف اس پر ثبوت ولایت موقوف نہیں ہے۔ بلکہ یہ واقع ہے۔ رسول اللہؐ کی طرف سے اس کا اظہار ہے۔ اور آخری اظہار یہ تقرر فعلی ہے۔ اور تولی اکثر ہوتا رہا ہے۔ یہ اعلان آج کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ قاعدے کے موافق صرف رسم ولی عہدی پوری کی گئی ہے۔ اور اسی فعلیت کا خدا خواہاں تھا۔

اسی کو "اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ" کر رہا تھا۔ یہ وہی اعلان خلافت و ولی عہدی علیؑ ہے۔ جو اوّل روز بعثت ہو چکا تھا۔ جس کو خود مخالفین جانتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا۔ کہ علیؑ ہی میرے بعد میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہے۔ تاویل کا میدان وسیع ہے۔ انکار میں بہت گنجائش۔ انکار کرنے والے تو رسول ہی سے انکار کرتے اور قرآن ہی نہیں مانتے ہیں۔ بہت سے معجزات محمدی کے منکر ہیں۔ خدا نے ابھی تک کسی کی زبان بندی کا حکم نہیں دیا ہے۔ کسی کے منہ پر قفل نہیں لگایا ہے۔ اور نہ کسی کو اعتقاد پر مجبور کیا ہے۔ ہزاروں کے مجمع میں یہ کام ہوا۔ لوگوں نے بیعت علیؑ کی مبارکبادی دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "بَخٍ بَخٍ لَکَ یَا عَلِیُّ کُنْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلَا کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ"۔ مدحیہ قصائد پڑھے گئے۔ حسان بن ثابت نے قصیدہ پڑھا۔ جو اب تک مشہور و معروف اور موجود ہے۔ اور روایات اس باب میں اتنی ہیں۔ کہ ایک کتاب میں کہاں سما سکتی ہیں۔ حذیفہ بن اسیر غفاری صحابی اس کے راوی ہیں۔ جبیر بن مطعم صحابی اس کے راوی۔ سلمان فارسی صحابی اس کے راوی ہیں۔ ابوذر غفاری صحابی اس کے راوی ہیں۔ زید بن ارقم صحابی اس کے راوی ہیں۔ بریدہ صحابی اس کے راوی ہیں۔ ابوطفیل اس کے راوی ہیں۔ اور حضرت علیؑ نے حدیث مناشدہ میں سترہ صحابیوں کے سامنے بعد رسول اللہؐ اس کا اقرار صحابیوں سے لیا ہے۔ ان سترہ صحابیوں نے کھڑے ہو کر علیؑ کے قَسْمِیَہ پوچھنے پر شہادت دی کہ روز غدیر رسول خداؐ نے ایسا کیا۔ اور علیؑ کے لئے یہ کہا۔ سہل بن سعد۔ عدی بن حاتم۔ عقبہ بن عامر۔ ابوایوب انصاری۔ ابوسعید خدری۔ ابوشریح خزاعی۔ ابوقدامہ انصاری۔ ابولیلی انصاری۔ ابو الہشیم بن التیہان وغیرہم۔ یہ سب حجۃ الوداع میں اس واقعہ کے وقت شریک تھے۔ اور اپنے کانوں سے سنا اور اپنی آنکھوں سے یہ جشن اور جلسہ دیکھا ہے۔ نوادر الاصول۔ مودۃ القربیٰ۔ ینابیع المودت۔ مشکاۃ شریف۔ حلیۃ الاولیاء وغیرہا کتب موجود ہیں۔

محمد بن الجریر طبری نے پچھتّر طریق سے اس حدیث غدیر کو روایت کیا ہے۔ اور اپنی کتاب الولایت میں جمع کیا ہے۔ محمد بن سعید بن عقدہ نے ایک سو پانچ طریق سے کتاب الموالات میں اس حدیث غدیر کو لکھا ہے۔ اتنے صحابیوں کی شہادت اور ایک سو پانچ دلیلیں کہاں گم کر دی جائیں گی۔ کس کس پر خاک ڈالی جائے گی۔ ولانسلم کا تو کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ اس حدیث کے ذکر میں علماء محققین اہل سنت مثل شیخ امام غزالی نے اٹھائیس بلکہ اس سے بھی زیادہ جلدیں حدیث ولایت میں لکھی ہیں۔ مگر ہمیں یہاں ان سے کوئی بحث نہیں ہے۔

حکمت اللہ

حکمت اللہ کا ہم قرآن سے ثبوت دے چکے ہیں۔ کہ اعلان خلافت الٰہیہ خلقت خلیفہ پر بھی مقدم ہے۔ قبل امت آدمؑ کو خلافت دی گئی۔ اور فرشتوں سے سجدہ کرا کر تعظیم خلافت دلوائی۔ اور ان کی خلافت کو منوایا گیا۔ یا بیعت لی گئی۔ یہ سنت ہمیشہ جاری رہی۔ ہر خلیفہ خدا ہر نبی اپنی حیات میں اپنے بعد آنے والے نبی اور وصی کا اعلان کرتا رہا ہے۔ اور سلسلہ نبوت کے ساتھ سلسلہ وصایت اسی طرح جاری رہا ہے۔ اور پیغمبر مطلق کی ہر ایک نبی بشارت دیتا اور اعلان کرتا آیا ہے۔ پس خلافت سے اعلان خلافت مقدم ہے۔ اور تقرر خلیفہ حیات خلیفہ اوّل و نبی

سابق میں ضروری اور مقدم۔ یہ سنت اسلام میں بدل نہیں سکتی۔ اس کی علت بھی ہم بیان کر آئے ہیں۔ رسول اللہ و خاتم النبیین سے کیونکر ممکن ہے۔ کہ سنت الٰہی کو بدل دیں۔ یا چند لوگ امت کے مل کر کیونکر ہوسکتا ہے کہ سنت اللہ و سنت الانبیاء کو بدل دیں۔ سنت الٰہی ہے۔ کہ خلافت کا اعلان پہلے سے ہو۔ خصوصاً جبکہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اور قیامت تک کوئی نبی آنے والا نہیں۔ اور دین کا بقاء خلفاء خاتم النبیین پر ہے۔ سنت الانبیاء ہے۔ کہ اپنے خلیفہ اور وصی کا پہلے سے اعلان کر دیں۔ اگر اسلام میں اس کے خلاف ہو۔ تو بدعت ہے۔ ضرور اسلام میں بھی یہ سنت اللہ و سنت انبیاء اللہ جاری رہی۔ خلافت علیؑ ابن ابی طالب کا اعلان مختلف پہلوؤں سے ہوتا رہا۔ روز بعثت اوّل ہوا۔ اور اس کے بعد حجۃ الوداع پر ظاہری تقرر اور فعلی اعلان ہوا۔ ہاتھ پکڑ کر اور بلند کر کے کل مسلمانوں کو دکھایا گیا۔ اور بتلایا گیا۔ رسم ولی عہدی فعلاً بھی پوری کی گئی۔ "فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ" (سورہ الم نشرح: ۷) اور " بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ " (سورہ المائدہ) کی تعمیل ہوئی۔ اور اس کے ثبوت میں نفس الفاظ آیت ہی کافی ہیں۔ ہاں عقل ہی نہ ہو۔ اور یا اس سے کام ہی نہ لیا جائے۔ "فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصِبْ" کے یہ معنی گھڑنا کہ "اے پیغمبرؐ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو رنج اٹھا" نہایت لغو ہیں۔ نہ یہاں نماز کا ذکر ہے۔ اور نہ نماز کے بعد رنج اُٹھانے کے کوئی معنی ہیں۔ اس میں نبوت اعلاء کلمۃ اسلام اور بعد فراغ نبوت نصب خلیفہ نبی کا ذکر بالکل مناسب اور نہایت موزون ہے۔ موافق فطرت ہے۔ مطابق عقل۔ موافق سنت اللہ ہے۔ اور کیا چاہئے۔ تو دوسری بات ہے۔ تقلید ضرور آدمی کو اندھا کر دیتی ہے۔ "حُبُّ الشَّئِ يُعْمِي وَيُصِمُّ" محبت آدمی کو اندھا بہرہ بنا دیتی ہے۔ ہمارے مقدمات و ہدایات کو پیش نظر رکھ کر باب اوّل کو پڑھ کر ثبوت خلافت علیؑ ابن ابی طالبؑ میں غور کیجئے۔ تو عین مطابق حق پائے گا۔ ورنہ "كُلّ حزب بما لديهم فرحون" "کس نگوید کہ دوغ من ترش است۔" دین خدا اور رسول سے لینا چاہیے نہ کہ دین کے اعتقادات ادھر ادھر سے لیکر قول خدا اور رسول کی تاویل کرنا اور مہمل قیاس لڑانا "اِنَّ دِيْنَ اللّٰهِ لَا يُصَابُ بِالْقِيَاسِ" دین خدا قیاس سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ "وَاَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِيْسُ" سب سے پہلے جس نے اجتہادی غلطی کی۔ اور قیاس سے کام لیا ابلیس ہے ورنہ "اَلْحَقُّ اَبْلَجُ" حق کبھی پوشیدہ نہیں ہوسکتا۔ سب سے زیادہ روشن ہے۔

غرض ولی عہد اسلام۔ شاہزادہ رسالت اور جرنیل اسلام کی عملی ولی عہدی کی رسم یوں پوری ہوئی (وبلغ الکتاب اجلہ) واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔ بیشک بحالات ظاہری ہی اگر غور کیا جائے۔ تو علیؑ کی ان خدمات کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ علیؑ کی ہی تلوار کے سایہ کے نیچے شجرۂ اسلام نے نشو و نما پائی ہے۔ اور آئندہ اسلامی ترقی اس کے دنیاوی پھل تھے۔ جو دوسروں نے کھائے۔ آج زمانہ محمدی میں علیؑ کی تلوار اسلام کو مستحکم نہ کر دیتی۔ تو بعد رسول اللہ اسلام مدینہ کی چار دیواری سے باہر نہ جا سکتا۔ اور وہی اس کا حقیقی محافظ ہوسکتا تھا۔ "وَالْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ"۔

حضرت ابی بکرؓ قبل وفات پیغمبریؐ

ہجرت سے پہلے حالات تو معلوم ہو ہی چکے ہیں۔ ہجرت سے اسلامی خدمات خاصہ کا زمانہ شروع ہوتا

ہے۔اور اس زمانے کو دیکھا جائے۔تو حضرت کی مدنی زندگی زیادہ سیاسی رنگ لئے ہوئے ہے۔بایں معنی کہ اسی دن سے مخالفین اسلام سے مقابلہ و جنگ آزمائی شروع ہوگئی۔اور حضرت کی آخری عمر تک یہی سلسلہ رہا ہے۔تبلیغ احکام اہل اسلام کو ہوتی رہی ہے۔اور اہل اسلام کا اس معیار الٰہی سے امتحان ہوتا ہے۔"أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ" (سورہ ال عمران:۱۴۲) بہشتی مسلمانوں کا معیار ایسی بہت سی آیتوں میں یہی قرار دیا گیا ہے۔کہ دیکھیں کون جہاد کرتا ہے۔اور کون جہاد میں ثابت قدم رہتا ہے۔اور میدان سے قدم نہیں ہٹاتا ہے۔"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفاً فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ○ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفاً لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزاً إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ○" (سورہ الانفال:۱۵،۱۶) اے مسلمانو! جب کافرین تم پر چڑھ آئیں۔تو ان کے مقابلہ میں پشت نہ دو۔اور جو شخص پیٹھ پھیر دے۔تو وہ مغضوب الٰہی ہے۔اور اس کی بازگشت جہنم ہے۔اور بہت برا ٹھکانا ہے۔سوائے اس کے جو کسی مورچہ کی طرف مڑے۔یا اپنی کسی جماعت سے ملنے کے لئے مقام چھوڑے۔باقی مغضوب الٰہی ہیں۔اس سے پتہ لگتا تھا۔کہ بعض دنیا کے لئے جہاد میں جانے لگے۔اور بعض دین کے لئے۔"منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرہ" مگر جوں جوں اسلام میں دولت بڑھتی جاتی تھی۔لوگ حب دنیا میں مبتلا ہوتے جاتے تھے۔ایک وقت وہ تھا۔یَكُن مِّنكُمْ مِّئَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ"(سورہ الانفال:٦٦) اگر تم میں سے بیس ثابت قدم ہوں تو دوسو کفار پر غالب آئیں گے اور اگر سو ثابت قدم ہوں تو ہزار پر۔آخر زمانہ پیغمبری میں اس حکم میں تخفیف ہوگئی اور ارشاد ہوا۔"الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفاً فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ"(سورہ الانفال:٦٦) اب اللہ نے تم سے تخفیف کردی۔اور ضعف کو معلوم کرلیا۔اب اگر تم میں سے سو ثابت قدم ہوں تو صرف دوسو پر غالب آئیں گے یا بیس دوسو پر غالب آتے تھے یہ سو دوسو پر غالب آتے ہیں۔پانچ درجہ قوت کم ہوگئی۔بدر میں کوئی مسلمان نہ بھاگا تھا۔احد میں سوائے سپہ سالار اور جرنیل کے سب بھاگ گئے۔خیبر میں بھاگے پسپا ہوئے...... پیٹھ پھرائی حنین میں بھاگے اور شکست کھائی اور جنگ احد سے ثابت ہے کہ طمع مال اور لوٹ ہی کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوئی۔"مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الآخِرَةَ"(سورہ ال عمران:۱۵۲) غرض یہ اسلام میں جان و مال فدا کرنے کا وقت تھا۔حضرت ابی بکر کے مال خرچ کرنے کا ذکر تو پہلے آچکا ہے۔جان فدا کرنے کا یہ موقع تھا۔اکثر جہادوں میں یہ شریک ہوئے ہیں۔جنگ اُحد میں بھی کافی دیر ٹھہرے۔پہلے چودہ نہ بھاگنے والوں میں سے ایک آپ بھی تھے دوم سے اہم موقع پر یہ البتہ نہ ٹھہر سکے جنگ حنین میں نہ ٹھہر سکے۔خیبر میں پسپا ہونے (دیکھو حصہ اول) ملاحظہ ہو جنگ حنین (بخاری شریف میں)۔اس میں کوئی شک نہیں کہ جان و مال سے جہاد میں شریک ہوئے ہیں۔اور یہی کہا جاتا ہے کہ رسول خدا کو ان کے مال سے فائدہ پہنچا، آپ کی تجارت اچھی تھی۔مگر جہادوں میں کسی تاریخ میں یہ دیکھنے میں نہیں آیا کہ آپ نے فلاں شجاع و بہادر کافر قریش کو قتل کیا اور یہ بھی موقع نہیں ملا کہ کوئی میدان آپ کے ہاتھ رہا

ہو۔ ایک مرتبہ یہ شرف حاصل ہوا کہ علمدار بن کر گئے یعنی خیبر پر، مگر کامیابی نہ ہوئی۔ حکمت عملی سے واپس بھاگ آئے۔ "وَالضَّرَارُ فِی وَقْتِہٖ ظَفَرٌ" شاید یہیں صادق ہو۔

تاریخ میں رسول اللہؐ کی مدنی زندگی کے زمانے میں حضرت ابی بکر کی نسبت اور کوئی خاص امتیازی موقع نظر نہیں آتا۔ ہاں ایک مرتبہ سورۂ برأت لے کر مکہ روانہ کئے گئے تھے۔ کہ وہاں جا کر لوگوں پر تلاوت کریں۔ مگر حکم خدا ہوا۔ کہ یہ ان کا کام نہیں ہے۔ اور رسول اللہؐ نے یہ پیغام دے کر واپس بلالیا۔ "لَایُبَلِّغُ عَنِّیْ اِلَّا اَنَا اَوْرَجُلٌ مِّنِّیْ" تبلیغ گویا مجھے کرنی چاہئے یا اس شخص کو مجھ سے ہو۔ حضرت علیؑ بھیجے گئے۔ اور یہ کام بھی انہوں نے انجام دیا (ینابیع المودۃ۔ ترمذی۔ مشکاۃ شریف)۔ یہاں بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ مگر اصل غرض کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

حضرت ابی بکر کی خدمات یہ ہیں۔ جو مذکور ہوئیں۔ مگر جو امتیازات حضرت علیؑ کو حاصل ہیں۔ ان میں حضرت ابی بکر منزلوں دور ہیں۔ ان تمام واقعات گزشتہ پر نظر ڈالنے سے ثابت ہے۔ کہ علیؑ "لَافَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَاسَیْفَ اِلَّاذُوالْفِقَارِ" "ضَرْبَۃُ عَلِیٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ" "اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ" کے تمغے پا چکے ہیں۔ عین حقیقت اسلام و مجسمہ دین ثابت ہو چکے ہیں۔ کرار۔ غیر فرار محبّ خدا۔ محبّ رسول اللہؐ۔ محبوب خدا۔ محبوب محبوب خدا۔ دست خدا اور مالک رایۃ الاسلام بن چکے ہیں۔ وزارت پا چکے ہیں۔ اور ولی عہدی کی رسم ان کے لئے ادا ہوئی ہے۔ اور مولائے کل کہلائے۔ حضرت ابی بکرؓ کے لئے ان میں سے کوئی خصوصیت بھی نصیب نہیں ہوئی۔ بلکہ کوئی موضوع اور مجہول روایت بھی ایسے اخبارات کی بابت نہیں ہے۔

پس حضرت ابی بکر اس زمانے میں ایک حاضر باش۔ ہم صحبت۔ ساتھی اور ادنیٰ خادم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور حضرت علیؑ ایک نہایت معزز، مفتخر، ذی اقتدار جرنیل اور با اختیار وزیر کی اعلیٰ شان رکھتے ہیں۔ البتہ علیؑ نبیؐ کے داماد ہیں۔ اور حضرت ابی بکر سسر ہے۔ لہٰذا رشتہ ان کا بڑا ہے۔ اور سالے سسروں کی خاطر بھی خاص ہوا کرتی ہے۔ لیکن شاعرانہ خیال کچھ اور ہی کہتا ہے ؎

مگر اپنے سے بہتر دیکھ کر داماد کرتے ہیں

حضرت علیؑ بعد وصال محمدی تا آخر عمر۔

اس مقام پر تو دفتر کے دفتر چاہئیں۔ اور اس لئے کتاب کا اقتضاء یہ ہے۔ کہ یہاں بہت اختصار سے کام لیں۔

حضرت علیؑ اور رسولؐ اللہ کی آخری خدمت۔

اس عرصے میں سب سے پہلا واقعہ انتقال پُر ملال محمدی ہے۔ اسلام پر آفت کا وقت ہے۔ آفتاب رسالت غروب ہو چکا ہے۔ ایسے وقت میں اہل درد اہل ایمان کی جو کچھ حالت ہو۔ وہ کم ہے۔ موقع مقتضی ہے۔ کہ اس وقت نہیں کسی طرح کا ہوش نہ رہے۔ اور کل مسلمان یا گریہ و بکا میں مصروف ہوں۔ یا پیغمبرؐ اسلام کی آخری خدمت میں۔ کل اہل اسلام جانتے ہیں۔ کہ مُردے کی تجہیز و تکفین کل اہل اسلام پر فرض کفائی ہے۔ خواہ کوئی مسلمان ہو۔

پھر کیا حکم ہوگا خود پیغمبرؑ اسلام کی تجہیز و تکفین کا؟ اس وقت سب سے اہم و اقدم فرض صرف تجہیز و تکفین، و تدفین پیغمبرؐی ہی ہے۔ علیؑ ایسے ہی ثابت ہوئے۔ سب کچھ بھول گئے۔ اور اس فرض کی ادائیگی میں مصروف ہوگئے۔ اور صحابہ کرام سقیفہ بنی ساعدہ میں بادشاہت اسلام کا فیصلہ حسب دلخواہ خود کرنے جمع ہوگئے۔ حضرت علیؑ خبر ہونے پر بھی اُدھر نہ گئے۔ ممکن ہی نہ تھا۔ کہ پیغمبرؐ اسلام کا جنازہ پڑا ہوا چھوڑ کر فدائی اسلام بادشاہت کی فکر میں لگ جائے۔ کیونکہ یہ ملک طبعی نہیں۔ ملک سیاسی نہیں۔ ملک شرعی ہے۔ اور شریعت صاحب شریعت کو بے گور و کفن چھوڑنے کی کب اجازت دے گی۔ غرض علیؑ اِدھر مصروف ہوئے۔ اور صحابہ اُس طرف۔ اور وہاں کامیابی حاصل کی۔

دوسرا فرض

دوسرا فرض علیؑ کا یہ تھا۔ کہ اسلام کے جواہرات نفیسہ یا رسولؐ اسلام کے دل کے ٹکڑے یعنی اوراق قرآنی کو بترتیب تنزیل ایک جگہ مدون و مرتب و جمع کریں۔ چنانچہ مشہور و معروف ہے کہ حضرتؑ نے بار بار فرمایا۔ کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں گا۔ کندھے پر چادر نہ ڈالوں گا۔ اور باہر نہ نکلوں گا۔ (البرہان میں بحث جمع قرآن و تحریف قرآن مفصل ہے)

اس کے بعد تیسرا فرض فرائض خلافت کو ادا کرنا تھا۔ مگر حالات بدل چکے تھے۔ سقیفہ میں بیعت و مسئلہ حکومت اسلام بقول حضرت عمر فَلْتَۃً طے ہو چکا تھا (حصہ اوّل و دوم مع حوالہ ملاحظہ ہوں)۔ اور اس لئے فطرۃً ادائیگی فرائض میں تغیر ضروری تھا۔ سیاست اسلام ہاتھ میں نہ رہی تھی۔ کہ احکام کا اجرا اور انفاذ کلی اختیار میں ہوتا۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی خدمت دین و اسلام کی ہوسکتی تھی کرتے رہے۔ ہمیشہ اپنے علم و فضل و کمال سے اسلام و پیغمبرؐ اسلام کی تصدیق کرتے رہتے ہر ایک منکر و مخالف کو جواب دیتے تھے اور خاموش خدمت کرتے تھے۔ جو سوال ہوتا جواب دیتے۔ قولاً اور فعلاً ثابت کرتے۔

"سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے"

چونکہ محافظ اسلام حقیقی تھے۔ کبھی اگر ان بن جانے والے بادشاہان اسلام نے مشورہ لیا۔ تو بہترین مشورہ دیا۔ عمر بیت المقدس کے حملہ کے وقت خود جانے لگے۔ تو فرمایا۔ مناسب نہیں۔ کہ بادشاہ خود جائے۔ تم بعد فتح جانا۔ سرداران لشکر کو بھیجو۔ ہر ایک اہم علمی مسئلہ اور قضیہ میں یہ شاہان اسلام علیؑ ہی سے مدد لیتے تھے۔ اور بیسیوں مرتبہ حضرت عمر کو یہ کہنے کا موقع ملا۔ "لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ" "اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا" یہ کیوں؟ اس لئے کہ آپ حقیقی محافظ اسلام و ہادی دین تھے۔ ان کا فرض ہے کہ جس صورت سے ممکن ہو اسلام کو کوئی فائدہ ان کی ذات سے پہنچ جائے۔ وہ ہدایت خلق کے موقع پر یہ نہیں دیکھتے تھے کہ یہ عمر ہے یا بکر ہے، زید ہے یا خالد ہے۔ ہادی کو اس سے کیا۔ ہاں جو بات ان کی استطاعت میں نہ رہی تھی۔ اس سے معذور تھے۔ یہ تو وہ زمانہ ہے۔ کہ اسلام میں پہلے تین بادشاہوں کی حکومت تھی۔ عثمان بخصور ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اور محصوریت کے زمانے میں ان پر اہل مدینہ نے پانی بند کر دیا۔ چونکہ شرع محمدی میں یہ امر ناجائز ہے۔ حضرت علیؑ نے حسنینؑ کے

ہمراہ پانی ان کو پہنچوایا۔ اور اسی واسطے کہا ہے۔ اور کہنے والا بھی مروان ہے۔ کہ سب سے زیادہ عثمان سے دشمنوں کو دفع کرنے والے علیؑ ہی تھے (النصائح الکافیہ) کیونکہ ہادی دین و پیشوائے خلق کو کسی سے بھی ذاتی عداوت نہیں ہوتی ہے۔ وہ تو دین ہی کو مقدم رکھتا ہے۔ محبت بھی دینی ہوتی ہے عداوت بھی دینی۔ "اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ"۔ اگر یہ لوگ غالب آ گئے تھے۔ اور حکومت اسلام لے بیٹھے تھے۔ تو انہوں نے اپنا ہی کچھ بگاڑا تھا نہ اسلام کا۔ کہ اگر اسلام ہی کی حکومت کی باگ ایک شجاع عالم اور عالم علم لدنی نفس رسول و جرنیل اسلام کے ہاتھ میں ہوتی۔ تو خدا جانے وہ کہاں سے کہاں پہنچتا اور ترقی کرتا۔ علیؑ کا ذاتی اس میں کوئی نقصان نہ تھا۔ اگر وہ چاہتے تھے تو ہدایت خلق جواب بھی کر رہے تھے۔ اس صورت میں اور زیادہ کر سکتے کیونکہ اس وقت قوت امضائیہ تھی۔ مگر قوت اجرائیہ آپ کے ہاتھ میں نہ تھی۔ حجت ظاہری تمام نہ ہوئی تھی۔ حضرت عثمان کے قتل کے بعد لوگوں نے حسب عادت آپ پر اجماع کیا۔ مگر حاسدین نے اب بھی آرام نہ لینے دیا۔ اوّل طلحہ و زبیر نے نکث بیعت کیا اور حضرت ام المومنین عائشہ کو سردار لشکر بنا کر بصرہ میں دمدمہ لگایا۔ علیؑ کو انہیں دبانا ضروری تھا۔ کہ اندرونی فساد بیرونی سے ہمیشہ موثر تر ہوا کرتا ہے۔ آخر جنگ فتح کی۔ جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ پھر امیر شام نے خلاف کیا۔ اور مقابلہ کے لئے فوج جمع کی۔ اور خون عثمان کے بہانے سے لڑنا شروع کیا۔ اور اپنے لئے علیحدہ بیعت لی۔ جنگ صفین مشہور و معروف ہے۔ ابو موسیٰ اشعری کی حماقت اور عمرو عاص کی شرارت سے انگشتری کا ادل بدل ہوا۔ اور اس حیلہ سے معاویہ کی عام خلافت کا اعلان کر دیا گیا۔ علیؑ کے لشکر میں نفاق پیدا ہو گیا۔ اور یہیں سے خارجیون کا فرقہ پیدا ہوا۔ اور پھر نہروان میں حضرت ان سے لڑے اور زیر کیا۔ اور ناکثین بیعت قاسطین و ظالمین اسلام اور مارقین عن الاسلام سے لڑے۔ اور اس وقت بھی حق جہاد فی سبیل اللہ ادا کیا۔ اور منہاج نبوت کو ملحوظ رکھا۔ جب تک کہ دوسری طرف سے چڑھائی نہیں ہوئی۔ آپ نے فوج کشی نہیں کی۔ تینوں جہاد دفاعی تھے جیسے کہ رسول اللہؐ کے۔ اور آخر کار ۲۱ ماہ رمضان المبارک ۴۰ھ میں مسجد میں شہادت پائی۔

"کعبہ میں ولادت ہوئی مسجد میں شہادت"

حضرت ابی بکر بعد وصالِ محمدی تا آخر عمر۔

فرض اولیٰ کی نسبت بیان سابق سے معلوم ہو ہی چکا ہے۔ کہ آپ پیغمبر اسلامؐ کی آخری خدمت سے محروم رہے۔ اپنی بادشاہت کے زمانے میں کچھ ایسے خاص کام نہیں کئے جو نمایاں ہوں۔ کیونکہ زمانہ بہت قلیل تھا۔ صرف ایک ہی اہم واقعہ ہے۔ یعنی جس کو قتال اہل الردّہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کہ کچھ اہل مدینہ نے آپ کو مال زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور وہ یہ کہتے تھے۔ کہ ہم سے نماز قبول کر لو۔ زکوٰۃ نہ لو۔ مسلمان تھے۔ مگر آپ کو مستحق مال زکوٰۃ نہ جانتے تھے۔ اور خلیفہ تسلیم نہ کرتے تھے۔ آپ نے ان کی تنبیہ کے لئے قتال و جدال کا ارادہ کیا۔ کل صحابہ نے رائے دی۔ کہ ایسا نہ کرو۔ حتیٰ کہ حضرت عمر نے بھی منع کیا۔ مگر آپ نہ مانے (تاریخ تمدن اسلام)۔ باقی خلافت کا کام زیادہ تر حضرت عمر ہی انجام دیتے تھے۔ اور ان کو خود اس کا اقرار تھا کہ خلیفہ عمر ہی

ہیں۔ چنانچہ کتاب ادب الدنیا والدین میں ہے کہ آپ نے خالد بن ولید کو ایک جاگیر کا قبالہ لکھا۔ جس میں حضرت عمر کی بھی گواہی ضروری تھی۔ سب نے گواہی کر دی عمرؓ نے نہ کی اور ٹلا دیا تو وہ جل کر حضرت صدیق کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمرؓ۔ آپ نے ایک چیز دی اور وہ نہیں دینے دیتے۔ اور دستخط نہیں کرتے کہا خلیفہ وہی ہیں...... لیکن وہ میں ہوں یہاں بھی کوئی امتیاز حضرت ابی بکر کو امیر المومنین قائد الغر المحجلین یعسوب الدین علیؑ ابن ابی طالبؑ پر ظاہر نہیں ہوا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ابوبکر نے اہل ردہ کو (گو وہ دراصل مرتد نہ تھے) قتل کیا تو علیؑ نے قطعی ناکثین و قاسطین و خارجین کو قتل کیا۔ ورنہ خدا جانے کیا ہوتا اور اسلام کیا انقلابی حالت پیدا کرتا۔ اور اس کے علاوہ جو کچھ خدمات اپنی حضرت علیؑ نے بوریئے مسجد اور اپنے حجرے میں بیٹھ کرادا کیں ہیں۔ وہ حضرت ابوبکر کے کارنمہائے مسئلہ خلافت سے کہیں زیادہ ہیں اور حضرت عمر نے سینکڑوں مرتبہ اس کا اقرار کیا ہے۔

فضائل و کمالات علیؑ اور اسلامی خدمات۔

علیؑ کے اوصاف ایسے نہیں ہیں۔ جو تحریر کے احاطہ میں محدود و محاط ہو سکیں ان کی فصاحت و بلاغت کو دیکھیں۔ جس میں فصحاء و بلغاء دہر متحیر ہیں۔ اور اس فصاحت کے کلام کا ہر فقرہ اعجاز معلوم ہوتا ہے۔ شجاعت و نجدت کو دیکھیں کہ بڑے بڑے شجاعان عرب لوہا مانے ہوئے ہیں اور آپ اشجع العرب مشہور و معروف ہیں۔ پہلوان ہوں مگر علیؑ کے مقابل کوئی نہیں کھڑا ہو سکتا۔

پہلواں اپنے مقاموں پہ اکڑ لیتے ہیں
جب سنا نام علیؑ کان پکڑ لیتے ہیں

کرم و سخاوت کو کہیں کہ اونٹوں کی قطار کتب سیر کے حروف کی صفوں میں اب تک صاف نظر آ رہی ہے۔ پشت مبارک پر اس بار کی وجہ سے جو پشت پر بیواؤں یتیموں اور مسکینوں کے لئے اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اور تقسیم فرماتے تھے۔ اور بیواؤں کے پانی کی مشکیں اٹھا کر لے جاتے تھے۔ زخموں کے نشان اب تک عارفین و کاملین کے مشاہدے میں آ رہے ہیں۔ اور اہل کشف صاف معائنہ کر رہے ہیں۔ زہد و تقویٰ پر مسجد کوفہ کو بوریئے اور ستوؤں کی تھیلی سربمہر شہادت دے رہی ہے۔ دنیا کو بارہا طلاق دی ہے۔ علم و حکمت کا ذکر کریں۔ جس کے چشمے تمام عالم میں اب تک جاری ہیں۔ اور اپنے پرائے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ دشمن و دوست اقرار کر رہے ہیں۔ علماء و فقہاء۔ عارفین و کاملین لطف اٹھا رہے ہیں۔ دشمن اس کی تعریف و توصیف و تمجید پر مجبور ہیں۔ صاحب مطالب السئول لکھتے ہیں۔ کہ ایک روز معاویہ نے ضرار بن ضرو سے کہا۔ کہ علیؑ کی کچھ توصیف کر کہنے لگا۔ مجھے اس سے معاف رکھ۔ کہا۔ نہیں۔ کچھ توصیف کر۔ کہا۔ معاف کر۔ کہا۔ نہیں ضرور کچھ کہو۔ کہا۔ پھر جو کچھ مجھے معلوم ہے۔ کہوں؟ کہا ہاں کہو۔

قال واللہ کان علیہ السلام بعید الامدیٰ شدید القویٰ یقول فصلاً ویحکم عدلا

يتفجر العلم من جوانبه وننطق الحكمة من نواحيه يستوحش من الدنيا وزهرتها ويستأنس بالليل وظلمته كان والله عزيز الدمعة طويل الفكرة يقلب كفيه ويخاطب نفسه يعحبه من اللباس و ماخشن ومن الطعام ما خشب و كالا والله كاحدنا يجيبنا اذا سئلناه ويبتدينا اذا اتينا ويأتيناه اذا دعوناه ونحن والله مع تقريبه لنا وقربه منالا نكمه لهيبة ولا تبتديه لعظمته ان تبسم فعن اللوء لوء المنظوم يعظم اهل الدين ويحب المساكين لا يطمع القوى فى باطله لئيس المضعيف فى عدله فاشهد بالله لقد رايته فى بعض مواقفه وقد ارحنٰى الليل سجوفه وغارت نجومه وقد مثل فى محرابه فالقيا على الحيته يتململ ثململ السليم ويبكى بكاء الخرين و كافى اسمعه وهو يقول يادنيا يادنيا ابى تعرضت ام الى تشوقت هيهات هيهات غرى غير قد اينتك ثلثا لارجعة فعمرك قصير وعيشك حقير و خطرك كثيراه اه من قلة الزاد وبعد السر وحشة الطريق قال فذرقت دموع معاوية على لحيته فما يملكها وهو ينشفها بكمه وقد اختنق القوم بالبكاء فقال معاوية رحم الله ابا لحسن كان والله كذالك وقال فكيف حزنك عليه يا ضرار قان حزن من ذبح ولدها فى حجرها فلا ترقاء عبرتها ولا يسكن حزنها۔

خلاصہ ترجمہ: اے معاویہ! خدا کی قسم علیؑ نہایت ہی جری۔ بہادر شدید القوت تھے۔ دوٹوک بات کہتے تھے۔ ہمیشہ عدل وانصاف سے حکم دیتے تھے۔ علم کے چشمے ان کے پہلوؤں سے نکلتے اور بہتے تھے۔ اور حکمت ہر طرف سے بولتی تھی۔ وہ دنیا سے اور اس کی زیب وزینت سے وحشت کرتے تھے۔ رات اور اس کی تاریکی سے مانوس تھے (شب تاریک میں عبادت ومناجات ہی کو پسند کرتے تھے)۔ خدا کی قسم بہت رونے والے اور بہت زیادہ سوچنے والے۔ ہاتھ ملتے تھے اور اپنے نفس سے خطاب کرتے تھے۔ اور سمجھاتے تھے۔ لباس کھردرا پسند تھا اور کھانا خشک۔ بن چھنے آٹے کی روٹی کھاتے اور بغیر صاف کئے ہوئے ستو پیتے تھے۔ اور ہمارے ساتھ اس طرح ملتے تھے۔ کہ گویا ہم میں سے ہی ہیں۔ کچھ غرور وتکبر اپنی بڑائی اور بزرگی اور فضیلت کا نہ کرتے تھے۔ جب ہم پوچھتے تو جواب دیتے۔ جب ان کے پاس آتے تو خود ابتدا کرتے...... جب ہم بلاتے تو آجاتے اور باوجود اس قرب ومحبت کے ان کی ہیبت کی وجہ سے ہم ان سے بات نہ کرسکتے تھے۔ اور ان کی عظمت وجلالت کی وجہ سے ان سے بولنے میں ابتدا نہ کرتے تھے۔ اگر مسکراتے تو دندان مبارک موتیوں کی لڑی معلوم ہوتے۔ دینداروں کی عزت کرتے۔ مسکینوں کو دوست رکھتے۔ وہاں کوئی قومی باطل کی طمع نہ کرسکتا تھا۔ اور ضعیف عدل اور انصاف سے مایوس نہیں ہوتا تھا۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ کہ میں نے ان کو بعض موقعوں پر دیکھا ہے۔ جب رات کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور ستارے ڈوبے ہوئے تھے۔ اور آپ محراب عبادت میں کھڑے

تھے۔ ریش مبارک ہاتھ میں۔ اور اس طرح تلملا اور رو رہے تھے۔ جیسے کہ سانپ کا کاٹا ہوا تلملاتا ہے۔
اور جیسے کوئی سخت مصیبت زدہ روتا ہے۔ اور گویا اب تک میرے کان میں آواز گونج رہی ہے۔ کہ آپ
فرماتے ہیں۔ اے دنیا اے دنیا! کیا مجھ سے متعرض ہوئی ہے۔ اور اپنا شائق و شیفتہ بنانا چاہتی ہے۔
ہیہات ہیہات...... بہت بعید ہے کسی اور کو دھوکا دے۔ میں تجھے تین بار تین طلاقیں دے چکا ہوں۔
اور کبھی تیری طرف رجوع نہ کروں گا۔ تیری عمر کوتاہ ہے، تیرا عیش حقیر ہے اور خطرات کثیر۔ آہ! آہ!
توشہ کم ہے۔ سفر دور دراز اور راہ وحشتناک۔ راوی کہتا ہے کہ یہاں تک ضرر پہنچے تھے کہ معاویہ کی
آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ڈاڑھی پر گرنے لگے وہ ضبط نہ کرسکتا تھا اور آستین سے آنسو پوچھتا جاتا تھا
اور تمام حاضرین روتے روتے بیتاب ہو گئے اور ان کے دم گھٹنے لگے۔ پس معاویہ نے کہا۔ اے ضرار
خدا کی قسم ابوالحسنؑ علیؑ ابن ابی طالبؑ ایسے ہی تھے۔ خدا ان پر رحم کرے۔ اے خبرار ان کے فراق میں
تمہارا غم وحزن کیسا ہے؟ عرض کیا۔ ایسا جیسا کہ کسی عورت کا بچہ اس کی گود میں ذبح کر ڈالا جائے۔ پس
اس کے آنسو نہ رکتے ہوں۔ اور اس کو غم وحزن سے تسلی نہ آتی ہو۔

ایسی مثالیں ہزاروں ہیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے۔ کہ آپ عبادت الٰہی میں ایسے مصروف ہوتے تھے۔ کہ
جب آپ سجدہ میں جاتے تھے۔ تو دنیا ومافیہا کو بھول جاتے تھے۔ اور اکثر شبہ ہو جاتا تھا۔ کہ علیؑ نے دنیا سے انتقال
کیا۔ حدیث ابو درداء اس باب میں مشہور ومعروف ہے۔ کہ علیؑ سجدہ میں تھے۔ اور ان کو انتقال کا شبہ ہو گیا تھا۔
بعض حالات محمدیؐ ہم باب اول میں لکھ چکے ہیں۔ علیؑ کو دیکھ کر اسوۂ حسنہ محمدیؐ کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔
اور کل فضائل واوصاف وکمالات میں علیؑ آئینہ محمدیؐ نظر آتے ہیں۔ جو کچھ نبیؐ میں دیکھنا چاہو۔ وہ ولی ووصی میں دیکھ
لو۔ بلکہ نبی چونکہ مجمع اوصاف انبیاء تھے۔

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کی شان تھی۔ اور علیؑ نبی کا نمونہ۔ پس جو کچھ تمام انبیاء میں دیکھنا چاہو۔ وہ علیؑ میں دیکھ لو۔ چنانچہ امام
البیہقیؒ فضائل الصحابہ میں روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ جو چاہے۔ کہ آدم کو ان کے علم میں۔ نوح
کو ان کے تقویٰ میں۔ ابراہیم کو ان کے حلم میں۔ موسیٰؑ کو ان کی ہیبت میں۔ عیسیٰؑ کو ان کے زہد وعبادت میں
دیکھے۔ پس اس کو چاہئے۔ کہ وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کو دیکھے۔ "لَارَیْبَ"۔ علیؑ مجمع اوصاف وکمالات انبیاء ہیں۔ بلکہ
فخر الانبیاءؑ ہیں۔ اور ولی اللہ المطلق امام الناس ہادی الخلق کی یہی شان ہے۔ اب کونسی صفت رہ گئی ہے۔ کہ جو علیؑ
کے لئے ثابت کی جائے۔ بلاشبہ علیؑ سوائے محمد مصطفیٰؐ کل انبیاءؑ سے افضل ہیں۔

علم علیؑ اور خدمات اسلام

"عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا" کی حقیقت اور "اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" کے اسرار میں غور کیجئے۔ اور

اسرار امامت کو پہچانیے۔ خلافت محمدیہ۔ تبلیغ احکام محمدی۔ تعلیم و اشاعت علوم قرآنی و ہدایت خلق خدا و سیاست امت محمدیہ کا نام ہے۔ علیؑ کو ایک مدت گوشۂ عزلت میں بٹھا دئیے گئے ہیں۔ مگر اس فرض سے کبھی غافل نہیں رہتے۔ اور ہمیشہ چشمہائے علم و حکمت آپ ہی سے جاری ہوتے رہے۔ علماء کا اتفاق ہے۔ کہ کل علوم اسلامی اصولاً و فروعاً علیؑ کی طرف منسوب ہیں۔

علم اصول کے حاملین متکلمین کہلاتے ہیں۔ اور علم کلام میں چار فرقے ہیں۔ شیعہ امامیہ۔ معتزلہ۔ اشاعرہ اور خارجیہ۔ شیعہ تو ظاہر ہے اور مسلم ہے کہ کل علوم و معارف کو اسی جناب اور اس کی اولاد طاہرینؑ ہی سے لیتے ہیں۔ اور معتزلہ صاف صاف اپنے کو علیؑ ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اشاعرہ کے اول عالم علم کلام ابوالحسن البصری ہیں۔ وہ ابوعلی حیائی کے شاگرد تھے۔ اور ابوعلی حیائی اپنے کو صاف علیؑ کی طرف منسوب کرتے اور آپ ہی کا شاگرد بتلاتے ہیں۔ اور خوارج علیؑ ہی سے جدا ہوئے ہیں۔ اور انکے بزرگ تلامذہ علیؑ ہی تھے۔ دشمن ہوکر الگ ہو گئے۔ اور علم کلام۔ علم التوحید۔ علم القضا و القدر۔ علم النبوات۔ علم المعاد و علم احوال القیامت کو شامل ہے۔ اور ان تمام علوم میں جو کچھ ہے۔ وہ علی علیہ السلام سے ہے۔ اور اس قدر تفصیلات حقائق علوم مذکورہ ہیں۔ کہ کتابیں پُر ہیں۔ اور ایک ایک فقرہ کی تفسیر میں علماء متحیر ہیں۔ ایک ایک خطبہ میں حضرتؑ نے ڈیڑھ ڈیڑھ سو صفات باری تعالیٰ بیان کی ہیں۔ جو کل صرف اسی ذات واجب الوجود سے خصوصیت رکھتی ہے۔ اور کل ماسویٰ سے ممتاز دکھاتی ہیں۔ اور حقائق زمین و آسمان و موجودات ارضی و سماوی و کائنات الجو و علوم بواطن زمین و آسمان کو اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ گویا آپ کھڑے ہوکر ان کی خلقت کو دیکھ رہے اور کل حقائق کا اس وقت بھی مشاہدہ و معائنہ کر رہے ہیں۔ اور عرب کی کھجوریں گویا ان کی سب سے زبردست رصدگاہ (اوبزرومیٹری) ہیں۔ جہاں سے کل اجرام سماوی کی حرکات و سکنات و اقترانات اور ان کے آثار و خواص کا مطالعہ کرتے ہیں۔ نہیں لوح محفوظ سامنے ہے۔ اور اس کو پڑھ رہے ہیں۔ نہیں بلکہ قلب ولی اللہ لوح محفوظ حقیقی ہے۔ محل مشیت الٰہی ہے۔ نہیں بتصدیق علماء اسلام ان کے بچے لوح محفوظ پڑھتے ہیں۔ بیشک منتہائی علم معرفت و کشف یہی ہے۔ اور یہ اسی کی شان ہو سکتی ہے۔ جو مقام معرفت میں یہاں پہنچا ہوا ہو۔ کہ مجمع مخالفین میں پکار کر کہہ دے۔ "لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ لِمَازْدَدْتُ يَقِيْنًا" اگر پردہائے حواجب مادیہ و عوائق طبیعہ میرے سامنے سے اُٹھا دیئے جائیں۔ تو میرے علم یقین میں کچھ زیادتی نہ ہوگی۔ کشف تام کے درجہ کو میں اس عالم مادی میں پہنچا ہوں۔ یہی ہے مُهَيْمِنُ اللّٰهِ عَلَى الْخَلَائِقِ وَ اَمِيْنُهٗ عِلَى الْحَقَائِقِ"۔

علم الفروع میں منبع علوم علیؑ ہی ہیں۔ علم الفرائض جو نصف العلم ہے۔ آپ ہی سے اور منتشر ہوا ہے۔ علم تفسیر کی ابتداء عبداللہ بن عباس سے ہے۔ اور آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ علم القرآۃ کا سب سے بڑھ کر عالم عاصم ابن ابی النجود ہے۔ اور وہ شاگرد ہے عبدالرحمٰن کا۔ اور عبدالرحمٰن علیؑ کا علم النحو کے موجد آپ ہی ہیں۔ اور مسلم ہے۔ کہ ابوالاسود الدؤلی کو آپ نے اس کے اصول تعلیم دیئے۔ علم الفصاحت والبلاغت آپ سے خاص طور سے مخصوص

ہے۔اور ثبوت کے لئے ایک کتاب نہج البلاغۃ کافی ہے۔جس کے حقائق کی تفسیر میں بڑے بڑے فصحاء و بلغاء اپنے عجز و قصور کے معترف ہیں۔علم تصفیہ الباطن و تزکیۃ النفوس آپ ہی کا حق ہے۔اور کل علماء و عارفین قائل ہیں۔کہ کمال معرفت کی ابتدا و انتہا علیؑ سے ہے۔اور علم التذکر بایام اللہ و نحوست و سعادت ایام د سنین و شہود و ساعات علیؑ ہی سے ہے۔صوفیوں کے اصولاً پانچ فرقے ہیں۔اور پھر ان کی آگے شاخیں۔قلندریہ۔قادریہ۔چشتیہ۔سہروردیہ اور نقشبندیہ۔اور سب تحصیل معرفت و کشف میں علیؑ کرم اللہ وجہہ ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔سلسلہ قادریہ اپنے سلسلہ سے معروف کرخی پر منتہی ہوتا ہے۔اور معروف کرخی اپنے شیوخ کے سلسلہ سے حسن بصری سے بیعت رکھتے ہیں۔اور وہ حضرت علیؑ کے شاگرد ہیں۔نیز معروف کرخی امام رضا علیہ السلام سے لیتے ہیں۔وہ حضرت بتوالد و حضرت علیؑ سے چشتیہ سلسلہ عبدالواحد بن زید سے متصل ہے۔اور وہ حسن بصری سے۔اور وہ علیؑ سے۔سہروردیہ سلسلہ بھی دوسرے سلسلہ سے معروف کرخی کی طرف منسوب ہے۔اور وہ امام علیؑ کرم اللہ وجہہ سے متصل ہے ہی۔نقشبندیہ خواجہ بایزید بسطامی سے ہے۔اور وہ حضرت صادقؑ سے۔اور وہ بسلسلہ آباء طاہرین علیؑ سے۔قلندریہ سلسلہ خواجہ عبدالعزیز مکی سے ہے۔اور وہ حضرت علیؑ سے لینے والے ہیں۔غرض تمام علوم باطنیہ و غربیہ اور اور اسرار کشف و شہود حضرت علی علیہ السلام ہی سے منکشف ہوئے۔اور اس مظہر رب العالمین کا ہی فیض ہے۔جس صورت سے بھی کسی کو پہنچتا ہو۔لوگوں نے اپنی طرف سے جو بدعات پیدا کرلی ہیں۔ان کا اس جناب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔جہاں کہیں کچھ کمال معرفت ہے۔وہ فیض ولی اللہ ہی ہے۔علم الزہد والورع کے راس رئیس ابوذر غفاری ہیں۔اور وہ حضرت کے ادنیٰ شاگرد تھے۔علم الاخلاق میں حضرت بعثت لاتمم مکارم الاخلاق'' کی پوری پوری تفسیر تھے۔علم تہذیب الاخلاق کا کونسا شعبہ ہے۔جس میں علیؑ کے علم کا جلوہ نہ ہو۔اور آپ کی تحقیق اور عملی نمونہ اس میں شامل نہ ہو۔خلاصہ یہ ہے۔کہ قرآن جامع جمیع علوم شرعیہ و علوم لسانیہ و علوم معارف و علوم حقائق و علوم حکمیہ و علوم بواطن ہے۔اور علیؑ اس کے اُستاد الکل فی الکل۔دنیا میں کل علوم کے اصول کلمات علیؑ میں موجود ہیں۔اور بہت سے علوم کی بہت سی تفصیلات بھی۔علم الطبیعات۔علم مابعد الطبیعہ۔علم الخلقت و بدو آفرینش۔علم تکون العالم۔علم ہیئۃ العالم۔علم فطرت و خلقت انسان۔علم الارواح۔علم النفس۔علم الدھود۔علم الحکمت۔علم الافلاک والہیئۃ۔علم النجوم۔علم المناظر والمرایا۔علم الاکر۔علم کرہ متحرکہ۔علم کائنات الجو۔علم الھوا۔علم المیاہ۔علم کائنات المیاہ۔علم نوامیس المیاہ۔علم میاہ البحر۔علم الجراثیم۔علم تکون الارض۔علم اقطاع و بقاع الارض۔علم طبقات الارض۔علم التشریح۔علم تشریح الانسان۔علم الحیوانات۔علم النباتات۔علم الاسباب والعلل۔علم حشرات الارض۔علم الاقوام۔علم الانساب۔علم العادات والاخلاق۔علم الفراستہ۔علم الکیمیا۔علم النور۔علم الاصوات۔علم الالوان۔علم الالسنہ۔علم العرافتہ۔علم الغایات۔علم الاعضاء۔علم الطب۔علم التشخیص۔علم امور عامہ۔علم الادویہ۔علم النقد والانتقاد۔علم المعدن والمدنیات۔علم جرثقیل۔علم الجبال۔علم المساحہ۔علم اقلیدس۔علم الحساب۔علم الہندسہ۔علم المثلثات۔علم الجبر والمقابلہ۔علم المنطق۔علم التعلیم والتربیت۔علم تقویم البلدان۔علم الفلاحت۔علم الریاحین۔علم الانسان۔علم

الصنعت۔علم صنایع الید۔علم تدوین الحساب۔علم العروض والقوافی۔علم المجاز والاستعارہ۔علم الاقتصاد۔علم الاقتصاد السیائی۔علم فلسفۃ التاریخ وغیرہامن العلوم والفنون والصنائع والحقائق سب میں تعلیم علیؑ موجود ہے۔یا بلاواسطہ یا بواسطہ اولاد طیبین طاہرین۔اور باب مدینہ علم محمدی کے یہی معنی اور یہی اس کا کام ہے۔کوئی فرد بشر عالم علمی خدمت میں علیؑ کے مقابل کھڑا ہی نہیں ہوسکتا۔چہ جائیکہ مقابلہ کرسکے۔یہ اکثر علوم ظاہر یہ مروجہ ہیں۔بلکہ یہ سب آج کل رائج ہیں۔اور پڑھائے جاتے ہیں۔اور علوم غریبیہ وعلوم اسرار مثل علم حروف وغیرہ یہ خاص علیؑ ہی سے مخصوص ہیں۔اور کل علم الحروف والے اسی جناب اور اس کی اولاد سے لینے والے ہیں۔چنانچہ الشیخ عبدالرحمٰن بن محمد بن علی بن احمد البسطامیؒ اپنی کتاب مرأۃ المعارف میں لکھتے ہیں۔آدمؑ نبی میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دستِ قدرت سے خلق فرمایا۔اور اپنی روح قدس ان میں پھونکی۔اور آپ پر دس صحیفے نازل کئے۔اور وہی پہلے شخص ہیں۔جنہوں نے علم الحروف کو بیان کیا (یہ کل صحائف علم الحروف میں ہیں)۔اور سفر الحفایا اس علم میں آپ ہی کی کتاب ہے۔اور دنیا میں یہ علم الحروف میں پہلی کتاب ہے۔جس میں عجیب وغریب اسرار بیان کئے ہیں۔نیز کتاب الملکوت آپ کی دوسری کتاب ہے۔اور صاحب ہیکل احمر نے شیثؑ بن آدمؑ سے یہ کتاب الملوک لی تھی۔آپ کی تیسری کتاب سفر المستقیم ہے۔آپ کی عمر دنیا میں ۹۳۰ سال (شمسی حساب سے) ہوئی۔ابن عباس سے مروی ہے۔کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔کہ اللہ تعالیٰ نے حروف کو خلق کیا۔اور ان میں اسرار ودیعت کئے۔اور آدم علیہ السلام کو خلق کرکے ان میں اسرار حروف قرار دیئے۔"وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" (سورہ بقرہ:۳۱) اور ملائکہ یہ اسرار نہ رکھتے تھے۔پس آدمؑ کی زبان پر یہ اسرار بانواع واقسام کی اصوات ولغات میں جاری ہوئے۔اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو ان کی اولاد کے اسرار اور قیامت کے حالات سے مطلع کرایا۔اور تمام علوم حرفیہ واسرار عددیہ انہی کتابوں سے دنیا میں پھیلے ہیں۔پھر ان کے بعد ان اسرار علوم وحروف کے وارث آدمؑ کے بیٹے شیثؑ ہوئے۔جن کو "انما تاذیمون" کہتے ہیں۔آپ پر خدا نے پچاس صحیفے نازل فرمائے۔آپ ہی آدمؑ کے وصی اور ولی عہد ہیں۔آپ کی بھی ایک کتاب جلیل الشان علم الحروف میں ہے۔اور یہ اس علم کی دنیا میں چوتھی کتاب ہے۔آپ ۹۰۰ سال زندہ رہے۔پھر ان اسرار وعلوم کے وارث ان کے فرزند انوش ہوئے۔پھر ان کے بیٹے قینان۔خط قیناوی انہی کی طرف منسوب ہے۔پھر ان کے فرزند بہلائیل۔پھر ان کے فرزند "یارد" انہی کے زمانے سے دنیا میں بت پرستی کی ابتدا ہوئی ہے۔یعنی تقریباً پانچ ہزار برس سے۔ان کے بعد ان کے فرزند ہرمس حکیم ادریسؑ پیغمبر وارث علوم واسرار ہوئے۔آپ پر خدا نے تیس صحیفے نازل کئے۔اور آپ پر ہی رسالت علوم حرفیہ واسرار عددیہ ولطائف الحکمیہ والاشارات الفلکیہ منتہی ہوتی ہے۔

(خصوصیت سے ان علوم ریاضیہ میں اوّل مدرس حضرت ادریسؑ ہی ہیں۔اور انہی کے بعض شاگرد ہندوستان میں آئے۔اور علم حساب وعلوم نجوم وغیرہ ئے) اور تمام حکماء وفلاسفہ وعلماء نے انہی سے فیض علوم پایا۔اور آپ نے کتاب "کنز الاسرار وذخائر الابرار" لکھی۔یہ ان علوم کی دنیا میں پانچویں کتاب ہے۔جبرئیلؑ نے

آپ کو "علم الرمل" بھی سکھایا۔ اور اسی سے آپ کی نبوت کا اظہار ہوا۔ آپ نے ستر شہر بسائے۔ اور چالیس ہزار فلاسفہ نے آپ سے علم سیکھے۔ سب سے پڑھ کر ان پر امسہ میں "اسقلینوس" (یا اسقلی بیوس) تھا۔ یہی ابوالحکماء والاطباء ہے۔ اور پہلا طبیب ہے۔ یہ حضرت ادریسؑ کے خادموں میں سے تھا۔

"ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد"

پھر ان اسرار کے وارث ان کے فرزند "متوشلخ" ہوئے۔ پھر ان کے فرزند "لامک"۔ پھر نوح علیہ السلام۔ اور آپ نے بھی ایک کتاب علم الحروف میں لکھی۔ یہ دنیا میں اس علم کی چھٹی کتاب ہے۔ پھر آپ کے وارث سامؑ ہوئے۔ پھر ان کے فرزند ارفخشد۔ پھر ان کے فرزند شالخ۔ پھر ان کے فرزند عابر یعنی حضرت ہود علیہ السلام۔ پھر آپ کے فرزند "فالغ"۔ پھر ان کے فرزند بقطر۔ "وَهُوَ قَاسِمُ الْاَرْضِ بَيْنَ النَّاسِ" پھر ان کے فرزند صالحؑ نبی۔ پھر "ارغوا" ابن فالغ۔ پھر ان کے فرزند اسروع۔ پھر ان کے فرزند ناحود۔ پھر ان کے فرزند تارخ۔ پھر حضرت ابراہیمؑ بن تارخ خلیل اللہ۔ آپ پر خدا نے بیس صحیفے نازل کئے۔ اور آپ نے سب سے پہلے "علم الوفق" میں گفتگو کی۔ آپ کی بھی ایک کتاب اس علم میں ہے۔ اور یہ اس علم کی دنیا میں ساتویں کتاب ہے۔ پھر آپ کے فرزند اسمٰعیلؑ واسحاقؑ ان علوم واسرار کے وارث ہوئے۔ پھر حضرت یعقوبؑ۔ پھر یوسفؑ۔ پھر موسیٰؑ۔ اللہ نے ان پر توریت نازل کی۔ اور ان کو علم الکیمیا تعلیم دیا۔ آپ اس زمانے میں علم الحروف والاسرار اور وفق المسلس کے سب سے بڑھ کر عالم تھے۔ آپ نے تابوت یوسفؑ نیل سے نکالا۔ پھر حضرت موسیٰؑ کے وصی حضرت یوشع بن نون وارث علوم واسرار ہوئے۔ پھر الیاسؑ۔ پھر حزقیل (اور زردشت نے بعض اصحاب موسیٰؑ سے علم الحروف سیکھا۔ اور اس کے جاماسپ حکیم نے جیسا کہ بعض روایات میں ہے)۔ پھر حزقیل سے حضرت داؤدؑ وارث ہوئے۔ پھر ان کے فرزند حضرت سلیمانؑ۔ اور ان سے ان کے ذائر اور وصی آصف بن برخیا۔ ان کے بعد اشعیاؑ پیغمبر۔ پھر ارمیا پیغمبر۔ اور ان سے عیسیٰؑ۔ پھر وراثت علوم واسرار حضرت محمد مصطفیٰؐ پر منتہی ہوئی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کو علم الحروف ہی کی طرف دعوت دی گئی۔ اور یہی اسرار ان کو تعلیم دیئے گئے۔ اور علم الحروف "لام الف" میں ہے۔ اور "لام الف" الف میں۔ اور علم الالف نقطہ میں اور علم النقطعہ معرفت اصلیہ میں معرفت اصلیہ علم الازل میں علم الازل مشیت میں یعنی معلوم میں اور علم المشیت غیب ہوینی میں اور اسی کی طرف خدا نے نبی کو بلایا۔ لا یظهر علی غیبه احداً الاّ من ارتضیٰ من رسول۔ وَقَالَ۔ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ وَالْهَاءُ اِشَارَةٌ اِلَى الْهُوِيَّتِهٖ۔ (قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْعِلْمُ نُقْطَةٌ كَثَّرَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ۔ علم ایک نقطہ ہے۔ جاہلین نے اس کو دیا ہے۔ سب علم نقطہ میں اور علیؑ نقط تحت باء ہیں۔ سب علم مقام مشیت میں ہیں۔ جر مقام معلوم ہے۔ اور علیؑ محل مشیت الٰہی ہے)۔ پھر آنحضرتؐ سے علیؑ کرم اللہ وجہہ وارث علوم واسرار الٰہیہ ہوئے۔ اور اسی کی طرف رسول اللہؐ نے اشارہ کیا ہے۔ "میں شہر علم ہوں۔ اور علیؑ اس کا دروازہ۔" حضرت علیؑ ہی پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے "وفق مائۃ فی المائۃ" وضع کیا ہے۔ پھر آپ سے حسنین

وارث علوم واسرار ہوئے۔ پھر علیؑ بن الحسینؑ۔ پھر محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ باقر العلوم۔ پھر ان کے فرزند جعفر الصادقؑ۔ آپ نے اس کے رموز کی گرہوں کو کھولا۔ اوران کے خزانوں کے طلسموں کو توڑا۔ اور آپ ہی نے فرمایا ہے۔ ہمارا علم غابر ہے۔ مزبور۔ کتاب مسطور فی رق منشور ہے۔ نکت فی القلوب و مفاتیح اسرار الغیوب ہے۔ لقر فی الاسماء ہے۔ ہمارے پاس جفر ابیض ہے۔ جفر احمر ہے۔ جفر اکبر ہے۔ جفر اصغر ہے۔ جامعہ ہے۔ صحیفہ فاطمہ ہے۔ کتاب علیؑ ہے۔ اوراسی طرح یہ تمام علوم ان کی اولا دمیں متوارث ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ منتہی ہوئے مہدی آخرالزماں علیہ السلام پر۔ وَالْمَھْدِیُّ اَکْثَرُ النَّاسِ عِلْمًا وَ حِکْمًا اِنْتَھٰی (ینابیع)۔ یہ ہے سلسلہ علوم واسرار الٰہیہ۔ جس کو علم الحروف جامع ہے۔ اور مقطعات القرآن میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور وصی خاتم النبیاء کل انبیاءؑ کے علوم اسرار کے وارث ہیں۔ اور خزائن اسرار محمدیؐ کے طلسم آپ نے ہی کھولے ہیں۔ اوران بیانات اوران حقائق ان علوم ومعارف کو دیکھ کر ہر دیندار شخص تصدیق کرتا ہے۔ کہ وصی برحق وخلیفہ مطلق پیغمبرؐ خاتم الانبیاء علیؑ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں۔ اور خلافت الٰہیہ بسلسلہ ذریت انبیاءؑ واوصیاءؑ بعد محمد مصطفیٰؐ انہی پر منتہی ہوتی ہے۔ حقائق قرآنی کے قفل علیؑ ہی نے کھولے ہیں۔ اور آپ نے اپنے بیان کتاب اللہ وباب مدینۃ اللہ بلکہ لسان اللہ الناطق بلکہ کلام اللہ الناطق ہونے کا ثبوت دیدیا ہے۔ بلکہ کلام علوی دلیل صداقت وحقانیت محمدی ہے۔ اور کتاب ''نہج البلاغہ'' میں حقائق و معارف دیکھ کرایک غیر مسلم یورپین فلاسفر کہہ اٹھتا ہے۔ کہ اگر محمدؐ عربی کی نبوت کی کوئی دلیل ہمارے پاس نہ ہوتی۔ تو صرف یہی ایک کتاب اس کی صداقت کے لئے کافی ہے۔ یہ کتاب ظاہر کرتی ہے کہ جس کا یہ کلام ہے۔ وہ اگر خود دعوئے نبوت کرتا۔ تو دنیا اس کو قبول کرتی۔ اور یہ خود محمدؐ عربی کی نبوت کی تصدیق کرتا ہے۔ بلکہ کمال محبت و اخلاص وصداقت وکمال معرفت سے کہہ دیتا ہے۔ کہ میں محمدؐ کے غلاموں سے ایک غلام ہوں۔ سعادت مند شہزادے اورولی عہد کی یہی شان ہونی چاہئے۔

اس سے واضح ہے۔ کہ جو خدمت دین اسلام وخدمت علوم وفنون اسلامی تعلیم۔ اسرار وحقائق قرآن علیؑ نے کی ہے۔ وہ کسی نے نہیں کی ہے۔ اور نہ کوئی کرسکتا تھا۔ اور یہی خلیفہ خدا کا اولین فرض ہے۔ حکومت اس کے ادنیٰ تریں مراتب میں سے۔ اوراس کی فرضیت اسباب ظاہریہ کے حصول پر مبنی ہے۔ خلیفۃ اللہ کو حکومت وریاست روحانی باطنی ہمیشہ وہروقت وہر عالم میں جمیع عوالم پر حاصل ہے۔ بلاشبہ علیؑ ہی خلیفہ خدا۔ خلیفہ محمدؐ۔ وصی محمد وامام امت ہیں۔ اور اصحاب علیؑ کے مقابلہ میں کہیں کھڑے نہیں ہوسکتے۔

اصول رابعہ خلافت اجماعیہ علیؑ اور اصحاب کا محاکمہ

ہم حصہ اوّل میں لکھ آئے اوران کی حقیقت پر روشنی ڈال آئے ہیں۔ کہ خلافۃ المسلمین کے قائلین کے نزدیک خلافت کی چار دلیلیں ہیں۔ اوّل اجماع۔ دوم پہلے خلیفہ کی نص وتصریح۔ سوم شوریٰ۔ چہارم غلبہ وسلطنت۔ لیکن جب ان کے واقعات پر نظر ڈالی جائے۔ اور تاریخ اسلام اور علم استدلال واحتجاج کو دیکھا جائے۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ ان میں کوئی بھی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ واقعات ہیں۔ جو بعد رسول اللہؐ اسلام میں واقع ہوئے ہیں۔ اور اکثر

ان میں فلتۃً اور نا گہانی واقع ہوئے ہیں۔ ایک واقعہ کے واقع ہونے کے بعد اس کا نام دلیل رکھ لیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہم حصہ اوّل و دوم میں لکھ چکے ہیں۔ کہ علیؑ اور نبیؐ ہاشم و احباب و اصحاب علیؑ دفن و کفن رسولؐ میں مصروف رہے۔ ادھر سقیفہ میں مہاجرین و انصار جمع ہوئے۔ اور نبوت کو حکومت بنا کر بادشاہت کی بحث ہونے لگی۔ انصار اپنے لئے دعوے دار ہوئے۔ اور مہاجرین الگ۔ اور آخر کار حضرت عمر نے حضرت ابی بکر کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ بعد ازاں تین شخصوں نے وہیں بیعت کر لی۔ پھر جوں جوں لوگ ملتے گئے۔ ان سے ہاتھ پر ہاتھ رکھواتے رہے۔ جب یہ واقعہ ہو چکا۔ اور علیؑ تجہیز نبوی سے فارغ ہوئے۔ تو اس واقعہ کا نام اجماع رکھا گیا۔ اور کہا گیا۔ کہ ابو بکر کی خلافت پر اجماع ہو گیا۔ اس لئے وہی خلیفہ برحق ہو گئے۔ حالانکہ اصطلاحاً اجماع سب کی رائے کو کہتے ہیں۔ اور یہاں راویوں میں انتہائی اختلاف تھا۔ نہ سب لوگ متفق ہوئے تھے۔ نہ سب مجتمع ہوئے تھے۔ کل اہل اسلام تو کہاں کل اہل مدینہ بھی نہ تھے۔ کل مہاجرین بھی نہ تھے۔ بنی ہاشم علیؑ اور اکثر اصحاب نبی وہاں نہ پہنچتے تھے۔ بہت نے مرتے دم تک بیعت ہی نہ کی حتیٰ کہ انصار میں بھی ایسے تھے۔ مثل سعد بن عبادہ۔ وغیرہ۔ بہر حال یہ واقعہ ہو چکا۔ تو اس کا نام اجماع رکھا۔ اور اس کو دلیل حقانیت خلافت و استحقاق قرار دے دیا۔ حالانکہ دعوئے حق اور استحقاق مدعی کے وقت اس اجماع کا نام بلکہ ذہنوں میں تصور بھی نہ تھا۔ کہ اجماع دلیل حقانیت و صداقت ہوا کرتا ہے۔ اور حضرت ابو بکر کے خلیفہ بنانے کی دلیل اجماع ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر نے مرتے وقت حضرت عمر کو ولی عہد و خلیفہ بنا دیا۔ اور کہہ دیا۔ کہ بس تم ہی میرے جانشین ہو۔ اور یہی مسلمانوں سے کہہ دیا۔ ایک تحریر بھی لکھی گئی۔ وہ خلیفہ ہو گئے۔ اور اس کے بعد یہ کہا گیا۔ کہ خلیفہ اوّل کی نص دلیل خلافت ہے۔ حالانکہ جب اوّل صاحب ہی کی خلافت مسلم نہ ہو۔ تو ان کی نص کیونکر دلیل ہوئی۔ اوّل تو اوّل ہی میں بحث ہے۔ چہ رسد بہ ثانی۔ تصریح حصہ اوّل میں دیکھو۔ نص خدا و رسول سند ہے۔ (نہ اس کی نص جو خود منصوص من اللہ نہ ہو)۔ اس کے بعد حضرت عمر نے اپنے بعد کی خلافت کی تشخیص و انتخاب کے لئے چھ ممبروں کی کیبنیٹ بنا دی۔ اور اس میں ایسی شرطیں رکھیں۔ کہ بس حضرت عثمانؓ ہی خلیفہ ہوں نہ علیؑ۔ چنانچہ ایک مشہور شرط یہ تھی۔ کہ اس شخص سے اقرار لیا جائے۔ جو خلیفہ ہے۔ کہ وہ کتاب اللہ۔ سنت رسولؐ اللہ اور سنت شیخین پر عمل کرے گا۔ حضرت علیؑ نے صاف کہہ دیا۔ کہ میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہؐ پر عمل کروں گا۔ اور ان میں اپنے علم سے کام لوں گا۔ نہ سنت شیخین پر۔ کیونکر ہو سکتا تھا۔ کہ باب علم محمدی۔ ولی اللہ المطلق۔ مالک اسرار و علوم الٰہی حضرات شیخین کی سنت پر عمل کرے۔ جبکہ وہ صاف سنت رسول اللہؐ سے جدا ہو۔ کیونکر سنت شیخین عین سنت رسول اللہؐ ہوتی۔ تو اس کی علیحدہ مشروطیت کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے۔ ہر مسلمان جانتا ہے۔ کہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ ہی دین و مدرک دین و منشاء دین ہے۔ کسی آیت کے رو سے سنت شیخین مدرک و منشاء دین نہیں ہو سکتی۔ خیر یہ تو مناظرین کے لئے چھوڑتے ہیں۔ اس طرح آخر کار حضرت عثمان کا انتخاب ہو گیا۔ ان کے بعد حضرت علیؑ پر پھر اجماع ہوا۔ مگر معاویہ نے بغاوت کی۔ علیؑ سے جنگ ہوئی۔ جنگ صفین میں عمر عاص کی چال نے اصحاب علیؑ میں اختلاف ڈلوا دیا۔ اور روپیہ خرچ کر کے علیؑ کے آدمی توڑ لئے گئے۔ پھر مصالحت

کی بنا ڈالی گئی۔ اور عمر عاص اور ابو موسیٰ کی انگشتریوں کی رد و بدل نے معاویہ کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ آخر ایک دن رفتہ رفتہ معاویہ کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ سلطنت بن گئی۔ اور علیؑ اس دن سے خلافت سے الگ سمجھ لئے گئے۔ اور کہا گیا۔ کہ غلبہ اور سلطنت دلیل خلافت ہے۔ جو غالب آجائے۔ وہی خلیفہ رسولؐ ہے۔

ان امور میں جو غور کرے گا۔ وہ یہی کہے گا۔ کہ یہ واقعات ہیں۔ جو سلطنت اسلامی میں بعد رسول اللہؐ واقع ہوئے ہیں۔ نہ یہ دلائل ہیں۔ کوئی دلیل عقلی قائم نہیں ہے کہ لوگوں کا اجماع کسی کی دیانت۔ صداقت و حقانیت کی دلیل ہے؟ جس کو ہم ثابت کر چکے ہیں۔ (حصہ اول دیکھو)۔ نہ کوئی آیت قرآن اس کی سند ہے۔ کہ اجماع دلیل حقانیت و صداقت و استحقاق خلافت محمدیہ ہے۔ بلکہ آیات صریحۃ الدلالۃ اس کے خلاف ہیں۔ اور ثابت کر رہی ہیں۔ کہ لوگوں کو ان امور میں کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ عام لوگوں میں مشہور بھی نہ تھا۔ کہ اجماع دلیل ہے۔ اور جس پر اجماع ہو جائے۔ وہ خلیفہ نبی ہوا کرتا ہے۔ اصحاب کے ذہن اور کان دونوں نا آشنا تھے۔ نہ کبھی امم سابقہ میں اس کی نظیر و مثال ملتی ہے۔ کبھی کسی امت میں ایسا ہوا ہی نہیں۔ کہ کوئی نبی یا وصی نبی اجماع سے ہوا ہو۔ اور اس کو دلیل حقانیت سمجھا گیا ہو۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں۔ کہ ان کی خلاف کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ کوئی ثبوت نہیں دے سکتا۔ کہ کسی پہلی امت میں اجماع و اجتماع عوام الناس کو کسی خلیفہ یا وصی کی حقانیت کی دلیل سمجھا گیا ہے۔ یہ بالکل نئی بات ہے۔ جو مسلمانوں نے نکالی۔ اور اس کے نتائج دیکھے۔ اور اسی پر شوریٰ کو قیاس کر لیجئے۔ اس کا بھی یہی حال ہے۔ جب بہت سوں کا اجماع سند نہیں۔ تو چند کا مشورہ کیا فائدہ دے گا۔ شوریٰ اپنے امور و معاملات میں ہوتا ہے۔ نہ خدائی معاملات میں۔

یہ جو کہا گیا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت کبھی باطل پر جمع نہ ہو گی۔ اس لئے اجماع امت سند ہے۔ تو اوّل تو اجماع محقق نہیں۔ دوسرے کل امت باطل پر جمع نہ ہو گی۔ اور بیشک کل امت اب بھی جمع نہ ہوئی تھی۔ بلکہ بہت سے بے خبر تھے۔ بہت سے افراد الگ تھے۔ بہت سے منکر تھے۔ اور بالفرض ایک فرد بھی رہ جاتا۔ تو کل امت کا اجماع نہ کہلاتا۔ اور ایک اہل حق باقی رہ جاتا۔ تو صداقت حدیث کے لئے کافی تھا۔ اور ہے۔ اور اس کی موید حدیث نبوی موجود ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ جماعت حق کا نام ہے۔ جو حق پر ہے۔ اگرچہ ایک ہی ہو۔ وہی اہل جماعت سے ہے۔ سنت الٰہی و سنت نبوی پر ہے (ینابیع المودت) غلبہ و سلطنت ملک طبعی میں سند نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر ہم اپنے مقدمہ میں بتصدیق علامہ ابن خلدون ملک طبعی کو باطل کر آئے ہیں۔ اور ثابت کر آئے ہیں۔ کہ ملک شرعی میں غلبہ و سلطنت کوئی شے نہیں ہے۔ جو غلبہ و سلطنت و جبر و تشدد سے حکومت و سیاست کی جاتی ہے۔ وہ حیوانوں اور درندوں کی سی حکومت و سیاست ہے۔ سیاست دینی میں غلبہ و سلطنت کیا معنی؟ بیشک یہ صحیح ہے کہ کل امت محمدیؐ بلا استثنا واحد گمراہی پر جمع نہ ہو گی۔ کیونکہ کم سے کم معصومؑ ضرور علیحدہ رہے گا۔ اجماع اگر کہیں سند ہو سکتا ہے۔ تو اس صورت میں کہ مع معصوم کل افراد امت جمع ہوں۔ اور چونکہ معصوم گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتا۔ اس لئے وہ مجمع حق پر ہو گا جس میں کوئی معصوم ہستی ہو (حصہ اوّل دیکھو) پس وہ دلیل پیش کی جائے۔ جو

وقت دعوئے خلافت خود حضرت ابو بکر جو مدعی خلافت ہیں پیش کر سکیں۔ یا ان کے بنانے والے۔ اس وقت جب یہ دعویٰ اور یہ محاکمہ پیش ہے۔ نہ یہ باتیں جو بعد میں وقوع میں آئی ہیں۔ ہم اس وقت عدالت اسلامی میں دو مدعی یا ایک مدعی اور ایک مدعا علیہ پیش کرتے ہیں۔ یا یوں سمجھئے۔ کہ علیؑ اور ابو بکرؓ دونوں مدعی ایک وقت میں جمع ہیں۔ اور دونوں خلافت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ کہ میں مستحق خلافت محمد یہ ہوں۔ یا علیؑ ابو بکر پر دعوے کر رہے ہیں۔ کہ تم کیوں میرا حق چھینتے ہو۔ اس کا وارث و مالک و مستحق و سزاوار میں ہوں۔ تو اس وقت میں ابو بکر کیا کیا دلیلیں اپنے خلیفۃ الرسول اور خلیفہ خدا ہونے کی پیش کریں گے۔ اور کیا کہیں گے؟ اور حضرت علیؑ کیا دلیلیں دینگے؟ یا حضرت ابو بکر علیؑ کو کیا جواب دینگے؟

حضرت ابو بکر کہہ سکتے ہیں کہ میں سب سے پہلا بوڑھا مسلمان ہوں...... میں مہاجر ہوں...... میں یار غار ہوں...... میں خسر ہوں۔ یہ سب کچھ صحیح لیکن اسلام ایمان۔ ہجرت۔ صحابیت یہ سب اوصاف مشترکہ بین الاصحاب ہیں۔ کل مسلمان ہیں۔ کل مومن مثلاً ہیں۔ کل اہل مکہ مہاجر ہیں مثلاً۔ یا کل صحابی ہیں۔ کیا ہر مسلم خلیفہ رسولؐ ہے؟ کیا ہر مومن خلیفہ رسول ہے؟ کیا ہر مہاجر خلیفہ خدا ہے؟ کیا ہر صحابی امام الناس ہے؟ یہ کوئی دلیل عقلی یا مسلمہ اسلام ہے۔ کہ کل مہاجر خلیفہ......؟ کل صحابی خلیفہ......؟ اگر نہیں تو پھر صورت استدلال اور تقریب کیونکر صحیح ہو گی؟ ان تمام اوصاف مشترکہ سے جدا اور مشخص و ممتاز کرنے والی کوئی فصل ممیز پیش کی جائے۔ جو اور کسی میں نہ ہو۔ صرف ان میں ہو۔ وہ کونسی صفت ممیّز یا فصل ممیز ہے۔ جس کو تمام اہل اسلام کل مومنین کل صحابہ اور خصوصاً اہل بیت عصمت وطہارت کے مقابلہ میں پیش کر سکیں۔ اور وہ سب پر آپ کو ترجیح دے سکے؟ اگر کہا جائے۔ کہ وہ یار غار ہیں۔ تو کہا جائے گا۔ کہ غار میں یار ہونا ملزوم خلافت الٰہیہ محمد یہ نہیں ہے۔ کہ جو یار غار ہو۔ وہی خلیفہ ہوا کرتا ہے۔ یہ مقدمہ مسلم نہیں۔ اگر وہ کہیں۔ کہ انہوں نے چالیس ہزار درہم خرچ ہیں۔ تو کہا جائے گا۔ کہ اس کا اجر انہیں ملے گا۔ یہ خلافت اللہ کی قیمت نہیں ہے۔ نہ وہ خریدی جاتی ہے۔ اور اہل ایمان نے بھی بہت کچھ خرچا ہے۔ بلکہ جان دی ہے۔ اگر کہا جائے۔ کہ وہ سب سے بوڑھے ہیں۔ تو کہا جائے گا۔ کہ ان کے والد ماجد بھی بوڑھے اس وقت زندہ ہیں۔ اور سلمان فارسی تین سو بیس سال کی عمر رکھتے ہیں۔ اور سلمان اہل البیت کا خطاب پائے ہوئے ہیں۔ بلکہ صاف کہا جائے گا۔ کہ "بزرگی بعقل است نہ بسال۔" اب حضرت ابی بکر کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ جو تو اوصاف مشترکہ سے نکال کر انہیں اوصاف خاصہ مختصہ پر ممتاز کر دے۔ کیا وہ کہیں گے علیؑ کے جواب میں کہ میں چونکہ آئندہ حجرہ رسولؐ میں دفن ہونے والا ہوں۔ اس لئے میں خلافت رسول اللہ کا مستحق ہوں؟ کیا یہ چار سال بعد آنے والا طوفان اس وقت ان کے استحقاق خلافت کی دلیل ہو گا؟ یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور ان میں سے ایک کو سقیفہ میں وقت اجتماع و استدلال انصار کے مقابلہ میں پیش نہ کر سکے۔ نہ تو انہوں نے یہ کہا۔ اور نہ یہ کہ میں چونکہ ہو جاؤں گا۔ اس لئے مجھے خدا ہی نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور اس لئے میں خلیفہ ہوں۔ نہ کوئی حدیث و آیت اپنے استحقاق کے ثبوت میں پیش کی نہ پیش نمازی کا دعویٰ کیا۔ چہ جائیکہ پیش نمازی کا اجازہ خلافت الٰہیہ و امامت الناس و ریاست

عامہ تامہ کی سند سمجھا جائے۔ نہ انہوں نے نماز کی معیت پیش کی۔ نہ درہموں کی تھیلی دکھلائی۔ نہ یہ کہا۔ کہ میں سب سے بوڑھا ہوں۔ نہ یہ کہا۔ کہ میں رسول اللہ کا سسرا ہوں۔ اور وہ ایسا کیوں کہتے۔ کیا انہوں نے خلافت کے لئے ڈولا دیا تھا؟ وہ ایسے نہ تھے۔ انہوں نے اگر پیش کیا ہے۔ تو یہی۔ کہ وہ قبیلہ رسول اللہؐ سے ہیں اور مہاجر ہیں۔ سو اس کا جواب اسی وقت انصار نے دیدیا۔ کہ اگر قرابت کا سوال ہے۔ تو علیؑ ہیں ہی۔ انہی کو رکھئے۔ اُس کی بحث کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اس کو خاموشی اور سکوت میں ٹلا دیا گیا۔ مہاجرت صفت مشترکہ ہے ہی۔ صفت مختصہ ممیّزہ کونسی ہے۔ جو جملہ اصحاب رسولؐ پر حضرت ابی بکر کو ترجیح دے۔ حتی کہ اہل البیت سے بھی بڑھا دے۔ جن کے ساتھ کسی کا قیاس ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت ابی بکر کوئی خاندانی شاہزادہ اور قدیم رؤسا و امراء و اہل سیاست سے بھی نہ تھے۔ جو یہ کہا جائے۔ کہ امور سیاسی سے خوب واقف تھے۔ کپڑے کی تجارت کو اصول سیاست کیا نسبت ہے۔ علیؑ تو پھر سیّدالعرب ہاشم کی نسل سے ہیں۔ رئیس مکہ عبدالمطلب کے پوتے ہیں۔ مجاور و محافظ بیت اللہ و حرم خدا ابو طالب کے بیٹے۔ شہنشاہ دین و دنیا کے بھائی۔ جگر کے ٹکڑے اور داماد ہیں۔ قرابت کا حق حضرت ابی بکر کو زیادہ کہاں سے مل سکتا ہے۔ اور سیاسی قابلیت ان میں کیونکر زیادہ ہوسکتی ہے۔ سیاست شرعی کو وہ زیادہ جان سکتا ہے۔ جس نے بادشاہ اسلام کی گود میں پرورش پائی اور ہر دم اس کے ساتھ اور پاس رہا ہو۔ خلافت الٰہیہ محمدیہ کو تجارت سے کوئی خاص مناسبت نہیں ہے۔ سیاست دینی علم دین پر موقوف ہے۔ سیاست دینی علم منہاج نبوت پر مبنی ہے۔ سیاست دینی کمال دیانت پر موقوف ہے۔ سیاست دینی کمال ایمان بلکہ کمال عصمت پر موقوف ہے۔ ہمیشہ دینی سیاست کے مالک معصومینؑ ہوتے آئے ہیں۔ بخلاف اس کے حضرت علیؑ اس وقت کہہ سکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ میں اوّل المخلوقین والمصدقین۔ اوّل السابقین۔ اوّل المسلمین۔ اوّل المومنین۔ اوّل المصدقین۔ اوّل المقربین وصالح المومنین ہوں۔ میں ولی اللہ المتصرف فی العالم ہوں۔ میں معصوم ہوں۔ میں ظالمین سے نہیں ہوں۔ میں طاہر و مطہر ہوں۔ میں خواہشات نفس امارہ سے پاک ہوں۔ میں عالم علم لدنی ہوں۔ میں صاحب وحی ہوں۔ میں قاتل المشرکین ہوں۔ میں قاتل عمرو و عنتر و مرحب ہوں۔ میں قاطع باب خیبر سید العرب ہوں۔ میں مالک رایت اسلام ہوں اور فارس الحجاز شہسوار عرب ہوں۔ میں محبوب خدا ہوں۔ میں محبوب محبوب خداؐ ہوں۔ میں محبّ خدا و رسول خداؐ ہوں۔ میں وجہ اللہ ہوں۔ میں ید اللہ ہوں۔ میں لسان اللہ ہوں۔ میں کلام اللہ الناطق ہوں۔ میں مصدق صادق ہوں۔ میں عالم جمیع علوم قرآنی ہوں۔ میں واقف اسرار ربانی ہوں۔ میں مفسر و مبین قرآن مبین ہوں۔ میں امام مبین ہوں۔ میں ثانی ثقلین ہوں۔ میں ہادی ثقلین (جن وانس) ہوں۔ اور میں نفس رسولؐ الثقلین ہوں۔ اور یہ ساری کی ساری دلیلیں ہیں خلافت الٰہیہ کے استحقاق پر۔ جو جملہ اصحاب و مسلمین و مومنین سے آپ کو ممتاز کرتی ہیں۔ خلیفہ اللہ کا فرض لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالنا ہے۔ یہ کام نور ہی کا ہے۔ اور علیؑ نور خدا و رسولؐ ہیں۔ خلیفہ شافع روز محشر ہیں۔ اور یہ مقربین کا کام ہے۔ علیؑ مقربین خدا میں سے ہے۔ خلیفہ کا کام لوگوں کا حشر ہے۔ اور حاشر امام ہوتا ہے۔ اور علیؑ امام و شہید علی الناس ہیں۔ خلیفہ خدا ہمیشہ معصوم ہوتا ہے۔ علیؑ معصوم ہیں۔

اور عصمت دلیل خلافت۔ خلیفہ طاہر و مطہر و مقدس ہوتا ہے۔ علیؑ طاہرین میں سے ہیں۔ اور طہارت دلیل عصمت ہے۔ اور عصمت دلیل خلافت و امامت۔ خلیفہ و امام مورد وحی ہوتا ہے۔ علیؑ مورد وحی ہیں۔ خلیفہ مہبط ملائکہ ہوتا ہے۔ علیؑ مہبط ملائکہ ہیں۔ خلیفہ عالم جمیع علوم و اسرار و جامع السنہ ولغات ہوتا ہے علیؑ ایسے ہیں۔ خلیفہ خدا و خلیفہ رسولؐ ہادی جن و انس حاکم جن و انس صاحب کرامات و معجزات ہوتا ہے۔ اور علیؑ ولی اللہ ایسے ہی ہیں۔ جن و انس پر حاکم ہیں۔ خلیفہ خدا ماں کے پیٹ سے عالم پیدا ہوتا ہے۔ علیؑ ایسے ہی ہیں۔ خلیفہ خاص محبوب خدا و رسولؐ ہوتا ہے۔ علیؑ محبوب خدا و رسولؐ ہیں۔ یعنی مستند و مصدق محبوب خدا و رسول خداؐ۔ خلیفہ و امام ہمیشہ ذریت خاص انبیاءؑ سے ہوتا ہے۔ علیؑ اس میں سے ہیں۔ خلیفہ خدا و امام خلق مصطفیٰ و برگزیدہ ہوتا ہے علیؑ ولی مرتضیٰ ہیں۔ اور بس علیؑ ہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ میں وہ مظہر العجائب والغرائب ہوں۔ جس کو خدا نے اس کام کے لئے بنایا۔ اس کے لئے منتخب کیا۔ اس جگہ بٹھایا۔ نص کی تصریح کی۔ رسول اللہؐ نے اعلان کیا۔ اظہار کیا۔ اور میری ایک ضربت خدمت اسلام و بقاء و اعلاء اسلام میں کل امتِ محمدی کے اعمال سے بہتر ہے۔ میں کرار غیر فرار ہوں۔ علم و شجاعت میں سب سے افضل و اکمل ہوں۔ ”وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ“۔ بلکہ وہی سر اللہ فی العالمین ہیں۔ مجمع عام میں کہہ سکتے ہیں۔ مجمع مخالفین و موافقین میں کہہ سکتے ہیں۔ انا سرالاسرار۔ انا شجرة الانوار۔ انا دليل السموات انا انيس المسبحات۔ انا خليل جبرئيل وانا صفي ميكئيل۔ انا قائد الاملاك۔ انا سمند لا لا فلاك۔ انا فلك الحج وانا حجة الحج۔ انا ولى الاولياء انا ورثة الانبياء۔ انا شديد القوىٰ انا حامل اللواء۔ انا امام المحشر۔ انا ساقي الكوثر۔ انا يعسوب الدين وانا امام المتقين۔ انا قالع اللباب۔ انا مفرق الاحزاب۔ انا مفسرالبينات۔ انا مبين المشكلات۔ انا مصباح الظلم وانا النون والقلم۔ أخرجه الدرالنظيم۔ كمال الدين ابو سالم محمد بن طلحه الشافي الحلبي رحمه الله۔ کیا دنیا میں کوئی ہے۔ جو علیؑ کے سوا اس خلافت الٰہیہ و خلافت محمدیہ کا دعویٰ کر سکے؟ اور علیؑ کے ساتھ محاجہ و محاکمہ کر سکے؟ ”هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ“ (سورہ الرعد:١٦) کیا بینا اور نابینا برابر ہو سکتے ہیں؟ ”أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ“ (سورہ الرعد:١٦) یا ظلمت و نور مساوی ہیں؟ ”وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ ○ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ○ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ○“ (سورہ الفاطر:١٩ تا ٢١) نہیں ہرگز نہیں۔ اندھے اور سہانکھے برابر نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ظلمت و نور ایک ہو سکتے ہیں۔ اور نہ سایہ اور سخت دھوپ یکساں ہیں۔ ”وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ“ (سورہ الفاطر:٢٢) زندہ (علماء) اور مردہ (جہلا) مساوی نہیں ہوتے۔ ”إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ“ (سورہ الفاطر:٢٢) بیشک خدا جس کو چاہے سنا سکتا ہے۔ اور اے پیغمبرؐ ان مُردوں کو کچھ نہیں سنا سکتے۔ جو قبر میں پڑے ہوئے ہیں۔ ”وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ“ (سورہ الفاطر:٢٢) دونوں سمندر مساوی نہیں...... ایک شیریں...... خوش ذائقہ...... خوش گوار...... حیات بخش و جانفزا...... اور دوسرا کھاری اور بکبکا...... ناگوار...... قابض روح...... دونوں میں کیا نسبت؟ مگر پیٹ بھرنے

کا سامان دونوں جگہ ہے۔ اور دونوں سے تم تازہ شکار مار کر کھاتے ہو۔ اور زیورات کے لئے موتی نکالتے ہو۔
"أَفَمَن كَانَ مُؤْمِناً كَمَن كَانَ فَاسِقاً لَّا يَسْتَوُونَ" (سورہ السجدہ: ۱۸) کیا مومن اور فاسق ایک جیسے ہی ہو سکتے ہیں؟ کبھی نہیں۔ دونوں یکساں نہیں ہو سکتے۔ "لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً" (سورہ النساء: ۹۵) معذورین کے سوا جہاد سے بیٹھ رہنے والے مومنین اور جان و مال سے راہ خدا میں جہاد کرنے والے مساوی نہیں ہو سکتے۔ مجاہدین کو قاعدین (جہاد سے ہٹ رہنے والے) سے بدرجہا فضیلت دی ہے۔ "لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُوْلَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلّاً وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى" (سورہ الحدید: ۱۰) وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں مال خرچ کیا۔ اور قتال کیا۔ اور کافروں کو قتل کیا۔ مساوی نہیں ہیں۔ یہ ان سے بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد کچھ خرچ کیا اور مقاتلہ کیا۔ ہاں نیکی کا اجر دونوں کے لئے ہے۔ پھر جنہوں نے کبھی کسی کو قتل ہی نہ کیا ہو۔ وہ قتال العرب کے مساوی کیسے ہوں گے؟ "وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ" (سورہ حم السجدہ: ۳۳) اس سے بہتر بات کہنے والا کون ہے۔ جو داعی الی اللہ ہو اور اعمال صالحہ بجالائے اور کہے بیشک میں مسلمین میں سے ہوں۔ "وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ" (سورہ حم السجدہ: ۳۴) حالانکہ نیکی اور بدی مساوی نہیں ہوتی...... پھر نیک اور بد کیونکر مساوی سمجھے جائیں گے؟ چہ جائیکہ معصوم مطلق کا مقابلہ غیر معصوم سے کیا جائے؟ "وَضَرَبَ اللّهُ مَثَلاً رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لاَ يَقْدِرُ عَلَىَ شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَى مَوْلاهُ أَيْنَمَا يُوَجِّههُّ لاَ يَأْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَن يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝" (سورہ النحل: ۷۶)۔ اللہ تعالیٰ دو شخصوں کی مثل بیان کرتا ہے۔ ایک تو گونگا ہے۔ کچھ بول ہی نہیں سکتا۔ کسی بات پر قادر ہی نہیں۔ اور وہ اپنے مالک اور آقا پر ایک بارگراں ہے۔ جہاں وہ بھیجے۔ تو کوئی کار خیر کر کے نہیں آتا۔ کیا یہ شخص اور وہ بزرگوار مساوی ہو سکتا ہے جو عدل کے ساتھ حکم کرتا ہے۔ بلکہ مظہر عدل الٰہی ہے۔ اور وہ صراط مستقیم پر ہے؟ علم دیکر بھیجا۔ تو کچھ نہ بنا۔ سورہ برات دے کر بھیجا۔ تو کچھ نہ ہوا۔ ایسے حضرات اس بزرگوار کے مقابل کہاں ہو سکتے ہیں۔ جن کے ہاتھ نے قلعہ کفر اُٹھا کر پھینک دیا۔ بیدینوں کو قرآن پڑھا کر دیندار بنا دیا۔ اور کل فصحا و بلغا کا ناطقہ بند کر دیا۔ "لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُواْ اللّهَ يَا أُوْلِي الأَلْبَابِ" (سورہ المائدہ: ۱۰۰)۔ خبیث اور طیب مساوی نہیں ہوتے۔ اگرچہ خبیثوں کی کثرت تمہیں اچھی معلوم ہو تعجب میں ڈالے۔ " لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ" (سورہ الحشر: ۲۰)۔ اہل دوزخ اور اہل بہشت کبھی مساوی نہیں ہو سکتے۔ اور اہل جنت ہی کامیاب و رستگار ہیں۔ حقیقی اور قطعی طیبین و طاہرین کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ عدل مطلق کے مقابل کون ہو سکتا ہے نور محض کے مواجہ میں ظلمت کہاں ٹھہر سکتی ہے۔ عین اللہ کے مقابلہ میں کون آنکھ ملا سکتا ہے۔ وجہ اللہ کے سامنے کون کھڑا ہو سکتا ہے۔

یداللہ سے کون ہاتھ ملاسکتا ہے۔ قتال العرب سے کون لڑسکتا ہے۔ لسان اللہ کے بالمقابل کون زبان کھول سکتا ہے۔ محسنین کے ساتھ میئیسن کیونکر ہو سکتے ہیں۔ کہاں آب حیات عالم امکان۔ جاں بخش و جاں فزا۔ پُر لطف و خوش ذائقہ۔ اور یہاں کہاں آب تلخ و شور کہاں زمین کہاں آسمان ؂

"چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک"

کہاں مظہر قدرت اور کہاں عاجز محض مطلق سماع وعظ کجا نعمہ رباب کجا ؂

"بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا"

فاتقواللہ یا اولی الالباب۔ وعدہَ الٰہی کبھی بدل نہیں سکتا ہے۔ وہ خود فرماتا ہے۔ "أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ" (سورہ الجاثیہ:۲۱) کیا وہ لوگ جنہوں نے بُرائیاں کیں ہیں اور گناہوں کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کر دیں گے۔ جو مومنین صالحین ہیں؟ اور ان کا مرنا اور جینا ان کے برابر ہوگا؟ جو ایسا کہتے ہیں۔ وہ بہت بُرا حکم لگاتے ہیں۔ "أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُم" (سورہ محمدؐ:۱۴) کیا وہ لوگ جو اپنے ساتھ شہادت خدائی و بینہ الٰہی رکھتے ہیں۔ مثل اس کے سمجھے جائیں گے۔ جن کی بداعمالی ان کے آگے مزین نظر آرہی ہے؟ اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ جو دل چاہتا ہے کرتے ہیں۔ اور دین میں اپنی رائے پر چلتے ہیں۔ رائے پر فتویٰ دیتے ہیں۔ ہر گز نہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ فطرت اس کے خلاف ہے۔ قانون قدرت اس کے منافی ہے۔ آل محمدؐ کا غیر آل محمدؐ سے مقابلہ محال ہے۔ علیؑ تو اوّل اقدم و افضل آل محمدؐ ہیں۔ شرف قدم و شرف ابوت حاصل ہے۔ ان کے ساتھ غیر کہاں مل سکتے ہیں ؂

آں شاہ بوتراب اسد اللہ بوالحسنؑ — عالی۔ علیؑ۔ ولی خداوند کبریا
آنست مقتدا کہ بہ انعمت منعم است — زانعام او خزانہ جاں یافتہ عطا
مغضوب ضالین کہ بود دشمن علیؑ — کایشان خلاف راہ بدندازرہ جفا
آنہا کہ راستند دریں راہ رستگار — بیشک و شبہ شیعہ شاہ اند در جزا
وزآیت دعائے خلیل خدا بخواں — از لاینال عہد جوابش بکن ادا
بنگر بقل تعالوا ابنائنا بخواں — بنگر کہ کیست انفسنا بانسائنا
پیغمبر است و دختر و داماد و دوپسر — کایشاں بدتر برہمہ خلق مقتدا
گر انما ولیکم اللہ خواندۂ — فرضت بود ولائے دلی والی ولا
پیش کہ بود علم کتاب و شہید کیست — فرق کہ داشت آیہ تشریف قل کفٰی
برخواں خطاب بلغ یا ایہا الرسول — تبلیغ را بہ بیں کہ چہ چیز است در
در حجۃ الوداع چہ نقش نبی بجمع — من کنت مبدہد شبر از سولی ول

پیغمبر آں دعا کہ فرد خواند۔ فہم کن　ناحق ازاں کیست! دلے دیدہ برکشا
خورشید شرع دیں نبی بود بعد ازو　بدر سپر فضل علیؑ والی ولا
خیر البریہ۔ شیعہ ساہند روز حشر　کایشاں بدند خازن گنجینہ صفا

سیاست اور علیؑ

"قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ" (سورہ الزمر:۹)۔ کیا عالم و جاہل مساوی ہو سکتے ہیں دنیا میں کوئی فرد بشر نہیں مل سکتا۔ جو از روئے انصاف یہ کہہ سکے۔ کہ اس وقت علیؑ میں فلاں صفت خلافت محمدیہ کے شایاں نہ تھی۔ یا ان میں فلاں کمی تھی۔ کیا اس وقت علیؑ کے لئے صغریٰ کا عذر کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ علیؑ کی عمر وقت انتقال رسولؐ کم سے کم تینتیس برس کی ہے یا پینتیس کی۔ اور دنیا میں ایسے بادشاہ ہیں جنہوں نے نہایت نوعمری میں بادشاہت کی ہے۔ سولہ برس کی عمر میں تو اکثر تخت نشین ہوئے ہیں اور ایسی حکومت کی ہے۔ کہ دنیا میں یادگار ہے۔ علیؑ جس نے تیس سال آغوش اسلام و پیغمبر اسلامؐ میں تربیت پائی۔ اس سیاست اسلامی کی قابلیت نہ رکھتے تھے؟ حالانکہ یہ سلسلہ ہی جدا ہے۔ اور خلیفہ خدا چھٹائی بڑائی نہیں رکھتے۔ نبوت و خلافت چھوٹی بڑی نہیں ہوا کرتی۔ حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوتے ہے اپنے کو نبی اللہ کہتے ہیں۔ اور صاحب کتاب بتلاتے ہیں۔ حضرت یحییٰؑ صغرسنی میں پیغمبری پاتے ہیں۔ یہاں چھوٹائی بڑائی کا کیا سوال ہے۔ اللہ کے پڑھائے ہوئے کچھ اور ہی ہوتے ہیں۔ علیؑ کی سیاست کا ذکر کسی قدر بسط ہے۔ یہاں اسی قدر کہتے ہیں کہ اگر علیؑ کو ناکثین وقاسطین و مارقین موقع دیتے۔ تو ان کی سیاست دینی اور ملک شرعی کا لطف دیکھتے اور دراصل اسی وقت دوسروں کے ساتھ مقابلہ کا لطف آتا۔ اب بھی کل مؤرخین اتفاق رکھتے ہیں کہ علیؑ کو موقع نہ ملا اور لوگ جب دنیا میں پڑ گئے۔ اور علیؑ دین کے نہایت سخت پابند تھے۔ اس لئے حکومت میں انہیں اچھا حصہ نہ ملا۔

صاحب تمدن اسلامی لکھتے ہیں، عثمان کا حال لکھتے ہوئے کہتے ہیں عثمان بھی مثل دیگر خلفاء راشدین ہی کے ہوتے اگر ان میں ضعف اور کمزوری نہ ہوتی اور اپنے قرابتیوں بنی امیہ کی طرف نہ جھک جاتے۔ حتیٰ کہ کل مسلمان ان سے سخت ناراض ہو گئے۔ خصوصاً اہل مدینہ۔ یہاں تک کہ ان کو قتل کر ڈالا۔ علاوہ ازیں وہ پہلے خلیفہ ہیں۔ جنہوں نے اپنے لئے مال جمع کیا ہے۔ لکھا ہے۔ کہ ان کے قتل کے دن ان کے پرائیویٹ خزانچی کے پاس پندرہ ہزار دینار اور دس لاکھ درہم نقد تھے۔ علاوہ ان گھوڑوں۔ اُونٹوں وغیرہ کے۔ اور حنین اور وادی القریٰ میں انہوں نے کئی جاگیریں بھی بنا لی تھیں۔ جن کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی (اللہ اکبر۔ کیا ٹھکانا ہے!)۔ انہی کے زمانے میں اور صحابہ نے بھی جاگیریں بنائیں۔ محل وقصر بنائے۔ اور خزانے جمع کئے۔ اور تونگری وعیش پرستی کے عادی ہو گئے۔ پس اس حالت کے بعد جب علیؑ خلیفہ ہوئے۔ اور انہوں نے عمر کا زہد وتقویٰ سادگی۔ تنگ عیشی برتی۔ تو لوگوں کو اب یہ بات بڑی گراں گزری۔ اور ان کی طاعت سے ہٹنے لگے۔ اور اس کو معاویہ کے اُٹھ کھڑے ہونے نے اور مدد دی۔ اُور اس نے لوگوں کو مال و دولت کی طمع دی۔ علیؑ حق پرستی اور عدل وانصاف کے شوق میں

کوئی شریعت جدا نہیں ہوا کرتی۔ بس اگر شریعت محمدیؐ میں مسئلہ میراث ہے۔ اور ضرور ہے۔ مسلم ہے۔ کل اہل اسلام کا عمل ہے۔ تو اوّل سب سے پہلے اس میں مبلغ شریعت وصاحب شریعت داخل وشامل ہے۔ جو حکم اس نے اوروں کے لئے باذن اللہ دیا ہے۔ وہ اس کے اپنے لئے ہے۔ بلکہ ان سے اقدم۔" لانهم السابقون والسارعون الی الخیرات"۔ سب سے پہلے نبی ہی عمل کرتے ہیں۔ جب تک کوئی آیت کسی حکم سے مثل نکاح ازواج وغیرہ نبی کو مستثنیٰ قرار نہ دے۔ رسول اللہؐ احکام مواریث میں شریک ہیں۔ جو حکم مومنین کیلئے ہے۔ وہی رسول اللہؐ کے لئے ہے۔ اور کوئی آیت قرآن پاک میں ایسی نہیں ہے۔ جو رسول اللہؐ کو حکم آیت میراث سے مستثنیٰ کرتی ہو۔ "یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی أَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَیَیْنِ" (سورہ النساء:۱۱) خدا تمہیں اولاد کے باب میں وصیت کرتا ہے کہ مرد کو عورت کا دو چند ہے۔ اور حدیث کسی آیت کے حکم کو باطل نہیں کرسکتی۔ اور کوئی روایت خلاف آیت مسموع نہیں ہوسکتی۔ جو حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہو وہ باطل ہے۔ آیت کے مقابلہ میں آیت صریح پیش ہونی چاہئے۔ جو رسول اللہؐ کو حکم میراث سے مستثنیٰ کردے اور یہ ناممکن ہے۔ کوئی آیت ایسی موجود نہیں ہے۔

دوم وراثت کا لفظ یقیناً وراثت مالی ہی پر بولا جاتا ہے۔ اور جب تک کوئی قرینہ صارفہ عن الحقیقت نہ ہو۔ معنی مجازیا مستعار مراد نہیں ہوسکتے۔ پس " وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوُودَ" (سورہ النمل:۱۶) میں وراثت سے وراثت نبوت مراد لینا باطل ہے جب تک کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ اوّل مراد وراثت مالی ہی ہوگی۔ پس سارے انبیاءؑ کو وراثت سے حضرت ابوبکر کا مقولہ "نَحْنُ مَعَاشِرَ الْأَنْبِیَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُورِثُ" محروم نہیں کرسکتا اور نہ سند ہوسکتا ہے خصوصاً جبکہ وہ مدعا علیہ ہوں۔ اور ان پر فاطمہ طاہرہ زکیہ رضیہ علیہا السلام دعویٰ کریں۔

سوم حضرت زکریاؑ کا قصہ اس کے صاف مخالف ہے۔ جبکہ کہا۔ کہ پروردگار میرے استخوان کمزور ہو چکے ہیں۔ اور سر بڑھاپے سے سفید ہوگیا ہے۔ اور میں تیری بارگاہ میں دعا کر کے کبھی محروم نہیں رہا ہوں۔ " وَإِنِّی خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِن وَرَائِی وَکَانَتِ امْرَأَتِی عَاقِرًا فَهَبْ لِی مِن لَّدُنکَ وَلِیًّا ○ یَرِثُنِی وَیَرِثُ مِنْ آلِ یَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا○" (سورہ مریم:۵،۶)۔ اور میں اپنے پیچھے وارثوں سے ڈرتا ہوں۔ اور میری بیوی بانجھ ہو چکی ہے۔ پس تو اپنی خاص عنایت سے مجھے ولی عطا فرمادے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے۔ اور اے پروردگار اس کو اپنا پسندیدہ بنا۔ اس آیت میں حضرت زکریا کی دعا وارث کی بابت ہے۔ اور میراث وہ ہے جس کی بابت دوسرے بن جانے والے وارثوں چچا وغیرہ کی اولاد کا خوف ہے۔ پس اگر اس میراث سے مراد جس کے لئے حضرت زکریا وارث کی خواہش کررہے ہیں۔ اگر میراث علمی ومیراث نبوتی ہے۔ تو یہ ایسی چیز نہیں ہے۔ جس میں کسی کا خوف ہو۔ کہ وہ لے اڑے گا۔ اور اس کو برباد کردے گا۔ نبوت کہیں لٹتی نہیں پھرتی۔ نہ وہ چوری ہوتی ہے۔ نہ وہ ضائع ہوا کرتی ہے۔ اور نہ علم برباد ہوتا ہے۔ یہ صفت مال ہی کی ہے۔ پس وراثت حضرت زکریاؑ ضرور وراثت مالی کو شامل ہے۔ اور یہ غلط ہے۔ کہ انبیاء وارث نہیں چھوڑتے۔ اور ان کا ترکہ ان کے وارثوں کی میراث نہیں ہوا

کرتا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو خدا حضرت زکریاؑ کو ٹکا سا جواب دے دیتا۔ کہ تمہیں کیا فکر ہے۔ تمہارا ترکہ میراث ورثاء نہیں ہے۔ جس کی تمہیں فکر ہو۔ اور میراث نبوت ہم جس کو چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں۔ اور ایسے وارث علم الٰہی سے زمین کبھی خالی نہیں رہا کرتی۔ پس روایت یا مقولہ "لَا نَرِثُ وَلَا نُورِثُ" باطل محض ہے۔

چہارم کبھی کسی تاریخ میں نہیں سنا گیا۔ کہ انبیاء اللہ کا جو کچھ تھوڑا بہت اثاث البیت ہوا کرتا تھا۔ کم سے کم لباس۔ فرش۔ بستر۔ اسلحہ۔ سواری۔ انگشتری۔ عصا تو ضرور ہی ہوتے تھے۔ کوئی ایسا انسان نہ ہوگا۔ جو ان میں سے کچھ بھی نہ چھوڑے۔ یہ صدقہ ہو کر لوگوں میں نہیں فقیروں و مسکینوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ بلکہ تابوت سکینہ اس کے خلاف سند ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر ہے۔ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ "(سورہ بقرہ: ۲۴۸) حضرت طالوت کے شرعی بادشاہ ہونے اور منصوص من اللہ ہونے کی ایک آیت اور نشانی یہ ہے کہ ایک تابوت آئے گا جس سے اطمینان و تسلی ہوگی اور اس میں بقیہ ترکہ آل موسیٰؑ و آل ہارونؑ سے۔ اس کو فرشتے اُٹھائے ہوئے ہوں گے اور بیشک اس میں بڑی نشانی اس کی حقانیت و صداقت و برحق و مستحق بادشاہت شرعی ہونے کی ہے۔ اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو اس میں انبیاءؑ کی تصاویر تھیں۔ اور حضرت ختمی مرتبتؐ کی تصویر تھی۔ حضرت نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور ارد گرد اصحاب خاص کا مجمع ہے۔ اور ایک نوجوان تلوار لئے پاس کھڑا ہے۔ اور اس کی پیشانی پر لکھا ہے۔ "پیغمبر کا بھائی۔" اس میں کچھ آسمانی ترنجبین تھی۔ اور بہت سے تبرکات تھے۔ عصائے موسیٰؑ تھا۔ عمامہ ہارون تھا۔ ان کی نعلین تھی۔ یہ وہی صندوق تھا۔ جس میں مادر موسیٰؑ نے ان کو رکھ کر دریا میں ڈال دیا تھا۔ پھر اس میں تبرکات انبیاءؑ رکھے گئے۔ بنی اسرائیل اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ کل اسلحہ انبیاء اسی میں تھا۔ اور اب بھی محفوظ ہے۔ اور مہدی علیہ السلام کے زمانے میں نکلے گا۔

غرض اس کے معلوم ہے۔ کہ راست باز تو ضروری انبیاء کے پاس ہوتی تھیں یہ متبرکہ اشیاء سمجھی جاتی تھیں۔ اور جس کے پاس یہ چیزیں اور ترکہ انبیاء ہو۔ وہی اس عہد و حکومت و بادشاہت۔ ہدایت خلق و سیاست کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔ انبیاء و اوصیاء۔ میں یکے بعد دیگرے یہ منتقل ہوتی رہتی تھیں۔ یہ ایک آیت اور نشانی تھی۔ ایک معجزہ تھا۔ اور جو شخص شرعی حاکم ہو۔ ضرور ہے۔ کہ وہ کوئی آیت الٰہی رکھتا ہو۔ کوئی نشان اس کا اس کے پاس ہو۔ اور یہ معلوم ہے۔ کہ امت محمدی اور اصحاب رسول اللہؐ میں صاحب آیات و معجزات علیؑ ہی ہیں۔

خیر یہ ترکہ انبیاء و اثاث البیت انبیاء ان کے بعد لٹتا یا فقراء و مساکین میں تقسیم ہوتا نہیں سنا گیا۔ کوئی اس کا ثبوت کسی تاریخ دیانت۔ قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔ کہ انبیاء کا وصال ہوتا تھا۔ تو وہ ان کا اثاثہ صدقہ ہو جاتا تھا۔ اور ترکہ کوئی حد خاص معین نہیں ہے۔ کہ کتنی مقدار کیا شے مردہ چھوڑے۔ تو اس کا ترکہ کہلائے۔ ایک غریب فقیر نے ایک بوریا چھوڑا۔ وہی اس کا ترکہ ہے۔ اور اس کے وارثوں کا مال ہے۔ ایک نے ایک ٹوٹی چارپائی چھوڑی۔ وہی اس کا ترکہ ہے۔ ایک نے اپنا لباس چھوڑا۔ وہ ترکہ ہے۔ ایک اپنا فرش و بستر چھوڑتا ہے۔ وہی ترکہ

ہے۔ایک اپنا گھر یا حجرہ چھوڑتا ہے۔وہی ترکہ ہے۔آیت اپنی زرہ یا تلوار یا ڈھال یا نیزہ یا عصا یا عمامہ یا اونٹ یا گھوڑا چھوڑتا ہے۔وہی ترکہ ہے۔اوران چیزوں سے کبھی انبیاء اللہ خالی نہیں ہوئے۔ہاں خزانے اور سونے چاندی کے ڈھیر نہیں چھوڑتے۔خزانے ان کے علمی جواہرات ہوتے تھے۔پس یہ بالکل غلط ہے۔کہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں۔اور نہ کسی کو وارث بناتے ہیں۔

پنجم کہا یہ کیا ہے۔کہ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ وارث بناتے ہیں۔یعنی انبیاء اپنے باپ اور رشتہ داروں سے ترکہ بھی نہیں پاتے۔اوران کا ترکہ بھی کوئی نہیں پاتا۔سب صدقہ ہوا کرتا ہے۔تو ضروری ہوا۔کہ رسول اللہؐ اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ کا ترکہ وورثہ نہ پائیں۔اوروہ صدقہ ہو جائے۔یا خیر صدقہ نہ ہو۔ان کو ان کے جدی اُڑا لے جائیں۔کیا اس کا کوئی ثبوت ہے؟ کہ حضرت عبداللہ کے انتقال کے وقت ان کا جو کچھ بھی ترکہ تھا۔وہ رسول اللہ محمد مصطفیٰ ان کے لئے بیٹے اور وارث کو نہ ملا۔اورلوگ عیرا غیرا نتھو خیرا لے گئے۔"لَا نُوَرِّثُ" جب ہی تو صادق آئے گا۔اور اگر اس کا ثبوت نہیں ہے۔کہ رسول اللہؐ کے والد کا ترکہ لوگوں نے لوٹ لیا تھا۔بلکہ رسول اللہؐ اس کے وارث ہوئے جو کچھ ان کے والد کا ترکہ تھا۔وہ انہیں پہنچا۔خواہ ایک انگشتری ہی کیوں نہ ہو۔تو روایت یا مقولہ حضرت ابوبکر بالکل غلط اور باطل۔اوراس کو حدیث کہنا رسول اللہ کو جھوٹا بنانا ہے۔کہ عبداللہ کے مال کے وارث ہوئے۔ان کے گھر کے وارث ہوئے۔اور کہہ دیا۔کہہ دیا۔کہ ہم ورثہ ہی نہیں پاتے۔ہم وارث ہی نہیں ہوتے۔" لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ "۔کیسی جرأت ہے۔کہ ایک ذرہ سی بات کیلئے رسول اللہ کو معاذ اللہ جھوٹا بنایا جاتا ہے۔ارے بھئی معمولی بات ہے۔حضرت ابوبکر سے غلطی ہوگئی۔وہ کوئی معصوم تو نہیں تھے۔غلطی اور خطا سے بالکلیہ پاک ومحفوظ ہونا تو معصوم کی شان ہے۔ورنہ "اَلْاِنْسَانُ مُرَكَّبٌ مِّنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْيَانِ" خطا بھی ہو جاتی ہے۔بھول چوک بھی ہو جاتی ہے۔رسولؐ اللہ کو خواہ مخواہ جھوٹا کیوں بنایا جاتا ہے۔رسول اللہؐ خدانخواستہ ایسی پوچ بات کیوں کہتے۔ایک موقع تھا ایک بات ہوگئی تھی۔مجبوراً بیچارے ابوبکر ایسا کہنا پڑا۔اگر یہ نہ کہتے۔تو کیا کہتے؟

ششم مسلم ہے۔کہ رسول اللہؐ مال و دولت چھوڑ کر نہیں مرے۔نہ بیضاء چھوڑا نہ صغراء۔نہ درہموں کا ڈھیر نہ دیناروں کا۔لیکن اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔کہ آپ کے پاس دلدل تھا۔مرتجز گھوڑی تھی۔عصبا اونٹنی تھی۔زرہ و ذالفضول تھی۔عمامہ سحاب تھا۔خود تھا۔علم تھا۔عصا تھا۔انگشتریاں تھیں۔مہر تھی۔لباس تھا۔بستر تھا۔حجرہ تھا۔حجرے کو چھوڑ کر جو مقبرہ رسولؐ بنا۔باقی کل اشیاء متروکہ رسول اللہ کہاں گئیں؟ کس کے پاس آئیں؟ کیسے آئیں؟ کیا آئیں؟ اور پھر ان کا کیا حشر ہوا؟ یہ مسلمانوں نے لوٹیں۔اورانہیں ایسا موقع ملا۔کہ رسول اللہؐ کے انتقال کے بعد ان اشیاء کو لوٹ لے گئے (افسوس موقع ہی نہ ملا۔ورنہ مرتے ہی خانہ رسول اللہؐ ضرور لوٹا جاتا)۔یا اس صدقہ کو خلیفہ صاحب نے فقراء ومساکین مدینہ میں تقسیم کیا؟ یا یہ اشیاء فروخت ہو کر ان کی قیمت بیت المال میں داخل کی گئیں؟ یا آپ کی اونٹنی۔عصباء آپ کا استر۔دلدل۔آپ کی گھوڑی ذوالجناح (مرتجز) خلیفہ صاحب کے ہاتھ

لگیں؟ ان پر وہ دعویٰ کر سکے؟ یا لے سکے؟ ان کو مانگ سکے؟ ترکہ رسولؐ یہی تھا...... نہ باغ فدک...... وہ ہبہ تھا...... فاطمہؑ کا حق تھا...... نہ ترکہ اور بالفرض وہ ترکہ تھا تو کیا حدیث "نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاءِ" صرف فدک ہی کے لئے بنی تھی۔ باقی متروکات نبوی کے لئے نہ بنی تھی؟ حالانکہ وہ اشیاء متروکات انبیاء میں شامل ہیں۔ اور وہ وصی کی علامت ونشانی ہیں۔ یہ کل کی کل حیات نبوی ہی میں شدت مرض الموت کے وقت حضرت کے چچا عباس ان کے فرزند اور رشتہ داروں کے سامنے حقیقی وارث علیؑ کے سپرد کی گئیں۔ علیؑ کے پاس رہیں۔ یہ ترکہ محمدیؐ علیؑ کو پہنچا۔ (تواریخ ملاحظہ ہوں) بلکہ یہ ایک نہایت وسیع مضمون ہے۔ تبرکات نبوی ہمیشہ آل رسولؐ میں مثل تابوت سکینہ اوصیاء نبی کو پہنچتے رہے ہیں۔ یہ کل تبرکات ومخصوصات نبوی روز عاشورا میدان کربلا میں موجود تھیں۔ اور حسینؑ مظلوم لوگوں کو دکھا رہے تھے۔ کہ دیکھو یہ عمامہ نبوی میرے پر سر پر ہے۔ یہ زرہ محمدیؐ ہے۔ یہ ذوالفقار ہے۔ یہ حمزہ کی ڈھال ہے۔ یہ جعفر کا علم ہے۔ یہ رسولؐ اللہ کی اونٹنی ہے۔ جس پر میں سوار ہوں۔ میں ہی اس وقت روئے زمین پر ان کا فرزند ہوں۔ اور میں ان کا وارث بقیہ آل عباءؑ ہوں۔ یہی سامان حسینیؑ تھا۔ جو روز کربلا لوٹا گیا۔ اور جو روز سقیفہ نہ لٹ سکا تھا۔ یہی وہ سامان تھا۔ جو سامان لوٹ میں دمشق گیا۔ جو قید سے چھوٹنے کے وقت امام زین العابدینؑ وارث حسینؑ شہید نے یزید سے طلب کیا۔ اور یزید نے کہا۔ کہ اس میں کیا ہے۔ جو تم کچھ کہو۔ ہم دیتے ہیں۔ فرمایا۔ نہیں۔ ہمیں تو وہی ہماری لوٹ دیدے۔ اس میں دادی فاطمہؑ کا چرخا بھی ہے۔ ان کا گلوبند بھی ہے۔ ان کی بوسیدہ ردا بھی ہے۔ تبرکات نبوی ہیں۔ وہ دیا گیا۔ اور امام رخصت ہوئے۔ اور لوٹا ہوا قافلہ لے کر باپ کی قبر پر آئے۔ مدت کے بچھڑے ہوئے۔ اسیر وقیدی قبر حسینؑ سے لپٹے۔ اور روئے۔ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ" (سورہ بقرہ:۱۵۶) یہ ایک ادنیٰ کرشمہ خلافت اجماعی کا تھا۔ اور ترکہ محمدیؐ کی لوٹ کا یہ ادنیٰ نمونہ تھا۔

ہفتم اگر حجرۂ نبوی ترکہ رسول اللہؐ ہوکر ورثاء کی میراث نہ تھا۔ تو کیا حق حاصل تھا۔ کہ خانہ رسولؐ میں حضرات شیخین دفن ہوں؟ تمام مسلمانوں کا مسئلہ ہے۔ کہ غصبی جگہ میں دفن ناجائز ہے۔ رسول اللہؐ کے گھر میں کسی کو بغیر اذن رسولؐ داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ اور خاص اجازت حاصل نہیں۔ صدقہ ہے۔ تو خاص حضرات شیخین کو اس پر قبضہ کرنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ وہ حق بیت المال اور تمام مسلمانوں کا مال تھا۔ مناسب تھا۔ کہ حجرۂ رسولؐ اللہ کو مع قبر رسولؐ فروخت کر کے بیت المال میں داخل کر دیتے۔ کیونکہ بقول حضرت ابی بکر یہ بھی صدقہ تھا۔ خدا جانے کیوں نہ کیا۔ شاید اس میں کوئی مصلحت ہوگی۔ کہ آئندہ اس سے کام لینا تھا۔ کہ یہاں قبریں بنا کر ان مٹی کے ڈھیروں کو خلافت کی دلیل بنایا جائے گا اور حق پر خاک ڈالی جائے گی۔ یا اڑائی جائے گی۔ ورنہ ضرور حجرۂ رسولؐ اللہ بکتا۔ ماننا پڑے گا کہ ترک رسولؐ اللہ تھا۔ اور ترکہ میں اُمّ المومنین شریک تھیں۔ وہ بھی وارث تھیں۔ ہر ایک کے ترکہ وورثہ میں ان کے باپ دفن ہوئے۔ ورنہ حجرہ رسولؐ کا غصب تسلیم کرنا پڑے گا۔ مگر یہاں یہ سوال بھی ہے۔ کہ حضرت عائشہ کا حصہ اس میں قاعدۂ شرعی سے ۲۷/۱ تھا۔ اور اتنا ہی حضرت حفصہ کا۔ اور حجرۂ رسولؐ کے ۲۷/۱ حصہ میں یہ قبریں نہیں آسکتی تھیں۔ اسی واسطے ابن عباس نے کہا ہے۔ "لَكِ التِّسْعُ مِنَ الثُّمُنِ وَبِالْكُلِّ

تَصَرَّفَتْ تَجَمَّلَتْ تَبَغَّلَتْ وَلَوْعِشْتَ تَفَيَّلَتْ" یعنی حصہ تو ۲۷/ا تھا مگر حجرہ رسولؐ پر تصرف کرلیا۔ یہ بھی سوال ہے کہ اگر شیخین یا ام المومنین حجرہ رسولؐ اللہ میں کوئی حق تصرف رکھتی تھیں۔ خواہ وہ کسی حیثیت سے کیوں نہ بنایا جائے۔ تو ام المومنین کے نواسے اور پیارے نواسے حسینؑ اس میں کیوں کوئی حق نہ رکھتے تھے۔ ان کے لئے نانا کے مقبرے میں سوا گز زمین بھی میسر نہ تھی۔ کہ جس وقت شہید مسموم کا جنازہ لے کر حسینؑ اس طرف آئے۔ تو دفن کا شبہ کر کے ام المومنین چالیس مروانی سواروں کو لیکر خچروں پر سوار ہو کر چڑھ آئیں۔ غضبناک ہوئیں۔ اور بآواز بلند فرمایا۔ "نَحُّوا اِبْنَكُمْ عَنْ دَارِیْ" اپنے بیٹے کو میرے گھر سے الگ لے جاؤ۔ اور حسینؑ نے فرمایا۔ ہم جاتے ہیں رسولؐ اللہ کی ملاقات کو جنازہ لائے ہیں۔ اور اس طرح فتنہ رفع ہوا۔ کیا یہ واقعہ صفحات تاریخ سے محو ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو "عَنْ دَارِیْ" میں "میرے" کی نسبت کیا بتلاتی ہے؟ حجرہ رسولؐ بعد رسول اللہؐ صدقہ ہو جانے پر بھی ام المومنین عائشہ کی ملکیت رہا؟ کیوں مسلمانوں نے ام المومنین کو نکال کر یہ صدقہ تقسیم نہ کر دیا۔ اور اگر المومنین وارث ہیں۔ تو ام الائمۃؑ المعصومینؑ (فاطمۃ الزہراءؑ) بدرجہ اولیٰ ترکہ رسولؐ اللہ کی وارث ہیں۔ اور یہی حق ہے۔

ہشتم یہ حدیث حضرت ابو عبد اللہ صادق آل محمد علیہ السلام (نہ زین العابدین علیہ السلام۔ ناقل کو یہ نہیں معلوم کہ زین العابدین علیہ السلام ابو عبد اللہ نہیں کہلاتے) کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے۔ کہ علماء وارثان انبیاءؑ ہیں۔ کیونکہ انبیاءؑ درہم و دینار نہیں چھوڑتے۔ لیکن وہ علم چھوڑتے ہیں۔ اور اس کا وارث بناتے ہیں۔ بیشک یہ بالکل درست ہے۔ انبیاء کا خزانہ زر و مال نہیں ہوتا۔ وہ درہم و دینار نہیں چھوڑتے۔ وہ خزائن علمی چھوڑتے ہیں۔ اور یقیناً ان خزائن علمی کے وارث خاص برگزیدہ اشخاص ہوتے ہیں۔ اور سلسلہ وراثت علمیہ انبیاء اللہ ہم مسلسل لکھ آئے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی لینے کہ انبیاء درہم و دینار نہیں چھوڑتے۔ اس لئے کچھ بھی نہیں چھوڑتے۔ باطل ہیں۔ کیونکہ مسلم ہے۔ کہ انبیاءؑ نے بہت سی متروکات چھوڑیں۔ اور اس کی تصریح ہم کر چکے ہیں۔ لہٰذا اس حدیث کے یہ معنی کہ وہ کچھ بھی نہیں چھوڑتے خوش فہم محدث کی حدیث کی فہمی کا ثبوت ہے۔ نفی خاص و عام کو کبھی مستلزم نہیں ہوا کی درہم و دینار نہیں چھوڑنے کا۔ مطلب یہ کہاں سے ہوا۔ کہ کچھ بھی نہیں چھوڑتے۔ یہ بالکل غلط معنی ہیں۔ بیشک وہ درہم و دینار کے خزائن نہیں چھوڑتے۔ خزائن علمی چھوڑتے ہیں۔ مگر ضروریات تمدن و اثاث البیت و ضروریات زندگی جو لازمہ حیات دنیا ہیں۔ ان کو قبر میں ساتھ نہیں لے جاتے۔ یہیں چھوڑ جاتے ہیں۔ اور بفرض اگر یہ صحیح ہے۔ کہ وہ قطعاً کچھ بھی سوائے علم کے چھوڑتے ہی نہیں۔ تو حدیث بخاری یا مقولہ حضرت ابی بکر مرویہ بخاری غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ اس کا مفہوم بلکہ منطوق یہ ہے۔ کہ ہم اپنے مال کا کسی کو وارث نہیں بتاتے۔ جو کچھ ترکہ چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہوتا ہے۔ کسی کا ورثہ نہیں ہوتا۔ "ماترکناہ" ثبوت ترکہ انبیاء کی دلیل ہے۔ یہ نفی کی۔ فلاسفر محدث کا حافظہ خدا جانے اس قدر کمزور کیوں ہے۔ یا حافظہ ہی نہیں ہے؟ کیونکہ مشہور ہے۔ "دروغ گورا حافظہ نباشد۔" ضرور "ماترکنا" ثبوت ترکہ ہے۔ ترکہ وہ چھوڑتے ہیں۔ کہ کسی کا مال بقول حضرت ابی بکر نہیں ہوتا۔ پس حدیث حضرت صادق علیہ السلام ہرگز روایت بخاری اور مقولہ حضرت ابی بکر کی مثبت نہیں ہے۔ بلکہ صاف

مناقص ہے۔ فلاسفر محدث کو پھر اس میں غور کرنا چاہیئے۔ شاید خلافت ابی بکر کی طرح اس کو بھی فلسفہ سے ثابت کیا جائے۔ کہ انبیاء ترکہ چھوڑتے ہیں (یا انبیاء ترکہ نہیں چھوڑتے ہیں)۔ اور جو ترکہ چھوڑتے ہیں۔ اس کو صدقہ بنالیا جاتا ہے۔ مگر صدقہ کے آج تک معنی نہیں معلوم کہ وہ کیا ہیں۔ کہ جو انبیاء چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اگر صدقہ کے معنی معروف ہیں۔ جو قرآن میں مذکور ہیں۔ " اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ" (سورہ التوبتہ) صدقات فقراء ومساکین کا مال ہے۔ الخ۔ چاہیئے۔ کہ مالِ رسول فوراً فقراء ومساکین میں تقسیم کردیا جائے۔ وہ کونسی آیت یا حدیث ہے۔ جس سے اس مال رسولؐ وترکہ رسولؐ وصدقہ رسولؐ کے وارث و مالک ومتصرف خلفاء بن بیٹھتے ہیں؟ فقیروں کے مال پر بھی تصرف؟ غضب۔ غضب۔ تعجب۔ حیرت!

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑ آزمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

رسولؐ تو مال دنیا سے فقیر ہی تھے۔ اور "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" ان کا افتخار تھا۔ اس فقیر کے مال پر بھی طمع! اس فقیر کے بچوں (حسنؑ وحسینؑ) پر رحم کیا ہوتا۔ "وَمَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمُ"۔

نہم۔ اچھا سب کچھ فرض۔ مگر یہ بھی مسلم ہے۔ کہ منہاج نبوت ومنہاج خلافت وامامت ایک ہی ہے۔ نہ جدا جدا۔ تو امامت وخلافت کو خلافت نبوت کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور اگر ایک ہی ہے۔ اور ضرور ہے۔ اور خلافت الٰہیہ خواہ صورت نبوتی میں ظاہر ہو یا صورت امامتی میں۔ یکساں ہے۔ خلافت الٰہیہ میں کبھی فرق نہیں ہوسکتا۔ اور خلافۃ المسلمین سے بحث ہی نہیں ہے۔ مسلمان کسی کو اپنا ریسیڈنٹ بنائیں یا ریپریزنٹیٹو۔ ہم تو خلیفہ خدا ورسولؐ کی بابت بحث کررہے ہیں۔ کیا یہ سنت الانبیاء ومنہاج انبیاء وشریعت انبیاء ان سے خلفاء وآئمہ میں بھی پائی جائے گی یا نہیں؟ اگر نہیں۔ تو کیوں؟ ضرور پائی جانی چاہیئے۔ اور ہمیشہ اوصیاء انبیاء قدم بقدم انبیاء رہے ہیں۔ پس انبیاء کی طرح ضروری اور لازمی ہے۔ کہ وہ بھی درہم ودینار نہ چھوڑیں۔ اور ہمیشہ ایسا رہا ہے۔ اگر کسی نبی نے درہم ودینار اپنے پیچھے نہیں چھوڑے۔ تو کسی وصی نبی اور جانشین نبی نے بھی درہم ودینار پیچھے نہیں چھوڑے۔ اگر موسیٰؑ نے نہیں چھوڑے۔ تو ہارونؑ موسیٰ نے بھی نہیں چھوڑے۔ پس جو خلیفہ نبی کہلا کر درہم ودینار لاکھوں کی تعداد میں چھوڑ جائے۔ وہ خلیفہ نبی نہیں ہے۔ منہاج نبوت پر نہیں ہے۔ سنت الاولیاء پر نہیں ہے۔ دیکھو خلفاء برحق اور اوصیاء نبی نے کبھی درہم ودینار نہ چھوڑے۔ علیؑ سے لے کر تا امام حسن العسکریؑ تاریخ وسیر کو دیکھ جایئے۔ یہی ثبوت ملے گا۔ اور اسی لئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سب ایک ہی منہاج نبوت پر تھے۔ شریعت وسنت انبیاء پر تھے۔ اور دوسرے مدعی ان کے خلاف۔ نیز یہ بھی ضروری ہے۔ کہ خلفاء رسولؐ واوصیاء رسولؐ وآئمہ مثل انبیاء جو کچھ چھوڑ جائیں۔ وہ صدقہ ہو۔ ان کے وارثوں کا مال نہ ہو۔ منہاج نبوت بقول حضرت ابی بکر یہی ہے۔ سنت انبیاء یہی ہے۔ شریعت انبیاء یہی ہے۔ تو کیا ان حضرات نے جو کچھ چھوڑا۔ وہ صدقہ بنایا گیا؟ اگر نہیں۔ تو کیا یہ باوجود ادعائے خلافت نبی۔ منہاج نبی۔ شریعت نبی۔ سنت نبی سے جدا نہ ہوئے؟ اگر روایت صحیح ہے۔ اور مقولہ حضرت ابی بکر درست۔ اور

شریعت نبی اور سنت نبی و منہاج نبی یہی ہے۔ اور یہ نبی کے جانشین و قائم مقام و خلیفہ و وصی اور امام خلق ہیں۔ تو ان کا مال کل فقراء و مساکین مسلمین میں بطور صدقات تقسیم ہونا چاہئے۔ یا یہ سب کچھ دختر رسولؐ اللہ ہی کے محروم کرنے اور تنگ کرنے اور اذیت دینے کے لئے بنایا گیا ہے؟ غور و فکر اور انصاف سے کام لینا چاہئے۔ عقلمند وہی ہے۔ جو بات سنے اور کان دھرے۔ اور اچھی بات پر عمل کرے۔ خواہ کسی کی ہو۔ اسی کو دیندار و ہدایت یافتہ کہتے ہیں۔ ایک غلطی کے بنانے کے لئے ہزار غلطیاں کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میراث نبوی کے مسئلہ میں جو غلطی کی گئی ہے۔ اس کی تلافی قیامت تک ناممکن ہے۔

دہم یہ کہا جاتا ہے۔ کہ انبیاء علم کا ورثہ چھوڑتے ہیں۔ بیشک علم کا ورثہ چھوڑتے ہیں۔ اور مسلم ہے۔ مگر اس کے وارث کون ہوتے ہیں؟ رسول اللہؐ نے علم کا ورثہ چھوڑا۔ کتاب اللہ چھوڑی۔ اس کی وراثت کس کو ملی؟ کیا ذریت انبیاء کے سوا اور کوئی اس کا وارث ہوا؟ " وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ○ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا" (سورہ الفاطر:۳۱،۳۲)۔ بلاشبہ قرآن کے وارث خدا کی طرف سے بندگان مصطفیٰ ہوئے۔ معصومین طیبین و طاہرین ہوئے۔ اور بلاشبہ جو حقیقی وارث علم انبیاء ہے۔ وہی جانشین انبیاء ہے۔ یہ مسلم ہے۔ اور حدیث نقل ہو چکی ہے۔ کتاب سے ثبوت دیا جا چکا ہے۔ خصم مانتا ہے۔ کہ سلیمانؑ داؤدؑ کے علم کے وارث ہوئے۔ اور ان کے جانشین بنے۔ پس وارثان علم نبوتی معصومینؑ ہی بعد رسول اللہ جانشین رسول اللہؐ ہوئے۔ اور اس کا ثبوت کافی سے زیادہ ہم باب دوم میں دے چکے ہیں۔ پس اگر ترکہ رسول اللہ ﷺ جو بقول ابو بکر صدقہ ہوتا ہے۔ مگر از روئے عمل ثلثہ و قول مقلدین اصحاب اس کا مالک و متصرف خلیفہ وقت ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں کل ترکات محمدیؐ کے حقیقی وارث تو وہ ہوئے۔ جو ان کے برحق جانشین اور ان کے علم کے وارث ہیں۔ اس کے کیا معنی کہ نبی کی حقیقی میراث تو معصومین ذریتِ محمدیؐ پائیں۔ اور مال دُنیا کے مالک بن جانے والے شاہانِ اسلام ہو جائیں۔ ہمیشہ سلسلہ وراثت انبیاء یہی تو ہے۔ کہ وارثانِ علم ہی جانشین ہوا کرتے ہیں۔ یہاں یہ سنت انبیاء بدعت سے کیوں بدلی؟ باوجود وارثِ علم نبیؐ نہ ہونے کے خلیفہ ہونے کے مدعی کیوں ہوئے؟

"وَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ" (سورہ بقرہ:۱۹۶) یہ دس دلیلیں ہیں اس بات پر۔ کہ اس مسئلہ میراث سے بھی حضرت ابو بکر کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ پھر بھی حقیقت اپنے ہی مقام پر رہتی ہے۔ اور ہر اعتبار سے بعد رسول اللہ ﷺ امیر المومنین۔ یعسوب الدین۔ قائد الغر المحجلین۔ خلیفہ رب العالمین و خلیفہ نذیر للعالمین۔ اسد اللہ الغالب۔ لغالب علیٰ کل غالب۔ علی ابن ابی طالب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہی خلیفہ ثابت ہوتے ہیں۔ اور یہ ماہتاب امامت خواہ اس پر کتنی ہی خاک ڈالیں۔ چھپ نہیں سکتا۔ " یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ " (سورہ الصف:۸)۔

"وہ نور کیا بجھے جسے روشن خدا کرے"

نور علیؑ ونور نبیؐ ایک ہے۔ نہ نور نبیؐ قیامت تک بجھے گا اور نہ نور علیؑ۔ دونوں ایک ہیں ایک حال میں رہیں گے اور قیامت تک یہ آفتاب و ماہتاب چمکیں گے۔ اور محمد وآل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی سے تمسک واجب ہے ۔

مخزن علم و فتوت بحر جود و کان عدل
آنکہ بالائے فلک او را نوا باید زدن

حیدرے کوہست دریائے کرم کان سنی
نغمہ در وصفِ علیؑ شیرِ خدا باید زدن

لا فتیٰ اِلّا علیؑ لا سیف اِلّا ذوالفقار
ہر دم از فہم صفات ہل اتیٰ باید زدن

گر نجاتِ آں جہاں مطلوب داری اے عزیز
دست در دامانِ آلِ مصطفیٰؐ باید زدن

از برائے جلوۂ جانِ عزیز مرتضیٰؑ
ہر زماں از سُوئے باطن نالہا باید زدن

خارجی را اعتبارے نیست اندر قول و فعل
بیخ بدکیشاں چو شاخِ ناروا باید زدن

خاتمہ

بعض نتائج ضروریہ

ہمارے حصص اوّلیہ اوراس کے مقدمہ وابواب ثلثہ کے دیکھنے سے ہر ناظر بصیر اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ جس خلافت کا ثبوت اوراس کا تفصیلی ذکر قرآن پاک سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ سوائے معصومینؑ طاہرین آئمہ اہل بیت نبوت ورسالت اور کسی کا حق نہیں ہے۔ قدرت نے انہی کواس کے لئے خلق کیا تھا۔ اور خلافت الٰہیہ محمدیہ کی قابلیت و صلاحیت انہی میں رکھی گئی تھی۔ اور یہ ایسی حقیقت نہ تھی۔ کہ جس کواہل اسلام خصوصاً اصحاب رسول کریمؐ نہ سمجھے ہوں۔ یا یہ آفتاب حقانیت وصداقت درتحتِ جہالت عامہ ہو۔ مگر عام عرب سوائے مخصوصین چونکہ ایک مدت دراز سے علم و دین کے ساتھ مال و دولت وحکومت وسیاست سے بھی محروم تھے۔ اور مسلم ہے۔ کہ ان عدنانی عربوں میں کبھی تمدن نہ آیا تھا۔ حکومت نہ کی تھی۔ اسلام دین کے ساتھ دنیائی دولت بھی ساتھ لایا۔ اور ضرور لانی تھی۔ علم وحکمت ومعرفت و عبادت کے ساتھ دولت بھی ملی۔ چندسال میں عرب فتح ہوگیا۔ اور پیغمبر اسلامؐ دینی اور دنیوی بادشاہ نظر آئے۔ ایک دم سے یہ انقلاب دیکھ کر بہت سے لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ بعض ظرف اس کے متحمل نہ ہوسکے۔ اور رفتہ رفتہ جب دنیا میں پھنستے گئے۔ جاہِ دُنیا مرغوب ہوئی۔ نبوت کو بادشاہت ہی جیسا سمجھنے لگے۔ اور آخرکار اکثر کو حکومت و سلطنت وریاست کا شوق پیدا ہوگیا۔ شوق تو خیر بُرا نہیں۔ ترقی کا احساس اچھی چیز ہے۔ مگر محل بُرا تھا۔ موقع نامناسب تھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خلافت محمدیہ کو بادشاہت دنیویہ کے اصول پر طے کرنا چاہا۔ اور بالکل ایسا ہی کیا گیا۔ اپنی طمع یا مصلحت دنیوی سے یا بعض بنی ہاشم کے ساتھ حسد نے پہلی سب باتوں کو بھلادیا۔ حتیٰ کہ انصار بھی دیکھا دیکھی حکومت کے طالب ہوگئے۔ اور وہ بھی "مِنَّا اَمِیرٌ وَمِنکُمْ اَمِیرٌ" پکارنے لگ گئے۔ "مِنَّا اَمِیرٌ وَمِنکُمْ وَزِیرٌ" کی صدا بلند ہوئی۔ شروع میں فلتۃً جو ہونا تھا ہوگیا۔ پھر چونکہ یہ سلسلہ قائم ہوگیا۔ ہمیشہ اس کا فیصلہ سیاسی بلکہ صاف ملک طبعی کے اصول پر کیا گیا۔ جو بتصدیق علامہ ابن خلدون بالکل ملک شرعی وسیاست دینی کے خلاف ہوتے ہیں۔ ورنہ شرعی سیاست میں اجماع وشوریٰ وغلبہ وتحیر وتشدد کیا معنی رکھتے ہیں؟ یہ واقعات پیش آگئے۔ ایسا ہوگیا۔ ایسا کیا گیا۔ لاجرم ان کو دلائل بنایا گیا۔ اور اب تک اس کو نبھایا جارہا ہے۔ کہے اور کیے کی لاج رکھی جارہی ہے۔ اور ہم اس پر آئندہ مفصل بحث کریں گے۔ کہ اس بدعنوانی سے خلافت کے فیصلہ نے اور اصول ملک طبعی نے نہ صرف اصول مسلمہ خلافت الٰہیہ کو بدل دیا۔ بلکہ کل اصول اسلام کو منقلب کردیا۔ اور کسی امرشرعی میں بھی کوئی مسلم ومتفق ومدلل و مبرہن اصل نہ رہی۔ جس نے جو راستہ چاہا۔ اختیار کیا۔ اور کیا جارہا ہے۔ کوئی حد معین کوئی اصل معین کسی اصل یا فرع دین میں نہیں ہے۔ جتنے مذہب ہیں۔ اتنے ہی اصول ہیں۔ بلکہ جتنے مسلمان ہیں۔ اتنے ہی خیالات ہیں۔ جتنے

منہ اُتنی باتیں۔ اور معیار خلافت تو ایسا بگڑا۔ نہ صرف صدر اسلام میں ایک ایک وقت میں کئی کئی خلیفے ہو گزرے۔ اور جس نے جتھا بنالیا۔ اس نے ہی خلافت محمدیہ کا دعویٰ کر دیا۔ جیسا کہ علامہ سیوطی انقراض ملک بنی عباس کا ذکر کرتے ہوئے شروع مقدمہ ہی میں لکھتے ہیں۔ کہ امر خلافت میں ایسی افراط وتفریط ہوئی۔ کہ ایک وقت اندلس ہی کے اندر چھ شخص مدعی خلافت تھے۔ اور سب اپنے کو خلیفہ کہتے تھے۔ اور سب کے ساتھی تھے۔ جماعت تھی۔ درآنحالیکہ عمیدی مصر میں اور عباسی خلیفہ بغداد میں مدعی تھا۔ اور ان کے علاوہ اطراف واقطار زمین علویہ وغیرہ مدعی خلافت تھے۔ انتھی۔ بلکہ آج تک ادعائے امامت وخلافت چلا جاتا ہے۔ بلکہ چونکہ خلافت وامامت ونبوت ایک ہی سلسلہ ہے۔ اور جب خلافت وامامت میں کوئی معیار معین نہ رہا۔ جو غالب آ گیا۔ وہی خلیفہ بن گیا۔ تو لوگوں کی نظروں میں نبوت بھی گر گئی۔ اور لوگوں میں ادعاء نبوت بھی بہت ہونے لگا۔ اور ہو رہا ہے۔ اور بہت جھوٹے مدعی گذر چکے ہیں۔ اور آئندہ ہوں گے۔ نبوت کے بھی مدعی ہیں۔ خلافت کے بھی ہیں۔ امامت کے بھی۔ یہ کیوں ہوا؟ محض اس وجہ سے۔ کہ خلافت محمدی کو کسی اصل معین ومسلم دینی ونص قرآنی وحکمِ الٰہی پر فیصل نہ کیا گیا۔ جس وقت پر جیسا موقع پیش آ گیا۔ اسی کو آگے دھر لیا۔ جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں۔ کہ یہ دلائل نہیں ہیں۔ بلکہ واقعات ہیں۔ جو اسلام میں پیش آئے ہیں۔ اور ان ہی کی نسبت علماء میں بحث ہے۔ کہ آیا معیار قرآنی کے مطابق ہیں یا نہیں۔ اور یہ حدود دینیہ میں آتے بھی ہیں یا نہیں۔ چہ جائیکہ حدود خلافت الٰہیہ میں آئیں۔ اس بدعنوانی کی وجہ سے وہ لوگ بھی مدعی خلافت محمدی بن بیٹھے۔ جو خالص دشمن اسلام اور مخالف نبی تھے۔ اور جنہیں دین کی ذرہ پروا نہ تھی۔ چنانچہ سقیفہ ہی میں بعض انصار نے ابی بکر کے اس فقرے کے جواب میں کہ "کیا تم لوگ ہماری حکومت سے جلتے اور حسد کرتے ہو" کہہ دیا تھا۔ کہ تم سے تو خیر ہمیں حسد نہیں ہے۔ اور نہ ڈرتے ہیں۔ مگر ہمیں خطرہ ہے ان لوگوں کا۔ جو تمہارے بعد تمہاری جگہ آئیں گے۔ اور ہم انصار کے بچوں کو ذبح کریں گے۔ اور علماء نے تصدیق کی ہے۔ کہ بیشک ایسا ہی ہوا۔ یہ پیشین گوئی بالکل صحیح نکلی۔ نہیں بلکہ وہ لوگ ان کی جگہ آئے۔ جنہوں نے رسولؐ کے بچوں کو بھی بے جرم وخطا ذبح کیا۔ اور پانی تک نہ دیا۔ مدینہ نبوی کو برباد کیا۔ لوٹا۔ اور خانہ خدا کو جلایا اور ڈھایا۔ اس بدعنوانی سے یہی خطرہ تھا۔ اور وہی ہوا۔ اور اس کا خمیازہ قیامت تک مسلمان اُٹھائیں گے۔ اسی کا نتیجہ یہ مذاہب مختلفہ ہیں اور کل حزب بما لدیھم فرحون بنا ہوا ہے گویا کوئی معیار نہ رہا کہ پیشوائے دین کون ہو؟ اور وہ کیسا ہونا چاہئے؟ فتویٰ اور حکم کس کا حق ہے؟ معلم قرآن کیسا ہونا چاہئے؟ جو بنے۔ ان میں کوئی امتیاز عام مسلمانوں سے نہ تھا۔ گویا کہ حمام ہے۔ اور لوگ ننگے نہا رہے ہیں۔ اوتار اوتار لنگی لگے غوطہ کھانے اور نہانے۔ "ایک حمام میں سب ننگے۔" حتیٰ کہ امامت جیسی اہم شے جو اوّل ایک برگزیدہ نبی۔ رسول اور خلیل اللہ کو دی گئی تھی۔ ہر کس وناکس کے ہاتھ آ گئی۔ کوئی نحوی مسئلہ یاد کر کے امام بن گیا۔ کوئی صرفی۔ کوئی بہائی۔ اور کوئی فقہی۔ اور اب تو مسجد کے ملا بھی انہی آئمہ کی ذیل میں شمار ہوتے ہیں۔ جن کو خدا فرماتا ہے۔ "جعلناھم ائمة یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات" کہاں فیضان وحی الٰہی۔ کہاں مسجدوں کے ملا۔ جن کی طہارت بھی درست نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے دراصل اہل حق اس مسئلہ میں آج تک بحث کرتے آتے ہیں۔

ورنہ جو ہو چکا وہ ہو چکا۔ نہ آج ملک ہے نہ حکومت و ریاست۔ اوّل بادشاہت کر گئے۔ تو کیا۔ اور آخر کر گئے۔ تو کیا۔ مقصود اصلی یہ ہے کہ اس بدعنوانی سے دین محمدی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اور صحیفہ اسلامی کا شیرازہ بکھر گیا اور بکھرتا جاتا ہے۔ اور بظاہر کوئی امید اس کے بندھنے اور راست ہونے کی نظر نہیں آتی۔ اور آج نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ حکومت تو کیا دراصل مسلمانوں کے رہنے کے رُوئے زمین پر اطمینان کی جگہ اور جائے پناہ بھی نہیں ہے۔ اور مسلمان اپنے اسی اختلاف اور خانگی جھگڑوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہوش میں نہیں آتے۔ بیدار نہیں ہوتے۔ اور نہ ان کے ہوش میں آنے اور بیدار ہونے کی کوئی امید ہے۔ اور نہ ہی اسلام کے سرسبز و شاداب ہونے کی۔ شاید

''مردے از غیب بروں آید و کارے بکند''

آخری بات اور سنی شیعوں میں مصالحت

اب اکثر مسلمانوں کی زبان پر یہ مبارک کلمہ آنے لگا ہے۔ کہ آپس میں مصالحت کی ضرورت ہے۔ اور ہونی چاہئے۔ مگر ہم نے اب تک کوئی علمی کارروائی اس بارے میں نہیں دیکھی۔ صرف خیالات ہی میں ہے۔ یا کہیں کہیں اخباروں کا کالموں میں۔ یا اگر کہیں عملی صورت ہے بھی۔ تو وہ صرف تجاویز میں۔ اور خیر سے یہ مجبوری ہم بھی اس میدان میں کود رہے ہیں۔ مگر تجاویز بھی جو ہم نے دیکھی ہیں۔ وہ بالکل خلاف۔ اور ان کا نتیجہ برعکس دیکھا جا چکا ہے۔ جس سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ ایک تو یہ کہ یہ مصالحت خواہ دل سے خواہاں نہیں ہیں۔ دوسرے تشخیص اور تجویز دونوں غلط اگر نہ ہوں۔ تو تجویز تو ضرور ہی غلط کی جاتی ہے۔ تشخیص میں غلطی دراصل تشخیص مرض کی غلطی نہیں ہے۔ وہ تو پھوٹ ہے۔ اور ظاہر ہے۔ سب کے پاس ہے۔ سب اس کے ذائقہ سے واقف ہیں۔ رات دن امتحان میں ہیں۔ ہاں تشخیص علل میں غلطی ہے۔ اور تجویز میں غلطی واضح۔ اکثر حضرات جب مصالحت کی کوئی تجویز پیش کرتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ کہ سنی فلاں امر دینی چھوڑ دیں۔ شیعہ فلاں ضروری مذہب کو ترک کر دیں۔ مگر یہ مذہب ایسی شے ہے۔ جو چھوٹنے والی نہیں۔ اور نہ کوئی ضروری دین و ضرورت مذہبی چھوٹ سکتی ہے۔ مگر صرف اسی صورت میں کہ دونوں یا کم سے کم ایک فرقہ کے کل افراد بالکلیہ ملحد و بے دین ہو جائیں۔ اور دینی احساس ان میں قطعاً باقی نہ رہے۔ اور یا کل کے کل ایک ہی مذہب ہو جائیں۔ اور بالفعل یہ دونوں محال ہیں۔ کچھ نہ کچھ دیندار تو ضرور ہی باقی رہیں گے۔ امت محمدی کے کل افراد بلا استثنائے احد کبھی بے دین محض نہیں ہو سکتے۔ غرض مذہب ترک کرا کر مذہبی اتفاق اجتماع نقیضین کی خواہش ہے۔ اور یہ محال ہے۔ مذہبی اختلاف مٹے۔ تو مذہبی اتفاق ہو۔ اور یہ خدا ہی کر سکتا ہے۔ کہ سب کو ایک مذہب کر دے۔ اور وہ جب چاہے گا کر دے گا۔ اس وقت تو سوال دراصل معاشرت اور تمدن میں متحد اور متفق ہونے کا ہے۔ نہ مذہب میں بالکل ایک ہو جانے کا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ ایک دین کے ماننے والے۔ ضروریات معیشت و تمدن و ضروریات اجتماعی عمومی قومی میں متفق ہو جائیں۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ یہ سمجھ لیں۔ کہ مذہب اور شے ہے۔ اور معاشرت کا تعلق اور ہے۔ دو غیر مذہب دو جدا جدا دین رکھنے والے بھی امور معاشرتی میں متحدہ ہو سکتے ہیں اور ہو جاتے ہیں۔ اور مذہب کی پابندی اپنے اپنے مقام پر علیحدہ رکھتے

ہیں۔ یہی ہونا چاہئے۔ ہر ایک جب تک اپنے مذہب پر ہے۔ اپنے مذہب کا پابند رہے۔ امور معاشرتی وتمدنی میں متحد ہو جائے اور مل کر کام کریں۔ مذہب سے تعرض نہ کریں۔ ''عیسیٰ بدین خود۔ موسیٰ بدین خود۔'' جو جیسا کرے گا۔ ویسا بھرے گا۔ کوئی لیڈر اور کوئی راہنماء و عالم کسی مذہبی امر کو چھیڑ کر اس تحریک اتحاد میں کامیاب نہ ہوگا۔ گو بعض مذہبی احساس نہ رکھنے والے اس کے ہم خیال کیوں نہ ہو جائیں۔ ہاں دو امر غور طلب ہیں۔ ایک تو یہ۔ کہ جس مذہبی میں بعض باتیں ایسی جاری ہیں۔ جو دراصل جزو مذہب یا رکن مذہب نہیں ہیں۔ وہ ترک کر دی جاسکتی ہیں۔ بشرطیکہ علماء چاہیں۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ ایک دوسرے کے خلاف محض جھوٹی باتیں کہتے اور افترا کرتے رہتے ہیں۔ اور اس طریقہ سے آپس میں نفاق پھیلاتے ہیں۔ وہ اس حرکت سے (خدا انہیں توفیق دے کہ) باز آجائیں۔ بہت زیادہ فساد ایسے ہی علماء نما ملا پیدا کرتے ہیں۔ اور اپنی روٹیاں اسی دینی تجارت سے پیدا کرتے ہیں۔ اور ان کی تعداد بہت کافی ہے۔ اور ان کی اصلاح بغیر اتحاد و اتفاق و مصالحت محال ہے۔ مجمع علیہ و متفق علیہ پر فیصلہ کرانے اور منوا دینے والی طاقت کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اور نہ ماننے کا کوئی علاج کسی ریفارمر نے نہیں بتلایا ہے۔ صرف ایک ہی علاج ہے۔ وہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ خدا کے اختیار میں ہے۔ متفق علیہ و مجمع علیہ پر آج تک جھگڑا ہو رہا ہے۔ اور نہ ماننے والے نہیں مانتے۔ نہ ماننے والے خدا کو نہیں مانتے۔ رسول کو نہیں مانتے۔ کتابِ خدا کو نہیں مانتے۔ دین اسلام کو نہیں مانتے۔ تو پھر اہل بیت رسول کو کون مان لے۔ جو فریقین میں متفق و مسلم ہیں۔ اور بلا مبالغہ سینکڑوں حدیثیں ان کی شان میں موجود ہیں۔ محبت کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اور محبت کا نام نہیں پایا جاتا۔ اس کا علاج کون کرے؟ تدبیر یہی ہے۔ جو ہم نے بیان کی۔ جو فطری ہے۔ عقلی ہے۔ قرآنی ہے۔ اور ایک بات اور بہت بڑی بات یہ ہے۔ کہ ایک دوسرے کا دل دکھانا چھوڑ دیں۔ اپنے مذہب کی پابندی کریں۔ اپنی خوبیاں بیان کریں۔ اپنوں کے فضائل اگر ہیں۔ دکھلائیں۔ مگر دوسروں کو نہ چڑائیں۔ میں دونوں کو کہہ رہا ہوں۔ سنیوں کو بھی اور شیعوں کو بھی۔ ہر ایک اس آیت پر عمل کرے۔ " لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ "(سورہ المائدہ: ۱۰۵) جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ ہو کر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ " وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا " (سورہ النساء: ۹۴) جو تم سے اسلامی طریق سے ملتا ہے، اسلامی سلام کرتا ہے اس سے مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے جو کچھ ہے...... ہے۔ تمہیں کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور رہا" وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ "(سورہ الحج: ۴۱) سو اس کی یہ شان نہیں ہے۔ بلکہ "ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ "(سورہ النحل ۱۲۵) دعوت بالحکمت موعظہ حسنہ۔ مجادلہ احسن کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ ''تو ایسا ہے۔ اور تیرا پیر ایسا ہے۔'' بلکہ وہی ہیں۔ جو ہم نے بیان کیے ہیں۔ کہ اپنی خوبیاں دکھا کر دوسرے کو جذب کرو۔ نہ دوسرے میں عیب نکال کر یا فرضی عیب لگا کر۔ اگر کوئی بات عملاً ممکن ہے۔ تو صرف یہی۔ کہ شیعہ اگر علی الاعلان حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیفہ بلا فصل کہنا چھوڑ دیں۔ تو ان کی کسی اصل میں فرق نہیں آتا۔ اور بلا فصل کہنے سے کوئی فضیلت نہیں بڑھ جاتی۔ وہ خلیفہ ہیں ہی۔ بالفصل کیا اور بے فصل کیا۔ شیعہ ان کے سوا اور کسی غیر کو بافصل مانتے ہیں نہ بے فصل۔ پھر کیوں خواہ مخواہ چڑاتے

ہیں۔ اور اسی طرح نہ علی الاعلان تبرے کی ضرورت ہے۔ اعتقاد میں غیر اللہ۔ غیر الرسول۔ غیر الامام الحق سے بیزار رہنا "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کی تعلیم ہے۔ ہر ایک مذہب وملت کا جزو ہے۔ اور ہر ایک مانتا ہے۔ دوسرے کے سامنے اس کو بُرا کہنا فساد پیدا کرتا ہے۔ جو محبوب نہیں۔ اگرچہ مظلوم ظالم کے حق میں سخت کلمہ کہہ سکتا ہے۔ اور یہ فطرت ہے۔ اور معاف۔ "لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ" (سورہ النساء:۱۴۸) مگر فتنہ وفساد سے جہاں تک بھی بچا جائے۔ نہایت بہتر ہے۔

اسی طرح اہلسنّت بھائی شیعوں پر افتراء کرنا اور وہ باتیں کہنا چھوڑ دیں جو شیعوں میں نہیں ہیں اور وہ باتیں جن کو کہنا یا کرنا ان کے مذہب کا جزو یا رُکن نہیں ہیں۔ خصوصاً اہلسنّت شیعوں کو عزاداری کے باب میں نہ چھیڑیں۔ جو وہ اپنے مذہب کی رو سے کرتے ہیں، کرنے دیں۔ اگر کوئی بات سمجھانی ہو تو اپنے احباب کو تنہائی میں بدلائل سمجھا دیں ورنہ کسی کو خدا نے داروغہ بنا کر نہیں بھیجا ہے۔ نہ کوئی خدائی فوجدار ہے۔ نہ لوگوں پر مسلط کیا گیا ہے۔ کہ ان کو اپنی مرضی کے خلاف کچھ نہ کرنے دے۔ بلکہ بہتر اور انسب ہے۔ کہ وہ یہ خیال کریں۔ کہ حکومت وریاست کی بحث تو رہی الگ۔ مگر حسنینؑ فرزند رسولؐ جگر گوشہ بتولؑ ضرور ہیں۔ اور رسولؐ کے ساتھ ان کی اُلفت ومحبت ومودّت۔ اور محبت کے معنی میں یہ بات ضرور داخل بلکہ اصل ہے۔ کہ محبوب کی خوشی میں خوش ہوں۔ اور ان کے رنج سے رنجیدہ۔ اس کے سوا محبت کے کچھ معنی ہی نہیں ہیں۔ اطاعت بھی اسی میں داخل ہے۔ کیونکہ محبوب اطاعت سے خوش ہوتا ہے۔ اور محبّ اس کی خوشی میں خوش ہوتا ہے۔ اور اس کی بات مانتا ہے۔ اس کا کہنا کرتا ہے۔ پس مسلمان بھی رسولؐ کی خوشی میں خوش ہوں۔ اور اس کے رنج میں رنجیدہ۔ اس کی خوشی کے دنوں میں خوشی کریں۔ اور اس کے غم کے دنوں میں غم۔ پس اگر وہ یہ سمجھتے ہیں۔ اور ان کا مذہب یہی تعلیم دیتا ہے۔ کہ رسول اللہؐ قتل حسینؑ سے بہت خوش ہوئے تھے۔ اور عید منائی تھی۔ غسل کیا تھا۔ لباس نو بدلا تھا۔ خوشبو لگائی تھی۔ تو بیشک " لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ " (سورہ الاحزاب:۲۱) تو ضرور رسول اللہؐ کی پیروی کرو۔ لیکن جو لوگ ایسا خیال نہیں کرتے۔ اور وہ جانتے ہیں۔ کہ رسول اللہؐ قتل حسینؑ کی خبر سُن کر بیسیوں مرتبہ روئے۔ اور دوسروں کو رُلایا۔ اور شب قتل وروز قتل بال پریشان وگرد آلود۔ گریاں ومحزون دیکھے گئے۔ ام المومنین ام سلمہؓ نے دیکھا۔ ابن عباس نے اور بہت سے اہل دل اور اہل کشف نے دیکھا ہے۔ سینکڑوں روایتیں اس باب میں ہیں۔ تو رسول اللہؐ کی پیروی ہر مسلمان کو کرنی چاہیے۔ اگر نہیں کرتے۔ تو دوسرے پیروی کرنے والوں سے تعرض نہ کریں۔ اگر وہ غم کرتے ہیں۔ کرنے دیں۔ ناچ رنگ تو نہیں کرتے۔ محفل شراب تو گرم نہیں کرتے۔ وہ غم کرتے ہیں کرنے دیجئے۔ وہ روتے ہیں رونے دیجئے۔ کسی کا کیا بگاڑتے ہیں۔ ان کو صدمہ ہے۔ روتے ہیں۔ انہیں غم ہے۔ محزون ہوتے ہیں۔ اور جس کا کوئی محبوب مرتا ہے۔ جدا ہوتا ہے۔ مصیبت میں پڑتا ہے۔ وہ روتا ہے غم کرتا ہے۔ گو وہ محبوب سیدھا بہشت ہی میں جائے۔ آج تک بھی مسلمان باوجودیکہ جانتے ہیں۔ کہ رسولؐ مالک بہشت ہیں۔ مگر ان کے یوم وصال وانتقال پُر ملال کے دن غم ہی کرتے ہیں۔ اور حالات سُن کر روتے بھی ہیں۔ کوئی بھی یوم وصال محمدی رقص وسرود نہیں

کراتا۔ نہ اس کو یوم العید بناتا ہے۔ یہ فطرت ہے۔ کیسے بدل سکتی ہے۔

رونے کا ضبط صاحب ماتم سے ہوئے گا؟
جس کا کوئی مرے گا۔ وہ کیونکر نہ روئے گا؟

یہ بھی ہے۔ کہ وہ اسی ذریعہ سے رو کر رقتِ قلب پیدا کر لیتے ہیں۔ جو بہترین صفت ہے۔ اور "فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلاً وَّلْيَبْكُوا كَثِيراً" (سورہ التوبتہ:۸۲) پر عمل کر لیتے ہیں۔ دوسرے، کیوں مانع ہوتے ہیں۔ رسولؐ اللہ کے ساتھ اس غم حسینؑ میں شریک ہوں۔ اگر تعزیہ بُرا جانتے ہیں۔ نہ بنائیں۔ بغیر اس کے غم منائیں۔ اگر سینہ زنی بُری جانتے ہیں۔ نہ کریں۔ اپنے گھر میں بیٹھ کر ذکر حسینؑ کریں۔ اگر رونا آتا ہے روئیں۔ ورنہ نہ روئیں۔ ذکر حسینؑ میں بعض لوگ جھوٹی روایتیں بیان کرتے ہیں۔ وہ ایسا نہ کریں۔ اپنی مجلس حسینؑ میں صحیح واقعات بیان کریں۔ اخلاق حسینؑ کا ذکر کریں۔ اور اس سے فیض اُٹھائیں۔ یہ تو نہ کریں کہ "واعظ پر ذکر حسین حرام ہے۔" دنیا میں لاکھوں کا ذکر ہوتا ہے۔ جابجا عرس ہوتے ہیں۔ بزرگوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ فرزند رسولؐ کا ذکر مسلمان ذاکر پر کیوں حرام ہو گیا؟ اچھا بالفرض یہ بھی صحیح۔ کچھ نہ کریں۔ مگر ایسا کرنے والوں کو کیوں ستاتے ہیں؟ اگر واقعی تمہارے مذہبی اصول مسلمہ ان باتوں میں سے کسی کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ نہ کریں۔ لیکن جو کرتے ہیں۔ ان پر جبر کرنے کا حق کونسی آیت یا حدیث یا دلیل عقلی دیتی ہے؟

بس فقط یہی صورت مصالحت واتحاد واتفاق کی ہے۔ کہ جہاں شیعہ دل دکھانا اور کسی کے منہ پر بُرا کہنا چھوڑ دیں۔ اور سنی بھائی ان حسینیوں کے اس مشن میں رخنہ اندازی نہ کریں۔ اور عملاً ان باتوں میں حصہ لیں۔ نہ صرف خیالوں میں۔ اس تدبیر سے بہت تنافر رفع ہو جائے گا۔ اور بہت سے نزاعات دفع ہو جائیں گے۔ ورنہ حسینؑ مشن میں رخنہ ڈالنا قطعاً ناممکن ہے۔ کہ شیعوں کو متفق کیا جا سکے۔ اس سے شیعہ کسی طرح ہٹ نہیں سکتے۔ اور اس میں ہر جبر وتشدد کے سننے کو بھی ہر وقت تیار ہیں۔ شیعہ ضرور مٹ گئے ہیں۔ مگر مٹے حسینؑ نام پر ہی ہیں۔ یہ ان سے نہ چھوٹے گا۔ خواہ ان کی جان جائے یا مال۔ یہ اب بھی اسی طرح بھوکے پیاسے مرنے کو تیار ہوں گے۔ مگر نام حسین نہ چھوڑیں گے۔ اسی پر دیں گے۔ خدا کرے وہ دن۔ وہ دن جلد آئے۔ کہ مسلمان اپنے مستقبل کو اچھا بنانے کے لئے بیدار ہوں۔ اور دور اندیشی و مصلحت بینی سے کام لیں۔ آمین۔ " وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا"۔

تمت بالخیر

☆......☆......☆

فہرست مضامین خلافت الٰہیہ حصہ اوّل

☆☆☆

فہرست مضامین خلافت الٰہیہ حصہ دوّم (صفحہ 137)

☆☆☆

فہرست مضامین خلافت الٰہیہ حصہ سوم (صفحہ 265)

☆☆☆